وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (القرآن)

الأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ (الحديث)

مجموعہ کتب

حیات الانبیاء علیہم السلام

۱۵



مکتبہ سراجیہ لنشر الکتب الاسلامیہ
حضوری باغ روڈ ، ملتان فون : 061-4783486

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (القرآن)

اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ (الحدیث)

مجموعۂ کُتب

حیات انبیاء علیہم السلام

۱۵

۹۵ خاتم الانبیاء ﷺ کی گنبد خضریٰ میں حیات طیبہ کے متعلق فرقہ اشاعتی کے تخیلات و نظریات اور ۷۵ سوالات

۹۶ جدید فرقہ اشاعتی کے تخیلات و نظریات اور ۱۰۵ سوالات

۹۷ جدید فرقہ اشاعتی کے تخیلات و نظریات اور ۱۲۵ سوالات (کل تعداد ۳۰۵ سوالات)

۹۸ مسئلہ سماع موتیٰ و حیات النبی ﷺ اور ہمارے اکابر

۹۹ اَلتَّحْقِيقُ الْمَتِينُ فِي حَيَاتِ النَّبِيِّ الْأَمِينِ

۱۰۰ حیات شہداء کرام رضی اللہ عنہم

۱۰۱ عقیدہ حیات النبی ﷺ

مکتبة رحمانیة لنشر الکتب الاسلامیة
حضوری باغ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب : مجموعہ کتب حیات الانبیاء علیہم السلام (جلد پانزدہم)

مصنفین : حضرت مولانا صاحبزادہ مفتی عبدالمعید رحمہ اللہ / جناب قاری محمد عاصم حنفی

حضرت مولانا حبیب اللہ تونسوی رحمہ اللہ

مولانا محمد امین مدظلہ

حضرت مولانا فصیح اللہ دامت برکاتہم العالیہ

صفحات : ۵۲۸

مطبع : طیب شمشاد پرنٹنگ پریس لاہور

طبع اوّل : نومبر ۲۰۲۴ء

اسٹاکسٹ : ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان

0322-6180738

ناشر : مکتبہ سراجیہ لنشر الکتب الاسلامیہ

حضوری باغ روڈ ملتان

0301-7500173 0303-7396203

0301-7904257 0344-7121967

اجمالی فہرست

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

خاتم الانبیاء ﷺ کی گنبد خضریٰ میں حیات طیبہ کے متعلق فرقہ اشاعتی کے

تخیّلات و نظریات
اور
۷۵ سوالات

از افادات:

محقق العصر، استاذ العلماء
حضرت مولانا صاحبزادہ مفتی عبد المعید رحمۃ اللہ علیہ

مرتب:

جناب قاری محمد عاصم حنفی

اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ (الحدیث)

کیوں ہنسی آئے نہ مجھ کو ایسے خیال خام پر
دیکھتے ہیں جھونپڑی میں بیٹھ کے محلوں کے خواب

خاتم الانبیاء ﷺ کی قبر مبارک میں حیات طیبہ سے متعلق فرقہ اشاعتی کے

تخیلات و نظریات اور

75 سوالات

(پہلی قسط)

از افادات

محقق العصر استاذ العلماء حضرت مولانا صاحبزادہ مفتی عبد المعید صاحب مدظلہ

خطیب مرکزی جامع مسجد بلاک نمبر ۱ سرگودھا

و

قاری محمد عاصم حنفی صدر بزم قاسمی سرگودھا

شائع کردہ: تحریک خدام اہلسنت والجماعت و بزم قاسمی سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(حرفے چند)

حضرت مولانا صاحبزادہ مفتی عبدالمعید رحمۃ اللہ علیہ سرگودہا

وفات: ۱۵ ستمبر ۲۰۱۵ء

سرگودہا کی نامور دینی شخصیت اور جامعہ سراج العلوم سرگودھا کے بانی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع سرگودھوی کے پوتے اور حضرت مولانا مفتی احمد سعید سرگودھوی کے صاحبزادے مولانا عبدالمعید مرحوم کے افادات پر مشتمل قاری محمد عاصم حنفی کا مرتب کردہ ''خاتم الانبیاء ﷺ کی گنبد خضری میں حیات طیبہ کے متعلق فرقہ اشاعتی کے تخیلات ونظریات اور ۷۵ سوالات'' نامی رسالہ جو ۱۴۲۲ھ میں مرتب کیا گیا۔ جس پر مولانا قاری عبدالسمیع، مولانا محمد رمضان مدظلہ، مولانا محمد اکرم طوفانی کی تقاریظ بھی ہیں۔ اس مجموعہ میں شامل کیا جارہا ہے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصدیقات

امام الفضلاء، سند الابرار، بقیۃ السلف، قدوۃ الخلف، وحید العصر، شاگرد حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث والتفسیر، حضرت العلام، مولانا الحاج قاری عبدالسمیع صاحب مدظلہ

فاضل دارالعلوم دیوبند ورئیس جامعہ عرابیہ سراج العلوم بلاک نمبر ۱ سرگودھا

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ علی من لا نبی بعدہ امابعد!

رسالہ نافعہ "تخیلات ونظریات" نظر سے گزرا مختلف مقامات سے بغور مطالعہ کیا۔ بحمداللہ! رسالہ انتہائی مفید مدلل اور عام فہم سلیس زبان میں تحریر کیا گیا ہے۔ لہجہ اور خطاب نہایت عالمانہ ہے دلیل کے ساتھ دلیل کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ ایک تبحر عالم اور مفتی وقت سے ایسی توقع ہونی چاہئے۔ دراصل زمانہ خیر القرون سے اہل اعتزال نے ایسی بحثیں چھیڑ کر عامۃ المسلمین کو گمراہ کرنے کی سعی نامشکور کی تھی جس کا جواب اس وقت کے علماء کرام نے دے دیا۔ آج کے دور میں بالکل ان مسائل کو موضوع بحث بنا کر اپنی سستی شہرت کا ذریعہ بنانا قطعاً نامناسب ہے مگر کیا کیا جائے تھوڑے پانی کا کہ وہ گھڑے سے چھلکتا ہے۔ جس کا فوری جواب عوام کے اصرار پر ہر حال ناگزیر ہو جاتا ہے۔

عزیزم جناب مفتی عبدالمعید صاحب نے جس عوامی مجبوری سے قلم اٹھایا ہے وہ ہم سب کو معلوم ہے۔ خوشی اس بات کی ہے کہ مفتی صاحب نے سنجیدگی کا دامن نہیں چھوڑا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء!

اللہ پاک قبول فرما کر عوام اہل سنت والجماعت کے لئے باعث ہدایت بنائے۔ آمین! ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

احقر (قاری) عبدالسمیع عفی عنہ

عالم بے بدل پیر طریقت، یادگار اسلاف، اسوۃ العلماء، صفوۃ الصلحاء، جامع الکمال صادق الاحوال، شیخ الحدیث حضرت الحاج مولانا حافظ محمد رمضان صاحب مدظلہ العالی

شیخ الحدیث سراج العلوم ورئیس جامعہ ذوالنورین سرگودھا

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین امابعد!

مولانا مفتی عبدالمعید صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ فی الدارین کا تالیف شدہ ایک جامع رسالہ بنظر غائر مطالعہ کیا کہ موصوف نے بہت مدلل ومفصل جواب تحریر فرمائے چونکہ موصوف خود بھی محقق تبحر عالم ہیں اور علمی گھرانے کے فرد ہیں، ان کے والد گرامی حضرت مولانا مفتی احمد سعید نوراللہ مرقدہ بہت بڑے محقق ومدقق وجملہ علوم کے نابغہ روزگار تھے، حضرت شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ شاگرد تھے۔ سراج العلوم کے

مفتی وشیخ الحدیث تھے دور دراز سے طلباء آپ کی شہرت سن کر جامعہ سراج العلوم میں داخلہ لے کر اپنی علمی تشنگی بجھاتے تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ پر مہارت تامہ رکھتے تھے۔ امور تدریسیہ میں آپ کی مثال نہیں ملتی مشکل سے مشکل ادق ترین مسائل آسان الفاظ میں اس طرح سمجھاتے کہ طلباء عش عش کر اٹھتے۔

حضرت مؤلف سلمہ کے جد امجد حضرت الشیخ عارف باللہ، فنانی اللہ، قطب الزمان، غوث دوراں، جامع شریعت وطریقت، ناشر فیوضات معرفت وحقیقت سیدی وسندی ومعتمدی واستاذی مولانا مفتی محمد شفیع قدس اللہ اسرارہم حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کی صفت علم کے مظہر اتم تھے علم ظاہری وباطنی کے امام وقت تھے۔ آپ کے پیر ومرشد خواجگان نقشبند میں جو روحانیت وسلوک میں اپنے زمانہ کے مشائخ کبار میں بے نظیر وعدیم المثال شہرت کے حامل تھے جن کا اسم گرامی حضرت مولانا ابوالسعد احمد قدس سرہ تھا نقشبندیہ مجددیہ میں لاثانی شہرت کے حامل تھے۔ کمالات قیومیت کے حامل تھے مرجع العلماء والفضلاء تھے۔ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے جد گرامی نے حضرت اعلیٰ کی خدمت میں بعمر بارہ سال وقف کر دیا تھا۔ حضرت نے اس نابغہ روزگار کو قبول فرما کر ایسی تربیت فرمائی جس کی مثال نہیں ملتی صرف ایک ماہ میں قرآن مجید حفظ کیا اور اگلے مہینہ رمضان المبارک میں پورا قرآن مجید تراویح میں سنا دیا۔

ایک سال میں تمام علوم درس نظامیہ امرت سر سے حاصل کئے، دوسرا سال دورہ حدیث کا تھا، دورہ حدیث کے لئے دارالعلوم تشریف لے گئے، خاتم المحدثین بخاری وقت حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں داخل ہو کر شرف تلمذ حاصل فرمایا چونکہ ذکا وذہانت میں بحر بے کنار تھے ثانی انور شاہ پنجاب بن کر تشریف لائے اور اس علاقے میں دیوبندیت کو اجاگر کیا اور جامعہ عربیہ سراج العلوم کی ۱۹۱۶ء میں بنیاد رکھی۔ پنجاب میں یہ سب سے اوّل دینی مدرسہ ہے بعد میں دوسرے مدارس قائم ہوئے۔

عزیز گرامی! اس علمی گھرانے کے سپوت ہیں اللہ تعالیٰ ان کے علم میں بہت برکت فرمائے اور اپنے آباء کرام کے نقش قدم پر چلائے۔ آمین!

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں توارثاً ملا ہے جس پر تمام اہلسنت والجماعت کا اجماع ہے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی چاروں مذاہب حقہ اس عقیدہ پر قائم ہیں احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ میت کو قبر میں زندہ کیا جاتا ہے اور نکیرین سوال کرتے ہیں۔ یہ حیات فی القبر ہر ایک کے لئے ہے علامہ حافظ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں حدیث ''لایذیقک اللہ الموتتین'' کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ ''وفی القبر موتا وحیاتا'' قبر میں موت وحیات ہے جو مشہور ہیں اہل سنت والجماعت یہ فرماتے ہیں کہ قبر کی موت ہر ایک کے لئے ہے ماسوا انبیاء علیہم السلام کے ان کو قبر کی حیات حاصل ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی دیگر موتی کی طرح قبور میں حیات حاصل نہیں ہے جس طرح موتی پر سوال کرنے کے بعد اخراج روح ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے لئے اخراج روح ثابت کرتے ہیں۔

حافظ عینی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرق مابین اہل سنت والجماعت اور معتزلہ ظاہر فرما رہے ہیں اور اہلسنت والجماعت کا مستدل بقول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ''لایذیقک اللہ الموتین'' قرار دے رہے ہیں۔ اس موضوع پر بہت کتابیں تالیف کی گئی ہیں حضرت موصوف سلمہ نے بھی اس موضوع پر قلم اٹھائی ہے۔ قارئین کرام بہت کچھ اس کتاب میں حاصل فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی اس کتاب کو شرف قبولیت سے نوازے آمین!

احقر الخلق محمد رمضان غفرلہ الرحمن

مجاہد کبیر، یادگار اسلاف، حضرت العلام، مولانا حافظ محمد اکرم طوفانی صاحب

مرکزی مبلغ وسیکرٹری نشر واشاعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت و پرنسپل ختم نبوت اکیڈمی لکڑ منڈی سرگودھا

حضرت مولانا مفتی عبد المعید صاحب اللہ تعالیٰ انہیں مزید علوم ومعارف سے نوازے اور ان کی عمر بمع عافیت کے دراز فرمائے۔ اللہ کے فضل وکرم سے نہ صرف اپنے اسلاف اور بزرگوں کے صحیح مقلد ہیں بلکہ میں اگر یوں کہوں تو مبالغہ نہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں وہ تمام اوصاف رکھ دیئے ہیں جو اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کے لئے درکار ہوتے ہیں اور اگر بالفرض کچھ کمی ہے بھی تو ان شاء اللہ وہ بھی رب تعالیٰ پوری فرما دیں گے۔ یہ تو ایک بلاک کے نمازی ہی نہیں بلکہ سرگودھا شہر کے علماء وفضلاء بھی جانتے ہیں کہ جب بھی مسلک احناف پر کوئی کڑا وقت آتا ہے جب بھی کوئی ناہنجار مسلک اسلاف کو داغدار کرنے کی ناپاک کوشش کرتا ہے تو سب سے پہلے جو صدا اٹھتی ہے وہ بلاک نمبر ا سے اٹھتی ہے اور صاحبزادہ مفتی عبد المعید اس صدائے حق کو اٹھانے والے قافلے کا علمبردار ہوتا ہے۔ اللھم زد فزد!

گزشتہ کئی سال سے ایک رسالہ عطاء اللہ بندیالوی کا شہر میں گشت نظر آ رہا تھا۔ ضرورت تو نہ تھی کہ عطاء اللہ صاحب ان ملکی حالات میں ایسا کوئی قدم اٹھاتے جس سے مسلمانوں میں افراتفری پیدا ہوتی۔ لیکن ان کی عادت ہے جو وہ کرنا چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں۔ انہوں نے مسئلہ حیات النبی ﷺ کو چھیڑنے کے لئے اور افراتفری میں ایک رسالہ بنام ''حیات النبی'' معرض وجود میں لا ڈالا۔ چنانچہ اس کا بھی دفاع حتی الامکان اللہ تعالیٰ نے اس مرد قلندر مفتی عبد المعید صاحب کی قسمت میں لکھا اور یہاں بھی وہ اپنے اکابر اور اسلاف کے مسلک کو داغدار ہوتے نہ دیکھ سکے اور اعلائے کلمۃ اللہ پر عمل کر کے ''لایخافون لومۃ لائم'' کو مشعل راہ بنا کر عطاء اللہ کے رسالہ کا معقول علمی جواب دیا۔ جو ان شاء اللہ قارئین کے لئے مفید ہوگا۔

علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا کہ انبیاء وشہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے۔ کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے۔ حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی میں برزخی کہ یہ دنیوی حیات حضور ﷺ کو برزخ میں حاصل ہے۔

مسئلہ حیات النبی ﷺ میں تردد اور تذبذب کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ خصائص نبوت اور خصائص نبوی کا باب پیش نظر نہیں ہوتا۔ شرح المواہب کے باب خصائص میں ہے کہ حضور ﷺ کا جس حجرہ مبارک میں وصال ہوا وہاں تھوڑے تھوڑے لوگوں نے داخل ہو کر بغیر جماعت نماز ادا کی۔ یہ خصوصیت بھی آپ کے وصال کو دوسروں کی موت سے ممتاز کرتی ہے۔ شمائل ترمذی میں ہے کہ لوگوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا ہم آپ کی نماز جنازہ پڑھیں۔ فرمایا ہاں! پوچھا کس طرح فرمایا کچھ لوگ داخل ہوں، بغیر امام کے نماز پڑھیں اور دعا کریں اور باقی مسلمان پھر اس طرح نوبت بہ نوبت کریں۔

طبقات ابن سعد (ج ۲ ص ۷۰) میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مواجہ شریف میں کھڑے ہو کر دعائیں مانگتے رہے اور لوگ آمین کہتے رہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی آگے کھڑے ہو کر امامت نہ کرائے۔

کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی حالت حیات اور وصال میں تمہارے امام ہیں۔ چنانچہ تھوڑے تھوڑے آدمی داخل ہو کر اسی طرح کرتے رہے۔ واللہ اعلم!

آیت: ''انک میت و انھم میتون'' سے بھی بزرگوں نے استدلال کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موت دوسروں کی موت سے ممتاز تھی۔ حالانکہ النوم اخ الموت صحیح ہے۔ جس طرح نوم کے اثرات انبیاء پر وہ نہیں ہوتے تھے جو دوسروں پر ہوتے تھے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا ''میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔'' یعنی غفلت نہیں ہوتی اور اسی وجہ سے کتابوں میں مرقوم ہے کہ نوم انبیاء ناقض وضو نہیں ہوتی۔ اسی طرح موت کے وہ تمام اثرات انبیاء علیہم السلام پر ایسے نہیں ہوتے جو عام آدمیوں پر ہوتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کے جسموں کا صحیح سالم محفوظ رہنا جو احادیث کثیرہ سے ثابت ہے یہ بھی حیات انبیاء علیہم السلام کی معقول دلیل ہے۔ کیونکہ سلامت اجساد کی خصوصیت خاص و عام مؤمنین کے لئے ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا انبیاء کی موت اور حیات بعد الموت عام مومنوں سے ممتاز بلکہ شہداء کی موت سے بھی ممتاز ہوگی۔ بہر حال دلائل تو بہت ہیں۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ صاحبزادہ صاحب اور عزیز قاری عاصم حنفی کی یہ محنت قبول فرمائے اور مسلمانوں کی اصلاح کا سبب بنائے۔

محمد اکرم طوفانی

استاذ الحدیث والفقہ، شیخ الادب، حضرت مولانا الحاج محمد اجمل خان صاحب نجم
خطیب مسجد بجلی گھر سرگودھا

حامداً و مصلیاً و مسلماً اما بعد!

عقیدہ حیات انبیاء ہمارے علماء دیوبند کا سلفاً وخلفاً اجماعی عقیدہ ہے۔ مولانا عطاء اللہ صاحب بندیالوی نے سستی شہرت حاصل کرنے کی غرض سے اپنی علمی استطاعت سے بالا ایک نئی اختراعی تحقیق کی کوشش شروع کی ہے۔ جہال کی مروجہ واہ واہ نے ان کو مزید اہل سنت والجماعت علماء دیوبند بلکہ اپنے مخصوص قریبی بزرگوں کے عقائد سے دور اور بیگانہ کر دیا۔ مولانا مفتی عبدالمعید صاحب زاداللہ علمہ جن کو اس مسئلہ سے کافی مناسبت اور اس پر عبور حاصل ہے۔ انہوں نے مولانا عطاء اللہ صاحب کے اغلوطات کی صحیح نشان دہی کی ہے اور اپنے اسلاف کی روح کو بجا طور پر خوش کیا ہے اور عزیز محمد عاصم سلمہ کی سعی جمیلہ بھی قابل تحسین ہے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء آمین!

محمد اجمل نجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

شوال المکرم ۱۴۲۲ھ جامعہ عربیہ سراج العلوم بلاک نمبر ۱ سرگودھا میں درجہ کتب کی تدریس کے لئے جب استاذ المکرم حضرت ناظم تعلیمات صاحب نے حکم فرمایا تو میں حاضر خدمت ہوگیا۔ ایک دن جامعہ ہذا کے دارالحدیث میں موجود ایک پمفلٹ بعنوان ''عبدالرشید اشاعتی کے سوالوں کے جوابات'' نظر سے گزرا جس کے اخیر میں درج ہے کہ مولوی محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب کا رسالہ حیات النبی کا جواب مفتی ابن مفتی حضرت صاحبزادہ مولانا مفتی عبدالمعید صاحب نے شروع کر دیا ہے۔ میں نے فوراً حضرت استاذ المکرم سے عرض کی کہ حضرت جواب تیار ہوا کہ نہیں؟ تو حضرت نے فرمایا کہ آئے دن کی مصروفیات اور طبیعت کی ناسازگی نے اتنا وقت ہی نہ دیا کہ جواب مکمل کرسکوں تو میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ صرف فرماتے جائیں اور میں لکھتا چلا جاؤں گا۔ اس طریقہ سے جواب مکمل ہوجائے گا۔ لیکن حضرت استاذی بار بار طبیعت کی ناسازگی کا فرما کر میری بات کو رد کرتے رہے۔ بالآخر میرا اصرار اتنا بڑھا کہ حضرت نے فرمایا چلو میں بولتا رہوں گا تم لکھتے رہو۔ چنانچہ حضرت استاذ المکرم ارشاد فرماتے گئے اور میں لکھتا چلا گیا۔

بحمد اللہ! آج بروز اتوار مؤرخہ ۲۸/اپریل ۲۰۰۲ء کو اس جواب کی پہلی قسط مکمل ہوچکی ہے اور اس کو قسط وار اس لئے شائع کررہا ہوں کہ ناظرین جواب کے کافی منتظر ہوں گے۔

چلو ایک حصہ ناظرین تک پہنچ جائے، باقی ان شاء اللہ! بہت جلد منظر عام پر آرہا ہے۔ دعا کریں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت مفتی صاحب کو صحت کاملہ عطاء فرمائے رکھے اور مجھ ناچیز کی اس سعی کو ہم سب کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین!

(قاری) محمد عاصم حنفی عفی عنہ (صدر بزم قاسمی سرگودھا)

تیری ہر بات گوارا ہے مگر اے بندیالوی
جس میں توہین رسالت ہو وہ منظور نہیں ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

ایک رسالہ دیکھنے میں آیا جس کا نام حیات النبی ﷺ مؤلف محمد عطاء اللہ بندیالوی اور شائع کردہ جمعیت اشاعۃ التوحید والسنہ سرگودھا۔

رسالے کا ٹائٹل دیکھتے ہی ان کی جہالت پر ہنسی آئی کہ جمعیت ہذا کی طرف سے جب کوئی جلسہ ہوتا ہے تو یہی اشاعتی اشتہارات میں اپنے علامہ بندیالوی صاحب کو مختلف قسم کے عمدہ القاب دے کر ان کو بڑا باوقار اور اپنے ادب کا اظہار کر کے ثابت کرتے ہیں کہ یہ ہمارے عظیم محقق علامہ ہیں۔

مگر اشاعتیوں کی طرف سے شائع ہونے والا رسالہ حیات النبی ﷺ میں اشاعیتوں نے اپنے علامہ کا فقط نام لکھ کر اپنے عظیم محقق علامہ کی اس نئی تحقیق پر پانی بہا دیا اور ظاہر کر دیا کہ یہ علامہ تھے مگر رسالہ حیات النبی ﷺ لکھنے کے بعد یہ نہ علامہ ہیں اور نہ ہی محقق بلکہ اب صرف فقط محمد عطاء اللہ بندیالوی ہیں۔

یہ ان کی جہالت ہے

سوال نمبر ا: رسالہ حیات النبی ﷺ کے مؤلف کے القاب کو کس نے حذف کیا؟ اشاعتی اراکین نے یا خود مؤلف نے؟

سوال نمبر ۲: اگر مؤلف مذکور نے رسالہ خود ہی شائع کیا۔ اسی لئے القاب کو حذف کیا تو پھر مؤلف مذکور نے جماعت کی طرف بغیر اراکین کی رضا کے منسوب کیوں کیا؟ کیونکہ اگر اراکین جمعیت ہذا رسالہ ہذا کے شائع کرنے پر راضی ہوں تو پھر لامحالہ مؤلف مذکور نے اپنی طرف سے شائع نہیں کیا۔

سوال نمبر ۳: اگر یہ رسالہ اراکین کی رضا سے جمعیت ہذا کی طرف سے ہی شائع کی گیا ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ اشتہارات میں نام سے پہلے القاب اور رسالہ حیات النبی ﷺ میں فقط سوکھا نام آخر نکتہ کیا ہے؟

رسالہ کا نام رکھا حیات النبی ﷺ جس میں مولانا بندیالوی صاحب یہ اقرار کر رہے ہیں کہ ہم حیات النبی ﷺ کے قائل ہیں تو عرض ہے کہ حیات دو قسم کی ہوتی ہے حقیقی، مجازی، حقیقی حیات وہ ہے جو روح مع الجسد الاصلی ہو اور مجازی حیات وہ ہے جو روح مع الجسد نہ ہو۔

مولانا بندیالوی صاحب نے اس رسالہ میں حضور ﷺ کے جسد مبارک کو محفوظ ثابت کر کے روح مبارک کو (بغیر دلائل شرعی کے) کسی اور مقام پر پہنچا کر جسم مبارک سے تعلق منقطع کرتے ہوئے مجازی حیات ثابت کرنے کی سعی ناتمام کی ہے۔

اس پر مزید حسب ذیل سوالات ہیں:

سوال نمبر ۴: کیا واقعی آپ کے نزدیک حضور ﷺ کی حیات مجازی ہے؟

سوال نمبر ۵: اگر آپ حقیقی حیات کہیں تو سوال یہ ہے کہ اصل جسم مبارک بے جان اور نقل یعنی مثالی جسم میں جان ثابت کرنے پر کیا حقیقی حیات کا اطلاق ہوتا ہے؟

سوال نمبر ۶: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جب نزول ہوگا تو ان کا جسد مبارک اصلی ہوگا یا نقلی یعنی مثالی؟

سوال نمبر ۷: نیز بتائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات حقیقی ہوگی یا مجازی؟

سوال نمبر ۸: اور یہ بھی بتائیں کہ حقیقی حیات افضل ہوتی ہے یا مجازی؟

سوال نمبر ۹: اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک حقیقی اصلی جسم کو حاصل نہیں ہے تو بتائیں کہ آخری پیغمبر بعد از نزول عیسیٰ علیہ السلام، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے یا حضرت عیسیٰ؟

سوال نمبر ۱۰: نیز یہ بھی بتائیں کہ خاتم الانبیاء ہمارے پیغمبر ہوں گے (جب کہ مثالی جسم کے ساتھ مجازاً نبی ہیں بقول آپ کے) یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب کہ اسی دنیوی حقیقی اصلی جسم مبارک کے ساتھ نزول فرمائیں گے۔

الغرض! ختم نبوت کا عقیدہ اور اس کے اثبات کے لئے امام الانبیاء کے ہر امتی پر لازم ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک میں حقیقی حیات کا عقیدہ رکھے اور حقیقی حیات کا اطلاق حقیقی دنیوی اصلی جسم مبارک کے بغیر نقلی مثالی جسم پر ہو ہی نہیں سکتا۔ تدبر!

سوال نمبر ۱۱: اگر اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجازی نبی ہیں بقول آپ کے اور فرقہ کرامیہ کے، تو بتائیں کہ مجازی نبی کی اتباع حقیقی نبی، یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کر سکتے ہیں؟

مذکورہ مسئلہ میں اہلسنت اور فرقہ کرامیہ کا فرق

اہلسنت والجماعۃ کے بڑے مجتہد امام حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''قال ابو حنیفة انه رسول الآن حقیقة وقالت الکرامیة لا'' (مقام حیات ص ۵۰)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی حقیقی طور پر رسول ہیں اور فرقہ کرامیہ والے کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول ہونا اب حقیقی معنوں میں نہیں بلکہ مجازی ہے۔''

اور عقائد کی کتب میں صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی رسول حقیقی ہیں۔

''هو صلی اللہ علیہ وسلم بعد موته باق علی رسالته ونبوّته حقیقة کما یبقی وصف الایمان للمؤمن بعد موته وذلک الوصف باق بالروح والجسد معا لا تاکله الارض انه صلی اللہ علیہ وسلم حیّ فی قبره رسولاً الی الابد حقیقة لا مجازا'' (الروضة البهیة ص ۱۵)

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات شریفہ کے بعد اب اپنی رسالت اور نبوت پر حقیقی طور پر قائم ہیں جیسا کہ مؤمن اپنی وفات کے بعد بھی صفت ایمان سے متصف رہتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی رسالت پر حقیقی اعتبار سے قائم رہنا روح مبارک اور جسد مبارک کے مجموعہ کے ساتھ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور ہمیشہ تک کے لئے رسول ہیں، حقیقی معنی کے لحاظ سے نہ کہ مجازی طور پر۔''

مولانا علامہ قاضی شمس الدین کا عقیدہ

استاذ العلماء جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے نائب امیر فرماتے ہیں: ''اسلام میں انبیاء کے متعلق یہ عقیدہ

رکھنا واجب ہے کہ وہ زندگی میں بھی نبی حقیقی ہیں اور بعد الوفات (زندگی میں) بھی نبی حقیقی ہیں ابد الآباد کے لئے اور ان پر کوئی ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آتا کہ وہ اس میں نبی حقیقی نہ ہوں بلکہ حکمی یا مجازی ہوں۔"

(مسالک العلماء ص ۱۰ بحوالہ مقام حیات ص ۵۰)

جیسا کہ خود حضور ﷺ نے انبیاء کی حقیقی حیات کو ظاہر فرمادیا کہ: "الانبیاء احیاء فی قبورھم" (الحدیث) اور یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ جیسا کہ دوسری قسط میں ظاہر ہوگا۔ ان شاء اللہ!

ناظرین! کرامیہ نے جب انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مبارکہ کو جماد محض اور محفوظ محض کہا تو سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اور علماء کرام نے برملا فرمایا کہ وہ اب بھی رسول حقیقی ہیں جو روح وجسد کے مجموعہ کا نام ہے مگر موجودہ دور کے فرقہ اشاعتیوں کا عموماً اور مولانا بندیالوی صاحب کا خصوصاً نظریہ مکمل طور پر فرقہ کرامیہ کے ساتھ مل رہا ہے۔ اسی رسالہ کے ٹائیٹل کے اوپر دائیں طرف ہے: "لہ دعوۃ الحق" اور بائیں طرف ہے: "یا اللہ مدد" جس سے ظاہر ہوا کہ فرقہ اشاعتی والے اللہ کی رضا کے لئے پہلے دعوت حق دیتے ہیں اور بعد میں اللہ سے مدد حاصل کرتے ہیں جو کہ خلاف شرع ہے اور یہ بھی جہالت ہے اس پر حسب ذیل سوالات ہیں۔

سوال نمبر ۱۲: دعوت حق کے بعد جو مدد حاصل کرنے کا آپ نے سبق دیا ہے یہ کس کتاب میں موجود ہے؟

سوال نمبر ۱۳: بعد از دعوت حق آخر کس کام کی مدد حاصل کی جارہی ہے؟ وضاحت کریں؟

سوال نمبر ۱۴: ہر متبرک کام سے پہلے اللہ کی مدد حاصل کرنی چاہئے یا بعد میں؟

اسی ٹائیٹل کے نیچے لکھا ہے مرکزی دفتر جامع مسجد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ جامعہ ضیاء العلوم فاروق اعظم روڈ سرگودھا حالانکہ مسجد اور مدرسہ دو مختلف مقام پر واقع ہیں اور درمیان میں سڑک کا فاصلہ ہے اور جماعت کا مرکزی دفتر شہر میں ایک ہوتا ہے اور یہاں قطعاً ظاہر نہیں ہو رہا کہ جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کا مرکزی دفتر سڑک کے دائیں طرف ہے یا بائیں طرف۔ اس پر حسب ذیل سوالات ہیں:

سوال نمبر ۱۵: فرقہ اشاعتیوں کا مرکزی دفتر ایک ہے یا کئی؟ اگر ایک ہے تو کہاں واقع ہے مسجد میں یا مدرسہ میں؟

سوال نمبر ۱۶: اگر فرقہ اشاعتیوں کے مرکزی دفتر بہت ہیں تو سوال یہ ہے کہ پھر مرکزی دفتر لکھنا صحیح ہے یا مرکزی دفاتر؟

ہم سے الجھو گے تو دنیا میں جیو گے کیسے ہم تو جہالت کی ہر دیوار گرا دیتے ہیں

اسی ٹائٹل کے درمیان میں یہ مضمون ہے: "اس مختصر رسالے میں قرآن وحدیث کے دلائل، محدثین کی آراء اور علماء دیوبند کی عبارات سے ثابت کیا گیا ہے کہ بعد از وفات امام الانبیاء ﷺ کو برزخی حیات حاصل ہے جو دنیوی حیات سے بدرجہا اعلیٰ اولیٰ اور افضل ہے۔" (رسالہ حیات النبی ﷺ)

ناظرین! اس مضمون سے ظاہر یہ کیا گیا ہے کہ اس رسالہ حیات النبی ﷺ میں قرآن وحدیث سے حضور ﷺ کی برزخی حیات ثابت کی گئی ہے جو دنیاوی حیات سے اعلیٰ ہے۔ حالانکہ برزخی حیات کے آپ بھی قائل

ہیں اور ہم بھی اور اسی طرح دنیوی حیات سے افضل ہونے کے بھی ہم سب قائل ہیں جیسا کہ اکابرین اہلسنت کی کتابوں میں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ نیز مولانا بندیالوی صاحب نے بھی اپنے رسالہ حیات النبی ﷺ کے پیش لفظ کے دوسرے صفحہ میں یہ اقرار کیا ہے کہ اختلاف نہ امام الانبیاء ﷺ کی موت کے بارے میں ہے اور نہ حیات کے بارے میں ہے بلکہ اختلاف حیات کی نوعیت اور کیفیت کے بارے میں ہے۔ (رسالہ)

صاحب مؤلف رسالہ ہذا کے اس مضمون سے واضح ہو گیا کہ ہمارا اختلاف حضور ﷺ کی دنیاوی موت کے بارے میں قطعاً نہیں ہے بلکہ ہم سب "انک میت و انهم میتون" (القرآن) اور "فان محمداً قد مات" (خطبہ حضرت صدیق ﷛) کے تحت دنیاوی موت کے ایقاع کے قائل ہیں کہ بے شک حضور ﷺ کو موت آئی۔ اسی طرح مولانا بندیالوی صاحب نے یہ بھی اقرار کر لیا ہے کہ ہمارا اختلاف حضور ﷺ کی حیات کے بارے میں بھی نہیں ہے اور یہ حیات یقیناً برزخی ہے کیونکہ دنیاوی موت کے بعد آگے آنے والا عالم (جہان) عالم برزخ ہی کہلاتا ہے۔ جب مؤلف رسالہ ہذا کے رسالہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ آپ ﷺ کو برزخی حیات حاصل ہے اور اس میں اختلاف بھی نہیں ہے تو مولانا بندیالوی صاحب نے برزخی حیات ثابت کر کے کون سے گل کھلائے ہیں؟ کس کی تردید کی ہے؟ کیا ثابت کرنا تھا اور کیا ثابت کر دیا۔ کیا یہی ان کی تحقیقی پرواز ہے؟ واہ رے تیری انوکھی تحقیق۔

ہمارے اور فرقہ اشاعتیوں کے مابین فرق

غور طلب امر یہ ہے کہ مولانا بندیالوی صاحب نے کیا ثابت کرنا تھا تو اس کے متعلق عرض ہے کہ اس مسئلہ میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ امام الانبیاء ﷺ بعد از وفات اسی جسد عنصری کے ساتھ اسی زمینی قبر منور میں زندہ ہیں اور آپ ﷺ کی یہ حیات برزخی دنیوی جیسی ہے اور فرقہ اشاعتیوں کے علماء کا نظریہ یہ ہے کہ وفات کے بعد آپ ﷺ کا جسد اطہر حجرہ سیدہ عائشہ ﷝ میں مدفون ہے جو قیامت تک محفوظ رہے گا اور آپ ﷺ کی روح مبارک جسم مبارک سے پرواز کر کے جنت الفردوس کے سب سے اعلیٰ مقام میں ہے اور آپ ﷺ کی حیات برزخی روحانی اور اخروی ہے۔ ہر دو مضمونوں سے حسب ذیل امور ظاہر ہوئے:

۱...... ہم زمینی قبر منور میں حیات کے قائل ہیں اور فرقہ اشاعتی والے اس کے منکر ہیں اور یہی انکار انہوں نے مع الدلائل ثابت کرنا تھا۔

۲...... ہم حضور ﷺ کے اصلی حقیقی دنیوی جسم مبارک میں حیات کے قائل ہیں اور اشاعتی مثالی جسم میں حیات کے قائل ہیں اور اسی کو انہوں نے مع الدلائل ثابت کرنا تھا۔

۳...... ہم بعد از وفات روح مبارک کا جسم مبارک سے ابدالآباد خصوصی تعلق قائم رکھنے کے قائل ہیں اور اشاعتی جسم مبارک سے روح مبارک کو قیامت تک جدا رکھنے کے قائل ہیں اور اسی کو انہوں نے ثابت کرنا تھا۔

۴...... ہم قبر منور والی خصوصی جگہ کو عرش کرسی لوح و قلم اور جنت الفردوس سے افضل کہتے ہیں اور اشاعتی مشرکوں کا قبرستان کہتے ہوئے اس جگہ کی عظمت کا انکار کرتے ہیں اور اسی کو انہوں نے ثابت کرنا تھا۔

۵...... ہم بعد از وفات دنیوی بھی حضور پاک ﷺ کے جسم مبارک کو ساری کائنات کے جسموں سے اعلیٰ واولیٰ افضل واشرف کہتے ہیں اور فرقہ اشاعتی والے بعد از وفات عالم برزخ میں جنت الفردوس میں کوئی اعلیٰ اولیٰ مقام پیش کرتے ہوئے روح مبارک کو جسم مبارک سے کلی طور پر جدا کر کے وہاں منتقل کرنے کے قائل ہیں اور اسی نظریہ کو انہوں نے ثابت کرنا تھا۔ مگر مولانا بندیالوی صاحب نے ان میں سے کچھ بھی ثابت نہیں کیا اور اپنے رسالہ حیات النبی ﷺ کے ٹائیٹل میں یہ سرخی دی کہ ہم برزخی حیات ثابت کریں گے جو دنیوی حیات سے اعلیٰ ہے۔ حالانکہ ہر دو مسئلوں میں ہمارا ان سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس پر حسب ذیل سوالات ہیں:

<u>سوال نمبر ۱۷</u>: بعد از وفات برزخ میں حضور ﷺ کا دنیوی جسم مبارک افضل ہے یا کوئی اور جسم؟ قرآن وحدیث صحیح صریح سے جواب دیں؟

<u>سوال نمبر ۱۸</u>: اللہ تبارک وتعالیٰ کو برزخ میں امام الانبیاء کا دنیوی جسم مبارک زیادہ محبوب ہے یا وہ مثالی جسم جہاں روح مبارک داخل ہوئی (بقول آپ کے) وہ زیادہ محبوب ہے؟

<u>سوال نمبر ۱۹</u>: اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتیں اور برکتیں گنبد خضریٰ پر نازل ہو رہی ہیں جہاں بقول آپ کے دنیوی جسم مبارک بے حس و بے جان مدفون ہے یا اس مثالی جسم پر جس میں روح مبارک پہنچی اور جان آ گئی؟ (بقول آپ کے)

<u>سوال نمبر ۲۰</u>: کیا فرقہ اشاعتی کوئی آیت کریمہ یا حدیث صحیح صریح سے ثابت کر سکتے ہیں کہ بعد از وفات حضور ﷺ کا جسم مبارک قیامت تک مدفون ومحفوظ بے حس و بے جان رہے گا اور روح مبارک کا تعلق جسد اطہر سے کسی قسم کا نہ ہے اور نہ ہوگا؟

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے　　یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

<u>سوال نمبر ۲۱</u>: کیا فقط روح محمد علیہ السلام کو محمد ﷺ کہہ سکتے ہیں؟

<u>سوال نمبر ۲۲</u>: اسی طرح فقط جسم محمد کو محمد ﷺ کہہ سکتے ہیں؟

<u>سوال نمبر ۲۳</u>: اگر کہہ سکتے ہیں تو حقیقتاً کہا جائے گا یا مجازاً؟

<u>سوال نمبر ۲۴</u>: اگر حقیقتاً نہیں کہا جا سکتا تو "محمد رسول اللہ" کس حیثیت سے مسؤل ہوں گے؟

<u>سوال نمبر ۲۵</u>: کیا روح محمد ﷺ کو (جس کو اللہ نے پیدا کیا جسم محمد ﷺ کے لئے) اس میں زیادہ راحت ہوگی یا اس مثالی جسم میں (جس کو آپ نے منتخب کیا ہوا ہے؟)

بندیالوی کہنا غلط ہے

اسی ٹائیٹل پر ہے مؤلف محمد عطاء اللہ بندیالوی اس میں بندیال کی طرف جو نسبت کی گئی ہے۔ یہ عربی قواعد کے سراسر خلاف ہے۔ اصل میں بندیالی صحیح ہے جیسے بنگال سے بنگالی اور خیال سے خیالی وغیرہ۔ میرا چیلنج ہے کہ بندیالوی کہہ کر نسبت کرنا قطعاً صحیح نہیں ہے۔ غلطی کی نشان دہی کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ ہاں! اگر کسی کو ہمارے اس چیلنج پر شک ہو تو عربی قواعد جاننے والے اہل علم حضرات سے رابطہ کر کے اپنے شکوک کو دور کر سکتا ہے۔

اسی ٹائٹل کے اندرونی حصہ پر ایک فتویٰ عدم سماع موتی درج کیا گیا ہے اور عنوان یہ ہے کہ:

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

سوال: جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ مردہ دفن کیا ہوا اپنی آنکھوں سے اور انہی کانوں کے ساتھ سنتا اور دیکھتا ہے اس کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا کہ نہیں؟

جواب: اس شخص کا یہ اعتقاد صحیح نہیں ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔

ناظرین کرام! اس فتویٰ سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ دفن کیا ہوا چونکہ سنتا دیکھتا نہیں اس لئے وہ مردہ ہے اس پر حسب ذیل سوالات ہیں۔ حالانکہ یہ سوال عام مردوں کے بارے میں مسئلہ متنازعہ فیہا کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

سوال نمبر ۲۶: کیا زندگی کے لئے سننا دیکھنا ضروری ہے؟

سوال نمبر ۲۷: بہرہ اور اندھا شخص آپ کے نزدیک زندہ ہے یا مردہ؟

سوال نمبر ۲۸: جو شخص سویا ہوا ہے اور نیند کے غلطہ کی وجہ سے نہ کچھ سن رہا ہے اور نہ ہی دیکھ رہا ہے کیا وہ شخص آپ کے نزدیک زندہ ہے یا مردہ؟

نیز حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم رسالہ کے شروع میں ہی اس فتویٰ کو پیش کر کے یہ بھی ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی صلوٰۃ وسلام قریب سے نہیں سنتے اور زائر کو نہیں دیکھتے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس فتویٰ کی رو سے بعد الموت قبر میں مردہ ہیں۔ (معاذ اللہ) جب کہ عام سماع موتی مختلف فیہا مسئلہ ہے اور سماع انبیاء علیہم السلام متفق علیہا مسئلہ ہے۔ جیسا کہ قطب الاقطاب امام اہلسنت حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بے نظیر فتاویٰ، فتاویٰ رشیدیہ میں صراحت کی ہے اور اس کے علاوہ علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر اہلسنت نے بھی اپنی کتب میں اس کی وضاحت کی ہے۔ اس کے علاوہ اہلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام مخلوقات سے انبیاء کرام علیہم السلام کو بہت اونچا شان عطاء فرمایا ہے کہ یہ نبی ہیں اور دیگر حضرات ان کے امتی، اور نبی اور امتی میں زمین آسمان سے بھی زیادہ فرق ہوتا ہے اور یہ بھی مسلمہ عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی شان ایک طرف اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ایک طرف۔ حضرات انبیاء کرام اور تمام فرشتے مل کر بھی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو نہیں پہنچ سکتے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات سے امتیازی خصوصی صفات عطا فرما کر جملہ مخلوقات سے ممتاز کر دیا ہے۔ یاد رکھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سننا تمام کائنات کے سننے سے اعلیٰ وارفع ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا سب کے دیکھنے سے اعلیٰ وارفع ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا سب کے دیکھنے سے اعلیٰ ہے اور بولنا سب کے بولنے سے اعلیٰ ہے۔ (علیٰ ہذا القیاس)

حضرت بانی دارالعلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا کہ:

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں   تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دوچار

مگر مولانا بندیالوی صاحب نے ایک مہمل جعلی من گھڑت فتوے کا سہارا لیتے ہوئے حضور ﷺ جیسی عظیم شخصیت کو اس میں شامل کر دیا اور حیات النبی ﷺ کے عظیم اور مقدس ومطہر عنوان سے یہ ثابت کر دیا کہ حضور ﷺ حیات نہیں۔ایسی دورنگی چال اور ایسے جعلی ثبوت کا کیا کہنا۔

نبی اور امتی کی موت میں زمین آسمان کا فرق

قارئین کرام! اعلان خداوندی ہے:''کل نفس ذائقة الموت'' کہ ''ہر ایک نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔'' مگر ہر ذی شعور مسلمان کا ایمان ہے کہ مؤمنوں اور کافروں کی موت میں بہت فرق ہے۔مؤمن کے لئے موت تحفہ اور کافر کے لئے موت مستقل عذاب ہے۔اسی طرح یہ بھی ہمارا ایمان ہے کہ امتی اور اس کے نبی ﷺ کی موت میں بھی بڑا فرق ہے اور ہمارے پیغمبر ﷺ کی موت اور دیگر نبیوں کی موت میں بہت بڑا فرق ہے۔ کیونکہ یہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے سردار ہیں اور امام الانبیاء ہونے کے ساتھ ساتھ خاتم الانبیاء اور محبوب کائنات اور محبوب رب العالمین بھی ہیں۔ہمارے پیغمبر علیہ السلام کی دنیوی حیات جیسے سب سے اعلیٰ ہے اسی طرح دنیوی موت بھی سب سے اعلیٰ وارفع ہے۔

نیز جیسے دنیوی حیات اور دنیوی موت کے مذکورہ فرق کے ہم اہلسنت والجماعت قائل ہیں اسی طرح قبر اور قبر میں پیش ہونے والے واقعات وحالات کے فرق کے بھی ہم قائل ہیں۔چنانچہ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کی قبر مبارک جنت کا ٹکڑا ہے اور ساری جنت سے اعلیٰ ہے کہ وہاں مقصود کائنات آرام فرما رہے ہیں۔

مذکورہ تمہید کے بعد مولانا بندیالوی صاحب کے جعلی من گھڑت فتوے کی طرف توجہ کریں اس فتویٰ میں مطلقاً مردہ کا لفظ مذکور ہے۔

جعلی فتویٰ کے سوال میں قطعاً نہیں ہے کہ کافر مردہ کے سننے کے بارے میں فتویٰ لیا گیا ہے یا مسلمان کے بارے میں نیز مسلمان فاسق فاجر شرابی مراد ہے یا کامل متقی پرہیزگار۔مگر مولانا بندیالوی صاحب نے لفظ مردہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کافر،مؤمن،فاسق ومومن کامل،ولی،قطب،ابدال،نبی،رسول اور امام الانبیاء ﷺ مراد لے کر عوام الناس کو اپنے رسالہ حیات النبی ﷺ میں یہ سبق دے دیا کہ حضور ﷺ بھی بعد الوفات قبر شریف میں سنتے نہیں کیونکہ وہ بھی اس فتویٰ کی رو سے مردہ ہیں۔(معاذ اللہ) حالانکہ حضور ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام یہاں قطعاً مراد نہیں ہیں اس پر حسب ذیل سوال ہے۔

<u>سوال نمبر ۲۹</u>:اگر کوئی خطیب دوران تقریر یہ کہے کہ بشر غلطی کا پتلا ہے انہی کانوں سے بکواسات وخرافات سنتا ہے اور انہی آنکھوں سے وہ نامحرم عورتوں کو دیکھتا ہے جس کی وجہ سے وہ طرح طرح کی غلط کاریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔کیا مولانا بندیالوی صاحب کی تحقیق بے تحقیق کے مطابق یہ خطیب کافر ہو جائے گا؟ کہ اس نے حضور ﷺ کی توہین کر دی۔کیونکہ حضور ﷺ بھی بشر ہیں اور آپ ﷺ کے کان مبارک اور آنکھ مبارک بھی ہیں۔

مولانا! اللہ آپ کو دین حقہ کی سمجھ اور سنی ذہن عطاء فرمائے۔مذکورہ خطیب مذکورہ بیان سے کافر نہیں ہوگا یقین نہیں آتا تو اپنے اشاعتی مفتی صاحب سے اس کی تحقیق کر لیں۔

القصہ جیسے مطلقاً بشر کی خبر سے حضور ﷺ کی بشریت مراد نہیں لی جائے گی۔ اسی طرح مطلقاً مردہ کے لفظ کے استعمال سے بھی آپ علیہ السلام مراد نہیں لئے جائیں گے۔

مولانا بندیالوی صاحب نے رسالہ حیات النبی ﷺ کی ابتداء میں بجائے بسم اللہ کے اس فتویٰ کو پیش کر کے اور حضور امام الانبیاء ﷺ کو مراد لے کر بہت بڑی گستاخی کی ہے۔ اللہ ہم سب کو ایسے ذہن سے محفوظ رکھے۔ آمین یارب العالمین!

جعلی فتویٰ

اب اس فتویٰ کے متعلق سنئے: یہ فتویٰ جعلی ہے اس فتویٰ کو اس سے قبل حضرت مولانا محمد حسین صاحب نیلوی نے اپنی کتاب (شفاء الصدور مترجم طبع اوّل) کے آخر میں شائع کیا اور ساتھ ہی ایک نوٹ دیا کہ اصل فتویٰ ضیاء الحق ناظم مدرسہ ضیاء العلوم بلاک نمبر ۱۸ سرگودھا کے پاس محفوظ ہے۔ ملاحظہ فرمایا جائے:

ہماری جماعت کے ذمہ دار ساتھی علامہ قاری حبیب الرحمن صاحب صدیقی مع چند ساتھیوں کے مدرسہ ضیاء العلوم گئے اور مطالبہ کیا کہ اصل فتویٰ دکھاؤ تا کہ دونوں فریق مل کر اس فتویٰ کا فوٹو سٹیٹ کروائیں اور دارالعلوم دیوبند، مدرسہ امینیہ دہلی، جامعہ اشرفیہ لاہور، دارالعلوم کراچی اور اسی طرح دیوبندیوں کے بڑے مراکز میں بھیج کر اس کی تصدیق کروائیں کہ کیا واقعی یہ فتویٰ صحیح ہے یا جعلی۔

دیوبندیوں کے مراکز سے جو جواب موصول ہوگا وہ دیوبندیوں کو قبول ہوگا۔ ہمارے ساتھیوں نے بار بار چکر لگائے اور اصل فتویٰ کا اصرار کیا۔ مگر مولانا نے انکار کیا اور حیل وحجت سے کام لیا۔ کبھی کہا کہ فلاں کے پاس ہے اور کبھی کہا یہاں رکھا تھا مل نہیں رہا۔ اسی لیت ولعل میں عرصہ بیت چکا ہے۔ اصل فتویٰ نہ تھا نہ آیا۔

نیز مذکور فتویٰ میں سائل کا نام ہی نہیں ہے اور نہ ہی دستخط ہیں اس کے۔ نہ سائل کے سوال میں تاریخ درج ہے اور نہ ہی جواب میں اور ساتھ ساتھ اصل فتویٰ بھی۔

<u>سوال نمبر ۳۰</u>: اس مہمل ومخفی فتویٰ میں اور اصل کے حذف کرنے میں آخر راز کیا ہے؟

ناظرین! اس کے علاوہ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہر فتویٰ کو باقاعدہ دارالافتاء میں محفوظ کیا جاتا تھا کہ فلاں شہر سے فلاں شخص نے فلاں تاریخ کو سوال کیا اور فلاں تاریخ کو حضرت فقیہ العصر رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا۔ پھر ان تمام فتاویٰ جات کو کفایت المفتی کے نام سے شائع کیا اور وہ کتاب ہمارے پاس موجود ہے۔ اس میں یہ فتویٰ ہرگز نہیں ہے۔ ہم حیران ہیں کہ اتنے اہم مسئلے کا جواب اور شاگردوں یا بیٹوں میں سے کسی نے بھی دارالافتاء کے کسی رجسٹرڈ میں درج نہیں کیا اور نہ ہی تاریخ لکھی اور نہ ہی سائل کو کہا کہ اپنے دستخط کر دو اور نہ ہی اس کا نام لکھوایا۔ (جب کہ باقی سب فتوؤں میں نام تاریخ موجود ہے) اور نہ اس کو کفایت المفتی میں درج کیا۔

<u>سوال نمبر ۳۱</u>: اشاعتیوں کے مذکورہ فتویٰ میں کیا واقعی حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے جملہ شاگرد اور صاحبزادگان بھول گئے ہیں؟ (کہ فتویٰ کے اخفاء کو دور نہ کر سکے) یا حقیقت کچھ اور ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ یہ جعلی فتویٰ ہے اور اس راز کو وہ افشاء نہیں کرنا چاہتے تھے۔ مگر اب:

اتنا ہی یہ افشاء ہوگا جتنا کہ دبا دو گے

مضبوط دلیل

اس جعلی فتویٰ کی تردید کے لئے ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ مضبوط دلیل ہے اور وہ یہ کہ مجیب کے جواب میں یہ مرقوم ہے کہ قائلین سماع موتی کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ جب کہ سید المفسرین علامہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''والسلف مجمعون علی هذا وقد تواترت الآثار عنهم بان المیت یعرف بزیارة الحیّ له ویستبشر به الخ '' اور سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہ کا اس بات پر اجماع ہے اور بلاشبہ تواتر کے ساتھ ان سے مروی ہے کہ مردہ اس زندہ کو جو اس کی زیارت کرتا ہے پہچانتا ہے اور اس سے خوش ہوتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۸)

اور فخر المفسرین حضرت علامہ آلوسی حنفی اپنی شہرۂ آفاق کتاب تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں: ''والحق ان الموتی یسمعون فی الجملة الخ '' اور حق بات یہ ہے کہ مردے فی الجملہ سنتے ہیں۔

(تفسیر روح المعانی ج ۲۱ ص ۵۷)

اور شمس المحققین حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اقول والاحادیث فی سمع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر '' میں کہتا ہوں کہ مردوں کے سماع کی حدیثیں تواتر کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہیں اور یہ فرق بھی بیان کیا کہ سماع (سننا) اور ہے اور اسماع (سنانا) اور ہے اور آیت کریمہ میں نفی اسماع کی ہے نہ کہ سماع کی۔''

(فیض الباری شرح صحیح بخاری ج ۲ ص ۴۶۷)

اور زبدۃ المحدثین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سماع موتی کا مستقل باب باندھا اور صحیح احادیث مبارکہ سے سماع موتی کو ثابت کیا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے موجود ہیں ان تمام حوالوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے صرف اتنی عرض ہے۔

سوال نمبر ۳۲: اگر جعلی فتویٰ کے متعلق فرض کریں کہ جعلی نہیں ہے تو ایمان داری سے بتائیں کہ اتنے بڑے محقق فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ اتنا سخت فتویٰ دیں کہ سماع موتی کے قائل کے پیچھے نماز ہی نہیں ہوتی؟

سوال نمبر ۳۳: کیا ہمیں حوالے نظر آ گئے اور حضرت دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو نظر نہیں آئے؟

حق وہ جو بڑھ چڑھ کر سامنے آئے

سرپرست اعلیٰ جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ اور مولانا بندیالوی صاحب کے پیرومرشد رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی صاحب آف واں بھچراں اپنی مشہور و معروف کتاب (تحریرات حدیث ۲۵۷) میں فرماتے ہیں: ''ونؤمن بان المیت یعرف من یزوره اذا اتاه واکده یوم الجمعة بعد طلوع الفجر قبل طلوع الشمس '' اور ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ جب میت کے پاس کوئی شخص زیارت کرنے کو آتا ہے تو وہ میت اس کو پہچان لیتی ہے۔ خصوصاً جمعۃ المبارک کے دن طلوع فجر کے بعد طلوع شمس سے قبل۔ (بحوالہ تسکین الصدور)

سوال نمبر ۳۴: کیا واقعی سماع موتی کا عقیدہ شرکیہ عقیدہ ہے؟ حضرت مولانا مذکور آپ کے نزدیک موحد تھے یا؟

سوال نمبر ۳۵: مولانا مذکور نے لکھا ہے کہ زیارت کو آتا ہے تو میت پہچان لیتی ہے۔ فرمائیں زیارت کس کی کرے؟ اعلیٰ علیین کی (جہاں روح ہے) یا قبر کی (جہاں جسم ہے اور روح کا تعلق ہے)

سوال نمبر ۳۶: مولانا مذکور نے زیارت کے لئے میت کا لفظ فرمایا ہے۔ فرمائیں آپ کے نزدیک روح میت ہوتی ہے یا جسم؟

سوال نمبر ۳۷: حافظ ابن کثیر، علامہ آلوسی، علامہ کشمیری، امام بخاری اور سلف صالحین بالخصوص حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ کے پیچھے جن مسلمانوں نے نمازیں ادا کیں ان کی نمازیں ادا ہوئی ہیں یا نہیں؟

سوال نمبر ۳۸: یہ بھی فرمائیں کہ یہ سب اکابر علماء اہلسنت مشرک تھے یا قطع شرک وبدعت؟

ناظرین! مولانا بندیالوی صاحب نے اپنے رسالہ حیات النبی ﷺ کی ابتداء میں یہ جعلی فتویٰ پیش کر کے یہ ثابت کر دیا کہ میرے نزدیک عام سماع موتیٰ اور سماع انبیاء علیہم السلام میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جب کہ یہ بہت بڑی گستاخی ہے۔ اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ امتیوں کے اعمال وافعال اللہ کے نبی کے اعمال کے مساوی نہیں ہیں۔ اسی طرح امتیوں کے صفات ودرجات نبی کے مساوی نہیں۔ ان کے مابین زمین وآسمان کا فرق ہے۔ انبیاء کرام تو بہت اونچے ہیں ہمارا عمل اللہ کے سچے ولی کے عمل کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔

تو سماع موتیٰ اور سماع انبیاء کرام علیہم السلام کے مابین زمین آسمان کا فرق ہے سماع موتیٰ مختلف فیہا مسئلہ ہے اور سماع انبیاء متفق علیہا مسئلہ ہے جیسا کہ قطب الاقطاب حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے فتاویٰ رشیدیہ (ج ۱ ص ۹۹) میں لکھا ہے مگر مولانا مذکور نے عام سماع موتیٰ (مؤمن کافر فاسق فاجر) اور سماع انبیاء کرام کو ایک ہی درجہ میں رکھ دیا۔

نیز اپنے معتقدین حضرات کو یہ سبق بھی دے رہے ہیں کہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ کا بھی وہی عقیدہ ہے جو ہمارا ہے۔ یعنی سماع موتیٰ اور سماع انبیاء کرام علیہم السلام میں کوئی فرق نہیں اور یہ شرکیہ عقیدہ ہے اور جو اس کا قائل ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ جب کہ یہ بہت بڑا جھوٹ اور فراڈ ہے۔

فقیہ العصر حضرت دہلوی رحمہ اللہ نے اپنا عقیدہ (المہند میں واضح کر دیا ہے (جس کا تفصیلی ذکر آگے آئے گا ان شاء اللہ) اس کے علاوہ حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس دہلوی رحمہ اللہ کا فتویٰ ہے کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں یعنی ان کو ایک برزخی زندگی حاصل ہوتی ہے ان کی قبر مطہر کے قریب کھڑے ہو کر ان کو سلام عرض کرنا جائز ہے۔　　(مسالک العلماء طبع اوّل ص ۱۴۷)

اس کے علاوہ کفایت المفتی میں حضرت دہلوی رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ صلوٰۃ وسلام کے ساتھ یا رسول یا حبیب ندا کے الفاظ پکارنا اس خیال سے کہ صلوٰۃ وسلام آنحضرت ﷺ کو فرشتوں کے ذریعہ پہنچا دیا جاتا ہے اور آپ ﷺ تک ہماری ندا اور خطاب پہنچ جاتا ہے جائز اور درست ہے۔ کیونکہ بعض روایات معتبرہ سے ثابت ہے کہ باری تعالیٰ وتقدس نے آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیا ہے اور اس کو ایسی قوت سامعہ عطاء فرمائی ہے کہ وہ تمام مخلوق کے صلوٰۃ وسلام سن کر حضرت نبوی ﷺ میں عرض کر دیتا ہے اور آنحضرت ﷺ جواب دیتے ہیں۔

ہاں! اس خیال اور اعتقاد سے ندا کرنا کہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارک مجلس مولود میں آتی ہے اس کا شریعت مقدسہ میں کوئی ثبوت نہیں اور کئی وجہ سے یہ خیال باطل ہے۔ اول یہ کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ جیسا کہ اہلسنت والجماعت کا مذہب ہے تو پھر آپ ﷺ کی روح مبارک کا مجلس میلاد میں آنا بدن سے مفارقت کر کے ہوتا ہے یا کسی اور طریقہ سے؟ اگر مفارقت کر کے مانا جائے تو آپ ﷺ کا قبر مطہر میں زندہ ہونا باطل ہوتا ہے یا کم از کم اس زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے تو یہ صورت علاوہ اس کے کہ بے ثبوت ہے باعث توہین ہے نہ موجب تعظیم۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۵۹)

ان جوابوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں اور یہ اہلسنت والجماعت کا مذہب ہے جعلی فتویٰ سے یہ سبق دینا کہ انبیاء کرام علیہم السلام بالخصوص حضور علیہ السلام نہیں سنتے اور کہنا کہ یہی فتویٰ فقیہ الامت حضرت دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، سراسر غلط ہے۔ نیز جمعیت اشاعۃ التوحید والسنہ کے ایک ذمہ دار عالم دین مولانا سید سجاد بخاری اپنی کتاب (اقامۃ البرہان ص ۲۱۳) میں فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فتویٰ لکھتے ہیں کہ: ''انبیاء علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں یعنی ان کو ایک برزخی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ ان کی قبر مطہر کے قریب کھڑے ہو کر ان کو سلام عرض کرنا جائز ہے۔'' الخ!

اور یہ ہم سب کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اس قبر مطہر سے زمینی قبر ہی مراد ہے جس کے قریب کھڑا ہونا ممکن ہے اور یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ اس زمینی قبر میں حضور ﷺ کا جسد مبارک موجود ہے تو حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ سے حضور ﷺ کی حیات بجسدہ انہی کی کتاب سے ثابت ہو گی۔

ہماری نہیں اپنے ہی ماہنامہ تعلیم القرآن کی سنئے

ماہنامہ تعلیم القرآن ماہ نومبر ۱۹۸۱ء بانی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کے (ص ۲۱) میں بھی فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے سوا اور کسی آدمی کی قبر پر سلام کرنا اور یہ سمجھنا کہ وہ سنتے ہیں درست نہیں۔

یہاں سے واضح ہو گیا کہ سماع انبیاء اور ہے اور سماع موتی اور وہ متفق علیہا مسئلہ ہے اور یہ مختلف فیہا مسئلہ ہے یعنی عام سماع موتی کے مسئلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اختلاف چلا آرہا ہے بعض ثبوت کے قائل ہیں اور بعض عدم ثبوت کے۔ مگر حضرت اقدس دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ عام موتی کے بارے میں بھی ہرگز یہ نہیں ہے جو مولانا بندیالوی صاحب نے اپنے رسالہ میں ان کی طرف منسوب کیا ہے اس لئے کہ عام موتی کے سماع کے بارے میں بھی وہ یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ ممکن ہے یعنی سننے کا امکان ہے۔

ملاحظہ ہو: ''قبرستان میں جا کر السلام علیکم یا اھل القبور کہنا جائز ہے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ تعلیم دی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مردوں کو عذاب سے سلامتی کی دعا دینا مراد ہے یا بیشک حرف ندا ہے مگر ندا اور خطاب کبھی نہ سننے والے کو بھی کر دیا جاتا ہے۔ جیسے ''ھل انت الا اصبع دمیت و فی سبیل اللہ مالقیت'' یعنی حضور ﷺ کی انگلی زخمی ہو گئی تو آپ ﷺ نے انگلی کو خطاب کر کے فرمایا کہ تو ایک انگلی ہے کہ خون آلود ہو گئی اور یہ تکلیف اللہ کے راستے میں تو نے اٹھائی ہے اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ سلام مردوں کو سنا دیتا ہے۔'' الخ! (کفایت المفتی ج ۴ ص ۱۸۲)

برادران اہل سنت والجماعت! فرقہ اشاعتیوں کی کتب اور رسالہ میں درج شدہ فتوؤں سے یہ واضح ہوگیا کہ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی دیوبندی کا وہ ہی عقیدہ ہے جو المہند میں موجود ہے اور حضرت دہلوی کی المہند کی تصدیق صحیح ہے نیز یہ بھی واضح ہوگیا کہ حیات وسماع انبیاء اہلسنت کا متفق علیہا عقیدہ ہے جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ سنی ہرگز نہیں ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ثابت ہوگیا کہ اشاعتیوں کے مقرر واعظ مولانا بندیالوی صاحب کا پیش کردہ فتویٰ جعلی اور من گھڑت فتویٰ ہے اس کی اکابر علماء دیوبند کے ہاں کوئی وقعت نہیں ہے ورنہ ہمیں بتائیں؟

سوال نمبر ۳۹: جتنی نمازیں حضرت نیلوی صاحب نے حضرت اقدس دہلوی کے پیچھے ادا کیں اور جتنی نمازیں مولانا بندیالوی صاحب نے حضرت مولانا شمس الدین کے پیچھے ادا کیں۔ یہ جملہ نمازیں ادا ہوئی یا نہیں؟

اگر ادا ہیں تو مولانا مذکور کا فتویٰ غلط اور اگر وہ فتویٰ صحیح ہے تو پہلے مولانا اور مولانا کے استاد اپنی نمازیں قضاء کریں پھر فتویٰ دیں یا واضح کہیں کہ کفایت المفتی، مسالک العلماء، اقامۃ البرہان، تحریرات حدیث اور ماہنامہ تعلیم القرآن غلط ہیں اور رسالہ حیات النبی ﷺ میں پیش کردہ فتویٰ صحیح ہے۔ تاویلات کی اجازت نہیں ہے اس لئے کہ جملہ فتوے بالکل واضح ہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ قبر کے قریب کھڑے ہونے سے کون سی قبر مراد ہے اور اس قبر میں کون سا جسم ہوتا ہے۔ تدبر!

پیش لفظ

اس رسالہ کے پیش لفظ میں مولانا بندیالوی صاحب کہتے ہیں کہ: ''ہمارا نظریہ یہ ہے کہ امام الانبیاء کا وجود مقدس اپنے قبر منور میں آج بھی اسی طرح صحیح وسالم ہے جس طرح پہلے دن رکھا گیا ''الآن کما وضع'' کیڑے اور مٹی آپ کے وجود مبارک کو تو کجا آپ کے کفن تک کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ رب محمد کی قسم مچھلی پانی میں اتنی تروتازہ نہیں ہوتی اور گلاب کا پھول اپنی ٹہنی پر اتنا تروتازہ نہیں ہوتا جتنا قبر منور میں امام الانبیاء کا وجود مبارک تروتازہ ہے۔'' (رسالہ حیات النبی ﷺ)

سوال نمبر ۴۰: مندرجہ بالا تحریر کے پیش نظر صرف اتنی عرض ہے کہ جاندار جسم تروتازہ ہوتا ہے یا بے جان؟

سوال نمبر ۴۱: کس آیت کریمہ یا حدیث صحیح میں ہے کہ مردہ جسم تروتازہ ہوتا ہے؟ حوالہ پیش کریں؟

سوال نمبر ۴۲: فرمائیں حضور ﷺ کا جسم مبارک قبر میں پہلے دن رکھا گیا تھا یا تیسرے دن؟

ناظرین! مولانا بندیالوی صاحب نے واضح لفظوں میں یہ اقرار کرلیا کہ جہاں جسم مدفون ہوتا ہے وہ ہی اس کی قبر ہوتی ہے۔ لہٰذا اکابر علماء دیوبند کا فرمانا کہ انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اس سے وہ ہی قبر مراد ہوگی جس کا اظہار مولانا بندیالوی صاحب نے کر دیا ہے یعنی جہاں جسم مدفون ہوگا وہ ہی اس کی قبر ہوگی اعلیٰ علیین جہاں ارواح جاتی ہیں اس کو اعلیٰ علیین تو کہہ سکتے ہیں قبرستان نہیں۔ قبرستان کہنے والا مولانا بندیالوی صاحب کی تحقیق عمیق اور نظریہ کے خلاف نظریہ رکھنے والا ہے۔ نیز مولانا مذکور نے قسم اٹھا کر فرمایا کہ: ''مچھلی پانی میں اتنی تروتازہ نہیں ہوتی۔'' الخ!

سوال نمبر ۴۳: واقعی مچھلی پانی میں مکمل تروتازہ رہتی ہے۔ مگر زندگی کی وجہ سے کیا حضور ﷺ کا وجود مقدس بھی زندگی کی وجہ سے تروتازہ رہتا ہے؟ اگر نہیں تو تشبیہ صحیح نہیں۔

سوال نمبر ۴۴: کیا مردہ مچھلی پانی میں تر وتازہ رہ سکتی ہے؟

توحیدی جواہر

مولانا بندیالوی صاحب نے حضور ﷺ کی قبر کو منور کہا۔ لفظ منور باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے اور منور اس کو کہتے ہیں جس میں نور ہو۔

سوال نمبر ۴۵: قبر کو نور کس وجہ سے ملا؟ اور یہ نور خاص ہے یا عام؟

سوال نمبر ۴۶: یہ خصوصی نور اللہ تعالیٰ کا ہے یا سورج کا؟

سوال نمبر ۴۷: سورج کو جو نور عطاء ہوا وہ مؤثر ہے یا غیر مؤثر؟ یعنی کھیتی پھل پھول اور دیگر درختوں کے ایک ایک پتے کو زندہ کرتا ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۴۸: اگر زندہ کرتا ہے اور یقیناً کرتا ہے تو عرض صرف اتی ہے کہ سورج کا نور تو مؤثر ہو اور اللہ تعالیٰ کا خصوصی نور غیر مؤثر؟ (کہ حضور ﷺ کے جسم مبارک پر کچھ اثر نہ ہو) یہ نظریہ کس آیت کریمہ سے ثابت ہے؟ کون سی حدیث ہے؟ کس مجتہد کا قول ہے؟

سوال نمبر ۴۹: نیز اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی سورج کے لئے تو مؤثر ہو کہ سورج کو روشن کرے، زندہ کرے اور حضور ﷺ کے جسد اطہر کے لئے غیر مؤثر (کہ بالکل ہی زندگی نہ ہو) یہ توحیدی جواہر آپ نے کس سے حاصل کیے؟

الغرض! منور کہو تو زندگی ثابت ہوتی ہے اور مردہ کہو تو منور کی نفی لازم آتی ہے۔

پیش لفظ کا دوسرا صفحہ

اس صفحہ پر لکھتے ہیں کہ ہمارا خیال ہے کہ جو شخص مطلقاً حیات النبی ﷺ کا انکاری ہو وہ دولت ایمان سے عاری ہے کہ یہ حیات برزخی اور اخروی ہے جو فقط روح مبارک کو حاصل ہے۔ (رسالہ حیات النبی ﷺ)

ناظرین! برزخ کا معنی ہے پردہ اور برزخی جہان دنیوی موت کے بعد شروع ہوتا ہے۔ چونکہ دنیوی موت کے بعد حضور علیہ السلام عالم برزخ میں منتقل ہو گئے اس لئے برزخی حیات ہوئی اور چونکہ عالم دنیا کے بعد آنے والی ہر منزل عالم آخرت کی منزل ہے تو اس برزخی حیات کے ساتھ ساتھ اخروی حیات کہنا بھی صحیح ہوا۔ مگر عرض صرف اتنی ہے کہ یہ حیات تو تمام انسانوں کو حاصل ہے۔ برزخی ہے کہ عالم برزخ میں چلے گئے۔ اخروی ہے کہ عالم آخرت کی پہلی منزل میں چلے گئے اور روحانی ہے کہ وہ ہی روح زندہ ہے تو مولانا مذکور نے حیات النبی ﷺ کے رسالہ میں اپنے پیارے پیغمبر ﷺ کی کون سی امتیازی حیات پیش کی ہے؟ مولانا نے تو وہ حیات پیش کی جو سب کو حاصل ہے۔ اپنے رسول ﷺ کے ساتھ اس بے مثال محبت پر مجھے تعجب ہے تمہاری عقل وفہم کو درست کرنے کے لئے عرض ہے کہ:

سوال نمبر ۵۰: کیا فرعون نمرود وابوجہل وغیرہ عالم برزخ میں ہیں یا نہیں؟

سوال نمبر ۵۱: کیا ان کی روحیں زندہ ہیں یا نہیں؟

سوال نمبر ۵۲: کیا عالم دنیا سے آگے آنے والے عالم کو عالم آخرت کہنا صحیح ہے یا نہ؟ کیا روحانی برزخی اخروی حیات ان کو حاصل ہے یا نہ؟

تیری ہر بات گورا ہے مگراے بندیالوی جس میں توہین رسالت ہو ہمیں منظور نہیں

اس سے بڑی بھی کیا کوئی گستاخی ہوسکتی ہے کہ حضور ﷺ کو برزخی حیات میں دیگر حضرات سے کوئی بھی امتیاز نہ ہو۔

نیز مولانا صاحب نے فرمایا کہ ہمارا خیال ہے اور آگے فرمایا کہ ہمارا نظریہ ہے اس پر حسب ذیل سوالات ہیں:

سوال نمبر ۵۳: عقیدہ اور خیال میں عقیدہ اور نظریہ میں اور نظریہ اور خیال میں کیا فرق ہے؟

سوال نمبر ۵۴: کیا عقیدہ ونظریہ میں اور عقیدہ وخیال میں نسبت تساوی ہے یا تباین؟

سوال نمبر ۵۵: اگر واقعی آپ کا حضور علیہ السلام کی حیات مبارک کے متعلق فقط خیال ہے عقیدہ نہیں تو پھر سوال یہ ہے کہ اگر کوئی آپ کے خیال شریف سے متفق نہ ہو تو کیا وہ مشرک ہو جائے گا؟

برادران اہلسنت! ہم نے یہ پہلا مبلغ دیکھا ہے کہ جو اس کے خیال شریف میں آجائے وہ ہی حرف آخر ہے اور اس کو قبول کرنا لازم ہے انکار کرو گے تو مشرک۔ واہ رے تیرے خیال!

برزخی حیات کا دنیوی حیات سے اعلیٰ ہونا

اسی صفحہ میں آگے لکھتے ہیں کہ: ''اور اشاعۃ التوحید والسنۃ کے علماء کا نظریہ یہ ہے کہ وفات کے بعد آپ ﷺ کا جسد اقدس حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں مدفون ہے جو قیامت تک محفوظ رہے گا اور آپ ﷺ کی روح مبارک جسم اقدس سے پرواز کر کے جنت الفردوس کے سب سے اعلیٰ اور افضل مقام میں آرام فرما ہے اور آپ ﷺ کی حیات برزخی اور اخروی ہے جو اس دنیوی حیات سے کروڑوں درجے اعلیٰ اولیٰ، اکمل، اشرف اور افضل ہے اور مرض الوفات میں اسی اخروی حیات کو آپ ﷺ نے پسند فرمایا۔'' (رسالہ حیات النبی ﷺ)

سوال نمبر ۵۶: ابھی تک فرقہ اشاعتیوں کا حضور ﷺ کی حیات کے بارے میں خیال شریف اور نظریہ ظاہر ہوا ہے عقیدہ نہیں۔ سوال یہ ہے کہ مذکورہ حیات کے بارے میں آخر آپ کا عقیدہ کیا ہے؟ اور عقائد معتبرہ کی کس کتاب میں ہے؟

نیز مولانا مذکور کا کہنا کہ نظریہ ہے۔ اس کا جواب آسان ہے کہ چونکہ ہر ذی علم اپنا نظریہ اپنی طرف سے بغیر قرآن وحدیث کے استنباط کے بھی پیش کر سکتا ہے۔ لہٰذا ہم آپ کے نظریہ سے متفق نہیں کہ اس سے اہل سنت والجماعت کے اجماعی عقیدہ کی نفی ہوتی ہے اور یاد رکھیں سنی اپنا نظریہ تو بدل سکتا ہے مگر عقیدہ نہیں۔ ہمارے اکابر علماء دیوبند نے ہمیں عقیدوں کی حفاظت کا حکم دیا ہے کہ عقیدہ کی حفاظت میں اگر جان جائے تو جانے دو مگر عقیدہ قطعاً نہیں بدلنا۔ البتہ نظریہ وقتی مصلحت کی بناء پر بدلنا صحیح ہے۔ (بشرطیکہ دین حقہ پر حرف نہ آئے)

نیز مولانا بندیالوی صاحب کا لکھنا کہ ''روح مبارک سب سے اعلیٰ مقام میں ہے۔'' الخ!

سوال نمبر ۵۷: وہ اعلیٰ مقام کون سا ہے؟ نیز فرمائیں کہ روح مبارک کسی کے جسم میں داخل ہوئی یا بغیر جسم کے دخول کے موجود ہے؟ نیز فرمائیں کہ بغیر جسم کے روح مبارک کہاں ہے اور جسم مبارک سے جدا ہو کر کیسے اور کیوں خوش ہے؟

سوال نمبر ۵۸: اگر کسی جسم میں داخل ہوئی اور وہاں آرام فرما ہے تو عرض صرف اتنی ہے کہ وہ جسم اعلیٰ ہے یا حضور ﷺ کا اپنا حقیقی اصلی جسم مبارک، جس نے از آدم علیہ السلام تا عیسیٰ علیہ السلام تمام اجسام مطہرہ سے زیادہ رب قدوس کی اطاعت وعبادت کی اور سب سے زیادہ اللہ کی راہ میں تکالیف برداشت کیں اور قربانیاں دیں۔

سوال نمبر ۵۹: آپ کے نزدیک جو سب سے اعلیٰ جسم ہے کیا اس نے بھی اللہ کی کوئی عبادت کی ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۶۰: کیا آپ کے پاس کوئی آیت کریمہ یا صحیح حدیث ہے کہ جس سے آپ کا مذکورہ نظریہ ثابت ہو؟

ناظرین! مولانا مذکور کا کہنا کہ "دنیوی حیات سے کروڑوں درجہ اعلیٰ" الخ! یہ حیات تب حاصل ہو سکتی ہے جب حضور ﷺ کے جسم مبارک سے کوئی دوسرا جسم اعلیٰ ہو۔ کیونکہ دنیوی حیات روح مع الجسد الحقیقی تھی۔ اب اس جسد حقیقی سے اعلیٰ کسی دوسرے جسم کا ثبوت تو بہت دور کی بات ہے۔ ہم اہلسنت یہ جملہ سننا بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ ہمارا عقیدہ واضح ہے کہ عرش معلیٰ سے لے کر تحت الثریٰ تک اس ساری کائنات میں کوئی جسم ایسا نہیں ہے جو حضور ﷺ کے جسم مبارک سے اعلیٰ ہو اور یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور خاتم النبیین رحمت للعالمین ﷺ کے جسم مبارک سے اعلیٰ جسم نہ پیدا کیا ہے اور نہ پیدا کرے گا۔ کسی نے کیا خوب کہا کہ:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اور حجۃ الاسلام بانی دارالعلوم دیوبند حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں ۔۔۔ تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار

نیز ایک اور مقام پر حضور امام الانبیاء کی شان مبارک ان الفاظ سے بیان کرتے ہیں کہ:

سب سے پہلے مشیت کے انور سے ۔۔۔ نقش روح محمد بنایا گیا
پھر اسی نور سے لے کے تابانیاں ۔۔۔ بزم کون ومکاں کو سجایا گیا

برادران اہلسنت! یقین جانیں مولانا بندیالوی صاحب نے مذکورہ جملہ میں اہلسنت والجماعت کے اجماعی عقیدہ کی تردید کے ساتھ ساتھ اپنے پیغمبر ﷺ کی بہت بڑی گستاخی کا ارتکاب کیا ہے۔

اور یہ اللہ کا شکر ہے کہ فرقہ اشاعتیوں کے مذکورہ اقوال تخیلات ہیں یا نظریات نہ کہ عقائد اور ہمارے معاشرہ میں تخیلات ونظریات کا بدلنا کوئی معیوب نہیں ہے۔ اسی لئے ہماری یہ ہمدردانہ عرض ہے کہ فوراً توبہ کریں اور آئندہ ایسے خیالات سے اجتناب کریں۔

سوال نمبر ۶۱: فرض کریں کہ فرقہ اشاعتیوں کا مذکورہ نظریہ (کہ حقیقی جسم کے علاوہ دوسرے جسم میں حیات دنیوی حیات سے کروڑوں درجہ اعلیٰ ہے) صحیح ہے تو سوال یہ ہے کہ کیا قیامت کے دن بھی اسی دوسرے (مثالی) جسم میں حیات ہوگی یا اس جسم کو موت دے کر دنیوی جسم میں حیات ہوگی؟

سوال نمبر ۶۲: اگر دنیوی جسم میں حیات کا خیال یا نظریہ ہے تو پھر لامحالہ یہ کہنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور سب سے زیادہ پیارے محبوب امام الانبیاء کو عالم برزخ میں تو اعلیٰ حیات دی مگر قیامت کے دن ادنیٰ حیات دے دی (معاذ اللہ) کیونکہ دنیوی جسم کی حیات ادنیٰ ہے اور برزخی مثالی جسم کی حیات اعلیٰ، کیا ایسا نظریہ رکھنا درست ہے؟

سوال نمبر ۶۳: یہ بھی عرض ہے کہ کیا حضور ﷺ اسی ادنیٰ حیات کے ساتھ جنت میں ابدالاباد ہمیشہ رہیں گے یا اس دنیوی جسم کو پھر موت دے کر اسی مثالی جسم کو اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کریں گے۔ کیونکہ بقول فرقہ اشاعتی، دنیوی جسم کے علاوہ جو حیات ہے وہ ہی کروڑوں درجے اعلیٰ حیات ہے۔

ہمدردانہ گزارش

یقین جانیں میرے بھائیو! آپ کا یہ خیال ہے یا نظریہ بالکل غلط ہے۔ برزخ میں حضور علیہ السلام کو اعلیٰ افضل حیات ضرور حاصل ہے مگر دوسرے مثالی یا نقلی جسم سے ہرگز نہیں بلکہ اسی دنیوی حقیقی اصلی جسم میں حیات ہے اور وہ قبر منور میں ہے اور قبر منور کا ٹکڑا زمینی حصہ قطعاً نہیں ہے بلکہ جنت کا اعلیٰ قطعہ ہے جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کے لئے اتارا ہے جیسے حجر اسود پتھر کو جنت سے اتارا۔

اور یہ برزخی حیات دنیوی حیات سے اعلیٰ اس لئے ہے کہ وہ زندگی مکلف تھی اور یہ غیر مکلف۔ اس زندگی میں نیکیوں کا ثمرہ ظاہراً نہیں دیا گیا اور اس زندگی میں سابقہ نیکیوں کے ثمرے کا مشاہدہ باقاعدہ ہو رہا ہے اور اس زندگی میں قرب خداوندی جو تھا۔ اب اس سے بہت زیادہ قرب خداوندی ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہلسنت والجماعت کے اجماعی عقیدہ پر ہم سب کو قائم رکھے۔ آمین!

مثالی جسم کی حیات کے نظریہ میں اہلسنت کے اجماعی عقیدہ کی نفی کے ساتھ ساتھ دین حقہ دین اسلام میں بہت فساد آتا ہے۔ جس کا کچھ اظہار ہو چکا ہے انہی خرابیوں سے بچانے کے لئے ہمارے اکابر علماء دیوبند نے برزخی حیات میں دنیوی جیسی حیات کا اضافہ کیا ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ یہ حیات دنیوی جسم میں ہے جو کہ حقیقی ہے نہ کہ مثالی۔

فرقہ اشاعتی کی روضہ رسول ﷺ سے عقیدت

مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب کسی جگہ تقریر کر رہے تھے کسی نے سوال کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری قبر سے لے کر مسجد کے منبر تک یہ جنت کا ٹکڑا ہے۔ اب آپ یہ بتائیں جنت میں مردے ہوتے ہیں یا زندہ؟ اس کے جواب میں مولانا مذکور نے فرمایا: ''یہ تمہیں کس مولوی نے پڑھا دیا ہے کہ جنت کا ٹکڑا ہے۔ پتہ ہے، جاؤ حدیث کی کتابیں اٹھاؤ یہ پرانی مسجد نبوی جس جگہ یہ نبی پاک نے مسجد بنائی تھی یہاں مشرکین کی قبریں تھیں قبریں برابر کی گئیں، قبریں مشرکین کی برابر کی گئیں اور وہاں مسجد نبوی بنائی گئی پھر او مشرک بھی زندہ ہوں گے اٹھے۔'' (یہ بلفظہ بیان نقل کیا گیا ہے کیسٹ موجود ہے)

برادران اہلسنت والجماعت! مولانا بندیالوی صاحب کے مذکورہ جواب میں کئی مسئلے ہیں جو قابل ذکر ہیں سب سے پہلے یہ سمجھیں کہ سائل کہتا ہے حضور ﷺ کا فرمان ہے اور مجیب بندیالوی صاحب کہتے ہیں کہ یہ تمہیں کس مولوی نے پڑھا دیا کہ جنت کا ٹکڑا ہے۔ یعنی یہ جنت نہیں اور نہ ہی حضور ﷺ کا فرمان ہے بلکہ کسی مولوی نے پڑھایا ہے۔ آگے مجیب صاحب دلیل پیش کرتے ہیں کہ پرانی مسجد نبوی کی زمین پر مسجد سے قبل مشرکین کی قبریں تھیں (اور جس جگہ یہ مشرکین کی قبریں تھیں وہ جگہ تو ناپاک ہے اور جنت کی زمین تو پاک ہے) لہٰذا مشرکین کی قبریں

دلیل ہے کہ وہ زمین جنت نہیں۔ آگے الزامی جواب دیتے ہیں کہ پھر وہاں مشرک بھی زندہ ہوں گے۔ یعنی اگر جنت تسلیم کرلیں تو جیسے جنت میں حضور ﷺ موجود ہیں اسی طرح اسی جنت میں مشرک بھی موجود ہیں۔ لہٰذا اگر حضور ﷺ زندہ ہیں تو پھر وہاں مشرک بھی زندہ ہوں گے اور اگر مشرک زندہ نہیں تو حضور ﷺ بھی زندہ نہیں ہیں۔

گستاخی کی انتہاء

برادران! مولانا بندیالوی صاحب نے حضور ﷺ کے جسد اطہر کو مشرکین کے جسموں کے ساتھ قیاس کرتے ہوئے آپ ﷺ کی جسمانی حیات کی نفی کی ہے جو کہ بہت بڑی گستاخی ہے۔ باقی مولانا مذکور کا یہ واضح کرنا کہ یہ حضور ﷺ کا فرمان نہیں اور کہنا کہ "یہ تمہیں کس مولوی نے پڑھا دیا۔" الخ! سفید جھوٹ ہے۔ یہ حضور ﷺ کا فرمان ہے۔ ملاحظہ ہو (صحیح بخاری ج اوّل ص ۲۵۳) کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: "مابین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة" کہ میرے گھر سے لے کر میرے منبر تک جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

باقی مولانا صاحب نے جو جنت کی نفی کی دلیل پیش کی ہے وہ حدیث بھی صحیح بخاری میں موجود ہے۔ مگر اس میں یہ قطعاً نہیں ہے کہ مشرکین کی قبریں اس مبارک زمین میں تھیں جو کہ جنت ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی نہیں ہے کہ وہ قبریں پرانی مسجد نبوی کی نماز والی جگہ پر تھیں۔ باقی مولانا مذکور کا کہنا کہ قبریں برابر کی گئیں، یہ بھی سفید جھوٹ ہے۔ حضور ﷺ نے تو قبریں اکھاڑنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ اکھاڑی گئیں (اور سب ہڈیاں اور گندگی کو دور کیا گیا بعد میں ان کھنڈروں کو برابر کیا گیا) ملاحظہ ہو: "قدم النبی ﷺ وامر ببناء المسجد فقال یا بنی النجار ثامنونی قالوا لانطلب ثمنه الا الی الله فامر بقبور المشرکین فنبشت ثم بالخرب فسویت وبالنخل فقطع۔ الخ"

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۱)

ترجمہ: جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے اور مسجد بنانے کا حکم دیا تو بنی نجار سے فرمایا اے بنی نجار اس احاطہ والے باغ کا مول کر کے مجھ سے قیمت لے لو۔ بنی نجار نے عرض کیا خدا کی قسم ہم اس کی قیمت تو خدا ہی سے لیں گے اس کے بعد آپ ﷺ نے مشرکین کی قبریں اکھاڑنے کا حکم دیا قبریں اکھاڑ دی گئیں اور حسب الحکم کھنڈر ہموار کر کے کھجور کے درخت کاٹ کر مسجد کے قبلہ کی طرف قطار باندھ کر رکھ دیئے گئے۔

(ترجمہ صحیح بخاری ج ۱ ص ۹۲۶)

<u>سوال نمبر ۶۴</u>: بخاری کی حدیث آپ کے سامنے ہے حدیث میں ہے کہ خرب کو برابر کیا گیا۔ کیا خرب کا معنی قبر ہے؟ حوالہ پیش کریں۔

<u>سوال نمبر ۶۵</u>: نیز فرمائیں کہ مذکورہ حدیث میں لفظ "نبشت" کا کیا معنی ہے؟

اس کے علاوہ مولانا مذکور مطلقاً قبروں کا ذکر کر کے ظاہر یہ کرنا چاہتے ہیں کہ پرانی مسجد نبوی کی زمین مشرکوں کا قبرستان تھا وہاں مسجد بنائی گئی جب کہ یہ سراسر غلط ہے اس زمین میں تو بنونجار کی کھجوروں کا باغ تھا اور کچھ قبریں تھیں جن کو اکھاڑنے اور زمین صاف کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ (دیکھو سیرت النبی از علامہ شبلی نعمانی ج ۱ ص ۲۸۰)

باقی مولانا مذکور کا یہ سبق دینا کہ مسجد نبوی کی زمین جنت تو کیا ستھری ہی نہیں تھی۔ کیونکہ کوئی بھی مشرکوں کی

قبروں والی زمین کو ستھری زمین نہیں کہتا۔ یہ بھی بہت بڑی گستاخی ہے۔ مولانا مذکور صاحب کو چاہئے تھا کہ مسجد نبوی بلکہ پورے شہر کی عظمت وطہارت کو پیش کر کے حضور کے امتیوں کے دلوں میں مدینہ منورہ کی محبت کو پیدا کرتے۔ مولانا بندیالوی صاحب کے جواب سے تو پورے شہر کو تو کجا مسجد نبوی اور ریاض الجنۃ والی مقدس ومطہر زمین کے بارے میں ایک بہت بڑا غلط نظریہ ظاہر کیا گیا ہے جس کو ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔

ہمارے اکابرین کی مدینہ منورہ سے عقیدت

حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ جانے کے لئے اونٹ پر سوار ہوئے۔ مدینہ منورہ کے شہر کا آغاز ہوا تو سواری سے نیچے اتر آئے اور جوتے اتار دیئے اور پیدل ننگے پاؤں چلنے لگے وجہ پوچھی تو ارشاد فرمایا جانے کس پتھر پر حضور ﷺ کا ننگا پاؤں مبارک پڑا ہو اور اسی پتھر پر قاسم کا جوتی والا پاؤں پڑ جائے یہ مجھے روا نہیں ہے۔ مدینہ منورہ سے اپنی عقیدت کا اظہار ان اشعار میں کرتے ہیں:

امیدیں لاکھ ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ
کہ ہو سگان مدینہ میں میرا نام شمار

جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مرغ ومار

جو یہ نصیب نہ ہو اور کہاں نصیب مرے
کہ میں ہوں اور سگان حرم کے تیرے قطار

اڑا کے باد میری مشت خاک کو پس مرگ
کرے حضورؐ کے روضہ کے آس پاس نثار

(سوانح قاسمی)

اور اسی طرح قبلہ جد امجد امام الاولیاء ثانی انور شاہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع سرگودھوی دیوبندی رحمہ اللہ بھی مدینہ منورہ میں ننگے پاؤں رہے۔ قطب الاقطاب حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی خدمت میں کسی مرید نے ایک رومال ہدیہ دیا اور عرض کی کہ یہ رومال مدینہ منورہ سے خریدا تھا تو حضرت نے رومال لیا کبھی آنکھوں سے لگاتے ہیں کبھی سینے پر ملتے ہیں اور کبھی بوسہ دیتے ہیں۔ کسی نے عرض کی حضرت یہ رومال تو مصر اور شام سے بن کر مدینہ جاتے ہیں تو حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میاں یہ تو مجھے بھی پتہ ہے کہ رومال مصر یا شام سے بن کر گیا ہوگا لیکن ہو کر تو میرے آقا ﷺ کے محبوب مدینہ سے آیا ہے۔

فضائل مدینہ بزبان سرکار مدینہ

حضور ﷺ نے دعا مانگی کہ: ''اللھم حبب الینا المدینۃ کحبنا مکۃ او اشد'' الٰہی مکہ مکرمہ کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ تو ہم کو مدینہ منورہ کی محبت عطا کر۔ (صحیح بخاری ص ۲۵۱)

سوال نمبر ۶۶: مشرکوں کی قبروں کو ثابت کرنا اور فضائل و درجات کو چھپانا کیا دیگر اشاعتی علماء بھی اسی طرح اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ہیں؟ یا یہ صرف مولانا بندیالوی صاحب کی خصوصیت ہے؟

آہ ہم کس خیال میں گم تھے
دوستی کے لباس میں تم تھے

حضور ﷺ نے فرمایا: ''المدینۃ کالکیر تنفی خبثھا وینصع طیبھا'' مدینہ بھٹی کی طرح ہے جتنا میل ہوتا ہے اس کو نکال کر باہر پھینک دیتا ہے اور جو حصہ پاک ہوتا ہے اس کو نکھارتا ہے۔ (صحیح بخاری)

نیز حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ برے لوگوں کو اس طرح نکال پھینک دے گا جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کر دیتی ہے۔ (صحیح بخاری شریف)

اور اسی طرح صحیح بخاری میں ایک اور حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے رب العالمین سے یہ دعا مانگی کہ الٰہی جتنی برکت تو نے مکہ مکرمہ میں عطا کی ہے اس سے دوگنی برکت مدینہ منورہ میں عطا فرما۔ آمین!

سوال نمبر ۶۷: فرمائیں پورا مدینہ منورہ برکتوں اور عظمتوں والا شہر ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۶۸: فرمائیں کہ پورا مدینہ میل کچیل اور برے لوگوں سے پاک کیا گیا ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۶۹: اب غور فرمائیں کہ حضور ﷺ کے گھر سے منبر تک والی زمین جنت کے اعلیٰ باغوں میں سے باغ ہے یا مشرکوں کا قبرستان؟

سوال نمبر ۷۰: کیا کوئی فقیر غریب محتاج محض لاچار محب اپنے محبوب کے آرام کے لئے مشرکوں کی قبروں والی زمین کا انتخاب کر سکتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں کر سکتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ تو "قادر علی کل شیٔ" ہے مختار کل اور ارحم الراحمین ہے۔ خدارا کچھ تو سوچیں کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں اور کس ہستی کے متعلق کہہ رہے ہیں:

آپ ہی عمدہ خیالات پہ ذرا غور کریں ہم اگر کچھ بھی کہیں گے تو شکایت ہوگی

دروغ گورا حافظہ نباشد

عبارت: آگے لکھتے ہیں کہ: "کچھ لکیر کے فقیر عوام الناس کو ورغلانے کے لئے المہند کا وظیفہ پڑھنا جزو ایمان سمجھتے ہیں۔ ہم نے اس رسالہ میں المہند پر دستخط کرنے والے چند علماء کرام کی ایسی عبارتیں پیش کر دی ہیں جو المہند میں درج شدہ نظریے کے خلاف ہیں۔ اب دیکھئے کہ المہند کو دیوبندیت کا معیار بنا کر اشاعۃ التوحید والسنہ والوں کو دیوبندیت سے خارج کرنے والے رستم زمان ان علماء کے متعلق کیا فتویٰ تجویز فرماتے ہیں۔" (رسالہ حیات النبی)

جواب: ہم آپ کو کیا کہہ سکتے ہیں اور نہ ہی ہم رستم زمان ہیں۔ ہم تو اس پرفتن دور میں اپنے اکابر علماء دیوبند کے عقائد کو قبول کر کے اپنا ایمان بچانے والے اور انہی کے عقائد کا اظہار کر کے دوسرے لوگوں کے غلط خیالات ونظریات اور بدعات ورسومات اور بکواسات وخرافات پر متنبہ کرنے والے اللہ کے محتاج بندے ہیں۔ البتہ سوالات کر سکتے ہیں کہ صحیح جوابات سے سب کے لئے مسلک حقہ روز روشن کی طرح مکمل واضح ہو جائے گا اور جب حق سے باطل مکمل جدا ہو جائے اور نکھر کر سامنے آجائے تو پھر اہل عقل وخرد کے لئے راہ حق اختیار کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔ اس لئے عرض ہے کہ:

سوال نمبر ۷۱: کیا المہند عقائد کی کتاب ہے یا نظریات کی؟

سوال نمبر ۷۲: اگر عقائد کی کتاب ہے تو فرمائیں کہ اس میں صحیح عقائد ہیں یا غلط؟

پوچھنے کی حاجت اس لئے ہوئی کہ رسالہ حیات النبی ﷺ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ المہند غلط نظریات کی کتاب ہے اور آپ ہی کے زیر ادارت شائع ہونے والا رسالہ ماہنامہ تعلیم القرآن (جس کا عکس ذیل میں ملاحظہ ہو) سے ظاہر ہو رہا ہے کہ المہند صحیح عقائد کی کتاب ہے۔ عجب دورنگی ہے؟ واقعی کس نے سچ کہا: "دروغ گورا حافظہ نباشد"

عکس ماہنامہ تعلیم القرآن

جلد ۱۶ [illegible] شمارہ [illegible] ۱۴۲۱

جمعیت اشاعت التوحید والسنت پاکستان کا ترجمان

رجب، شعبان ۱۴۱۹ھ

نومبر، دسمبر ۱۹۹۹ء

راولپنڈی

ماہنامہ تعلیم القرآن

بانی: مولانا قاضی شمس الدین [illegible]

[illegible]: مولانا [illegible] علی [illegible]

مدیر: مولانا محمد طیب [illegible]

سرپرست

مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب

مولانا نور السلام صاحب [illegible]

مولانا بشیر احمد صاحب خوشاب

مولانا سید ضیاء اللہ شاہ بخاری

مولانا فضل حق صاحب [illegible]

مجلس ادارت

مولانا سید محمد [illegible] شاہ نیازی صاحب

مولانا قاضی محمد ادریس [illegible] صاحب لاہور

مولانا حافظ محمد [illegible] صاحب اٹک

مولانا [illegible] نواز [illegible]

قاضی ظہور الحق صاحب

مجلس مشاورت

مولانا قاری خلیل [illegible] صاحب سکھر

مولانا [illegible] علی صاحب راولپنڈی

مولانا محمد [illegible] الحق صاحب [illegible]

مولانا [illegible] محمد صاحب [illegible]

مولانا [illegible] خان

[illegible]

مولانا محمد افضل [illegible] سوات

قاری عبدالکریم صاحب ملتان

مولانا قاری عطاء اللہ گوجرانوالہ

حافظ نور حسین [illegible] راولپنڈی

مولانا محمد اکرم خان [illegible]

قاری محمد ابراہیم صاحب [illegible]

مکتبہ محمد [illegible] طابع ناشر [illegible] راولپنڈی [illegible] تعلیم القرآن راولپنڈی سے شائع کیا

اس شمارے کی قیمت ۱۰ روپے زر سالانہ ۱۰۰ روپے

''بریلوی اعلیٰ حضرت نے جب حسام الحرمین کا فتویٰ ۱۳۲۴ھ میں شائع کیا۔ اس کے جواب میں اسی وقت اکابر علمائے دیوبند نے اپنے صحیح عقائد اور ان الزامات کے رد میں متعدد کتابیں لکھیں، لیکن بریلوی اعلیٰ حضرت اور اس کے ماننے والے حضرت صاحبان آج بھی وہی سانپ کی لکیر پیٹ رہے ہیں۔

علمائے دیوبند نے اسی وقت اپنی طرف سے ان الزامات کے جھوٹے ہونے پر درج ذیل کتابیں شائع کیں، جواب بھی موجود ہیں۔

(۱) الشہاب الثاقب (۲) المہند علی المفند (۳) الختم علی لسان الخصم (۴) قطع الوتین (۵) بسط البنان (۶) تحذیر الناس (۷) مناظرہ عجیبہ (۸) رجوع المدنین (۹) توضیح البیان (۱۰) السحاب المدرار وغیرہ

علمائے عرب کی تصدیقات بھی ان کتابوں پر موجود ہیں لیکن جن اعلیٰ حضرت نے ہندوستان کے مسلمانوں کو دو فرقوں میں تقسیم کر کے ان کی سیاسی قوت کا ہمیشہ کے لئے ختم کرنا ہی مقصد زندگی بنایا۔ ان سے یا ان کے باقی علماء کہلانے والوں سے دیانت وامانت اور انصاف کی کیا توقع کی جاسکتی ہے۔ بریلوی اعلیٰ حضرت نے وصیت نامہ میں فرمایا: ''میرا دین ومذہب میری کتابوں سے ظاہر ہے، اس پر قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔'' (وصایا شریف)

ان کے اس دین ومذہب میں تو علماء امت کی تکفیر کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ''روزنامہ پاکستان'' میں دیوبندی بریلوی اختلافات کے ضمن میں درج ذیل بہتان سراسر بے بنیاد ہیں۔

۱......	صریح جھوٹ سے انبیاء کا محفوظ رہنا ضروری نہیں۔	تصفیہ العقائد	
۲......	کذب کو شان نبوت کے خلاف سمجھنا غلط ہے۔	//	//
۳......	انبیاء کو معاصی سے محفوظ سمجھنا غلط ہے۔	//	//

یہ تینوں بہتان علمائے دیوبند کی کسی کتاب میں نہیں اور نہ ان کا یہ عقیدہ ہے۔ سبحانک ھذا بہتان عظیم! اس کے بعد بریلوی دیوبندی اختلاف کے ضمن میں چند مشہور بہتان یہ ہیں:

نماز میں حضور ﷺ کی طرف خیال لے جانے سے نمازی مشرک ہوجاتا ہے۔ نیز نماز میں نبی ﷺ کا خیال، زنا کے خیال سے اور گدھے بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بھی بدتر ہے۔'' (صراط مستقیم)

(ماہنامہ تعلیم القرآن نومبر دسمبر ۱۹۹۸ء ص ۳۹)

سوال نمبر ۷۳: رسالہ حیات النبی ﷺ میں ہے کہ المہند میں درج شدہ نظریے الخ المہند کے ذریعے عوام کو ورغلانا اور ماہنامہ تعلیم القرآن میں ہے کہ المہند صحیح عقائد کی کتاب ہے جس میں علماء عرب کے بھی دستخط ہیں ان دونوں میں سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے؟

سوال نمبر ۷۴: کیا صحیح عقائد سے ورغلایا جاتا ہے یا سنوارا جاتا ہے؟

دو رنگی چھوڑ کے یک رنگی کر اختیار رہ مماتی یا بن دیوبندی باوقار

ناظرین کرام! جب مولانا بندیالوی صاحب کی کشتی بھنور میں پھنستی ہے تو تنکے کا سہارا ڈھونڈتے

ڈھونڈتے المہند کے دامن میں آکر پناہ لیتے ہیں اور جب کشتی کنارے لگ جاتی ہے تو سب کچھ بھول کر اپنی انا کو برقرار رکھتے ہوئے اسی المہند کے خلاف واویلا شروع کر دیتے ہیں اور ظاہر یہ کرتے ہیں کہ: ''ہم چوں ما دیگرے نیست'' کسی نے کیا خوب کہا ہے:

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

باقی مولانا بندیالوی صاحب نے جو لکھا ہے کہ المہند پر دستخط کرنے والے چند علماء کرام کی ایسی عبارتیں پیش کر دی ہیں جو المہند میں درج شدہ نظریے کے خلاف ہیں، اس کے متعلق صرف ایک سوال ہے۔

سوال نمبر ۷۵: اس ڈیڑھ صدی میں اکابر علماء دیوبند کا نام لے کر اپنی مسند کو چمکانے والوں میں کیا صرف آپ ہی پر یہ الہام ہوا ہے کہ اکابر علماء دیوبند نے دوغلی چال چلی ہے؟ (العیاذ باللہ)

اس سوال کے علاوہ جواباً صرف اتنا کہتے ہیں کہ: ''لعنۃ اللہ علی الکاذبین'' کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ اکابر علماء دیوبند نے اپنی جانیں تو دے دیں لیکن اپنے موقف سے ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹے۔ تاریخ اس پر شاہد ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا:

شادباش وشادزی اے سرزمین دیوبند تو نے عالم میں کیا اسلام کا جھنڈا بلند

ابھی تک مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب کے رسالہ حیات النبی ﷺ کے ٹائٹل اور پیش لفظ کے اغلوطات کو پیش نظر رکھ کر جواب دیئے گئے ہیں۔ اس لئے مولانا بندیالوی صاحب کے حوالہ جات کا مفصل جواب قسط نمبر ۲ میں آرہا ہے۔ ان شاء اللہ!

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اپنے اکابر علماء دیوبند کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وما علینا الا البلاغ المبین

نوٹ: رسالہ حیات النبی ﷺ کے بعد مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب نے پے در پے دو رسالے اور لکھ مارے۔ (۱) شرک کیا ہے (۲) بدعت کیا ہے۔ جن میں رسالہ حیات النبی ﷺ سے بھی زیادہ اغلوطات کثیرہ وتخیلات کبیرہ ونظریات رذیلہ موجود ہیں۔ جن کا جواب امت مسلمہ کو گمراہی سے بچانے کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ لہٰذا بندہ نے حضرت استاذی المکرم کی خدمت میں دونوں رسالے پیش کر دیئے ہیں کہ حضرت کیا کریں ہم مجبور ہیں کیونکہ مولانا بندیالوی صاحب نے صرف ایک رسالہ پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اخلاقیات کی حدود کو پھلانگتے ہوئے مزید دو رسالوں میں اکابر کے خلاف ایسا گند پھینکا جس کی صفائی کئے بغیر اب کوئی چارہ کار نہیں رہا۔

ناظرین! رسالہ حیات النبی ﷺ کے جواب کی جملہ قسطوں کے بعد ان شاء اللہ ان دونوں رسالوں کا جواب بھی پیش کیا جائے گا۔ انتظار فرمائیں۔

مرتب: محمد عاصم حنفی

مدرس مدرسہ سراج العلوم بلاک نمبر ۱ سرگودھا

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَآءُ اَحْيَآءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

مولانا محمد عطاء اللہ بندیالوی کے رسالہ حیاۃ النبی کا جواب

جدید فرقہ اشاعتی کے

تخیّلات و نظریات

اور

۱۰۵ سوالات

از افادات:

محقق العصر، استاذ العلماء
حضرت مولانا صاحبزادہ مفتی عبد المعید رحمۃ اللہ علیہ

مرتب:
جناب قاری محمد عاصم حنفی

[illegible]

[illegible]

جدید فرقہ اشاعتی کے تخیلات و نظریات

اور

دوسری قسط

105 سوالات

مصدقہ

جانشین حضرت اوکاڑوی سلطان المناظرین حضرت علامہ

علامہ مفتی محمد انور صاحب اوکاڑوی دامت برکاتہم

از افادات:

محقق العصر حضرت مولانا صاحبزادہ مفتی عبد المعید صاحب

خطیب مرکزی جامع مسجد بلاک نمبر 6 سرگودھا

مرتبہ

قاری محمد عاصم حنفی

[illegible] بلاک نمبر [illegible] سرگودھا

شائع کردہ:

بزم قاسمی و اتحاد اہلسنت والجماعت سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفے چند)

حضرت مولانا صاحبزادہ مفتی عبدالمعید رحمۃ اللہ علیہ سرگودھا

وفات: ۱۵ر ستمبر ۲۰۱۵ء

آپ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع سرگودھوی کے پوتا اور حضرت مولانا مفتی احمد سعید سرگودھوی کے صاحبزادہ تھے۔ آپ نے ''جدید اشاعتی فرقہ کے تخیلات ونظریات'' کے نام پر تین حصوں پر رسالے تحریر فرمائے۔ پہلے حصہ میں اشاعۃ التوحید کے حضرات پر ۷۵ سوال کئے۔ اس دوسرے حصہ میں مزید ایک سو پانچ سوال کئے۔ حصہ اوّل اور حصہ دوم میں کل ایک سو اسی سوالات ہوگئے۔ اس رسالہ کو بھی اس مجموعہ میں شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تصدیق

سلطان المناظرین، رئیس المتکلمین، شمس المحققین، جانشین حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا مفتی محمد انور صفدر اوکاڑوی صاحب دامت برکاتہم

استاذ درجہ تخصص جامعہ خیر المدارس ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد!

بندہ نے استاذ العلماء محقق العصر حضرت مولانا صاحبزادہ مفتی عبدالمعید صاحب زید مجدہ کا رسالہ ''فرقہ اشاعتی کے تخیلات ونظریات'' حصہ دوم کا مطالعہ کیا۔ دفاع مسلک اہلسنت کا ماشاء اللہ خوب حق ادا کر کے اہلسنت کے فرض کفایہ کے قرض کو باحسن طریق ادا کیا ہے۔ امید ہے کہ جس طرح اس رسالہ سے اہلسنت والجماعت کے عقائد متعلقہ برزخ کی حفاظت ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی مخالف تعصب کو دور کر کے مطالعہ کرے گا تو اس کے شبہات کے ازالہ کے لئے بھی یہ تریاق ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تمام اہلسنت کی طرف سے مصنف کو جزائے خیر عطاء فرمائے اور اس رسالہ کو شرف قبولیت بخشیں، اہلسنت حضرات سے التماس ہے کہ وقت کی ضرورت کے پیش نظر اس رسالہ کو عام کرنے کی کوشش کریں۔

فقط: کتبہ محمد انور اوکاڑوی غفرلہ جامعہ خیر المدارس ملتان

۷ رجولائی ۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اس ناچیز کو رسالہ تخیلات ونظریات کی دوسری قسط شائع کرنے کی توفیق عطاء فرمائی اور میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ استاذیم حضرت مفتی (عبدالمعید) صاحب کا علمی مواد (جو اس ناچیز نے سبقاً حاصل کیا اور رسالہ کی صورت میں آپ کے سامنے پیش کیا) سنی برادران بالخصوص علماء کرام وطلباء عظام کے ہاں اتنا مقبول ہوگا ہر آنے والا مجھے دعائیں دینے کے ساتھ ساتھ دوسری قسط جلد شائع کرنے کا اصرار بھی کرے گا۔

رسالہ کی پہلی قسط شائع ہوتے ہی مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ کے علاوہ چکوال، ہرنولی، قائد آباد، واں بچھراں، گنجیال، اتراء اور خوشاب کے ساتھ ساتھ ملتان کے اکثر مکتبہ والوں نے رابطہ قائم کیا اور کتاب وصول کی اور بقیہ اقساط میں اپنے مکتبہ کا پتہ لکھنے کی بھی خواہش ظاہر کی یہ سب میرے رب کا فضل ہے کہ اس نے اپنے پیارے محبوب خاتم الانبیاء علیہ السلام کی برزخی حیات طیبہ کے صحیح عقیدہ کے تحفظ کا کام اس ناچیز سے لیا اسی کی توفیق سے اور استاذی المکرم کی نظر شفقت وعنایت سے مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب کے رسالہ حیات النبی ﷺ کے جواب کی دوسری قسط جدید فرقہ اشاعتی کی تخیلات ونظریات آپ کے ہاتھ میں ہے۔ آخر میں دعا ہے کہ رب العالمین استاذی

المکرم حضرت مفتی صاحب کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے اور بندہ ناچیز کی اس سعی کو ذریعہ نجات بنائے۔ امین! بجاہ النبی الکریم! (قاری) محمد عاصم حنفی عنہ مدرس سراج العلوم و صدر بزم قاسمی بلاک نمبر ۱ سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم!

(عبارت) ''حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا مجھ سے احکام سیکھ لو، ہو سکتا ہے آئندہ سال میں تمہیں نہ دیکھ سکوں، کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ قبر پر آنے والے کو دیکھتے ہیں۔'' (رسالہ حیات النبی ﷺ ص ۱)

(ناظرین) مولانا بندیالوی صاحب اس سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ قبر مبارک میں اپنے جسم اقدس کے ساتھ زندہ نہیں ہیں۔ اگر زندہ ہوتے تو حجۃ الوداع کے خطبہ کے موقع پر یہ نہ فرماتے کہ آئندہ سال میں تمہیں نہ دیکھ سکوں گا اس پر حسب ذیل سوالات ہیں۔

(سابقہ ۷۵ سوالات جن میں سے ایک کا بھی تحریری جواب نہیں آیا لہٰذا ان کو بھی قائم رکھا جاتا ہے۔ حنفی)

۷۶۔ سوال نمبر ۱: حجۃ الوداع کا خطبہ عالم دنیا میں ہوا تھا یا عالم برزخ یعنی قبر میں؟

۷۷۔ سوال نمبر ۲: قبر مبارک میں حیات عالم برزخ یعنی میرے والے جہان میں ہے یا عالم دنیا والے جہان میں؟

۷۸۔ سوال نمبر ۳: کیا مرنے کے بعد قبر سے آ کر کوئی حج کر سکتا ہے؟ خطبہ دے سکتا ہے؟ اور احکام سکھا سکتا ہے یا نہ؟

۷۹۔ سوال نمبر ۴: یہ بھی فرمائیں کہ کیا بعد از وفات دنیا بھی حضور احکام سکھانے کے مکلف ہیں یا نہ؟ اگر نہیں اور یقیناً مکلف نہیں ہیں تو خدارا کچھ تو سوچیں کہ کس ذات عالی کے عالی فرمان کو کھینچ تان کر اتنا غلط مفہوم سیدھے سادے لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہو: اسے گستاخی نہ کہوں تو کیا کہوں، حدیث کے الفاظ پر غور کرو کہ مجھ سے احکام سیکھ لو۔ الخ!

اس سے واضح ہو رہا ہے کہ ایسی رؤیت جس میں احکام سیکھنے والا سلسلہ بھی قائم ہو وہ رؤیت نہ ہوگی یعنی دنیوی رؤیت نہ ہوگی۔ کیونکہ بعد از وفات حضور ﷺ برزخ یعنی پردے والے جہان میں ہیں اور قبر منور میں بے شک بجسدہٖ و روحہٖ زندہ موجود ہیں اور قبر مبارک پر حاضر ہونے والوں کو آپ بے شک جانتے بھی ہیں کہ قبر میں حضور ﷺ کسی قسم کے مکلف نہیں ہیں جب مکلف نہیں تو لامحالہ دنیا میں ہی احکام سکھانے ہیں۔ اسی لئے حضور علیہ السلام عالم دنیا میں ۱۰ھ (آخری سال) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دینی احکام سیکھنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔ رہا مسئلہ دنیا جیسی حیات کا تو اس کا مطلب یہ قطعاً نہیں کہ قبر میں احکام سکھاتے ہیں۔ تفصیل پہلی قسط میں ہے اور آگے بھی بیان ہوگی۔ ان شاء اللہ!

(عبارت) اسی صفحہ میں مولانا حضور ﷺ کا فرمان پیش کرتے ہیں کہ: ''ایک بندہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے دو باتوں میں سے ایک بات کا یا تو وہ دنیا کی رونق کو پسند کرے یا پھر جو کچھ میرے پاس ہے اسے پسند کرے۔ پھر اس بندے نے وہ چیز اختیار کی جو اللہ کے پاس ہے دوسری روایت میں ہے۔ پھر اس نے آخرت کی زندگی کو پسند کر لیا۔'' (رسالہ ص ۱)

ان احادیث سے بھی مولانا حضور ﷺ کی قبر منور میں جسمانی حیات کی نفی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر حسب ذیل سوالات ہیں۔

۸۰۔ سوال نمبر ۵: مولانا مذکور کی پیش کردہ حدیث کہ اللہ کے پاس ہے۔ الخ!

اس پر سوال یہ ہے کہ کیا قبر منور میں حضور ﷺ کا جسم مبارک اللہ کے پاس نہیں ہے؟ جب کہ جسم مبارک بھی جنت میں اور اعلیٰ علیین میں مثالی جسم بھی جنت میں۔

۸۱۔ سوال نمبر ۶: فرقہ اشاعتیوں کے پاس کون سی دلیل ہے کہ مثالی جسم تو جنت میں ہے جس کی وجہ سے وہ اللہ کے پاس ہے اور حضور ﷺ کا حقیقی جسم مبارک جنت میں نہیں جس کی وجہ سے وہ جسم مبارک اللہ کے پاس نہیں؟ جب کہ صحیح بخاری شریف میں خود حضور ﷺ کے فرمان مبارک سے اس قبر منور کا جنت ہونا ثابت ہے باقی اشاعتیوں کا کہنا کہ قبر منور والی جگہ مشرکوں کا قبرستان تو اس کے متعلق۔

چیلنج: ہمارا چیلنج ہے کہ مخصوص جگہ صرف جنت ہی نہیں بلکہ پوری جنت کرسی اور عرش معلیٰ سے بھی زیادہ اعلیٰ اولیٰ، افضل واشرف، اکرم واعظم، انور واکبر ہے۔ اس کے خلاف کہنے والا جب چاہے ہم سے بات کر سکتا ہے، باقی مولانا بندیالوی صاحب کی پیش کردہ دوسری روایت کہ پھر اس نے یعنی حضور علیہ السلام نے آخرت کی زندگی کو پسند کرلیا۔ اس پر صرف اتنی عرض ہے کہ:

۸۲۔ سوال نمبر ۷: کیا آخرت کا اطلاق عالم برزخ پر ہوتا ہے یا نہیں؟

۸۳۔ سوال نمبر ۸: اگر ہوتا ہے تو جیسے عالم برزخ میں اعلیٰ علیین ہے اور اس میں مثالی جسم ہے اسی طرح اس برزخ والے جہان میں حضور ﷺ کی قبر مبارک بھی ہے اور اس میں اصلی جسم اقدس بھی ہے کیا فرقہ اشاعتیوں کے پاس کوئی دلیل قطعی ہے کہ جس سے قبر مبارک کو ہی عالم برزخ سے خارج کر دیا جائے تا کہ حدیث شریف میں لفظ آخرت سے حضور ﷺ کا جسم مبارک مراد نہ لیا جائے صرف مثالی جسم ہی مراد لیا جائے۔

فرض کریں

۸۴۔ سوال نمبر ۹: کہ آخرت کی پسندیدہ زندگی سے مراد فقط اعلیٰ علیین والی جنت ہے (نہ کہ قبر منور والی جنت) تو جیسے ہمیں علم ہے حضور علیہ السلام کو تو بطریق اولیٰ اس بات کا علم تھا کہ اعلیٰ علیین میں مثالی جسم ہے تو اب سوال یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے جسم سے نقلی جسم کو ترجیح کیوں دی۔؟ (بقول آپ کے) جب کہ از آدم تا قیامت کوئی انسان بلکہ کوئی اور بھی فرقہ اشاعتی والے ثابت نہیں کر سکتے کہ اپنے جسم کو چھوڑ کر مثالی نقلی جسم کو ترجیح دے۔

۸۵۔ سوال نمبر ۱۰: اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مثالی جسم کو ترجیح نہیں دی (جیسا کہ ہمارا مسلک ہے) بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی منشاء کے خلاف اور حضور ﷺ کے پسندیدہ محبوب اپنے اصلی جسم کے خلاف مثالی جسم کی ترجیح دی تو یہ زندگی تو اللہ کے ہاں پسندیدہ ہوئی نہ کہ حضور ﷺ تو اب سوال یہ کہ اشاعتیوں کی پیش کردہ حدیث کہ حضور ﷺ نے آخرت کی زندگی کو پسند کرلیا، اس کا مطلب کیسے صحیح ہوگا؟ الغرض! اگر آخرت کی پسندیدہ زندگی ثابت کریں تو حضور ﷺ کی جسمانی، حقیقی، حسی زندگی ثابت ہوتی ہے اور اگر حقیقی، جسمانی، حسی زندگی کی نفی کریں تو آخرت کی پسندیدہ زندگی کی خود بخود نفی ہوتی ہے۔ تفکر!

۸۶۔سوال نمبر ۱۱: پھر فرض کریں کہ آخرت کی پسندیدہ زندگی سے فقط اعلیٰ علیین کی جنت ہے۔(نہ کہ قبر منور کی) تو جیسے فرقہ اشاعتیوں پر مذکورہ خیال شریف یا نظریہ مبارکہ کا الہام ہوا ہے یقیناً اس سے قبل حضور پاک کو اس کی وحی ہوئی ہوگی اور یہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ ہر ذی شعور اپنے جسم اصلی کو ہی ہر نعمت میں ترجیح دیتا ہے تو اب سوال یہ ہے کہ کیا حضور ﷺ نے وفات سے قبل برزخی بے شمار نعمت خداوندی کے حصول کے لئے اپنے جسم مبارک کو اعلیٰ علیین میں پہنچانے کی اللہ تبارک وتعالیٰ سے عرض کی؟ دعا کی ہے یا نہ؟

۸۷۔سوال نمبر ۱۲: اگر دعا کی ہے تو کسی کتاب میں ہے؟ کتاب کا نام اور حدیث پیش کریں؟

۸۸۔سوال نمبر ۱۳: اور اگر دعا نہیں کی بلکہ مثالی جسم میں ہی اپنے روح مبارک کے قرار اور نعمتوں کے حصول کو پسند کیا تو کیوں؟ آخر اس میں نکتہ کیا ہے؟ کہ جب عبادات، طاعات، مشکلات وتکالیف پر صبر کا وقت تھا تو اصلی جسم مبارک اور جب بے شمار نعمتوں کے حصول اور قرب خداوندی کی وجہ سے مکمل قرار وسکون کا وقت آیا تو مثالی جسم کو پسند کر لیا۔ لاحول ولا قوۃ!

قرآن مجید کا سہارا لے کر گستاخی رسول کا عجب انداز

(عبارت) قرآن مجید نے بھی اخروی زندگی کو دنیوی زندگی سے بہتر اور اعلیٰ قرار دیا۔ ارشاد ہوتا ہے: ''بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا والاٰخرۃ خیر وابقی'' (ترجمہ) بلکہ تم دنیا کی حیات کو ترجیح دیتے ہو اور آخرت بہت بہتر اور بہت بقا والی ہے۔'' (رسالہ حیات النبی ۲) اس پر حسب ذیل سوالات ہیں۔

۸۹۔سوال نمبر ۱۴: کیا حضور ﷺ نے کبھی آخرت کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی کو ترجیح دی ہے؟

۹۰۔سوال نمبر ۱۵: کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دنیاوی زندگانی کو ترجیح دی ہے؟

۹۱۔سوال نمبر ۱۶: کیا موجودہ دور کا کوئی سچا مؤمن مجاہد آخرت کے مقابلہ میں دنیوی زندگی کو ترجیح دے سکتا ہے؟

۹۲۔سوال نمبر ۱۷: حیات النبی ﷺ کا مقدس ومطہر عنوان دے کر اپنے نظریے کے ثبوت کے لئے قرآن مجید کی جو پہلی آیت کریمہ بطور دلیل کے پیش کی ہے جس کا ترجمہ یوں کیا: ''بلکہ تم دنیا کی حیات کو ترجیح دیتے ہو۔ الخ!'' اس ترجمہ میں لفظ تم سے مراد کون لوگ ہیں؟ حضور علیہ السلام یا مؤمنین؟ یا کفار؟ جب کہ ہمارا دعویٰ کہ مذکورہ آیت کریمہ کفار کے متعلق نازل کی گئی ہے۔ کفار ہی بدبخت وبدنصیب تھے جو دنیوی حیات کو ترجیح دیتے تھے۔ کسی بھی مفسر قرآن نے حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلکہ عام مؤمنین کو مذکورہ آیت کریمہ کا مصداق نہیں ٹھہرایا۔

برادران اہلسنت والجماعت! ہمیں آج تک یہ بات سمجھ نہ آئی کہ فرقہ اشاعتی والے اپنے تخیلات ونظریات کے ثبوت کے لئے جب قرآن کریم کا سہارا لیتے ہیں تو بطور دلیل کے وہ آیات کریمہ پیش کرتے ہیں۔ جن میں اکثر آیات مبارکہ کا حضور ﷺ کی ذات اقدس سے دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا بلکہ آیات مقدسہ کا سیاق وسباق بتاتا ہے کہ وہ آیات کریمہ کافروں کے متعلق نازل کی گئی ہیں۔ جیسے مذکورہ آیات کریمہ کہ اس سے بالاتفاق کافر مراد ہیں۔ مگر اشاعتیوں کا عقل سلیم اور فہم فطین دیکھیں کہ انہی آیات کو حضور علیہ السلام کی ذات عالی پر فٹ کر کے اپنا مدعیٰ ثابت کرتے ہیں اور سیدھے سادھے لوگوں پر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارے پاس قرآن پاک ہے اور دیوبندیوں کے پاس قولے قولیاں، مولانا بندیالوی صاحب کی دوسری قرآنی دلیل جو اس کے بعد کی پیش کی۔ اس میں بالاتفاق

حضور ﷺ مراد ہیں۔ مگر اس آیت کریمہ میں یہ ہرگز نہیں ہے کہ حضور ﷺ دنیاوی حیات کو ترجیح دیتے تھے بلکہ اس میں دوسرا اہم مضمون ہے جو حضور پاک ﷺ کی عظمت پر دلالت کرتا ہے مگر مولانا بندیالوی صاحب کا انصاف دیکھیں کہ حیات النبی ﷺ رسالہ میں دونوں آیتوں کو ترتیب وار حضور ﷺ پر فٹ کر دیا۔ اسے میں گستاخی نہ کہوں تو پھر کیا کہوں؟ العیاذ باللہ!

اسی طرح قرآن مجید کی آیت کریمہ "انک لا تسمع الموتی" میں لفظ موتی سے بالاتفاق حضور ﷺ مراد نہیں ہیں اور اسی طرح مومنین مسلمین بھی مراد نہیں ہیں مگر فرقہ اشاعتی والوں سے پوچھو تو فوراً آستین چڑھا کر میدان میں کود پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگرچہ آیت کریمہ کے نزول کے وقت حضور ﷺ زندہ تھے۔ موتی میں شامل نہیں تھے۔ اس لئے اس وقت موتی سے کفار مشرکین مراد تھے۔ مگر دنیوی موت کے بعد تو حضور موتی (مردے) میں شامل ہو گئے۔ لہٰذا جو حکم ربانی کافروں کے متعلق تھا۔ اب وہی حکم حضور پاک ﷺ کے متعلق ہوگا (معاذ اللہ) یعنی حضور خاتم الانبیاء محبوب کائنات ﷺ کی موت مبارک اور کافروں کی موت میں کوئی فرق نہیں۔ اسی طرح موت کے بعد والے احکام میں بھی کوئی فرق نہیں۔ اللھم لا تجعلنا منھم! (آمین)

(عبارت) دوسری قرآنی دلیل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں "وللاخرۃ خیر لک من الاولی" میرے پیغمبر آخرت آپ ﷺ کے لئے پہلی زندگی سے بہتر ہے۔ (رسالہ ص ۲)

برادران اہلسنت! مذکورہ آیت کریمہ جس میں صراحت ہے کہ آخرت بہتر ہے۔ یہی اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ زندگی کا ہر آنے والا لمحہ پہلی زندگی سے بہتر ہے۔ آخرت کی تشریح مع چند سوالات بندہ اس سے قبل پیش کر چکا ہے۔ اپنے سنی بھائیوں کے شرح صدر کے لئے مزید فرقہ اشاعتی والوں سے صرف پانچ سوال عرض کرتا ہوں۔

۹۳۔ سوال نمبر ۱۸: کیا اس میں اعلیٰ علیین کا ذکر ہے؟ مثالی جسم کا ذکر ہے؟ روح مبارک کی پرواز کا ذکر ہے؟

۹۴۔ سوال نمبر ۱۹: کیا مذکورہ آخرت کا اطلاق عالم برزخ پر کرنا صحیح ہے یا غلط؟

۹۵۔ سوال نمبر ۲۰: کیا حضور پاک ﷺ کی قبر منور عالم برزخ یعنی پردے والے جہان میں ہے یا نہ؟

۹۶۔ سوال نمبر ۲۱: قرآن مجید میں ہے کہ آخرت بہتر ہے اور فرقہ اشاعتیوں کا خیال شریف ہے کہ آخرت میں اعلیٰ علیین اور اس میں مثالی یعنی نقلی جسم بہتر ہے جس کا پورے قرآن مجید میں ذکر تک نہیں ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آپ مثالی جسم کی بہتری ثابت کریں؟ جب کہ ہم اہلسنت والجماعت بھی آخرت کی بہتری کے قائل ہیں۔ مگر اس بہتری کے ظہور کے لئے ہم حضور پاک سید المرسلین ﷺ کا اپنا حقیقی اصلی جسم مبارک پیش کرتے ہیں۔ جس کے ایک دو نہیں بلکہ ہزاروں عقلی نقلی دلائل موجود ہیں۔ آپ مثالی جسم کی بہتری کی صرف ایک دلیل پیش کریں۔

۹۷۔ سوال نمبر ۲۲: فرقہ اشاعتی والے اصلی جسم مبارک کے مقابلہ میں مثالی جسم کی بہتری کے ثبوت کے لئے کوئی ایک ضعیف در ضعیف مرفوع حدیث پیش کریں جو آپ کے مدعا کو صراحتاً ثابت کرے؟

منکر حیات خود ہیں مگر الزام ہم پر

(عبارت) آگے لکھتے ہیں: "آج نبی کریم ﷺ کی ناپسندیدہ حیات (دنیوی حقیقی حسی جسمانی حیات) کے قائل حقیقتاً حیات النبی ﷺ کے منکر ہیں۔" (رسالہ حیات النبی ۲)

برادران اہلسنت والجماعت! مولانا عطاء اللہ صاحب بندیالوی کا دعویٰ ہے کہ حضور علیہ السلام کی ناپسندیدہ حیات دنیوی، حقیقی، حسی جسمانی حیات ہے اور دوسرا دعویٰ ہے کہ مذکورہ حیات کے قائل حقیقتاً حیات النبی ﷺ کے منکر ہیں۔

(تشریح) دنیوی حیات سے ہم اہلسنت کی مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ برزخ یعنی قبر منور میں اسی دنیوی جسم مبارک کے ساتھ زندہ ہیں اور حقیقی حیات سے ہماری مراد یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی یہ حیات حقیقی ہے نہ کہ مجازی (جیسا کہ باحوالہ اسی کتاب کی پہلی قسط میں بیان ہو چکا ہے) اور حسی حیات سے ہماری مراد یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اس حیات کے آثار اپنے جسم مبارک کے ہر عضو میں باقاعدہ محسوس کرتے ہیں۔ بخلاف مفلوج کے کہ جس عضو میں فالج ہوتا ہے، اس میں وہ حیات کے آثار محسوس نہیں کرتا اور جسمانی حیات سے ہماری مراد یہ ہے کہ یہ حیات باقاعدہ جسم میں ہے یعنی جسم مبارک کے علاوہ فقط روحانی حیات نہیں بلکہ جسمانی حیات ہے۔ اس مختصر تشریح کے بعد مولانا بندیالوی صاحب کے دعویٰ پر غور کریں کہ حضور علیہ السلام کی ناپسندیدہ حیات دنیوی حسی جسمانی حیات ہے یعنی حضور پاک علیہ السلام کو دنیوی حیات پسند نہیں بلکہ مثالی حیات پسند ہے حقیقی حیات پسند نہیں بلکہ مجازی حیات پسند ہے حسی حیات پسند نہیں بلکہ غیر حسی حیات پسند ہے جسمانی حیات پسند نہیں بلکہ روحانی حیات پسند ہے۔

(ناظرین) از آدم علیہ السلام تا حال کوئی عامی انسان بھی ایسا نہیں کہ جس کو اپنے جسم سے محبت نہ ہو اور جسمانی حیات کو پسند نہ کرتا ہو یا جسمانی حسی حیات کو پسند نہ کرتا ہو نہ ایسا انسان پیدا ہوا ہے اور نہ قیامت تک ایسا بدنصیب و بدبخت انسان پیدا ہوگا جو اپنے حقیقی دنیوی حسی جسم سے محبت نہ کرتا ہو اور دوسرے مثالی غیر حسی جسم کو ترجیح دیتا ہو۔ یہ تو عام انسان کے جسم کی بات ہے جو کہ مسلمہ ہے اور حضور اکرم ﷺ کا جسم مبارک جو تمام جسموں کا سردار ہے بلکہ تمام اجسام کو حضور ﷺ کے جسم مبارک کے صدقہ میں وجود ملا ہے اور حضور علیہ السلام کا جسم مبارک! جس نے سب سے زیادہ اللہ کا قرب حاصل کیا اور سب سے زیادہ اپنے رب ذوالجلال کو راضی کیا اور سب سے زیادہ اپنے معبود برحق کی عبادت کی اور سب سے زیادہ اپنے منعم حقیقی کی اطاعت کی اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربانیاں دیں اور سب سے زیادہ تکالیف برداشت کیں اور سب سے زیادہ دعوت و تبلیغ کا کام کیا اور سب سے زیادہ اس دعوت و تبلیغ میں اعلاء کلمۃ اللہ میں کامیابیاں حاصل کیں۔ اس مبارک منور معلّٰی مقدس و مطہر جسم میں حیات حضور پاک علیہ السلام کو پسند نہ ہو اور اس کے مقابلہ میں مثالی نقلی وہ جسم جس نے ایک بھی نماز نہیں پڑھی اس میں حیات پسند ہو۔

یقین جانئیں میرے بھائیو! مولانا بندیالوی صاحب ویسے تو شروع رسالہ سے ہی اشارۃً وکنایۃً یہ کوشش کر رہے تھے کہ مثالی جسم کی فضیلت اور اعلیٰ علیین کی قبر منور کے مقابلہ میں فضیلت ظاہر ہو جائے مگر یہاں صراحۃً حضور علیہ السلام کی اپنے جسم مبارک کی فضیلت و برتری کی تردید ان الفاظ میں کی کہ یہ حیات حضور علیہ السلام کو پسند ہی نہیں اور اس حیات کے قائل حقیقتاً حیات النبی ﷺ کے منکر ہیں گویا حضور علیہ السلام کی اپنے جسم مبارک میں حیات ہی نہیں بلکہ حقیقتاً حیات وہ ہی حیات ہے جو اعلیٰ علیین میں مثالی جسم کے ساتھ ہو۔ یہ اتنی بڑی گستاخی ہے جس کو ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ العیاذ باللہ!

مولانا بندیالوی کی امام الانبیاء ﷺ کے جسد اطہر سے بے مثال محبت

۹۸۔سوال نمبر ۲۳: اشاعتیوں کے جدید محقق مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب کو اپنے جسم سے زیادہ محبت ہے یا مثالی جسم سے؟ اشاعتیوں کا عقل کیا کہتا ہے؟ کیا مثالی جسم میں رہنا پسند کریں گے؟

۹۹۔سوال نمبر ۲۴: آخر امام الانبیاء شفیع المذنبین کے جسم مبارک سے مولانا بندیالوی صاحب کو اتنی بے مثال محبت کیوں ہے؟ کہ بجسد حیات حضور ﷺ کو پسند ہی نہیں۔ مولانا مذکور کو ایسا خیال بے ملال کیوں کب اور کیسے آیا؟

۱۰۰۔سوال نمبر ۲۵: مولانا مذکور کے خیال شریف کو ملحوظ رکھ کر اگر کوئی عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم نبوت کا دعویٰ کرے کہ ان کی حیات اصلی حقیقی جسم کو ہے جس کی وجہ سے یہ حیات افضل ہے اور افضل مفضول کی اتباع نہیں کرتا بلکہ مفضول افضل کی اتباع کرتا ہے۔ لہٰذا شریعت عیسوی افضل اور انجیل بھی افضل ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی افضلیت کی وجہ سے۔ تو بتایئے اس عیسائی کو آپ مسکت جواب کیا دیں گے؟ خدارا خیالی پلاؤ کو چھوڑیں اور ان تخیلات ونظریات کو از خود ترک کر کے اکابر علماء دیوبند کے اجماعی عقائد کو تسلیم کر لیں۔ اسی میں نجات ہے۔

۱۰۱۔سوال نمبر ۲۶: حضور خاتم المرسلین ﷺ کے جسم مبارک نے (معاذ اللہ) ایسا کون سا کام کیا ہے کہ جس کی وجہ سے حضور ﷺ کو اپنے جسم مبارک میں حیات پسند ہی نہیں؟ یعنی حقیقی حیات پسند نہیں بلکہ مجازی حیات پسند ہے؟

فرمان رسول ﷺ کے معنی میں ردوبدل اور جدید تحقیق عمیق

عبارت: آگے لکھتے ہیں کہ: ''حضور علیہ السلام نے فرمایا ''اللھم اغفرلی وارحمنی والحقنی بالرفیق الاعلی'' اے اللہ میری مغفرت فرما یا مجھ پر رحم کر اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔'' (رسالہ ص ۲)

برادران اہلسنت! مؤلف مذکور صاحب نے ایک اور جدید تحقیق پیش کر دی کہ حضور علیہ السلام نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے مغفرت اور رحمت میں سے ایک کی دعا کی کہ یا میری مغفرت فرما، یا مجھ پر رحم کر۔ مولانا صاحب کے دل میں جو خیال شریف آتا ہے وہ ہی حرف آخر ہو جاتا ہے اور اپنے رسالہ میں لکھ کر عوام کے سامنے یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ یہ علامہ صاحب کی تحقیقات ہیں۔ حالانکہ سابقہ تحقیقات کی طرح یہ تحقیق بھی بالکل غلط ہے۔ اصلی ترجمہ یوں ہے: ''اے اللہ میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم کر اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔''

۱۰۲۔سوال نمبر ۲۷: فرمائیں مغفرت تامہ جسم مع الروح کی ہوتی ہے یا روح کی؟

۱۰۳۔سوال نمبر ۲۸: فرمائیں رحمت کا مظہر اتم جسم مع روح پر ہوتا ہے یا فقط روح پر؟

۱۰۴۔سوال نمبر ۲۹: کبھی مولانا صاحب کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا جسم مبارک محفوظ ہے۔ مگر روح نہیں کبھی کہتے ہیں کہ جسم تروتازہ ہے مگر روح نہیں کبھی کہتے ہیں قبر منور اور کبھی مشرکوں کا قبرستان اور کبھی کہتے ہیں کہ جسمانی حیات کا قائل حقیقتاً حیات النبی ﷺ کا ہی منکر ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے رحمت اور مغفرت میں سے ایک کی دعاء کی ہے۔ آخر مولانا صاحب کے ایسے تخیلات ونظریات کب ختم ہوں گے؟ اور حضور کے جسم مبارک کو کیا سمجھ کر حضور ﷺ کی روح سے دور کیا جا رہا ہے؟

۱۰۵۔سوال نمبر ۳۰: مولانا بندیالوی صاحب کے متعلق ان کا مرید خاص اگر یہ دعا مانگے کہ یا اللہ مولانا صاحب پر رحم کر، مگر ان کی مغفرت۔ کیا مرید کا ایسے دعا کرنا جائز ہے یا نہ؟

۱۰۶۔سوال نمبر ۳۱: اگر مذکورہ دعا جائز تو نہیں کیوں؟ اور حضور پاک ﷺ کے لئے ایسی دعا کا جواز کیوں؟ یعنی جب حضور ﷺ کی موت مبارک اور موت کے بعد کے احکام اور دیگر انسانوں کی موت اور موت کے بعد کے احکام میں کوئی فرق نہیں (بقول آپ کے) تو مذکورہ دعا میں کیوں فرق ہے؟

مولانا بندیالوی صاحب کی نرالی توحید

۱۰۷۔سوال نمبر ۳۲: باقی ''الرفیق الاعلی'' کی مولانا بندیالوی صاحب نے تشریح نہیں کی کہ وہ اس سے کیا مراد لیتے ہیں کہ جس کی وجہ سے دنیوی جسم مبارک کی حیات کی نفی اور مثالی روحانی کا اثبات ہوتا ہو۔ اس لئے مؤدبانہ عرض ہے کہ آپ اس سے کیا مراد لیتے ہیں؟

۱۰۸۔سوال نمبر ۳۳: اگر فرقہ اشاعتی والے رفیق اعلیٰ سے کوئی خاص مقام مراد لیتے ہیں کہ جس کا نام الرفیق الاعلیٰ ہے تو سوال یہ ہے کہ وہ بلند وبالا مقام کیا اس جنت میں موجود ہے؟ جو جنت اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو عطاء کی ہے؟

۱۰۹۔سوال نمبر ۳۴: عالم برزخ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو کون سی جنت عطاء کی ہے؟ اعلیٰ علیین والی یا روضہ رسول عربی ﷺ والی؟

۱۱۰۔سوال نمبر ۳۵: اگر اس رفاقت سے مراد اللہ تبارک وتعالیٰ کی رفاقت ہے تو مؤدبانہ عرض ہے کہ کیا رب العالمین کی رفاقت فقط روح مبارک کے ساتھ ہے؟ کیا دنیوی جسم مبارک اور روح مبارک (دونوں) کے ساتھ نہیں ہے۔ اس کو ثابت کریں؟

۱۱۱۔سوال نمبر ۳۶: فرمائیں مذکورہ دعا حضور اکرم ﷺ کی فقط روح مبارک نے مانگی تھی یا روح مبارک اور دنیوی جسم مبارک دونوں نے مانگی تھی؟ جب کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ حضور ﷺ کے دنیوی جسم مبارک اور روح مبارک دونوں نے دعا مانگی تھی اور اللہ تعالیٰ نے دونوں کو رفیق اعلیٰ عطاء کر دیا اور یہ برزخ والے جہان (قبر منور میں) حاصل ہے۔

۱۱۲۔سوال نمبر ۳۷: حضور علیہ السلام کا دنیوی جسم مبارک اپنے لئے رفیق اعلیٰ کی دعا مانگے اور اللہ تعالیٰ مثالی جسم کو (جس نے کچھ بھی نہیں مانگا تھا) رفیق اعلیٰ عطا کر دے یعنی جس افضل واشرف، اکرم واعظم جسم نے مانگا اس کو تو نہ دے اور جس مفضول مثالی جسم نے نہیں مانگا اس کو دے دے۔ کیا ایسے خیالات مولانا بندیالوی صاحب کے علاوہ کسی دوسرے کے دل میں آسکتے ہیں؟ یقین جانیں ہم دیوبندی اللہ تبارک وتعالیٰ کے متعلق ایسے خیالات کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ کیا توحید اسی کا نام ہے۔

نہ صدمے تم ہمیں دیتے نہ یوں فریاد ہم کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

(عبارت) آگے لکھتے ہیں کہ: ''ام المؤمنین کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام الانبیاء ﷺ نے اس دنیا کے رہنے والوں کی رفاقت کی بجائے ملاءاعلیٰ کی رفاقت کو پسند فرمایا۔'' (رسالہ حیات النبی ﷺ ص ۳)

(جواب) بے شک حضور علیہ السلام نے (اپنے حقیقی دنیوی جسمانی حسی حیات کے ساتھ) اس عالم دنیا کے رہنے والوں کی رفاقت کو پسند نہیں فرمایا بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رفاقت کو پسند فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے عالم برزخ یعنی قبر منور میں اسی حقیقی دنیوی جسمانی حسی حیات کے ساتھ امام الانبیاء ﷺ کو اپنی رفاقت عطاء فرمادی۔

فرقہ اشاعتی کے علامہ کا بڑا سوال اور اس کا جواب اور اس پر ہمارے سات سوال

(عبارت) آگے لکھتے ہیں کہ: ''امام الانبیاء ﷺ کے ان الفاظ پر غور فرمایئے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے گھر والوں میں سے تم سب سے پہلے مجھے آکر ملوگی۔ بتایئے یہ ملاقات کہاں ہوئی؟'' (رسالت حیات النبی ص ۳)

(تشریح) مولانا بندیالوی صاحب نے بڑا منطقیانہ اور زوردار سوال کرنے کی کوشش کی ہے کہ چونکہ موت نام ہے انقطاع روح عن الجسد کا تو ان کی روح مبارک بھی اپنے جسم سے نکل گئی اور چونکہ روح مقید نہیں بلکہ آزاد ہوتی ہے تو اس طریقہ سے دونوں باپ بیٹی کی ارواح مقدسہ نے آپس میں ملاقات اعلیٰ علیین میں کی اور یہ ملاقات تب ہوسکتی ہے جب المہند میں درج شدہ تمام اکابر علماء اہلسنت علماء دیوبند کے عقیدہ کی تردید کرتے ہوئے فرقہ اشاعۃ التوحید والسنہ کے خیال شریف یا نظریہ مبارک (یعنی روح زندہ ہے نہ کہ جسم) کو تسلیم کرلیں ورنہ بتایئے کہ یہ ملاقات کہاں ہوئی؟

برادران اہلسنت والجماعت! مولانا بندیالوی صاحب جب ہم پر سوال کرتے ہیں تو ہماری عید سعید ہوجاتی ہے اور اس کی کئی وجوہات ہیں۔ ایک یہ کہ مولانا صاحب سوال کرکے ہم پر واضح کردیتے ہیں کہ میرے دل میں جو خیال آیا تھا اور عوام پر ظاہر کیا تھا وہ اسی وجہ سے تھا کہ اگر کوئی میرے خیال شریف کو تسلیم نہ کرے تو ہم برملا پوچھتے ہیں کہ بتایئے، یہ ملاقات کہاں ہوئی؟ اور دوسری وجہ کہ مولانا بندیالوی صاحب سوال کے ذریعہ از خود اپنے ساتھیوں کو ہماری طرف متوجہ کردیتے ہیں جس کی وجہ سے ہمیں حق ظاہر کرنے کا موقع فراہم ہوجاتا ہے اس لئے ہم سوالات سے نہیں گھبراتے بلکہ خوش ہوتے ہیں اس لئے جواباً عرض ہے۔

(جواب) صحیح حدیث شریف میں آتا ہے (جس کو یہ اشاعتی بھی تسلیم کرتے ہیں) کہ مؤمن کو جب قبر میں اتارا جاتا ہے اور منکر نکیر فرشتے سوال کرتے ہیں تو کہتے ہیں: ''ما تقول فی حق ھذا الرجل'' اس وقت تمام پردوں کو ہٹا دیا جاتا ہے اور حضور علیہ السلام کی صورت مبارک دکھائی جاتی ہے۔

۱۱۳۔ سوال نمبر ۳۸: بتایئے! یہ ملاقات ہوئی یا نہ؟

۱۱۴۔ سوال نمبر ۳۹: فرمائیں! روحوں کی ملاقات یا مثالی جسموں کی ملاقات افضل واتم ہوتی ہے یا دنیوی جسموں کی؟

۱۱۵۔ سوال نمبر ۴۰: فاطمہ رضی اللہ عنہا! میرے گھر والوں میں سے تم سب سے پہلے مجھے آکر ملوگی فرمائیں! مذکورہ ارشاد نبوی ﷺ حضور ﷺ کے مثالی جسم نے فرمایا یا حقیقی دنیوی حسی جسم مبارک نے؟

۱۱۶۔ سوال نمبر ۴۱: اگر مذکورہ ارشاد حضور علیہ السلام کے دنیوی جسم مبارک نے فرمایا تھا (اور یقیناً یہی حق ہے) تو ہم سے آپ پوچھتے ہیں کہ بتایئے! دنیوی جسموں کی بعد از موت دنیا، ملاقات کہاں ہوئی؟ لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا!

۱۱۷۔ سوال نمبر ۴۲: مولانا بندیالوی صاحب اپنے کسی مخلص ساتھی کو فرمائیں کہ سب سے پہلے میں تیرے گھر ملاقات کے لئے آؤں گا اور پھر اپنا فوٹو بھیج دیں۔ فرمائیں مولانا صاحب کا مخلص پیارا ساتھی اس ملاقات کو تسلیم کرے گا؟ کیا ایفاء عہد ہوگیا؟

۱۱۸۔ سوال نمبر ۴۳: اگر تسلیم نہیں کرے گا تو فرمائیں حضور علیہ السلام کی لخت جگر نور نظر سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اپنے پیارے باپ امام الانبیاء خاتم الانبیا علیہ السلام کے پیارے جسم مبارک کو چھوڑ کر مثالی جسم کو کیوں اور کیسے قبول کرے اور یہ کس طرح ایفاء عہد ہوگا؟

۱۱۹۔ سوال نمبر ۴۴: مذکورہ جواب کے علاوہ کیا پردے والے جہان میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش اور فرمان کو پورا کرنے کے لئے ملاقات کرانے پر قادر نہیں ہے۔ جب دنیا والے جہان میں اللہ تعالیٰ اپنے پیارے مؤمن بندے کی خواہش کو پورا کر دیتا ہے اور اپنوں کی ملاقات کرا دیتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بجسدہٖ ملاقات کیوں نہیں کروا سکتا؟ اگر یہی آپ کی توحیدی دعوت ہے کہ (جس میں حضور علیہ السلام اور حضور پاک کی اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کی گستاخی کی بوآتی ہو) تو ہم ایسی توحیدی دعوت سے باز رہے۔

ہم باز آئے محبت سے اٹھا لو یہ بیان اپنا

ہمیں تو وہ بیان منظور ہے جس میں ہو: ''لولاک لما خلقت الافلاک'' اور یہ بھی ہو بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر! اور یہ بھی ہو کہ اللہ رب العالمین اور حضور علیہ السلام رحمۃ اللعالمین، یعنی جس توحید میں رسالت کی عظمت کی خوشبو ہو وہ ہی ہمیں منظور ہے۔

(عبارت) آگے لکھتے ہیں: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منور حجرہ عائشہ میں ہے۔'' (رسالہ ص ۳)

(ناظرین) لفظ منور کی قدرے تفصیل پہلی قسط میں ہو چکی لیکن اگر فرقہ اشاعتی والے حضرات مطمئن نہ ہوں تو مزید عرض ہے۔

۱۲۰۔ سوال نمبر ۴۵: نور زندہ ہے یا مردہ؟

۱۲۱۔ سوال نمبر ۴۶: مولانا بندیالوی صاحب نے فرمایا قبر منور کیا جسم مبارک بھی منور ہے؟

فرقہ اشاعتی کے علامہ کا دوسرا اہم سوال اور اس کا جواب اور اس پر پانچ سوالات

آگے لکھتے ہیں: کیا ان جسموں کا اس دنیا میں ملاپ ہوا؟ (رسالہ ص ۳)

(جواب) اس دنیا میں مردہ جسموں کے ملاپ کا تو ہم میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ جیسا کہ مولانا صاحب نے اسی رسالہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش لفظ میں خود واضح لفظوں میں اقرار کیا ہے کہ اختلاف نہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے بارے میں ہے اور نہ حیات کے بارے میں ہے بلکہ اختلاف حیات کی نوعیت اور کیفیت کے بارے میں ہے۔ (رسالہ حیات النبی) یعنی دنیا کی موت کے بھی ہم دونوں قائل ہیں اور قبر و دفن اور عالم برزخ میں منتقل ہونے کے بھی ہم سب قائل ہیں اس میں ہم میں سے کوئی بھی منکر نہیں ہے۔ اختلاف تو حیات کی نوعیت میں ہے یعنی ہم اہلسنت والجماعت کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام قبر مبارک میں اسی اپنے دنیوی جسم منور کے ساتھ زندہ ہیں اور فرقہ اشاعتی والے کہتے ہیں کہ مثالی جسم میں حیات ہے۔

اس بات پر ہمارا چیلنج ہے کہ حجۃ الاسلام بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر سرمایہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ قبلہ والدم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور سرمایہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فقیہ العصر مولانا قاری عبدالشکور صاحب ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور سرمایہ اکابر سلطان المناظرین حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

تک تمام اکابر علماء دیوبند میں سے کسی عالم نے کسی کتاب میں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ بعد از وفات اس دنیا والے جہان میں (روح مع الجسد الحقیقی) ملتے ہیں اور نہ ایسی تقریر کی اور نہ ہی ہم طالب علموں کو ایسا سبق پڑھایا ہے۔ بلکہ ہمارے اکابر نے تو تحریرات اور تقریرات کے ذریعہ ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ حضور پاک ﷺ کو دنیوی موت آ چکی ہے اور اب وہ برزخ والے جہان میں بجسدہٖ زندہ ہیں۔ البتہ یہ جسد دنیا والا ہے نہ کہ مثالی یعنی دنیا والے جہاں میں حضور علیہ السلام قطعاً زندہ نہیں بلکہ برزخ والے جہان میں یہ حیات بجسدہٖ ہے اور یہ مسئلہ اہل علم و دانش پر روز روشن کی طرح واضح ہے جب واضح ہے تو!

۱۲۲۔ سوال نمبر ۴۷: بعد از وفات جسموں کا اس دنیا میں ملاپ کا الزام ہم پر کیوں لگایا ہے؟ کیا آپ کو معلوم نہیں تھا؟

۱۲۳۔ سوال نمبر ۴۸: کیا المہند، کفایت المفتی، فتاویٰ دار العلوم دیوبند، آب حیات اور مکتوبات شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کتابیں آپ کے پاس نہیں ہیں؟

۱۲۴۔ سوال نمبر ۴۹: اگر آپ کو علم تھا (اور یقیناً علم تھا) تو باوجود علم کے ہمارے اکابر علماء دیوبند کو بدنام کرتے ہوئے اپنی مسند چمکانے کی غرض سے فقط عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش ناتمام کیوں کی؟

۱۲۵۔ سوال نمبر ۵۰: ہمارے اکابرین علماء کرام میں سے کس نے اپنی کتاب میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ بعد از وفات جسموں کو ظاہراً اس دنیا والے جہان میں ملاپ ہوتا ہے؟ کتاب کا نام جلد اور صفحہ پیش کریں۔

برادران! مولانا مذکور صاحب اپنے (رسالہ حیات النبی ﷺ ص ۳) میں ہمارے اکابر پر الزام لگا کر یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے یعنی فرقہ اشاعتیوں اور دیوبندیوں کے مابین یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ مردہ جسموں کا ملاپ اس دنیا میں ہوتا ہے جب کہ اشاعتی اس کے منکر ہیں اور اسی رسالہ کے پیش لفظ میں مولانا صاحب نے یہ اقرار کیا کہ اختلاف نہ موت میں ہے اور نہ حیات میں بلکہ اختلاف حیات کی نوعیت و حیات کی کیفیت میں ہے۔ یعنی دنیوی موت کے وقوع اور برزخ میں ورود کے ہم دونوں قائل ہیں (اور یہ نابالغ بچہ بھی جانتا ہے کہ قبر میں جانے والا پھر اس دنیا میں اپنے جسم سمیت نہیں آتا) دنیا میں مردہ جسموں کے ملاپ کا عادۃً تو وہ قائل ہو جو دنیا کی موت قبر دفن اور برزخ کی حیات کی قید نہ لگاتا ہو۔ مولانا بندیالوی صاحب نے جب پیش لفظ میں خود اقرار کر لیا کہ دیوبندی حضرات دنیا کی موت کے اور قبر کے اور برزخی حیات کے قائل ہیں (جیسا کہ صحیح عقائد کی کتاب المہند میں برزخی حیات کی صراحت بھی ہے) اور اسی طرح مولانا مذکورہ صاحب نے رسالہ کے پیش لفظ میں دیوبندی حضرات اور اپنے اختلاف کو بھی ظاہر کر دیا کہ دیوبندی حضور ﷺ کی قبر مبارک میں اپنے دنیوی جسم میں حیات کے قائل ہیں جب کہ اشاعتی حضور ﷺ کے دنیوی جسم مبارک کے مقابلہ میں جنت کا کوئی اعلیٰ مقام پیش کر کے اس میں حیات کے قائل ہیں تو اب مؤدبانہ صرف اتنی عرض ہے۔

۱۲۶۔ سوال نمبر ۵۱: مولانا بندیالوی صاحب کے رسالہ کا پہلا جملہ دیکھیں تو ظاہر یہ ہوتا ہے کہ اختلاف فقط حیات کی نوعیت میں ہے اور اگر اسی رسالہ کے (ص ۳) کا جملہ دیکھیں تو ظاہر یہ ہوتا ہے کہ مردہ جسموں کے دنیا میں ملاپ کا بھی اختلاف ہے تو اب عرض صرف اتنی ہے کہ ان دونوں جملوں میں سچا کون سا ہے اور جھوٹا کون سا ہے؟

اکابر علماء دیوبند کا راستہ ہمارا طرۂ امتیاز ہے

(عبارت) ''اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نبی کریم ﷺ کی حیات بعد از وفات دنیوی، حقیقی حسی، جسمانی نہیں بلکہ برزخی اور اخروی حیات ہے۔'' (رسالہ ص ۳)

برادران اہلسنت والجماعت! مولانا بندیالوی صاحب مسلسل ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ کسی طریقہ سے حضور نبی کریم ﷺ کی بعد از وفات دنیا قبر مبارک میں دنیوی، جسمانی، حقیقی، حسی حیات کا رد ہو جائے اور اس سلسلہ میں وہ کئی تنکوں کا سہارا لے چکے ہیں (اور آگے بھی لیں گے) جیسا کہ یہاں ایک فرضی سوال پیش کر کے آگے لکھتے ہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ...... الخ!

اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو یہ اپنے پلے باندھ لیں کہ مذہب اہلسنت والجماعت کی بنیاد تنکوں (یعنی تخیلات وتوہمات) پر قطعاً نہیں بلکہ سنی دیوبندیوں کی بنیاد ان عقائد حقہ پر ہے جن پر قرآن وسنت کی مہر ثبت اور ساتھ اکابر علماء وفضلاء وفقہاء ربانیین کی تصدیقات بھی موجود ہیں اور ''البرکة مع اکابرکم'' (الحدیث) کے تحت تمام سنی دیوبندی حضرات ہزارہا مبارک باد کے مستحق ہیں کہ جنہوں نے دین حقہ اسلام کے عقائد ومسائل کے اختیار کرنے میں اپنی طرف سے تمام قسم کے شیطانی خیالات ونظریات اور اوہام باطلہ کو ترک کرتے ہوئے اپنے پیارے پیغمبر نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق اپنے اکابر، اتقیاء، وصلحا واولیاء واصفیا محدثین ومفسرین ومحققین ومتکلمین ومجتہدین حضرات علماء کرام کے راستے پر چل کر اپنے رب قدوس کی طرف سے ہزارہا برکات ودرجات کے مستحق ہوئے اور تمام قسم کے خیالی پلاؤ سے اجتناب کرتے ہوئے حقیقی دنیوی اور اخروی نعمتوں کے حصول کے حقدار ہوئے اور اس پرفتن دور میں اپنے دین وایمان کو بچانے کے لئے رب العالمین کی طرف سب سے بڑی عظیم نعمت (اکابر علماء کی معیت) کے مستحق ہوئے۔ بلا شک وشبہ یہی اکابر علماء حق ہیں جو دارالعلوم دیوبند سے فیض حاصل کر کے روئے زمین پر پھیل گئے اور مساجد ومدارس دعوت وتبلیغ اور جہاد کے ذریعہ دین اسلام کی کماحقہ حفاظت کی یہ دین اسلام کے روشن ستارے ہیں۔ ان کا ساتھ دین اسلام کا ساتھ ہے اور ان سے دوری یقیناً دین سے دوری ہے۔ یہی اکابر علماء کرام ہیں جو صحیح معنی میں انبیاء کرام کے وارث ہیں ان سے محبت انبیاء کرام سے محبت ہے اور ان سے بغض وعناد در حقیقت انبیاء کرام سے بغض عناد کی وجہ سے ہے۔ علماء حق کو پہچاننا اور ان پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے انہی کے راستے پر چلنا ہمارے ذمہ لازم ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''لیس من امتی لم یعرف لعالمنا'' کہ جو ہمارے عالموں کو نہیں پہچانتا وہ میری امت سے نہیں ہے اور انہی علماء حق کا راستہ ہی صراط مستقیم ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو انبیاء کرام کا وارث بنا کر سارے دین کی حفاظت واشاعت کا اہم کام انہی سے لیا اور قیامت تک یہی علماء کرام دین کے محافظ رہیں گے۔ (ان شاء اللہ) انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے جملہ مخلوقات میں سب سے زیادہ اکابر علماء حق پر انعام کیا ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ائمہ عظام اور دیگر علماء وفقہاء واولیاء اہلسنت والجماعت سب شامل ہیں اور انہیں منعم علیہم کے راستے پر چلنے کی اور ان سے محبت وعقیدت رکھنے کی اور ان کے جملہ عقائد تسلیم کرنے اور ان کی جملہ تحقیق قبول کرنے کی ہر سنی دیوبندی (بالخصوص) ہر روز اپنے رب سے باوضو نماز میں کم سے کم ۳۲ بار دعا مانگتا ہے کہ: ''اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم'' کہ یا اللہ ہم کو انعام یافتہ لوگوں کے راستے پر چلا۔ آمین!

۱۲۷۔سوال نمبر ۵۲: اگر اکابر علماء حق کی بنیاد بھی فرقہ اشاعتیوں کی طرح خیالات ونظریات پر ہے نہ کہ عقائد پر تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو ان اکابر علماء (انعام یافتہ) کے راستے پر چلنے کی ہدایت کیوں کی؟

۱۲۸۔سوال نمبر ۵۳: ''واتبع سبیل من اناب الیّ'' (القرآن) کا ترجمہ وتفسیر کیا ہے؟ اور ''من اناب الیّ'' سے کون لوگ مراد ہیں؟ اوران کی اتباع کا حکم کیوں دیا جارہا ہے؟ (جب کہ ان کی بنیاد صحیح عقائد پر نہیں ہے بقول آپ کے)

۱۲۹۔سوال نمبر ۵۴: قرآن مجید کی آیت کریمہ: ''اطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم'' اولی الامر منکم سے کون لوگ مراد ہیں؟

۱۳۰۔سوال نمبر ۵۵: ''ویتبع غیر سبیل المؤمنین'' (الایۃ) پوری آیت کریمہ کا ترجمہ کریں؟ اور بتائیں کہ جملہ مؤمنوں کے راستے کا خلاف کون لوگ کررہے ہیں؟ سنی دیوبندی یا اشاعتی؟

حسی حیات بہت بڑی نعمت خداوندی ہے

اس کے علاوہ یہ بھی سمجھ لیں کہ مولانا بندیالوی صاحب نہ جانے حضور اکرم ﷺ کے وجود مقدس کو کیا سمجھ کر مختلف انداز میں باربار گستاخیوں کا ارتکاب کررہے ہیں۔ مولانا! اللہ آپ کو عقل سلیم دے اور اپنے پیغمبر علیہ السلام سے سچی محبت وعقیدت دے اور زیغ قلبی وکج فہمی سے بچائے۔ ہرذی شعور کو اچھی طرح معلوم ہے کہ غیر حسّی حیات (یعنی مفلوج ومشلول اعضاء کی حیات) کے مقابلہ میں حسی حیات افضل اتم واکمل ہوتی ہے اور آپ باربار حسّی حیات کی تردید کررہے ہیں جو کہ درحقیقت بہت بڑی گستاخی رسول علیہ السلام ہے۔

۱۳۱۔سوال نمبر ۵۶: اگر غیر حسی حیات افضل ہے تو مریض جس کو فالج کی وجہ سے جسم کے کچھ حصہ میں حس ختم ہوجاتی ہے یا مشلول کہ جسم شل ہوجاتا ہے اور حس ختم ہوجاتی ہے تو بتائیں اس کے رشتہ دار ڈاکٹر حکیم کی طرف رجوع کیوں کرتے ہیں اور حس آجانے کی دعائیں کیوں مانگتے ہیں؟

۱۳۲۔سوال نمبر ۵۷: اگر امام الانبیاء علیہم السلام کی حیات غیر حسّی ہے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) تو فرمائیں مولانا بندیالوی صاحب کا کوئی مخلص مولانا مذکور کے متعلق غیر حسی حیات کی دعا کرسکتا ہے؟

۱۳۳۔سوال نمبر ۵۸: مقصود کائنات، امام الانبیاء، خاتم الانبیاء نبی الانبیاء سید الانبیاء امام الاوّلین والآخرین، شفیع المذنبین، رحمۃ اللعالمین، محبوب رب العالمین ﷺ کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ کیا غیر حسی حیات کا انتخاب کرسکتا ہے؟ کیا یہی اللہ کی کریمی ہے؟ کیا یہی اللہ کی عطاء ہے؟ کیا یہی اللہ کا انعام ہے؟ (کہ جس کے متعلق اللہ نے فرمایا کہ اے میرے حبیب دنیوی موت کے بعد میں آپ کو دنیوی حیات سے اعلیٰ حیات دوں گا)

۱۳۴۔سوال نمبر ۵۹: آخر وجہ کیا ہے کہ باوجود حسی حیات کے دینے کی قدرت کے۔ اللہ تعالیٰ نے پھر بھی اپنے محبوب کو غیر حسی حیات دی؟ (بقول آپ کے)

۱۳۵۔سوال نمبر ۶۰: کیا حسی حیات شرک ہے؟ اگر ہے تو کیسے اور کس طرح؟ اس کی تفصیل بیان کریں؟ یاد رکھیں اس وقت اشاعتیوں کی حیات بھی حسی ہے نہ کہ غیر حسی لہٰذا شرک کا فتویٰ سوچ سمجھ کر دینا۔

پرانے فتنوں کے مٹانے کے پروگرام کے ساتھ نت نئے فتنوں کو جنم دیتا ہوں

۱۳۶۔سوال نمبر۶۱: آپ کا خیال شریف کہ حضور علیہ السلام کو حیات ہے مگر حس نہیں کس آیت کریمہ سے ثابت ہے؟ کون سی حدیث ہے؟ کس مجتہد کا قول ہے؟ پیش کریں؟

جدید فرقہ اشاعتی کی اصلی حقیقت

برادران اہلسنت والجماعت! یہ ہیں جدید فرقہ اشاعتی کے مرکزی مبلغ علامہ بندیالوی صاحب کے خیالات جس کی دلدل میں وہ کوسوں صراط مستقیم سے دور بہت دور ہوتے جارہے ہیں نہ جانے کب وہ خیالات کی دنیا کو ترک کرکے عقائد حقہ عقائد اہلسنت والجماعت کو اپناتے ہوئے راہ راست پر آئیں گے اور یہ بھی سن لیں کہ خیالی پلاؤ کھا کر بطن کو خالی رکھنے والے یہ اکیلے نہیں بلکہ ان کے اور بھی ساتھی ہیں۔ مثلاً اسی جدید فرقہ کے دوسرے مبلغ علامہ احمد سعید خان لکڑ ہتوئی، چتروڑگڑھی اور ہر دو علامہ کے بزرگ حضرت مولانا محمد حسین صاحب نیلوی، یہ تینوں ہستیاں تعصب، غصہ اور بغض وعناد کی شدت میں اتنے بڑھے ہوئے ہیں کہ غصہ میں آکر ہمارے اکابر کو تو یقیناً بڑی بڑی بڑی گالیاں دینا اور مشرک کافر شیعہ تک کہہ دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، ساتھ ساتھ حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کو بھی معاف نہیں کرتے بلکہ جو خیال شریف میں آئے وہ کہہ دیتے ہیں بعد کو معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے بہت بڑی گستاخی یا کلمہ کفریہ کہہ دیا ہے۔ پھر نادم ہوکر اس بیان یا کتاب یا اپنی تحریر کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہمارا راز افشا نہ ہوجائے۔ مگر:

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے　　　اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دو گے

بندہ چند ایک حوالے پیش کرتا ہے آپ خود اندازہ لگالیں کہ اس جدید فرقہ اشاعتی کی اصلی حقیقت کیا ہے؟ ہمیں کس راستے پر چلانا چاہتے ہیں؟ کیا دعویٰ ہے اور کیا پیش کررہے ہیں؟ مثلاً:

(۱) انہی تینوں میں سے ایک (مولانا احمد سعید چتروڑوی مرتب۔ عتیق) نے دوران تقریر حضور علیہ السلام کا نام مبارک لے کر کہنا ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو بکواس نہ کرنا (معاذاللہ ثم معاذاللہ) یہی تقریر اس کے استاد حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے سنی تو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ظالم کہا اور اس کی تقریروں سے اپنے ساتھیوں کو روکا (بیان تلہ گنگ یہ کیسٹ ہمارے پاس دفتر بزم قاسمی میں موجود ہے)

۱۳۷۔سوال نمبر۶۲: ایسا شخص کافر ہے یا مسلمان؟ جس کے دل میں حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو وہ جواب دے۔

۱۳۸۔سوال نمبر۶۳: مذکورہ شخص کو حق پر جاننے والے اور تقریروں کے لئے بلانے والے اور اس کا احترام کرنے والے حضرات مسلمان ہیں یا کافر؟

۱۳۹۔سوال نمبر۶۴: یہ مذکورہ شخص کو تقریر کے لئے بلانے والے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ بالخصوص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برزخ میں راحت پہنچا رہے ہیں یا زبردست ایذا دے رہے ہیں؟

(۲) انہی میں سے ایک (مولانا عطاء اللہ بندیالوی مرتب، عتیق) نے یزید پلید کی شرافت اور حقانیت کو ثابت کرنے کی سعی نا تمام کی اور نواسہ رسول جگر گوشہ بتول حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت وشہادت کو داغدار کرنے کی سعی سیئہ کی ہے۔ (واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر مندرجہ پیش لفظ پہلا ایڈیشن، کتاب موجود ہے)

۱۴۰۔سوال نمبر۶۵: مذکورہ شخص سنی حنفی ہے یا کوئی یزیدی؟ جس کے دل میں حب اہل بیت رضی اللہ عنہم ہو وہ جواب دے۔

۱۴۱۔سوال نمبر ۶۶: سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مخالف یزید پلید کی حقانیت اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے موقف کی کمزور اور بزدلی پیش کرنے والوں پر حضور بالخصوص سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور جملہ اہل بیت رضی اللہ عنہم رسول راضی ہوں گے یا ناراض؟ شفاعت کریں گے یا نہیں؟

(ناظرین) اس تیرہ سو سال کے طویل زمانہ میں تمام سنی مسلمان اس پر متفق رہے کہ یزید پلید ایک ظالم، فاسق، فاجر شرابی شخص تھا اور انہی وجوہات کی بناء پر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین نے یزید پلید کی بیعت نہیں کی اور مدینہ منورہ میں جنہوں نے لاعلمی کی بناء پر بیعت کی تھی انہوں نے بھی بعد از شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ بیعت توڑ دی۔ یزید پلید چاہتا تھا کہ بیعت کرلیں مگر حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنا پیارا وطن مدینہ منورہ چھوڑ دیا مگر بیعت نہ کی۔ پھر مکہ مکرمہ بھی چھوڑ دیا مگر بیعت نہ کی پھر کربلا میں اپنا سارا خاندان قربان کر دیا۔ مگر بیعت نہ کی۔ پھر اپنی جان بھی قربان کردی۔ مگر فاسق فاجر اور اپنے نانا کے مقدس دین میں خرابی ڈالنے والے یزید پلید کو حق پر نہ کہا۔ اس وقت سے لے کر آج تک ہر سنی حسینی کی زبان پر اللہ تعالیٰ نے پیارے حسین رضی اللہ عنہ کے موقف کو جاری وساری کر دیا کہ یزید حق پر نہ تھا یزید حق پر نہ تھا۔ تاکہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی حقانیت نمایاں رہے اور ان کی عظمت ومنقبت شجاعت واستقامت صبر واستقلال اور شہادت کا ذکر خیر ہوتا رہے۔

(۳) انہی میں سے ایک (احمد سعید چتروڑی مرتب، عتیق) نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی نفی کرتے ہوئے کہا اے "نور من نور اللہ" یہ پتہ نہیں کہ "سور من سور اللہ" (نقل کفر کفر نباشد) اللہ تعالیٰ ایسے تصورات سے بھی ہم تمام سنی مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین! (بیان قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ، یہ کیسٹ بھی موجود ہے)

حالانکہ ہم سب دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو خصوصی نور عطاء ہوا ہے اس نور کا تمام نوری مل کر بھی مقابلہ نہیں کر سکتے بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سراجاً منیراً بنا کر بھیجا ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آفتاب نبوت وہدایت جب سے طلوع ہوا تو دوسرے نور روشنی کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ سب نور اس نور اعظم میں محو ومدغم ہو گئے۔　　(ملاحظہ تفسیر عثمانی ص ۵۴۹)

۱۴۲۔سوال نمبر ۶۷: بریلویوں نے "نور من نور اللہ" سے اللہ کا نور کس ہستی کو کہا اور جدید فرقہ اشاعتیوں کے علامہ نے "سور من سور اللہ" سے اللہ کا سور کس کو کہا؟ (یا اللہ اپنی ناراضگی سے ہم سب کو محفوظ فرما۔ آمین ثم آمین ثم آمین)

(۴) انہی میں سے ایک (مولانا محمد حسین نیلوی مرتب، عتیق) نے جمہور علماء کرام کے اجماعی مسائل کا رد کرتے ہوئے لکھا کہ ہم جمہور سے علیحدہ ہی اچھے ہیں ہم ایسے جمہور کے عاشق نہیں۔ یہ جمہور زنبور (ڈنگ مارنے والی پیلی بھڑ) کشف خوابیں جنگلیوں کا مذہب آپ ہی کو نصیب ہو۔　　(ندائے حق ص ۱۸۲ ایڈیشن اوّل)

یہ کتاب ہمارے پاس موجود ہے)

برادران اہلسنت والجماعت! جدید فرقہ اشاعتی والوں نے خود تسلیم کرلیا کہ ہمارا مسلک جمہور والا نہیں بلکہ علیحدہ ایک نیا مسلک ہے جو جمہور سے کلی طور پر جدا ہے اور یہ بھی تسلیم کرلیا کہ دیوبندیوں کا مسلک جمہور علماء کرام والا مسلک ہے جو یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام یافتہ جماعت ہے اور یہ ہی انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں اور انہی کے راستے پر چلنے کی اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی۔ جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: "صراط الذین انعمت

علیھم '' نیز اسی عبارت سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ جدید فرقہ اشاعتی والے جمہور علماء کرام سے محبت کرنے والے نہیں بلکہ ان کو زنبور، کشف خوابیں اور جنگلی کہہ کر ان کے مسلک کا رد کرنے والے شریف حضرات ہیں، اللہ ایسی شرافت سے ہم سب کو دور رکھے۔ آمین!

۱۴۳۔سوال نمبر ۶۸: آپ کا فرمان کہ ہم جمہور سے علیحدہ ہی اچھے ہیں تو وہ شریف مسلک (جو جمہور علماء سے جدا ہے) اس کا کیا نام ہے؟ جب تک آپ اپنا نام ظاہر نہیں کریں گے ہم مجبوراً فرقہ اشاعتی ہی کے نام سے یاد کریں گے۔

۱۴۴۔سوال نمبر ۶۹: آخر جب جمہور سے جدا ہیں تو پھر آپ نے اپنی مسجد ومدرسہ کے دروازے پر کیوں لکھوایا ہوا ہے۔ ''مسلک علماء دیوبند'' یہ دورنگی چال کیوں؟

۱۴۵۔سوال نمبر ۷۰: کیا علماء دیوبند جمہور کو زنبور کہتے ہیں؟ جنگلیوں کا مذہب کہتے ہیں؟ ہم جمہور سے علیحدہ ہی اچھے ہیں، ہمارے اکابر علماء دیوبند میں سے کسی نے یہ دعویٰ کیا ہے؟ اگر کیا ہے تو ثابت کریں اور انعام حاصل کریں اور اگر ایسا گندا دعویٰ نہیں کیا تو خدارا ان کو بدنام نہ کرو اور جو آپ نے عدالتوں میں ظاہر کیا ہوا ہے کہ ہمارا مسلک، مسلک اشاعۃ التوحید والسنۃ ہے۔ اسی کو مسجد ومدرسہ میں اور وفاق میں بھی ظاہر کریں۔ مگر وفاق المدارس کے الحاق کے لئے اور اپنی مسندوں کو چمکانے اور اپنی انا کو برقرار رکھنے کے لئے آپ اپنے اصلی مسلک، مسلک اشاعۃ التوحید والسنہ کو نمایاں نہیں کریں گے۔ دیوبندیوں کے اکابر جنہوں نے اپنا سب کچھ قربان کر کے جمہور فقہاء احناف کے مسلک حقہ کی حفاظت واشاعت کی ان کی انتھک محنتوں کو پسمار کرتے ہوئے اکابر کو جگہ جگہ بدنام کرتے رہیں گے۔ میں حیران ہوں پنجاب کے دیوبندیوں کے بڑے مراکز کے جملہ رؤسا محدثین وفقہاء کرام پر کہ وہ پنجاب کی اس گندگی سے باخبر کیوں نہیں؟ اور اگر ان کی گندگی سے باخبر ہیں تو اس گندگی کو دور کیوں نہیں کرتے اور اپنے اکابر کے متفقہ عقائد (جو کہ المہند میں محفوظ ہیں) اس کا سبقاً درس دے کر طلباء کی ذہن سازی کیوں نہیں کرتے اور وفاق کے اکابر کو اس سے آگاہ کیوں نہیں کرتے۔

(۵) انہی میں سے ایک (مولانا عطاء اللہ بندیالوی مرتب، عتیق) نے اکابر علماء دیوبند اور مفکرین اسلام جنہوں نے اپنی کتب میں یزید پلید کو فاسق فاجر لکھا ان کے متعلق اشاعتی علامہ صاحب اپنی کتاب '' واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر'' میں لکھا: ''' شیعہ پروپیگنڈے سے متاثر اہل سنت کا یہ عالم ہے کہ وہ آنکھیں بند کر کے یزید کے فسق وفجور پر ایمان رکھتے ہیں۔'' (ص ۸۵) اور آگے لکھا '' اور شیعوں نے اس سلسلہ میں ایسی ڈفلی بجائی ہے کہ اہلسنت علماء اور مفکرین اسلام لاشعوری طور پر رقص کرنے پر مجبور ہیں۔'' (ص ۸۶) اور آگے لکھا: '' پوری کائنات کے شیعوں کو اور ان اہلسنت (علماء) کو جن کے منہ میں شیعہ کی زبان حرکت کرتی ہے تو آج لوط بن یحییٰ کی روحانی اولاد اور عبداللہ بن سبا کے پیروکار یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ پر تبرّا کر کے اور گالیاں نکال دراصل حسین رضی اللہ عنہ کی دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔'' (واقعہ کربلاء اور اس کا پس منظر ص ۸۸ ایڈیشن اوّل)

اور اسی کتاب طبع دوم عرض مصنف کے اخیر میں لکھا کہ: '' آج ہر دو رکعت کا ملاں پیشہ ور واعظ منبر ومحراب کے لئے بدنما داغ خطیب سنی نما شیعہ قاضی یعنی (پیر طریقت حضرت قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ) ونعمانی کئی لال کالے شاہ اپنی تقریر وتحریر میں یزید کو کافر کبھی فاسق وفاجر...... الخ! اور اسی کے شروع میں لکھا ہم جانتے

ہیں کہ کچھ نیک دل علماء نے اپنی تحریروں میں یزید کی طرف فسق کی جو نسبت کی ہے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ تاریخ کی مستند اور صحیح کتب ان تک نہ پہنچ سکیں اور مدت کے شیعی پروپیگنڈے نے اپنا کام دکھایا۔ ان علماء نے تحقیق وجستجو کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ الخ!

برادران اہلسنت! مولانا صاحب کی کتاب کے چند ایک حوالے دیئے ہیں ان کو غور سے دیکھیں آپ پر ظاہر ہوگا کہ یزید کا فسق وفجور پیش کرنے والے علماء، علماء اہلسنت مفکرین اسلام اور نیک دل علماء کے ساتھ ساتھ لاشعوری طور پر رقص کرنے والے منہ میں شیعہ کی زبان خطیب سنی نما شیعہ نظر آئیں گے اور ان کے پاس تاریخ کی مستند اور صحیح کتب بھی نہیں تھیں اور بغیر تحقیق کے یزید کو فاسق فاجر کہا۔ ان نیک دل علماء میں سرفہرست حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (جنہوں اپنے مکتوب میں بہت سارے عقلی نقلی دلائل سے یزید کا فسق ثابت کیا اور حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر وارد ہونے والے جملہ اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے وہ مکتوب ہمارے پاس موجود ہے) اور حکیم الامت حضرت تھانوی، شیخ الاسلام حضرت مدنی، حضرت علامہ کشمیری، علامہ حافظ ابن کثیر، علامہ ملاعلی قاری حنفی، علامہ آلوسی حنفی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہم اللہ وغیرہ ہیں۔ (تفصیل معلوم کرنے لئے ملاحظہ ہو خارجی فتنہ حصہ دوم)

<u>۱۴۶۔ سوال نمبر ۷۱</u>: کیا واقعی ان مفکرین اسلام کے پاس تاریخ کی مستند اور صحیح کتب نہیں تھیں؟ اور انہوں نے بغیر تحقیق کے فتوٰی دیا ہے؟ جن کے دل میں حب جمہور علماء ہو، وہ جواب دیں۔

<u>۱۴۷۔ سوال نمبر ۷۲</u>: وہ مستند اور صحیح کتابیں کون سی ہیں جو جمہور تک نہیں پہنچ سکیں؟

<u>۱۴۸۔ سوال نمبر ۷۳</u>: نیز آپ کے پاس کوئی کون سی دلیل ہے کہ تاریخ کی مستند اور صحیح کتابیں مفکرین اسلام علماء اہلسنت اور نیک دل علماء کے پاس نہیں پہنچ سکیں اور ہمارے پاس پہنچ گئیں۔

(۶) انہی میں سے ایک (علامہ سعید احمد چتروڑی مرتب، عتیق) نے حضور علیہ السلام کے متعلق کہا کہ دیکھ میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم غلطیاں ہر ایک سے ہوجاتی ہیں۔ غلطیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہوجاتی ہے۔ (بیان قلعہ دیدار سنگھ، یہ کیسٹ موجود ہے)

<u>۱۴۹۔ سوال نمبر ۷۴</u>: کیا مذکورہ شخص سنی دیوبندی کہلانے کا حقدار ہے؟

(۷) انہی میں سے ایک (مولانا نیلوی) نے لکھا کہ صحابی رضی اللہ عنہ کا قول وفعل حجت نہیں۔ العیاذ باللہ! (ندائے حق ص ۲۳ ایڈیشن اوّل) یہ کتاب موجود ہے۔

(۸) انہی میں سے ایک (علامہ احمد سعید چتروڑی مرتب، عتیق) نے کہا وہ ہی عزیز ہے باقی سارے ذلیل، پھر کہا اس کے دروازے کے آگے نبی بھی ذلیل ہیں رسول بھی ذلیل، (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) (بیان قلعہ دیدار سنگھ، یہ کیسٹ موجود ہے)

<u>۱۵۰۔ سوال نمبر ۷۵</u>: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے۔ فرمائیں جب سارے ہی معاذ اللہ ذلیل ہیں تو اللہ نے عزت کس کو دی؟

<u>۱۵۱۔ سوال نمبر ۷۶</u>: یہ بھی فرمائیں کہ نبی رسول کی طرف ذلیل کی نسبت کرنا جائز ہے؟ اور جو باوجود علم کے نسبت کرے وہ شخص کون ہوتا ہے؟

برادران اہلسنت! دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے غضب سے ہم سب کو محفوظ رکھے، یقین جانیں جب اللہ کسی پر ناراض ہوتا ہے تو ایسے شخص پیدا کر دیتا ہے اور ان کے عقیدت مند بھی پیدا کر دیتا ہے۔ ''اللھم لا تجعلنا منھم''

(۹) انہی میں سے ایک (مولانا عطاء اللہ بندیالوی مرتب، عتیق) نے ریاض الجنۃ والی مقدس ومطہر اور ساری جنت سے اعلیٰ جنت کو مشرکوں کے قبرستان والی زمین کہہ کر اس کی عظمت اور رسول اکرم ﷺ کے جسم مبارک کی عظمت وطہارت کا انکار کرتے ہوئے زبردست توہین کا ارتکاب کیا ہے۔ (اس کی مکمل تفصیل بیان یکن جون استقلالی آباد رحمانیہ مسجد سرگودھا و بیان شجاع آباد دونوں کیسٹ بزم قاسمی سرگودھا دفتر میں موجود ہیں)

مولانا بندیالی صاحب کا اقرار جرم

برادران اہلسنت والجماعت! اسی مبلغ مولانا عطاء اللہ صاحب بندیالوی نے مؤرخہ یکم جون بروز ہفتہ بعد از نماز عشاء مدرسہ رحمانیہ استقلال آباد کالونی میں تقریر کرتے ہوئے حسب ذیل الفاظ میں اپنے جرم کا اقرار کرتے ہیں کہ میں نے شجاع آباد میں تقریر کرتے ہوئے پتہ نہیں کیا کہا۔ لوگوں نے کہا توبہ توبہ توبہ جی بندیالوی صاحب (یعنی بندیالوی صاحب) کہہ گئے ہیں بھئی نبی پاک ﷺ کی جو قبر منور ہے یہ جنت کا ٹکڑا ہی کوئی نہیں چلئے۔

مولانا! آپ کو پتہ نہیں مگر رسول ﷺ کے سچے عاشقوں کو پتہ ہے کہ آپ نے کیا کہا اور یاد رکھیں یہ جرم نا قابل معافی ہے اور یہ بھی سن لیں کہ یہی جرم آپ نے دس محرم الحرام مسجد بلاک نمبر ۱۸ میں بھی کیا ہے اور ہم نے اسی کیسٹ کا حوالہ دیا ہے نہ کہ شجاع آباد کا۔ باقی آپ کا ہماری مستورات پر حملہ کرنا یہ آپ جیسے شریف انسان کو ہی زیب دیتا ہے مگر مت بھولیں کہ مستورات تو آپ کے ہاں بھی ہیں اور فرشتے بھی آپ نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ذاتی عداوتوں اور ہر قسم کے شر سے مکمل محفوظ رکھے۔ (آمین ثم آمین)

باقی آپ کی طرف سے رقعہ کہ بلاک نمبر ۱ والے ذات پر آ گئے، استغفر اللہ! یہ سفید جھوٹ ہے۔ رسالہ آپ کے پاس ہے شروع سے لے کر آخر تک ہم نے مولانا بندیالوی صاحب کہہ کر پکارا ہے۔ رہا مسئلہ سوالات کا اور آپ کے مسئلے کی تردید کا وہ تو ہم پر فرض تھا جیسے آپ پر بھی فرض یعنی حق کی طرح رجوع کرنا ضروری ہے۔ ہم لکیر کے فقیر نہیں کہ جو آپ کہتے جائیں، آمین آمین کہتے جائیں۔

(۱۰) انہی میں سے ایک (علامہ احمد سعید چتروڑی مرتب، عتیق) نے کہا کہ جو کام اللہ کے رسول ﷺ نے کیا اس کا کرنا سنت اور جو کام نہیں کیا اس کا نہ کرنا سنت جو کام نہیں کیا اگر وہ کام کرے گا تو کافر اور جو کام محمد نے کیا اگر نہیں کرے گا تو پھر بھی کافر۔ (بیان حلہ گنگ، یہ کیسٹ دفتر بزم قاسمی سرگودھا میں موجود ہے) حالانکہ جو کام حضور علیہ السلام نے نہیں کئے اور امت کو منع بھی کیا اور سخت سے سخت سزا اور وعید شدید بھی بیان کی۔ ان ممنوع کاموں کے اختیار کرنے سے بھی مسلمان کافر نہیں ہوتا جیسے قتل، جھوٹ، فراڈ، چوری وغیرہ۔

<u>۱۵۲۔ سوال نمبر ۷۷</u>: کیا مولانا مذکور اور ان کے مخلصین اشاعتی حضرات حلف بالطلقات الثلاث یہ دعویٰ کر سکتے ہیں ہم نے ساری زندگی حضور علیہ السلام کے اختیار کردہ کاموں کو اختیار کیا ہے اور جو کام نہیں کئے ہم نے بھی نہیں کئے؟

<u>۱۵۳۔ سوال نمبر ۷۸</u>: کیا رمضان المبارک میں تین دن کے علاوہ بقیہ ایام میں نماز تراویح آپ بغیر جماعت کے ادا کرتے ہیں۔ اس لئے کہ چوتھے دن جماعت سے تراویح ادا کی نہیں، کافر ہوئے نہیں۔

(۱۱) انہی میں سے ایک (مولانا حسین نیلوی مرتب، عتیق) نے لکھا کہ پھر جو لوگ (یعنی جمہور علماء اہلسنت) انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات حسیہ حقیقیہ جسمانیہ عنصریہ کے مدعی ہیں ان کا فرض تھا کہ انبیاء کرام کو خصوصاً اپنے نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو قبر مبارک سے نکال لیتے اور آگے لکھا کیا ہی اچھا ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن ہی نہ کیا جاتا۔ العیاذ باللہ! (ندائے حق ج ا ص ۶۵ طبع اول، یہ کتاب ہمارے پاس موجود ہے) اللہ تعالیٰ ایسے تخیلات ونظریات سے ہم سب کو محفوظ رکھے۔ آمین!

برادران اہلسنت والجماعت: قبر منور میں حضور علیہ السلام کی حیات کے قائلین جمہور علماء حق علماء دیوبند پر فرضیت کا فتویٰ لگا رہے ہیں کہ ان پر فرض تھا کہ عالم برزخ سے یعنی قبر منور سے پھر عالم دنیا میں ظاہر کرتے اور آگے تمسخر واستہزاء کی انتہاء پیش کرتے ہوئے اس تمنا اور خواہش کا اظہار کیا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن ہی نہ کیا جاتا۔ یہ جمہور علماء اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ خود حضور پاک کی ذات بابرکات صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا استہزاء ہے جس کی کوئی حد نہیں۔ یا اللہ! ہم سب کو جمہور علماء اہل سنت والجماعت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل ادب کرنے والا بنا۔ آمین ثم آمین!

<u>۱۵۴۔ سوال نمبر ۹۷</u>: فرمائیں حضور علیہ السلام کو جمہور علماء نے دفن کیا یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے؟ کچھ تو سوچا کریں کہ ہم کیا لکھ رہے ہیں اور اس کی نسبت کس کی طرف جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ حق کی طرف رجوع کرنے اور توبہ کرنے کی توفیق دے۔ آمین!

(۱۲) انہی میں سے ایک (علامہ احمد سعید چتروڑی مرتب، عتیق) نے ہجرت میں تین دن حضور علیہ السلام اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غار ثور میں رہنا اس واقعہ کے متعلق کہا کہ ابتداء سے لے کر انتہاء تک سارا واقعہ جھوٹ ہی جھوٹ اور جنہوں نے یہ واقعہ لکھا ان میں ذرہ برابر بھی ایمان نہیں۔ معاذ اللہ! (بیان تلہ گنگ، یہ کیسٹ موجود ہے) حالانکہ یہ واقعہ قرآن پاک کے جمہور مفسرین کرام اور صحیح احادیث مبارکہ اور جمہور محدثین عظام نے لکھا ہے۔

(۱۳) انہی میں سے ایک (مولانا عطاء اللہ بندیالوی مرتب، عتیق) نے مدینہ منورہ میں رہنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم جنہوں نے یزید پلید کے فسق وفجور کو ظاہر کیا اس واقعہ کو اپنی کتاب میں لکھتے ہوئے ان مقدس حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین کرام کو شریر کہہ دیا (واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر ص ۳۷، ایڈیشن اوّل یہ کتاب موجود ہے) اور اس کی قدرے تفصیل اسی رسالہ کی تیسری یا چوتھی قسط میں آئے گی۔ ان شاء اللہ!

(۱۴) انہی میں سے ایک (علامہ سعید احمد چتروڑی، مرتب عتیق) نے اپنے بیان میں کہا کہ تمام خلفاء میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شان سب سے زیادہ ہے اور آگے کہا کہ خلافت ہم نے سر میں مارنی ہے اور آگے کہا کہ خلافت پر تو صرف یہ ہوتا ہے کہ حکومت کے امور چلانے ہیں نظام امور چلانا ہے تدبیر مرکز چلانا ہے یہ قوم کا ایک مسلی چلا سکتا ہے بابا چوڑھا بھی چلا سکتا ہے، کتانا بھی چلا سکتا ہے۔ (بیان زین پور میانی ضلع سرگودھا، یہ کیسٹ ہمارے پاس موجود ہے)

(۱۵) انہی میں سے ایک (مولانا حسین نیلوی مرتب، عتیق) نے حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر جرح کرتے ہوئے ان کو غیر معروف الفقہ والعدالۃ کہتے ہوئے دعویٰ کیا ہے کہ اس صحابی رسول رضی اللہ عنہ کی روایت "من صلّی علی عند قبری الحدیث" عموم قرآنی اور عام قاعدہ کے خلاف ہے۔ لہٰذا حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت مسترد کردی جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو: "پھر بیہقی کو بھی تمام لاکھ سے زائد صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے جن میں معروف بالاجتہاد والفقہ بھی تھے ایسی اہم اور ضروری حدیث جس کا انکار موجب فسق وضلال ہے صرف ایک صحابی رضی اللہ عنہ غیر معروف الفقہ والعدالۃ یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ملی، جس کی روایت عموم قرآنی اور عام قاعدہ کے خلاف ہو تو مسترد

کردی جاتی ہے۔'' (ندائے حق ج ۱ ص ۴۳۵ شائی برقی پریس لاہور، یہ کتاب ہمارے پاس موجود ہے)

برادران! اہل علم حضرات پر مخفی نہیں کہ عموم قرآنی کا خلاف اور ہے اور اجتہادی اختلاف اور اجتہادی اختلاف کرنے والا مجتہد ہر حال میں ناجی ہے اور عموم قرآنی کا خلاف کرنے والا (نہ کہ اختلاف کرنے والا) دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے۔

۱۵۵۔سوال نمبر ۸۰: جب سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فقہ میں بھی مشہور ومعروف نہیں اور عدالت میں بھی نہیں اور ساتھ ساتھ عموم قرآنی اور عام قاعدہ کا خلاف بھی کررہے ہیں تو فرمائیں حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کیا عقیدہ رکھنا چاہئے؟

(۱۶) انہی میں سے ایک (علامہ سعید احمد چتروڑی مرتب، عتیق) نے کہا کہ سنت یہ ہے کہ فرض جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کریں اور سنت اور نفل گھر میں ادا کریں اگر تم نے فرض گھر میں ادا کئے تو کافر ہو جاؤ گے اور اسی طرح اگر سنتیں اور نفل مسجد میں ادا کئے تو اللہ کی قسم کافر ہو جاؤ گے۔ (بیان قلعہ دیدار سنگھ، یہ کیسٹ دفتر بزم قاسمی میں موجود ہے) اللہ ایسے غلیظ فتوؤں سے ہم سب کو محفوظ رکھے۔ آمین!

۱۵۶۔سوال نمبر ۸۱: مسجد میں جماعت سے نماز ادا کرنے کے احکام کے بعد کیا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زندگی مسجد میں ہی نماز پڑھائی؟

۱۵۷۔سوال نمبر ۸۲: کیا حضور علیہ السلام نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہاد یا بوقت سفر میدانوں میں نماز نہیں پڑھائی؟ خدارا غلط فتوے دیتے ہوئے کچھ تو سوچا کریں کہ کہیں ہمارے غلطوڑ فتوؤں کی زد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ائمہ عظام اور جمہور علماء و اولیاء حضرات تو نہیں آگئے۔ (استغفر اللہ استغفر اللہ) یا اللہ ہم پر رحم ومغفرت فرما۔ آمین!

(۱۷) انہی میں سے ایک (مولانا عطاء اللہ بندیالوی مرتب، عتیق) نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ترجمانی کرنے والے صحابی رضی اللہ عنہ اور یزید پلید کی ترجمانی کرنے والے تابعی ان دونوں کے مناظرہ مباحثہ میں تابعی کا نام مع القاب پیش کرتے ہوئے اسی تابعی کو حق والا (فاتح) پیش کرتا ہے اور صحابی رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک حذف کرتے ہوئے اس کو حق کا مخالف اور شریر کہتا ہے۔ (اس کی تفصیل رسالہ فسق یزید ص ۸ شائع کردہ تحریک خدام اہلسنت بلاک نمبر ۱ سرگودھا میں موجود ہے)

۱۵۸۔سوال نمبر ۸۳: فرمائیں مدنی صحابی رضی اللہ عنہ کو شریر اور مخالف اور تابعی کو لائق فرزند وغیرہ ثابت کرکے صحابی رضی اللہ عنہ کا دفاع ہو رہا ہے یا تابعی کا اور یزید پلید کا؟

۱۵۹۔سوال نمبر ۸۴: یہ بھی فرمائیں کہ اشاعتیوں کی جماعت کا نام تحریک دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم صحیح تھا یا تحریک دفاع یزید؟

(۱۸) انہی میں سے ایک (علامہ احمد سعید چتروڑی مرتب، عتیق) نے کہا کہ اگر آپ لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے ہیں تو آپ تمام پر لعنت ہے اور پھر آپ کا مجھے تقریر کے لئے بلوانے پر بھی لعنت ہے (بیان ٹنگلے والی گوجرانولہ، نوٹ یہ کیسٹ دفتر تحفظ ناموس رسالت حبیب آباد یا کی والے میں موجود ہے) مطالبہ پر کیسٹ سنائی جاسکتی ہے۔

برادران اہلسنت والجماعت! ہم نے یہ پہلی سمجھدار لعنت دیکھی ہے کہ زکوٰۃ کو ترک کرنے والے مسلمان

حضرات تبلیغ دین اور راہِ حق پر چلانے کے لئے اشاعتیوں کے علامہ صاحب کو بلایا تھیں لعنت ان پر آئی نہیں، اللہ تعالیٰ ایسے یتیم العقل مفتیوں سے ہم سب کو بچائے اور ان کو بھی ہدایت عطاء فرمائے۔آمین!

(۱۹) شیخ الحدیث والتفسیر، سید المحققین، رأس الفقہاء، سرمایہ شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ، حضرت مولانا علامہ محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ نے جمعیت علماء اسلام کے مرکزی اجلاس ۱۳۸۲ھ بمطابق ۱۹۶۲ء میں سینکڑوں ذمہ دار علماء کرام کے طے شدہ فیصلے کے مطابق جب ایک جامع کتاب تسکین الصدور لکھی اور اس میں جمہور علماء کرام رحمہم اللہ کی معتبر کتب (یعنی جن کتابوں کا اعتبار کیا جاتا ہے) سے مسئلہ قبر، مسئلہ دعاء استغفار واستشفاع وغیرہ پیش کیا تو اس کے رد میں فرقہ اشاعتیوں کے بزرگ مولوی صاحب نے لکھا۔" ہم اب آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ جتنی کتابوں میں یہ مسئلہ قبر پر حضور ﷺ سے دعا استغفار استشفاع کا جو معتبر کتب میں لکھا جاچکا ہے وہ باغیوں کا لکھا ہوا ہے اور بس۔" (ندائے حق مولانا حسین نیلوی) (یہ کتاب موجود ہے)

۱۶۰۔سوال نمبر ۸۵: یہ تو آپ نے فرمادیا کہ وہ باغی ہیں اب یہ بھی ارشاد فرمادیں کہ وہ جمہور علماء دین کے باغی ہیں یا آپ کے ایجاد کردہ مسلک کے؟

۱۶۱۔سوال نمبر ۸۶: اگر یہ دین کے باغی ہیں (معاذ اللہ) تو موجودہ علماء کے پاس پیچھے کیا رہ گیا؟ کس کتاب کی طرف رجوع کریں؟

۱۶۲۔سوال نمبر ۸۷: فقہ کی کون سی کتاب ہے جس میں آپ کے مسلک کی مکمل ترجمانی پیش کی گئی ہو؟ مثلاً حضور ﷺ قبر مبارک میں زندہ نہیں۔قریب سے صلوٰۃ وسلام نہیں سنتے۔اس نیت سے مدینہ منورہ کا سفر کرنا جائز نہیں۔قبرستان میں السلام علیکم یا اھل القبور! کہنے سے مردے نہیں سنتے۔وسیلہ جائز نہیں، یہ شرکیہ عقائد ہیں۔ یزید پلید حق پر تھا اور حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پر ایک دن بھی پانی بند نہیں کیا گیا۔روضہ رسول ﷺ والی جگہ جنت نہیں بلکہ مشرکوں کا قبرستان تھا وغیرہ۔

۱۶۳۔سوال نمبر ۸۸: حدیث یا شروح حدیث میں سے کون سی کتاب ہے جس میں فرقہ اشاعتی کے ایجاد کردہ طریقے کی مکمل ترجمانی ہو؟ تاکہ وہ محدث آپ کے فتویٰ کے مطابق باغی نہ ہو۔

۱۶۴۔سوال نمبر ۸۹: تفسیر کی کتب میں کون سی کتاب ہے جس میں آپ کے مسلک کی مکمل ترجمانی ہو اور وہ باغی نہ ہو؟

۱۶۵۔سوال نمبر ۹۰: بغاوت کی تعریف کیا ہے؟ تاکہ باغی اور غیر باغی کا امتیاز ہو سکے۔

۱۶۶۔سوال نمبر ۹۱: آپ نے فقہاء ومحدثین کرام رحمہم اللہ کی کتب کو معتبر بھی کہا اور ان کے مصنفین حضرات علماء کرام کو باغی بھی فرمادیا، کیا باغیوں کی کتب کا اعتبار کیا جاتا ہے؟ آپ ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں۔

(۲۰) انہی میں سے ایک (علامہ سعید احمد چتروڑی مرتب، عتیق) نے آیت کریمہ: "ان الذین ینادونک من وراء الحجرات" (الایۃ) کے شانِ نزول میں مذکورہ قبیلہ بنو تمیم کے سردار سیدنا اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ اور ان کی معیت میں دربارِ نبوت میں حاضر ہونے والے اعرابی (دیہاتی) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو الو کے پٹھوں گدھوں اور جھری (جنگلی) بلیوں کے گھورنے سے تعبیر کیا ہے۔(نقل کفر کفر نباشد) بیان ۱۸ بلاک سرگودھا، یہ کیسٹ بھی موجود ہے۔

(۲۱) انہی میں سے ایک (مولانا عطاء اللہ بندیالوی مرتب، عتیق) نے دعویٰ کیا کہ شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کے

متعلق تمام واقعات اختلافات سے پر ہیں اور آگے لکھا کہ ان میں سے بعض سرے سے غلط، بعض مشکوک، بعض ضعیف، بعض مبالغہ آمیز اور بعض من گھڑت ہیں۔ (واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر ص ۲ طبع اول) یہ کتاب موجود ہے۔

برادران اہلسنت! مولانا بندیالوی صاحب شہادت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ والے تمام واقعہ کو غلط مشکوک ضعیف اور من گھڑت اس لئے کہہ رہے ہیں تاکہ اس عظیم واقعہ کی عظمت سنی مسلمانوں کے دلوں سے ختم ہو جائے کہ یہ واقعہ کچھ نہیں۔ سب شیعہ حضرات کی جھوٹی روایات ہیں اور بس اس کے سوا کچھ حقیقت نہیں اور یہ منطقیانہ حملہ اس لئے کر رہے ہیں تاکہ یزید پلید کی محبت سنی مسلمانوں کے دلوں میں آجائے۔ حالانکہ مولانا بندیالوی صاحب کا یہ دعویٰ بھی پہلے دعووں کی طرح غلط ہے۔ مولانا صاحب نے اسی کتاب میں جن کتب کا مشہور اور شہرۂ آفاق کہا اور ان کا اعتبار کیا ہے، انہی کتابوں میں صحیح روایات سے یزید کا فسق وفجور ثابت ہے اس کے علاوہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جمہور محدثین مفسرین اور اکابر علماء دیوبند کی کتب سے یزید کا فسق ثابت ہے تفصیل کے لئے "رسالہ فسق یزید اور خارجی فتنہ" کا مطالعہ کریں۔

۱۶۷۔ سوال نمبر ۹۲: بیعت یزید پلید کے لئے پہلی دفعہ قاصد جب مدینہ منورہ پہنچا اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات نے اس بیعت کا انکار کیا۔ فرمائیں ان جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کے انکار کی کیا وجہ تھی؟ جواب مع حوالہ پیش کریں اور کتاب بھی معتبر ہو جب کہ ہم کئی معتبر کتابوں سے ثابت کر چکے ہیں کہ انکار کی وجہ فقط فسق یزید تھی نہ کہ کرسی کا لالچ۔ باقی اگر آپ سوال کریں کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یزید کی بیعت کر لی تھی تو اس کا جواب آسان ہے کہ وہ حضرات بھی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرح فسق یزید پلید کے قائل تھے۔ مگر ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین کرام رحمۃ اللہ علیہ کا آپس میں اجتہادی اختلاف تھا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا اجتہاد یہ تھا کہ فاسق فاجر کی بیعت ناجائز ہے اور ان کے مدمقابل صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجتہاد تھا کہ ملکی حالات کو فتنوں سے بچانے کے لئے فاسق فاجر کی بیعت جائز ہے۔ ملاحظہ ہو تاریخ کی معتبرہ شہرہ آفاق کتاب (البدایۃ النہایۃ ج ۸ ص ۲۳۳) اور معتبر کتاب (مقدمہ ابن خلدون حصہ دوم ص ۳۰) اور عربی متن (ج اول ص ۲۱۲)

(۲۲) انہی میں سے ایک (مولانا محمد حسین نیلوی مرتب، محقق) نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حسب ذیل گالیاں دیں بلفظہ ملاحظہ ہو: ضعیف حدیث پھر عمل ایک جنگلی (یعنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ) کا جب صحابی رضی اللہ عنہ کا عمل حجت نہیں تو جنگلی کے عمل کا کیا مقام ہے۔" (ندائے حق ص ۳۰۴ طبع اول) اور آگے پھر اسی صحابی رضی اللہ عنہ پر حملہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اب عہد نبوت ختم ہونے کے بعد عہد خلافت راشدہ میں ایسے جنگلیوں کا عمل بغیر نکیر منقول ہونے کے بھی حجت نہیں تھا اور آگے پرھ حملہ... بلکہ ایک جاہل جنگلی کا قیاس ہے جو پرکاہ کے مقدار بھی وقعت نہیں رکھتا اور آگے اسی صحابی رضی اللہ عنہ پر پھر حملہ.... ابن تیمیہ وابن قیم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جیسے ذہن علماء اس علت کو نہ سمجھ سکے ہوں اور ایک جنگلی ان پڑھ جاہل اس علت کو بھانپ گیا ہو۔ (ندائے حق حصہ اول ص ۳۰۵، ۳۰۶ طبع اول) معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ اس انداز میں صحابہ کا دفاع کرنے سے ہم سنیوں کو بچائے۔ آمین!

۱۶۸۔ سوال نمبر ۹۳: کیا واقعی گالیاں دیتے ہوئے آپ کو علم نہیں تھا کہ جاہل، جنگلی اور ان پڑھ صحابی رضی اللہ عنہ کو کہہ رہے ہیں یا تابعی کو؟ جب کہ یہ بالاتفاق صحابی رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کا نام سیدنا بلال رضی اللہ عنہ ہے اور حدیث بھی بالکل صحیح ہے یعنی نہیں آتا تو اپنے پیرومرشد شیخ التفسیر حضرت مولانا حسین علی صاحب آف واں بھچراں کی مشہور

کتاب (تحریرات حدیث ص ۲۵۵) (جن کی حضرت نیلوی نے شرح بھی کی، فتح المغیث) میں ہے: ''وروی البیهقی وابن ابی شیبه ان بلال بن حارث جاء الی قبر النبی وقال یا رسول الله استسق لامتک فانهم هلکوا فاتاه رسول الله فی المنام واخبره انهم یسقون'' ترجمہ: فرقہ اشاعتی کے بزرگ حضرت مولانا حسین علی فرماتے ہیں کہ امام بیہقی اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی قبر مبارک پر آئے اور فرمایا رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے لئے بارش طلب فرمائیں کیونکہ وہ ہلاک ہو رہی ہے۔ حضور ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خواب میں ملے اور فرمایا بارش برسے گی۔

۱۶۹۔ سوال نمبر ۹۴: کیا صحابی رضی اللہ عنہ کو جاہل، ان پڑھ، جنگلی، شریر کہنا جائز ہے؟ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر جرح کر کے ان کی روایت کو مسترد کرنا جائز ہے۔

۱۷۰۔ سوال نمبر ۹۵: کیا صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں اور ان پر جرح کرنے سے شیعیت کو تقویت نہیں ہو رہی؟ منافقین نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بے وقوف کہا تو فوراً وحی نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے صحابی رضی اللہ عنہ کا دفاع کرتے ہوئے ان منافقوں کو بے وقوف کہا جیسا کہ پہلے پارہ دوسرا رکوع میں نص ہے۔

۱۷۱۔ سوال نمبر ۹۶: کیا صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دینے والے پر اللہ تعالیٰ راضی ہوگا یا ناراض؟ یہ حضرات دین پر ہیں یا دین سے دور؟

(۲۳) انہی میں سے ایک (مولانا عطاء اللہ بندیالوی مرتب عتیق) نے دعویٰ کہ حسینی قافلہ دس محرم الحرام کو کربلا میں پہنچا اور اسی دن شہید کر دیا اور پانی بند نہیں کیا گیا، تاکہ یزید پلید کا ظلم اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا صبر اور صبر کا اجر ظاہر نہ ہو۔ ملاحظہ ہو بلفظہٖ! ''ہم تاریخی حوالہ جات سے ثابت کر چکے ہیں کہ حسینی قافلہ دس محرم الحرام کو میدان کربلا پہنچا اور اسی دن عصر کے وقت کوفیوں نے یکبارگی حملہ کر کے کئی افراد کو شہید کر دیا۔'' اور آگے لکھتے ہیں ''کربلا سے متعلق جھوٹے واقعات میں سے ایک واقعہ کا تذکرہ بڑھ چڑھ کر بیان کیا جاتا ہے کہ یزید کی فوج نے حسینی قافلہ پر پورے دس دن پانی بند رکھا۔'' (واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر ص ۱۳۰ طبع اول)

برادران اہلسنت والجماعت! ہر وہ تاریخی حوالہ جس کو ہمارے اکابر نے قبول نہیں کیا ہم بھی قبول نہیں کریں گے تین دن آل رسول رضی اللہ عنہم پر پانی بند ہوا تھا اور دس محرم کو کربلا میں نہیں پہنچے اور نہ ہی یکبارگی حملہ ہوا تھا۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو خارجی فتنہ حصہ دوم بحث فسق یزید)

(۲۴) انہی میں سے ایک (علامہ سعید احمد چترو ڑی مرتب، عتیق) نے تقریر میں حسب ذیل تتلے والی ضلع گوجرانوالہ میں بیان کیا یہ کیسٹ موجود ہے۔ اللہ پاک فرماتے ہیں ''ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والهدی من بعد ما بیناه للناس فی الکتاب اولئک یلعنهم الله ویلعنهم اللعنون'' او بندے جن کو اللہ پاک نے کتاب دی ہے اور حکم دیا ہے کہ یہ کتاب لے جاؤ۔ گھر میں نہیں رکھنا چھپا کر اور غلاف کے اندر دبا کر نہیں رکھنی اور چوم چاٹ بغل میں دبا کر نہیں رکھنا کتاب کو۔ یہ میری کتاب ہے کتاب اللہ ہے اسے لے جاؤ او میرے پاک پیغمبر او میرے نیک بندے اسے لے جاؤ یہ تمہارے لئے نہیں اور تمہارے پاس محفوظ رکھنے کے لئے نہیں بلکہ کس کے لئے ہے۔ ''بینه للناس'' ہم جاہلوں اور دنیا کے ان پڑھ لوگوں کے لئے یہ آپ ﷺ کو دے رہے ہیں۔ تمہارے اپنے گزارے کے لئے نہیں بلکہ پبلک کے واسطے عوام کو پڑھ کر سنائے رکھنا اگر کوئی مسئلہ پوچھے تو سمجھا دینا ''یزکیهم

ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ''اس کتاب کے ساتھ ان پلیدوں کو بھی پاک کرنا ان پڑھ لوگوں کو پڑھا بھی دینا بے وقوفوں کو دانائی بھی سکھانا تاکہ آپ ﷺ کے پاس جس وقت بھی آئیں اور آپ ان کے پاس جس وقت جائیں جو کہ پہلے ان پڑھ تھے اب وہ اچھے خاصے پڑھے ہوئے بن جائیں اور جو پلیدیاں ان کو گناہ کی لگی ہوئی تھیں تاکہ وہ پاک ہو جائیں اور پہلے وہ بے وقوف اور پاگل تھے تو وہ حکیم اور دانا بن جاویں یہ کتاب آپ کو صحیفہ دیتے ہیں خیال کرنا اگر آپ ﷺ نے اپنے پاس چھپا کر رکھ لی اور آپ بھی زندہ بیٹھے رہے اور کتاب بھی ساتھ لے کر بیٹھے رہے اور آگے لوگوں کو پڑھ کر نہ سنائی تو سن لو یہ سزا ملے گی۔''اولئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللعنون ''میری بھی تجھ پر لعنت برسے گی (معاذ اللہ) اور میرے فرشتوں کی بھی لعنت برسے گی (معاذ اللہ) اور چودہ طبقوں کی کائنات کی لعنتیں بھی تمہارے اوپر گر پڑیں گی۔ (معاذ اللہ)

۱۷۲۔سوال نمبر ۹۷: کیا نام نہاد توحیدی کے نزدیک اس آیت کریمہ میں اور وارد شدہ تہدید و لعنت کا مصداق ذات نبوت ہے؟ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

۱۷۳۔سوال نمبر ۹۸: کیا اس آیت کریمہ میں مذکورہ شد اللہ پاک اور تمام کائنات کی لعنت جیسی وعید شدید کا اطلاق وانطباق امام الانبیاء پر کر کے کلام الٰہی کی معنوی تحریف اور توہین نبوت کا ارتکاب نہیں ہے؟

۱۷۴۔سوال نمبر ۹۹: کیا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اختصاص نبوت کے بعد اپنے محبوب ﷺ کو ان الفاظ سے خطاب فرمایا ہے؟

۱۷۵۔سوال نمبر ۱۰۰: کیا رحمت اللعالمین اور سید الانبیاء وخاتم النبیین ﷺ کی ختم نبوت ورحمت عالمیت کی شان اکمال ابلاغ کا یہی صلہ ہے؟

۱۷۶۔سوال نمبر ۱۰۱: کیا توحید کی اشاعت واہل قرآنی کا یہی طرۂ امتیاز ہے؟

۱۷۷۔سوال نمبر ۱۰۲: کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پاگل اور بے وقوف کہنے والا دائرہ اسلام میں داخل ہے؟

۱۷۸۔سوال نمبر ۱۰۳: کیا ایسے مغلظات کا قائل ''الا انھم ھم السفھاء'' کا مصداق نہیں ہے؟

۱۷۹۔سوال نمبر ۱۰۴: کیا اس آیت کریمہ کا شان نزول یہود ونصاریٰ ہیں یا کائنات کے لئے سرمایہ رحمت جناب محمد رسول اللہ ﷺ ہیں؟

برادران اہلسنت والجماعت! یہی تقریر ملحوظ رکھتے ہوئے ڈیرہ غازی خان کے علماء ومفتیان کرام نے اس اشاعتی علامہ پر کفر کا فتویٰ لگایا اور اشتہار بھی شائع کیا وہ اشتہار جب علامہ نے پڑھا تو پیڈ میں اس بیان کا انکار کیا کہ میں نے یہ الفاظ ہرگز نہیں کہے اور میرا ایمان ہے کہ جو بھی ایسے بیان کرے وہ کافر ہے بعد میں ڈیرہ غازی خان ہی کے مجاہد دیوبندی پٹھان مولوی احمد سید کگڑ ہٹوی کے پاس گئے اور اس کو اس کی اپنی تقریر سنائی تب شرمندہ ہوا اور پھر اپنے ہی پیڈ پر اس کفر کا اقرار کیا کہ مجھ سے لاشعوری میں یہ غلطی ہوئی ہے۔ انکار نامہ اور اقرار نامہ کفر کے فتویٰ کا اشتہار اور کیسٹ موجود ہے۔

(۲۵) انہی میں سے ایک (مولانا عطاء اللہ بندیالوی مرتب، حقیق) نے تقریر میں کہا کہ بندیالوی کہتا ہے حسن نبی ﷺ کو بیان کرنا سیرت نہیں اور آگے فرمایا دانت کتنے خوبصورت تھے اس کے بیان کرنے کا نام سیرت نہیں ہے ولادت کے بیان کرنے کا نام سیرت نہیں ہے۔ مائی حلیمہ کے گھر دودھ پینا اس کے بیان کرنے کا نام سیرت نہیں ہے،

یہ نہیں ہے میرے نبی کی سیرت۔ (بیان جمعہ معاویہ مسجد سرگودہا، یہ کیسٹ بھی موجود ہے) حالانکہ مولانا بندیالوی صاحب کے سابقہ دعوؤں کی طرح یہ دعویٰ بھی غلط ہے۔ ہمارے پیغمبر علیہ السلام کا ہر واقعہ ہمارے پیغمبر علیہ السلام کی سیرت طیبہ میں شامل ہے۔ سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر جملہ کتابیں اس کا زندہ ثبوت ہیں۔ "الم یجدک یتیماً فاوی" اس کی دلیل ہے "ووجدک ضالاً فھدی"، اس کی دلیل ہے "الم نشرح لک صدرک" اس کی دلیل ہے، "ووضعنا عنک وزرک" اس کی دلیل ہے، "ووجدک عائلاً فاغنی" اس کی دلیل وغیرہ وغیرہ۔

۱۸۰۔ سوال نمبر ۱۰۵: چالیس سال کی عمر مبارک کے بعد جب اعلان نبوت کا وقت آیا اور سب سے پہلے حضور علیہ السلام نے قریشیوں کے سامنے اپنا چالیس سالہ دور مبارک پیش کیا کہ بتاؤ اس میں تم نے مجھے کیسے پایا؟ اگر یہ سیرت طیبہ نہیں تو حضور ﷺ نے اس سیرت کو بطور دلیل کے کیوں پیش کیا؟

آخری گزارش! باقی اگر کوئی مماتی اشاعتی ہم پر سوال کرے کہ بندیالوی گروپ نے تو ککڑ ہٹوی گروپ کو نکال دیا ہے تو جواب آسان ہے کہ ہمیں صحیح علم نہیں کہ انہوں نے ان کو نکالا ہے یا انہوں نے ان کو نکالا ہے دونوں کا برابر دعویٰ ہے کہ ہم اصلی اشاعتی ہیں۔

ان دونوں میں اصل اور نقل کا ہمیں علم نہیں ہے ویسے بھی ہمارے پاکستان میں ملاوٹ کا زور ہے نقل مطابق اصل بنا کر پیش کی جاتی ہے۔

اور اس کالم میں ہمارے مخاطب فقط اشاعتی ہیں تا کہ سنی مسلمان اشاعتیوں کا دونوں گروہوں کے تخلیات ونظریات سے باخبر ہو جائیں۔ نیز باقی نمبر ۴، ۱۱، ۱۵، ۱۹، ۲۲ کے ملفوظات علیا ولغویات عجیبہ کے قائل حضرت مولانا محمد حسین صاحب نیلوی ہیں اور نمبر ۱، ۳، ۶، ۸، ۱۰، ۱۲، ۱۴، ۱۶، ۱۸، ۲۰، ۲۴ کے خرافات رذیلہ کے قائل فرقہ اشاعتی کے بے لگام علامہ احمد سعید خان بلوچ ککڑ ہٹوی چتروڑ گڑھی ہیں اور نمبر ۲، ۵، ۹، ۱۳، ۱۷، ۲۱، ۲۳، ۲۵ کے تخیلات ونظریات کے قائل مولانا محمد عطاء اللہ صاحب بندیالوی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی ذہن میں رہے کہ مولانا عطاء اللہ صاحب بندیالوی کے تخیلات ابھی کثیر تعداد میں موجود ہیں جن کی کچھ جھلک ان شاء اللہ تیسری قسط میں بہت جلد منظر عام پر آرہی ہے۔　　　وما علینا الا البلاغ المبین!

آخر میں بندہ ناچیز کی طرف سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب سنی مسلمانوں کو اپنے اکابر علماء دیوبند کی جملہ تحقیقات قبول کرنے اور ان پر مکمل اعتماد کرنے اور انہی انعام یافتہ علماء کرام کے راستے پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی وآلہ واصحابہ اجمعین!

خادم اہل سنت
محمد عاصم حنفی
مدرس سراج العلوم مرکزی جامع مسجد بلاک نمبر ۱ سرگودھا
خادم تحریک خدام اہلسنت، سرگودھا
یکم رجمادی الثانی ۱۴۲۳ھ بروز اتوار

۳۰

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَآءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

جدید فرقہ اشاعتی کے
تخیّلات ونظریات
اور
۱۲۵ سوالات
کل تعداد
۳۰۵ سوالات

ازافادات:

محقق العصر، استاذ العلماء

حضرت مولانا صاحبزادہ مفتی عبدالمعید رحمۃ اللہ علیہ

مرتب:

جناب قاری محمد عاصم حنفی

یا اللہ مدد

خلافت راشدہ
حق چار یار رض

مسلک اکابر علماء دیوبند
زندہ باد

روضہ رسول ﷺ کے متعلق
جدید فرقہ اشاعتی کے

تخیلات و نظریات

اور

تیسری قسط

125 سوالات

کُل تعداد

305 سوالات

مصدقہ

قائد دیوبندیت
شیخ طریقت، رہبر شریعت
مجدد دوراں شیخ المشائخ
حضرت مولانا خواجہ خان محمد
امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان خانقاہ سراجیہ

مرتبہ

قاری محمد عاصم حنفی
صدر بزم قاسمی سرگودھا

از افادات

محقق العصر استاذ العلماء
حضرت مولانا صاحبزادہ مفتی عبدالمعید صاحب مدظلہ
خطیب مرکزی جامع مسجد بلاک نمبر 1 سرگودھا

شائع کردہ: تحریک خدام اہل سنت والجماعت بزم قاسمی سرگودھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفِ چند)

حضرت مولانا صاحبزادہ مفتی عبدالمعید رحمۃ اللہ علیہ سرگودہا

وفات: ۱۵/ستمبر ۲۰۱۵ء

آپ نے ''جدید فرقہ اشاعتی کے تخیلات ونظریات'' تیسرا حصہ شائع کیا جس میں اشاعۃ التوحید والسنہ کے حضرات سے مزید ۱۲۵ سوالات کیے۔ پہلے دو حصوں میں شامل ایک ۱۸۰ سولات کے ساتھ کل سوالات کی تعداد ۵۰۳ ہوگئی۔ اس رسالہ کو بھی اس مجموعہ میں شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

قارئین کرام! اس سے قبل رسالہ تخیلات ونظریات کی دو قسطوں کا مطالعہ آپ نے کر لیا ہوگا، اب بحمد للہ تیسری قسط آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ پہلی دو قسطوں میں نمایاں بات جو قابل ذکر ہے وہ یہ کہ ان میں مولانا بندیالوی صاحب کے رسالہ حیات النبی کے ٹائیٹل سے لے کر (ص ۳) تک کے تقریباً ہر ہر جملے پر حضرت استاذ المکرم نے بڑی سخت گرفت کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ تا حال مولانا مذکور کے رسالے کا (ص ۳) تک کوئی جملہ بھی صحیح نہیں ہے۔ بعض تو صرفی ونحوی قواعد ہی کے خلاف ہیں اور بعض ایسے مہمل ومجمل ہیں کہ جن سے ان کا مدعا ہی ثابت نہیں ہوتا اور بعض جملے ایسے ہیں کہ جن کو مولانا بندیالوی صاحب نے بڑے جوش وخروش سے لکھ کر اپنے مدعا کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

مگر جب ہم نے حقیقت سے پردہ چاک کیا تو وہ جملے بھی بندیالوی صاحب کے لئے وبال جان بن گئے۔ نیز! دوسری نمایاں بات جو قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے ہر جملے کی گرفت کے بعد سوالات بھی پیش کئے ہیں کہ ان کے جوابات اہل علم حضرات سے لے کر اکھٹے کریں اور لکھیں۔ پھر تمام جوابات کا بغور مطالعہ کریں تو مولانا بندیالوی صاحب کی جعل سازی وجہالت اور ہماری گرفت وصداقت سورج کی روشنی سے بھی نمایاں نظر آئے گی۔

تیسری قسط میں بھی اسی انداز کو ملحوظ رکھا گیا ہے، پہلی دو قسطوں میں آپ نے ایک سو اسی ۱۸۰ سوالات ملاحظہ کئے ہیں۔ اب تیسری قسط میں ایک سو پچیس ۱۲۵ سوالات کا مزید اور اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اب سوالات کی کل تعداد تین سو پانچ ۳۰۵ ہو چکی ہے۔ یہ سب اللہ رب العزت کا فضل وکرم اور حضور خاتم النبیین ﷺ کی حیات طیبہ کی صداقت اور اکابر علماء دیوبند کے نقش قدم پر چلنے کی برکت کا نتیجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم!

(قاری) محمد عاصم حنفی

خادم بزم قاسمی بلاک نمبر ۱ سرگودھا

۱۷ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ

تصدیق

امام الاولیاء، رأس الاتقیاء، اسوة الاصفیاء، سید الفضلاء، فخر العلماء، زینت الفقہاء، صفوة الصلحاء، سند الابرار، بقیۃ السلف، قدوة الخلف، وحید العصر، قطب وقت، شیخ المشائخ، خواجہ خواجگان

حضرت مولانا الحاج خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ وامیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

حامداً ومصلیاً ومسلماً امابعد!

اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں بجسدہ زندہ ہیں اور یہ عقیدہ مسلمانوں کا تواتراً چلا آرہا ہے۔

ہمارے اکابر علمائے دیوبند نے بھی اس مسئلہ میں شرح وبسط کے ساتھ تصانیف کی ہیں۔

صاحبزادہ مفتی عبدالمعید کا اس موضوع پر یہ رسالہ بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو مسلمانوں کے لئے مفید اور ذریعہ نجات بنائے۔ آمین!

فقیر خان محمد عفی عنہ، خانقاہ سراجیہ

۱۶/ربیع الاول ۱۴۲۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

عبارت بندیالوی: ''امام الانبیاء پر جب نزع کا عالم طاری ہوا تو اس وقت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جھولی میں آپ کا سر مبارک تھا کہ جبریل امین ملک الموت کے ہمراہ حاضر ہوئے۔ جبریل امین نے عرض کی ''ان اللہ قد اشتاق الی لقائک'' یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ تو آپ کی ملاقات کے مشتاق ہیں۔ آپ نے اپنا ہاتھ چھت کی طرف بلند فرمایا اور بار بار یہ فرمایا ''اللھم الرفیق الاعلی'' میرے اللہ میں رفیق اعلیٰ میں آنا چاہتا ہوں۔'' (رسالہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۴)

ناظرین! مولانا بندیالوی صاحب نے مذکورہ حدیث شروع کرنے سے قبل نزع کا عالم الخ والا جملہ لکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی بڑی توہین کی کہ اگر لفظ عالم اور نزع کا معنی سنی مسلمانوں پر واضح ہوجائے تو حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم رکھنے والے سنی دیوبندی حضرات توبہ توبہ کراٹھیں۔ عالم کا معنی ہے جہاں اور نزع کا معنی ہے جڑ سے اکھیڑنا یا معزول کرنا۔ اب ان دونوں معنوں میں سے جو معنی بھی لیا جائے تو ظاہر یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے آخری اور محبوب ترین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیاوی جہان سے عالم برزخ کی طرف منتقل کرنے کے لئے معزول کرنے کا یا جڑ سے اکھیڑنے کا پورا جہان طاری کردیا۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بہت بڑی گستاخی ہے جس کا ہم تصور بھی نہیں کرسکتے۔ اصل میں عبارت یوں ہونی تھی کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر جب نزع کی حالت طاری ہوئی۔

باقی اس حدیث پاک سے مولانا بندیالوی صاحب یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ قبر مبارک میں بجسدہ زندہ نہیں ہیں۔ کیونکہ حضور ﷺ کا اپنے ہاتھ مبارک سے چھت کی طرف اشارہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ بعد از وفات دنیا اوپر اعلیٰ علیین میں ہیں نہ کہ قبر منور میں اس پر چند سوالات وارد ہوتے ہیں۔

(سابقہ ۱۸۰ سوالات جن میں سے ایک کا بھی جواب نہیں آیا لہٰذا ان کو بھی قائم رکھا جاتا ہے۔ حنفی)

۱۸۱۔سوال نمبر ۱: کیا مذکورہ حدیث شریف میں اس بات کی صراحت ہے کہ حضور ﷺ قبر مبارک میں بجسدہ زندہ نہیں ہیں؟

۱۸۲۔سوال نمبر ۲: حضور ﷺ کا بار بار چھت کی طرف اشارہ کرنا (یعنی بلندی کی طرف اشارہ کرنا) کیا اس بات کی دلیل ہے کہ عالم برزخ میں حضور ﷺ کی روح مبارک قیامت کی صبح تک جسم مبارک سے انقطاع میں ہی رہے گی؟ (جب کہ آپ کی پیش کردہ حدیث میں اس کی قطعاً صراحت نہیں ہے) جواب میں پہلے کسی شارح حدیث کا حوالہ دیں جس نے یہ شرح مراد لی ہو۔

۱۸۳۔سوال نمبر ۳: اگر روح مبارک اعلیٰ علیین میں ہو اور جسم مبارک سے اس کا تعلق بھی قائم رہے تو کیا اس خصوصی تعلق سے حضور ﷺ کی جسمانی حیات ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

۱۸۴۔سوال نمبر ۴: کیا حضور ﷺ کا چھت کی طرف (بلندی کی طرف) اشارہ کرنے کا یہ مطلب ہے کہ قیامت تک میرا جسم بے حس و بے جان رہے گا؟ (معاذ اللہ) جو کہ تمہارا مقصد ہے۔ مذکورہ حدیث سے یہ مقصد کیسے اور کس طرح حاصل ہو رہا ہے۔ اس کی وضاحت کریں؟

۱۸۵۔سوال نمبر ۵: کیا اس حدیث پاک کا یہ مطلب نہیں کہ اب میں مزید رفعت (بلندی) کی طرف جانا چاہتا ہوں اور اپنے رب کریم کا مزید خصوصی قرب حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

۱۸۶۔سوال نمبر ۶: حضور ﷺ کی رفعت اور اللہ کا قرب کس عالم میں زیادہ ہے؟ دنیا میں یا عالم قبر (برزخ) میں؟

۱۸۷۔سوال نمبر ۷: مطلقاً جنت (اگرچہ فقط برزخی جہان کے لئے اور حضور ﷺ کے جسم مبارک کے اکرام کے لئے عارضی طور پر زمین پر نازل کی گئی ہے) میں بلندی کی صفت ہے یا پستی کی؟

۱۸۸۔سوال نمبر ۸: جہنم میں بلندی کی صفت ہے یا پستی کی؟

۱۸۹۔سوال نمبر ۹: آپ ﷺ کی قبر مبارک کا جنت ہونا اہلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے اور بلا ریب یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے تو کیا اس نعمت کے حصول کے لئے اور اس جنت کے دخول کے لئے اشارہ نیچے مناسب تھا یا اوپر؟ (جب کہ فقط نیچے اشارہ پستی کی علامت ہے) تدبر!

۱۹۰۔سوال نمبر ۱۰: اللہ کے خصوصی قرب کے لئے بھی اشارہ نیچے مناسب تھا یا اوپر؟ آپ کی عقل سلیم کیا کہتی ہے؟

۱۹۱۔سوال نمبر ۱۱: تمہارا اصول کیا کہتا ہے کہ حضور ﷺ اس وقت جسم کے دخول جنت کو ملحوظ رکھتے یا اللہ کے خصوصی قرب کے حصول پر اوپر متوجہ ہوتے؟ (جیسا کہ "قد نری تقلب وجھک" سے معلوم ہوتا ہے) باقی جبرئیل امین کا عرض کرنا "ان اللہ قد اشتاق الی لقائک" کہ اللہ تو آپ ﷺ کی ملاقات کے مشتاق ہیں۔ اس

فرمان سے یہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ تو حضور ﷺ کی فقط روح مبارک کی ملاقات کے مشتاق تھے نہ کہ روح مع الجسد۔ اس پر حسب ذیل سوالات پھر ابھرتے ہیں۔

۱۹۲۔سوال نمبر ۱۲: انی لقائک میں کاف ضمیر خطاب کس کی طرف ہے روح کی طرف یا روح مع الجسد دونوں کی طرف؟

۱۹۳۔سوال نمبر ۱۳: سیدنا جبرئیل علیہ السلام نے جب عرض کی تھی تو کیا اس وقت مخاطب حضور ﷺ کی روح مبارک تھی یا آپ ﷺ روح مع الجسد مخاطب تھے؟

۱۹۴۔سوال نمبر ۱۴: اگر روح مع الجسد تھے تو فرمائیں یہ حدیث آپ کی دلیل ہے یا ہماری؟ یعنی حضور ﷺ روح مع الجسد دونوں جنت میں (یعنی بلندی میں) اللہ کے قرب سے نوازے گئے ہیں یا نہیں؟

۱۹۵۔سوال نمبر ۱۵: یہ بھی فرمائیں کہ اس ملاقات سے کامل ملاقات مراد تھی یا ناقص؟

۱۹۶۔سوال نمبر ۱۶: اگر کامل ملاقات مراد تھی تو بتائیں کہ کامل ملاقات فقط روح سے ہوتی ہے یا روح مع الجسد سے؟

۱۹۷۔سوال نمبر ۱۷: نیز یہ بھی بتائیں کہ اس ملاقات سے کیا مراد ہے؟ اللہ کا خصوصی قرب یا ہماری دنیاوی ملاقات کی طرح کوئی حسی ملاقات؟

۱۹۸۔سوال نمبر ۱۸: اگر ملاقات سے اللہ کا قرب مراد ہے تو بتائیں عالم دنیا میں اللہ کا قرب حضور ﷺ کی فقط روح مبارک کو تھا یا روح مع الجسد دونوں کو؟

۱۹۹۔سوال نمبر ۱۹: یہ بھی فرمائیں کہ عالم آخرت (قیامت کبریٰ) میں یہی قرب فقط روح مبارک کو ملے گا یا روح مع الجسد دونوں کو؟

اگر آپ کے نزدیک دونوں کو قرب ملے گا اور اسی طرح دنیا میں بھی روح مع الجسد دونوں کو اللہ کا قرب ملا تھا تو آپ کی اختراعی تحقیق پر تعجب ہے کہ دنیا و آخرت میں تو اللہ تبارک وتعالیٰ حضور ﷺ کی روح مبارک اور جسم مبارک دونوں کو اپنے قرب سے نوازے اور جس عالم میں (یعنی عالم برزخ میں) اللہ اپنے خصوصی قرب کی خواہش کا اظہار کرے اس میں فقط روح مبارک کو اپنے قرب سے نوازے اور جسم مبارک کو محروم کردے۔ سبحان اللہ! یا عجب تحقیق انیق دقیق بے تحقیق ہے۔

۲۰۰۔سوال نمبر ۲۰: کیا اللہ کی یہی خواہش تھی کہ اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کے محبوب جسم مبارک کو برزخ والے جہان میں اپنے قرب (شرف ملاقات) سے محروم رکھا جائے؟ فرمائیں محب رسول ﷺ کی عقل سلیم اس کے متعلق کیا کہتی ہے؟

۲۰۱۔سوال نمبر ۲۱: جب اعلیٰ علیین جنت ہے اور ہمارے نزدیک حضور ﷺ کی قبر مبارک بھی جنت بلکہ ساری جنت سے اعلیٰ وافضل ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ ہر جگہ موجود بھی ہے تو فرمائیں کیا اس پردے والے جہان میں اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کی جسم مع الروح ملاقات نہیں کرسکتا؟ (یعنی اپنے خصوصی قرب سے نہیں نواز سکتا) اس میں کون سا شرک ہے اور کون سی رکاوٹ؟ ارشاد فرمائیں۔

۲۰۲۔سوال نمبر ۲۲: اگر کوئی آپ کی ملاقات کی تمنا کا اظہار کرتے ہوئے وعدہ کرے کہ میں مولانا بندیالوی صاحب کی ملاقات کروں گا بعد میں آپ کے مثالی نقلی جسم کو پیش کیا جائے اور اس کی وہ زیارت بھی کرلے تو

فرمائیں۔اس سے ایفائے عہد ہو جائے گا یا آپ کے اصلی دنیوی حقیقی جسم کی ملاقات کا اشتیاق اور زیادہ بڑھ جائے گا۔

ام المؤمنین کے فرمان کی روشنی میں حضور ﷺ کے جسم مبارک اور روح مبارک کا جنت میں ہونا

عبارت بندیالوی: ''ام المؤمنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے بارہا حالت صحت میں آپ ﷺ سے سن رکھا تھا کہ کسی نبی کی روح اس وقت تک قبض نہیں کی جاتی جب تک کہ اسے اس کا مقام جنت میں نہ دکھلا دیا جائے اور ہر نبی کو اختیار دیا جاتا ہے کہ دنیوی اور اخروی زندگی میں سے جس کو چاہے پسند کرلے۔جس وقت آپ ﷺ نے انگلی چھت کی طرف اٹھا کر ''اللھم الرفیق الاعلی'' کے کلمات ادا فرمائے تو میں سمجھ گئی کہ اب نبی اکرم ﷺ ہمارے درمیان (یعنی دنیا میں) رہنا نہیں چاہتے بلکہ آپ ﷺ نے قرب الٰہی اور اخروی زندگی کو پسند فرمالیا ہے۔'' (رسالہ حیات النبی ص ۴)

برادران اہلسنت والجماعۃ! اکابر علماء اہلسنت والجماعت سے عقیدہ حیات انبیاء دو طرح سے ثابت ہے۔بعض کہتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کی روح مبارک اعلیٰ علیین میں ہے اور وہ جنت ہے اور وہی اس کا مقام ہے اور جسم مبارک قبر منور میں ہے اور وہ بھی اہلسنت کے ہاں بالاتفاق جنت ہے اور وہی جسم اطہر کا مقام ہے اور روح مبارک کا اپنے اصلی جسم کے ساتھ خصوصی تعلق قائم ہے اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کی روح کا اصلی مقام آپ ﷺ کا جسم مبارک ہی ہے۔ لہٰذا عالم برزخ میں بھی روح مبارک اپنے اصلی جسم اطہر میں موجود ہے۔جیسے دنیا میں تھی اور مولانا بندیالوی صاحب یعنی مماتیوں کا دعویٰ یہ ہے کہ روح مبارک اعلیٰ علیین میں ہے اور وہ جنت ہے اور جسم مبارک قبر میں ہے اور وہ مشرکوں کا قبرستان ہے اور روح کا جسم کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق قائم نہیں ہے اور مولانا بندیالوی صاحب کی پیش کردہ حدیث میں مطلقاً جنت دکھائے جانے کا ذکر ہے اور جنت کے مقام کا ذکر ہے جو اہلسنت والجماعت کے کسی قول کے بھی مخالف نہیں ہے بلکہ اہلسنت کے دعویٰ کو ثابت کررہی ہے (یعنی حضور ﷺ عالم برزخ میں جنت میں ہیں اور جنت ہی آپ ﷺ کا مقام ہے) اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ حدیث قطعاً مماتیوں کی دلیل نہیں بن سکتی جب تک یہ ان کے مدعا کو ثابت نہ کرے۔

یعنی نمبر ۱ روح مبارک کا جسم سے تعلق کا منقطع ہونا۔نمبر ۲ روح مبارک کا جنت میں ہونا اور جسم مبارک کا مشرکوں کے قبرستان میں ہونا۔نمبر ۳ آپ ﷺ کے جسم مبارک کا قبر منور میں بے حس و بے جان ہونا۔ام المؤمنین کا دوسرا فرمان کہ نبی کو اختیار دیا جاتا ہے دنیاوی زندگی کو پسند کرے یا اخروی زندگی کو۔حضور ﷺ نے جب دنیاوی موت کو قبول کرلیا تو اس سے ظاہر ہوگیا کہ حضور ﷺ نے دنیاوی زندگی کو پسند نہیں کیا بلکہ اخروی زندگی کو یعنی برزخی زندگی کو پسند کرلیا ہے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے۔باقی رہا حضور ﷺ کا انگلی مبارک چھت کی طرف کرنا اور قرب الٰہی کو پسند کرنا تو اس کا جواب مع چند سوالات بندہ اس سے قبل پیش کرچکا ہے۔ام المؤمنین کے فرمان کی تشریح کے بعد ملاحظہ ہوں۔چند مزید سوالات:

۲۰۳۔سوال نمبر ۲۳: ام المؤمنین کی حدیث میں مطلقاً جنت دکھانے کا ذکر ہے اور اس مقام کا ذکر ہے جس میں آپ ﷺ نے جانا ہے اور اشاعتیوں مماتیوں کا دعویٰ ہے کہ فقط اعلیٰ علیین والی جنت دکھائی گئی (کہ بعد از وفات وہیں پرواز ہوئی) جب کہ اعلیٰ علیین کا یہاں ذکر تک نہیں اشاعتیوں کے پاس کون سی قطعی دلیل ہے کہ یہاں فقط اعلیٰ علیین مراد ہے نہ کہ قبر منور؟ جب کہ دونوں جنت ہیں۔

۲۰۴۔سوال نمبر ۲۴: مرض الوفات میں جب سیدنا جبرئیل علیہ السلام ملک الموت کے ہمراہ حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو بتائیں کہ حضور ﷺ اس وقت اپنے حجرہ (یعنی حجرہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) میں تھے یا کسی اور مقام پر؟

۲۰۵۔سوال نمبر ۲۵: اگر آپ نے حجرہ میں تھے (اور یہی حق ہے) تو فرمائیں اپنی قبر منور (یعنی جنت) قریب تھی یا اعلیٰ علیین کی جنت؟ کس کو دیکھا، کس کو نہ دیکھا یا دونوں کو دیکھا؟

۲۰۶۔سوال نمبر ۲۶: جس جنت میں اصلی جسم مبارک کو جانا تھا وہ جنت تو نہ دیکھی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے دکھائی اور جس جنت میں مثالی جسم ملنا تھا (جس کا حضور ﷺ کی ذات سے کچھ تعلق نہ تھا) اس جنت کو دیکھا اور اللہ نے بھی وہ ہی جنت دکھائی۔ کیا تمہارے نزدیک یہی اللہ کی عطاء ہے؟ جب کہ ہم رب العالمین کے متعلق ایسا سوچ بھی نہیں سکتے۔

۲۰۷۔سوال نمبر ۲۷: کیا بعد از وفات دنیا یہی انعام خداوندی تھا جو حضور ﷺ کو عالم برزخ میں عطا کیا گیا اور اس کو اپنی لاریب کتاب (قرآن مجید) میں بہتر کہا گیا؟

مولانا بندیالوی کی پیش کردہ دلیل کے تسلیم کرنے سے بھی ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا

بالفرض جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنہ سرگودھا کے علامہ بندیالوی صاحب کی پیش کردہ دلیل کو (مذکورہ سوالات کے جوابات موصول نہ ہونے کے باوجود) قبول کرلیں یعنی حضور ﷺ کو فقط اعلیٰ علیین والی جنت دکھائی گئی اور حضور ﷺ کی انگلی مبارک کے اشارہ سے بھی فقط وہ ہی جنت مراد تھی اور اخروی زندگی سے بھی فقط روح مبارک کا مثالی جسم میں پہنچنا مراد ہے۔

ان تمام باتوں کو تسلیم کرنے کے باوجود بھی فرقہ اشاعتی کا دعویٰ (کہ قبر مبارک میں حضور ﷺ کو بجسدہ حیات نہیں ہے) ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ اس فرقہ کی کسی دلیل میں اس بات کی وضاحت نہ ہو کہ بعد از وفات دنیا قبر مبارک میں حضور ﷺ کی روح مبارک کا جسم اطہر سے کسی قسم کا تعلق واتصال نہیں ہے جیسا کہ مولانا بندیالوی صاحب نے مماتیوں کی ترجمانی کرتے ہوئے اس انقطاع کو اپنے رسالہ میں بیان کیا ہے اور ہمارا چیلنج ہے اس انقطاع والے دعویٰ کو مولانا بندیالوی صاحب اکیلے نہیں بلکہ روئے زمین کے جملہ اشاعتی مماتی مل کر بھی قرآن پاک سے یا احادیث صحیحہ سے یا احادیث ضعیفہ یا کسی بھی مجتہد فقیہ سنی عالم کے قول سے ثابت نہیں کرسکتے اور یہ بھی سن لیں کہ یہی چیلنج ہم نے رسالہ تخیلات ونظریات کی پہلی قسط کے ٹائٹل کے اندرونی حصہ میں پیش کردیا ہے اور یہی چیلنج آج سے کچھ عرصہ قبل مفتی پنجاب جامع المعقول والمنقول سرمایہ شیخ الاسلام حضرت مدنی ؒ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت اقدس مولانا مفتی احمد سعید ؒ نے پیش کیا تھا اور یہی چیلنج نقیب علماء دیوبند سرمایہ حضرت مدنی ؒ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا علامہ محمد سرفراز خان صاحب صفدر نے اپنی شہرہ آفاق کتاب تسکین الصدور میں پیش کیا ہے اور یہی چیلنج سلطان المناظرین فاتح فرقہ باطلہ مفکر اسلام محقق دوراں حضرت مولانا ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب نے اپنی کتاب مقام حیات میں پیش کیا ہے جس کا جواب نہ آیا ہے اور نہ ہی قیامت کی صبح تک اس کا جواب آسکتا ہے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے　　　یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

مولانا بندیالوی صاحب ہی کے ایک اور دعویٰ سے ان کی مذکورہ دلیل کا رد

تشریح: اس کی یہ ہے کہ مماتیوں کا دعویٰ ہے کہ حضور ﷺ قبر میں بجسدہ زندہ نہیں ہیں بلکہ مردہ ہیں اور موت کا معنی روح کا اپنے جسم سے تعلق منقطع ہوجانا جیسا کہ مولانا بندیالوی صاحب نے اسی رسالہ میں خود واضح کیا

ہے کہ: ''علماء امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ موت نام ہے انقطاع الروح عن الجسد۔ روح کا تعلق جسم سے ختم ہو جاتا ہے۔'' (رسالہ حیات النبی ص ۷)

اس میں مولانا صاحب نے موت کا معنی پیش کرتے ہوئے دعویٰ کیا ہے کہ علمائے امت کا اس پر اجماع ہے اور یہی صحیح ہے جب مولانا بندیالوی صاحب نے خود فیصلہ کر دیا ہے کہ موت نام ہے انقطاع الروح عن الجسد کا تو بات واضح ہو گئی کہ حیات نام ہے اتصال الروح عن الجسد کا تو موت کے وجود کے لئے انقطاع ضروری ہوا اور اسی طرح حیات کے وجود کے لئے اتصال ضروری ہوا تو قبر مبارک میں حضور ﷺ کو مردہ کہنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ قبر منور میں حضور ﷺ کے جسم مبارک کے ساتھ روح مبارک کے تعلق کا انقطاع ثابت کریں جو قیامت تک ثابت نہیں کر سکتے۔ مولانا بندیالوی صاحب نے جو حدیث پیش کی۔ اس میں فقط رفیق اعلیٰ کا ذکر ہے انقطاع روح کا ذکر قطعاً نہیں ہے۔ لہٰذا یہ حدیث مماتیوں کی دلیل نہیں بن سکتی۔ ورنہ بتائیں۔

۲۰۸۔ سوال نمبر ۲۸: کہ حضور ﷺ کی روح مبارک رفیق اعلیٰ یا اعلیٰ علیین میں پہنچ جائے تو کیا اس سے روح مبارک کا جسم مبارک سے انقطاع ثابت کرنا صحیح ہے؟ جواب مع حوالہ دیں۔

۲۰۹۔ سوال نمبر ۲۹: حضور ﷺ کی روح مبارک مقید ہے یا آزاد؟

۲۱۰۔ سوال نمبر ۳۰: حضور ﷺ کی روح مبارک کو کسی مکان کی ضرورت ہے یا نہیں؟

۲۱۱۔ سوال نمبر ۳۱: حضور ﷺ کی روح مبارک کا جسم ہے یا نہیں؟

۲۱۲۔ سوال نمبر ۳۲: کیا اخروی زندگی کو پسند کرنے سے روح مبارک کا جسم مبارک سے مکمل انقطاع ثابت کرنا درست ہے؟ جواب مع حوالہ دیں۔

۲۱۳۔ سوال نمبر ۳۳: ''رد اللہ علی روحی'' (الحدیث) کے تحت اگر حضور ﷺ کی روح مبارک جسم مبارک سے مکمل جدا ہو مگر جسم مبارک سے خصوصی تعلق بھی قائم ہو (جیسا کہ اس طرح بھی اکابر کا قول ہے) تو کیا پھر بھی آپ حضور ﷺ کے جسم مبارک کو قبر مبارک میں مردہ کہیں گے؟

۲۱۴۔ سوال نمبر ۳۴: نیز یہ بھی فرمائیں کہ آپ اس خصوصی تعلق کے قائل ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو حیات اور اگر نہیں تو اس خصوصی تعلق کی نفی (یعنی انقطاع) کو ثابت کریں۔

برادران اہلسنت والجماعت! جملہ اکابر علماء اہلسنت والجماعت حضور ﷺ کی بجسدہ حقیقی حیات کے قائل ہیں۔ مگر اس حقیقی حیات کے ثبوت کے لئے بعض علماء کرام حضور ﷺ کی روح مبارک کے جسم مبارک سے تعلق اور روح کے دخول کے بھی قائل ہیں اور بعض اکابر حضور کی روح کے فقط جسم مبارک کے ساتھ خصوصی تعلق کے قائل ہیں اور فرماتے ہیں کہ روح مبارک، جسم مبارک میں داخل نہیں بلکہ روح مبارک اعلیٰ علیین میں ہے صحابہ کرام کے مبارک دور سے لے کر ۱۳۴۷ھ تک کے تمام اکابر علماء کرام رحمہم اللہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) میں سے کسی ایک نے بھی اس خصوصی تعلق اور اتصال اور حقیقی حیات کا انکار نہیں کیا (اور ہمارا چیلنج ہے جس کا ذکر پہلی قسط میں ہے) جو اکابر علماء کرام حضور ﷺ کی روح مبارک کے خروج اور خصوصی تعلق واتصال سے حقیقی حیات کے قائل ہیں ان میں سے بعض اکابر کی عبارات پیش کی جاتی ہیں تاکہ مسئلہ حیات سمجھنے میں کوئی بھی دشواری نہ ہو۔

(۱) علامہ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''هذا مع القطع بان روحه الكريمة في الرفيق الاعلى في

اعلی علیین مع ارواح الانبیاء و قد صح عنہ رأی موسی قائما یصلی فی قبرہ لیلۃ الاسراء ورآہ فی السادسۃ او السابعۃ فالروح کانت ھناک ولھا اتصال بالبدن فی القبر و اشراف علیہ و تعلق بہ بحیث یصلی فی قبرہ و یرد السلام من سلّم علیہ وھی فی الرفیق الاعلی و لاتنافی فی بین الامرین فان شان الارواح غیر شان الابدان'' (کتاب الروح ص ۵۴)

ترجمہ: یعنی یہ بات قطعی ہے کہ آپ ﷺ کی روح مبارک اعلیٰ علیین کے اندر رفیق اعلیٰ میں دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے ارواح کے ساتھ ہے اور آپ ﷺ کی یہ حدیث صحیح ہے کہ آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو معراج کی رات ان کی قبر میں بحالت قیام نماز پڑھتے دیکھا اور ان کو چھٹے یا ساتویں آسمان پر بھی دیکھا۔ پس روح مبارک تو وہیں ہے۔ لیکن اس کا قبر شریف میں بدن مبارک سے اتصال ہے اور اس پر روح کا پرتو پڑتا ہے اور اس سے تعلق ہے اس انداز سے کہ وہ قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور سلام کہنے والے کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور روح مبارک کا مستقر رفیق اعلیٰ ہی ہے اور ان دونوں باتوں میں کوئی منافات نہیں اس لئے کہ ارواح کا معاملہ ابدان کے معاملہ سے الگ ہے۔ (بحوالہ تسکین الصدور ص ۲۸۰)

سید المحققین، شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ان النبی حی کما تقرر وانہ یصلی فی قبرہ باذان واقامۃ'' ترجمہ: بیشک حضور اکرم ﷺ زندہ ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں اذان واقامت سے نماز پڑھتے ہیں۔ (فتح الملہم شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۴۱۹ بحوالہ مقام حیات ص ۶۷۶)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: ''اما بعد وفاتہ فروحہ المقدسۃ ﷺ قد استقرت فی الرفیق الاعلی مع ارواح الانبیاء علیہم السلام ولا یتوھم من ھذا انکار حیاتہ فی قبرہ الشریف فان لروحہ ﷺ اشرافا علی البدن المبارک المطیب واشراقا و تعلقاً بہ وبدنہ فی ضریحۃ غیر مفقود و اذا سلم علیہ المسلم رد اللہ علیہ روحہ حتی یرد علیہ السلام کما ورد فی الحدیث ولم یفارق الملاء الاعلی و من کثف دراکتہ و غلظت طباعۃ من ھذا الادراک فلینظر الی الشمس فی علو محلھا'' ترجمہ: وفات شریفہ کے بعد آپ ﷺ کی روح مقدسہ دوسرے انبیاء کی ارواح طیبہ کے ساتھ رفیق اعلیٰ میں استقرار پذیر ہے لیکن اس سے آپ ﷺ کا اپنی قبر شریف میں زندہ نہ ہونے کا وہم نہ کیا جائے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی روح اقدس قبر میں رکھے بدن پاک پر اپنا اثر ڈال رہی ہے اس کی روشنی اس پر پڑ رہی ہے اور اس کا بدن اطہر کے ساتھ تعلق قائم ہے۔ آپ ﷺ کا بدن مبارک قبر سے ہرگز غائب نہیں ہوا اور جب بھی کوئی مسلمان آپ ﷺ پر سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی روح اقدس کو آپ ﷺ کی طرف متوجہ کر دیتا ہے یہاں تک کہ آپ ﷺ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ اس کے باوجود آپ ﷺ ملاء اعلیٰ اعلیٰ علیین سے جدا نہیں ہوتے۔ جس کا ادراک کثیف ہو اور اس کی فطرت ایسے حقائق کے ادراک کرنے سے غلیظ ہو اسے سورج کو اسے علو محل میں دیکھنا چاہئے۔ (فتح الملہم عربی شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۴۲۱)

<u>۲۱۵۔ سوال نمبر ۳۵</u>: کیا آپ محدث کبیر ومفسر قرآن حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کو قبول کرتے ہیں یا نہیں؟ نیز ان کی تحقیق صحیح ہے غلط؟

ناظرین! محدث العصر شیخ القرآن حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار مسلمہ طور پر اکابر علماء دیوبند میں ہوتا ہے جو لاریب مفکر اسلام ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے دور کے محقق اعظم بھی تھے جس کی شہادت ان

کی مایہ ناز تفسیر، تفسیر عثمانی اور صحیح مسلم شریف کی عربی شرح فتح الملہم ہے۔ جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس قدر شرف قبولیت سے نوازا کہ تمام سنی دیوبندی مراکز میں حضرت کی شرح اور تمام دیوبندی گھرانوں میں حضرت کی تفسیر کا ہونا ان کی فقاہت وحقانیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جس شخص نے ایک قابل مدرس کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے یہ عظیم شاہکار پیش کر کے امت محمدیہ کو راہ راست پر لانے اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو ایک خدا کی عبادت کرنے کی دعوت دی ہو اور محبت رسول میں ڈوب کر اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کا درس دیا ہو اور رب ذوالجلال کے مقام کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہر قسم کے شرک وبدعات ورسومات کی جڑیں اکھیڑ پھینکی ہوں، تو بتائیں۔

۲۱۶۔سوال نمبر ۳۶: کیا ایسی عظیم شخصیت کی مذکورہ تحقیق کے متعلق شرک کا تصور تک کیا جا سکتا ہے؟

۲۱۷۔سوال نمبر ۳۷: جو شخص مذکورہ تحقیق کو شرکیہ کہے تو کیا اس کا قائل دیوبندی کہلانے کا حقدار ہے؟

سیدہ فاطمہ کے شعر سے اپنا مدعا ثابت کرنے کی کوشش

عبارت بندیالوی: ''امام الانبیاء ﷺ کی اولاد میں سے وفات کے وقت صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا زندہ تھیں۔ انہیں اپنے والد کی جدائی کا صدمہ اکیلے اٹھانا پڑا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد فرط غم اور دکھ سے مغلوب ہو کر بار بار کہتی تھیں ''یاابتاہ اجاب ربا دعاہ'' میرے بابا آپ نے رب کے بلانے کو قبول فرما لیا۔ ''یاابتاہ من جنۃ الفردوس ماواہ'' (رسالہ ص ۴)

برادران! مذکورہ شعر میں دو باتیں ذکر کی گئی ہیں۔ نمبر ا حضور ﷺ کا اپنے رب کی دعوت کو قبول کرنا۔ نمبر ۲ آپ ﷺ کا جنت الفردوس کی پاکیزہ جگہ میں جانا۔ اگر غور کیا جائے تو ان دونوں باتوں کے کما حقہ ہم قائل ہیں اور بندیالوی گروپ اس کا منکر ہے۔ اس لئے کہ ہم تو برملا یہ کہتے ہیں کہ جس طرح اعلیٰ علیین جنت کا اعلیٰ حصہ ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ کی قبر منور (جہاں جسم مبارک محفوظ ہے) بھی جنت کا اعلیٰ ٹکڑا ہے۔ جب کہ بندیالوی گروپ کے سربراہ نے بلاک نمبر ۱۸ سرگودھا اور شجاع آباد کے بیانات میں دعویٰ کیا ہے کہ حضور ﷺ کی قبر مبارک والی جگہ مشرکوں کے قبرستان والی جگہ ہے (جس کا ثبوت موجود ہے) ہم بندیالوی گروپ کے سربراہ پر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ مشرک تو قرآن مجید کے فیصلہ کے مطابق ناپاک ہیں اور جب مشرک ناپاک ہیں تو لامحالہ ان کی قبر والی جگہ بھی ناپاک ہے جب کہ جنت تو بالاتفاق پاک ہے اور مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب کے دعویٰ سے حضور ﷺ کی روح مبارک کا جنت میں اور جسم مبارک کا مشرکوں کے قبرستان والی جگہ میں ہونا ثابت ہوتا ہے جب کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شعر سے روح مبارک اور جسم مبارک دونوں کا جنت میں ہونا ثابت ہوتا ہے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا شعر ہماری دلیل ہے نہ کہ بندیالوی گروپ کی۔ ورنہ ہمیں بتائیں۔

۲۱۸۔سوال نمبر ۳۸: سیدہ فاطمہ کا فرمان کہ یاابتاہ! اے میرے والد کیا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے والد فقط روح مبارک کو کہا یا جسم مبارک کو یا روح مع الجسد دونوں کو؟

۲۱۹۔سوال نمبر ۳۹: اگر روح مع جسد دونوں کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے والد کہا ہے تو پھر جنت میں ٹھکانے کا جو ذکر کیا ہے تو کیا وہ فقط روح مبارک کے لئے کیا ہے یا روح مع الجسد دونوں کے لئے؟ (جب کہ جسم مبارک کے جنت میں نہ جانے کا ذکر اس شعر میں نہیں ہے)

۲۲۰۔سوال نمبر ۴۰: حضور ﷺ کے جسم مبارک کا بے جان ہونا، بے حس ہونا اور مشرکوں کے قبرستان میں

ہونا کیا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شعر سے ثابت ہو رہا ہے؟ (معاذ اللہ) اگر ہو رہا ہے تو کیسے اور کس طرح؟ دلیل سے ثابت کریں؟

۲۲۱۔ سوال نمبر ۴۱: کیا کسی بیٹی کی یہ خواہش ہو سکتی ہے کہ اس کے والد کا جسم بے حس و بے جان ہو اور وہ بھی مشرکوں کے قبرستان میں ہو؟

۲۲۲۔ سوال نمبر ۴۲: اگر نہیں ہو سکتی تو مولانا! بیٹیوں میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام بیٹیوں کی سردار ہیں اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے والد تمام کائنات کے سردار ہیں۔ اتنی عظیم بیٹی کے فرمان کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ یہ ہماری دلیل ہے اسے میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی نہ کہوں تو کیا کہوں؟

مولانا بندیالوی صاحب ہی کے فرمان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی حسی حیات کا ثبوت

عبارت بندیالوی: ''غور فرمائیں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نظریہ اور خیال یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہو کر جنت الفردوس میں تشریف لے گئے ہیں۔'' (رسالہ حیات النبی ص ۴)

برادران! مولانا بندیالوی صاحب نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف اپنے والد گرامی کے متعلق نظریہ اور خیال کی نسبت کر کے اپنی جہالت اور سیدہ رضی اللہ عنہا کی شان میں مزید گستاخی کا ارتکاب کر دیا۔ ہم پوچھنا چاہتے ہیں۔

۲۲۳۔ سوال نمبر ۴۳: اگر کوئی موحد کہے کہ میرا نظریہ اور خیال ہے کہ اللہ ایک ہے تو فرمائیں کہ مذکورہ جملہ صحیح ہے؟ کیا توحید کے اقرار کے لئے یہی جملہ کافی ہے؟

۲۲۴۔ سوال نمبر ۴۴: زید کہے کہ میرا عقیدہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں ہیں (مشرکوں کے قبرستان میں قطعاً نہیں ہیں) اور یزید کہے کہ میرا خیال ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں ہیں تو فرمائیں کہ ہم بے وقوف کس کو کہیں؟ یزید کو یا زید کو؟

۲۲۵۔ سوال نمبر ۴۵: کیا توحید و رسالت کے متعلق یقین کامل کو چھوڑ کر نظریہ اور خیال کو اپنانے والا اشاعتی مسلمان کہلا سکتا ہے؟

۲۲۶۔ سوال نمبر ۴۶: کیا امر یقینی کو خیال سے تعبیر کرنا درست ہے؟

۲۲۷۔ سوال نمبر ۴۷: اگر نہیں تو بتائیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے والد مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جنت کے ٹھکانے کے متعلق یقین تھا یا یوں ہی محض ایک خیال تھا؟

ناظرین! ان سوالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اہل علم و دانش پر یہ بات واضح ہو گئی کہ رسالہ حیات النبی کے مصنف نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف خیال کی نسبت کر کے طفل مکتب ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نہ خیال تھا اور نہ ہی یہ نظریہ تھا بلکہ اپنے صادق والد مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ''مابین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ'' کے تحت ان کے جنت میں روح مع الجسد پہنچنے کا مکمل یقین تھا۔ باقی مولانا بندیالوی صاحب کا اقرار کرنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہو کر جنت الفردوس میں تشریف لے گئے۔ کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ:

۲۲۸۔ سوال نمبر ۴۸: آپ نے نبی اکریم صلی اللہ علیہ وسلم فقط حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو کہا ہے یا روح مع الجسد دونوں کو؟

۲۲۹۔ سوال نمبر ۴۹: آپ کا کہنا ہے کہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو بتائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم دنیا سے رخصت ہو کر کس عالم میں گئے؟

۲۳۰۔سوال نمبر ۵۰: نیز یہ بھی فرمائیں کہ حضور ﷺ کی فقط روح مبارک رخصت ہوئی یا روح مع الجسد دونوں؟

۲۳۱۔سوال نمبر ۵۱: اگر عالم دنیا سے رخصت ہو کر حضور ﷺ عالم برزخ میں گئے اور رخصت بھی روح مع الجسد دونوں ہوئے اور نبی اکرم ﷺ سے بھی آپ کی مراد روح مع الجسد دونوں ہی ہیں۔ نیز یہ بھی آپ کا اقرار کہ جنت الفردوس میں تشریف لے گئے تو اب فرمائیں کہ جنت الفردوس میں حضور ﷺ کی فقط روح مبارک گئی یا روح مع الجسد دونوں؟ لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا۔

۲۳۲۔سوال نمبر ۵۲: اگر جنت میں روح مع الجسد دونوں گئے (جیسا کہ آپ کی تشریح سے ظاہر ہو رہا ہے) تو اب یہ بھی ارشاد فرما ہی دیں کہ جنت میں مردہ ہوتے ہیں یا زندہ؟

۲۳۳۔سوال نمبر ۵۳: آپ کی تحریر بتاتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ جنت میں تشریف میں گئے اور آپ کی تقاریر بتاتی ہیں کہ حضور ﷺ مشرکوں کے قبرستان میں ہیں۔ (معاذ اللہ) اب ہمیں یہ بتائیں کہ آپ کی تقاریر جھوٹی ہیں یا تحریر؟

صفائی جانتے ہیں پالسی ہم کو نہیں آتی   نہ رکھیں گے لگی لپٹی کہیں گے بات حقانی

روضہ رسول والی جگہ جنت الفردوس نہیں بلکہ ساری کائنات سے اعلیٰ ہے

عبارت بندیالوی: ''یاد رکھئے! جنت الفردوس اس دنیا اور اس زمین پر یا زمین کے اندر نہیں ہے بلکہ جنت الفردوس بہشت کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے جس کی چھت اللہ کا عرش ہے۔'' (رسالہ ص ۴)

برادران اہلسنت والجماعت! فرقہ اشاعتی کے مبلغ مولانا بندیالوی صاحب اپنے سابقہ دونوں دعووں پر ابھی تک قائم ہیں یعنی بعد از وفات حضور ﷺ کا جسم مبارک جہاں منتقل ہوا۔ اوّل تو وہ حصہ جنت ہی نہیں (بلکہ مشرکوں کے قبرستان والی جگہ ہے) اور اگر کوئی جنت کہے بھی تو پھر بھی وہ حصہ اعلیٰ نہیں بلکہ جنت الفردوس اعلیٰ ہے۔ جب کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ حضور ﷺ کا جسم مبارک جس جگہ موجود ہے وہ مبارک حصہ جنت الفردوس نہیں بلکہ ساری کائنات سے اعلیٰ ہے۔ اس لئے کہ وہاں مقصود کائنات اور محبوب کائنات تشریف فرما ہیں اور روح مبارک کا بھی اسی جسم مبارک سے خصوصی تعلق ہے اور رحمتوں کا نزول بھی اسی جگہ ہوتا ہے درود وسلام بھی اسی جگہ نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خصوصی نظر کرم بھی اسی حصہ پر ہوتی ہے۔ باقی آپ کا اپنے ساتھیوں کو خبردار کرنا کہ یاد رکھئے کہ جنت الفردوس زمین کے اندر نہیں بلکہ بہشت کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے جس کی چھت اللہ کا عرش ہے۔ عرش چونکہ اوپر ہے تو لامحالہ جنت الفردوس بھی اوپر ہے تو اس کے متعلق صرف اتنی عرض ہے کہ:

۲۳۴۔سوال نمبر ۵۴: جنت الفردوس کے علاوہ بقیہ جنت زمین کے اندر ہے یا وہ بھی اوپر ہے؟

۲۳۵۔سوال نمبر ۵۵: اگر وہ جنت بھی اوپر ہے تو سوال یہ ہے کہ فقط جنت الفردوس کے اوپر ثابت کرنے پر اپنے ساتھیوں کو خبردار کیوں کیا؟ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

۲۳۶۔سوال نمبر ۵۶: کیا بہشت کا سب سے اعلیٰ حصہ اوپر ثابت کرنے کی یہ وجہ ہے کہ حضور ﷺ کے جسم مبارک کو جنت کے اعلیٰ حصہ سے محروم رکھا جائے؟

۲۳۷۔سوال نمبر ۵۷: کیا کسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ جنت الفردوس کی اعلیٰ زمین حضور پاک ﷺ کے لئے نیچے نہیں اتاری جائے گی؟ من ادعی فعلیہ البیان!

۲۳۸۔سوال نمبر ۵۸: اگر بیت اللہ کی عظمت کے لئے جنت کا اعلیٰ پتھر نیچے آسکتا ہے اور اسی طرح حضرت ذبیح اللہ کی عظمت کے لئے جنت کا اعلیٰ پانی نیچے آسکتا ہے تو خاتم الانبیاء سید الاولین والآخرین ﷺ کی عظمت وتقدس کے لئے جنت الفردوس کا اعلیٰ حصہ نیچے کیوں نہیں آسکتا؟

باقی آپ کا کہنا کہ جنت الفردوس کی چھت عرش ہے تو اس کے متعلق صرف اتنی عرض ہے کہ:

روضہ رسول والی جنت پر عرش معلیٰ کا سایہ رحمت ہر وقت ہوتا ہے

۲۳۹۔سوال نمبر ۵۹: عرش معلیٰ کا سایہ رحمت کس پر زیادہ ہو رہا ہے جنت پر یا روضہ رسول عربی پر؟ اس لئے کہ جہاں رحمتوں کا نزول زیادہ ہو رہا ہے وہ مقام تو بطریق اولیٰ اس کا مستحق ہے کہ اس کی چھت عرش معلیٰ ہو۔

۲۴۰۔سوال نمبر ۶۰: عرش معلیٰ کو چھت کہنے سے آپ کی کیا مراد ہے؟ سایہ رحمت یا کوئی اور حسی چھت؟

۲۴۱۔سوال نمبر ۶۱: کیا قبر مبارک اور عرش معلیٰ کے مابین اللہ ہر قسم کی رکاوٹوں کو ختم کر کے براہ راست اپنی خصوصی تجلیات وانوارات سے قبر مبارک میں حضور ﷺ کا جسم مبارک منور کرنے پر قادر نہیں ہے؟

۲۴۲۔سوال نمبر ۶۲: آپ کے پاس کون سی قطعی دلیل ہے کہ قبر منور اور عرش معلیٰ کے مابین اللہ نے ہر قسم کی رکاوٹ کو قائم کیا ہوا ہے اور عرش معلیٰ سے نازل ہونے والی جملہ رحمتیں وبرکتیں اور جملہ خصوصی تجلیات ربانی براہ راست نازل نہیں ہوتیں؟

۲۴۳۔سوال نمبر ۶۳: اگر ہر قسم کی رکاوٹ وآڑ کے آپ منکر ہیں تو پھر عرش معلیٰ کو عالم برزخ میں قبر منور (یعنی جنت کے اعلیٰ حصے) کی چھت کہہ دینے میں آپ کو کیا اشکال ہے؟ وہ اشکال واعتراض مع الدلیل پیش کریں؟

۲۴۴۔سوال نمبر ۶۴: نیز، اگر معراج جسمانی کے منکرین کے سوال کے جواب کے لئے اور معراج جسمانی کے ثبوت کے لئے اللہ تعالیٰ مکہ مکرمہ اور مسجد اقصیٰ کے مابین ہر قسم کی آڑ اور رکاوٹ کو اسی عالم دنیا میں ختم کر کے بیت المقدس کو حضور ﷺ کے آگے پیش کر سکتا ہے تو یہاں اپنے محبوب خاتم الانبیاء کے اعزاز واکرام کے لئے اور مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام کو مزید محقق کرنے کے لئے اللہ قبر منور اور عرش معلیٰ کے مابین ہر قسم کی رکاوٹ کو ختم کیوں نہیں کر سکتا؟ (جب کہ اس عالم کا نام ہی پردے والا جہان ہے اور اخروی جہان ہے) باقی بعض کا یہ کہنا کہ ہم مدینے جاتے ہیں ہمیں تو عرش معلیٰ والی چھت نظر نہیں آتی بلکہ وہ ہی آسمان کی چھت نظر آتی ہے تو اس کا جواب آسان ہے کہ ہم سب عالم دنیا میں ہیں جو کہ عالم اسباب ہے اور وہ معاملہ عالم برزخ کا ہے جو کہ پردے والا اخروی جہان ہے اور ایک عالم کے احکام کو دوسرے عالم کے احکام پر قیاس نہیں کیا جاتا۔ اس کے علاوہ یہ بھی سمجھیں کہ واقعہ معراج کے بعد حضور ﷺ مکہ مکرمہ میں پوری مسجد اقصیٰ کو دیکھ رہے تھے جب کہ دوسروں کو مسجد نظر نہیں آرہی تو جیسے وہاں اللہ نے اپنی قدرت کا ایسا خاص نظام قائم کر دیا تھا یہاں بھی اسی اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ نے خاص نظام قائم کیا ہوا ہے کہ برزخی جہان میں قبر منور کی عرش معلیٰ یقیناً چھت ہے مگر مماتی حضرات ہر قسم کی بصارت وبصیرت سے محروم ہیں نہ ان کو نظر آتی ہے نہ سمجھ۔

برادران اہلسنت والجماعت! فرقہ اشاعتی والے حضور ﷺ کی روح مبارک کو جسم مبارک سے کلی طور پر جدا رکھ کر صرف روح مبارک پر رحمتوں کے نزول اور عرش معلیٰ کے سایہ رحمت کے قائل ہیں اور جسم مبارک کو کلی طور پر ان برکات ودرجات وانوارات اور خصوصی تجلیات سے محروم رکھتے ہیں جب کہ ہم اہلسنت والجماعت

حضورﷺ کے روح مبارک کا جسم مبارک سے خصوصی تعلق واتصال اور روح مع الجسد دونوں پر عرش کے سایہ رحمت رحمت اور خصوصی برکات ودرجات وانوارات وتجلیات کے نزول کے قائل ہیں۔ حضورﷺ کے پیارے جسم مبارک کو ان درجات سے محروم نہیں رکھتے۔ نیز ہم بندیالوی گروپ سے مزید یہ بھی پوچھنا چاہتے ہیں کہ:

۲۴۵۔ سوال نمبر ۶۵: کیا آپ اس کے قائل ہیں کہ عامی شخص کے مرنے کے بعد اسی زمینی قبر میں اس کے سامنے جنت اور جہنم کو پیش کیا جاتا ہے؟

۲۴۶۔ سوال نمبر ۶۶: اگر جواب ہاں میں ہے تو سوال یہ ہے کہ اگر عامی شخص کے لئے جنت نیچے آسکتی ہے تو امام الانبیاء کے لئے جنت الفردوس کا اعلیٰ حصہ نیچے کیوں نہیں آسکتا؟

۲۴۷۔ سوال نمبر ۶۷: اور آپ عامی شخص کے لئے جنت پیش کرنے کے منکر ہیں تو پھر مندرجہ ذیل احادیث صحیحہ صریحہ کے متعلق آپ کیا خیال شریف رکھتے ہیں؟ جس میں مکمل صراحت ہے۔ ملاحظہ ہوں:

عامی شخص کی قبر میں جنت دوزخ کا پیش ہونا

''عن انس قال قال رسول اللهﷺ ان العبد اذا وضع فی قبره وتولی عنه اصحابه انه ليسمع قرع نعالهم اتاه ملكان فيقعدانه فيقولان ما كنت تقول فی هذا الرجل لمحمد فاما المؤمن فيقول اشهد انه عبد الله ورسوله فيقال له انظر الی مقعدک من النار قد ابدلک الله به مقعداً من الجنة فيراهما جميعاً واما المنافق والكافر فيقال له ما كنت تقول فی هذا الرجل فيقول لا ادری كنت اقول ما يقول الناس فيقال له لا دريت ولا تليت ويضرب بمطارق من حديد ضربة فيصيح صيحة يسمعها من يليه غير الثقلين'' (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دوعالمﷺ نے ارشاد فرمایا: جب بندہ قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے اعزا واحباب واپس آتے ہیں تو وہ (مردہ) ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے اور اس کے پاس (قبر میں) دو فرشتے آتے ہیں اور ان کو بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ تم اس شخص محمدﷺ کے بارے میں کیا کہتے تھے؟ اس کے جواب میں بندہ مومن کہتا ہے میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ (محمدﷺ) بلاشبہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں پھر اس بندے سے کہا جاتا ہے کہ تم اپنا ٹھکانہ دوزخ میں دیکھو جس کو خدا نے بدل دیا ہے اور اس کے بدلے میں تمہیں جنت میں جگہ دی گئی ہے۔ چنانچہ وہ مردہ دونوں مقامات (جنت ودوزخ) کو دیکھتا ہے اور جو مردہ منافق یا کافر ہوتا ہے۔ اس سے بھی یہی سوال کیا جاتا ہے کہ اس شخص (محمدﷺ) کے بارے میں تو کیا کہتا تھا؟ وہ اس کے جواب میں کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا جو اور لوگ (مومن) کہتے تھے وہ ہی میں بھی کہہ دیتا تھا۔ اس سے کہا جاتا ہے نہ تو نے عقل سے پہچانا اور نہ تو نے قرآن شریف پڑھا۔ یہ کہہ کر اس کو لوہے کے گرزوں سے مارا جاتا ہے کہ اس کے چیخنے اور چلانے کی آواز سوائے جنوں اور انسانوں کے قریب کی تمام چیزیں سنتی ہیں۔ (بخاری ومسلم الفاظ بخاری کے ہیں، بحوالہ مظاہر الحق ج اول ص ۱۸۷)

۲۴۸۔ سوال نمبر ۶۸: بخاری ومسلم کی صحیح حدیث آپ کے سامنے ہے حضورﷺ نے اپنی مبارک زبان سے کس کو قبر فرمایا علیین وسجین کو یا زمینی قبر کو؟

(۲) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ سرکار دوعالمﷺ نے فرمایا: ''ان احدكم اذا مات عرض عليه مقعده بالغداة والعشی ان كان من اهل الجنة فمن اهل الجنة وان كان من اهل النار فمن اهل النار'' ترجمہ:

جب تم میں سے کوئی مرتا ہے تو صبح وشام اس کا ٹھکانہ اس کے سامنے لایا جاتا ہے۔ اگر وہ جنتی ہوتا ہے تو جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے اور اگر دوزخی ہوتا ہے تو دوزخ میں اس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ ہے تیرا ٹھکانہ اس کا انتظار کر یہاں تک کہ قیامت کے دن اللہ تجھے اٹھا کر وہاں بھیجے۔ (بخاری ومسلم، مظاہر حق ج ۱ ص ۱۸۸)

عبارت بندیالوی: ''اب جو مہربان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ امام الانبیاء ﷺ مدینہ منورہ والی قبر مقدس میں دنیاوی حقیقی، حسی، جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔ کیا ان کا یہ نظریہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نظریے کے خلاف نہیں؟ جو دنیاوی حیات کی نہیں بلکہ جنت الفردوس میں حاصل ہونے والی حیات کے قائل ہیں۔'' (رسالہ حیات النبی ص ۵)

۲۴۹۔ سوال نمبر ۶۹: مذکورہ عبارت کی ابتداء میں آپ نے ہماری طرف پہلے عقیدہ کی نسبت کی اور پھر نظریہ کی یہ کیوں؟ کیا نظریہ اور عقیدہ میں کوئی فرق نہیں؟

باقی مولانا بندیالوی صاحب نے ایک سوال کیا کہ کیا ان کا نظریہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نظریے کے خلاف نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ حضور ﷺ کی حقیقی حسی جسمانی برزخی دنیا جیسی حیات کے خلاف قطعاً نہیں ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا فرمان آپ کے سامنے ہے اس میں یہ قطعاً نہیں کہ حضور ﷺ کی حقیقی حیات نہیں بلکہ مجازی حیات ہے (جس کے آپ قائل ہیں) حسی حیات نہیں بلکہ بے حسی حیات ہے (جو کہ آپ کا مدعا ہے) جسمانی حیات نہیں بلکہ فقط روحانی حیات ہے (جو کہ آپ کا خیال شریف ہے) دنیاوی حیات کی طرح نہیں بلکہ فقط برزخی اخروی حیات ہے (جو کہ آپ کا نظریہ باطلہ ہے) سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فرمان سے تو فقط دنیاوی موت کے ایقاع اور جنت الفردوس میں انتقال کا ذکر ہے جس کے ہم سب قائل ہیں ہم میں سے کوئی بھی مشرکوں کے قبرستان میں انتقال کا قائل نہیں اور نہ یہ ہمارا دعویٰ ہے کہ حضور ﷺ کی قبر مبارک جنت الفردوس نہیں ہے۔

۲۵۰۔ سوال نمبر ۷۰: کیا سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے کسی فرمان سے آپ یہ پیش کر سکتے ہیں کہ میرے باپ (حضور ﷺ) کو حسی حیات نہیں بلکہ جسم مبارک بے حس و بے جان ہے یا جسمانی حیات نہیں بلکہ مثالی جسم میں حیات ہے؟ یا میرے باپ (حضور ﷺ) کا جسم مبارک جنت میں نہیں ہے؟ حوالہ پیش کریں اور انعام حاصل کریں۔

فرقہ اشاعتی کے مبلغ نے اپنی گستاخیوں میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی معاف نہ کیا

عبارت بندیالوی: ''سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ کہتی رہیں، روتی رہیں، دکھ اٹھاتی رہیں، غم سہتی رہیں مگر ان کو نبی اکرم ﷺ نے کبھی سلام کا جواب نہیں دیا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ نے کبھی تسلی اور دلاسہ نہیں دیا۔'' (رسالہ ص ۵)

۲۵۱۔ سوال نمبر ۷۱: کس حدیث میں ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا شعر کہتی رہیں اور روتی رہیں مگر صبر نہ کیا، دکھ اٹھاتی رہیں، غم سہتی رہیں مگر صبر نہ کیا؟

جب کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے پیارے والد محمد ﷺ کی جدائی میں رونے دکھ اٹھانے اور غم سہنے کا علاج صبر سے کیا تھا اور یاد رکھیں کہ صبر اللہ کی وہ عظیم نعمت ہے جس سے دکھ ٹل جاتا ہے اور غم ختم ہو جاتا ہے۔ مولانا بندیالوی صاحب کی مذکورہ تحریر سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صبر کی مکمل نفی ظاہر ہو رہی ہے جو کہ سفید جھوٹ ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تو بہت بڑی صابرہ، زاہدہ اور عابدہ تھیں۔ نیز مولانا بندیالوی صاحب کے مذکورہ سفید جھوٹ کا بین ثبوت ان کے اپنے رسالہ حیات النبی کے (ص ۳) سے بھی مل رہا ہے۔ ملاحظہ ہو: ''اپنی وفات سے پہلے نبی اکرم ﷺ نے سیدہ

فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے قریب بٹھایا اور ان کے کان میں سرگوشی کی کہ میرا آخری وقت قریب ہے تم صبر سے کام لینا۔ یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں دوسرے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے فرمایا کہ غم نہ کرو، میرے گھر والوں میں سے تم سب سے پہلے مجھے آکر ملوگی۔ یہ سن کر فاطمہ رضی اللہ عنہا فرط مسرت سے مسکرانے لگیں۔" (بخاری ج ۲ ص ۸ ۲۳ بحوالہ رسالہ ص ۳)

۲۵۲۔سوال نمبر ۷۲: فرمائیں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے باپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت (یعنی غم نہ کرنا اور صبر کرنا) پر عمل کیا یا نہیں؟

اگر عمل کیا ہے تو آپ کا مفترانہ جملہ کہ روتی رہیں، دکھ اٹھاتی رہیں اور غم سہتی رہیں غلط ہے اور یقیناً جھوٹ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر افتراء ہے۔ اس کے علاوہ مولانا بندیالوی صاحب کا فرمان کہ غم سہتی رہیں مگر ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی سلام کا جواب نہ دیا اس پر صرف اتنی عرض ہے۔

۲۵۳۔سوال نمبر ۷۳: کیا غم سہنا رونا اور دکھ اٹھانا اصطلاح شرع میں سلام ہے کہ اس کا جواب دیا جائے؟

۲۵۴۔سوال نمبر ۷۴: فقہ کی کس کتاب میں ہے کہ غم سہنے میں بھی سلام کا جواب دیا جاتا ہے؟

۲۵۵۔سوال نمبر ۷۵: کسی غم زدہ کو دلاسہ دینے کے لئے (بغیر سلام کئے) اگر سلام کا جواب دے دیا جائے تو کیا جواب دلاسہ ہو جائے گا؟ اصول کیا کہتا ہے؟

۲۵۶۔سوال نمبر ۷۶: اگر شدت غم میں (بغیر سلام کئے) کوئی اشاعتی آکر صرف اتنا کہہ دے کہ بندیالوی صاحب وعلیکم السلام تو کیا اس سے آپ کا غم ہلکا ہو جائے گا؟ آپ کا خیال شریف اس کے متعلق کیا کہتا ہے؟

اگر آپ مذکورہ تحریر میں غم سہنے والے جملے کے بعد سلام کے حذف کے قائل ہیں یعنی اصل میں آپ کی عبارت یوں تھی۔ سیدہ رضی اللہ عنہا روتی رہیں، دکھ اٹھاتی رہیں، غم سہتی رہیں اور سلام کرتی رہیں مگر ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی سلام کا جواب نہ دیا تو اس پر چند سوالات مزید ہیں۔

۲۵۷۔سوال نمبر ۷۷: فرمائیں اس سلام سے کون سا سلام مراد ہے؟ صلوٰۃ وسلام یا وہ سلام جو اس دنیا میں ہم ایک دوسرے کو کرتے ہیں؟

۲۵۸۔سوال نمبر ۷۸: اگر دنیا والا سلام مراد ہے تو فقط سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نہیں بلکہ سب کو واضح معلوم ہو چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا والے جہان سے مکمل رخصت ہو کر دوسرے جہان میں منتقل ہو گئے ہیں تو سوال یہ ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آخر کس کو سلام کرتی رہیں اور کیوں کرتی رہیں؟ جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک قبر منور میں ہے نہ کہ دنیا ظاہر میں۔

۲۵۹۔سوال نمبر ۷۹: نیز اس دوری کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مذکورہ سلام کا جواب کیسے دیتے؟ اور اگر آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منور پر حاضر کے قائل ہیں اور صلوٰۃ وسلام کرنے کے قائل ہیں یعنی اصل میں مذکورہ جملہ آپ کا اس طرح تھا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے باپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر جا کر کہتی رہیں روتی رہیں دکھ اٹھاتی رہیں، غم سہتی رہیں سلام کرتی رہیں مگر ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی جواب نہیں دیا تو مذکورہ جملہ پر صرف اتنی عرض ہے کہ:

۲۶۰۔سوال نمبر ۸۰: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک قبر منور میں (معاذ اللہ) بے حس و بے جان پڑا ہے اور صلوٰۃ وسلام نہ سنتے ہیں اور نہ ہی (دور سے) فرشتے پہنچاتے ہیں (بقول آپ کے) تو آخر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے باپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضر کیوں ہوتی رہیں؟ کیوں روتی رہیں؟ اور کیوں سلام کرتی رہیں؟

۲۶۱۔سوال نمبر ۸۱: کیا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس کا علم نہیں تھا کہ میرے باپ محمد ﷺ تو اپنے مبارک روضہ میں مردہ ہیں اور میرے باپ محمد ﷺ کا جسم مبارک قیامت تک اس قبر منور میں بے حس و بے جان رہے گا؟ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

مولانا! اگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا قبر مبارک پر حاضر ہو کر سلام کرتی رہی ہیں تو اس سے حضور ﷺ کی قبر منور میں جسمانی حیات ثابت ہوتی ہے اور اگر سلام نہیں کیا تو فقط غم کا سہنا دکھ اٹھانا اور رونا قطعاً سلام نہیں ہے۔ جب سلام ہی نہیں ہے تو آپ کا لکھنا کہ نبی اکرم ﷺ نے کبھی سلام کا جواب نہیں دیا بالکل غلط ہے اور اگر یہی آپ کی علمی پرواز ہے تو یقین جانیں پھر آپ کو سوائے خسارے کے اور کچھ نہ ملے گا۔ کیونکہ اس پرواز میں سوائے حضور ﷺ اور حضور ﷺ کی اہل بیت کی گستاخی کے اور کچھ نہیں ہے۔ نیز آپ کا دعویٰ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سلام کا جواب حضور ﷺ نے کبھی نہیں دیا۔ اس پر صرف اتنی عرض ہے کہ:

۲۶۲۔سوال نمبر ۸۲: آپ کو الہام ہوا ہے کہ حضور ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سلام کا جواب کبھی نہیں دیا؟ یا یہ سیدہ رضی اللہ عنہا نے خود فرمایا؟ یا کسی حدیث میں ہے؟ یا کسی محدث یا مفسر نے فرمایا ہے یا مجتہد کا اجتہاد ہے وضاحت کریں کہ آپ کو اس کی اطلاع کیسے ہوئی؟ ورنہ مانیں کہ یہ بھی افتراء ہے اور سفید جھوٹ ہے۔

برادران اہلسنت والجماعت! یقین جانیں مولانا بندیالوی صاحب کا مذکورہ دعویٰ اتنا غلط ہے کہ شاید ہی اس سے بڑا غلط دعویٰ کسی کا ہو اور ان کی اس جہالت پر بندہ تو دعا ہی دے سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو دین حق کو سمجھ دے۔ حضور ﷺ تو اس پندرہویں صدی کے ایک عام امتی کے سلام کا جواب دیتے ہیں اپنی لخت جگر، نور نظر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سلام کا جواب کیوں نہ دیں جیسا کہ سنن ابی داؤد اور مسند احمد میں حدیث ہے کہ "ما من احد یسلم علیّ الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام" اور یہ حدیث بالکل صحیح ہے (جس کا تفصیلی بیان مع حوالہ جات ان شاء اللہ آگے آنے والی قسطوں میں اپنے مقام پر ہوگا)

من گھڑت باتیں بنا کر اکابر کی طرف منسوب کر کے ان کو بدنام کرنا انہی کا شیوہ ہے

اس کے علاوہ مولانا بندیالوی صاحب آگے لکھتے ہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ نے کبھی تسلی اور دلاسہ نہیں دیا۔ اس سے ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ قبر مبارک میں بجسدہ زندہ نہیں ہیں۔ اگر زندہ ہوتے تو قبر سے نکل کر سیدہ رضی اللہ عنہا کو دلاسہ دیتے۔

۲۶۳۔سوال نمبر ۸۳: سب سے پہلے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ایسی کیفیت ثابت کریں کہ بعد از وفات والد مکرم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ایسی غم زدہ ہوئی ہوں کہ سوائے ان کے باپ ﷺ کے دلاسہ کے سیدہ رضی اللہ عنہا کا غم ختم نہ ہو سکتا ہو؟ جب کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ حضور ﷺ نے دنیا میں ہی اپنی پیاری بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایسا دلاسہ دیا اور صبر والی ایسی عظیم نعمت اختیار کرنے کو فرمایا کہ بعد از وفات سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دوبارہ دلاسہ اور صبر کی تلقین کی نوبت ہی نہیں آنے دی۔

۲۶۴۔سوال نمبر ۸۴: ہمارے اکابر کی کتب معتبر میں کس کتاب میں ہے کہ حضور ﷺ قبر مبارک میں بجسدہ اپنے زندہ ہیں کہ امتی یا اپنی لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دلاسہ کے لئے اپنی قبر سے باہر نکل کر دنیا میں بھی تشریف لاتے ہیں؟ حوالہ پیش کریں ورنہ اکابر علماء دیوبند کو بدنام کرنے کی کوشش نہ کریں۔

۲۶۵۔سوال نمبر ۸۵: کیا عالم دنیا میں رہنے والا واپس عالم بطون میں جا سکتا ہے؟ کیا کسی نے ایسا تصور کیا؟

۲۶۶۔سوال نمبر ۸۶: اسی طرح عالم برزخ (قبر) میں رہنے والا واپس عالم دنیا میں آ سکتا ہے؟ اس روئے زمین میں عالم فقیہ نہیں بلکہ ایک عام مسلم اس کے متعلق ایسا خیال کر سکتا ہے؟

۲۶۷۔سوال نمبر ۸۷: جب نہیں کر سکتا تو آپ نے ہمارے اکابر جو اپنے وقت کے محقق دوران، مدقق زمان، مفسر قرآن اور مبلغ اسلام تھے ان کی عبارت ''ان حیوته دنیویة برزخیة'' کا غلط مطلب لے کر ان کو بدنام کیوں کیا؟ (جب کہ کسی وقت میں یہ سب آپ کے ہاں بھی اہل حق اکابر علماء دیوبند تھے جس کی تفصیلی بیان تخیلات ونظریات کی پہلی قسط (ص ۴۳ تا ص ۴۸) میں موجود ہے)

ناظرین کرام! ہمارے اکابر علماء دیوبند میں سے کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ حضور ﷺ عالم برزخ سے واپس عالم دنیا میں بجسدہٖ آتے ہیں۔ بیٹی کو دلاسہ دیتے ہیں یا حسنین کریمین کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھتے ہیں وغیرہ وغیرہ یاد رکھیں۔ یہ ہمارا قطعاً دعویٰ نہیں ہے کہ قبر مبارک میں حقیقی جسمانی حسی دنیاوی برزخی حیات میں حضور ﷺ کی عالم دنیا میں بھی آمد ورفت جاری ہے۔ البتہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بعض اولیاء کرام کی کرامات سے اور اپنے بندوں کی راہنمائی کے لئے اور منکرین حیات النبی ﷺ کے نظریہ باطلہ اور ان کے خیال شریف کی تردید کے لئے اپنے محبوب خاتم النبیین ﷺ کی قبر مبارک کی جسمانی حیات کے بعض آثار وعلامات کبھی کبھی ظاہر فرما دیتے ہیں جو منکرین حیات کے لئے رنج والم اور تمام سنی مسلمانوں کے لئے سرور خوشی اور راحت کا باعث ہوتے ہیں۔ مگر اس سے یہ قطعاً ظاہر نہیں ہوتا کہ حضور ﷺ بنفس نفیس اس دنیا میں تشریف لے آتے ہیں جیسا کہ بندیالوی صاحب کا ہم پر بہتان ہے۔

دلائل کی جنگ ہار کر گالیوں کا سہارا لینا اہل حق کا شیوہ نہیں

عبارت بندیالوی: ''آج لوگ جھوٹے واقعات موضوع احادیث من گھڑت روایات قصے اور کہانیاں بزرگوں سے منسوب عبارتیں کذاب اور دجال راویوں کی بیان کردہ باتیں منبر ومحراب اور کتب کی زینت بنا دیں کوئی کہتا ہے فلاں نے سلام کہا تو روضے سے جواب آیا اور سب لوگوں نے سنا۔ کوئی کہتا ہے فلاں صاحب کو لاتعداد بار جاگتے ہوئے حضور ﷺ کی زیارت ہوئی۔'' (رسالہ ص ۵)

برادران اہلسنت والجماعت! مولانا بندیالوی صاحب نے ہمارے اکابر سے منسوب وہ عبارتیں جن میں ہے کہ انہوں نے سلام کیا تو روضہ مبارک سے جواب آیا اور اسی طرح فلاں (یعنی علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ) کو بے شمار مرتبہ حضور ﷺ کی زیارت ہوئی وغیرہ ان واقعات کو روایت کرنے والوں کو کذاب اور دجال کہا حالانکہ ان واقعات کو زبدۃ المفسرین علامہ آلوسی حنفی نے (تفسیر روح المعانی ج ۲۲ ص ۲۵) اور محدث العصر علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۳۸۵) میں اور رئیس المفسرین علامہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے (تفسیر کبیر ج ص ۸۸) میں اور محدث کبیر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اور شمس المحققین علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ حنفی دیوبندی نے (فیض الباری شرح صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۴) میں پیش کیا ہے اور اسی طرح شیخ الحدیث رئیس التبلیغ مولانا محمد زکریا المہاجر المدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حکیم الامت علامہ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان میں سے بعض کا تذکرہ کیا ہے۔

ہم مولانا بندیالوی صاحب کو کذاب، دجال، موضوع روایات پیش کرنے والا من گھڑت قصے اور کہانیاں بیان کرنے والا جھوٹا واعظ تو نہیں کہتے بلکہ صرف اتنا کہیں گے کہ یہ گالیاں دینا آپ ہی کو نصیب ہوں۔ ہمیں تو یہ بتائیں کہ:

۲۶۸۔سوال نمبر ۸۸: جن اکابر کا حوالہ ہم نے دیا ہے کیا واقعی آپ کے خیال شریف کے مطابق یہ کذاب ودجال ہیں؟ (معاذ اللہ) اگر نہیں تو براہ کرم پھر آپ اپنے خیال شریف کو درست کرلیں اور اگر کذاب ودجال جیسے عظیم گالیوں سے رجوع نہیں کرتے تو محترم پھر اپنے آپ کو دیوبندی کہلانا چھوڑ دیں۔ کیونکہ دیوبندیوں کے ہاں یہ اکابر اہل حق اور بالواسطہ یا بلاواسطہ اساتذہ کرام ہیں اور کوئی شاگرد اپنے استاد کو کذاب اور دجال نہیں کہتا بالخصوص خیالات کو قائم رکھتے ہوئے۔

خطبہ صدیق رضی اللہ عنہ بھی ہماری دلیل ہے

صفحہ ۶ میں مولانا بندیالوی صاحب نے ایک عنوان باندھا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تاریخی خطبہ اس خطبہ میں لکھتے ہیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اصحاب پیغمبر ازحد مغموم اور پریشان تھے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ ماننے کے لئے تیار نہ تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو چکا ہے۔ وہ ننگی تلوار اٹھا کر کھڑے تھے کہ جو کہے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں، میں تلوار سے اس کی گردن قلم کردوں گا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں تشریف لے گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کو بوسہ دیا اور فرمایا ''طبت حیا و میتا'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھی پاکیزہ اور موت بھی پاکیزہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا جو موت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مقدر تھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آچکی ہے۔　(رسالہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۶)

۲۶۹۔سوال نمبر ۸۹: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھی پاکیزہ تھی اور موت بھی۔ فرمائیں قبر منور والی زمین بھی پاکیزہ ہے یا نہیں؟

۲۷۰۔سوال نمبر ۹۰: اور اگر آپ کے ہاں پاکیزہ ہے تو فرمائیں کہ وہ پاکیزہ زمین جنت کی زمین ہے یا دنیاوی؟ جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خصوصیت جنت کی زمین میں ظاہر ہوگی نہ کہ دنیوی میں۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے اللہ نے ساری زمین پاک کردی ہے۔ تدبر! یعنی یا آپ اس خصوصیت کے منکر ہوں یا جنت تسلیم کریں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف سے پیش کردہ تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔

۲۷۱۔سوال نمبر ۹۱: ہم پوچھنا یہ چاہتے ہیں کہ وہ دوسری موت کون سی ہے جو باقی سب لوگوں پر آتی ہے مگر انبیاء کرام علیہم السلام پر نہیں آتی؟ یعنی وہ دوسری موت برزخی ہے یا اخروی؟

۲۷۲۔سوال نمبر ۹۲: یہ بھی فرمائیں کہ دوسری موت جو باقی امتیوں پر آتی ہے وہ کہاں آتی ہے اور کس کو آتی ہے؟ اصلی جسم کو یا مثالی جسم کو؟

۲۷۳۔سوال نمبر ۹۳: سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ فرمائیں یہ فرمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصلی جسم کو تھا یا مثالی جسم کو؟

اگر آپ کہیں کہ اصلی جسم کو تھا تو خطبہ صدیق رضی اللہ عنہ سے واضح معلوم ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصلی حقیقی جسم کو دوسری موت نہیں آئے گی اور باقی لوگوں کے اصلی جسموں کو دوسری موت آتی ہے۔ اب اصلی جسم چونکہ اس زمینی قبر میں رکھا جاتا ہے تو یہ بھی خطبہ صدیق سے معلوم ہو گیا کہ اسی زمینی قبر میں باقی سب لوگوں کو دوسری موت (بعد از

اعادہ روح) آتی ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کو اسی زمینی قبر میں دوسری موت نہیں آتی تو ماسوائے انبیاء کرام علیہم السلام کے باقی جملہ امتیوں کے لئے قبر میں اعادہ روح کے ذریعے زندہ ہونا اور پھر اسی زمینی قبر میں دوسری موت کا آنا اور انبیاء کرام علیہم السلام کا اسی زمینی قبر میں اور آخرت میں دوسری موت کا نہ آنا۔

یہ خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اہل علم حضرات کے لئے مکمل واضح معلوم ہو چکا ہے اور چونکہ موت سے قبل حیات کا وجود ضروری ہے تو زمینی قبر میں امتیوں کو کم از کم ایک دفعہ حیات ضرور ملتی ہے اور یہ اقرار ضروری ہے ورنہ خطبہ صدیق رضی اللہ عنہ کے بعض حصے کا انکار لازم آتا ہے اور ساتھ ساتھ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی بہت سی صحیح احادیث مبارکہ کا بھی انکار لازم آتا ہے، جس میں اعادہ روح کا صراحت سے ذکر ہے۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اصلی حقیقی جسموں کی طرف ان کی ارواح مقدسہ کا اعادہ ہوتا ہے یا نہیں؟ تو اس کے متعلق ہم خطبہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لئے گئے چند عقلی ونقلی دلائل پیش کرتے ہیں تاکہ سنی مسلمانوں کے سامنے مسئلہ حق واضح ہو جائے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مماتیوں کی دلیل ہے یا سنی دیوبندی مسلمانوں کی۔ ملاحظہ ہوں:

خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عقلی دلائل

۲۷۴۔ سوال نمبر ۹۴: آپ نے جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خطبہ بطور دلیل کے پیش کیا ہے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی جسمانی حسی حیات کی نفی ثابت ہوتی ہے؟ اگر ہوتی ہے تو کیسے اور کس طرح؟ اس کی شرح مع دلیل پیش کریں؟

۲۷۵۔ سوال نمبر ۹۵: کیا اس خطبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منور کا ذکر تک ہے؟ کہ جس کی حیات کی نفی آپ کو مقصود ہے۔

۲۷۶۔ سوال نمبر ۹۶: اگر کوئی کہے کہ فلاں شخص سو گیا ہے تو کیا اس سے یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ وہ شخص اسی جہان میں سویا رہے گا جاگے گا نہیں؟

۲۷۷۔ سوال نمبر ۹۷: اگر کوئی کہے کہ فلاں شخص فوت ہو گیا ہے۔ (جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان محمداُ مات) تو کیا اس جملہ سے یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ وہی شخص اب دوسرے جہان میں بلکہ قیامت تک مردہ ہی رہے گا؟ (جو کہ آپ کا مدعا ہے) قربان جائیں آپ کی دلیل پر۔ سبحان اللہ!

۲۷۸۔ سوال نمبر ۹۸: نیز فرمائیں امتیوں کے حق میں آپ قبر میں اعادہ روح اور نکیرین کے سوالات کے قائل ہیں یا نہیں؟ اور دوسری موت کے ایقاع کے قائل ہیں یا نہ؟

۲۷۹۔ سوال نمبر ۹۹: اگر آپ قبر میں اعادہ روح کے قائل ہیں تو روح کا اپنے جسم میں لوٹ آنا تو بہت بڑی نعمت خداوندی ہے (کہ روح کا جس جسم سے ایک طویل عرصہ تک گہرا تعلق تھا وہی خصوصی تعلق قبر میں دوبارہ قائم کر دیا گیا اور پھر اسی جسم میں اللہ نے دوبارہ حیات قائم کر دی) تو فرمائیں کہ کیا انبیاء کرام علیہم السلام بھی اس عظیم نعمت خداوندی سے فیض یاب ہوتے ہیں یا نہیں؟

۲۸۰۔ سوال نمبر ۱۰۰: اگر نہیں تو فرمائیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو اس نعمت سے کیوں محروم کیا گیا؟ (جب کہ امتیوں کو یہ نعمت ملتی ہے جیسا کہ بخاری ومسلم کی صحیح احادیث اور خطبہ صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ ثابت ہے)

۲۸۱۔سوال نمبر ۱۰۱: نیز اگر آپ امتیوں کے حق میں ان کی قبروں میں اعادہ روح کے قائل ہیں تو اس صورت میں دوسرا سوال یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو اعلان خداوندی ہے "اللہ یتوفی الانفس" کہ اللہ تعالیٰ بوقت موت امساک کر لیتا ہے یعنی روح کو مکمل روک لیتا ہے چھوڑتا نہیں تو فرمائیں کہ کیا یہی امساک دوسرے عالم (یعنی قبر) میں رہتا ہے یا نہیں؟ یعنی قبر میں امساک والا قاعدہ چلتا ہے یا ارسال والا؟

۲۸۲۔سوال نمبر ۱۰۲: اگر آپ ارسال کے قائل ہیں تو قبر میں امساک کے نہ ہونے کی اور ارسال کے ہونے کی کیا دلیل ہے؟ یاد رہے دلیل میں خبر واحد معتبر نہیں۔ خبر مشہور کا اعتبار ہوگا۔

۲۸۳۔سوال نمبر ۱۰۳: اور اگر آپ قبر میں امساک کے قائل ہیں تو پھر اعادہ روح کیسے ہوگا، کس پر ہوگا اور کہاں ہوگا؟

۲۸۴۔سوال نمبر ۱۰۴: نیز دوسری موت کا وقوع بغیر اعادہ روح کے کیسے ممکن ہے؟ (جب کہ خطبہ صدیقؓ سے امتیوں کی دوسری موت کا ثبوت ظاہر ہے)

۲۸۵۔سوال نمبر ۱۰۵: منکر نکیر کے سوالات ہوتے ہیں یا نہیں؟

۲۸۶۔سوال نمبر ۱۰۶: اگر ہوتے ہیں تو فرمائیں کہ نکیرین کے سوالات کہاں ہوتے ہیں؟ کیسے ہوتے ہیں؟ کس سے ہوتے ہیں؟ اور کیوں ہوتے ہیں؟ (جب کہ فقط روح تو پاک ہے) جواب مع دلیل شرعی ہوں۔

الغرض: اگر جدید فرقہ اشاعتی والے قبر میں اعادہ روح کے قائل ہوں تو ان کا برزخ کے متعلق امساک والا جعلی من گھڑت اصول خود بخود ختم ہوتا ہے اور اعادہ روح کے ثابت ہونے کی وجہ سے حضور ﷺ کی جسمانی دائمی حیات (خطبہ صدیق ؓ کی روشنی میں) بطریق اولیٰ ثابت ہوتی ہے اور اگر قبر میں بھی امساک والے اصول کو بحال رکھیں تو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کے تاریخی خطبہ کا رد اور قبر میں اعادہ روح کے متعلق اور نکیرین کے سوالات کے متعلق وارد ہونے والی جملہ صحیح احادیث کا انکار لازم آتا ہے اور اگر اکابر علماء دیوبند کی تحقیقات کو قبول کر لیں تو قرآن وحدیث اور حضرت سیدنا صدیق اکبر ؓ کے خطبہ میں سے کسی ایک کا بھی انکار لازم نہیں آتا۔ تدبر!

خطبہ صدیق اکبر ؓ اور نقلی دلائل

ناظرین! ابھی تک ہم نے انبیاء ؑ کی زمینی قبروں میں جسمانی حقیقی حسی حیات کے متعلق خطبہ صدیق ؓ کی روشنی میں چند عقلی دلائل سوالات کی شکل میں پیش کئے ہیں کہ جن کے جوابات سے ان شاء اللہ مسلک حق سورج کی روشنی سے بھی زیادہ واضح روشن نظر آئے گا اور اگر پھر بھی کسی کے ذہن سے ضد وعناد کا پردہ نہ اٹھے تو چند نقلی دلائل بھی اسی خطبہ صدیق ؓ کی روشنی میں پیش کر دیتے ہیں تاکہ بچارے یتیم العقل متشددین حضرات کے تخیلات وتوہمات ونظریات کا جنازہ خود بخود نکل جائے۔

(۱) شمس الفقہاء علامہ عینی حنفی ﷫ شارح صحیح بخاری سیدنا صدیق اکبر ؓ کے مذکورہ خطبہ کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اراد بالموتتین الموت فی الدنیا والموت فی القبر وھما موتتان الواقعتان لکل احد غیر الانبیاء فانھم لایموتون فی قبورھم بل ھم احیاء ومذھب اھل السنة والجماعة ان فی القبر حیوة وموتا فلابد من ذوق الموتتین لکل احد غیر الانبیاء" (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۷ ص ۲۰۰)

ترجمہ: دوموتوں سے مراد ایک اس دنیا کی موت اور دوسری قبر کی موت ہے اور یہ دونوں موتیں تعلیمات اسلام میں معروف ہیں اور اس لئے معرفہ ذکر کیا گیا ہے۔ یہ دونوں موتیں انبیاء کے سوا باقی ہر ایک انسان کو پیش آتی ہیں۔ انبیاء کو اپنی قبر میں پھر دوسری موت نہیں آتی بلکہ وہ وہاں (یعنی قبر میں) زندہ رہتے ہیں۔ ان کے علاوہ باقی عام لوگوں پر (سوال وجواب کے بعد) پھر قبر میں ورود موت ہوتا ہے اس کے بعد انہیں زندگی قیامت کو ملتی ہے۔ اہلسنت والجماعت کا مذہب یہی ہے کہ ماسوائے انبیاء کے باقی سب کے لئے قبر میں موت وحیات دونوں ہیں۔ پس ہر کسی نے دونوں موتوں کا ذائقہ چکھنا ہے۔ (بحوالہ مقام حیات ص ۵۹۰)

(۲) شیخ الاسلام علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری اسی خطبہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: احسن ترین جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی قبر شریف میں پھر ایسی حیات دائمہ حاصل ہو چکی ہے کہ اب اس کے بعد کبھی ورود موت نہ ہوگا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۲، بحوالہ مقام حیات ص ۵۹۱)

ناظرین! حافظ دنیا علامہ عسقلانی رحمہ اللہ نے حضور پاک ﷺ کی قبر منور میں حیات دائمہ کا قول اس لئے پیش کیا ہے کہ خلیفۃ الرسول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تحقیق کے مطابق حضور ﷺ کو دوسری موت قطعاً نہیں آئے گی اور یہ مسلمہ ہے اور اسی طرح قبر میں اعادہ روح کے ذریعہ جسمانی حیات کا ہونا اور حساب وکتاب کے بعد مومن کو کامیابی کی خوشخبری دینا اور کافر کے لئے عذاب قبر کا واقعہ ہونا بھی تمام سنی مسلمانوں کے ہاں مسلمہ ہے اور حضور ﷺ کے ایک امتی کو تو قبر میں اعادہ روح کے ذریعہ جنت کی اور مکمل کامیابی اور سرخروئی کی خوشخبری ملے اور خود حضور ﷺ کو اس عظیم خوشخبری اور جسمانی راحت وسکون سے محروم رکھا جائے۔ یہ بعید از قیاس ہے جس کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بالخصوص اور دیگر حضرات بالعموم تصور بھی نہیں کر سکتے تو لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ حضور ﷺ کو بھی قبر منور میں اعادہ روح کے بعد جسمانی راحت وسکون کے لئے اس عظیم بشارت سے نوازا گیا ہے اور جب اس بشارت کے لئے حیات ملی تو یہی حیات خطبہ صدیق رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق دائمہ ہوگئی اور اسی حیات دائمہ کو حضرت قطب الاقطاب علامہ گنگوہی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ (مسئلہ درعلم غیب رسول اللہ ﷺ) میں ثابت کیا ہے جسے شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ نے تسلیم کرتے ہوئے اپنی کتاب جواہر التوحید میں شائع کرنے کی اجازت دی ہے۔ ملاحظہ ہو:

"ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام رواہ النسائی والدارمی وھذا مخصوص بمن بعد عن حضرۃ مرقدہ المنور ومضجعہ المطھر وفیہ اشارۃ الی حیاتہ الدائمۃ وفرحہ ببلوغہ سلام امتہ" (جواہر التوحید ص ۳۶۱، افادات شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کتب خانہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ راولپنڈی)

عبارت بندیالوی: "سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور تاریخی خطبہ دیتے ہوئے فرمایا (ترجمہ) جو شخص تم میں سے محمد کریم ﷺ کی عبادت کرتا ہے وہ سن لے کہ محمد کریم پر تو موت آچکی ہے۔"

(رسالہ حیات النبی ص ۶)

۲۸۷۔ سوال نمبر ۱۰۷: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جس موت کا اقرار کیا ہے فرمائیں آپ اس موت سے کون سی موت مراد لیتے ہیں؟ دنیا والے جہان کی یا برزخی جہان کی یا دنیوی وبرزخی دونوں جہان کی؟ حوالہ پیش کریں؟

ناظرین! سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے ارشاد میں فیصلہ کردیا کہ حضور ﷺ کی ذات عالی عبادت کے لائق نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ پر موت آچکی ہے اور وہ موت دنیوی ہے نہ کہ برزخی اور جسے موت آئے اس کی عبادت نہیں کی جاتی (اور یہی ہم کہتے ہیں کہ حضور ﷺ پر موت آئی) اب اس موت کے بعد فوراً جو حیات کے قائل ہو تو وہ محض سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کے مطابق قطعاً مشرک نہیں ہے اور ہم اہلسنت والجماعۃ تو دوسرے عالم (یعنی عالم برزخ) میں حیات کے قائل ہیں تو ہم تو بطریق اولیٰ مشرک نہ ہوئے۔ اب جو حضور نبی کریم ﷺ کی برزخی حقیقی، حسی، جسمانی، دنیوی جیسی حیات کے قائل کو مشرک کہے۔ اس کا یہ فتویٰ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کے سراسر خلاف ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے آج تک حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے تاریخی خطبہ کو سمجھا ہی نہیں ہے۔ اس خشک وتر تشریح کے بعد ملاحظہ ہوں۔ مزید چند سوالات:

<u>۲۸۸۔ سوال نمبر ۱۰۸</u>: کیا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے فیصلے میں یہ بھی فرمایا ہے کہ عقیدہ توحید کے اثبات کے لئے دنیاوی موت کے ساتھ ساتھ برزخی موت کا اقرار بھی ضروری ہے ورنہ مشرک؟ جواب مع حوالہ پیش کریں اور انعام حاصل کریں۔

<u>۲۸۹۔ سوال نمبر ۱۰۹</u>: اگر سوال نمبر ۱۰۸ کا صحیح جواب پیش نہیں کر سکتے (اور یقیناً پیش نہیں کر سکیں گے) تو اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ انصاف کریں اور فرمائیں کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مذکورہ ارشاد مماتیوں کے دعویٰ (یعنی قائلین حیات مشرک اور برزخی روحانی حیات ہے نہ کہ جسمانی) کو ثابت کر رہا ہے یا ہمارے دعویٰ (یعنی حضور ﷺ پر دنیا کی موت آئی نہ کہ برزخ کی) کو ثابت کر رہا ہے؟

عبارت بندیالوی: ”پھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے دعویٰ کو قرآن کی آیات سے ثابت کیا۔“ (رسالہ ص ۶)

<u>۲۹۰۔ سوال نمبر ۱۱۰</u>: سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کیا دعویٰ تھا؟ فقط دنیوی موت کا یا دنیوی برزخی دونوں جہانوں کی موت کا؟ جواب مع حوالہ معتبرہ دیں۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تاریخی خطبہ پیش کرنے والوں کو چیلنج

ہمارا چیلنج ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دعویٰ وہ قطعاً نہیں تھا جو مماتیوں کا ہے (یعنی عالم دنیا کی جو موت آئی اور روح مبارک کا جسم مبارک سے تعلق منقطع ہوا تو یہی انقطاع قیامت تک رہے گا اور حضور ﷺ کا جسم مبارک روضہ پاک میں بے حس و بے جان رہے گا اور روضہ مبارک کے قریب جو صلوٰۃ وسلام پڑھے اس درود وسلام کو حضور ﷺ نہیں سنتے) معاذ اللہ! مذکورہ مسئلہ کے متعلق مولانا بندیالوی صاحب جب چاہیں جہاں چاہیں اور جس وقت چاہیں ہم سے مناظرہ کرلیں۔ ہم تیار ہیں مگر شرط یہ ہے کہ مناظرہ کا فیصلہ کرنے والے دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم ہوں گے۔ (نوٹ: حضرت کو پاکستان ہم بلائیں گے آپ فکر نہ کریں)

انک میت مماتیوں کی قطعاً دلیل نہیں ہے ۱۵ سوالات

عبارت بندیالوی: ”قرآن نے بہت پہلے اطلاع دے دی تھی۔ انک میت وانھم میتون میرے پیغمبر آپ ﷺ بھی مرنے والے ہیں اور آپ ﷺ کے یہ مخالفین بھی مرنے والے ہیں۔“ (رسالہ ص ۶)

۲۹۱۔ سوال نمبر ۱۱۱: کس مفسر نے ایسا ترجمہ کیا ہے؟ (جب کہ میرا دعویٰ ہے کہ مذکورہ آیت کریمہ کا اس طرح ترجمہ نہیں ہے)

۲۹۲۔ سوال نمبر ۱۱۲: کیا مذکورہ آیت کریمہ آپ کی دلیل بنتی ہے؟ اگر بنتی ہے تو کیسے اور کس طرح؟ وضاحت کریں۔ (جب کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ آیت مبارکہ آپ کی دلیل قطعاً نہیں بن سکتی۔ اس میں تو فقط دنیوی موت کی خبر ہے نہ کہ دوسرے جہان میں یعنی قبر مبارک میں موت کی، جو کہ آپ کا مقصود ہے)

۲۹۳۔ سوال نمبر ۱۱۳: کیا میت سے یہ مراد ہے کہ قیامت تک حضور ﷺ میت ہی رہیں گے۔ (معاذ اللہ) کسی مفسر نے ایسا لکھ کر مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر ہے؟ مفسر کا نام، کتاب کا نام مع جلد مع صفحہ پیش کریں۔

۲۹۴۔ سوال نمبر ۱۱۴: کیا خلفائے راشدین مہدیین رضی اللہ عنہم (چار یار) میں سے کسی خلیفہ راشد رضی اللہ عنہ نے اپنے ارشادات میں یہ فرمایا ہے کہ مذکورہ آیت کریمہ سے عالم دنیا اور عالم برزخ (قبر) دونوں جہانوں کی موت مراد ہے؟ پیش کریں اور انعام حاصل کریں۔

۲۹۵۔ سوال نمبر ۱۱۵: کیا تابعین کرام کے مبارک دور سے ۱۳۷۵ھ تک کے تمام سنی، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی مفسر قرآن یا محدث یا ولی یا فقیہ یا مؤرخ عالم دین میں سے کسی نے صراحت سے یہ کہا ہے کہ مذکورہ آیت کریمہ سے عالم دنیا اور عالم برزخ (قبر) دونوں جہانوں کی موت مراد ہے اور قیامت تک قبر مبارک میں حضور ﷺ کے روح مبارک کا جسم مبارک سے ہر قسم کا تعلق منقطع رہے گا؟ پیش کریں اور انعام حاصل کریں۔

۲۹۶۔ سوال نمبر ۱۱۶: کیا حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی، قطب الاقطاب حضرت گنگوہی، ابوحنیفہ ثانی، حضرت کشمیری، حضرت شیخ الہند، حضرت تھانوی، حضرت مدنی، حضرت دہلوی، حضرت سہارن پوری، حضرت بنوری، حضرت لاہوری، حضرت عثمانی، حضرت سندھی، رئیس التبلیغ حضرت الیاس تبلیغی، خطیب بے بدل حضرت امیر شریعت بخاری، ثانی انور شاہ حضرت مفتی محمد شفیع سرگودھوی، حضرت حافظ الحدیث والقرآن حضرت درخواستی اور مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمہم اللہ میں سے کسی نے یہ لکھا ہے کہ مذکورہ آیت کریمہ سے قبر منور کی موت بھی مراد ہے اور قیامت تک حضور ﷺ کا جسم مبارک بے حس و بے جان رہے گا اور روضہ مبارک کے قریب پڑھا جانے والا درود وسلام حضور ﷺ نہیں سنتے؟ ایسی تحریر پیش کریں اور انعام حاصل کریں۔

۲۹۷۔ سوال نمبر ۱۱۷: (آپ ﷺ بھی مرنے والے ہیں) یہ ترجمہ انک میت کا ہے یا انک تموت کا؟

۲۹۸۔ سوال نمبر ۱۱۸: اسم میں دوام ہوتا ہے یا فعل میں؟ (جب کہ سا اقسام میں میت اسم ہے اور تموت فعل)

۲۹۹۔ سوال نمبر ۱۱۹: انک میت کا ترجمہ کا میرے پیغمبر آپ ﷺ بھی...... الخ! کیا اللہ نے اسی طرح خطاب کر کے موت کی خبر دی ہے؟

۳۰۰۔ سوال نمبر ۱۲۰: (اور آپ ﷺ کے یہ مخالفین بھی) کیا یہ وانھم کا ترجمہ ہے؟ کس مفسر نے ایسا ترجمہ کیا ہے؟ وضاحت کریں۔

۳۰۱۔ سوال نمبر ۱۲۱: یہ مسلمہ ہے کل نفس ذائقة الموت کہ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور اس پر بھی اہل علم کا اجماع ہے کہ موت کا معنی ہے روح کا تعلق جسم سے ختم ہو جائے مگر باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی موت کو دیگر لوگوں کی موت سے جدا علیحدہ ذکر کیا، اس کی کیا وجہ ہے؟

۳۰۲۔سوال نمبر ۱۲۲: کیا حضور ﷺ کی موت اور امتی کی موت میں کوئی فرق ہے؟

۳۰۳۔سوال نمبر ۱۲۳: اگر فرق ہے تو برائے کرم اس فرق کو صراحت سے پیش کریں؟

۳۰۴۔سوال نمبر ۱۲۴: اگر فرق نہیں تو سوال یہ ہے کہ جیسے اللہ نے کل نفس الایۃ میں ایک ضابطہ کو بیان کیا ہے (جس میں سب شامل ہیں) یہاں بھی اللہ نے اسی طرح بیان کیوں نہیں کیا؟ حضور ﷺ کی موت کو جدا کیوں کیا؟

۳۰۵۔سوال نمبر ۱۲۵: اور اگر آپ یہ کہیں کہ اللہ ظاہر یہ کرنا چاہتا ہے کہ میرے محبوب خاتم الانبیاء ﷺ کی موت سب سے اعلیٰ ہے تو سوال یہ ہے کہ جب موت اعلیٰ ہے اور اعلیٰ علیین میں مقام بھی اعلیٰ ہے اور مکان بھی اعلیٰ ہے اور برزخ والا جہان بھی اعلیٰ ہے تو قبر مبارک والی زمین اعلیٰ کیوں نہیں؟ (وہ تو آپ کے ہاں مشرکوں کے قبرستان والی جگہ ہے (معاذ اللہ) تفصیل پہلی قسط (ص ۴۷) میں ملاحظہ ہو۔حنفی) اور قبر مبارک میں اصلی پیارا حقیقی جسم مبارک مثالی، نقلی جسم سے اعلیٰ کیوں نہیں؟ اور ریاض الجنۃ میں جسم مبارک مردہ (معاذ اللہ) رکھ کر اس جنت کو اعلیٰ کیوں نہیں کیا؟

مولانا بندیالوی صاحب! یقین کرلیں مذکورہ آیت کریمہ آپ کی دلیل قطعاً نہیں بن سکتی اور نہ ہی آپ کا دعویٰ قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس شرعی سے ثابت ہے۔وما علینا الا البلاغ المبین!

خاتمہ

قائد علمائے سرگودھا، یادگار اسلاف، مجاہد ختم نبوت، اسیر ناموس صحابہ ﷺ، ترجمان مسلک علمائے دیوبند، حضرت مولانا الحاج علامہ حافظ محمد اکرم صاحب طوفانی مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

جملہ تعریفیں اور اوصاف صرف اور صرف اللہ کے لئے ہیں۔جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کو آخری نبی بنا کر مبعوث کیا اور اس علان کے ساتھ کہ آج کے دن تمہارا دین مکمل ہو چکا ہے اور میری تمام نعمتوں کا اتمام ہو چکا ہے۔یہ اہتمام بھی فرما دیا کہ کوئی مومن اپنا ایمان محفوظ نہ رکھ سکے گا۔جب تک نبی کی جان کو اپنی جان سے بہتر (اولیٰ) نہ سمجھے گا۔اللہ نے گارنٹی دے دی کہ ایمان والوں کا اپنی جان پر اپنا حق اس قدر نہیں ہے۔جس قدر نبی کا حق ہے۔ایمان کی نشانی ہی نبی ﷺ کو اولیٰ سمجھنا ہے تو پھر جب بھی نبی ﷺ کی ناموس، عزت ووقار اور حیات کا مسئلہ آئے گا، ایمان والا اس (کی مخالفت) کو برداشت نہ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کا مصداق یہاں سرگودھا میں مرکزی جامع مسجد بلاک ا کے خطیب مولانا مفتی صاحبزادہ عبدالمعید صاحب کو بنایا کہ وہ حضور ﷺ کی ذات اور حیات پر کسی بھی نا ہنجار کا معمولی سا وار بھی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں اور اکابرین علمائے دیوبند کی سنت کو زندہ رکھتے ہوئے۔علامہ عطاء اللہ بندیالوی کے تخیلات باطلہ پر ایسے بم چلائے جس کا جواب اب تک بندیالوی صاحب نہ دے سکے۔پہلے دو بم اس کے منحوس خیالات پر گرائے جا چکے ہیں۔اب تیسرا بم کا نشانہ اس کے بقیہ خیالات فاسدہ ہیں جن کا جواب بھی وہ نہ دے سکے گا۔فان لم تفعلوا ولن تفعلوا انشاء اللہ! اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو عافیت عطا فرمائے تاکہ اس مادی دور میں جب کوئی نا ہنجار حضور ﷺ کی عزت اور ناموس پر بدنما داغ اور حیات طیبہ پر بدنما دھبے لگا کر اپنے منہ پر تھوکنے کی کوشش کرے تو مفتی صاحب اکابرین کی سنت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ رکھنے کا شرعی استحقاق استعمال کرتے رہیں۔

فقط: حافظ محمد اکرم طوفانی

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (القرآن)

الأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ (الحديث)

مسئلہ
سماع موتیٰ وحیات النبی ﷺ
اور
ہمارے اکابر

حضرت مولانا حبیب اللہ تونسوی رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِىْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

مسئلہ سماع موتیٰ و حیات النبی ﷺ اور ہمارے اکابر

مصنف

مولانا حبیب اللہ تونسوی

مادر علمی جامعہ دار العلوم کراچی

فاضل جامعہ محمدیہ گلشن محمد تونسہ شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفے چند)

مولانا حبیب اللہ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ جامعہ محمدیہ تونسہ شریف اور دار العلوم کراچی میں پڑھتے رہے۔ آپ نے ”مسئلہ سماع موتیٰ وحیات النبی ﷺ اور ہمارے اکابر“ کے نام پر ایک کتاب لکھی۔ جسے ہم اس مجموعہ میں شامل اشاعت کر رہے ہیں۔ اس کتاب کے آخری حصہ میں فتاویٰ جات تھے۔ جو اس مجموعہ کی کئی پہلی کتب میں آگئے ہیں۔ چنانچہ یہاں سے ان کو ہم نے حذف کر دیا ہے۔

یاد رہے کہ ڈیرہ اسماعیل خان کے حضرت مولانا حبیب اللہ ڈیروی اور مولانا حبیب اللہ تونسوی یہ دو علیحدہ علیحدہ شخصیات ہیں۔ اور اس مجموعہ میں اس عنوان پر دونوں حضرات کے رشحات قلم شائع ہو رہے ہیں۔ فالحمد للہ! (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

میں اپنی اسی کاوش کو اس عظیم المرتبت مقام کے نام جس کا مقام عرش اعظم سے بھی بلند ہے یعنی روضہ اقدس کا وہ حصہ جو آقائے دوجہاں رحمت کائنات ﷺ کے بابرکت جسد اطہر سے ملا ہوا ہے۔

انتساب ہے والدین کے نام، انتساب ہے اکابر علماء دیوبند کے نام، انتساب ہے اپنے محترم ومکرم اور مشفق اساتذہ جن میں حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی، حضرت مولانا مفتی حسان کلیم استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی، حضرت مولانا حبیب الرحمن بانی ومہتمم جامعہ محمدیہ گلشن محمد تونسہ شریف کے نام۔

جن کی شفقتوں اور دعاؤں نے بندہ کو اس میدان میں قدم رکھنے کے قابل بنایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تمام اساتذہ عظام کے علم وعمل اور ان کی عمر میں برکت عطاء فرمائے اور ان کا سایہ عاطفت عافیت کے ساتھ ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے۔ آمین ثم آمین!

تقریظ: مولانا حبیب الرحمن عثمانی مہتمم وبانی جامعہ محمدیہ گلشن محمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے عزیز صالح نوجوان (فاضل جامعہ محمدیہ گلشن محمدیہ تونسہ شریف) مولوی حبیب اللہ تونسوی سلمہ مستعد ساتھی ہے۔ میرے مشاورت سے عقیدہ حیات النبی ﷺ پر تالیف شروع کی ہے۔

اوّل تا آخر یہ کتابچہ میری نظر میں رہا ہے۔ ساتھ ساتھ اصلاح ہوتی رہی ہے۔ عوام خواص سب کے لئے برابر نافع ہے۔ مضامین کی ترتیب عام فہم رکھی گئی تاکہ استفادہ آسان ہو۔ تقریباً مضامین حوالہ جات سے مزین ہیں۔ کمی بیشی اللہ سبحانہ معاف فرمائیں۔ اللہ جل شانہ شرف قبولیت نصیب فرمائیں۔ (آمین)

عقیدہ حیات النبی ﷺ مسلمات عقائد میں سے ہے۔ اہل سنت والجماعت، مشائخ، محدثین، فقہاء، امت، جمہور کا متفق علیہ عقیدہ ہے۔ اس سے اعراض انتہائی خطرناک معاملہ ہے۔ شفاعت پیغمبر ﷺ سے محرومی کا سبب بنے گا۔ عوام خواص سے گزارش ہے کہ اس سے نفع اٹھائیں۔ (شکریہ)　　محتاج دعا: حبیب الرحمن عثمانی

خادم الطلبہ جامعہ محمدیہ گلشن محمد تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان

۱۰ ربیع الاوّل ۱۴۳۴ھ/ ۲۳ جنوری ۲۰۱۳ء

تقریظ: مناظر اسلام حضرت مولانا عبدالغفار تونسوی

(صاحبزادہ حضرت مولانا عبدالستار تونسوی رحمۃ اللہ علیہ)

اہل سنت والجماعت کے نزدیک مسئلہ حیات النبی ﷺ نزاعی اور...... ہے بلکہ یہ امت کا اجماعی متفق علیہ مسئلہ ہے جس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے اگر کوئی شخص اکابر واسلاف اہل سنت والجماعت پر اعتماد نہیں کرتا اور اپنے دل ودماغ کا پرستار و پجاری ہے اور تمام اکابر اہل سنت والجماعت کی تردید وتکذیب کرتا ہے۔ ایسا شخص بدعتی ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور بندہ کے نزدیک ایسا شخص اہل سنت والجماعت سے خارج ہے محترم مولانا

حبیب اللہ صاحب سلمہ نے مسئلہ حیات النبی ﷺ کے بارے ایک رسالہ تالیف کیا ہے۔ بندہ نے اس کے چند اوراق دیکھے ہیں اللہ تعالیٰ اس کاوش ومحنت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں اور مولانا کو مزید دین کی خدمت کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین! محتاج دعا: محمد عبدالغفار تونسوی

۱۶/ربیع الاوّل ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۹/جنوری بروز منگل ۲۰۱۳ء

تقریظ: مناظر اسلام شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی انور اوکاڑوی

(مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان)

حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ امابعد!

بندہ نے عبدالرحیم نظامی کے وساوس کے جواب میں مولانا حبیب اللہ صاحب تونسوی کے لکھے ہوئے مواد کے ابتدائی دو حصے مطالعہ کئے، مسئلہ حیات النبی ﷺ پر اپنے دلائل اور فریق مخالف کے وساوس کا شافی رد لکھا ہے۔

اہل علم طلبہ اور علماء بالخصوص رد مماتیت کا ذوق رکھنے والوں کے لئے بہت اچھا مواد ہے۔ عام لوگ بھی اس سے مستفید ہوکر اس عقیدہ کا رسوخ حاصل کر سکتے ہیں۔ بلکہ فریق مخالف اگر اس کو بنظر انصاف دیکھے تو ان شاء اللہ! وہ بھی اس میں ہدایت کا ہزار سامان پائیں گے۔ بعض کتابت کی غلطیوں کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو اس فرض کفایہ کی ادائیگی پر تمام اہلسنت والجماعت کی طرف سے اضعافاً مضاعفاً جزائے خیر عطا فرمائیں اور اس کو دنیا میں نافع اور آخرت کا ذخیرہ بنائیں۔آمین! کتبہ: محمد انور اوکاڑوی

۱۷/جمادی الاوّل ۱۴۳۴ھ

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

اللہ جل شانہ کا ہم پر بہت بڑا فضل وکرم ہے کہ ہمیں اشرف المخلوقات میں پیدا فرمایا پھر ہمیں اپنے پیارے محبوب، سرور کائنات، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، سید الاوّلین والآخرین، حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ کے امتی ہونے کا تاج پہنایا پھر ہمارا مذہب اہل سنت والجماعت علمائے دیوبند میں انتخاب فرما کر ہمیں دین حق کو سمجھنے کی توفیق بخشی۔ اس نعمت پر رحیم وکریم ذات کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے قرب قیامت ہے۔ ہم آج اس پرفتن دور سے گزر رہے ہیں جس میں ہر طرف بے حیائی، فحاشی، عریانی کا سیلاب نظر آتا ہے، ہر روز ایک فتنہ اپنی نئی شکل میں نمودار ہوتا دکھائی دیتا ہے۔

اس بات کا انکار نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے ہی میں سبائی سازش سے فتنوں کا آغاز ہو چکا تھا۔ لیکن اس دور کے فتنے کچھ زیادہ خطرناک دکھائی دیتے ہیں۔ کیونکہ اُس دور کا فتنہ اعلانیہ قرآن وسنت کا انکار کرتا ہے۔ جب کہ اِس دور کا فتنہ ایک بغل میں قرآن وحدیث لے کر، دوسرے بغل میں گمراہی والی چھری سے قرآن وسنت کے مفہوم کو اپنی عقل پر رکھتے ہوئے امت مسلمہ میں انتشار وافتراق کا بیج بوتا ہوا نظر آتا ہے۔ شب وروز توحید وسنت کا عنوان دے کر اہلسنت والجماعت کے نقطہ نظر اور مسلک علماء دیوبند سے ہٹ کر قرآن وحدیث کے مفہوم کو بگاڑ کر سادہ لوح عوام الناس میں پیش کرتے ہوئے پوری امت مسلمہ پر شرک کا فتویٰ صادر کرتا ہے۔ میرے اکابرین نے مماتیوں کے متعلق اپنی اپنی

تصانیف میں بہت کچھ بیان کر دیا ہے اور ان کتابوں سے لیا ہوا خلاصہ بندہ نے اپنی کتاب مسئلہ سماع موتیٰ اور حیات النبی ﷺ اور ہمارے اکابر میں پیش کیا ہے، بندہ کی کتاب کے تین حصے ہیں۔ پہلا حصہ عام اموات کے سماع کے بارے میں ہے، دوسرا حصہ حیات النبی ﷺ کے بارے میں۔ تیسرا حصہ فتاویٰ پر مشتمل ہے جس میں تمام اکابرین کے فتاویٰ کو جمع کیا گیا ہے۔ (تیسرا حصہ چونکہ مجموعہ میں شامل کی گئی کتب میں آ گیا ہے اس لئے یہاں سے حذف کر دیا ہے۔ مرتب! عتیق) ان شاء اللہ اس کے مطالعہ سے اظہر من الشمس ہو جائے گا کہ کتنا بڑا گمراہ فتنہ جو ہماری صفوں میں داخل ہو کر معتزلہ کے جراثیم سے آلودہ عقل کا پجاری لفظ توحید کی لگام آڑ میں قرآن وسنت کے مفہوم کی دھجیاں بکھیر رہا ہے۔

افسوس! اس کے باوجود کہ رحمت دو عالم ﷺ کے روضہ مقدسہ میں حیات مطہرہ اور دیگر جو اہلسنت والجماعت کے ہاں اجماعی عقائد ہیں، ان کو عام معمولی اختلافی مسئلہ کہہ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے اس کے برعکس مماتیت کے ہاں یہ مسئلہ توحید اور شرک کا ہے، آپ کے علم میں ہوگا کہ ایسے افراد دار العلوم دیوبند و دیگر اکابر علمائے دیوبند کے فتویٰ کے مطابق اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں اور گمراہ ہیں، ایسے اشخاص پہلے اپنا مسلک صحیح کریں پھر دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم و دیگر دینی خدمات پر کام کرنا چاہئے۔ تاکہ نجات کی کرن نصیب ہو کیونکہ عقائد صحیحہ پر ہی نجات کا دار و مدار ہے۔

آج اس بات کی اشد ضرورت محسوس کی جا رہی ہے کہ اہلسنت والجماعت علماء دیوبند کے عقائد ونظریات جو کہ قرآن وسنت اور اجماع کے عین مطابق ہیں ان کو عام کیا جائے تاکہ بزرگان علماء دیوبند کے عقائد کی صحیح ترجمانی مسلمانوں کے سامنے آ جائے اور ان کے بارے میں کوئی گمراہ فرد سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ نہ دے سکے اور نہ ہی کوئی شخص علمائے دیوبند پر غلط عقائد ونظریات کا الزام لگا کر اپنے ناپاک عزائم میں کامیاب ہو سکے۔

آخر میں اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ اپنی بساط کی حد تک کتاب کو اغلاط سے مبرّا کرنے کی سعی کی گئی ہے تاہم کچھ کوتاہیاں نظر آئیں تو بندہ تو خطا کار ہے اس کو مد نظر رکھتے ہوئے احقر کی رہنمائی فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ اللہ جل شانہ تمام مسلمانوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

خادم علماء دیوبند
احقر حبیب اللہ تونسوی

حصہ اوّل مسئلہ سماع موتیٰ

عام اموات کا سماع عند القبر مختلف فیہ ہے

عام اموات کے سماع عند القبر کے مسئلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے اختلاف چلا آ رہا ہے۔

چنانچہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتویٰ میں فرماتے ہیں: سماع موتیٰ کا مسئلہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت سے مختلف فیہ ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۲)

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں: یہ مسئلہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہا ہے، اس کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۸۷)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس سوال کے جواب میں کہ ''اہل قبور سنتے ہیں یا نہیں۔'' تحریر فرماتے ہیں: دونوں طرف اکابر اور دلائل ہیں، ایسے اختلافی امر کا فیصلہ کون کر سکتا ہے؟ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۷۷)

اور الکشف میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: ''غرض اس طرح جانبین میں کلام طویل ہے اور دونوں شقوں میں وسعت ہے۔''

جمہور ائمہ کرام سماع موتیٰ کے قائل ہیں

حضرات کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سماع موتیٰ کے قائل ہیں جیسے کہ حضرت عمر اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم اور امت کے بہت سے جلیل القدر ائمہ دین بلکہ جمہور ائمہ کرام کا رجحان سماع موتیٰ کی طرف ہے، اسی طرح اکابر دیوبند رحمۃ اللہ کا رجحان بھی سماع اموات کی طرف ہے جیسا کہ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ کے مکتوب مندرجہ جمال قاسمی کے ملاحظہ سے معلوم ہوسکتا ہے۔

لیکن اس کے باوجود حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ اس مسئلہ میں ایک جانب پختہ ہوجانے سے منع کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں: ''سماع اموات کے قصہ میں اوّل تو یہ معروض ہے کہ یہ امر قدیم سے مختلف فیہ ہے۔ دوسرا یہ کہ ضروریات دینی اور عقائد ضروریہ میں سے نہیں اس کی تنقیح قرار واقعی تو بعد مرگ ہی معلوم ہوگی۔ اگر بعد مرگ ہم نے اوروں کا سلام و پیام سن لیا تو سماع، نہیں سنا تو عدم سماع متحقق ہوجائے گا۔ علاوہ بریں طرفین میں بڑے بڑے اکابر رحمۃ اللہ اگر ایک طرف بالکل ہو رہے تو کسی نہ کسی طرح والوں کو برا سمجھنا پڑے گا۔ اس لئے اہل اسلام کو یہ ضروری ہے کہ ایسے مسائل میں خواہ مخواہ ایسے پکے نہ ہو بیٹھیں کہ دوسری طرف کو بالکل باطل سمجھ لیں۔'' (جمال قاسمی ص ۹)

البتہ علماء اہل سنت مسلک دیوبند کے نزدیک عام اموات کے متعلق سماع والا نظریہ راجح ہے بطور نمونہ چند دلائل کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیں!

میت کا کلام کرنا

میت کا قبرستان کی طرف لے جاتے ہوئے کلام کرنا حدیث سے ثابت ہے بخاری شریف میں امام بخاری رحمۃ اللہ نے ترجمۃ الباب قائم کیا ہے ''باب کلام المیت علی الجنازۃ'' یہ باب ہے چارپائی پر موجود میت کے کلام کرنے کے بارے میں سرور کائنات ﷺ فرماتے ہیں کہ جب میت کو اٹھا کر قبرستان کی طرف چلتے ہیں تو اچھے اور نیک آدمی کو احساس ہوجاتا ہے کہ میری آنے والی زندگی اچھی ہے اور میرا انجام اچھا ہونے والا ہے۔ اس لئے وہ اپنے اٹھا کر چلنے والوں سے کہتا ہے ''قدمونی، قدمونی'' مجھے جلدی آگے بڑھاؤ، مجھے جلدی آگے بڑھاؤ اسے شوق ہوتا ہے کہ مجھے جلدی لے جایا جائے اور اگر خدانخواستہ وہ آدمی اچھا اور نیک نہیں ہوتا تو اس کی حالت اس مجرم جیسی ہوتی ہے جسے پھانسی گھر کی طرف لے جایا جاتا ہے اور وہ بے چارہ پیچھے کو بھاگتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے کہاں لے جارہے ہو؟ ''این تذھبون بی''این تذھبون بی'' (نسائی ج ۱ ص ۲۱۰، اور بخاری ۱۸۴) پر الفاظ ہیں ''یاویلھا این تذھبون بھا'' مجھے کہاں لئے جارہے ہو؟ مجھے کہاں لئے جارہے ہو؟

کلام المیت علی الجنازۃ

جس پر امام بخاری رحمۃ اللہ نے ترجمۃ الباب ص ۱۸۴ پر قائم کیا ہے اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ انسانوں اور جنوں کے علاوہ میت کے اس کلام کو باقی سب سنتے ہیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کے لئے اس کو عالم غیب میں رکھا ہے کہ وہ اس کو نہیں سمجھتے۔

اس روایت پر حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فیض الباری میں سماع موتیٰ کا مسئلہ ذکر کرتے ہوئے یوں کلام شروع فرمایا ہے: ''کہ میت کا بولنا اور میت کا سننا ایک ہی مسئلہ ہے۔''

اور آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ سید عنایت اللہ شاہ گجراتی جو اس مسئلے کا سب سے زیادہ پرچار کرتے ہیں وہ حضرت سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ یہ ان کے اپنے استاد کا مسلک ہے جو فیض الباری میں مذکور ہے۔ اگر یہ عقیدہ شرک ہے تو پھر یہ اپنے استاد کے متعلق بھی خیر منائیں کہ وہ اور ان کی جماعت والے ان کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ صرف یہ عنایت اللہ شاہ گجراتی کے استاد کا ہی مسلک نہیں ہے بلکہ ان کے ساتھ ساتھ ان کے پیروں کا مسلک بھی یہی ہے۔ دونوں کی کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں استادوں کی بھی اور پیروں کی بھی دونوں کے مسلک میں کوئی فرق نہیں۔

مردے کا قدموں کی آہٹ سننا

دفن کے بعد جب لوگ واپس آتے ہیں تو مردہ ان کے قدموں کی آہٹ سنتا ہے۔ یہ بھی متفق علیہ روایت ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں: ''یسمع قرع نعالھم'' مردہ واپس آنے والوں کے پاؤں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے مردہ بھی جوتوں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے کہ فرشتے سوال وجواب کے لئے آجاتے ہیں۔ اس پر بھی امام بخاری نے ترجمۃ الباب قائم کیا ہے۔ ''المیت یسمع خفق نعالھم'' کہ میت واپس لوٹنے والوں کے پاؤں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے۔ اب اس میں بھی سننے کا ذکر آیا ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۸، ۱۸۴، مسلم ج ۲، ص ۳۸۶)

مردوں کو سلام کرنا

قبرستان جا کر صاحب قبر کو سلام کرنے کا تذکرہ بہت سی روایات میں آیا ہے کہ جب قبرستان جاؤ تو وہاں کے رہنے والوں سے یوں کہو۔ السلام علیکم دار قوم مؤمنین! (مشکوۃ ج ۱ ص ۱۵۴، ابوداؤد ج ۲ ص ۱۰۴)

ان روایات کے پیش نظر ہمارے اکابر نے یہ مسئلہ ذکر کیا ہے کہ ''اموات باہر والے کی آواز کو سن لیتی ہیں یا نہیں؟'' اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل مقصود نہیں صرف اپنا مسلک ظاہر کرنا مقصود ہے۔

ہمارے ہاں قبر کے قریب جا کر میت سے السلام علیکم کہا جائے تو میت سن لیتی ہے۔ اگر اللہ چاہے، میت کو اللہ تعالیٰ متوجہ کر دے تو جو بات کھڑا ہونے والا کرتا ہے میت سن لیتی ہے۔

لیکن اس ضمن میں ضابطے کے تحت وہی باتیں آئیں گی جن کی صراحت حدیث میں آگئی جیسے پاؤں کی آہٹ کا سننا یا سلام کا سننا، اس کے علاوہ باقی باتیں کسی ضابطے کے تحت نہیں ہیں۔ لیکن اس کو عقلاً ممتنع ہم نہیں کہہ سکتے کہ بالکل نہیں سنتا۔ اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے وہ متوجہ کر دیں تو سن لے گا نہ متوجہ کر تو نہیں سنے گا۔

اس میں تو ہم کہیں گے کہ جی یہ ثابت ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ موجبہ جزئیہ صادق آجائے تو سالبہ کلیہ غلط ہوتا ہے۔ سالبہ کلیہ وہاں نہیں ہوتا، یہ کہنا کہ بالکل نہیں سنتے کسی قسم کا سماع نہیں ہے۔ یہ بات غلط ہے ہم اس میں سلب کلی کے قائل نہیں ہیں اور نہ ہم اس میں ایجاب کلی کے قائل ہیں۔

سلب کلی کا مطلب

سلب کلی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بالکل کسی کی نہیں سنتا نہ قریب سے نہ دور سے، اور ایجاب کلی کا مطلب ہوتا ہے کہ ہر کسی کی بات سنتا ہے، قریب سے بھی دور سے بھی یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔

سماع فی الجملۃ

بعض باتیں سن لے اور قریب سے سن لے اس کا ثبوت ہے جس کو ہم سماع فی الجملۃ سے تعبیر کرتے ہیں ہمارے اکابر کا مسلک یہ ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہر بات کو سن لیتا ہے اور دور سے بھی سن لیتا ہے۔

سماع باری تعالیٰ

الوہیت کا عقیدہ یاد رکھئے: اللہ تعالیٰ کے سماع میں اتنی باتیں آئیں گی کہ وہ ہر وقت، ہر بات، ہر کسی کی، ہر جگہ سے سنتا ہے۔ یہ سننا خصوصیت باری تعالیٰ میں سے ہے، کسی زندہ کے بارے کسی مردہ کے بارے یہ عقیدہ رکھنا کہ: ہر وقت، ہر بات، ہر کسی کی، ہر جگہ سے، سنتا ہے تو یہ عقیدہ رکھنا شرک ہے۔ یہ چار لفظ یاد رکھیں۔ کیونکہ یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی خصوصیت ہے اور اگر یہ عقیدہ کسی اور کے متعلق بھی رکھا جائے تو یہ شرک ہے۔ قریب سے سننا اور دور سے نہ سننا، کوئی بات سننا اور کوئی بات نہ سننا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں۔

اس لئے اگر یہ عقیدہ کسی کے متعلق رکھا جائے تو شرک لازم نہیں آئے گا۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سماع کو سماع کلی کہتے ہیں اور یہ صرف آلہ کی خصوصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ چاہے فرشتوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھو، چاہے نبی کے متعلق یہ عقیدہ رکھو، چاہے ولی کے متعلق یہ عقیدہ رکھو، چاہے زندہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھو، چاہے مردہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھو، یہ عقیدہ شرک ہے۔

ہر جگہ سے سننا، ہر کسی کی سننا، ہر بات سننا، ہر وقت سننا، یہ آلہ کا کام ہے جو آلہ نہیں۔ اس کے لئے اس قسم کا سماع نہیں اور کوئی بات سننا اور کوئی بات نہ سننا، قریب سے سننا اور دور سے نہ سننا۔

یہ اللہ تعالیٰ کی صفت میں نہیں، جب یہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے ہی نہیں تو پھر چاہے کسی زندہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھو، کسی مردہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھو اس سے شرک لازم نہیں آتا۔

شرک کا مفہوم

جمعیت اشاعت التوحید سے تعلق رکھنے والے کہتے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ مردے سنتے ہیں تو یہ شرک ہے، مماتیوں کو معلوم ہی نہیں کہ شرک کیسے کہتے ہیں؟ شرک کا مفہوم کیا ہے؟ شرک کا مفہوم ہے اللہ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک کرنا۔ ذات میں شریک کرنے کا مطلب ہے کہ جیسے اللہ ہے ایسے کوئی اور بھی ہے یا اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کی صفات کسی اور کے اندر مان لی جائے تو اس کو شرک کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سمیع بھی ہے اور بصیر بھی ہے۔ اللہ کی صفت سننا بھی ہے اور دیکھنا بھی ہے تو آپ بھی سنتے ہیں یا نہیں سنتے؟ اور آپ لوگ بھی دیکھتے ہو یا نہیں دیکھتے؟ اور قرآن نے ہمیں سمیع اور بصیر کہا ہے: ''فجعلناہ سمیعاً بصیراً'' (دہر: ۲) ہم نے انسان کو مختلف پانیوں کو اٹھا کر کے پیدا کیا اور اس کو سمیع بھی بنایا اور بصیر بھی بنایا تو کیا ہم اللہ کے شریک ہو گئے؟ اللہ بھی سمیع اور بصیر اور ہم لوگ بھی سمیع اور بصیر تو کیا ہم اللہ کے شریک ہو گئے؟ (نہیں) تو پھر ہمارے سننے اور اللہ کے سننے میں کیا فرق ہے؟

وہ فرق ہم ذہن میں لائیں تو خود پتہ چل جائے گا کہ یہ عقیدہ شرک ہے یا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کیسے سنتا ہے اللہ کے سننے کے متعلق یہ عقیدہ ہے، اللہ ہر وقت سنتا ہے، ہر کسی کی سنتا، ہر بات سنتا ہے، ہر جگہ سے سنتا ہے اور اگر ہم

لوگ سمیع و بصیر ہیں تو کیا ہم بھی ہر وقت سنتے ہیں؟ اور ہر بات سنتے ہیں؟ ہر کسی کی سنتے ہیں؟ ہر جگہ سے سنتے ہیں؟ بالکل نہیں، تو پھر ہم اللہ کے شریک کیسے ہوئے؟ یہ عقیدہ کسی کے متعلق رکھنا اس سے مردہ بھی ضروری نہیں، اگر کسی زندہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھو گے مثلاً کوئی شخص اپنے زندہ پیر کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ چاہے میرا پیر لاہور ہے یا چاہے کراچی ہے لیکن وہ ہر وقت میرا حال جانتا ہے، ہر وقت میری بات سنتا ہے، ہر وقت جب مشکل کے وقت پکاروں دن میں یا رات میں وہ سنتا ہے، جہاں سے پکاروں وہ سنتا ہے، چاہے وہ شخص زندہ ہے، مردہ نہیں تو بھی آپ نے اس کو اللہ کا شریک بنالیا اور آپ مشرک ہو گئے۔

سماع موتی کا عقیدہ شرک نہیں

جب یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی ہے کہ کوئی بات سنے، کوئی نہ سنے، قریب سے سنے، دور سے نہ سنے، یہ اللہ کی صفت نہیں ہے۔ اس لئے جو لوگ قبر والوں کے سماع کے قائل ہیں وہ قریب سے قائل ہیں۔ دور سے قائل نہیں ہیں اور وہ ہر بات سننے کے قائل نہیں کہ جہاں سے پکارو وہ سنیں گے یہ ان کا عقیدہ نہیں اور علماء دیوبند جو درحقیقت اہل حق ہیں ان کا بھی یہ عقیدہ نہیں اور جو یہ عقیدہ رکھتا ہے ہر بات ہر وقت سنتا ہے وہ مشرک ہے۔ قبر کے پاس سلام کہو حدیث میں آتا ہے اور صحیح روایات میں موجود ہے کہ مردے سنتے بھی ہیں۔ جواب بھی دیتے ہیں بلکہ حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ جو سید عنایت اللہ شاہ کے استاذ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر مردہ زندگی میں سلام کرنے والے کو پہچانتا تھا تو قبر میں اس کو پہچان بھی لیتا ہے تو قریب سے سنتا ہے دور سے نہیں سنتا۔

لیکن جن باتوں کا ذکر حدیث میں آگیا ان کے متعلق ہم کہیں گے کہ سنتا ہے، سلام سنتا ہے۔ قبر میں دفن کر کے جلوگ واپس آئے ہیں تو ان کے پاؤں کی آہٹ سنتا ہے مردہ۔ کیوں کہ ہم بے دین نہیں کہ حدیث کو نہ مانے جیسے کہ مماتی ہیں۔ باقی اس کے علاوہ ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے۔ بس اللہ جو بات سنانا چاہے سنتا ہے، جو نہ سنانا چاہے نہیں سنتا۔ یہ مردے کی خصوصیت نہیں یہ زندوں میں بھی ایسے ہے۔

یوں تو زندہ بھی نہیں سنتے

میں نے کئی بار اس کا تجربہ کیا ہے کہ ہم کسی عالم صاحب کی تقریر سننے گئے۔ میرے ساتھ کئی ساتھی گئے میں نے ان سے کہا کہ حضرت والا نے کیا فرمایا تو دوست کہنے لگے یار معلوم نہیں تو میں نے اس سے کہا تم کہاں تھے کہنے لگا کہ میں گھر پہنچا ہوا تھا گھر کے حالات ذہن میں گھوم رہے تھے۔ حالانکہ آپ حضرت والا کے سامنے بیٹھ کر ان کی بات نہیں سنتے اور یہ مماتی حضرات کے ساتھ بھی ہوتا ہے کئی بار میری ان سے بات ہوئی تو میں نے ان سے کہا یعنی ان میں سے کسی ایک سے کہ بھائی میں نے کہا تو کہتا ہے معلوم نہیں تو میں نے کہا آپ کہاں تھے تو کہتا ہے فلاں جگہ گیا ہوا تھا یا کوئی بات سوچ رہا تھا۔

حالانکہ میرے سامنے بیٹھ کر بھی میری بات نہیں سنتا، سامنے بیٹھے ہوئے بھی نہیں سنتے۔ کیا یہ روز ہوتا نہیں؟ (ہوتا ہے) آپ کا ذہن گھر کی طرف چلا جائے تو آپ استاذ کی تقریر نہیں سنتے اور جو لوگ علماء کی تقریر سننے جاتے ہیں اور اسٹیج کے قریب بیٹھے ہوتے ہیں۔ پھر بھی نہیں سنتے تو پھر یہ کون سا ضابطہ ہوا کہ زندہ سنتا ہے مردہ نہیں سنتا۔ ہم کہتے ہیں بسا اوقات زندہ بھی نہیں سنتا۔ اللہ تعالیٰ متوجہ کر دیں تو سنتا ہے۔ امام صاحب نماز پڑھاتا ہے اور

مقتدی پیچھے کھڑا ہے۔ اب نماز ختم ہونے کے بعد ان سے پوچھو کہ امام نے فاتحہ کے علاوہ کون سی سورۃ پڑھی ہے۔ ہمیں ایک لفظ بھی سنا ہوا یاد نہیں ہوتا کیوں کہ دھیان کسی اور طرف چلا گیا تھا حالانکہ زندہ کھڑے ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ ضابطہ کہ زندہ سنتا ہے مردہ نہیں سنتا کوئی ضابطہ نہیں۔ زندہ بھی اس وقت سنتا ہے جب اللہ متوجہ کردے اور مردہ بھی اس وقت سنتا ہے جب اللہ متوجہ کردے۔ اس لئے یہ کوئی شرک نہیں۔

موت کے بعد ورثاء کو یاد کرنے کا ذکر

قرآن کریم کے دو مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی انسان کو پیچھے کی طرف کچھ خیال رہتا ہے۔

ایک مقام تو سورۃ یاسین میں ہے جس میں رجل یسعی کا ذکر جس نے انبیاء علیہم السلام کی حمایت میں اپنی قوم کو سمجھایا تھا: ''وجاء من اقصی المدینۃ رجل یسعی'' (یٰسین:۲۰) جب وہ وفات پا گیا تو اس نے اپنی تمنا کا یوں اظہار کیا۔ ''یلیت قومی یعلمون'' (یٰسین:۲۶) اے کاش میری قوم کو پتہ چل جائے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے اور مجھے عزت والے لوگوں میں شامل کرلیا ہے تاکہ وہ بھی میرا طریقہ اپنائیں اور کفر وشرک سے باز آجائیں اس نے اپنی قوم کو یاد کیا اور تمنا کی۔ یہ قرآن کریم میں موجود ہے۔

اور دوسرا مقام پر سورۃ آل عمران میں جہاں شہداء احد کا ذکر ہے فرمایا: ''لاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا'' (آل عمران:۱۶۹) اس کے آخر میں یہ لفظ بھی ہیں۔ ''یستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم'' بشارت ہے ان کے لئے جو ابھی لاحق نہیں ہوئے ان کے ساتھ اور جن کو پیچھے جہاد کرتا ہوا چھوڑ آئے ہیں ان کا خیال کرکے یہ خوش ہوتے ہیں کہ وہ بھی ایسے طریقہ پر چل رہے ہیں کہ وہ بھی اللہ کا فضل اور اس کی رحمت حاصل کریں گے ان کے حال پر یہ شہید ہونے والے خوش ہیں۔ معلوم ہوا پچھلوں کے حال پر خوش ہونا قرآن کریم کی اس آیت میں مذکور ہے۔ ''یستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم'' (آل عمران:۱۷۰) یہ ان کے حال پر خوش ہیں کہ وہ اسی طریقے پر چل رہے ہیں جس پر چلتے ہوئے ہم آخرت میں آگئے اور اللہ نے ہمیں خوش حال کردیا وہ ہمارے بھائی جو پیچھے ہیں جب ہمارے راستے پر چلتے ہوئے آئیں گے وہ بھی اللہ کا فضل حاصل کریں گے۔ اس بات کا خیال کرکے وہ خوش ہوتے ہیں۔

ورثاء کو یاد کرنے کا ذکر حدیث میں

اسی طرح صحیح روایت سے بھی ثابت ہے کہ جب قبر میں انسان کو دفن کردیا جاتا ہے اور فرشتے آکر اس سے وہ تین سوالات کرتے ہیں ''من ربک؟ مادینک؟ ماتقول فی ھذا الرجل؟''

(ابوداؤد ج ۲ ص ۲۹۸، مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۵، بخاری ج ۱ ص ۱۷۸)

یہ تین سوال ہیں اس پرچے کے جو برزخ میں آپ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ جن کا جواب مہیا کرنا ضروری ہے۔ جواب وہاں عملی زندگی کے ساتھ آئے گا یہ نہیں کہ آپ یہاں یاد کرلیں ان کا جواب اس وقت ہی دے سکو گے۔ جب اللہ کو رب سمجھا ہوگا اور دینی الاسلام اس وقت کہہ سکو گے جب اسلام کو دنیا میں اپنایا ہوگا اور ''ھذا محمد رسول اللہ'' اسی وقت کہہ سکو گے جب ان کی رسالت پر اعتماد کرتے ہوئے ان کے طریقے کو اپنایا ہوگا اور اگر ایسا نہیں کیا ہوگا تو پھر انسان اس کا جواب نہیں دے سکے گا۔

جب اس کو پاس قرار دے دیا جاتا ہے تو فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ ہمیں تو تیری شکل ہی دیکھ کر معلوم ہو گیا تھا کہ تو کامیاب ہو جائے گا۔ اس پر وہ کہتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو میں اپنے پچھلوں کو بتا آؤں کہ میں کامیاب ہو گیا ہوں اور میں نے امتحان پاس کر لیا، ان کو بتا آؤں کہ میری حالت اچھی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے والوں کو پچھلوں کا کچھ نہ کچھ خیال رہتا ہے۔ قرآن کریم کی آیت اور اس قسم کی روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں۔

سماع موتی کے متعلق بخاری شریف کی روایت

جس وقت میں بخاری شریف کی روایت دیکھتا ہوں کہ قلیب بدر کے اندر جنگ بدر ختم ہو گئی اور پیغمبر نے فرمایا: ۷۰ مشرکین مکہ کے سرداروں کو اس گندے کنویں میں ڈال کر پیغمبر ان مردوں کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔ اے ابو جہل بتا میں سچا، یا تیرا دین سچا، عتبہ بتا میں سچا یا تیرا دین سچا۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے نبی ﷺ یہ تو مردے ہیں یہ کیا سنتے ہوں گے کیونکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے اور بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ یہ تو مر گئے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: اے عمر رضی اللہ عنہ اس وقت تجھ سے زیادہ میری یہ بات سن رہے ہیں یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ اب میں مماتیوں سے پوچھتا ہوں کہ پیغمبر نے بات سنائی یا نہیں سنائی؟ ہمارا ابھی یہ عقیدہ ہے کہ جب تک رب نہ چاہے کچھ نہیں ہو سکتا۔ جس وقت رب چاہے تو آسمان کے چاند کے دو ٹکڑے ہو سکتے ہیں، رب نہ چاہے تو ۷۰ دن ۱۳ دن وحی نہیں آسکتی، رب چاہے تو ان مردوں کو نبی ﷺ کی بات سنا سکتا ہے، رب نہ چاہے تو نہیں سنا سکتا یہ تو رب کے اختیار میں ہے۔ یہ معنی مماتیو تم نے کہاں سے لے لیا کہ مردہ سنتا ہی کوئی نہیں؟

مماتیوں کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کوئی تعلق نہیں

اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مماتیوں کا کوئی تعلق نہیں۔ اماں جی عذاب میت کی قائل ہیں (بخاری شریف ص ۱۸۱) پر ہے کہ اماں کی حدیث پاک ہے، حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میت کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔ میت اسی جسم کو کہتے ہیں، اماں عائشہ رضی اللہ عنہا جسم کے عذاب کی قائل ہیں اور مماتی قائل نہیں، تمہارا کیا تعلق اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے، پھر اماں عائشہ رضی اللہ عنہا علم میت کی قائل ہیں کہ میت کو علم ہے۔ فہم میت کی قائل ہیں کہ میت کو سمجھ ہے اور مماتی اس کے قائل نہیں، اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سلام خطاب کی قائل ہیں کہ قبر پر جا کر خطاب سے السلام علیکم یا اہل القبور! یہ خطاب کا صیغہ ہے اور مماتی کہتے ہیں کہ خطاب کا نہیں۔ دعا ہے مردے کے لئے دعا ہر جگہ کی جا سکتی ہے، لیکن السلام علیکم یا اہل القبور صرف قبر پر جا کر ہی کہتے ہیں، یہاں تو کوئی نہیں کہتا۔

میری اپیل ہے ان حضرات سے جو اہل حق کے عقائد رکھتے ہیں، جب بھی کوئی مماتی ملے تو اس کو کہو، السلام علیکم یا اہل القبور! اب جب ان کو یہ کہا جاتا ہے تو وہ غصے میں آجاتے ہیں کیوں؟ میں تو دعا کر رہا ہوں تمہیں کیا تکلیف ہے؟ یہ خطاب والی دعا قبر پر جا کر ہو سکتی ہے تو جب خطاب مقصود ہے تو وہ سنے گا تو خطاب ہوگا؟ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی قائل ہیں مماتی اس کے قائل نہیں، اماں جی رضی اللہ عنہا کلام میت کی قائل ہیں کہ مردہ سنتا بھی ہے، ترمذی شریف میں یہ بات کہ آپ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبدالرحمن جب فوت ہوئے تھے تو آپ رضی اللہ عنہا وہاں نہیں تھیں مدینہ منورہ میں جب پہنچیں تو پھر اپنے بھائی کی قبر پر گئیں اور وہاں ان کو خطاب کر کے شعر پڑھے ہیں۔ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے اب وہ خطاب میت کی بھی

قائل ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا انداز عجیب ہے، صحیح بخاری میں جہاں یہ حضرت اماں عائشہ رضی اللہ عنہا والا قول نقل کیا ہے کہ وہ زیادہ سنتے نہیں، زیادہ جانتے ہیں، اس کے ساتھ اگلی والی جو حدیث ہے وہ یہ ہے کہ ایک یہودی عورت اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور اس یہودیہ نے کہا (بڑھیا تھی) کہ بیٹی اللہ تجھے عذاب قبر سے بچائے، اماں عائشہ رضی اللہ عنہا بڑی حیران ہوئیں، وہ چلی گئی تو حضور پاک ﷺ سے پوچھا کہ قبر میں مسلمانوں کو بھی عذاب ہوتا ہے، اماں عائشہ رضی اللہ عنہا یہ سمجھتی تھیں کہ عذاب قبر صرف کافروں کے لئے ہوتا ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہاں گناہگار مسلمان کو بھی عذاب ہوتا ہے۔

مماتی حضرات اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام محض دھوکہ دینے کے لئے لیتے ہیں

اماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر میں نے کئی دفعہ دیکھا کہ حضرت اونچی آواز سے دعا مانگتے تھے کہ یا اللہ! عذاب قبر سے محفوظ رکھنا تاکہ ہمیں بات یاد کرادیں تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سمجھا رہے ہیں کہ یہ واقعہ ۲ھ کا (بدر کا واقعہ) ہے اور جو یہودیہ کے آنے کا واقعہ ہے یہ ۸ھ کا ہے تو معلوم ہوا کہ ایک زمانے میں عذاب قبر کے بارے میں تفصیلات اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم نہیں تھی، لیکن بعد میں تفصیلات معلوم ہوئیں اور بعد میں پھر یہ سلام میت کی بھی قائل ہیں۔ میت کے پہچاننے کی بھی قائل ہیں۔ فرماتی ہیں کہ اب میں اپنے گھر میں بھی پردہ کرتی ہوں تو کپڑے پورے لے کر تا کہ ''حیاء من عمر'' یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مجھے حیاء آرہی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پہچان کی قائل ہیں، کلام کی قائل ہیں۔ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مماتیوں کا کسی بات میں کوئی تعلق ہے ہی نہیں پھر اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی مسند احمد میں پوری حدیث موجود ہے کہ جسم اور روح کو عذاب ہوتا ہے تفصیل سے بیان فرما رہی ہیں تو اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام مماتی حضرات عوام کو محض دھوکہ دینے کے لئے لیتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی سماع کے قائل ہیں

امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب (فقہ اکبر ص ۱۰۰) پر لکھتے ہیں: ''اعادۃ الروح الی العبد فی قبرہ حق'' ترجمہ: قبر میں اعادہ روح برحق ہے۔

روح لوٹائی جاتی ہے جسم میں اس سے اس کو عذاب وثواب ہوتا ہے اور جواہر القرآن میں مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ روح اگر قبر میں لوٹائی جائے تو پھر سماع ثابت ہوجاتا ہے، کیونکہ روح سے ہی آدمی سنتا ہے، جب امام صاحب روح کو لوٹانے کے قائل ہیں تو وہ پکے سماع کے بھی قائل ہیں، عدم سماع ان سے کہیں بھی ثابت نہیں۔

مردوں کا سننا قدرت خداوندی کے ساتھ

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: ''انک لا تسمع الموتی'' اور پھر فرمایا ''ولکن اللہ یسمع من یشاء'' کہ اے مخاطب تو مردوں کو نہیں سنا سکتا، یہ اللہ سناتا ہے اب وہ کیسے سنتے ہیں؟ اس کو قدرت خداوندی کے سپرد کرو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''انک لاتسمع الموتی'' مردے سنتے نہیں، یہ نہیں کہا، بلکہ فرمایا آپ ﷺ نہیں سنا سکتے، سناتا خدا ہے یعنی مردوں کا سننا قدرت خداوندی کے ساتھ ہے، اسباب کے طور پر وہ خود نہیں سنتے اور دنیا میں ہم اسباب کے تحت خود سنتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اسباب دیئے تو آپ اور ہم سنتے ہیں اور وہاں کا سننا قدرت خداوندی کے ساتھ ہے۔

سوال: کیا مردے اسباب کے ساتھ سنتے ہیں؟

جواب: دیکھیں وہ ہیں کہاں؟ عالم برزخ میں تو اگلے جہاں میں سننا، سنانا، سب قدرت خداوندی کے ساتھ ہے تو اگر کوئی کہے کہ وہ اسباب کے ساتھ سنتے ہیں، تو نہیں۔ قدرت خداوندی سے سنتے ہیں، اسباب کے ساتھ ہم سنتے ہیں۔

اہل برزخ اور اہل دنیا کا تعلق

یہ بات آپ حضرات کے ذہن میں رہنی چاہئے کہ مرنے کے بعد آدمی اس دنیا سے بالکل نہیں کٹ جاتا بلکہ برزخ والوں کا اس دنیا سے اور اس دنیا والوں کا برزخ والوں سے کسی نہ کسی درجے میں رابطہ رہتا ہے۔ بالکل انسان اس دنیا سے کٹ کر ایسا نہیں ہوجاتا کہ اس کا ادھر سے کوئی تعلق ہی نہ رہے ان آیات وروایات کے علاوہ اور بھی بہت سی روایات سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

ایک اور روایت ہے کہ جب فوت ہونے والا نیا آدمی جاتا ہے تو پہلے والے بڑی خوشی مناتے ہیں جیسے کسی کا کوئی رشتہ دار ایک عرصہ بعد سفر سے لوٹا ہو تو ملاقات کر کے خوشی ہوتی ہے اسی طرح ان کو بھی خوشی ہوتی ہے اور جب وہ پوچھتے ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے، فلاں کا کیا حال ہے؟ اور یہ کہتا ہے کہ وہ تو مجھ سے پہلے آچکا ہے تو پھر وہ سب افسردہ ہوجاتے ہیں کہ جب وہ پہلے آگیا ہے اور ہم سے ملاقات نہیں ہوئی تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ دوسرے کھاتے میں چلا گیا۔ (نسائی ج ۱ ص ۲۰۳، مشکوٰۃ ۱۴۲)

تو اس سے پتا چلتا ہے کہ جو بخشی ہوئی روحیں ہوتی ہیں ان کی آپس میں ملاقات ہوتی ہے اور جو عذاب قبر کی گرفت میں آگیا اس کی روح ان نیک اور اچھے لوگوں سے نہیں مل سکتی۔ اس لئے وہ بیچارے غمزدہ ہوجاتے ہیں کہ اگر وہ پہلے آچکا ہے اور ہم سے ملاقات نہیں ہوئی تو یہ علامت ہے اس بات کی کہ وہ دوسری طرف چلا گیا۔

روح کے جسم عنصری کے ساتھ تعلق میں عقلاً کوئی استبعاد نہیں ہے

مسلمان کے ایقان واطمینان کا ذریعہ تو قرآن کریم احادیث شریف اور اجماع امت واضح دلائل ہیں وہ ان کی موجودگی میں کسی اور چیز کا قطعاً محتاج نہیں ہوتا۔ لیکن آج کے مادہ پرست دنیا اور عقل نارسا کی پجاری کے لئے آج کی سائنس میں ایسی واضح مثالیں اور نظیریں بھی موجود ہیں جن سے وہ اپنے ضمیر کو سائنس کی ایجادات سے بھی مطمئن کر سکتے ہیں قریب کے زمانہ میں امریکہ نے تین مرتبہ چاند پر کامیابی کے ساتھ اپنے آدمی اتارے اور حیرت انگیز معلومات سے دنیا کو محو حیرت کر دیا۔ پہلی مرتبہ ۱۶ جولائی ۱۹۶۹ء کو امریکہ کے تین خلا باز، نیل آرمسٹرانگ، ایڈون آلڈرن اور مائیکل کولنز، تین ہزار ایک ٹن وزنی خلائی جہاز اپالو یازدہم کے ذریعہ زمین سے روانہ ہوکر (اختصار کے سے ساتھ عرض کر رہا ہوں) چاند کی سطح پر پہنچے، اس طویل سفر میں خلائی جہاز اور قمری گاڑی اور خلا بازوں کے جسم کے ساتھ زمینی مرکز کیپ کینیڈی میں خلائی مرکز سے بدستور تعلق قائم رہا حتی کہ ان کے دل کی رفتار تک سنائی دیتی رہی۔ خلائی مرکز کے ڈاکٹر چارلس ہبرے بتایا کہ خلا باز جب چاند پر کام کر رہے تھے ان کے دل کی حرکت بالکل نارمل تھی۔

یاد رہے زمین سے چاند کا فاصلہ دو لاکھ چالیس ہزار میل (سائنس دانوں نے جو نئی پیمائش کی ہے اس کے مطابق چاند، زمین سے دو لاکھ چھبیس ہزار نو سو ستر میل دور چاند زمین سے ۳۵۶۴۰۰ سے ۴۰۶۷۰۰ آج کل کی تحقیق کے مطابق کے فاصلہ پر ہے۔ (اخبار امروز ۶ راگست ۱۹۶۹ء ص ۱)

امریکہ نے ۲/مارچ کو کیپ کینیڈی سے اپنا خلائی جہاز پانیز ا، نظام شمسی کے لیب سے دور دراز سیارہ مشتری کی طرف روانہ کیا۔ مشتری زمین سے تقریباً ایک ارب کلومیٹر دور ہے۔ اب دیکھیں سائنسی آلات اتنے طاقتور ہیں کہ زمین سے ان کا رابطہ ہے۔

یہ تو انسانی سائنس اور انسانی کوشش اور کاوش کا ایک نتیجہ ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کی قادر مطلق ذات کو اس پر قدرت نہیں ہے کہ ارواح کو علیین یا سجین میں رکھنے کے باوجود (جیسا کہ روایات سے ثابت ہے) ان کا تعلق قبروں میں ان کے اجسام یا اجسام کے ذرات سے وابستہ رکھے؟ اگر یہ امور وقوع پذیر ہو سکتے ہیں اور سورج کا تعلق زمین سے ایک واضح مشاہدہ کی حیثیت رکھتا ہے تو ارواح کے اجسام کے ساتھ تعلق رکھنے میں بھی عقلی طور پر ہرگز کوئی مضائقہ نہیں ہے مرنے کے بعد روح کے جسم عنصری کے ساتھ تعلق کو مستبعد سمجھنے والے حضرات میں اگر حق کی طلب وجستجو ہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ! بالآخر یہ اپنی غلطی کا ضرور احساس کر کے جمہور اور اکابر کا دامن تھام لیں گے اور اپنے عقائد کو صحیح کریں گے اور قرآن حدیث کے مطلب اور معنی کے سمجھنے میں حضرات سلف صالحین رحمہم اللہ کے فہم پر اعتماد کرنا پڑے گا اور اس کے بغیر چارہ نہیں ورنہ سخت ٹھوکر لگے گی:

ممکن ہے کہ تو جس کو سمجھتا ہے بہاراں
اوروں کی نگاہوں میں وہ موسم ہو خزاں کا

مماتیوں کا اشکال اور اس کا منہ توڑ جواب

جمعیت اشاعت التوحید والے حضرات کہتے ہیں کہ جو لوگ آگ میں جل گئے، راکھ ہو گئے، ان کے ذرات بکھر گئے۔ اب ان کو عذاب، عذاب قبر کہاں سے ہوگا، عذاب کس چیز کو ہوگا، کیوں کہ جسم تو رہا ہی نہیں، وہ تو ذرے ذرے ہو گیا، راکھ ہو گیا، آگ میں جل گیا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مشرکین کا عقیدہ ہے کہ جب ہم ذرہ ذرہ ہو جائیں گے، جب ہمارے ذرات بکھر جائیں گے۔ جب ہماری ہڈیاں بکھر جائیں گی اور کچھ نہیں ہوگا تو پھر کس طرح سے حیات ہوگی اور پھر کس طرح عذاب وثواب ہوگا یہ مشرکین کا عقیدہ ہے، یہ موحدین کا عقیدہ نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں کا عقیدہ ہے جو اپنی عقل پر مدار رکھتے ہیں اور یہی معتزلہ ہیں اور معتزلہ کا اصول یہی ہے ورنہ تو قرآن کریم میں صراحتاً ہے قوم نوح کے بارے میں سورۃ نوح میں ''اغرقوا فادخلوا نارا'' ظاہری طور پر ان کو پانی میں ڈبویا گیا ہے لیکن حقیقت میں وہ جہنم میں پہنچ گئے۔ پانی اور آگ آپس میں دونوں مقابل ہیں۔ ''اغرقوا'' ڈبوئے گئے، ''فادخلوا نارا'' متصل ڈبونے کے بعد آگ کے اندر داخل کر دیئے گئے۔ ظاہری صورت پانی کی تھی حقیقت کے اعتبار سے آگ تھی۔

ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں ''النار یعرضون علیها غدوا وعشیا ویوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب'' فرعونی سارے کے سارے سمندر میں ڈوبے تھے، پانی میں ڈوبے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کہتا ہے انہیں صبح وشام آگ کے اوپر پیش کیا جاتا ہے اور قیامت کے دن کہا جائے گا ان کو سخت عذاب میں پہنچا دو۔ پانی میں ڈوبے ہوئے حقیقت میں آگ میں چلے گئے تمہاری عقل مانے نہ مانے قرآن کریم یہی کہتا ہے۔ اس لئے بظاہر چاہے ریزہ ریزہ ہو جائیں جو کچھ بھی ہو جائیں لیکن یہ قرآن وحدیث کا عقیدہ ہے کہ انہیں قبروں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب بھی ہوتا ہے، عذاب بھی ہوتا ہے اور ہر نیک آدمی، ہر مقبول بندہ حدیث کی رو سے اس کی قبر کے اندر جنت کی کھڑکی کھلتی ہے اور خوشبو آتی ہے۔ لیکن کسی کسی کی اللہ کرامت ظاہر کر دیتے ہیں کہ وہ خوشبو باہر والے

لوگوں کو بھی محسوس ہوتی ہے جیسے کہ علماء دیوبند حیاتی کی قبروں سے خوشبو آتی رہی حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک سے خوشبو پھوٹی، لال مسجد میں شہید طلبہ وطالبات کی قبروں سے خوشبو پھوٹی، غازی عبدالرشید شہید رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے خوشبو پھوٹی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے خوشبو پھوٹی ہے۔ وغیرہ۔

حصہ دوم...... حیات النبی ﷺ متفق علیہ ہے

(پمفلٹ کی صورت میں شائع ہوا)

جماعت اشاعۃ التوحید والسنۃ کا عقیدہ بسلسلہ مسئلہ حیات النبی ﷺ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''انک میت وانھم میتون'' (القرآن)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم!

''من کان منکم یعبد محمدا فان محمدا قد مات'' (البخاری)

بعض حضرات ہمارے ساتھیوں کو اکثر کہا کرتے ہیں کہ اگر اشاعۃ التوحید والسنۃ والوں کا عقیدہ قرآن مجید، سنت صحیحہ، اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم باسند صحیح، ائمہ احناف مجتہدین کے مفتی بہ اقوال کے مطابق وموافق ہے تو ان کو کہو کہ وہ لکھ دیں تو ہم اپنے ساتھیوں کا مطالبہ پورا کرتے ہوئے اپنا عقیدہ مسئلہ حیات النبی ﷺ کے سلسلہ میں تفصیلاً پیش کر رہے ہیں۔ اب ہم سے اختلاف کرنے والوں کا مذہبی، اخلاقی فرض بنتا ہے کہ وہ حضرات بھی اس مسئلہ حیات النبی ﷺ کے بارہ میں اپنا عقیدہ تفصیلاً اپنے علماء کرام سے لکھوا کر لائیں۔

۱...... حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی موت شریف بصورت خروج روح واقع ہوئی ہے۔

۲...... آپ ﷺ کی روح مبارک جسم سے جدا ہونے کے بعد مقام رفیق اعلیٰ (جنۃ الفردوس) میں چلی گئی۔

۳...... قیام قیامت تک وہاں ہی عیش وعشرت میں رہے گی۔

۴...... قیام قیامت کے وقت آپ ﷺ کی روح مبارک واپس آپ کے جسم میں داخل ہوگی، پھر آپ ﷺ زندہ ہو کر اپنی قبر مبارک سے باہر تشریف لائیں گے۔

۵...... باقی موت سے تا قیام قیامت آپ ﷺ کا جسم مبارک اگرچہ محفوظ ومعطر رہے گا (جیسا کہ اب بھی ہے) مگر اس میں روح موجود نہیں۔ حاصل اینکہ ہم حضور ﷺ کی حیات روحانی برزخی کے قائل ہیں۔

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں

سوال نمبر ا: جماعت اشاعۃ التوحید والسنۃ کا عقیدہ (مماتیوں کا) بسلسلہ مسئلہ حیات النبی ﷺ۔

۱...... حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی موت شریف بصورت خروج روح واقع ہوئی ہے۔

۲...... آپ ﷺ کی روح مبارک جسم سے جدا ہونے کے بعد مقام رفیق اعلیٰ میں چلی گئی۔

۳...... قیامت قیامت تک وہاں ہی عیش وعشرت میں رہے گی۔

۴...... قیام قیامت کے وقت آپ ﷺ کی روح مبارک آپ ﷺ کے جسم میں داخل ہوگی، پھر آپ ﷺ زندہ ہوکر اپنی قبر مبارک سے باہر تشریف لائیں گے۔

۵...... باقی موت سے تا قیام قیامت آپ ﷺ کا جسم مبارک اگرچہ محفوظ و معطر رہے گا مگر اس میں روح موجود نہیں۔

مماتیوں کا کہنا ہے کہ ہمارا مذکورہ عقیدہ قرآن ،سنت صحیحہ، اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم باسند صحیح اور ائمہ احناف مجتہدین کے مفتی بہ اقوال کے مطابق ہے، اگر یہ عقیدہ غلط ہے تو قرآن واحادیث صحیحہ کی روشنی میں واضح فرمائیں۔

سوال نمبر ۲: مذکورہ مسئلہ کے بارے میں اکابرین علماء دیوبند کا عقیدہ کیا ہے؟ قرآن مجید، سنت صحیحہ، اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم باسند صحیح کی روشنی میں اکابرین علماء دیوبند کا عقیدہ بیان فرمائیں۔

سوال نمبر ۳: کیا انبیاء کی قبر والی حیات برزخی دنیوی روحانی جسمانی ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

حیات النبی ﷺ کے بارے میں جمہور امت کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام برزخ میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں، ان کی حیات برزخی صرف روحانی نہیں بلکہ جسمانی حیات ہے جو حیات دنیوی کے مماثل ہے۔ بجز اس کے کہ وہ احکام کے مکلف نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الموت حقیقی جسمانی مثل حیات دنیوی کے ہے، جمہور امت کا یہی عقیدہ ہے اور یہی علماء دیوبند کا مسلک ہے۔

(از فتویٰ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ وکذا فی المہند علی المفند جویب ۷ ۱۴، ۴۳)

جو حضرات حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں جمہور اہل السنۃ والجماعت اور اکابر علمائے دیوبند کے مؤقف کے خلاف رائے رکھتے ہیں وہ اس مسئلہ میں مسلک دیوبند سے ہٹے ہوئے ہیں۔ چنانچہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ اپنے ایک فتویٰ میں وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اور یہ ظاہر ہے کہ دیوبندیت کوئی مستقل مذہب نہیں، جمہور اہل السنۃ والجماعت کے مکمل اتباع ہی کا نام دیوبندیت ہے، جو عقیدہ اہل السنت الجماعت کے خلاف ہے وہ دیوبندیت کے بھی خلاف ہے۔''

(حیات انبیاء از مولانا عبد الشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ الصدیق ملتان جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ)

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں: ''احقر اور احقر کے مشائخ کا مسلک وہی ہے جو المہند میں بالتفصیل مرقوم ہے، برزخ میں جناب رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام بجسد عنصری زندہ ہیں، جو حضرات اس کے خلاف ہیں۔ وہ اس مسئلہ میں دیوبند مسلک سے ہٹے ہوئے ہیں۔''

(حیات انبیاء ص ۱۴۷ از مولانا عبد الشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ الصدیق ملتان جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ)

سوال کے ساتھ منسلکہ پمفلٹ میں ذکر کردہ عقیدہ علمائے دیوبند کا عقیدہ نہیں ہے۔ لہٰذا اس کو علمائے اہلسنت یا علمائے دیوبند کا عقیدہ قرار دینا اور اس پر عمل کرنا شرعاً درست نہیں۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم ا محمد طاہر غفرلہ

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

۱۱ر رمضان ۱۴۳۳ھ، ۳۱ر جولائی ۲۰۱۲ء

الجواب صحیح: احقر محمود اشرف غفر اللہ لہ مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۲ر رمضان ۱۴۳۳ھ

مماتی حضرات عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کے متعلق التباس دینے میں مرزائیوں سے جا ملے

پہلے زمانے میں کافروں کا یہ دستور رہا ہے کہ وہ ایک بت بناتے اور اس کا نام ابراہیم وغیرہ رکھ دیتے، حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ تمام ادیان میں مقبول ترین شخصیت تھے۔ اس لئے لوگ سمجھتے شاید یہ لوگ ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بت کی پہلے تعظیم کرتے اور پھر یہ تعظیم عبادت کی حد تک پہنچ جاتی۔ پہلے اس بت کو مشکل کشا کہتے پھر خود اسی کو مشکل کشا مان لیتے، اسی طرح اہل کتاب یہود و نصاریٰ کسی نبی کی سوانح عمری خود لکھتے اور اس کا نام تورات، زبور اور انجیل رکھ لیتے اور ان کتابوں کو الہامی اور خدائی قرار دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان کی بدعات کا تذکرہ یوں فرمایا: ”یکتبون الکتب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ“ ترجمہ: وہ لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھ سے پھر کہہ دیتے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے آج کل کے نئے فرقوں نے بھی یہی طریقہ اپنالیا ہے کہ ایک فرقہ بناتے ہیں، پھر ان پڑھوں کے سامنے اپنے غلط عقائد کو قرآن کا نام لے کر پیش کرتے ہیں۔ یہی حال اشاعۃ التوحید والسنۃ والوں کا ہے جن کا ۱۹۵۸ء سے قبل کوئی وجود نہیں تھا بلکہ تمام امت کا عقیدہ حیات النبی ﷺ پر اتفاق ہے۔ بانی اشاعۃ التوحید والسنۃ عنایت اللہ گجراتی نے حیاۃ انبیاء کرام علیہم السلام کا انکار کیا اور اس پر ان آیات کو پیش کیا جو مرزا قادیانی نے ازالۃ الاوہام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر پیش کی ہیں اور آج تک تمام مماتی ملعون مرزا قادیانی کی پیش کردہ آیات کا سہارا لیتے ہیں اور قادیانی کی طرح عوام کو دھوکا دیتے ہیں کہ ہم قرآن کی آیت پیش کرتے ہیں اور مولوی امتیوں کے اقوال قرآن کے مقابلے میں بیان کرتے ہیں۔ ہمارا ان سے یہی سوال ہے جو مرزا قادیانی سے تھا کہ قرآن کا جو مطلب تم بیان کرتے ہو یہ کسی صحابہ یا تابع، تبع تابع یا چودہ سو سال تک کسی مفسر نے بیان کیا ہے تو یہ اپنے استاذ مرزا قادیانی کی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وارث جماعت اہل سنت والجماعت دیوبندی حیاتی کو قرآن کا منکر قرار دیتے ہیں اور مرزا قادیانی والا جواب دیتے ہیں کہ قرآن کے مقابلے میں امتی کا قول حجت نہیں۔

عقیدہ حضرات مالکیہ

امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ آپ یعنی امام مالک رحمہ اللہ اسے ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص یوں کہے کہ ”میں نے حضور ﷺ کی قبر کی زیارت کی“ امام مالک کے مقلدین میں سے ابن رشد اس کی تشریح یہ کرتے ہیں کہ اس ناپسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ زیارت کا لفظ عام طور پر موتی کے متعلق استعمال ہوتا ہے اور حضور ﷺ وفات شریفہ کے بعد

ابن حیات تامہ سے زندہ ہیں اور یہ حیات آئندہ بھی اسی طرح رہے گی۔ پس آپ ﷺ غذائے حس دنیوی سے باوجود حیات کاملہ سے زندہ ہیں۔ (نور الایمان بزیادۃ آثار الحبیب الرحمن وکذالک فی وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۱۲، ۴۱۳، مقام حیات ص ۱۹۷)

علماء مالکیہ میں سے امام قرطبی (ج ۵ ص ۲۶۵) امام ابوحیان اندلسی (البحر المحیط ج ۱ ص ۲۸۳) علامہ ابن الحاج علامہ ابن رشد وغیرہ نے اس کا خوب تذکرہ کیا ہے۔

عقیدہ شوافع

شوافع میں سے امام بیہقی اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے حیات انبیاء پر مستقل کتاب لکھی ہیں۔ علامہ طیبی اور علامہ ابن حجر، امام غزالی اور علامہ سبکی رحمہ اللہ نے بھی انہی حقائق کی تصدیق کی ہے۔ بلکہ تمام اکابر شوافع کا یہی مسلک ہے۔ طبقات شافعیہ میں ہے "عندنا رسول اللہ ﷺ حی یحس ویعلم وتعرض علیہ اعمال الامۃ ویبلغ الصلوۃ والسلام" ہم شافعیہ کے نزدیک حضور ﷺ زندہ ہیں اور آپ ﷺ میں احساس اور شعور موجود ہے۔ آپ ﷺ پر اعمال امت بھی پیش ہوتے ہیں اور صلوٰۃ والسلام بھی آپ ﷺ کو پہنچایا جاتا ہے۔ (طبقات شافعیہ ج ۲۲ ص ۲۸۲)

حنابلہ کا عقیدہ

"قال ابن عقیل من الحنابلۃ ھو ﷺ حی فی قبرہ صلی" ترجمہ: حنابلہ کے مشہور بزرگ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ حضور انور ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ (الروضۃ البہیہ ص ۱۴)

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ابن قیم کی عبارت بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔

حنفیہ کا عقیدہ

علامہ شرنبلالی نور الایضاح میں فرماتے ہیں کہ محققین کے نزدیک یہ طے شدہ ہے کہ حضور انور ﷺ زندہ ہیں، آپ ﷺ کو رزق ملتا ہے اور عبادات سے آپ لذت اٹھاتے ہیں، ہاں اتنی بات ہے کہ وہ ان نگاہوں سے پردے میں ہیں جو ان مقامات تک پہنچنے سے قاصر رہتی ہیں۔ (نور الایضاح ص ۱۷۷)

علامہ ابن عابدین الشامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے (جس کو آگے ذکر کیا گیا ہے) (رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۲۰۳)

نیز مراقی الفلاح، طحطاوی فتح القدیر اور دیگر کتب احناف سے حیات النبی ﷺ صراحتاً ثابت ہے۔

الغرض: عقیدہ حیات النبی ﷺ پوری امت کا اجماعی عقیدہ ہے یعنی آپ ﷺ کی حیات جسمانی پر جمیع صحابہ کبار رضی اللہ عنہم، ائمہ اربعہ جمہور حضرات محدثین ومفسرین اور تمام علماء امت کا اتفاق ہے۔

چنانچہ: حافظ ابن حجر، علامہ عینی، ملا علی قاری، علامہ ابن کثیر، صاحب روح المعانی علامہ آلوسی، علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ وغیرہم نے اجماع نقل کیا ہے۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ اور علماء دیوبند

"حضرت نانوتوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انبیائے کرام کو انہیں اجساد دنیاوی کے تعلق کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں۔" (لطائف قاسمیہ ص ۳)

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری متفقہ طور پر علمائے دیوبند کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک آنحضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ ﷺ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے الخ المہند علی المفند (ص ۱۳، ۱۴) پر علمائے دیوبند کے تیئس ۲۳ اکابر کے دستخط ہیں۔

پس حیات النبی ﷺ کا انکار تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ائمہ اربعہ، مفسرین اور محدثین اور اہل سنت والجماعت کی مخالفت ہے۔ لہٰذا منکرین حیات النبی ﷺ اہل سنت والجماعت اور دیوبندیت سے خارج ہیں۔ جس کی تفصیل عالم اسلام کی مرکزی اسلامی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کا جامع، مکمل اور مدلل فتویٰ جو خیرالفتاویٰ میں درج ہے ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

جماعت اشاعت التضلیل والبدعۃ نے جو مذکورہ پرچے میں اپنا عقیدہ بیان کیا ہے اس میں ایک آیت قرآن اور خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایک جملہ نقل کیا ہے۔ اس کے جواب سے قبل یہ بات سمجھ لیں کہ جماعت اشاعت التضلیل والبدعۃ کا اہل سنت والجماعت سے اختلاف وقوع موت میں نہیں بلکہ بعد الوفات قبر اطہر میں جسد عنصری کے ساتھ حیات میں ہے جس کے تمام مماتی منکر ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اختلاف وقوع موت میں نہیں بلکہ حیات بعد الوفات میں ہے اب سمجھیں۔

جواب نمبر ۱: ''انک میت وانھم میتون'' آیت قرآنی میں وعدہ موت ذکر نہیں حیات یا ممات بعد الوفات پر آیت میں کوئی تذکرہ نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ آج تک ان سے قبل کسی مفسر نے ممات بعد الوفات پر استدلال نہیں کیا۔ عدم حیات پر استدلال کرنا مرزا قادیانی کی اقتداء واتباع کرنا ہے اور محل اختلاف پر مماتیوں کے پاس کوئی دلیل نہیں اور نہ ہی کوئی آیت قرآنی اور نہ ہی حدیث اور نہ ہی چاروں اماموں کی فقہ سے کوئی جزئیہ اور نہ ہی قیامت کی صبح تک پیش کرسکتے ہیں یہ ایک چیلنج ہے۔

اور عوام کو گمراہ کرنے کے لئے یہ آیت پیش کرتے ہیں، عام آدمی بچارا پریشان ہوجاتا ہے کہ ہاں بھائی یہ توصحیح کہہ رہا ہے، کیونکہ آیت مبارکہ میں میت کا لفظ ہے اور میت مردے کو کہتے ہیں۔ جب کہ ایسی آیت مبارکہ سے حجۃ الاسلام قاسم العلوم الخیرات بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے تخصیص موت پر استدلال کیا ہے، بایں طور کہ ''انک میت وانھم میتون'' میں واؤ عاطفہ ہے اور عطف اور معطوف میں مغایرت یعنی عطف معطوف کا غیر ہوتا ہے۔

لہٰذا نبی اور غیر نبی کی موت میں فرق ہے جس طرح نبی کی نیند اور غیر نبی کی نیند میں فرق ہے کہ غیر نبی کی نیند سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور نبی کی نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا ایسی ہی غیر نبی کی موت میں اخراج روح ہوتا ہے جب کہ نبی کی موت میں اخراج روح نہیں ہوتا۔

جواب نمبر ۲: منکر حیات پر حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا لاجواب سوال قاسم العلوم والخیرات حضرت نانوتوی رحمہ اللہ انہوں نے ایک سوال کیا ہے اور وہ سوال آج تک مماتی برادری پر جبل احد بن کر سوار ہے وہ سوال آج تک مماتی برادری کے سامنے سد سکندری کی طرح قائم ہے۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ پر اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین! وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کلام فصیح ہے اور اللہ تعالیٰ کی کلام بلیغ ہے اور فصاحت اور بلاغت کا معنی یہ ہے، کہ انسانی کلام میں یا کسی کے کلام میں الفاظ کا تکرار نہ ہو، ایک لفظ کا بار بار آنا جب کہ اس کا معنی وہی ہے، مفہوم ایک ہے اور اس سے دو معنی مراد نہیں کہ ایک لفظ ایک مقصد کے لئے بار بار آرہا ہے یا بار بار آئے۔ یہ فصاحت وبلاغت کے خلاف ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کلام فصیح وبلیغ

ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں کوئی شک نہیں خالق جل مجدہ نے اعلان فرمایا: ''انک میت و انھم میتون'' میرے پیغمبر موت آپ پر بھی آنے والی ہے۔''وانھم میتون'' اور لوگ بھی مرنے والے ہیں۔ اللہ نے لفظ میت دو جگہ کیوں فرمایا؟

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب باقی لوگوں کی موت اور پیغمبر ﷺ کی موت ایک جیسی ہے؟ جیسے باقی لوگ فوت ہو گئے۔ ایسے پیغمبر ﷺ معاذ اللہ، فوت ہو گیا؟ اگر دونوں کے اس دنیا سے جانے کا کوئی فرق نہیں ہے؟ تو خالق جل مجدہ نے لفظ میت کا دو جگہ استعمال کیوں فرمایا ہے؟ ایسے بھی تو کہا جا سکتا تھا کہ: ''انک وھم میتون'' اے میرے نبی ﷺ آپ اور باقی لوگ بھی مرنے والے ہیں لفظ میت ایک مرتبہ استعمال ہوتا، اس کو دو جگہ استعمال کیوں کیا ہے؟ ایک دفعہ انک میت اور دوسری جگہ پھر وانھم میتون، جب موت برابر تو لفظ دو جگہ کیوں؟ اللہ کی کلام فصیح و بلیغ ہے اور فصاحت و بلاغت کا تقاضہ یہ ہے کہ لفظ میں بلا وجہ تکرار نہ آئے۔ اب اگر نبی ﷺ کی موت اور غیر نبی کی موت میں فرق کوئی نہیں تو لفظ میں تکرار بنتا ہے جو کلام الٰہی کی شان کے خلاف ہے اور جب کوئی مسلمان اللہ کی کلام میں تکرار اور تضاد نہیں تسلیم کرتا نہ تسلیم کر سکتا ہے تو ماننا پڑے گا کہ انک میت میں مفہوم الگ وانھم میتون میں مفہوم الگ ہے۔

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ لفظ ایک ہے تو مفہوم الگ الگ کیسے؟

حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ قرآن پیش کرتا ہے اور اس میں ایک لفظ دونوں جگہ ہے، لیکن مفہوم الگ الگ ہے۔ ایک لفظ آیا ہے زلیخا کے واسطے، ایک لفظ آیا ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے واسطے، زلیخا واسطے لفظ آیا ہے و ھم بھا اور حضرت یوسف علیہ السلام واسطے لفظ ہے و ھم بہ، جس کے معنی ارادہ ہے اور زلیخا کے معاملے میں بھی و ھم بھا آیا ہے، اس میں بھی معنی ارادہ ہے، دونوں جگہ لفظ ایک ہے معنی دونوں کا ارادہ ہے تو جو ارادہ زلیخا کا تھا۔ کیا وہی ارادہ یوسف علیہ السلام کا تھا؟ (معاذ اللہ) نہیں ہرگز نہیں، اگر ارادے میں فرق ہے، تو لفظ ایک ہے فرق کیسے ہے؟ لفظ وہاں بھی ہم، لفظ یہاں بھی ہم، اگر دونوں لفظ کے مفہوم میں فرق ہے اور فرق کیا جا سکتا ہے تو ''انک میت'' اور ''وانھم میتون'' میں فرق کیا جا سکتا ہے، ہاں اگر موت میں فرق نہیں تو وجہ بتائیں کہ تکرار کیوں آیا؟ لفظ میت دو دفعہ کیوں آیا؟ مماتی حضرات بتائیں وجہ تکرار کیا ہے؟ لفظ میت دو دفعہ کیوں آیا؟ جب کہ ''انک میت و انھم میتون'' کہا جا سکتا تھا؟ یہ بار بار تکرار کا کیا معنی؟ جب کہ تکرار آیا ہی اس واسطے کہ نبی کی موت اور ہے اور تیری میری موت اور ہے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خطبہ کے الفاظ سے مماتی حضرات غلط استدلال کرتے ہیں

اور خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مماتی آدھا پڑھتے ہیں اور آدھا نہیں پڑھتے اور یہ عادت قرآن نے یہودیوں کی بتائی ہے۔ قرآن فرماتا ہے ''افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض'' ترجمہ: کیا تم ایمان لاتے ہو کچھ کتاب پر اور انکار کرتے ہو کچھ کتاب کا۔

آٹھ شارحین نے خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں یہ بات لکھی ہے کہ خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں حیات فی القبر ثابت ہو رہی ہے جیسا کہ ماقبل میں یہ بات گزری ہے حتیٰ کہ مماتیوں کے مدرسہ دار العلوم تعلیم القرآن کے ماہنامہ تعلیم القرآن ۱۹۶۴ء میں یہ بات لکھی ہے کہ خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے حیات فی القبر ثابت ہو رہی ہے، چور جب بھی چوری کرتا ہے وہ اپنے نشان چھوڑ جاتا ہے جس کے سبب وہ پکڑا جاتا ہے مماتیوں کا جھوٹ ان کے اپنے ہی مماتیوں نے پکڑ لیا اور یہ ایسے چور ہیں جو لوگوں کے ایمان پر ڈاکا مارتے ہیں۔

جماعت اشاعۃ التوحید نے جو حیات النبی ﷺ کے بارے میں جو عقیدہ بیان کیا ہے وہ محض ان کی افتراء اور اختراع ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کا کوئی وجود اور ثبوت نہیں اس کے لئے صرف اس عبارت پر اکتفاء کرتے ہیں جس پر شیخ غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ اور اشاعت التوحید والسنہ کے امیر قاضی نور محمد صاحب رحمہ اللہ نے بھی دستخط کیے تھے۔

۱۸ر محرم ۱۳۸۳ھ بمطابق ۲۲ر جون ۱۹۶۲ء کو راولپنڈی مماتیوں کا مدرسہ دار العلوم تعلیم القرآن میں قاری طیب صاحب رحمہ اللہ کی زیر سرپرستی فریقین کے ذمہ داروں نے درج ذیل عبارت پر دستخط کئے۔

وہ عبارت یہ ہے: ''وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخی (قبر شریف) میں یہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ ﷺ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔''

سبحان اللہ! حق حق ہوتا ہے جتنا بھی چھپاؤ نہیں چھپتا حقیقت اپنے آپ کو خود ہی منوا لیتی ہے منوانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

نیز ۲۲ر صفر ۱۳۹۲ھ میں دار العلوم تعلیم القرآن کے مفتی عبد الرشید صاحب ایک فتویٰ کا جواب لکھتے ہیں فرماتے ہیں کہ ''کتب فقہ حنفی اور احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ عند القبر (قبر کے نزدیک) بذات آنحضرت ﷺ درود وسلام سنتے ہیں، سلف اہل سنت والجماعت میں اس کے اندر کوئی اختلاف نہیں'' اس کی تصحیح شیخ غلام اللہ خان رحمہ اللہ اور مفتی دار العلوم تعلیم القرآن مفتی غلام ربانی نے کی ہے۔

پس مماتیوں کے مدرسہ کا یہ فتویٰ بھی صراحت کے ساتھ فی القبر اور اہل السنت والجماعت کے اجماعی عقیدہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اس کے علاوہ جمعیت اشاعت التوحید کے مرکزی امراء مذکورہ مسئلہ کے بارے میں بیان فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب قلعہ دیدار سنگھ

حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب مرحوم دیدار سنگھ والے حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ کے خلیفہ ہیں۔ جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے امیر اوّل تھے، مولانا عبد الحمید سواتی مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ، حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ کی کتاب تحفہ ابراہیمیہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں، ''ایک دفعہ ہمارے سامنے کی بات ہے کہ حدیث سماع کا ذکر تھا۔ یعنی حضور ﷺ کا یہ فرمان کہ ''من صلّی علی عند قبری سمعتہ و من صلی علی نائیا ابلغتہ'' تو قاضی صاحب فرمانے لگے کہ جس حدیث کے بارے میں ملا علی قاری، حافظ ابن قیم، امام ابن تیمیہ، علامہ سخاوی اور حافظ ابن حجر جیسے بزرگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ صحیح ہے اگر ہم کہیں کہ یہ صحیح نہیں تو کوئی دانشمندی کی بات نہ ہوگی اور اسی طرح آپ نے صاف الفاظ میں فرمایا کہ حضور کریم ﷺ کو اپنی قبر مبارک میں حیات حاصل ہے ایسی حیات کہ جس سے اپنی قبر کے پاس صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔'' (فیوضات حسینیہ، تحفہ ابراہیمیہ ص ۳۶)

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب

متشدد گروپ کے واعظ چتروڑ گڑھی کے فتویٰ کفر دینے کے بارے میں اس کے حلقہ کے ایک آدمی نے

مولانا غلام اللہ خان صاحب سے فتویٰ دریافت کیا تھا۔ مولانا کے دارالافتاء سے جو جواب حاصل ہوا تھا۔ اس کی ایک کاپی میرے پاس موجود ہے۔ اس کو یہاں نقل کر دیتا ہوں تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ خانہ زاد تحقیق اور بے پدر فتویٰ صرف تشدد گروپ کی اسلاف سے قلبی نفرت کا اظہار اور علماء دیوبند کو بدنام کرنے کی ایک سازش ہے، جمعیت کے اکابرین کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ ایسے لوگ جمعیت اشاعت التوحید وسنت کی خدمات کو پامال کر رہے ہیں اور اکابر کی علمی نیک نامی کو بدنامی سے بدل رہے ہیں۔

مضمون خط

بخدمت جناب شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

المرام اینکہ ہمارے علاقہ میں ایک عالم صاحب نے یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی قبر اطہر پر درود وسلام پڑھنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آنحضرت ﷺ بذات خود سنتے ہیں یا سن رہے ہیں۔ یہ بالکل صریح شرک ہے اور قرآن وحدیث میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والا میرے نزدیک کافر ومشرک ہے۔ جناب والا سے تشریح طلب ہیں کہ کیا واقعی ایسا عقیدہ رکھنے والے کافر ومشرک ہیں یا نہیں۔ احقر عبدالقادر خان عباسی

از احمد پور شرقیہ

الجواب وھو الموفق للصواب

”کتب فقہ حنفی اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ عند القبر بذات خود آنحضرت ﷺ درود وسلام سنتے ہیں۔ سلف اہل سنت والجماعت میں اس کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ایسے عقیدے والے کو کافر ومشرک کہنا بہت بڑی دلیری ہے۔ العیاذ باللہ! اللہ تعالیٰ ایسی جسارت سے ہر ایک کو محفوظ رکھے اور سلف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرماوے۔ واللہ اعلم بالصواب“ عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی ۲۲ رصفر ۱۳۹۶ھ

الجواب صحیح: لاشئی غلام اللہ خان۔ جواب درست ہے: ناکارہ خلائق غلام ربانی

جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کے مرکزی رہنما لکھتے ہیں: ”قرآن کریم میں اس مسئلہ کی صراحت کہیں بھی نہیں ہاں شہداء کے حق میں ارشاد ہوتا ہے ”بل احیاء ولکن لا تشعرون“ اس سے بطور دلالت النص سمجھ میں آتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کہ جن کا درجہ شہداء سے بھی بہت بڑا ہے وہ بعد الوفات زندہ ہیں وہ اس طرح علماء کرام نے زادہم اللہ شرفاً نے یہ مسئلہ قرآن سے نکالا ہے۔ دلالت النص اسے کہتے ہیں کہ ایک چیز مذکورہ ہو دوسری اس سے بطور اولیٰ سمجھ میں آئے اس دور میں اور پہلے دور میں اس کے ساتھ اتنا ایمان ہونا کافی تھا کہ یہ حضرات زندہ ہیں جس زندگی کا ہمیں شعور نہیں اور بس۔“ (مسالک العلماء از قاضی شمس الدین رحمہ اللہ ص۲۹ نیا ایڈیشن ص ۵۲)

جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کے مرکزی شیخ التفسیر والحدیث سید محمد حسین شاہ نیلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ ”یہ حیات انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ (قرآن سے) دلالت النص کے ذریعے ثابت ہے اور جو حکم دلالت النص کے ذریعے ثابت ہوتا ہے وہ قطعی ہوتا ہے جیسے عبارت النص سے ثابت شدہ حکم قطعی ہوتا ہے۔“ (ندائے حق ج ۲ ص ۳۸)

حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب

مولانا قاضی شمس الدین صاحب، حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ کے متوسلین میں سے اونچے درجہ کے عالم ہیں۔

قاضی صاحب رحمۃ اللہ مسئلہ حیات النبی ﷺ پر اختلافات کے ابتدائی دور میں حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ کے نام اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ:

''آپ جب یہ معلوم کر چکے ہیں کہ ہماری عام جماعت مسئلہ حیات النبی ﷺ میں یہ تسلیم کرتی ہے کہ رسول کریم ﷺ اس جہاں سے رحلت فرمانے کے بعد قبر مبارک میں زندہ ہیں جسد اطہر تغیرات سے بالکل صحیح سالم محفوظ ہے، روح کا ایک غیر مدرک بالکنہ تعلق بھی جسد اطہر سے ہے اور آپ ﷺ قبر کے نزدیک سے صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں گو روح اطہر کا مقام اعلیٰ علیین ہے جیسا کہ علماء اہلسنت والجماعت نے اس کی تصریح فرمائی ہے (اس سے حضرت قاضی صاحب مرحوم کا اشارہ جماعت کے اس فیصلے کی طرف سے ہے جو ۲۲ رجولائی ۱۹۶۲ء کے منعقدہ اجلاس میں کیا گیا جس میں عقیدہ حیات النبی ﷺ پر مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ صاحب کی اسی تحریر کی توثیق وتائید کی گئی جس پر قاضی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ اور حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ پہلے ہی تائیدی دستخط فرما چکے تھے اور یہ فیصلہ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی کی اگست ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں شائع بھی ہو چکا ہے) تو اب ہماری عام جماعت سے آپ لوگوں کا کیا اختلاف باقی رہا؟ ہم میں سے بعض حضرات جن کے متعلق آپ کو معلوم ہے، حیات روحانی کے قائل ہیں، ہمارے پاس کوئی ایسی پاور ہے نہیں کہ ان کو ہم اپنا ہم مسلک بنا سکیں۔ ان حضرات سے ہمارے تعلقات مسئلہ توحید کی اشاعت کی بنا پر قائم ہیں وہ ٹوٹ نہیں سکتے۔ بایں ہمہ ہم آپ حضرات سے بھی پرانے تعلقات خوش گوار ہی چاہتے ہیں۔ اگر آپ لوگ از راہ کرام اس استدعا کو قبول فرمالیں تو اس میں اسلام، اہل اسلام اور جماعت علماء دیوبند کا بھلا اور خیر خواہی ہوگی۔'' (بحوالہ ہدایۃ الحیران طبع جدید ص ۴۷)

حضرت مولانا قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ کے ان مکتوبات سے پانچ چیزیں پوری طرح واضح وآشکارا ہیں۔

<u>پہلی بات</u>: یہ ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارکہ کو اعلیٰ علیین میں ماننے کے باوجود جسد اطہر کے ساتھ اس کا تعلق تسلیم کرتے ہیں اور اس چیز کا برملا اعتراف کرتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ اور علامہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ جیسے اکابرین بھی اسی کے قائل ہیں۔

جب کہ مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب اور اشاعت التوحید والے حضرات آنحضرت ﷺ کے جسد اطہر کے ساتھ روح مبارکہ کا تعلق تسلیم ہی نہیں کرتے اس پر سوائے انا للہ وانا الیہ راجعون! کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

<u>دوسری بات</u>: مولانا قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ عند القبر آنحضرت ﷺ کے سماع کے قائل ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ قطب الارشاد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ اور شیخ حافظ ابن ہمام رحمۃ اللہ جیسے اسلاف بھی اسی کے قائل ہیں۔

جب کہ مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب حیات النبی ﷺ کے قائلین کو قبر پرستوں سے متاثر قرار دینے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے (جس کا ذکر مغالطات بندیالوی میں آئے گا)

تیسری بات: قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پوری جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ حیات انبیاء علیہم السلام کی قائل تھی سوائے چند حضرات کے جو جسد اطہر کے ساتھ تعلق روح سے انکاری اور حیات روحانی کے قائل تھے۔

یہاں پر ایک اہم بات یاد رکھیں: حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیو بند سے پاکستان تشریف لائے تو انہوں نے درج ذیل تحریر فریقین کے سامنے رکھی (جسے ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں، یہاں ایک اہم بات بتانا مقصود ہے)

''وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔''

اس تحریر پر حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، حضرت مولانا محمد علی جالندھری، حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب، حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دستخط ثبت فرمائے۔

سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ نہ مذکورہ اجلاس میں شریک ہوئے اور نہ مذکورہ تحریر پر انہوں نے دستخط فرمائے۔ جس کی وجہ سے حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارہ میں درج ذیل تحریر علیحدہ لکھ کر دی ''ہم (مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب) اس کی پوری کوشش کریں گے کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے اس تحریر (مندرجہ بالا) پر دستخط کرائیں۔ جس پر ہم نے دستخط کئے ہیں۔ اگر ممدوح اس پر دستخط نہ کریں گے تو ہم مسئلہ حیات النبی ﷺ میں اس تحریر کی حد تک ان سے برأت کا اعلان کر دیں گے۔ نیز اپنے جلسوں میں ان سے مسئلہ حیات النبی ﷺ پر تقریر نہ کرائیں گے اور اگر اس مسئلہ میں وہ کوئی مناظرہ وغیرہ کریں گے تو ہم اس بارہ میں ان کو مدد نہ دیں گے۔'' (نور محمد خطیب قلعہ دیدار سنگھ) لاشئی غلام اللہ خان ۲۲ر جون ۱۹۶۲ء (بحوالہ ماہنامہ دارالعلوم دیو بند، ستمبر ۱۹۶۲ء ص ۱۵)

البتہ حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ چونکہ اپنے ایک مکتوب کے ذریعہ اپنے ''عقیدہ حیات النبی ﷺ'' کی وضاحت فرما چکے تھے۔ اس لئے مذکورہ تحریر پر ان کے دستخط کرانے کی ضرورت محسوس نہ کی گئی۔

چنانچہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی وضاحت اس طرح فرماتے ہیں کہ اس مختصر عبارت کی کافی تفصیل ہے چونکہ قاضی شمس الدین (برادر خود مولانا قاضی نور محمد صاحب) اپنے مکتوب میں لکھ کر مولانا محمد علی جالندھری کے پاس بھیج چکے تھے۔ اس لئے یہ عبارت بالا ان کی مسلمہ ہے۔ بنابریں اس عبارت پر ان کے دستخط کرانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ عبارت بالا کو ان کی مسلمہ سمجھا جائے۔ (ایضاً ص ۱۵)

اب ذرا غور فرمائیں کہ جمعیت اشاعت التوحید کے تین ذمہ دار حضرات (مولانا قاضی نور محمد صاحب، مولانا غلام اللہ خان صاحب، مولانا قاضی شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ) عقیدہ حیات النبی ﷺ کی مذکورہ تحریر پر متفق تھے وہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارکہ کو اعلیٰ علیین میں ماننے کے باوجود جسد اطہر کے ساتھ تعلق تسلیم کرتے ہیں۔

مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب وضاحت فرمائیں گے کہ جمعیت اشاعۃ التوحید والسنہ کی اب پوزیشن کیا ہے؟

چوتھی بات: قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ان چند ضدی افراد کو اپنا ہم مسلک بنانے اور انہیں امت کے اجماعی عقیدہ کا قائل کرنے کے لئے کوئی پاور اور طاقت بھی موجود نہ تھی۔ کیونکہ ضدی افراد دلائل کی بات نہیں سمجھتے بلکہ طاقت کی بات سمجھتے ہیں۔

پانچویں بات: حضرت مولانا قاضی شمس الدین رحمہ اللہ کا تعلق ان ضدی افراد سے مسلکی ونظریاتی بنیادوں پر نہ تھا بلکہ ان کے ساتھ صرف ان کا تنظیمی تعلق تھا جو اشاعت عقیدہ توحید کے لئے تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قاضی شمس الدین رحمہ اللہ اپنی معروف کتاب ''تسکین القلوب'' میں اپنے عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''فقہاء کرام اور متکلمین کے نزدیک یہ جسم خواہ ریزہ ریزہ ہو چکا ہو، پھر بھی قبر کے عذاب وثواب اور تالم وتلذذ میں روح کا شریک ہے اور فتویٰ بھی فقہاء کرام کے قول پر دینا چاہئے۔'' (ص ۴۷)

اسی طرح اپنی کتاب ''التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح'' میں فرماتے ہیں کہ ''فقہاء کرام کے نزدیک عذاب وراحت روح وجسم دونوں کو ہے اور جسم اس میں روح کے ساتھ شریک ہے۔'' (ص ۳۹)

مولانا قاضی شمس الدین رحمہ اللہ کے مذکورہ بالا حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ تو عام اموات کے اجسام سے بھی تعلق روح کے قائل ہیں اور قبر کے عذاب وراحت میں جسم وروح دونوں کو شریک مانتے ہیں تو پھر آنحضرت ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد مبارکہ سے تعلق روح کا انکار کیسے کر سکتے ہیں؟

جب کہ مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب قائلین حیات النبی ﷺ کو مشرک وبدعتی قرار دیتے ہیں۔

یہاں پر ایک اہم بات یاد رکھیں: جمعیت اشاعۃ التوحید میں ایک موقع پر سید عنایت اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے غلو اور مولوی احمد سعید ملتانی کے شدید تعصب کی وجہ سے انتشار کی صورت پیدا ہوگئی اور بہت سے حضرات نے اس سے علیحدگی اختیار کرلی۔ ان حضرات میں حضرت مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی رحمہ اللہ سرفہرست ہیں۔ اس دوران قاضی صاحب نے بھی اسی وجہ سے استعفیٰ دے دیا۔ چنانچہ مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی رحمہ اللہ کے نام اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ:

احقر نے تو جمعیت (اشاعت التوحید) سے استعفیٰ دے دیا ہے، ویسے برادرانہ تعلقات مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا عنایت شاہ صاحب دونوں سے بدستور رکھوں گا، مگر اب عمر بڑی ضعف پیری کے باعث اتنے جھگڑوں اور جھمیلوں میں پڑ نہیں سکتا۔ اس لئے عافیت اسی میں سمجھی کہ کنارہ کش ہو جاؤں۔ (بحوالہ دعوت الانصاف ص ۲۸)

جب کہ مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب بطریق فخر مولانا قاضی شمس الدین رحمہ اللہ کے نظریات وعقائد کو تسلیم ہی نہیں کرتے تو آپ ان کی دستار بندی کو بطور فخر کیسے پیش کرتے ہیں؟

اور مذکورہ صورتحال کی روشنی میں بھی جس کو اوپر بیان کیا ہے۔ بندیالوی صاحب کو ان پر فخر رہے گا یا نہیں؟ مسلک دیوبند کی طرف نسبت کے لئے پگڑی اور دستار دلیل بن سکتی ہے یا عقائد ونظریات؟ اور مولانا قاضی شمس الدین رحمہ اللہ عقیدہ حیات النبی ﷺ میں الحمدللہ ہمارے ہم نوا تھے جیسا کہ ان کی تحریرات ومکاتیب سے ظاہر ہے۔

میرا سوال: جمعیت اشاعت التوحید کے پچاس علماء جنہوں نے انبیاء کرام کی حیات دنیوی تسلیم کرنے والے حضرات کو اہل سنت تسلیم کیا ہے (الحمدللہ وہ سب حضرات ہمارے لئے قابل احترام ہیں) ان میں مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب کے والد محترم مولانا محمد امیر بندیالوی کا نام بھی موجود ہے اور اس فیصلہ پر ان کے دستخط بھی ثبت ہیں۔ کیا بندیالوی صاحب اپنے والد محترم کے اس فیصلہ پر رہنا پسند فرمائیں گے؟

یاد رکھیں کہ حضرات علماء دیوبند کے نزدیک آنحضرت ﷺ کو قبر شریف میں جو حیات حاصل ہے وہ حیات دنیویہ برزخیہ ہے دنیویہ تو اس لئے کہ روح مبارک کا تعلق اس جسد اطہر کے ساتھ ہے جو آپ ﷺ کو دنیا میں حاصل تھا گو وہ حیات اہل دنیا کے ادراک و شعور سے بالاتر ہے اور "ولکن لا تشعرون" کا مصداق ہے اور برزخیہ اس لئے کہ برزخ میں ہے۔

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب کا مسلک

ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ستمبر ۱۹۵۹ء (ص ۱۰۵) میں ایک مفصل استفتاء ہے جس کی پانچ شقیں ہیں۔ جن میں دو یہ ہیں نیز آیا روح مبارک کا تعلق بدن حضور علیہ السلام کے ساتھ ہے یا نہیں؟ نیز انبیاء علیہم السلام کا سماع عند القبر احناف اور علماء دیوبند کے نزدیک ثابت ہے یا نہیں؟ جو جواب تحریر فرمایا جاوے اس پر حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب کے دستخط ضروری ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان کی اور ان کی جماعت کی اس مسئلہ میں کیا تحقیق ہے۔ (السائل عمر حیات شاہ ۷ ۲/صفر ۹ ۷ ۱۳ھ)

الجواب واللہ الموفق للصواب! (پہلی تین شقوں کے جواب کے بعد)

۴...... تعلق باقی ہے چنانچہ فتح العزیز کی عبارت مذکور میں مصرح ہے وتعلقے بہ قبر نیز ارواح رامیباشد۔ قبر کے ساتھ تعلق باقی ہے تو اجساد کے ساتھ خود باقی ہے اور فقہاء کرام رحمہم اللہ نے بھی تصریح کی ہے کہ تنعم وغیرہ میں اجساد کو بھی شمولیت ہے اور وہ اسی بقاء تعلق پر مبنی ہے۔ البتہ اس تعلق کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے اور نہ یہ ثابت ہے کہ یہ تعلق مثل تعلق دنیا کے ہے۔

۵...... کئی اکابر علماء نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ عند القبر انبیاء علیہم السلام کا سماع بلا شبہ ثابت ہے۔ خصوصاً سید الانبیاء علیہ السلام کا مقام بہت بلند ہے اور آپ ﷺ کے سماع میں تو کچھ شبہ ہی نہیں۔ بلفظہ

عبد الرشید مفتی دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی ۷ ۲/صفر ۹ ۷ ۱۳ھ

الجواب صحیح: لاشئ غلام اللہ خان

جناب سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کا اپنا فتویٰ

ماہنامہ تعلیم القرآن ماہ جولائی، اگست ۱۹۶۰ء ۳۲ کے حوالہ سے جناب شاہ صاحب کا فتویٰ نقل کیا ہے۔ جس پر پچاس علماء کرام کی تصدیقات موجود ہیں۔ اس فتویٰ کے آخر میں لکھا ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً سید الانبیاء ﷺ کو بعد الموت سب سے اعلیٰ وارفع اجمل وافضل حیات برزخیہ عطا فرمائی گئی۔ یہ جمہور اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے اس پر کتاب اللہ احادیث صحیحہ اور ارشادات صحابہ رضی اللہ عنہم شاہد ہیں۔ بلفظہ

عنایت اللہ شاہ بخاری عفی عنہ مسجد جامع گجرات

حضرات علماء دیوبند کے نزدیک یہ حیات دنیویہ برزخیہ ہے۔

دنیویہ تو اس لئے کہ روح مبارک کا تعلق اس جسد اطہر کے ساتھ ہے جو آپ ﷺ کو دنیا میں حاصل تھا گو وہ حیات اہل دنیا کے ادراک و شعور سے بالاتر ہے اور "ولکن لا تشعرون" کا مصداق ہے۔

اور برزخیہ اس لئے ہے کہ برزخ میں ہے۔ ظاہر امر ہے کہ یہ حیات روح کی تو ہرگز ہو نہیں سکتی کیونکہ روح پر تو موت نہیں آتی موت تو جسم پر وارد ہوتی ہے اور یہ حیات برزخیہ بقول جناب شاہ صاحب کتاب اللہ (یعنی

بل احیاء الایہ) اور احادیث صحیحہ (مثلاً فتعاد روحه فی جسده) وغیرہ اور ارشادات حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے تو اسی حیات کی وجہ سے اہل اسلام عند القبر صلوٰۃ وسلام کے سماع کے قائل ہیں اور اسی بات کو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ یوں بیان فرماتے ہیں۔ "مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کا اختلاف نہیں۔"

(فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۰۰ طبع دہلی)

اور یہ بات حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کو بھی مسلم ہے۔ کیونکہ روضہ مبارک پر جو درود شریف پڑھا جاتا ہے وہ بالاتفاق بلا واسطہ حضور ﷺ پر پیش ہوتا ہے اور آپ ﷺ اس کو سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۱۰۰، ۱۱۲)

اور اسی کے بارے میں ماہنامہ تعلیم القرآن بابت ماہ اگست ۱۹۶۲ء (ص ۱۸) میں ہے۔ باقی رہا آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام کے سماع کا مسئلہ تو اس میں فریقین کے درمیان قطعاً کوئی اختلاف نہ تھا۔ تو اب ہماری گزارش ہے کہ اتفاقی مسئلہ میں اختلاف پیدا کرنا چھوڑ دیں اور جرأت کا مظاہرہ کریں۔

اور یاد رکھیں کہ راقم اثیم بھی پہلے جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کی مجلس عاملہ کا رکن تھا جناب شاہ صاحب بخاری گجراتی کے غلو کی وجہ سے الگ ہوا ہے۔ اس دیرینہ تعلق کی بناء پر جمعیت اشاعۃ التوحید والسنہ کے بزرگوں سے پرزور اپیل ہے کہ جمہور اہل اسلام اور اہل سنت والجماعت کے مدلل بالکتاب والسنۃ اور منصور بالبراہین مسلک کو ترک نہ کریں اور تمام مصلحتوں سے بالاتر ہو کر حق بات کہنے کا واشگاف اعلان کریں۔

ہماری قلبی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو راہ راست کی توفیق مرحمت فرمائے:

مگر تغافل ان کی عادت ہے مناجتیں مرا شیوہ — نہ وہ طرز ادا بدلے نہ میں رنگ دعا بدلا
زمانہ معترف ہے اب ہماری حقیقت کا — نہ ہم سے قافلہ چھوٹا نہ ہم نے رہنما بدلا

پس مماتیوں کا یہ عقیدہ قرآن وسنت اجماع وقیاس بلکہ مماتی اکابر رحمہم اللہ کے بھی خلاف ہے۔ لہٰذا جو عقیدہ انہوں نے تحریری شکل میں پیش کیا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں، کیونکہ یہ عقیدہ جمہور علماء کے بھی خلاف ہے اور تو اور مماتی اکابر رحمہم اللہ کے بھی خلاف ہے اور اس کو قرآن واحادیث کی روشنی اور اجماع اور قیاس سے رد کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ عقیدہ قرآن واحادیث اور اجماع اور قیاس کے خلاف ہے۔ لہٰذا جو یہ عقیدہ رکھتا ہے وہ اہل سنت والجماعت اور دیوبندیت سے خارج ہے۔

مماتیوں کا عقیدہ میٹنگ میں بدل جاتا ہے

۱...... سب سے پہلے ربیع الاول ۱۴۰۲ھ میں اشاعۃ التوحید والسنہ کا اجلاس ہوا۔ راولپنڈی میں، اس میں انہوں نے جو لکھا وہ چھپا ہوا موجود ہے کہ ہم جمعیت والے حضور کی قبر مبارک پر صلوٰۃ وسلام کے سماع کے قائل نہیں۔

یاد رکھیں! یہ عقیدہ آپ ﷺ کے وصال کے چودہ سو سال بعد بنایا گیا۔ ہم اس کے قائل نہیں لیکن اگر کوئی اس کا قائل ہے تو ہم اس کو کافر نہیں کہتے۔ یہ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ کا ان کا عقیدہ ہے۔

۲...... پھر محرم ۱۴۰۶ھ میں اس میں توسیع ہوئی کہ اس عقیدہ کے ہم قائل نہیں۔ اگر حضرت پاک ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھیں تو آپ ﷺ وہاں نہیں سنتے۔ لیکن اگر کوئی پڑھے تو ہم اس کو اہل سنت والجماعت سمجھتے ہیں۔

۳...... پھر ذیقعدہ ۱۴۰۹ھ میں یہ آیا کہ جو شخص حضرت پاک ﷺ کی قبر پر صلوٰۃ وسلام کا قائل ہے کہ آپ ﷺ سنتے ہیں وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے تو ۱۴۰۹ھ میں ان کا عقیدہ پھر بدل گیا۔ ان بے چاروں کا عقیدہ میٹنگ اور دن رات میں بدل جاتا ہے اور یہ گمراہ ہونے کی اعلیٰ دلیل ہے۔

مماتی حضرات نے اپنا عقیدہ بمع تمہید پمفلٹ کی صورت میں شائع اور تقسیم کیا

کافی عرصہ پہلے اشاعت التوحید والوں کا عقیدہ مذکورہ: تمہیداً جو بات لکھی ہے اس میں لکھا ہے کہ:
''ائمہ احناف مجتہدین کے مفتی بہ اقوال کے مطابق وموافق ہے اور قرآن مجید، سنت صحیحہ، اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم بسند صحیح سے ثابت ہے۔ اب آپ مذکورہ عبارت پر غور فرمائیں اشاعت والوں کا دعویٰ ہے کہ ہمارا عقیدہ قرآن مجید، سنت صحیحہ، اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم بسند صحیح ثابت ہے۔''

جب کہ مماتی حضرات کے پاس ایک آیت مبارکہ بھی نہیں اپنے عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے اور نہ ہی ایک حدیث مبارک اور نہ ہی اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم اور نہ ہی قیامت تک پیش کر سکتے ہیں۔ صرف اور صرف عوام کو گمراہ کرنے کی خاطر اور کذب سے کام لیتے ہوئے یہ لکھا گیا اور اکابر علماء دیوبند کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی جو الحمدللہ ناکام ہوئی۔ اور لکھا ہے اشاعت والوں نے ائمہ احناف مجتہدین کے مفتی بہ اقوال کے مطابق وموافق ہے۔ اب اس جملہ پر غور فرمائیں۔
''ائمہ احناف رحمہم اللہ میں سے کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں جو پرچے میں مذکور ہے جس کو اشاعت والوں نے شائع کیا جب کہ ائمہ احناف رحمہم اللہ اور مجتہدین کا عقیدہ ماقبل میں گزر چکا ہے'' (ایک نظر پھر دیکھ لیں) کیا ان کا عقیدہ یہ ہے جو پرچے میں مذکور ہے؟ ہرگز نہیں جیسے کہ مماتی حضرات کی عادت ہے کہ عوام کو گمراہ کرنا اور دھوکہ دینا اور ان کے ایمان پر ڈاکا مارنا۔ لہٰذا ان کے یعنی اشاعت والوں کے دھوکہ سے بچیں اور اشاعت والوں کا اکابر علماء دیوبند سے کوئی تعلق نہیں اور اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں اور اکابر علماء دیوبند کا نام لیتے ہیں عوام کو دھوکہ دینے کے لئے کہ ان کا یہی عقیدہ تھا جو ہمارا ہے جب کہ اکابر علماء دیوبند میں سے ایک بزرگ کا بھی یہ عقیدہ نہیں جو اشاعت والوں کا ہے۔ لہٰذا اکابر علماء دیوبند کا عقیدہ رکھیں اور دیگر تمام غلط عقائد سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔

ایک دلچسپ بات

مجھے مماتیوں کے ایک عالم صاحب نے کہا کہ ہمارا عقیدہ جو پرچے میں مذکور ہے اس کا جواب ۱۸ سال سے اہل حق نے نہیں دیا اور اکابر علماء دیوبند کو اس کا معلوم ہے اور وہ جواب نہیں دے پاتے اس لئے ہم سچے ہیں اور اگر ہم سچے نہ ہوتے تو اکابر علماء دیوبند اس عقیدہ کا رد ضرور کرتے۔

جب میں نے اس کی تحقیق شروع کی تو پتہ چلا کہ مولانا محمود عالم صفدر اوکاڑوی صاحب دامت برکاتہم نے اس کا جواب دیا اور ان کے عقیدہ پر (اشاعت والوں پر ۴۲ سوالات اٹھائے اور اشاعت والوں کے عقیدہ پر وضاحت طلبی کی جس کا اشاعت والے آج تک اور ان شاء اللہ قیامت تک جواب نہ دے سکیں گے جس کو بندہ نے بھی ذکر کیا ہے اور پھر یاد دلایا ہے کہ ان سوالوں کے جواب دو اور الحمدللہ! مجھے پورا یقین ہے کہ یہ جواب نہ دے سکیں گے۔ پھر بھی مذکورہ سوالات (جو آگے آرہے ہیں) کا انتظار رہے گا شدت کے ساتھ اس کے علاوہ بندہ نے

اپنے اساتذہ سے پوچھا انہوں نے بھی بندہ کو مطمئن کیا اور روز روشن کی طرح واضح جواب عنایت فرمائے جن کا ذکر بندہ نے نہیں کیا کیوں کہ اشاعت والوں کے لئے مولانا محمود عالم صفدر اوکاڑوی صاحب کے سوالات ہی کافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مماتی حضرات کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین!

خودساختہ اشاعت التوحید والسنہ کے عقیدہ پر وضاحت طلبی

۱...... حضرت محمد ﷺ کی موت شریف بصورت خروج روح واقع ہوئی۔

۲...... آپ ﷺ کی روح مبارک جسم سے جدا ہونے کے بعد مقام رفیق اعلیٰ میں چلی گئی۔

۳...... قیامت تک وہیں عیش وعشرت میں رہے گی۔

۴...... قیام قیامت کے وقت آپ ﷺ کی روح مبارک واپس آپ کے جسم میں داخل ہوگی۔ پھر آپ ﷺ زندہ ہوکر اپنی قبر سے باہر تشریف لائیں گے۔

۵...... باقی موت سے تا قیامت آپ ﷺ کا جسم مبارک اگرچہ محفوظ ومعطر رہے گا (جیسا کہ اب بھی ہے) مگر اس میں روح موجود نہیں۔

۶...... حاصل آنکہ ہم حضور ﷺ کی حیات روحانی برزخی کے قائل ہیں۔ عقیدہ ختم۔

سوالات

۱...... یہ عقیدہ اس تفصیل سے اہل سنت والجماعت کی کون سی کتاب میں مذکور ہے؟ مکمل عبارت بحوالہ تحریر فرمائیں۔

۲...... یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے کہ اس کا منکر کافر ہو یا ضروریات اہل سنت میں سے کہ اس کا منکر اعتقادی بدعتی اور اہل سنت سے خارج ہو۔

۳...... ضروریات دین اور ضروریات اہل سنت کی جامع مانع تعریف بھی فرمائیں۔

۴...... اللھم بالرفیق الاعلی ! آپ ﷺ نے اس جسم اور روح سے فرمایا یا جسم مثالی سے۔

۵...... آپ ﷺ کا جسد اطہر اور روح مبارک دونوں رفیق اعلیٰ میں پہنچ گئے یا کسی ایک نے وعدہ خلافی کی؟

۶...... الرفیق الاعلیٰ کہاں ہے کسی آیت حدیث متواتر سے بیان فرمائیں۔

۷...... اللھم بالرفیق الاعلیٰ ! کی حدیث حدیث متواتر ہے یا حدیث مشہور یا خبر واحد۔ ان تینوں قسموں کی جامع مانع تعریف بھی فرمائیں۔

۸...... قیامت تک روح مطہرہ الرفیق الاعلیٰ میں رہے گی اور جسد اطہر قبر مبارک میں، لیکن ان کا آپس میں کوئی تعلق یا تلبس نہ ہوگا۔ اس پر ایک آیت یا حدیث متواتر پیش فرمائیں۔

۹...... قاضی نور محمد صاحب، مولانا غلام اللہ خان صاحب نے جو اس عقیدہ پر دستخط فرمائے تھے کہ قبر مبارک میں تعلق روح سے آپ ﷺ حیات ہیں اور روضہ مبارک پر پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام آپ سنتے ہیں اس کی وجہ سے وہ کافر قرار پائے یا معتزلی، بدعتی اور یہ عقیدہ انہوں نے کس صریح آیت یا صریح متواتر حدیث سے لیا تھا؟

۱۰...... سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جو حدیث اللھم بالرفیق الاعلی کی تنہا روایت کرنے والی ہیں وہ آپ ﷺ کی حیات فی القبر کے بارہ میں کیا عقیدہ رکھتی تھیں۔

۱۱...... حضرت امام سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس حدیث کے تنہا راوی ہیں وہ آپ ﷺ کی حیات فی القبر کے بارہ میں کیا عقیدہ رکھتے تھے؟

۱۲...... حضرت انس رضی اللہ عنہ جو خبر واحد جنت الفردوس ماواہ۔ کے راوی ہیں آپ ﷺ کی حیات فی القبر کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے تھے؟

۱۳...... موت کا کیا معنی ہے اور حیات کا کیا معنی؟

۱۴...... موت اور نیند میں کیا فرق ہے؟

۱۵...... نیند میں روح جسم سے باہر ہوتی ہے یا اندر؟ آپ ﷺ کا لمبا خواب جس میں جسد اطہر مدینہ منورہ میں بستر خواب پر تھا اور روح مبارک عالم مثال جنت، دوزخ کی سیر کر رہی تھی۔ اسی وقت جسد اطہر سے اتنا تعلق تھا کہ سانس چل رہا تھا، کروٹیں بدلی جارہی ہوں، کھانا ہضم ہو رہا ہو یا نہیں اور اس کی کیا دلیل ہے؟

۱۶...... قرآن اور احادیث متواترہ میں قبر کس مقام کا نام ہے؟

۱۷...... قبر اور عالم قبر میں کیا فرق ہے؟ اور بستر خواب اور عالم خواب میں کیا فرق ہے؟

۱۸...... نبی اور غیر نبی کی نیند میں کیا فرق ہوتا ہے؟ بادلیل بیان کریں۔

۱۹...... نبی اور غیر نبی کے غسل کفن، جنازہ اور دفن میں کیا کیا فرق ہوتے ہیں بادلیل بیان فرمائیں۔

۲۰...... موت کے بعد نبی اور غیر نبی کے اموال اور ازواج کے احکام میں کیا کیا فرق ہیں؟

۲۱...... مدینہ پاک اور روضہ پاک کو روضۃ من الریاض الجنۃ ماننا ضروری عقیدہ ہے یا نہیں؟

۲۲...... برزخ یعنی پردہ کا کیا مطلب ہے؟ پردہ کا تعلق روح سے ہوتا ہے یا جسم سے؟ روح کبھی پردہ میں کبھی بے پردہ ہوتی ہے، یہ جسم بھی کبھی پردہ میں کبھی بے پردہ ہوتا ہے۔

۲۳...... حیات جسمانی اور حیات روحانی میں کیا فرق ہے؟ کیا حیات جسمانی میں جسم کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے یا نہیں اور حیات روحانی میں روح کے ساتھ جسم کا تعلق ہوتا ہے یا نہیں؟ بادلیل بیان کریں۔

۲۴...... برزخی حیات چھپی حیات جو صرف اسی کو محسوس ہو اور کھلی حیات جو سب کو محسوس ہو دونوں میں کیا فرق ہے؟ اور ان کے احکام میں کیا فرق ہے؟

۲۵...... بیداری کی کھلی حیات اور نیند کی نیم برزخی حیات (کہ بعض آثار دوسروں کو بھی محسوس ہوتے ہیں، بعض حالات صرف اسی کو) میں کیا کیا فرق ہیں؟ آثار میں اور احکام میں۔

۲۶...... نیند کی برزخی اور قبر کی مکمل برزخی حیات کے آثار اور احکام میں کیا فرق ہے؟

۲۷...... جب آپ جسد اطہر کو محفوظ اور معطر مانتے ہیں تو کس آیت یا کس حدیث متواتر سے یہ ثابت ہے؟

۲۸...... جب آپ حیات کے قائل ہیں کہ ایسی آیات اور متواتر احادیث لکھیں جن میں موت کے بعد اور قیامت سے پہلے حیات کی صراحت ہو۔

۲۹...... میت کا لفظ روح پر بولا جاتا ہے یا جسم پر؟
۳۰...... کیا سیدہ عائشہ علم میت کی قائل ہیں؟
۳۱...... سلام میت بعینہ خطاب کی قائل ہیں؟
۳۲...... خطاب میت کی قائل ہیں؟ آپ نے کس سنہ میں اپنے بھائی کو قبر میں خطاب کیا۔
۳۳...... کیا آپ معرفت میت کی قائل ہیں؟ حیا من عمر رضی اللہ عنہ کا کیا مطلب ہے؟
۳۴...... کیا آپ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عذاب میت کی قائل ہیں؟
۳۵...... موت کے بعد روح کو کھلی حیات سے روکا جاتا ہے یا چھپی حیات سے؟
۳۶...... نیند کے بعد روح کو کھلی حیات سے بھیجا جاتا ہے یا چھپی حیات سے؟
۳۷...... حضور ﷺ کی قبر کہاں ہے؟
۳۸...... اس قبر مبارک میں جو جسد مطہر ہے وہ جسد عنصری ہے یا جسد مثالی۔
۳۹...... بیداری میں روح پر کتنی ذمہ داریاں ہیں، نیند میں کتنی اور برزخ میں کتنی؟
۴۰...... حیات دنیوی کھلی سے حیات دنیوی برزخی کن کن آثار واحکام میں اعلیٰ ہے؟

(نوٹ: مذکورہ سوالات کے جواب کا قیامت تک انتظار رہے گا مماتیوں کو وقت تا قیامت حاصل ہے کہ مذکورہ سوالات کے جواب دیں لکھ کر مع دلیل وحوالہ جات)

حیات انبیاء پر قرآن پاک سے دلیل

''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون'' قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اس آیت سے انبیاء کی حیات کو ثابت کیا ہے۔ (مظہری ج ۱ ص ۲۶۲)

اسی طرح حکیم الامت اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حیات کو ثابت کیا۔ (معارف القرآن ج ۱ ص ۳۴۳)

''ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون'' علامہ سخاوی جو دوسو کتب کے مصنف ہیں اس آیت سے انبیاء کی حیات کو ثابت کیا۔ (القول البدیع فی الصلوۃ علی حبیب الشفیع ص ۱۶۸)

علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی انبیاء کی حیات کو ثابت کیا۔

علامہ تاج الدین نے بھی حیات کو ثابت کیا۔　　امام نووی نے بھی حیات کو ثابت کیا۔

علامہ زرقانی نے بھی حیات کو ثابت کیا۔　　علامہ سفارینی نے بھی حیات کو ثابت کیا۔

قاضی شوکانی نے بھی حیات کو ثابت کیا۔　　حافظ ابن حجر نے بھی حیات کو ثابت کیا۔

''واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن الھۃ یعبدون''

(۱) تفسیر قرطبی　(۲) تفسیر ابن کثیر　(۳) فتح الباری　(۴) تفسیر فتح القدیر

(۵) تفسیر معالم التنزیل　(۶) تفسیر مظہری　(۷) امام بیہقی

۸...... صاحب جلالین نے تو یہ کہا ہے کہ یہ آیت اپنے ظاہر پر دال ہے۔

ان سب تفسیروں نے حیات انبیاء کو مذکورہ آیت سے ثابت کیا۔ ''ولقد آتینا موسی الکتاب فلاتکن فی مریة من لقائه وجعلناهدی لبنی اسرائیل''

(۱) امام رازی (۲) علامہ علاؤ الدین بغدادی (۳) علامہ آلوسی البغدادی

(۴) ابن کثیر (۵) امام ابومحمد البغوی (۶) علامہ تقی السبکی رحمۃ اللہ علیہم

مذکورہ تمام ائمہ کرام نے آیت مبارکہ سے حیات کو ثابت کیا ہے۔ ''یاایھاالذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم'' (الایۃ) اکابرین اہل سنت اور جمہور مفسرین کا اجماع ہے کہ وفات کے بعد درود پیش کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔ جس طرح آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں تھا، چنانچہ روضہ پاک کے قریب کامل ادب واحترام ملحوظ رکھنا چاہئے۔ مسجد نبوی کی حدود میں شرعی ضروریات کے علاوہ آواز ہمیشہ پست رہے۔

نوٹ: تمام لوگوں کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف ان قرآنی آیت کو لکھا جس سے حیات انبیاء ثابت ہے اور ان محدثین ومحققین کے نام لکھے جنہوں نے ان آیات سے حیات انبیاء کو ثابت کیا۔

صحیح احادیث مبارکہ سے حیات انبیاء کو ثابت کیا جاتا ہے

حدیث نمبرا: ''حدثناهارون بن عبدالله ناحسین بن علی عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس قال قال رسول الله ﷺ ان من افضل ایامکم یوم الجمعة فیه خلق آدم وفیه قبض وفیه النفخة وفیه الصعقة فاکثروا علیّ من الصلوة فیه فان صلوتکم معروضة علیّ قال قالوا یا رسول الله وکیف تعرض صلواتنا علیک وقد ارمت قال یقولون بلیت فقال ان (الله عزوجل) حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء'' ترجمہ: حضرت اوس بن اوس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے دنوں میں سے افضل دن جمعہ کا دن ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اسی دن وفات پائی اور اسی میں نفخہ ہوگا۔ اسی میں بے ہوشی ہوگی مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو تمہارا درود شریف مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی ہمارے درود آپ ﷺ پر کیسے پہنچائے جائیں گے۔ حالانکہ فوت ہونے کے بعد آپ کا جسم مبارک بوسیدہ ہوجائے گا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔ (سنن ابوداؤد ج۱ص۱۵۷)

نوٹ: مذکورہ حدیث مبارکہ مسئلہ حیات النبی ﷺ میں واضح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں جیسا کہ مثلاً:

۱...... راوی ہارون بن عبداللہ ثقہ ہے اور صحاح ستہ کا راوی ہے۔ (تقریب التھذیب ج۲ص۲۵۹)

۲...... حسین بن علی ثقہ ہے اور یہ بھی صحاح ستہ کا راوی ہے۔ (تقریب ج۱ص۲۱۷)

۳...... عبدالرحمن بن یزید ثقہ ہے اور یہ بھی صحاح ستہ کا راوی ہے۔ (تقریب ج۱ص۵۹۵)

۴...... ابی الاشعث الصنعانی، ثقہ ہے، دمشق کی فتح میں شریک تھا۔ ثقہ ہے بخاری ادب المفرد سنن اربعہ کا راوی ہے۔ (ج۱ص۴۱۴)

۵...... شداد بن اوس صحابی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ (تقریب ج۱ص۴۱۳)

۶...... اوس بن اوس صحابی رضی اللہ عنہ ہیں۔ (ج۱ص۱۱۲)

حدیث نمبر ۲: ''حدثنا عمرو بن سواد المصری ثنا عبداللہ بن وھب عن عمرو بن الحارث عن سعید بن ابی ھلال عن زید بن ایمن عن عبادہ بن نسی عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ اکثروا الصلوۃ علی یوم الجمعۃ فانہ مشھود تشھدہ الملائکۃ وان احدا لن یصلی علی الاعرضت علی صلوٰۃ حتی یفرغ منھا قال قلت وبعد الموت (قال) ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حیٌ یرزق''

ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو اور جو شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس سے فارغ ہوجائے۔ کہا میں نے، موت کے بعد؟ فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے حرام کردیا ہے، زمین پر کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو کھائے اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے اوراس کو رزق دیا جاتا ہے۔

۱...... ''یسمعون السلام والکلام ویعرض علیہ اعمال اقاربھم نعم الانبیاء یکون حیاتھم علی وجہ الاکمل'' (کہ وہ سلام اور کلام سنتے ہیں اوران پر اقارب کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات اکمل طور پر ہوتی ہے۔ (حاشیہ نمبر ۱۸، ابن ماجہ ج۱ ص ۱۱۸، از عبدالغنی مجددی دہلوی رحمہ اللہ)

نوٹ: اس حدیث مبارکہ کا آدھا حصہ فریق مخالف کو بھی قبول ہے جیسا کہ مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب نے حیاۃ النبی ﷺ کے پیش لفظ میں خود لکھا ہے، ہمارا نظریہ، یہ ہے کہ امام الانبیاء ﷺ کا وجود اقدس اپنی قبر منور میں آج بھی اسی طرح صحیح وسالم ہے جس طرح پہلے دن رکھا گیا تھا۔ (ج نمبر ۲) اب یہ کیسے ہوسکتا ہے آدھی حدیث صحیح ہو اور آدھی غلط۔

نوٹ: اس حدیث کے تمام راوی ثقہ اور صدوق (سچے) ہیں۔

۱...... عمرو بن سواد ثقہ ہے، مسلم، ابوداؤد وغیرہ کا راوی ہے۔ (تقریب ج۱ ص ۷۳۷)

۲...... عبداللہ بن وہب مصری، فقیہ، ثقہ اور عابد ہیں۔ یہ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ (تقریب ج۱ ص ۵۴۵)

۳...... عمرو بن الحارث مصری، ثقہ، فقیہ اور حافظ ہیں۔ یہ بھی صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ (تقریب ج۱ ص ۷۳۱، میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۵۲)

۴...... سعید بن ابی ہلال مصری صدوق (سچے) ہیں۔ (تقریب ج۱ ص ۳۶۶)
معروف ہے، ان کی احادیث کتب صحاح ستہ میں ہیں۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۶۲)

۵...... زید بن ایمن، مقبول ہیں۔ (تقریب ج۱ ص ۳۲۶)

۶...... عبادہ بن نسی، ثقہ فاضل ہیں۔ (تقریب ج۱ ص ۴۷۱)

۷...... ابودرداء رضی اللہ عنہ صحابی رسول ﷺ ہیں۔

حدیث نمبر ۳: ''حدثنا محمد بن عوف ناالمقری ناحیوۃ عن ابی صخر حمید بن زیاد عن یزید بن قسیط عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال ما من احد یسلم علی الا ردّاللہ علیّ روحی حتی ارد علیہ السلام'' ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مجھ پر سلام پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف متوجہ کرتے ہیں یہاں تک کہ میں سلام کا جواب دیتا ہوں۔

۱...... حاشیہ میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''ما من احد یسلم علی الا ارد علیہ السلام لانی حیٌ اقدر علی رد السلام'' ترجمہ: یعنی اللہ کے رسول ﷺ کے فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ جو بندہ مجھ پر سلام پڑھتا

ہے تو میری روح متوجہ ہوتی ہے کیونکہ میں زندہ ہوں اور سلام کا جواب دینے پر قادر ہوں۔ (حاشیہ ابوداؤد ج ۱ ص ۲۸۶)

۲...... رد روح کا مطلب حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھا ہے: حضور اقدس ﷺ برزخ میں آپ ﷺ کی روح تجلیات ربانیہ ومعارف الٰہیہ کی طرف متوجہ رہتی ہے، جب کوئی امتی آپ ﷺ پر سلام پڑھتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ آپ ﷺ کی روح مبارک کو اس (معنی درود پڑھنے والا) کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں تا کہ آپ ﷺ سلام کا جواب دیں۔ (الدر المنضود علی سنن ابی داؤد از مولانا محمد عاقل صاحب تلمیذ مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ ج ۳ ص ۳۳۰)

نوٹ: یہ حدیث صحیح ہے۔ مثلاً:

۱...... محمد بن عوف ثقہ اور حافظ ہیں۔ (تقریب ج ۲ ص ۱۲۱)

۲...... راشد بن سعد المقرئی، ثقہ کثیر الارسال ہیں۔ (تقریب ج ۱ ص ۲۸۹)

۳...... حیوۃ بن شریح، ثقہ ہیں۔ (تقریب ج ۱ ص ۲۵۲)

۴...... ابی صخر حمید بن زیاد صدوق (سچے) راوی ہیں مسلم ابوداؤد وغیرہ کا راوی ہے۔ (تقریب ج ۱ ص ۲۴۴)

۵...... یزید بن قسیط ثقہ راوی ہیں اور صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ (تقریب ص ۳۲۷)

۶...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول ﷺ ہیں۔

اہم ترین بات

مذکورہ حدیث کے بارے میں جمعیت اشاعۃ التوحید کا چھپا ہوا پمفلٹ علماء مکہ ومدینہ کا تفصیلی فتویٰ کے (ص ۷) پر لکھا ہے۔ یہ حدیث اگرچہ صحیح اور حسن ہے۔

میرا سوال: جب مماتی حضرات اپنے ہاتھ سے لکھ رہے ہیں کہ یہ حدیث صحیح اور حسن ہے تو پھر اس حدیث پر عمل کیوں نہیں؟ اشاعت والے کہتے ہیں کہ انبیاء کی حیاۃ صحیح حدیث سے ثابت نہیں اور اسی طرح اگر کوئی قریب سے درود پڑھے تو آپ ﷺ نہیں سنتے جب کہ حدیث میں واضح ہے سنتے ہیں۔ اب یہ حدیث بھی ضعیف نہیں جیسا کہ آپ حضرات نے خود لکھا ہے تو آپ حضرات اس پر عمل کیوں نہیں کرتے؟

اس کا کیا جواب دیں گے آپ؟ اللہ پاک اشاعت والوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین!

صرف اسی ایک حدیث مبارکہ پر بھی آپ کی اصلاح ہو سکتی ہے اگر اشاعت والے بغض وعناد کے چشمے کو ہٹا کر دیکھیں تو اشاعت والوں کی ہدایت کے لئے یہ حدیث مبارک بہت ہے۔ کیونکہ ان کا عقیدہ ان کے ہاتھ سے لکھی ہوئی حدیث سے غلط اور بے بنیاد ہو جاتا ہے اور رد ہو جاتا ہے۔ (سبحان اللہ) لہٰذا اپنے عقیدہ کی اصلاح فرمائیں۔

حدیث نمبر ۴: ''حدثنا احمد بن صاح قرأت علی عبداللہ بن نافع قال اخبرنی ابن ابی ذئب عن سعید القبری عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لا تجعلوا بیوتکم قبوراً ولا تجعلوا قبری عیداً وصلوا علی فان صلاتکم تبلغنی حیث کنتم'' (السنن لابی داؤد ج ۱ ص ۲۸۶)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ (یعنی گھروں میں نماز سنت ونفل وغیرہ پڑھا کرو) اور میری قبر کو میلہ نہ بناؤ اور مجھ پر درود بھیجو تمہارے درود مجھ تک پہنچائے جاتے ہیں تم جہاں کہیں بھی ہو۔ (نوٹ) یہ حدیث صحیح ہے۔

۱...... احمد بن صالح بغدادی، ثقہ ہے۔ (تقریب ج ۱ ص ۴۷)

۲...... عبداللہ بن نافع، ثقہ ہے۔ (تقریب ج ۱ ص ۵۴۰)

۳...... ابن ذئب، ثقہ، فقیہ فاضل ہیں اور صحاح ستہ کا راوی ہے۔ (تقریب ج ۱ ص ۱۰۵)

حدیث نمبر ۵: امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً چار سندوں کے ساتھ یہ حدیث مبارکہ ذکر کی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے معراج کرایا گیا ہے۔ اس رات میں سرخ ٹیلے کے پاس گزر رہا تھا حضرت موسیٰ قبر شریف میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۸)

حدیث نمبر ۶: ''قال ابو الشیخ فی کتاب الصلوۃ حدثنا عبدالرحمن بن احمد الاعرج حدثنا الحسن بن الصباح حدثنا ابو معاویۃ حدثنا الاعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علیّ عند قبری سمعتہ ومن صلی علیّ من بعیداً علمتہ وفی روایۃ من صلی علیّ نائیاً ابلغتہ۔ رواہ ابو الشیخ الاصبہانی وابن حبان بسند جید'' (مرقات ج ۲ ص ۳۴۷)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو پڑھے درود میری قبر کے پاس اسے خود سنوں گا اور جس نے دور سے پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جائے گا۔

نوٹ: اس حدیث کو محدثین نے صحیح قرار دیا ہے۔

حدیث نمبر ۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا: ''والذی نفسی بیدہ لینزلن عیسی ابن مریم ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد لاجیبہ'' ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے پھر وہ اگر میری قبر پر آئیں اور مجھے مخاطب کریں تو میں جواب دوں گا۔ (مسند ابی یعلی ج ۶ ص ۱۰۱)

جامع صغیر میں یہ الفاظ ہیں: ''حتی یسلم علیّ ولاردنّ علیہ'' (الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۴۰)

اور انہوں نے صحیح کہا ہے۔ ابو یعلی کے رجال کے متعلق محدث ہیثمی فرماتے ہیں: ''رواہ ابو یعلی ورجالہ رجال الصحیح'' روایت کیا ہے اس کو ابو یعلی نے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۱۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۰) پر بھی یہ روایت موجود ہے۔ امام حاکم نے اس کو مستدرک میں ذکر کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے۔ (مستدرک ج ۲ ص ۵۹۵)

ذہبی نے تلخیص مستدرک میں اسے صحیح کہا ہے۔

اب ظاہر بات ہے کہ حضرت عیسیٰ اس دنیا والی قبر پر ہی سلام پیش کریں گے اور نبی اقدس ﷺ جواب عنایت فرمائیں گے۔ یہ حیات کی واضح دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ مماتیوں کو ہدایت نصیب فرمائے اور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرمائے۔ (آمین)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انبیاء الاذکیاء میں اس حدیث کو بطور دلیل کے پیش کیا ہے۔ نیز علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے (الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۴۸۱) پر بھی اسے نقل کیا ہے۔

رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر اوکاڑوی فرمایا کرتے تھے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے یہودی اور عیسائی اور مرزائی جھوٹے ہو جائیں گے اور جب آپ روضہ اطہر پر سلام عرض کریں گے اور نبی اقدس ﷺ جواب عنایت فرمائیں گے تو مماتی بھی جھوٹے ہو جائیں گے، مماتیوں کو جھوٹا ظاہر کرنے کے لئے دو نبی کام کریں گے۔ حضرت

عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے اور نبی اقدس ﷺ جواب عنایت فرمائیں گے۔اس طرح ان کا جھوٹ واضح ہوجائے گا۔

حدیث نمبر ۸: ''عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ (مسند ابی یعلیٰ ص ۶۵۰)

نوٹ: اس حدیث مبارک کو پندرہ محدثین نے صحیح کہا ہے۔

(۱) امام بیہقی (۲) علامہ سبکی (۳) علامہ ابن حجر عسقلانی (۴) علامہ ہیثمی (۵) علامہ عزیزی (۶) علامہ سیوطی (۷) ملا علی قاری (۸) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹) علامہ عبدالرؤف مناوی (۱۰) علامہ سمہودی (۱۱) قاضی شوکانی (۱۲) علامہ انور شاہ کشمیری (۱۳) علامہ شبیر احمد عثانی (۱۴) شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی (۱۵) امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ۔

حضور ﷺ جنت کے ٹکڑے میں آرام فرمارہے ہیں

حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ''مابین بیتی و منبری روضۃ من ریاضۃ الجنۃ'' میرے گھر یعنی حجرے اور میرے ممبر کے درمیان والی جگہ جنت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے۔تمام محدثین اس حدیث کو صحیح سمجھتے ہیں۔

علامہ قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ محدث کی تشریح

علامہ علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ محدث نے مشکوٰۃ کی شرح لکھی، جس کا نام مرقاۃ ہے، اس میں اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ جس طرح حجر اسود جس کو دنیا چومتی ہے وہ اس دنیا کا پتھر نہیں بلکہ جنت کا پتھر ہے، یہاں لایا گیا ہے اب وہ دنیا میں ہے خانہ کعبہ کی دیوار میں ہے۔صرف اس پتھر کو چومنا جائز ہے اور کسی پتھر کو چومنا جائز نہیں۔قانون ہے قیامت کے دن یہ حجر اسود پتھر جنت میں شامل کردیا جائے گا، اسی طرح وہ فرماتے ہیں کہ جو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ میرا ممبر یہ میرا گھر، یہ سارا ٹکڑا جنت کا ہے۔

تو یہ سارا ٹکڑا جنت سے لایا گیا ہے قیامت کے دن یہ سارا ٹکڑا حضور ﷺ کے روضے سے ممبر تک یہ سارا جنت میں شامل کردیا جائے گا۔

مماتیوں سے سوال ہے کہ جنت میں مردہ رہتے ہیں؟

شاید مماتیوں کے نزدیک جنت میں مردے رہتے ہیں اور الحمدللہ اہل حق کے نزدیک جنت میں زندہ رہتے ہیں۔اب یہ جو مماتی کہتے ہیں کہ مردہ ہیں، مردہ ہیں۔(نعوذ باللہ) اور اس کی رٹ لگاتے ہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا کہ بالفرض ایک من علم ہو تو اس کے لئے دس من عقل ہو تو اس علم کو چلاسکتا ہے کتابیں پڑھنے کا نام علم نہیں، کتابیں پڑھ لے، حدیث کا ترجمہ پڑھ لے، قرآن کا ترجمہ پڑھ لے۔جیسے کہ مماتی حضرات نے پڑھ لیا ہے، عقل نہ ہو تو کس چیز سے فہم لے گا؟

حضرت اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سماع موتیٰ

حضرت اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مستری کو کیوں روک دیا کہ نبی ﷺ کے روضہ مبارک کی دیوار پر کیل

نہیں نہیں لگانا، نبی ﷺ کے روضہ کے قریب دیوار پر کپڑے لٹکانے کے لئے ایک لکڑی لگانا چاہی تو مستری نے آکر دیوار پر کیل لگانا شروع کیا تو اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے مستری اس دیوار پر کیل نہیں لگانا تاکہ میرے نبی ﷺ کو تکلیف نہ ہو اور مماتی کہتے ہیں کہ روح کا جسم سے تعلق ہی نہیں، تکلیف کہاں ہونی تھی؟ ۱۴۰۰ سو سال ہو گئے ساری دنیا وہاں سلام پڑھ رہی ہے مماتیوں کا جو کتابچہ لکھا ہوا ہے، دین حق کے نام سے، اس کے اندر بھی لکھا ہوا ہے۔ اگر وہاں سے آدمی آتے وقت یا جاتے وقت سلام پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔

اگر روح کا جسم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تو مماتی مجھے بتائیں کہ آنے والے کا سن لیتے ہیں اور وہاں رہنے والے کا نہیں سنتے؟ اور کہتے ہیں کہ نبی کی موت اور غیر نبی کی موت میں کوئی فرق نہیں؟ (استغفر اللہ) مماتی تو موت کی بات کرتے ہیں۔ ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ ان ذروں میں بھی فرق ہے جو ذرے میرے نبی ﷺ کے قدموں کے نیچے آئے۔

آنحضرت ﷺ شہید تھے

حافظ ابن حجر وغیرہ نے تو قیاس کے ذریعے سے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام قبر و برزخ میں زندہ ہیں لیکن قطع نظر اس قیاس کے آنحضرت ﷺ شہید بھی ہیں۔ لہٰذا جو حیات شہداء کی منصوص ہے وہ نص قرآنی سے بھی آپ ﷺ کے لئے ثابت ہے اور محقق ہے، قصہ یوں ہے کہ:

۷ھ میں جب آنحضرت ﷺ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں خیبر فتح کیا تو یہود خیبر اس پر بہت ہی زیادہ برافروختہ ہوئے اور آنحضرت ﷺ کو شہید کرنے کا منصوبہ تیار کیا۔ چنانچہ مشہور یہودی سلام بن مشکم کی بیوی زینب بنت الحارث نے اس منصوبہ کو عملی جامعہ پہنایا اور آنحضرت ﷺ کی بمع چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دعوت تیار کی اور بکری کے گوشت میں زہر ہلاہل ڈال کر آپ ﷺ کو شہید کرنا چاہا، چنانچہ آپ ﷺ کے ساتھیوں نے بھی وہ کھانا کھایا ایک ایک دو دو لقمے اور آپ ﷺ نے بھی ایک لقمہ منہ مبارک میں ڈالا اور اس کا لعاب حلق مبارک سے نیچے پیٹ مبارک میں چلا گیا، گوشت کی بوٹی نے بول کر کہا حضرت مت کھایئے کیونکہ میں زہر آلود ہوں۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فوراً منع فرمایا مگر ایک صحابی حضرت بشر رضی اللہ عنہ بن براء بن معرور اس سے شہید ہو گئے اور آپ ﷺ کو اس زہر سے کافی تکلیف ہوئی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے وفات سے چند لمحات پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا یا عائشہ رضی اللہ عنہا "ما ازال اجد الم الطعام الذی اکلت بخیبر فھذا اوان وجدت القطاع ابھری من ذالک السم" (بخاری ج ۲ ص ۶۳۷ و مستدرک ج ۳ ص ۵۸)

ترجمہ: اے عائشہ رضی اللہ عنہا میں برابر اس کھانے کی زہر کا اثر پا رہا ہوں جو خیبر میں میں نے کھایا تھا سو اس وقت میں ایسا محسوس کر رہا ہوں کہ میری رگ جان کٹ رہی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نو دفعہ قسم اٹھاؤں کہ آپ ﷺ شہید ہوئے مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں ایک دفعہ یہ قسم اٹھاؤں کہ آپ ﷺ قتل نہیں کئے گئے اور یہ اس لئے کہ اللہ نے آپ ﷺ کو نبی بھی بنایا اور شہید بھی۔ (مستدرک ج ۳ ص ۵۸ و مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۱)

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے شہادت کا بلند مقام بھی مرحمت فرمایا اور قرآن کریم میں شہداء کی جو زندگی اور حیات منصوص ہے وہ آپ ﷺ کے لئے بھی ہے نص قرآن اور صحیح حدیث کو ملانے

کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مذکور حدیث کے علاوہ یہ ایک الگ اور جدا دلیل ہے کہ آپ ﷺ قبر میں زندہ ہیں، اس روایت کی رو سے آپ ﷺ کی شہادت بھی منصوص ہے اور نص قرآنی سے شہداء کی حیات بھی منصوص ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر کے حوالے سے عرض کیا ہے۔

ایک بات یاد رکھیں۔ جب بھی ہماری طرف سے بطور دلیل حدیث پیش کی جاتی ہے جو سنداً صحیح اور حسن ہوتی ہے اور اس کے تمام رواۃ ثقہ ہوتے ہیں تو بھی مماتی حضرات کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے یہ صرف عوام کو دھوکہ دینے کے لئے کہتے ہیں، میں نے مماتیوں کے اس اعتراض کو بھی توڑا جب بھی میں نے احادیث پیش کی تو ساتھ ہی محدثین اور محققین کے نام بھی لکھے جنہوں نے اس کو صحیح کہا۔ میں نے سوچا کہ مماتیوں کے لئے کوئی چور دروازہ نہ چھوڑا جائے۔

میرا سوال: ہم نے جتنی بھی حدیثوں کو پیش کیا وہ سند کے اعتبار سے صحیح، حسن، جید ہیں، اب مماتی حضرات ایک صحیح حدیث یا حسن حدیث یا جید حدیث پیش کر دیں۔

قیامت تک پیش نہیں کر سکتے۔ چلو مماتی حضرات ایک ضعیف حدیث ہی پیش کر دیں کہ جس میں ہو انبیاء اپنی اپنی قبروں میں مردہ ہیں اور آپ ﷺ پر درود پڑھا جائے آپ نہیں سنتے اور سلام کا جواب نہیں دیتے انہی الفاظ کے ساتھ بیان کر دیں۔ قیامت تک ایک ضعیف حدیث بھی پیش نہیں کر سکتے۔ لہٰذا اب مماتی حضرات مان لیں آپ کا عقیدہ غلط ہے اور اہل حق کا عقیدہ اپنا لیں۔ ضد اور بغض اور عناد کے چشمے کو اتار دیں اور اللہ مماتیوں کو ہدایت نصیب فرمائیں۔

ایک اہم بات یاد رکھیں۔ ضعیف حدیث بھی نبی کی حدیث ہوتی ہے جب تک وہ حدیث موضوع نہ ہو، اور موضوع حدیث اس کو کہتے ہیں جو من گھڑت ہو اور ضعیف حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ یہ حدیث نبی ﷺ کی نہیں ہوتی، نبی ﷺ کی حدیث ہوتی ہے لیکن اس میں ایک، دو راویوں کے نام کا پتہ نہیں ہوتا یا راویوں میں ضعف ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کی حدیث کے الفاظ میں ضعف نہیں ہوتا۔ اب عام آدمی بیچاروں کو پتا ہی نہیں وہ سمجھتے ہیں کہ جو ضعیف حدیث ہو وہ حدیث ہی نہیں۔

اب میں کہتا ہوں چلو تم دو راوی نہیں جس میں دس راوی ضعیف ہوں ایسا کوئی نبی ﷺ کا قول ہی پیش کر دو؟ ایک لاکھ چوالیس ہزار (۱۴۴۰۰۰) صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہی قول پیش کر دو؟ کہ نبی ﷺ قبر میں زندہ نہیں۔ کسی کا پیش کرو کہ نبی ﷺ قبر میں نہیں سنتے۔ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سلام پڑھتے تھے، کیا نبی ﷺ نہیں سنتے تھے؟ مماتیوں کی اپنی کتاب میں لکھا جو دین حق کے نام سے ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سلام پڑھتے تھے۔

مماتیوں کی کتاب میں لکھا ہو تو سنتے ہیں اور اگر ہم کہیں تو نہیں سکتے۔ کیوں؟

مماتیوں کے دھوکہ سے بچیں

مماتی حضرات دھوکہ دیتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کئی اختلاف ہوئے اگر نبی ﷺ قبر میں زندہ تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جا کر وہاں سے فیصلہ لے لیتے، یہ سوال کر کے پوچھ لیتے کہ حضرت کیا کریں اور عوام کو ایسی بات سے مغالطہ دیتے ہیں میں کہتا ہوں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیوں پوچھتے بھائی! جا کے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم کا قرآن پر ایمان تھا یا نہیں تھا؟ انہوں نے قرآن میں پڑھا تھا "ولکن لا تشعرون" جس طرح ہماری باتیں کراماً کاتبین سنتے ہیں لیکن کراماً کاتبین کی باتیں ہم

نہیں سنتے۔ اس لئے باوجود اس کے کہ کراما کاتبین زندہ ہیں، ہمیں دیکھتے ہیں، ہمیں سنتے ہیں پھر بھی آپ کی اتنی عمر ہوگئی، کبھی آپ کی کوئی چیز گم ہوئی ہو؟ تو آپ نے کہا ہو جی کراما کاتبین صاحب بتادو؟ وہ چیز کہاں ہے، کبھی پوچھا؟ کراما کاتبین سے کہ آپ بھی میرے ساتھ تھے میں نے وہ چیز کہاں رکھی ہے؟ کیوں نہیں پوچھتے آپ؟ اس لئے کہ آپ کا عقیدہ ہے کہ وہ مرے ہوئے ہیں اس لئے نہیں پوچھتے؟ آپ کا عقیدہ ہے کہ وہ بول نہیں سکتے اس لئے نہیں پوچھتے؟ آپ کا عقیدہ ہے کہ وہ میری بات سن نہیں سکتے، اس لئے نہیں پوچھتے؟ اس لئے نہیں پوچھتے کہ وہ ہماری سنتے ہیں ہم ان کو نہیں سن سکتے؟

کیونکہ ان کی حیات ہمارے شعور میں آنے والی نہیں، اب صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایمان تھا قرآن پر، انہیں پتا تھا کہ اب نبی ﷺ ایسی حیات کامل کے ساتھ ہیں کہ ان کی بات ہمیں سنائی نہیں دی گی۔ اگر پھر سنائی دے تو اللہ کے نبی ﷺ کی وہ حیات بھی فانی ہوگی۔ کیونکہ فانی شعور میں اس کی بات آگئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ سے اس لئے نہیں پوچھتے تھے کہ وہ جانتے تھے کہ قرآن پاک میں آگیا ہے ''ولکن لاتشعرون'' اس لئے نہیں پوچھتے؟ لیکن ہم کراما کاتبین کو یہ نہیں کہتے کہ وہ مردہ ہیں؟ نہ یہ کہتے ہیں کہ وہ سنتے نہیں، نہ یہ کہتے ہیں کہ وہ دیکھتے نہیں؟

صرف اس لئے نہیں پوچھتے کہ ان کی بات ہمیں سنائی نہیں دیتی پوچھنے کا فائدہ کچھ نہیں۔ اب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اسی لئے پوچھا نہیں کرتے تھے۔

حضرت مولانا علامہ محمد ضیاء الرحمن فاروقی رحمۃ اللہ علیہ شہید کی بات جو دل کی تختی پر لکھنے کی ہے

فرماتے ہیں کہ پیغمبر کی حیات کے قائل مر کے بھی حیاتی کہلواتے ہیں اور جو مماتی حیات کے قائل نہیں وہ دنیا میں بھی اپنے آپ کو مماتی کہلواتے ہیں لیکن زندہ کو مماتی کہا جاتا ہے۔ مماتی کا معنی مردے کے ہیں۔ بھائی نبی اکرم ﷺ کے مردے ہونے کی بات بعد میں ہے تم تو زندہ ہی مردے کہلواتے ہو یہ بھی پیغمبر کا معجزہ ہے کہ جو نبی ﷺ کی حیات کے قائل ہو، اگر مرجائیں تو پھر بھی وہ حیاتی کہلواتے ہیں۔ آپ سے کوئی پوچھے کہ سید نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ حیاتی تھے یا مماتی؟ آپ کہیں گے کہ حیات حالانکہ وہ فوت ہوگئے یعنی جو آدمی نبی ﷺ کی حیات کا قائل وہ فوت ہو کے بھی حیاتی کہلواتا ہے اور جو حیات کے قائل نہیں وہ زندہ رہ کر بھی مماتی کہلواتے ہیں۔ یہ بھی پیغمبر کا معجزہ ہے سبحان اللہ! اکابر علماء دیوبند کی شان ہی نیرالی ہے۔

حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب آب حیات میں انہوں نے لکھا ہے کہ اللہ کے پیغمبر کی روح کو جب جسم سے قبض کیا تو کہاں رکھی؟

یہ بات بڑی عجیب ہے رب نے اپنے نبی ﷺ کی روح کو جب جسم سے قبض کیا تو کہاں رکھی ہے چاہئے تو یہ تھا کہ جب نبی ﷺ کے جسم سے روح نکالی جائے تو اس روح کو اس جسم سے اچھی جگہ پہ رکھی جائے۔ کیونکہ اعلیٰ علیین کا معنی ہی اعلیٰ مقام ہے، میرے جسم سے روح نکلے تو اعلیٰ علیین مجھ سے بھی اعلیٰ ہے اس وجہ سے میری روح وہاں چلی جائے لیکن جب نبی ﷺ کے جسم سے روح کا قبض کیا گیا ہے تو نبی ﷺ کے جسم سے اعلیٰ تو کائنات میں کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ نہ عرش پر نہ فرش پر۔ اس وجہ سے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی روح کو جب قبض کیا گیا تو

رب نے اس روح کو پوری کائنات میں دیکھا کہ کہاں رکھوں کوئی جگہ نہ ملی تو روح کو نبی ﷺ کے جسم میں رکھ دیا کیوں؟ نبی ﷺ کے جسم سے بہتر کوئی جگہ نہیں، روح تو اس جگہ سے اعلیٰ جگہ پر ہونی چاہئے۔ اب اعلیٰ جگہ تو نبی ﷺ کے جسم کے علاوہ کوئی نہیں۔ اس لئے رب نے اس روح مبارک کو دوبارہ محمد ﷺ کے جسم میں لوٹا دیا تاکہ دنیا کو پتہ چل جائے کہ اس جسم سے بہتر کائنات میں کوئی چیز نہیں یہ جسم ہی اس لائق ہے کہ اس جسم میں نبی ﷺ کی روح ہو۔ سبحان اللہ!

نبی ﷺ کے جسد اقدس کو چھونے والی، مٹی کعبہ اور عرش سے بھی اعلیٰ

اور آپ ﷺ کے بارے میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کے روضے کے اندر جو مٹی موجود ہے جس مٹی کو نبی ﷺ کا جسم لگا ہے اس مٹی کا درجہ عرش وفرش سے اعلیٰ ہے۔ بیشک!

یہ حضرت قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے اب اس کی وجہ کیا ہے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ خانہ کعبہ کی عظمت اس واسطے کہ خانہ کعبہ کے اوپر اللہ کی تجلی ہے، خانہ کعبہ کے اوپر خدا خود نہیں بیٹھا کہ جس کی وجہ سے اس کی عظمت زیادہ ہوگئی۔ خانہ کعبہ کے اوپر رب کی تجلی ہے اس واسطے خانہ کعبہ کا مقام ساری کائنات کی مسجدوں سے زیادہ ہے کہ مسجدوں کے اوپر اللہ کی تھوڑی تھوڑی تجلی ہے اس واسطے ان کا مقام تھوڑا ہے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کعبہ کی عظمت اس واسطے بلند ہے کہ اس پر اللہ کی سب سے زیادہ تجلی ہے اور اللہ کی تجلی کعبہ سے بھی زیادہ اس جگہ پر ہے جہاں محمد ﷺ کا مقام ہے جہاں محمد ﷺ کا وجود ہے، وہاں تجلی رب کی کعبہ سے بھی زیادہ ہے اور جب وہاں رب کی تجلی زیادہ تو اس مٹی کا درجہ بھی زیادہ کہ جس مٹی کے اندر جس روضے کے اندر محمد رسول اللہ ﷺ موجود ہیں۔ اور یہی عقیدہ اہل سنت والجماعت کا بھی ہے۔

مشرکین مکہ کو صم، بکم، عمی کہنے کا مطلب

مماتی اکثر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن میں آیا ہے کہ "انک لاتسمع الموتی" اے پیغمبر آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ اب میں پوچھتا ہوں مجھے اس بات کا جواب دو کہ قرآن ابوجہل کو کیا کہتا ہے؟ عتبہ کو کیا کہتا ہے؟ شیبہ کو کیا کہتا ہے؟ قرآن کہتا ہے کہ صم، بکم، عمی، اندھے ہیں، بہرے ہیں، گونگے ہیں۔

آپ بتائیں بہرے تھے؟ ان کی آنکھیں نہیں تھی؟ ان کے کان نہیں تھے؟ وہ گونگے تھے؟ سنتے نہیں تھے؟ اندھے تھے؟ بولتے نہیں تھے؟ بولتے تھے، قرآن کہتا ہے کہ وہ گونگے تھے، اندھے تھے، بہرے تھے بتاؤ یہ قرآن کی بات ٹھیک ہوئی یا نہیں۔

حالانکہ وہ بولتے بھی تھے، سنتے بھی تھے اندھے بھی نہیں تھے، قرآن کہہ رہا ہے کہ نہیں بولتے قرآن کہہ رہا ہے نہیں دیکھتے قرآن کہہ رہا ہے نہیں سنتے۔ اب مماتی حضرات مجھے اس کا معنی بتادیں۔

"انک لاتسمع الموتی" کا معنی میں بتادیتا ہوں "صم بکم عمی فھم لایرجعون فھم لایعقلون" قرآن کہتا ہے مکے کے مشرکین کو کہ اندھے تھے، بہرے تھے، گونگے تھے حالانکہ نہ وہ گونگے تھے، نہ وہ بہرے تھے، نہ وہ اندھے تھے بلکہ ان کی آنکھیں بھی تھیں کان بھی تھے، زبان بھی تھی، اس کا معنی یہ ہے کہ وہ گونگے کہ حق کی بات نہیں کرتے تھے، قرآن نے کہا گونگے ہیں، حالانکہ وہ اور باتیں کرتے تھے حق کی بات نہیں کرتے تھے۔

جس کی وجہ سے قرآن نے کہا کہ وہ بہرے ہیں وہ عام باتیں سنتے تھے لیکن قرآن کی بات نہیں سنتے تھے اس پر عمل نہیں کرتے تھے، قرآن نے کہا کہ یہ سنتے ہی نہیں، وہ نبی ﷺ کو ایمان کی حالت میں نہیں دیکھتے تھے۔ قرآن نے کہا کہ یہ اندھے ہیں حالانکہ وہ دیکھتے تھے۔

''انک لاتسمع الموتٰی'' کی تشریح

یہی مطلب ہے: ''انک لاتسمع الموتی'' کا اے پیغمبر آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے یعنی مردوں کو آپ ﷺ فائدہ نہیں پہنچا سکتے یعنی وہ سماع آپ نہیں کر سکتے جو سماع نفع دے سکے اس سماع نافع کی نفی ہے۔ ایسا سماع کہ آپ نہیں کرا سکتے، جو مردوں کو نفع پہنچائے۔ ''وما انت بمسمع من فی القبور'' ترجمہ: آپ اپنی مرضی سے نہیں سنا سکتے ان قبر والوں کو۔

اس کے علاوہ مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ اپنی تفسیر معارف القرآن میں مذکورہ آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ یہاں سماع کی نفی نہیں بلکہ اسماع کی نفی ہے۔

میرا مماتیوں سے سوال ہے

''ان تسمع الا من یؤمن بایٰتنا فھم مسلمون'' (النمل:٦) اس آیت کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں کہ دنیا میں جو کافر آنحضرت ﷺ اور اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے اور مسلمان نہیں ہوئے وہ سنتے ہی نہ تھے۔ اگر ان سے قوت سماع ہی سلب کر لی گئی تھی تو وہ مکلف کس امر کے تھے؟ مماتیو! مجھے بتاؤ مطلب صاف ہے کہ وہ اس انداز سے نہیں سنتے تھے کہ وہ حق کو قبول کر لیں اور اس کو مان لیں اور سماع ان کے حق میں مفید اور نافع ہو۔

اور دوسرے مقام پر ارشاد خداوندی یوں ہے ''فاعرض اکثرھم فھم لایسمعون'' (حم السجدہ:۱)

اس آیت کا مطلب بھی بجز اس کے اور کیا ہے کہ کافر اس انداز سے نہیں سنتے جو ان کے حق میں نافع اور مفید ہو، یہ مراد تو قطعاً اور یقیناً نہیں کہ کافر دنیا میں سنتے ہی نہ تھے اور نہ اب سنتے ہیں اور چونکہ کافروں کے اسماع کو مردوں کے اسماع سے تشبیہ دی گئی ہے تو اصول کی روشنی میں اور اصول کی رو سے مشبہ اور مشبہ بہ میں مشابہت درکار ہے اور وہ یہی ہے کہ کافروں کے حق میں سماع مفید اور نافع ہے اور نہ مردوں کے حق میں، ہاں نفس سماع دونوں کے لئے ثابت اور متحقق ہے۔

حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ چونکہ بعض احادیث میں مردوں کا سننا قریب جگہ نہ کہ بعید جگہ سے وارد ہے اس لئے بعض علماء نے آیت (کے معنی) میں کہا ہے کہ مراد سماع منفی ہے سماع نافع ہے۔ (بیان القرآن ج ۸ ص ۸۴) اور بھی متعدد مفسرین کرام رحمہم اللہ نے اس آیت کریمہ کے معنی میں یہی فرمایا ہے کہ اس سے مردوں کے مطلق سماع کی نفی نہیں بلکہ سماع نافع اور مفید کی نفی ہے۔

نوٹ: ان شاء اللہ امید ہے جو مماتی حضرات متعنت اور معاند نہیں ان کی ہدایت کے لئے یہ کافی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے فعل سے بھی حیات انبیاء کا اثبات

حضرت عمر اور کعب احبار رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کی قبر مبارک پر زیارت کے لئے حاضر ہوئے ''ان عمر قال لکعب الاحبار بعد فتح بیت للمقدس ھل لک ان تسیر معی الی المدینۃ وتزور قبر النبی ﷺ فقال نعم یا

امیر المؤمنین "بیت المقدس کی فتح کے بعد حضرت عمر نے کعب رضی اللہ عنہ احبار کو فرمایا۔ کیا آپ میرے ساتھ مدینہ منورہ چل کر زیارت قبر رسول ﷺ کریں گے؟ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے امیر المؤمنین میں آپ کے ساتھ ہی چلوں گا۔ (فتوح الشام عن الوفا ص ۹۹)

"ولما قدم عمر المدينة اوّل ما بدأ با المسجد و سلم على رسول الله ﷺ" (خلاصۃ الوفا ص ۹۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام سے جس وقت تشریف لائے تو سب سے پہلے مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوئے اور حضور ﷺ پر سلام پڑھا۔

عبداللہ ابن عمر اور انس ابن مالک رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہوئے اور سلام پڑھا

"ان عبدالله ابن عمر كان يقول السلام عليك يا رسول الله ﷺ السلام عليك يا ابابكر السلام عليك يا ابی ثم ينصرف" حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی قبر مبارک پر السلام علیک یا رسول اللہ کہتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مزار پر بھی سلام کہتے تھے اور واپس چلے جاتے تھے۔

(رسائل مضمون موطا امام مالک ص ۵۸)

"عن انس ابن مالك و غيره من الصحابة نقل عنهم السلام على النبی ﷺ" حضرت انس ابن مالک اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کی قبر مبارک پر سلام کہتے تھے۔

(الرسائل والمسائل للامام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ج ۱ ص ۲۳)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حضور ﷺ کی قبر پر سلام پڑھنے کے متعلق فرمایا

"وذكر القاضی عياض عن الحسن ابن علی قال اذا دخلت فسلم على النبی ﷺ فان رسول الله ﷺ قال لا تتخذوا بيتی عيدا۔ الحديث" قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں، آپ نے حکم دیا کہ جب مسجد نبوی میں جاؤ تو نبی ﷺ پر سلام پڑھنا کیونکہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ میرے گھر کو عید نہ بناؤ۔

(قاعدہ جلیلہ للامام ابن تیمیہ ص ۸۷)

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر روئے اور سلام پڑھا

"خرج عمر الى ممنبر رسول الله ﷺ فاذا معاذ بن جبل قائم يبكی عند قبر رسول الله ﷺ قال ما يبكيك يا معاذ الحديث" حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے منبر کی طرف نکلے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے نزدیک رو رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے معاذ کیوں رو رہے ہو؟

(مسند بزار عن الوفا ص ۱۰۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ﷺ کی مزار پر حاضری ہوئے سلام پڑھا اور روئے

"من عبدالله بن جعفر ان علی ابن ابی طالب دخل المسجد فبكى حيث نظر الى بيت فاطمة فاطال البكاء ثم انصرف الى قبر النبی ﷺ فبكى و اطال البكاء عنده ثم قال و عليكم السلام يا اخوتی و رحمة الله قد كنتما هاديين مهديين خرجتما من الدنيا خميصين يعنی ابابكر و عمر خرجتما" حضرت عبداللہ بن

جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کو دیکھ کر بہت روئے پھر حضور ﷺ کی مزار اطہر پر اس سے بھی زیادہ روئے اور ساتھ ہی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں پر بھی سلام کہا اور فرمایا تم دونوں ہادی مہدی تھے۔ خدا تم پر رحمت فرمائے دنیا میں تم نے پیٹ بھر کر کبھی روٹی نہیں کھائی تھی۔ (دار قطنی عن الوفاء ص ۱۰۰)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے مزار اقدس پر سلام پڑھا

''قال الدراوردی رائیت جعفر ابن محمد ای الصادق بن الباقر جاء فسلم علی رسول اللہ ﷺ ثم انثنی فسلم علی ابی بکر و عمر فرآنی کانی تعجبت او قال فسرنی ای لا کذابہ بذلک ماتزعمہ الشیعۃ من بغضہ للشیخین قال فقال لی واللہ ان ھذا الذی ادین اللہ بہ وانہ مایسرنی ان اقول لمعاویۃ خزاہ اللہ او فعل اللہ بہ وان لی الدنیا'' دراوردی کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے حضور ﷺ پر سلام کہا پھر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر سلام کہا پھر میری طرف دیکھا میں تعجب کر رہا تھا کہ امام صاحب اپنے فعل سے شیعہ فرقہ کی تکذیب فرما رہے ہیں (شیعہ کہتے ہیں امام جعفر صادق کو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے بغض ہے) حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے ساری دنیا بھی مل جائے تو اس کے بدلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بددعا نہیں دوں گا۔ (کتاب السنہ للبردی رحمہ اللہ عن الخلاصہ ص ۱۰۰)

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ سناتا ہے

نبی پاک ﷺ قبروں سے گزرتے تھے تو قبروں کی آوازیں سنتے تھے، عذاب ہو رہا ہے، ایک حدیث پیش کرتا ہوں ''مر النبی ﷺ بقبرین فقال انھما لیعذبان وما یعذبان فی کبیر اما احدھما فکان لا یستتر البول فی روایۃ لمسلم لا یستنزہ من البول واما الآخر فیمشی بالنمیمۃ'' (بخاری ومسلم)

تو آپ ﷺ نے ان کی آوازیں سنیں یا نہ سنیں؟ (سنیں)

پھر حضور ﷺ نے فرمایا اگر مجھے یہ ڈر نہ ہو کہ تم اپنے مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے کہ وہ تمہیں قبر کی باتیں سنائیں۔ میں اگر اللہ تعالیٰ سے دعا کروں تو وہ تمہیں سنا دے لیکن ڈر کیا ہے کہ تم آئندہ مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے قبر کی دہشت ہوگی۔

اب ذرا غور کریں کہ مردے کہاں ہیں؟ قبر کے اندر، ان کے اوپر مٹی کتنی ہے؟ کئی من مٹی ہے، حضور ﷺ کہاں تھے؟ دنیا میں اور جس کی آوازیں آرہی تھیں یعنی مردے وہ عالم برزخ میں۔ اب دیکھیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سنایا ہے اپنی قدرت سے یا نہیں؟ (سنایا ہے)

تو حضور ﷺ خود اندر ہوں اور منوں مٹی اوپر ہو تو کیا باہر کی بات نہیں سن سکتے؟ (سن سکتے ہیں)

سننا خدا کے اعجاز کے ساتھ

دنیا میں سننا اسباب کے ساتھ ہے، وہاں سننا ہے اللہ تعالیٰ کے اعجاز کے ساتھ، تو یہی نہیں قبرستان میں جب آتے جاتے حضور ﷺ آوازیں سنتے تھے جو دوسرے نہیں سنتے تو یہ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام دیا تھا تو جب اللہ تعالیٰ نے یہ مقام دیا تھا تو اب اس پر اپنی عقل پر بوجھ ڈالنا کہ وہ کیسے سن سکتے ہوں گے؟ یہ بات عقل کے پجاری

سوچنا چھوڑ دیں، کیونکہ یہ ان کی عقل کے بس کا کام نہیں یہاں تو اللہ نے ابھی وفات نہیں دی دنیا میں سنا دیا۔

دنیا میں ایک دفعہ نہیں بلکہ ہزاروں دفعہ سنا دیا تاکہ حضور ﷺ جب قبر مبارک کے اندر ہوں تو کوئی یہ نہ کہے کیسے سنتے ہوں گے آپ ﷺ (جیسے کہ قرآن پاک، احادیث اور اجماع سے ثابت ہے آپ ﷺ کی حیات) صرف یہ کہ اگر شک پڑے دل میں تو کہو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہے۔ اللہ تعالیٰ خود سنا رہا ہے۔

خدا اور رسول ﷺ کی ساری باتیں مان لو

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ جہاں جس میں ہم رہتے ہیں اس ملک میں رہتے ہوئے ہمیں اتنے سال ہو گئے لیکن ہم بھی اس کی حقیقت کو نہیں پا سکے جس میں ہم رہتے ہیں تو اگلا جہاں جس میں ہم داخل ہی نہیں ہوئے اس کو ہم پا سکیں گے یا قیاس کر سکیں گے یا اندازہ کر سکیں گے (نہیں) اس کے لئے یہ ہے کہ جتنی باتیں خدا اور رسول ﷺ کی ہیں اس کو بس مان لو۔ وہ جہاں ماننے کا ہے، سوچنے کا نہیں ہے۔

حضور ﷺ درود سنتے ہیں؟

ہاں سنتے ہیں آپ قدرت خداوندی کو ضابطہ بنائیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے کہ جو وہاں درود سلام پڑھے وہ سنتے ہیں تو ضابطہ بھی رہا اور قدرت خداوندی بھی رہی۔

انبیاء سنتے ہیں؟ تو کیسے؟

انبیاء اگر ان کانوں سے سنتے ہیں تو ان میں اللہ تعالیٰ یہ استعداد رکھ دی کہ منوں مٹی یعنی قبر کے اندر وہ سنتے ہیں۔ اگر کسی کو شک ہو تو وہ قدرت خداوندی کو درمیان میں لے آئے تو سارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔

مماتیوں کے دھوکہ سے بچیں

مماتی حضرات دھوکہ دیتے ہیں: حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعہ سے کہ حضرت عزیر علیہ السلام سو سال تک مردہ رہے اور جب اس کے بعد زندہ ہوئے تو انہوں نے اس طویل زندگی کو ''یوما او بعض یوم'' سے تعبیر کیا۔ اگر سماع ثابت ہوتا تو ایسا نہ ہوتا بلکہ ان کو معلوم ہوتا کہ کتنا عرصہ گزر چکا ہے۔

جس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعہ سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ قبر اور برزخ کی زندگی کا احساس عموماً نہیں ہو سکتا کہ کم گزری یا زیادہ؟ وہاں مومنوں کی راحت اور خوشی اور بدکاروں کی تکلیف و تعذیب اس اندازے سے ہوتی ہے کہ زمانہ کا صحیح ادراک ہی نہیں ہو سکتا اور آخر اس جہاں میں بھی آرام و خوشی کے موقع پر اکثر ایسا ہو جاتا ہے کہ وقت کا پتہ نہیں چلتا کہ تھوڑا گزرا ہے یا زیادہ؟ اور تکلیف کے وقت تھوڑا عرصہ بھی زیادہ معلوم ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ غمی میں بھی وقت کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا، صاحب تسکین القلوب نے بجا فرمایا ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ خوشی کے وقت مرور زمانہ کا احساس نہیں رہتا اور تکلیف دکھ اور غم فراق کے تحت یہ احساس بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ الخ (ص ۵۵) گویا غمی میں وقت اور زمانہ کی تعیین و تجدید میں افراط ہو جاتا ہے اور خوشی میں تفریط کچھ بھی صحیح اندازہ تو نہ رہا۔ وھو المطلوب چنانچہ علامہ اقبال مرحوم فرماتے ہیں:

مہینے وصل کے گھڑیوں کی صورت اڑتے جاتے ہیں　　مگر گھڑیاں جدائی کی گزرتی ہیں مہینوں میں

الغرض حضرت عزیر علیہ السلام کے اس واقعہ کو عدم سماع سے کوئی تعلق نہیں آخر یہی مضمون حضرات سلف رحمہم اللہ وخلف کے سامنے بھی تو تھا مگر وہ سبھی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع کے قائل تھے اور کسی نے بھی اس مضمون سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے عندالقبر عدم سماع پر استدلال نہیں کیا۔

علامہ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ ایک مقام پر لکھتے ہیں: ''ولا یجوز احداث تاویل فی اٰیة وسنة لیمکن علی عهد السلف ولا عرفوه ولا بینوه للامة فان هذا یتضمن انهم جهلوا الحق فی هذا وضلوا عنه واهتدیٰ الیه هذا المعترض المستاخر فکیف اذا کان التاویل یخالف تأویلهم ویناقضه وبطلان هذا التاویل اظهر من ان یطنب فی رده'' ترجمہ: جائز نہیں کہ کسی آیت یا حدیث کا کوئی ایسا معنی اور تاویل کی جائے جو حضرات سلف رحمہم اللہ کے زمانہ میں نہ کی گئی ہو اور نہ انہوں نے وہ تاویل سمجھی ہو اور نہ امت کے سامنے بیان کی ہو کیونکہ یہ اس بات کو متضمن کہ سلف رحمہم اللہ اس میں حق سے جاہل رہے اور اس سے بہک گئے اور یہ پیچھے آنے والا معترض اس کی تہہ کو پہنچ گیا اور خصوصاً جب کہ متاخر کی تاویل سلف کے خلاف اس کے برعکس ہو پھر کیونکر وہ قبول کی جاسکتی ہے؟ اور اس تاویل کا بطلان ایسا ظاہر ہے کہ اس کے رد کے لئے کسی بسط کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ (الصارم المنکی ص ۲۴۷ طبع مصر)

لہٰذا اس واقعہ سے استدلال کرنا باطل اور مردود ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: ''سعادت آثارا آنچہ برما وشما لازم است تصحیح عقائد بمقتضائے کتاب وسنت برنہجیکہ علماء اہل حق شکر اللہ سعیہم از کتاب وسنت آں عقائد را فہمیدہ اند واز آنجا اخذ کردہ چہ فہمیدن ما وشما از چیز اعتبار ساقط است اگر موافق افہام ایں بزرگواراں نباشد زیرا کہ ہر مبتدع وضال احکام باطلہ خود را از کتاب وسنت می فہمد واز اں جا اخذ می نماید والحال انہ لایغنی من الحق شیئا'' ترجمہ: اے نیک بخت جو چیز ہم پر اور تم پر لازم ہے وہ کتاب وسنت کے مطابق عقائد کی اصلاح کرنا ہے مگر اس طریقہ پر کہ علماء اہل حق نے کتاب وسنت سے ان کو سمجھا ہے اور ان سے اخذ کیا ہے کیونکہ ہمارا اور تمہارا سمجھنا اگر ان بزرگوں کے فہم کے مطابق نہ ہو اعتبار کے مقام سے ساقط ہے۔ کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے باطل احکام کو کتاب وسنت ہی سمجھتا ہے اور وہاں ہی سے اخذ کرتا ہے۔ حالانکہ اس کا یہ سمجھنا حق کی کسی چیز سے مستغنی نہیں کرتا۔ (مکتوب ۱۵۷ طبع امرتسر)

معلوم ہوا کہ جس آیت کریمہ یا حدیث شریف کا مطلب اور معنی حضرات سلف صالحین رحمہم اللہ نے نہ سمجھا اور نہ کیا ہو وہ معنی یقیناً مردود ہے خواہ اس کے کہنے والی شخصیت متاخرین میں کتنی ہی بڑی ہو اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمہور کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

مماتیوں کے دھوکہ سے بچیں

مماتی حضرات دھوکہ دیتے ہیں کہ آپ ﷺ زندگی میں حجرہ اور مسجد کے باہر لوگ باتیں کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نہ سن سکتے تھے تو قبر میں اتنی مٹی کے نیچے کیسے سن سکتے ہیں؟ اور اسی طرح عام مردوں کے بارے میں بھی کہتے ہیں مماتی جواب اس کا یہ ہے کہ جملہ علماء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ نص کے مقابے میں قیاس قابل قبول نہیں

بلکہ مردود ہے جب آنحضرت ﷺ کی صحیح اور صریح حدیثیں (جن کا ذکر ماقبل میں گزر چکا ہے) اس بات کو واضح ثابت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ کا عندالقبر سماع ثابت ہے اور آپ ﷺ سلام کہنے والوں کا جواب بھی دیتے ہیں تو اس کے مقابلے میں یہ نرے عقلی ڈھکوسلے کیا وقعت رکھتے ہیں کہ جب آپ دروازے کے باہر لوگوں کی آوازیں دنیا میں نہیں سنتے ہیں تو پھر وفات کے بعد مٹی کے ڈھیر کیسے سن سکتے ہیں اور پھر وہ عالم بھی الگ ہے وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب قیاس فاسد و مردود ہیں حضرات سلف رحمۃ اللہ علیہ اور اکابرین سے کٹ جانے کے بعد یہی نتیجہ نکلتا ہے جو مماتی حضرات کا ہے یہ سب محض ان کے اپنے ذہن کی ایجاد اور اختراع ہے اس کو بھلا کون سنتا اور را اور مانتا ہے؟

اس باطل قیاس کے تمام مقدمات حضرات سلف رحمۃ اللہ علیہ اور اکابر کے سامنے بھی تھے۔ مگر کسی نے بھی عندالقبر سماع کا انکار نہیں کیا بلکہ سو فیصد حضرات نے اس کی تائید کی ہے اور یہی پہلو حق ہے اور یہی نظریہ درست ہے اور یہی مسلک صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی پر قائم و دائم رکھے۔ آمین ثم آمین!

حیات انبیاء پر اجماع

۱...... مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (سیرت مصطفیٰ ﷺ ج ۳ ص ۲۴۹) میں اجماع بیان کرتے ہیں۔

۲...... علامہ سخاوی اجماع بیان کرتے ہیں۔ (القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع ص ۱۷۲)

۳...... مولانا خلیل احمد سہارن پوری ((براہین قاطعہ ص ۱۹۹) پر اجماع بیان فرماتے ہیں)

۴...... حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں انبیاء کی حیات میں کسی کا اختلاف نہیں۔ (فتاویٰ رشدیہ)

۵...... حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شاندار تحریر فرمائی اس میں حیات نبوی کا اثبات کیا ہے۔ (رجوم المدنبین ص ۴۸)

۶...... فقیہ الامت مفتی مہدی حسن مفتی دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں اہلسنت والجماعت متفق ہیں کہ انبیاء اپنی قبور میں حیات ہیں۔

۷...... اسی طرح شمس الاولیاء حضرت احمد علی لاہوری بھی لکھتے ہیں۔ (مقام حیات ص ۶۹۷)

۸...... اسی طرح شیخ الحدیث والفقہ علامہ عبدالغنی بھی لکھتے ہیں۔ (مقام حیات ص ۶۹۹)

۹...... دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ حیات انبیاء پر۔

۱۰...... فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے "نائم فی لحد عالم به یسمع کلامه" اتنی واضح عبارت حیات انبیاء پر (سبحان اللہ) ایسی طرح الحاوی للفتاویٰ میں بھی موجود ہے کچھ فرق کے ساتھ۔ (الحاوی للفتاویٰ ص ۵۵۴)

۱۱...... تمام اکابر علماء دیوبند کا متفقہ فیصلہ اور اجماع حیات انبیاء پر۔ (سبحان اللہ)

۱۲...... المہند علی المفند رسالہ جو اکابر دیوبند کے عقائد کا ترجمان ہے اس کا سوال نمبر ۵ ہے جس کے تحت اکابر علماء دیوبند کے دستخط ہیں کہ انبیاء اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت محمد ﷺ کی حیات دنیوی سے اور اس معنی برزخی بھی ہے کہ عام برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے۔ نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کا نام آب حیات ہے۔

مماتیوں کے دھوکہ سے بچیں

اب مماتی یہاں پر ایک دھوکہ دیتے ہیں کہ مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدر مفتی دار العلوم دیوبند سماع کے قائل نہ تھے جو سراسر جھوٹ اور دھوکہ اور فریب سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں اور مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ آخر میں مذکور بھی ہے۔

اب مماتیوں کے جھوٹ سے پردہ اٹھانے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ المہند علی المفند پر علمائے دیوبند کے تیس ۱۲۳ اکابر کے دستخط ہیں اور ان میں سے مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بھی دستخط موجود ہیں پس حیاۃ النبی ﷺ کا انکار تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم، مفسرین اور محدثین اور اہل سنت والجماعت کی مخالفت ہے۔

لہٰذا منکرین حیات النبی ﷺ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے جس کی تفصیل دار العلوم دیوبند کا جامع، مکمل اور مدلل فتویٰ جو خیر الفتاوىٰ میں درج ہے اس میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

(ماہنامہ تعلیم القرآن ۱۹۹۶ء ص ۴۷) پر پروفیسر فضل حق لکھتے ہیں درمیان جالی کے بڑے سوراخ کے سامنے جناب رسول اللہ ﷺ کو سلام کریں۔

نوٹ: اس رسالہ کے مدیر مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب ہیں۔

میرا سوال: جب سنتے ہی نہیں تو سلام کرنے کا کیا فائدہ؟

مفتی اعظم سعودی عرب

سوال: مردہ ولی ہو یا نبی سن سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: انبیاء علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں یعنی ان کو ایک برزخی زندگی حاصل ہوتی ہے ان کی قبر مطہر کے قریب کھڑے ہو کر ان کو سلام عرض کرنا جائز ہے انبیاء علیہم السلام کے سوا اور کسی ولی کی قبر پر سلام کرنا اور یہ سمجھنا کہ وہ سنتے ہیں درست نہیں۔ از (مسالک العلماء فی حیات الانبیاء ص ۲۱۴) مولانا قاضی شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نیز (اقامۃ البرہان از سید سجاد بخاری ص ۲۱۳)۔ ۳ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی نومبر ۱۹۸۱ء ص ۲۱)

مماتیوں کے دھوکہ سے بچیں

مماتی لفظ برزخ سے دھوکہ دیتے ہیں اس کو سمجھیں برزخ کا معنی ہے غیر محسوس پردہ اور اس کی دلیل قرآن پاک سے۔

۱...... ''مرج البحرین یلتقیان بینهما برزخ لا یبغیان'' ترجمہ: ملا دیا دو دریاؤں کو ایک دوسرے سے مل رہے ہیں اور ان کے درمیان پردہ ہے کہ ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے۔ (الرحمن: ۲۰)

۲...... ''هو الذی مرج البحرین هذا عذب فرات وهذا ملح اجاج وجعل بینهما برزخا وحجرا محجورا'' ترجمہ: اور وہ ذات جس نے دو دریاؤں کو ملا دیا یہ میٹھا ہے پیاس کو بجھانے والا اور یہ کھاری ہے جو اور

پیاس کو بڑھاتا ہے اور ان دونوں کے درمیان پردیا کردیا اور بند بندھا ہوا ہے۔ معلوم ہوا برزخ غیر محسوس پردے کو کہتے ہیں کہ وہ حالت ہمیں نظر بھی نہیں آتی وہاں کی حیات کو برزخی کہنے کا یہی مطلب ہے کہ وہ ہم سے پردہ میں ہے۔ پھر یہ کہ یہ پردہ ہمارے اعتبار سے ہے (ومن ورائهم برزخ) فرمایا ہے۔ (الفرقان: ۵۳)

ان کے لئے کوئی پردہ نہیں جیسے پردہ والی عورت کو تو کوئی نہیں دیکھ سکتا لیکن وہ سب کو دیکھ سکتی ہے۔ اسی لئے فرمایا ''ولکن لا تشعرون'' کہ تمہیں شعور نہیں۔ یہ نہیں فرمایا ''لایشعرون'' کہ انہیں بھی اپنی حیات کا شعور نہیں۔ بلکہ ان کو پورا پورا شعور حاصل ہے۔

خلاصہ کلام جو بتانا مقصود ہے

وہ یہ ہے کہ جو برزخ کا معنی ہم مراد لیتے ہیں اور جو چودہ سو سال سے برزخ کا معنی چلا آیا ہے اور قرآن بھی وہی معنی بیان کرتا ہے جو ہم بیان کرتے ہیں۔ ایک معنی گجرات میں بیٹھ کر گھڑا گیا ہے کہ برزخی حیات کا مطلب یہ ہے کہ روح کا جسم سے کوئی تعلق نہیں روح اور جسم کے درمیان پردہ حائل ہے۔

اب جہاں پہلی کتب میں برزخ کا لفظ آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی حیات برزخی ہے یا شہداء کی یا عام مردوں کی حیات برزخی ہے تو یہ اس کو لے کر شور مچانا شروع کر دیتے ہیں کہ دیکھو جی ہمارا عقیدہ مل گیا۔

حالانکہ یہ دھوکہ ہے اور کچھ نہیں برزخ کا صرف اتنا مطلب ہے کہ ہم سے پوشیدہ ہے، بہت سے حضرات جہاں برزخی کا ذکر کرتے ہیں وہیں جسمانی اور دنیوی کا بھی ذکر کرتے ہیں تو کیا وہ نا سمجھ تھے؟ کہ ایسی دو حالتوں کو جمع کر رہے ہیں جن میں آپس میں ٹکراؤ ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ مفسر قرآن حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی بے مثال شہرہ آفاق کتاب سیرت المصطفیٰ ﷺ میں لکھا ہے کہ ''حضرات انبیاء علیہم السلام کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوئی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے۔''

دیکھیے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس حیات کو برزخی بھی فرما رہے ہیں اور جسمانی بھی معلوم ہوا کہ ان دونوں میں منافات نہیں، لہٰذا مماتیوں کے اس دھوکہ سے بچیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کا فتویٰ

''پس ثابت ہوا کہ جب مومن کی قبر پر سلام کہنے سے اس کی روح واپس لوٹ آتی ہے اور وہ جواب دیتا ہے تو امام الانبیاء اور افضل الخلق بالاولیٰ جواب دیتے ہیں۔'' (الجواب الباہر فی زوار المقابر از امام ابن تیمیہ ص ۱۳۵)

اور حضرت نیلوی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو قائلین سماع موتیٰ میں شمار میں کیا ہے۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۳۸۳)

مماتیوں کے دھوکہ سے بچیں

مولانا خضر حیات صاحب نے شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی طرف عدم سماع کی بات کی ہے خضر حیات صاحب کہتے ہیں کہ فتاویٰ عثمانی کے مطالعہ سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ شیخ الاسلام مولانا تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم عدم سماع کے قائل ہیں۔ جو سراسر غلط اور بے بنیاد ہے خضر حیات صاحب نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ جس کا ثبوت بندہ کے پاس موجود ہے جامعہ دارالعلوم کراچی کا فتویٰ جو کتاب کے آخر میں مذکور ہے جس پر مولانا تقی عثمانی صاحب کے دستخط موجود ہیں۔ لہٰذا مماتیوں کے دھوکہ سے بچیں۔

حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ کا منکرین حیات کو چیلنج

"چودہ سو سال میں زیادہ نہیں صرف ایک آدمی چاہئے جس آدمی کو اس وقت کی امت نے اہل حق شمار کیا ہو، اس وقت کی پبلک اور اہل حق نے، علماء نے، محدثین نے، مورخین نے، سکالروں نے، اہل حق شمار کیا ہو اور اس کو امام مقتداء، مفتی رہنما عالم مانا گیا ہو چودہ صدیوں میں صرف ایک آدمی چاہئے جو یہ عقیدہ پیش کرتا ہو کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ نہیں مردہ ہیں اور جو روضہ اطہر پہ جا کر سلام کرے اس کا سلام نہیں سنتے اور اگر اس کا کوئی قائل ہو کہ پیغمبر ﷺ اپنی قبور میں زندہ ہیں اور قبر پر جانے والے کا درود وسلام سنتے ہیں جو اس کا قائل ہو تو وہ آدمی مشرک ہے اس پوری تفصیل کے ساتھ صرف ایک آدمی چاہئے چودہ صدیوں میں جو یہ عقیدہ رکھتا ہو جیسے تم آج عقیدہ رکھتے ہو ایک آدمی پیش کردو میں موقف بدل لوں گا۔"

مفتی اعظم دیوبند کا فتویٰ

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن رحمہ اللہ سے چند سوالات ہوئے جن کے انہوں نے جوابات دیئے۔ ذیل میں بعض سوالات درج ذیل ہیں۔

سوال نمبر ۳۱۲۲: زید کہتا ہے کہ مرنے کے بعد قیامت تک انسان کی روح قبر میں ہی رہتی ہے یہ درست ہے یا نہیں؟ سوال نمبر ۳۱۲۳ مرنے کے بعد عذاب روح کو ہوتا ہے یا جسم کو یا دونوں کو؟

الجواب: (۱) قبر میں بھی روح کا تعلق رہتا ہے اور مستقر اصل اس کا علیین یا سجین ہے۔ (۲) عذاب روح پر مع جسم کے ہوتا ہے جیسا کہ ظاہر احادیث سے ثابت ہے فقط (فتاویٰ دار العلوم ج پنجم ص ۴۲۶ طبع دیوبند)

سوال نمبر ۳۱۹۴: مرنے کے بعد جو سوال وغیرہ ہوتے ہیں تو روح مرنے کے بعد آسمان پر چلی جاتی ہے پھر قبر میں لائی جاتی ہے یا جسم میں بند کردی جاتی ہے؟

الجواب: جسم سے روح کا تعلق رہتا ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم ج ۵ ص ۴۶۲)

چیلنج: رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل سنت والجماعت کا عقیدہ شروع سے لے کر آج تک ایک ہی رہا ہے اور اٹل بھی رہا ہے۔

ایک آدمی کا نام ۱۴۰۰ سو سال میں کوئی پیش نہیں کر سکتا جو سنی کہلواتا ہو، محدث نہ ہو، فقیہ نہ ہو، چور ہو، ڈاکو ہو، زانی ہو، لیکن حضرت پاک ﷺ کے سماع کا انکار کیا ہو۔ ہم ایک لاکھ روپیہ فی حوالہ ان کو انعام دیں گے، ایک لاکھ روپیہ فی حوالہ؟ تو جن کا دین شروع سے آرہا ہے وہ ہمارے پاس ہے اور جن کا ۱۴۰۹ھ میں بنا ہے وہ تو ابھی شاید بالغ بھی نہ ہوا ہو، نابالغ ہے، ہم ان کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں۔

مماتیوں سے میرا سوال

جو شخص حیات فی القبر جسد عنصری کے ساتھ کا قائل ہو اور یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ قبر اطہر کے قریب آپ علیہ السلام درود وسلام کو سنتے ہیں تو کیا یہ عقیدہ شرک ہے اور اس کا قائل مشرک ہے؟ فقہ حنفی کی کتب کے حوالہ کی روشنی میں جواب دیں؟ اور اگر ۱۹۵۸ء سے قبل اس عقیدہ کو شرک اور اس کے قائل کو مشرک کہنے والا کوئی شخص ہو تو اس کا نام لکھیں۔ قیامت تک انتظار رہے گا۔

میرے سوالات مماتی حضرات سے

۱...... عذاب قبر کی تعریف کیا ہے؟

۲...... حیات کی تعریف کیا ہے؟

۳...... حیات برزخی کی تعریف کیا ہے؟

۴...... آپ ﷺ کی قبر مبارک جنت میں ہے یا نہیں؟

۵...... برزخ کا کیا معنی ہے؟

۶...... قرآن برزخ کا معنی کیا بیان کرتا ہے؟

۷...... اگر برزخ کا معنی روح کا جسم سے جدا ہونا ہے تو چودہ سو سال میں کس نے یہ معنی بیان کیا ہے۔اس کا نام مع حوالہ کے لکھیں؟

۸...... ان الدین عنداللہ الاسلام کا کیا ترجمہ ہے اور کیا مطلب ہے۔

چیلنج نمبر ۲: مماتی کوئی ایک حدیث صحیح اور ایک قرآن پاک کی آیت پیش کردیں جس حدیث میں ہو کہ انبیاء اپنی اپنی قبروں میں مردہ ہیں اور کوئی ایک آیت پیش کریں انبیاء اپنی قبروں میں مردہ ہیں اور سلام نہیں سنتے ہیں۔چلو صحیح حدیث دور کی بات ہے تو ایک ضعیف حدیث ہی پیش کردو۔(قیامت تک پیش نہیں کرسکتے)

نوٹ: ہم نے جتنی بھی حدیثیں پیش کی ہیں سب صحیح اور جید ہیں اور محدثین نے ان حدیثوں کو صحیح اور عمدہ قرار دیا ہے اور ان حدیثوں کو حدیث متواتر کہا ہے۔

مغالطات مولانا عطاء اللہ بندیالوی

پہلا مغالطہ......: مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب کا سب سے پہلا مغالطہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے رسالہ کا نام ''حیات النبی ﷺ'' رکھا ہے حالانکہ یہ نام نہ صرف ان کے موضوع بحث سے مطابقت نہیں رکھتا بلکہ ان کے عقیدہ کے بھی سراسر منافی ہے اور جو تعریف بندیالوی صاحب نے موت اور حیات کی کی ہے اور جو ان دونوں کے درمیان فرق بیان کیا ہے اس کے مطابق بھی رسالہ کا یہ نام صریح مغالطہ ہے۔

چنانچہ وہ موت اور حیات کے درمیان تفریق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''علماء امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ موت نام ہے انقطاع الروح عن الجسد، روح کا تعلق جسم سے ختم ہوجاتا ہے اور موت حیات کے منافی ہے،موت اور حیات کی الگ الگ حقیقتیں ہیں۔'' (ص ۷)

بندیالوی صاحب کے نزدیک روح کا جسم سے تعلق ہے تو حیات ہے ورنہ موت ہے اب جب بندیالوی صاحب آنحضرت ﷺ کے جسد اطہر کے ساتھ روح کا تعلق تسلیم کرتے ہوئے حیات النبی ﷺ کا عنوان قائم کررہے ہیں تو پھر موت اور حیات کے بارے میں اپنی مذکورہ تعریف پر نظر ثانی کریں۔کیونکہ آپ حیات کا نام دے کر ممات کا عقیدہ دے رہے ہیں۔

دوسرا مغالطہ...... دیوبندیت کا معیار

عقیدہ حیات النبی ﷺ (روح مع الجسد) اسلاف دیوبند کا اجماعی نظریہ ہے اور بزرگان دیوبند میں سے کسی نے بھی اس سے انکار نہیں کیا (جیسا کہ حیات النبی ﷺ حصہ دوم میں گزر چکا ہے)

اس کے باوجود بندیالوی صاحب اسے دیوبندیت کا معیار تسلیم نہیں کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''سوال یہ ہے کہ کیا حیات النبی ﷺ دیوبندیت کا معیار ہے؟ جو لوگ اس مسئلہ کو دیوبندیت کا معیار سمجھ رہے ہیں وہ دیوبندیت کے مقام اور خصوصیت سے بے خبر ہیں۔ کیا اکابرین علماء دیوبند میں سے کسی نے اسے دیوبندیت کا معیار قرار دیا ہے؟'' (ص ۱۱) اس میں دو باتیں ہیں:

پہلی بات: اسلاف دیوبند کا ہر اجماعی مسئلہ دیوبندیت کا معیار ہے۔

دوسری بات: جید اکابر علماء دیوبند اس اجماعی مسئلہ کو دیوبندیت کا معیار قرار دیتے ہوئے یہ متفقہ فیصلہ جاری فرما چکے ہیں۔ حضرت اقدس نبی کریم ﷺ اور سب انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں اکابر علماء دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہ محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے جو حیات دنیاوی کے مماثل ہے۔ صرف یہ کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس میں جو درود پڑھا جائے بلا واسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں۔ المہند علی المفند بھی اہل انصاف اور اہل بصیرت کے لئے کافی ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف دعویٰ کرے اتنی بات یقینی ہے کہ اس کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ (ماہنامہ پیام مشرق ستمبر ۱۹۶۰ء)

جناب بندیالوی صاحب سے ہماری درخواست ہے کہ وہ مذکورہ تحریر کے آخری جملہ کو دیکھیں کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ دیوبندیت کا معیار ہے یا نہیں؟

اور اس تحریر پر ۱۰ جید اکابر کے تائیدی دستخط موجود ہیں جن کے نام یہ ہیں:

۱...... شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری	۲...... محدث کبیر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری
۳...... حضرت مولانا عبدالحق	۴...... حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی
۵...... حضرت مولانا ادریس کاندھلوی	۶...... حضرت مولانا رسول خان ہزاروی
۷...... حضرت مولانا علامہ شمس الحق افغانی	۸...... حضرت مولانا محمد صادق سندھی رحمۃ اللہ علیہم
۹...... حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری	۱۰...... حضرت مولانا مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع

مذکورہ حضرات کا شمار اکابرین علماء دیوبند میں ہوتا ہے یا نہیں؟ یہ تو بندیالوی صاحب ہی بتا سکتے ہیں اور یہ حضرات دیوبندیت کے مقام اور خاصیت سے باخبر تھے یا نہیں؟ یہ بھی بندیالوی صاحب ہی بتا سکتے ہیں؟

تیسرا مغالطہ...... قبر پرستوں سے متاثر کون؟

مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب عقیدہ حیات النبی ﷺ کو قبر پرستوں سے متاثر ہونے کا نتیجہ قرار دیتے

ہوئے فرماتے ہیں کہ ”قبر پرستوں سے متاثر لوگوں کا خیال اور عقیدہ یہ ہے کہ امام الانبیاء ﷺ اسی جسد عنصری کے ساتھ اسی زمینی قبر منور میں زندہ ہیں۔ (پیش لفظ ص ۲) گویا بندیالوی صاحب کے نزدیک عقیدہ حیات النبی ﷺ کے تمام قائلین قبر پرستوں سے متاثر ہیں۔ حالانکہ یہ بندیالوی صاحب کی بہت بڑی جسارت ہے۔ کیونکہ یہ تو جمہور اہلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے بندیالوی صاحب کن بزرگوں کو قبر پرستوں سے متاثر قرار دے رہے ہیں اور اگر خدانخواستہ یہ بزرگ بھی قبر پرستوں سے متاثر ہوکر باطل عقائد اپنانے والے تھے۔ (العیاذ باللہ)

تو خدا معلوم برصغیر پاک وہند میں توحید کی شمع روشن کرنے والے کون تھے؟ اس کے علاوہ بندیالوی صاحب بطور فخر اپنی تقریروں میں فرماتے رہتے ہیں کہ ”میں شاگرد ہوں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ کا اور وہ شاگرد ہیں حضرت مولانا حسین علی اور وہ شاگرد ہیں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے)

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ بھی حیات النبی ﷺ کے قائل تھے (جیسا کہ ان کی تحریرات اور فتاویٰ موجود ہیں جو کہ حصہ دوم حیات النبی ﷺ میں مذکور ہیں) اور ان کی تردید شیخ القرآن سے کہیں پر بھی ثابت نہیں اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کے استاد حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ بھی حیات النبی ﷺ کے قائل تھے۔

<u>حدیث رسول</u>: آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس شخص نے میری قبر کے پاس درود شریف پڑھا تو میں خود سنتا ہوں اور جس نے دور سے درود شریف پڑھا تو وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے۔ مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث رسول کی روشنی میں اس عقیدہ کا برملا اعلان کیا۔ (تحریرات حدیث ص ۲۱۱)

ایک اور مقام پر حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جب میت کے پاس کوئی شخص زیارت کے لئے (قبر پر) آتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتی ہے۔ خصوصاً جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے (تحریرات حدیث ص ۲۵۷) غور فرما ہے کہ بندیالوی صاحب کے استاذ الاستاذ تو عام اموات کے بھی اپنے زائرین کو دیکھنے اور پہچاننے پر ایمان رکھتے ہیں اور بندیالوی صاحب ابھی تک آنحضرت ﷺ کے بارے میں ہی یہ عقیدہ اختیار کرنے پر آمادہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں فہم سلیم عطاء فرمائے۔ آمین!

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بھی حیات النبی ﷺ کے قائل تھے (جیسا کہ حصہ دوم حیات النبی ﷺ میں گزر چکا ہے)

اب بطور فخر بندیالوی صاحب اپنی تقریروں میں فرماتے رہتے ہیں کہ جو کہ ماقبل میں بیان کردیا گیا ہے۔ یہ سب حضرات حیات النبی ﷺ کے قائل ہیں۔

کیا یہ حضرات قبر پرستوں سے متاثر تھے؟ کیا بندیالوی صاحب کا بطور فخر ذکر کرنا کیسے درست ہوگا کہ جب کہ آپ تو اپنے اساتذہ کرام کے عقائد کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔

<u>چوتھا مغالطہ</u>......: بندیالوی صاحب نے المہند کو ناقابل اعتماد ٹھہرانے سے بھی گریز نہیں کیا۔ چنانچہ

فرماتے ہیں کہ "ذہن میں رہے کہ ان کا اکابر علماء دیوبند کی عبارتیں بطور دلیل نہیں بلکہ مہربانوں کو سمجھانے کے لئے پیش کی ہیں جو علماء دیوبند کی عبارات کو دین میں حجت اور المہند پر ایمان لانے کو ضروری خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ ان مہربانوں کا اپنا عقیدہ اور ایمان المہند کے مطابق نہیں۔ اس لئے کہ المہند میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور انبیاء کرام کی حیات دنیاوی ہے برزخی نہیں۔ (ص ۱۷) ہم بندیالوی صاحب کو بتانا چاہتے ہیں کہ علماء دیوبند کی عبارات کو نہیں بلکہ ان کی اجماعی تحقیقات ونظریات کو حجت مانتے ہیں اور المہند پر اعتماد بھی ہم اس لئے ضروری قرار دیتے ہیں کہ وہ علماء دیوبند کی اجماعی دستاویز ہے۔ باقی رہا المہند میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات برزخی سے انکار کیا گیا ہے تو یہ ایک صریح ظلم اور جھوٹ ہے کیونکہ المہند میں صاف لفظوں میں یہ صراحت مذکور ہے "حضرت ﷺ کی حیات دنیاوی ہے اور اس معنی کو برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے۔" (ملاحظہ فرمائیں حصہ دوم میں سوال نمبر ۵)

کیا وہاں حیات برزخی کا انکار کیا گیا ہے؟ مذکورہ واضح عبارت کے باوجود المہند پر حیات برزخی کے انکار کا الزام دینا کیا صریح ظلم نہیں؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت عطاء فرمائیں۔ آمین!

اہم انکشافات

یہاں ایک اہم انکشاف بھی کرنا چاہوں گا کہ منکرین حیات اپنے مسلک کے معاملے میں جس المہند کو ناقابل اعتماد قرار دیتے ہیں، بریلویت کے رد میں اسی کو سند تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ بندیالوی صاحب کے زیر ادارت شائع ہونے والا ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں ان کی جماعت کے مرکزی رہنما مولانا عبدالسلام صاحب حضرو (ضلع اٹک) کا ایک مضمون بریلویت کے رد میں بعنوان دیوبندی بریلوی اختلاف شائع ہوا ہے جس کی قسط نمبر ۴ پیش نظر ہے۔ اس میں وہ فرماتے ہیں کہ: "بریلوی اعلیٰ حضرت نے جب حسام الحرمین کا فتویٰ ۱۳۲۴ھ میں شائع کیا، اس کے جواب میں اسی وقت اکابر علماء دیوبند نے اپنے صحیح عقائد اور ان الزامات کے رد میں متعدد کتابیں لکھیں، لیکن بریلوی اعلیٰ حضرت اور ان کے ماننے والے حضرات صاحبان آج بھی وہی سانپ کی لکیر پیٹ رہے ہیں۔ علماء دیوبند نے اسی وقت اپنی طرف سے ان الزامات کے جھوٹ ہونے پر درج ذیل کتابیں شائع کیں جواب میں موجود ہیں: "(۱) الشہاب الثاقب (۲) المہند علی المفند (۳) الختم علی لسان الخصم (۴) قطع الوتین (۵) بسط البنان (۶) تحذیر الناس (۷) مناظرہ عجیبہ (۸) رجوع المذنبین (۹) توضیح البیان (۱۰) السحاب المدرار وغیرہ علماء عرب کی تصدیقات بھی ان کتابوں پر موجود ہیں۔" (ماہنامہ تعلیم القرآن شمارہ رجب شعبان ۱۴۱۹ھ ص ۳۳۹)

غور فرمائیں کہ بریلویت کے خلاف اکابر کی جن کتب کو بطور سند پیش کیا جارہا ہے، اپنے خلاف وہی کتب ناقابل اعتماد قرار دی جارہی ہیں۔ بریلویت کے خلاف جن کتابوں میں مذکور عقائد کو صحیح تسلیم کیا جارہا ہے۔ اپنے خلاف انہی کتب کے عقائد کو قرآن وسنت کے خلاف ومنافی ثابت کرنے کا پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے کیا یہ دھوکہ بازی نہیں؟ ہم مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب سے فقط اتنا ہی سوال کرنا چاہیں گے کہ جو کتابیں، بریلویت کے خلاف ان کے نزدیک علماء دیوبندیت کے صحیح عقائد کی ترجمان ہیں، وہ ان کے اپنے خلاف ناقابل اعتماد کیوں ہیں؟

خاتمہ الکلام اور میرا سوال

جمعیت اشاعت کے رہنما علامہ عطاء اللہ بندیالوی صاحب نے اپنے رسالہ حیات النبی ﷺ کے پیش لفظ کے (ص ۲) پر لکھا ہے: ''خدا گواہ ہے۔ اختلاف نہ امام الانبیاء ﷺ کی موت کے بارے میں ہے اور نہ حیات کے بارے میں بلکہ اختلاف حیات کی نوعیت اور کیفیت کے بارے میں ہے'' (بلفظہ) اب سوال یہ ہے کہ جب موت وحیات کے بارے میں اختلاف نہیں ہے تو آپ نے رسالے میں موت کے دلائل کیوں دیئے ہیں؟

خصوصاً جب علماء دیوبند حضرات موت کو مانتے ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ دوسری بات جو کیفیت موت کے بعد ان لوگوں نے بیان کی ہے وہ یہ ہے بندیالوی موصوف علماء امت کا نظریہ کیا ہے؟ کا عنوان کے تحت لکھتے ہیں: ''یا ان کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح کو ان کے عنصری بدنوں کے ہم شکل مشک کافور کے مثالی جسم عطاء کئے جاتے ہیں اور ان کا ٹھکانہ اور مقام جنت کا سب سے اعلیٰ درجہ اعلیٰ علیین ہے اور ان کی حیات دنیوی نہیں بلکہ برزخی اور اخروی ہے (ص ۹) اسی طرح بندیالوی موصوف۔

مسلک شیخ القرآن کے (ص ۲۹) پر لکھتے ہیں: ''دوم یہ کہ ان کی ارواح کو ان کے اصلی ابدان کے مماثل مشک وکافور کے مثالی اجسام دیئے جاتے ہیں۔'' (جواہر القرآن ج ۱ ص ۱۹۳)

براہ کرم! آپ سے گزارش ہے کہ اپنے اس موقف پر صرف اور صرف ایک قرآنی آیت صریحہ پیش فرمادیں؟

تو پتہ چل جائے گا کہ آپ کا موقف قرآن سے ثابت ہے اور اگر آیت سے یہ موقف ثابت نہ ہو تو پھر مان جائیں کہ ہم نام قرآن کا لیتے ہیں لیکن ہمارے موقف پر قرآنی دلیل موجود نہیں اور صرف لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے قرآن کا نام لیتے ہیں۔ (دیدہ باید)

نوٹ: امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تسکین الصدور جو اکابر علماء دیوبند کی دوسری اجتماعی دستاویز ہے اور حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر صاحب کی کتاب ''علماء دیوبند کا عقیدہ حیات النبی ﷺ اور مولانا عطاء اللہ بندیالوی'' ان دونوں کتابوں کا مطالعہ ضرور بہ ضرور فرمائیں اور مماتی حضرات بھی ان دونوں کتابوں کا مطالعہ ضرور فرمائیں۔ ان شاء اللہ حق کی کرن نصیب ہوگی اور ان کتابوں کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوجائے گا کہ حقیقت کیا ہے اور افسانہ کیا۔ متعنت اور متعصب سے امید نہیں کہ وہ ان کتابوں سے ہدایت کی کرن کو پائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔ آمین!

پوری امت کا عقیدہ نبی ﷺ قبر میں زندہ

☆...... حضرت امام اعظم ابوحنیفہ　　کا عقیدہ نبی ﷺ قبر میں زندہ

☆...... حضرت امام شافعی　　کا عقیدہ نبی ﷺ قبر میں زندہ

☆...... حضرت امام مالک　　کا عقیدہ نبی ﷺ قبر میں زندہ

☆...... حضرت امام احمد بن حنبل　　کا عقیدہ نبی ﷺ قبر میں زندہ

- ☆...... حضرت علامہ ابن تیمیہ کا عقیدہ نبی ﷺ قبر میں زندہ
- ☆...... حضرت علامہ ابن قیم کا عقیدہ نبی ﷺ قبر میں زندہ
- ☆...... حضرت امام بخاری کا عقیدہ نبی ﷺ قبر میں زندہ
- ☆...... حضرت امام مسلم کا عقیدہ نبی ﷺ قبر میں زندہ
- ☆...... حضرت امام ترمذی کا عقیدہ نبی ﷺ قبر میں زندہ
- ☆...... حضرت علامہ سیوطی کا عقیدہ نبی ﷺ قبر میں زندہ
- ☆...... حضرت علی ہجویری کا عقیدہ نبی ﷺ قبر میں زندہ
- ☆...... حضرت سلطان باہو کا عقیدہ نبی ﷺ قبر میں زندہ
- ☆...... حضرت مولانا شمس الحق افغانی کا عقیدہ نبی ﷺ قبر میں زندہ
- ☆...... حضرت مجدد الف ثانی کا عقیدہ نبی ﷺ قبر میں زندہ
- ☆...... حضرت شاہ ولی اللہ کا عقیدہ نبی ﷺ قبر میں زندہ
- ☆...... حضرت شاہ اسماعیل کا عقیدہ نبی ﷺ قبر میں زندہ
- ☆...... حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری کا عقیدہ نبی ﷺ قبر میں زندہ
- ☆...... حضرت قاسم نانوتوی کا عقیدہ نبی ﷺ قبر میں زندہ
- ☆...... حضرت حسین احمد مدنی کا عقیدہ نبی ﷺ قبر میں زندہ
- ☆...... حضرت رشید احمد گنگوہی کا عقیدہ نبی ﷺ قبر میں زندہ
- ☆...... حضرت مفتی عزیز الرحمن کا عقیدہ نبی ﷺ قبر میں زندہ
- ☆...... حضرت فقیہ الامت مفتی کفایت اللہ کا عقیدہ نبی ﷺ قبر میں زندہ
- ☆...... حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کا عقیدہ نبی ﷺ قبر میں زندہ
- ☆...... حکیم الامت حضرت اشرف علی تھانوی کا عقیدہ نبی ﷺ قبر میں زندہ
- ☆...... شیخ الاسلام حضرت شبیر احمد عثمانی کا عقیدہ نبی ﷺ قبر میں زندہ
- ☆...... مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع کا عقیدہ نبی ﷺ قبر میں زندہ
- ☆...... حضرت مولانا خیر محمد کا عقیدہ نبی ﷺ قبر میں زندہ
- ☆...... حضرت علامہ یوسف بنوری رحمہ اللہ کا عقیدہ نبی ﷺ قبر میں زندہ

چودہ سو سال کی امت کا عقیدہ نبی ﷺ اپنی قبر میں زندہ

اسی عقیدے پہ قائم رہو اور اسی عقیدے پر موت آئے اللہ مجھے اور آپ کو اسی عقیدے پر قائم اور دائم رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین! وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!

نوٹ: اس کتاب کے تیسرے حصہ میں علماء دیوبند کے فتاویٰ جات تھے جو پہلے اس مجموعہ کی کتب میں موجود ہیں۔ اس لئے ان کو یہاں سے حذف کر دیا ہے۔ (مرتب۔ عتیق)

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

جس میں عقیدہ حیات النبی، عرض اعمال، عقیدہ استشفاء،
زیارات فضیلت روضہ رسول، عقیدہ توسل، حیات شہداء کرام

اَلتَّحْقِيْقُ الْمَتِيْنُ

فِيْ

حَيَاتِ النَّبِيِّ الْاَمِيْنِ

مؤلف:

مولانا محمد امین مدظلہ

مدرس مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر

جس میں عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، عرض اعمال،
عقیدہ استشفاء، زیارات روضۂ رسول، فضیلت روضۂ اطہر،
عقیدۂ توسل، حیات شہداء کرام

اَلتَّحقِیقُ المَتِین
فِی
حَیاتِ النَّبِیِّ الاَمِین

مؤلف

مولانا محمد امین مدظلہ
استاد مدرسہ عربیہ مفتاح العلوم مسلم کالونی چناب نگر

پسند فرمودہ

محدث دوراں استاد العلماء حضرت
مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ
شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

مناظر اسلام شاہین ختم نبوت
مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ

ادارہ تالیفاتِ ختمِ نبوت
۳۸۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون 042 -37232926

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفے چند)

مولانا محمد امین مبارکپوری مدظلہ

مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کے مدرس مولانا محمد امین صاحب بہت ہی قابل اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں۔انہوں نے عقیدہ حیات النبی ﷺ کے عنوان پر لکھنا شروع کیا۔ترتیب دیتے ہوئے سب سے پہلے اس عقیدہ کو قرآن پاک، پھر حدیث شریف، پھر اجماع امت، پھر علماء اسلام، بالخصوص علماء دیوبند کی عبارات کو لائے ہیں، جس کو ۲۰۱۳ء میں ''التحقیق المتین فی حیات النبی الامین'' کے نام سے شائع کیا۔اس کتاب کو اس مجموعہ میں شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔(ناشر)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انتساب

دین اسلام اور عقیدہ حیات النبی ﷺ کے تحفظ کی اس کاوش کو بندہ ناچیز'' اپنے والدین مشفقین اعلی اللہ درجتین'' کے نام منسوب کرتا ہے۔جن کی پرخلوص دعاؤں سے بندہ دینی خدمات میں یہاں تک پہنچا۔

اور...... اپنے چچا جان شاہین ختم نبوت مناظر اسلام فاتح چناب نگر'' حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب دامت برکاتہم العالیہ'' کے نام جن کی آغوش شفقت میں ذوق تعلیم وتعلم نصیب ہوا۔

اور......اپنے جملہ'' اساتذہ کرام'' کے نام جن کی شب وروز کی تعلیمی وتربیتی جدو جہد کے طفیل اللہ تعالی نے اس بندۂ عاجز کو اس عظیم خدمت حصہ لینے کی توفیق عطاء فرمائی۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مرتب

الحمد للّٰہ الذی بیدہ تصریف الاحوال وتخفیف الاثقال

والصلوٰۃ والسلام علی سید الھادین الی محاسن العقائد، والاعمال

وعلی آلہ وصحبہ المضارعین لہ فی الصفات والاعمال!

ایسے نازک وقت میں جب کہ عالم کے آخری نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ اور دنیا کے سچے رہبر و ہادی احمد مجتبیٰ ﷺ کو رحلت فرمائے ہوئے ساڑھے چودہ سو برس بیتنے کو ہیں۔ مذہب اسلام کے سچے قانون اور اجماعی و اتفاقی عقیدوں پر مخالفین کی طرف سے جو بھی حملے ہوئے یا ہوں گے چنداں قابل تعجب نہیں۔ ہر دور میں آپ ﷺ کے لگائے ہوئے باغیچہ کو دشمنان اسلام نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مختلف انداز میں ختم کرنے کی کوششیں کی ہیں اور کر رہے ہیں۔ صرف دشمن ہی نہیں بلکہ اب تو دوست نما اصحاب بھی ان کے جانشین بنے ہوئے ہیں اور اس میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ سادہ لوح اور بھولے بھالے مسلمانوں کے وہم گمان میں بھی نہیں تھا کہ ایسا دور بھی آئے گا کہ ایسے اجماعی و اتفاقی عقیدوں کا انکار کیا جائے گا؟ اور پرخاش، معاندین، خفیف العقل اور سطحی سوچ کے لوگ بھی بڑی دیدہ دلیری اور جانفشانی سے تعرض کریں گے اور غلط تاویلیں کر کے دین حق کی مسلمات سے انحراف کریں گے اور فتنہ انگیزی میں یہاں تک بڑھ جائیں گے کہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ جیسے متفق علیہ مسئلہ کا بھی انکار کر دیں گے اور اس بات کی ضرورت پڑے گی کہ آپ ﷺ کی حیات اقدس پر بھی کچھ لکھا جائے اور ان ملحدین کا رد کر کے امت مسلمہ کو ان کے فتنہ سے بچایا جائے۔ بے شک بات بڑی انوکھی ہے۔ لیکن زمانہ کے انقلاب اور نئے نئے فتنوں کی پیدائش نے خدا جانے کتنے محالات کو ممکن بنا دیا ہے۔ انہی فتنوں میں سے ایک فتنہ ''انکار حیات النبی ﷺ'' ہے۔ جو خالصتاً پاکستانی فتنہ ہے۔ دن رات ایک کر کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی سعی نافرجام کر رہا ہے۔ لیکن زمانہ شاہد ہے کہ جب بھی کسی دور میں کسی فتنہ نے سر اٹھایا ہے۔ تو اہل حق نے ہر دور میں ہر فتنہ کا خوب مقابلہ کیا ہے۔ قرآن وسنت کے مظبوط دلائل کی روشنی میں احقاق حق وابطال باطل کا خوب فریضہ سرانجام دیا۔ تحریر وتقریر، مناظرہ ومجادلہ کی صورت میں۔

زیر نظر صفحات انہی اکابر کے رشحات قلم سے دریوزہ گری کر کے بندہ ناچیز نے خامہ فرسائی کی ہے۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دور حاضر میں اجماعی واتفاقی عقیدوں خصوصاً عقیدہ حیات النبی ﷺ کے حوالہ سے خلقت خدا کو جو گمراہ کرنے کی مذموم سعی کی جارہی ہے۔ اللہ عزوجل کی رضاء کے لئے ان کا تعاقب مقصود ہے۔ بندہ نے جو کچھ پیش کیا ہے، اپنے اکابرین کی تعلیمات اور تحریرات کی روشنی میں پیش کیا ہے اور انہیں کی تقلید کو بندہ اپنے لئے طرۂ امتیاز اور سند نجات سمجھتا ہے۔

کتاب کو کچھ یوں ترتیب دیا ہے کہ ہر عقیدہ کو پہلے قرآن پاک، پھر حدیث شریف، پھر اجماع امت، پھر علماء اسلام بالخصوص علماء دیوبند کی عبارات سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور پھر آخر میں واقعات کے ساتھ تائید بھی حاصل کی ہے اور کتاب کو ترتیب دیتے ہوئے انتہائی کوشش کی ہے کہ کسی مقام پر کوئی کمی نہ رہ جائے۔ لیکن انسان پھر بھی انسان ہے۔ اس سے غلطی کا نہ ہونا بہت بعید ہے۔ ہوسکتا ہے کہ باوجود کوشش کے کوئی غلطی رہ گئی ہو اور کہیں کوئی ایسی چیز رہ گئی ہو جس کو آپ حضرات ضروری سمجھتے ہوں۔ تو آپ سے مؤدبانہ اور عاجزانہ التماس ہے کہ

جس جگہ آپ کو غلطی نظر آئے بندہ کو ضرور اس سے مطلع فرمائیں۔ بندہ آپ کا بے حد مشکور ہوگا اور انشاء اللہ! دوسرے ایڈیشن میں اس کمی کوتاہی کو دور کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے گی۔

بندہ اپنی گزارشات کے آخر میں ان تمام حضرات کا جنھوں نے اس میں ہر قدم پر دامے، درمے سخنے غرض جس انداز میں بھی میری مدد اور رہنمائی کی ہے۔ ان سب کا تہہ دل سے شکر گزار ہے۔ خصوصاً اپنے چچا جان شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب دامت برکاتہم کا جنھوں نے ہر موڑ پر حوصلہ آفزائی فرمائی ہے اور حضرت مولانا غلام رسول صاحب دین پوری دامت برکاتہم کا جنھوں نے پروف پڑھنے میں سرتوڑ کوشش فرمائی اور اسی کے مطابق کتاب کا نام تجویز کیا اور برادر صغیر حضرت مولانا محمد شاہد ندیم صاحب اور برادر محترم جناب یوسف ہارون کا جنھوں نے کتاب کی تصحیح میں وسعت سے زیادہ تعاون کیا اور برادرِ محترم حضرت مولانا محمد انس صاحب کا جنھوں نے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری انتہائی مدد کی۔

جزاھم اللہ احسن الجزاء فی الدارین!

دعاء ہے کہ اللہ رب العزت اس کتاب کو اپنی بارگاہ قبول فرما کر بندہ اور اس کے تمام متعلقین کے لئے ذخیرہ آخرت اور پڑھنے والوں کے لئے نافع بنائے۔ آمین!

محمد امین مبارکپوری
فاضل جامعہ باب العلوم کہروڑپکا
۱۰ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ

تقریظ: شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ

الحمدللّٰہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفی ۰ امابعد!

تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور مبارکہ میں زندہ ہیں۔ دنیاوی اجسام مبارکہ کو قبور مبارکہ میں حیات کا درجہ حاصل ہے: ''الانبیاء احیاء فی قبورھام یصلون'' کی تصریح پر امت محمدیہ کا ایسا اتفاق واتحاد ہے کہ اس میں کسی ایک قابل ذکر شخصیت نے تفرد نہیں کیا۔ جب دیگر انبیاء علیہم السلام کے متعلق امت کا یہ عقیدہ ہے تو نبی الانبیاء وخاتم الانبیاء رحمت عالم ﷺ کی ذات اقدس کو تو بدرجہ اولیٰ واتم یہ مقام ومنصب حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دور سے درود شریف پڑھا جانے والا آپ ﷺ کی ذات اقدس کے حضور پہنچایا جاتا ہے اور جو آپ ﷺ کے در اقدس روضہ طیبہ پر سلام پڑھا جائے آپ ﷺ نہ صرف سماعت فرماتے ہیں بلکہ جواب سے بھی سرفراز فرماتے ہیں۔ زھے نصیب العظمۃ للّٰہ ولرسولہ وللمئومنین!

زیر نظر کتاب ''التحقیق المتین فی حیات النبی الامین'' کا یہی موضوع ہے۔ اس عنوان پر دلائل وبراہین ان پر منکرین حیات النبی ﷺ کے شکوک وشبہات کے جامع ومدلل عقلی ونقلی جوابات، منکرین حیات النبی ﷺ کے بزعم خود دلائل کا تجزیہ وتنقیہ بہت علمی ومعقول انداز میں کیا گیا ہے۔

مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کلونی چناب نگر کے صدر المدرسین حضرت مولانا غلام رسول صاحب دین پوری مدظلہ نے کتاب کو حرفاً حرفاً پڑھا ہے اور جامعہ باب العلوم کہروڑپکا کے استاذ الحدیث وشیخ التفسیر علامۃ الدھر حضرت مولانا منیر احمد صاحب مدظلہ نے چیدہ چیدہ مقامات سے پڑھا۔ ان دونوں حضرات کی تصویب، کتاب کی ثقاہت کے لیئے کافی ہے۔ برادر عزیز مولانا محمد امین صاحب جو مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کلونی چناب نگر کے اعلیٰ کتب کے اساتذہ میں شامل

ہیں، ان کی تصنیف کردہ یہ کتاب ہے۔ حق تعالی ان کی مخلصانہ محنت کو شرف قبولیت اور قبولیت عامہ سے سرفراز فرمائیں۔ ان کے لئے اور ان کے والدین واعزہ کے شفاعت نبوی ﷺ اور نجات خداوندی کا ذریعہ بنائیں۔ مصنف کو حق تعالی بیش از بیش اس کی برکات سے دارین میں مالا مال فرمائیں۔ آمین بحرمت النبی الکریم!

محتاج دعا و دعا گو: فقیر اللہ وسایا

۲۹/ جمادی الاوّل ۱۴۳۴ھ

تقریظ: استاذ الحدیث حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب مدظلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم۔ محمد وآله وصحبه اجمعین اما بعد!

موجودہ دور کے فرقہ معتزلہ ''اشاعۃ التوحید والسنۃ'' کے متعدد عقائد اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کے خلاف ہیں۔ لیکن اس کے باوجود یہ لوگ اپنے آپ کو دیوبندی مشہور کر کے دیوبندی مدارس، مساجد اور دیوبندی علماء کے لئے بدنامی کا سبب بن رہے ہیں۔

اگرچہ بعض دیگر علماء نے مسئلہ حیات کے علاوہ اس فرقہ کے علماء دیوبند سے جدا عقائد کا خاکہ پیش کیا ہے۔

لیکن مولانا محمد امین مبارکپوری فاضل جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا ہزار مبارکباد کے مستحق ہیں کہ بتوفیق الٰہی انہوں نے اس فرقہ معتزلہ کے مسئلہ حیات سمیت دوسرے عقائد باطلہ کا علماء دیوبند کے عقائد صحیحہ کے ساتھ باحوالہ تقابل کر کے عقائد حقہ کو مفصل اور مدلل انداز میں پیش کیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی شرف قبولیت سے نواز کر دنیا میں گمراہ لوگوں کے لئے ہدایت کا اور اہل ہدایت کے لئے استقامت کا اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائیں۔ آمین!

منیر احمد غفرلہ

۵/ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ: قاطع مماتیت حضرت مولانا ابواحمد نور محمد تونسوی قادری مدظلہ

(مہتمم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ)

حامداً و مصلیاً و مسلماً!

حضرت مولانا محمد امین صاحب زید مجدہ بندہ عاجز کے پاس اپنی اس کتاب کا مسودہ لے کر تشریف لائے اور مجھے اپنی یہ کتاب سنائی۔ ماشاء اللہ مولانا موصوف نے بہت خوب لکھا۔ بلکہ تحقیق کا حق ادا کر دیا۔

''فرقہ مماتیہ اشاعتیہ'' عصر ہذا کے معتزلہ اور علماء اہل سنت دیوبند کے مابین پندرہ بڑے عقائد میں اختلاف ہے۔

ویسے منکرین حیات قبر کا علماء اہل حق سے بیسیوں مسائل میں اختلاف ہے۔ لیکن بڑے بڑے مسائل یہی پندرہ ہیں۔ جن پر مولانا نے قلم اٹھایا ہے۔

ترکیب یہ رکھی ہے کہ ہر مسئلہ میں پہلے اہل حق کا عقیدہ لکھتے ہیں۔ پھر باطل پرستوں کے عقیدہ کو باحوالہ لکھتے ہیں۔ پھر بعدہ کتاب وسنت کے روشن دلائل سے اہل حق کے مسلک کو مبرہن فرماتے ہیں اور باطل پرستوں کے نام نہاد دلائل کا مدلل رد فرماتے ہیں اور ان کے تمام اوہام اور وساوس کو طشت از بام فرماتے ہیں۔

مولانا نے ہر مسئلہ میں سیر حاصل بحث کی ہے اور کسی گوشہ کو تشنہ تکمیل نہیں چھوڑا۔

عقلی اور نقلی دلائل سے اہل حق کے مسلک کو واضح فرمایا۔ پھر علماء اسلام کی کتابوں سے حوالہ جات کا انبار لگا دیا۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل سنت کا مسلک حق ہے اور اجماع امت کی ان کو تائید حاصل ہے۔

مولانا کی یہ تالیف خاصی ضخیم ہے۔ لیکن کوئی بات فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ میری دانست کے مطابق مولانا کی یہ پہلی تالیف ہے۔ اس کے باوجود وہ اپنے مقصد میں کمیاب رہے ہیں۔

بندہ عاجز کو کتاب میں موجود تمام عقائد ومسائل میں پورا پورا اعتماد ہے جو اہل علم اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں گے۔ وہ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچے گے جس پر بندہ عاجز پہنچا ہے۔

بندہ عاجز علماء وطلباء سے درخواست کرتا ہے کہ اس کتاب کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ انشاء اللہ! آپ کو بہت فائدہ پہنچے گا۔

آخر میں دعاء ہے کہ اللہ تعالی ہمارے مولانا کی پرخلوص محنت کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور منظور فرمائے۔ مولانا کے لئے آخرت کا ذخیرہ اور ذریعہ نجات بنائے اور عامۃ المسلمین کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالی مولانا کے علم وعمل اور عمر میں برکت عطاء فرمائے اور اس قسم کی دینی خدمات کی ہمیشہ ہمیشہ توفیق عطاء فرمائے اور ان کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔

آمین یارب العالمین بجاہ النبی الکریم ﷺ!

فقط: املاء ابواحمد نور محمد قادری تونسوی

خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ

۳رشوال ۱۴۳۳ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تقریظ: استاذ الحدیث پروفیسر حضرت مولانا محمد مکی صاحب مدظلہ

(مہتمم جامعہ امدادیہ حبیب المدارس یاکیوالی)

عقیدہ حیات النبی ﷺ دین اسلام کے مسلمہ اور غیر مختلف فیہ عقائد میں سے ہے۔ جس میں آج تک اہل سنت والجماعت کے جمیع طبقات متفق ہیں۔ چنانچہ جن ادوار میں اس عقیدہ حقہ کے خلاف کام ہوا ہے۔ اس کے پس پردہ یہود ونصاریٰ ہنود قادیانیت کی قوتیں کارفرما رہی ہیں۔ جو امت مسلمہ کے اذہان سے مقام نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو مجروح کر کے خصائص نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے تنکیر پر لانے کی ناپاک سعی کا تسلسل ہے۔ جو نتیجتاً سلب ایمان کا موجب ہے۔

پروردگار کائنات کی حکمت خاصہ ہے کہ اس نہج کے فتن ابھرتے ہیں اور بزعم خویش قرآن وسنت کا سہارا لیتے ہیں۔ متقدمین اسلاف، امت اسلامیہ سے انحراف کی فضاء پیدا کرتے ہیں۔ بالواسطہ یا بلاواسطہ ان کا طعن صرف اور صرف ذات نبوت علیہ السلام ومتعلقات نبوت علیہ السلام پر ہوتا ہے۔ تاکہ امت ہدیٰ اپنے مرکز رشد وہدایت سے منقطع ہو جائے۔ یا کم از کم ان کی حیثیت حقیقی سے تزلزل عقیدگی پیدا ہوجائے۔ جس پر ایمان وعمل کی تباہی کے ساتھ بے ادبی نبوت اور اہانت رسالت ﷺ کی مرتکب ہوکر دنیا وآخرت میں نامراد ہوجائے۔ (اعذنا اللہ)

پھر اس پر دینی قوتیں ابھرتی ہیں شخصیات بقاء دین کے لئے پیدا ہوتی ہیں۔ علمی خزانہ بعد کی ذریت اسلامیہ کے لئے جمع ہوتا ہے۔ تاکہ قیام قیامت تک کے لئے امت اسلامیہ جمیع فتن اور ان کے سد باب کے عوامل کا مشاہدہ وادراک کرے اور صیانت ایمان کے اسباب ذخیرہ کرسکے۔

چناچہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کا ان کا راسی سلسہ کی ایک کڑی ہے۔ جس کے دفاع کے لئے امت محمدیہ علی صاحبا الصلوٰۃ والسلام بلا امتیاز اجماعی طور ہر سامنے آتی ہے۔ اس موضوع پر لکھی جانے والی کتب ایمان اور محبت نبوت سے لبریز ہیں اور سرمایہ دنیا وآخرت ہیں۔

زیر نظر ضخیم کتاب التحقیق المتین فی حیاۃ النبی الامین جس میں مؤلف حضرت مولانا محمد امین مدظلہ نے انتہائی فصاحت وتفصیل سے ہدایت وضلات، حق وباطل محبت نبوت ﷺ واہانت نبوت کے جمیع پہلو اجاگر کئے ہیں۔

اور منفرد یکتا انداز میں قرآن وسنت واکابر کی عبارات طیبہ ونظریات حقہ اور اہل ضلال کی ضلالت آمیزیاں مبرہن کی ہیں اور تفصیلاً وتمثیلاً، سوالاً وجواباً ہر نوع کے ساتھ اس عقیدہ حقہ کا دفاع فرمایا ہے۔

جو انشاء اللہ ایک طرف تو اس غلیظ طبقہ منکرین حیات النبی ﷺ کے وجہ موہن پر طماچہ ہے اور دوسری طرف عشق نبوت، محبت نبوت تعلق نبوت کے اظہار کے ساتھ میدان محشر میں قرب نبوت، شفاعت نبوت کی خیرات کے حصول کی سعی تمام کے مترادف ہے۔

دعاء ہے کہ پروردگار مؤلف موصوف مدظلہ کو اجر جزیل مرحمت فرمادیں اور تالیف ہذا کو قبولیت خاصہ نصیب فرمادیں اور موت تک اپنے اسلاف اکابر علماء دیوبند کثرہم اللہ تعالیٰ پر اعتماد تامہ نصیب فرمادیں۔ آمین!

(پروفیسر) محمد مکی عفی عنہ

۶/ جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ: حضرت مولانا غلام رسول صاحب دین پوری مدظلہ

(صدر مدرس مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر)

اللہ　کرے　زور　قلم　اور　زیادہ

حضور رحمۃ العالمین شفیع المذنبین خاتم النبیین ﷺ کی امت مرحومہ متوسط ومعتدل ہے اور اس کی شریعت ودین بھی متوسط ومعتدل بحمد اللہ! چودہ سو برس سے اسی دین وشریعت اور افراط وتفریط سے خالی عقیدہ پر امت

مرحومہ قائم ودائم چلی آرہی ہے جس نے بھی جادۂ مستقیم وطریق مستوی سے علیحدہ راہ اختیار کی تو امت مرحومہ نے اسے ناسور سمجھ کر علیحدہ کر دیا۔ جوں جوں زمانہ دور نبوت سے دور ہوتا گیا خودرو گھاس کی طرح فتنے رونما ہوتے گئے اور امت مرحومہ کی مقتدر شخصیات ائمہ دین مجتہدین وعلماء راسخین نے آڑے ہاتھوں ان کا تعاقب کیا اور انہیں زیر زمین دفن کر کے دم لیا۔ دور حاضر میں انگریز کے پیدا کردہ فتنوں میں سے ایک فتنہ ''انکار حیات النبی ﷺ'' کا فتنہ ہے۔ جو سابقہ ''فرقہ معتزلہ'' کا نیا انڈیشن ہے۔ جس نے آیات قرآنیہ کی تحریف معنوی اور احادیث صحیحہ کا انکار کر کے ''ضال ومضل'' کا صحیح مصداق بنے۔ تو اکابرین علماء دیوبند نے اس فتنہ کی سرکوبی کی اور اس فتنہ کا مقابلہ کیا۔ تقریر وتحریر! غرض ہر لحاظ سے اور ہر میدان میں اس کا قلع قمع کر کے امت مسلمہ کو ضلالت کے دہانے سے بچایا۔ صرف اسی پر اکتفاء نہ کیا۔ بلکہ اپنی گراں قدر تصانیف سے بھی امت کو نوازا بالخصوص ''آب حیات، المہند علی المفند، علماء دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج، تسکین الصدور، مقام حیات، الحیات بعد الممات سید الکائنات'' وغیرہ جیسی ٹھوس اور مستحکم کتب تا قیامت یادگار چھوڑ گئے۔ جو انشاء اللہ گم کردہ راہ لوگوں کے لئے مشعل کا کام دیں گی اور باطل کا ناطقہ بند کرتی رہیں گیں۔

رفیق محترم، برادر مکرم، حضرت مولانا محمد امین صاحب نے بھی اپنے اکابرین کے نقش قدم پر چل کر اس سنت کو زندہ کیا اور ایک مضبوط اور مستحکم کتاب ''التحقیق المتین فی حیات النبی الامین ﷺ'' کے نام سے تحریر فرمائی ہے۔ جو اکابرین علماء اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کے سلسلۃ الذہب کی ایک مضبوط کڑی ہے۔

اس کتاب میں برادر عزیز نے فتنہ انکار حیات کی تاریخ، عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام بالخصوص عقید حیات امام الانبیاء سید الاولین والاخرین حضور خاتم النبیین ﷺ کو قرآنی آیات واحادیث نبویہ (علی صاحبہا الف الف تحیۃ) سے محلی ومزین فرمایا ہے۔ اس کے ضمن میں عام مؤمنین کی حیات وسماع کا مسئلہ، آداب زیارت قبور، بالخصوص آداب حاضری روضۂ اطہر ﷺ بھی ذکر فرماتے ہیں۔ مزید براں مسئلہ توسل واستشفاع، بحث شرعی وعرفی قبر بھی لائے ہیں۔

علاوہ ازیں مسائل ایصال ثواب، وشرائط ایصال ثواب برائے افادہ عوام تحریر فرمائے ہیں۔ مذکورہ بالا جمیع مباحث ودعاوی کو مدلل ومبرہن کرنے کے ساتھ ساتھ فائدہ کا عنوان دے کر ہر ہر مسئلہ اور ہر ہر جزئی کی شاندار عام فہم انداز میں توضیح وتبیین فرمائی ہے۔

بندہ نے مکمل کتاب حرف بحرف پڑھی ہے۔ پڑھ کر دل سے دعاء نکلی ہے کہ: ''اللہ کرے زور قلم اور زیادہ ہو''

اس نوعمری میں اتنی ضخیم کتاب کا لکھنا خاص عنایت خداوندی ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں امید وثیق ہے کہ کتاب مذکور کو اس فرقہ ضالہ ومضلہ کے لئے بالخصوص باعث ہدایت فرمائیں گے اور بقیہ امت مسلمہ کے لئے بالعموم اور اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ برادر محترم کی اس اولین کاوش کو شرف قبول بخشیں اور مؤلف موصوف وقارئین کو دارین میں جزائے خیر سے نوازیں۔ آمین ۰ ثم آمین ۰ بحرمۃ خاتم النبیین ﷺ! والسلام!

محتاج دعاء غلام رسول دین پوری

۱۰ر جمادی الاوّل ۱۴۳۴ھ

اہل سنت والجماعت اور منکرین حیات وسماع کے درمیان عقائد کا فرق

علماء دیوبند	منکرین حیات وسماع
(۱) تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی مزارات مقدسہ میں بالخصوص سید الانبیاء ﷺ اپنے روضۂ اطہر میں روح کے تعلق کے ساتھ زندہ ہیں اور عبادات میں مشغول ہیں۔ یہ عقیدہ اجماع اور متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ (نشر الطیب ص ۲۱۰، مقام حیات ص ۲۶۷)	(۱) تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں بالخصوص آپ ﷺ اپنے روضۂ اطہر میں زندہ نہیں۔ روح کا قبروں میں رکھے ہوئے جسم عنصری کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ جو حیات والا عقیدہ رکھتے ہیں، وہ بدعتی ہیں، گمراہ ہیں۔ (المسلک المنصور ص ۶۳، شرک کیا ہے ص ۴، مسلک الاکابر ص ۴۵، البرہان المحکم ص ۱۴۴)
(۲) مدینہ طیبہ میں روضۂ اطہر کے قریب پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام آپ ﷺ خود سنتے ہیں اور اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔ "دور سے پڑھے ہوئے درود شریف کو فرشتے روضۂ اطہر میں آپ ﷺ کو پہنچا دیتے ہیں اور آپ ﷺ اس کا جواب دیتے ہیں۔" (تسکین الصدور ص ۵۰، المہند ص ۴، تذکرۃ الخلیل ص ۲۶۳، نشر الطیب ص ۲۱۱، آب حیات ص ۴۰)	(۲) مدینہ منورہ میں یا دور سے پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام آپ ﷺ نہ سنتے ہیں، نہ جواب دیتے ہیں۔ (کیا مردے سنتے ہیں ص ۴۰، عقائد علماء اسلام ص ۴۸۴، مسلک الاکابر ص ۳۱، القول المسند ص ۱۹)
(۳) عرض اعمال روضہ مبارک میں آپ ﷺ کے پاس ہمارے یعنی امت کے اعمال اجمالی طور پر روزانہ پیش ہوتے ہیں۔ (احسن الفتاویٰ ص ۵۱۸، تفسیر عثمانی ص ۸۸۳، نشر الطیب ص ۲۱۰)	(۳) عرض اعمال والا عقیدہ شیعوں کا عقیدہ ہے۔ (عقائد علماء اسلام ص ۴۴۹، اقامت البرہان ص ۲۴۵، تسکین القلوب ص ۱۰۳، تحفہ عجیبہ ص ۳۴۰)
(۴) استشفاع یعنی آپ ﷺ سے عاجزانہ درخواست کرنا کہ یا رسول اللہ آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعاء کریں۔ یہ جائز ہے۔ عند قبر النبی ﷺ۔ (معارف القرآن ص ۴۵۹، نشر الطیب ص ۲۴۵، آب حیات ص ۴۰)	(۴) آپ ﷺ سے دعاء کی استدعاء کرنا بدعت سیہ ہے۔ گمراہی ہے۔ (القول المسند ص ۱۳، اقامت البرہان ص ۳۱۲، المسلک المنصور ص ۶۷، عقائد علماء اسلام ص ۶۴۹)
(۵) آپ ﷺ کے روضۂ اطہر کی زیارت کے لئے جانا اور صرف زیارت ہی کی نیت سے سفر کرنا فرائض وواجبات کے علاوہ سب سے بڑی نیکی ہے۔ افضل ترین عبادت ہے۔ انتہائی ثواب کا ذریعہ ہے اور یہی نیت کر کے جانا واجب کے قریب ہے اور اجماع سے ثابت ہے۔ (وفاء الوفاء ص ۱۷۷، ج ۴، فتح القدیر ص ۷۷، ج ۲، در مختار ص ۲۶۳، ج ۲)	(۵) روضہ کی نیت سے سفر کرنا جائز نہیں۔ بدعت ہے۔ سلف صالحین میں سے کسی نے اس کو مستحب قرار نہیں دیا۔ (تحقیق الحق ص ۴۵، کتاب التوحید فی العبادات الالوہیہ)
(۶) زمین کی وہ جگہ جو آپ ﷺ کے جسد اطہر کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ جہاں آپ ﷺ آرام فرما ہیں۔ وہ جگہ کائنات کی ہر شے سے افضل، اعلیٰ، ارفع ہے۔ اس کے مقابل کوئی شے نہیں۔ حتیٰ کہ عرش وکرسی بھی اس کے مقابل کچھ نہیں۔ (فضائل حج ص ۱۷۷، تاریخ مدینہ ۱۳۷، تسکین الاذکیاء ص ۲۸۶)	(۶) وہ جگہ جو آپ ﷺ کے جسم کو لگی ہوئی ہے۔ وہ عام جگہوں کی طرح ایک جگہ ہے۔ عرش وبیت اللہ سے بھی افضل نہیں۔ کوئی قبر جنت کا باغ نہیں۔ آپ ﷺ کی قبر عام قبروں کی طرح ایک قبر ہے۔ اس کی کوئی فضیلت نہیں۔ فضیلت کا عقیدہ رکھنے والے غلطی پر ہیں۔ (عقائد علماء اسلام ص ۴۸۶، ندائے حق ص ۴۷۶)

(۷) آپ ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ کے وسیلے اور ان کے طفیل اللہ تعالیٰ سے دعاء کرنا اور یوں عرض کرنا کہ: ''اے اللہ! ان بزرگوں کے واسطہ سے میری دعاء قبول فرما۔ میری مشکلات آسان فرما۔'' جائز ہے۔ بعد از وفات ہو یا قبل از وفات ہو۔ (احسن الفتاویٰ ص ۳۲۲، معارف القرآن ص ۱۰۰ ج ۱)	(۷) انبیاء کرام علیہم السلام، اولیاء کرام رحمہم اللہ کے وسیلے سے دعاء کرنا وفات کے بعد شرک ہے۔ بدعت ہے۔ مشرکین کا عمل ہے۔ کلام الٰہی کی تردید ہے۔ جو توسل کا عقیدہ رکھتے ہیں وہ بدعتی ہیں۔ (کشف الحجاب ص ۹۳، البرہان المجلی ص ۲۰۰، شرک کیا ہے ص ۱۸، ازالہ اوہام ص ۲۵، البصائر ص ۲۵۲)
(۸) شہید کی حیات روح اور جسم دونوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ شہید کی روح کو جن انعامات سے نوازا جاتا ہے۔ اس میں جسم برابر کا شریک رہتا ہے۔ یہی جمہور کا مسلک ہے۔ (نیل الاوطار ص ۳۱۱ ج ۳)	(۸) روح کے جسم عنصری سے نکلنے کے بعد شہید بھی عام مردوں کی طرح بالکل بے جان ہو جاتا ہے۔ جتنے انعامات کا وعدہ ہے۔ وہ سب کچھ روح کے لئے ہیں۔ جیسے کہ ندائے حق میں ہے کہ: ''ابدان عنصریہ سے تعلق روح مان لیا جائے تو یہ شرع کے خلاف ہے۔'' (ندائے حق ص ۳۲۶)
(۹) معجزات وکرامات کا جس طرح زندگی کی حالت میں انبیاء کرام اور اولیاء کرام سے ظہور ہوتا ہے۔ اسی طرح انتقال کے بعد بھی معجزات وکرامات کا ظہور ہوتا ہے۔ (فتاویٰ فریدیہ ص ۵۴۵ ج ۱)	(۹) کرامات بعد الموت کے ایک اعتبار سے بھی قائل نہیں۔ (تحقیق حق ص ۷)
(۱۰) قرآن وحدیث میں جہاں لفظ قبر آیا ہے اس سے مراد یہی زمینی قبر ہے۔ جہاں عذاب وثواب کی بات آئی ہے۔ اس سے مراد بھی یہی زمینی قبر ہے۔ یہ قبر حقیقی، شرعی، لغوی، عرفی قبر ہے۔ علیین اور سجین کو کسی نے قبر شرعی نہیں کہا۔ (تسکین الصدور ص ۸۲، فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ۴۶۲، معارف الحدیث ص ۲۰۴)	(۱۰) اصل شرعی قبر علیین، سجین ہے۔ یہ زمین والی قبر عرفی قبر ہے۔ یہ اصل میں گڑھا ہے۔ اس گڑھے میں کچھ نہیں ہوتا۔ زمینی گڑھے کو قبر کہنا قرآن کا انکار ہے۔ (حیات جاودان ص ۱۶، اقوال مرضیہ ص ۱۹، مسلک المنصور ص ۷۳، عقائد علماء اسلام ص ۶۱۷)
(۱۱) جب انسان فوت ہو جاتا ہے اس کو دفنانے کے بعد روح اسی زمینی قبر میں لوٹا دی جاتی ہے۔ سوال وجواب کے بعد علیین یا سجین میں چلی جاتی ہے۔ لیکن اس کا تعلق اس جسم کے ساتھ جو زمین والی قبر میں رکھا ہے باقی رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے میت دکھ سکھ، آرام و تکلیف محسوس کرتی ہے۔ یہ عقیدہ اجماع سے ثابت ہے۔ (تسکین الصدور ص ۸۲، فتاویٰ عزیزیہ ص ۴۳ ج ۲)	(۱۱) میت کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کی روح اس کے جسم کی طرف بالکل نہیں لوٹائی جاتی۔ جیسے البرھان المجلی ص ۱۷۳ پر ہے کہ: ''اعادہ روح قبر میں نہیں ہوتا'' اور اقامۃ البرھان میں ہے کہ: ''کتاب وسنت کے نصوص صریحہ اور مسلک جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ومردود ہے۔''
(۱۲) میت کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو روح کا تعلق اس سے قائم کر دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے میت قبر میں عذاب وثواب، دکھ سکھ محسوس کرتی ہے۔ (شرح فقہ اکبر ص ۱۰۱، کتاب الروح ص ۷۲)	(۱۲) عذاب قبر اس گڑھے میں نہیں ہوتا۔ روح کا جسم سے کوئی تعلق نہیں۔ اس جسم عنصری کو کوئی راحت وتکلیف نہیں ہوتی۔ یہ جسم سڑ گل جاتا ہے۔ روح کا تعلق ماننے والے جاہل ہیں، معتزلی ہیں، باطل مردود ہیں۔ قرآن کے مخالف ہیں۔ اہل سنت سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ (البرہان المجلی ۱۸۱، اقامت البرہان ص ۱۶۱، المسلک المنصور ص ۷۳، عقائد علماء اسلام ص ۶۱۷، صواعق الرسلہ ص ۲۵۸)

(۱۳) مردے قبر میں سلام، کلام، تلاوت سنتے ہیں۔ خوش بھی ہوتے ہیں۔ آنے والے کو پہچانتے ہیں۔ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ یہی راجح قول ہے۔ لیکن یہ سننا سنانا انسان کی قدرت میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ سناتے ہیں یہی قانون ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۴۳۸ ج ۳)	(۱۳) سماع موتی شرک ہے، کفر ہے۔ شرک کا ذریعہ ہے۔ جو مردوں کے سننے کے قائل ہیں۔ وہ کافر ہیں، بے دین ہیں۔ (رجوع الی الحق ص ۱۶، کیا مردے سنتے ہیں ص ۴۹، اقوال مرضیہ ص ۵۶، ناشر القرآن ص ۱۲۲، شفاء الصدور ص ۱۰۷)
(۱۴) ایصال ثواب برحق ہے۔ خواہ زندہ کو کیا جائے یا فوت شدہ کو۔ مالی صدقات کے ساتھ ہو یا دوسری عبادات کے ساتھ ہو۔ اس کا فائدہ روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے۔ (راہ سنت ص ۲۴۹)	(۱۴) اگر مردے کو ایصال ثواب کیا جائے تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ روح کا جسم عنصری سے کوئی تعلق نہیں۔
(۱۵) تمام انبیاء کرام علیہم السلام بالخصوص آپ ﷺ اپنی اپنی مزارات مقدسہ میں بعد الوفات بھی اسی طرح حقیقتاً نبی و رسول ہیں جس طرح عالم دنیا میں تھے۔ موت کی وجہ سے اس صفت میں کچھ فرق نہیں آیا۔ (رحمت کائنات ص ۳۵۷)	(۱۵) رسالت اور نبوت دراصل روح کی صفت ہے نہ کہ جسم عنصری مع الروح کی۔ (ندائے حق ص ۵۰۸ ج ۱)

اشاعت التوحید والسنۃ کا تعارف اور ابتداء

قارئین! انسانوں میں لڑائی ناچاقی تو ابتداء انسانیت سے چلی آرہی ہے۔ یہ لڑائی اور اختلاف کبھی تو ذاتی عناد پر مبنی ہوتا ہے اور کبھی نظریاتی بنیاد پر۔ لیکن نظریاتی اختلاف اس وقت وجود میں آتا ہے جب انسان اپنے اکابر و بزرگان کی اتباع اور پیروی چھوڑ کر اپنی ناقص عقل کو کامل سمجھ کر اس کے پیچھے چلنا شروع کر دیتا ہے۔ قرآن و حدیث کو اپنی عقل کے مطابق سمجھنے کی کوشش کرتا ہے جو کچھ اس کو سمجھ میں آجائے۔ چاہے غلط ہو یا صحیح اس پر اکڑ جاتا ہے۔ اگر اب اس کی سمجھ کے خلاف کوئی حدیث یا قول یا کوئی اصول پیش کیا جائے۔ تو بجائے اس کے وہ اس پر غور کرے۔ جو صحیح ہو اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔ نہیں! بلکہ پہلے تو پیش کردہ حدیث وغیرہ کی اپنے مسلک اور سمجھ کے مطابق تاویل کرے گا۔ اگر اس کے مسلک کے بالکل عین مطابق آگئی تو ٹھیک۔ ورنہ اس کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کرے گا۔ مثلاً کبھی یہ کہے گا کہ یہ حدیث اور روایت بالکل جھوٹی ہے۔ کبھی کہے گا کہ اس کی سند کمزور ہے۔ کبھی کہے گا کہ اس کی سند میں فلاں راوی کمزور ہے۔ کبھی کہے گا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ جعلی ہے۔ جن کا کوئی اعتبار نہیں۔ کبھی کہے گا کہ یہ خبر واحد ہے۔ اس کے مطابق عقیدہ رکھنا جائز نہیں۔ کبھی کہے گا یہ حدیث نہایت ضعیف اور بے اصل ہے۔ یعنی اپنی بات اور اپنے عقیدہ پر نظر ثانی نہیں کرے گا۔ بلکہ منقول شدہ روایت و عقائد کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کرے گا۔ پھر بھی اس کو کوئی نیک آدمی خیر خواہی کے طریقہ پر سمجھانا چاہے گا تو اس سے خواہ مخواہ لڑے گا، الجھے گا، شور مچائے گا۔ اب اس کے شور مچانے پر لوگ جمع ہو جائیں گے تو لوگوں کو یہ اپنے عقائد قرآن و حدیث کے مطابق سنانے کے بجائے عقل سے ان کو سمجھانے کی کوشش کرے گا۔ عقلی واقعات سنائے گا۔ لوگ ان کو سن کر ششدر رہ جائیں گے۔ کچھ عقل پرست اس کے پیچھے چلنا شروع کر دیں گے۔ کرتے کرتے ایک مستقل جماعت اور ایک فرقہ بن جائے گا۔ اب نئی آنے والی نسل بجائے اس کے کہ کچھ تحقیق کرے، حالات پڑھے۔ بلکہ ''قالو او جدنا علیہ آباءنا'' کا مکمل

مصداق بنتی چلی جائے گی۔ حالانکہ اختلاف کے وقت عقل منداس طریقہ کار پر چلتا ہے جس میں انسان کی دنیا وآخرت کی بھلائی ہو۔ صحیح راہ، راہِ اعتدال، راہِ مستقیم کو تلاش کرے گا۔ تو انشاء اللہ! اسی راستے پر علماء دیوبند کو شروع سے چلتا ہوا دیکھے گا۔ اب راہِ اعتدال راہِ مستقیم کیسے تلاش کرے گا؟ اس کے دو طریقے ہیں:

۱...... اصل طریقہ یہ ہے کہ جو علماء اہل حق ہیں ان کی صحبت اختیار کرے۔ ان کی مجلسوں میں شرکت کرے۔ ان کے عمل اور علم سے پورا پورا فائدہ اٹھائے اور ان کی تحقیقات پر مکمل اعتماد کرے اور پوری زندگی دل وجان سے ان کا احترام کرے۔ انشاء اللہ! کبھی بھی عقائد واعمال میں ٹھوکر نہیں کھائے گا اور نہ پریشان ہوگا۔

۲...... دنیا کا اصول ہے کہ جب بھی کوئی دو آدمی یا فرقے اور جماعتیں لڑ پڑیں تو لوگ دونوں طرف ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ ایک فرقے کو صحیح اور دوسرے کو غلط کہتے ہیں اور کچھ دوسرے کو صحیح اور پہلے کو غلط کہتے ہیں۔ لیکن جو عقل مند ہوتا ہے۔ وہ یہ دیکھتا اور سوچتا ہے کہ لڑائی شروع کس نے کی ہے؟ لڑائی کی بنیاد کیا ہے؟ لڑائی کیوں ہوئی؟ یعنی بجائے کسی ایک طرف ہونے کے وہ اس لڑائی کی وجوہات تلاش کرتا ہے۔ جو وجوہات تلاش کرے گا۔ اس کو پتہ چل جائے گا کہ دونوں میں کھرا کون ہے۔ کھوٹا کون ہے۔ ان دونوں میں سے قصور کس کا ہے؟ بے قصور کون ہے۔ چونکہ آج کل زیادہ تر پہلے طریقہ کو لوگوں نے چھوڑ دیا ہے اور دوسرا طریقہ گھر بیٹھے بھی اختیار کر سکتا ہے۔ اسی دوسرے طریقے کی بنیاد پر ہم "اشاعت التوحید والسنۃ" کی تاریخ کو دیکھتے ہیں کہ یہ کب وجود میں آئی؟ کیوں آئی؟ ان کا عقیدہ پہلے کیا تھا اور اب کیا ہے۔ جب یہ بغور پڑھیں گے تو انشاء اللہ! صورت حال نکھر کے سامنے آجائے گی۔

اشاعت التوحید والسنۃ یہ جماعت کب اور کیوں بنی؟

اس کا مختصر تذکرہ یہ ہے کہ ۱۳۲۶ھ میں جناب احمد رضا خان ہندوستان سے مکہ مکرمہ جانے لگے تو علماء دیوبند کی کتابوں سے مختلف مقامات سے عبارات نکال کر ان کا غلط مطلب تیار کر کے ساتھ لے گئے اور جا کر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے علماء کو یہ باور کرایا کہ علماء دار العلوم دیوبند ہندوستان کے عقائد یہ ہیں۔ جو پہلے سے اس نے تیار کر رکھے تھے وہ سامنے کر دیئے۔ انہوں نے اس پرچہ کو دیکھ کر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ جو کہ مفتی حضرات کا فرض منصبی ہے۔ ہندوستان واپس آ کر "حسام الحرمین" کے نام سے ایک رسالہ شائع کر دیا اور پورے ملک میں یہ افواہ پھیلا دی کہ علماء دیوبند کافر ہیں۔ اندیوبند سے بچنا ضروری ہے جس پر ابھی تک اس کی ذریت عمل کر رہی ہے۔ جب علماء دیوبند کو پتہ چلا تو اس کا تحریری اور تقریری جواب دینا شروع کیا۔

تحریری جواب "المهند علی المفند" کی شکل وصورت میں سامنے آیا اور تقریر پہلے ہر ایک اپنے اپنے انداز میں کرتا رہا۔ بالآخر فضلاء دیوبند کی ایک کمیٹی بیٹھی مشورہ کیا کہ ایک ایک ہوتا ہے اور دو گیارہ ہوتے ہیں۔ ہر ایک علیحدہ علیحدہ کام کرنے کی بجائے آپس میں مل کر صلاح ومشورہ سے کام کریں۔ تاکہ جناب احمد رضا خاں صاحب نے جو مختلف نئے طریقے سے نئے عقائد گھڑے ہیں۔ ان کا کوئی مستقل بندوبست ہو سکے۔ چونکہ اس نے جو نئے کام شروع کئے تھے۔ وہ بدعات پر مشتمل تھے۔ شرک کے قریب قریب تھے۔ ان کے مقابلہ کے لئے کمیٹی نے ایک پلیٹ فارم تیار کیا۔ تاکہ اس سے توحید وسنت کا پرچار اور توحید سے شرک کی روک تھام ہو۔ تو جس طرح "المهند" کتاب پر جید علماء سے دستخط کرائے گئے۔ اسی طرح اس پلیٹ فارم کو مضبوط اور مستند کرنے کے لئے ان علماء نے دیوبند کے

بڑے علماء کو اپنے اس پلیٹ فارم پر لاکھڑا کیا۔ جس کا نام "اشاعۃ التوحید والسنۃ" رکھا گیا۔ اس وقت "اشاعۃ التوحید والسنۃ" کے تمام علماء عقائد اور مسلک کے لحاظ سے بالکل ٹھیک، سب کے سب مسلکاً دیوبندی۔ آپس میں بڑا پیار اور محبت و اخلاص اور اخلاق وتعاون کی کوخوش گوار فضاء۔ ایسے لگتا تھا جیسے یہ تمام افراد خانہ ہیں۔ رحماء بینھم! کی مثال قائم کی۔ ایک دوسرے کے مدرسوں میں جانا، مسجدوں میں جانا، خانقاہوں اور جلسوں میں بڑے زور شور سے بغیر کسی تکلف وتصنع کے خود بخود پہنچ جانا۔ ان سب کی آپس میں استاذی، شاگردی، پیری، مریدی۔ ایک دوسرے کی تعریف وتحسین ایک دوسرے کی ہر لحاظ سے پشت پناہی۔ غرض ایک ہم مسلک اپنے دوسرے ہم مسلک بھائی کے لئے جو کچھ کر سکتا تھا۔ اس سے بڑھ کر کیا۔ اس تعاون کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ! علماء دیوبند نے جس شان وشوکت سے سفر کرنا شروع کیا تھا۔ اسی طرح سے آج ہی جاری ہے۔ روز بروز نئے مدرسے اور نئی مسجدیں آباد ہو رہی ہیں۔ یہ تھی پہلی "اشاعۃ التوحید والسنۃ" جو علماء دیوبند کی پوری پوری ترجمانی کرتی تھی۔ (اقتباس از یادگار خطبات ص ۲۴۴)

موجودہ دور کی "اشاعۃ التوحید والسنۃ" کی تشکیل

وہی "اشاعت التوحید والسنۃ" چلتی رہی۔ بال آخر وہی کچھ ہوا جو "ھابیل اور قابیل" کے درمیان ہوا تھا۔ دل خون کے آنسو روتا ہے جب اس اختلاف کو دیکھتا ہے۔ پتہ نہیں کیا ہوا۔ اپنے ہی چراغ سے گھر کو آگ لگ گئی۔ کسی اور نے شرارت کی یا اللہ تعالیٰ ناراض ہو گئے کہ جو وحدت اور شان وشوکت چل رہی تھی وہ ٹوٹ گئی۔ جس کی بنیاد اکابر نے رکھی تھی۔ بالاخر ۱۹۵۶ء میں جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے سرکردہ رہنما سید عنایت اللہ شاہ گجراتی نے جامعہ خیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسہ پر جو اپنے دل و دماغ میں پہلے سے لاوہ پکا چکے تھے۔ اس کو اسٹیج پر بیان کر دیا اور عقیدہ حیات النبی ﷺ جو اجتماعی واتفاقی چلا آرہا تھا۔ اس کا انکار اپنا موضوع سخن بنالیا۔ چونکہ عوام مسلکاً دیوبندی تھی۔ اس نئے عقیدے سے بالکل ناواقف تھی۔ نیا عقیدہ سن کر حیران و پریشان ہوگئی۔ پورا جلسہ اطمنان سے جو پہلے ہو رہا تھا۔ وہ اختلاف کا شکار ہو گیا۔ لوگوں میں چہ مے گوئیاں شروع ہوگئیں۔ ہر ایک دوسرے کو یہ کہہ رہا تھا کہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کا انکار ابھی ہمارے سامنے شروع ہو رہا ہے یا قرآن وحدیث میں بھی اس کا ثبوت ہے؟ مسلمان بیچارے شک میں پڑ گئے۔ ساری عوام بے چینی میں مبتلا تھی۔ بال آخر بڑے حضرات میں سے حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کو حکم دیا کہ عوام کی پریشانی کو دور کریں۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے پرزور تقریر کی جس میں شاہ صاحب کے نظریہ کی تردید کرتے ہوئے علماء دیوبند کے مسلک کو دلائل کے ساتھ اس طرح واضح کر دیا کہ اس عقیدہ میں کسی قسم کا تھوڑی دیر پہلے ڈالا ہوا شک وشبہ باقی نہ رہا اور شاہ صاحب کی موجودگی میں یہ بات کہی کہ اکابر علماء دیوبند کا عقیدہ ونظریہ یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً آپ ﷺ اپنی اپنی قبور مبارکہ میں زندہ ہیں۔ اسی جسم عنصری کے ساتھ اور عند القبر پڑھے جانے والے صلوٰۃ وسلام کو سنتے ہیں اور اس کا جواب دیتے ہیں۔ جب سب کے سامنے شاہ صاحب کی محنت پر پانی پھر گیا تو وہ لوگ اس جگہ سے اٹھ کر چلے گئے۔

اس مسئلہ پر بجائے اس کے کہ نظر ثانی کرتے۔ الٹا عزت نفس کا مسئلہ بنالیا اور پورے ملک میں تقریر کے لئے یہی عنوان اختیار کر لیا۔ چونکہ علماء دیوبند کے نام سے خوب تشہیر ہو چکی تھی۔ جگہ جگہ اپنے نظریے کی تشہیر کی۔

جس سے نیا گروہ بنالیا۔ جس کی جدید شکل آپ کے سامنے ہے۔ ان لوگوں نے اللہ رب العزت کے محبوب ﷺ کو تکلیف دی ہے۔ آپ ﷺ کی اعلیٰ زندگی کو مردہ کہا۔ بے جان کہا۔ اسی کے ساتھ دیگر نئے عقائد انہوں نے اختراع کئے اور علماء دیوبند کی جماعت سے نکل کر بدعتی اور معتزلیوں کے ساتھ جا کھڑے ہوئے۔

صلح کی پہلی ناکام کوشش

قارئین کرام! جب حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقریر میں ''المھند'' کے حوالہ سے پرزور دلائل کے ساتھ یہ واضح کردیا کہ علماء دیوبند کا وہ عقیدہ نہیں جس کو سید عنایت اللہ گجراتی نے بیان کیا ہے۔ اس پر شاہ صاحب آگ بگولہ ہوگئے۔ جامعہ خیر المدارس کے میزبانوں کی طرف سے اسی موقع پر علماء کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ تاکہ افہام وتفہیم کے ذریعے اس مسئلہ کا حل نکالا جائے۔ اجلاس میں بڑے بڑے علماء دیوبند نے شاہ صاحب کو سمجھایا۔ لیکن شاہ صاحب بجائے علماء دیوبند کا مسلک قبول کرنے کے الٹا اور زیادہ بگڑ گئے۔ اجلاس ختم ہوگیا۔ مسئلہ حل نہ ہوسکا۔ علماء دیوبند کو چند سال پہلے جیسے ایک فتنہ نے پریشان کردیا تھا اور اس کے مقابلے میں یہی اشاعت التوحید والسنۃ بنائی گئی تھی۔ بالکل اسی طرح آج پھر ایک فتنہ نے بے چین کردیا۔ اب یہ اشاعۃ التوحید والسنۃ والی جماعت چونکہ علماء دیوبند اہل سنت والجماعت سے بالکل علیحدہ ہوچکی تھی اور انکار حیات النبی ﷺ کا خالصتاً پاکستانی فتنہ بن چکی تھی۔ اب اس گروہ اور فتنہ نے اپنے ذاتی نظریات کی ہر جگہ برملا اعلانا تبلیغ وتشہیر شروع کردی اور ملک کے طول وعرض میں اپنے اختراعی مسائل عوامی سطح پر مشہور کردیئے۔ اب اس کا دفاع ان کی روک تھام اور عوام کو اختلاف وانتشار سے بچانا اور حق بات پہنچانا جو علماء حق کی ذمہ داری اور فرض منصبی ہے اور علماء دیوبند کا اختیاری وصف ہے۔ اس نئے گروہ کی روک تھام کے لئے ویسے تو تمام کے تمام علماء دیوبند متفکر ہوچکے تھے۔ لیکن سرفہرست حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ان دونوں حضرات نے ان کا خوب تعاقب کیا۔ جس طرح کہ کرنے کا حق تھا۔ پورے ملک میں ان کا ناطقہ بند کردیا تھا۔ اب جب کہ نظریاتی جنگ شروع ہوگئی تو اشاعت التوحید والسنۃ کی طرف سے جو پیش پیش تھے۔ وہ سید عنایت اللہ شاہ گجراتی، حضرت مولانا غلام اللہ خان، حضرت مولانا قاضی نور محمد، حضرت مولانا قاضی شمس الدین، حضرت مولانا احمد حسین سجاد بخاری، حضرت مولانا منور حسین صدیقی وغیرہ شامل تھے۔

صلح کی دوسری ناکام کوشش

بالآخر کچھ عرصہ کے بعد شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹؍جون ۱۹۶۰ء کو اپنے مرکز شیرانوالا دروازہ لاہور میں دونوں فریقوں کے بڑے بڑے علماء کا ایک خاص اجلاس طلب کیا۔ تاکہ صلح کی کوئی راہ نکل آئے اور مسئلہ کا کوئی حل تلاش کیا جاسکے۔ اس اجلاس کے ساتھ نام نہاد اشاعتیوں نے یہ حشر کیا کہ سید عنایت اللہ شاہ گجراتی اور ان کے رفقاء مختلف علاقوں سے عوام کی بسیں بھر کر لے گئے۔ اجلاس تھا صرف خاص خاص علماء کا۔ ان حضرات نے عوام میں یہ بات مشہور کردی کہ مناظرہ ہے۔ مجادلہ ہے، چلو، لاہور چلو۔ جب اتنی عوام جمع ہوگئی تو صلح کی یہ کوشش بھی ناکام ہوگئی۔ اس کے بعد پھر ملک بھر میں جنگ وجدال کا بازار گرم رہا۔ مخلص حضرات دیوبندیت کو پارہ پارہ دیکھ کر خود پارہ پارہ ہو رہے تھے۔

صلح کی تیسری ناکام کوشش

تیسری دفعہ پھر چند اکابر نے صلح کی کوشش شروع کر دی۔ چنانچہ ۵؍جنوری ۱۹۶۱ء کو سکھر میں دونوں حضرات کے علماء کا ایک بڑا اجتماع ہوا۔ جس میں یہ طے ہوا کہ فیصلہ کے لئے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو فیصل تسلیم کر لیا جائے۔ ان کے سامنے ایک نشست قائم کی جائے۔ جو وہ فیصلہ کریں دل و جان سے تسلیم کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے ۱۷؍اور ۱۸؍جنوری کو سکھر میں اجلاس رکھا گیا۔ لیکن خدا کی قدرت کہ حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی انہی دنوں میں ایک تقریر کے سلسلہ میں گرفتاری کا حکم نامہ جاری ہو گیا۔ اجلاس نہ ہو سکا۔ اس کے بعد حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا احتشام الحق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سہولت کے لئے دونوں فریقوں سے تحریری طور پر موقف طلب کیا۔ تا کہ اس تحریر کی روشنی میں فیصلہ تک رسائی آسان ہو جائے اور ان کا مؤقف بھی تحریری طور پر واضح ہو جائے۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا مدعا اور موقف لکھ کر بھیج دیا۔ لیکن شاہ صاحب نے اپنا موقف اور نظریہ لکھنے سے انکار کر دیا۔ جس پر آج بھی اس کی ذریت عمل پیرا ہے۔ صلح کی یہ کوشش بھی ناکام ہو گئی۔

صلح کی چوتھی کوشش

حسن اتفاق سے ۲۶؍اپریل ۱۹۶۲ء میں مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان سے پاکستان تشریف لائے۔ صورت حال اخباروں اور رسالوں کے ذریعے آپ کو معلوم ہو چکی تھی۔ حضرت مولانا غلام اللہ خان اور سید عنایت اللہ شاہ نے لاہور کے قیام میں حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی۔ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نزاع و جدال کا پر زور شکوہ کرتے ہوئے اس صورت حال کے نقصان کی طرف توجہ دلائی۔ جس پر دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ ہم بھی اس صورت حال سے دل گرفتہ ہیں اور دلی تنگی محسوس کر رہے ہیں۔ کیونکہ ہم کو اہل سنت والجماعت علماء دیوبند سے خارج قرار دیا جا رہا ہے۔ آپ مہربانی فرمائیں۔ واسطہ بن کر اس مسئلہ کو ختم کرا دیں۔ حضرت نے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے بھرپور کوشش شروع کر دی۔ چنانچہ اس محنت کا ثمرہ ۲۲؍جون ۱۹۶۲ء کو راولپنڈی کے اجلاس میں ظاہر ہوا۔ (عقیدہ حیات النبی ﷺ از مولانا عبدالحق خان بشیر ص ۱۹)

درج ذیل تحریر فریقین کے سامنے رکھی کہ: ”وفات کے بعد آپ ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضۂ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ ﷺ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔“

اس تحریر پر حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا غلام اللہ خان، حضرت مولانا قاضی نور محمد نے دستخط فرما دیئے۔ لیکن سید عنایت اللہ شاہ گجراتی اس اجلاس میں شریک نہ ہوئے اور نہ ہی مذکورہ تحریر پر دستخط کئے۔ دستخط کرنے والے حضرات نے حضرت شاہ صاحب کو سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن وہ اپنی روایتی ضد پر قائم رہے۔ جو مسئلہ قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مشترک طور پر لکھا تھا۔ اس پر شاہ صاحب نے دستخط کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ جس کی وجہ سے حضرت مولانا قاضی شمس الدین اپنے دوسرے رفقاء کے ساتھ مل کر

دوبارہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لئے روانگی سے صرف ایک دن پہلے ان کی رہائش گاہ پر جا پہنچے اور اپنی تحریر میں جو کچھ پہلے لکھا گیا تھا اس میں ردو بدل کی درخواست کی۔ جس پر حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلے کو حضرت مولانا خیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر کے واپس دیوبند تشریف لے گئے اور ایک خط لکھ کر حضرت خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کو روانہ فرمایا جس میں اپنا تاثر یوں ظاہر کیا کہ راولپنڈی میں جو صلح ہوئی تھی۔ وہ دو تحریریں تھیں۔ ایک نفس مسئلہ کے بارہ میں اور دوسری سید عنایت اللہ شاہ گجراتی کے بارہ میں۔ وہ دوسری تحریر یہ تھی کہ ہم یعنی حضرت مولانا قاضی نور محمد اور حضرت مولانا غلام اللہ خان اس بات کی پوری کوشش کریں گے کہ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ والی تحریر پر حضرت شاہ گجراتی سے دستخط کرائیں۔ اگر اس نے دستخط نہ کیے تو ہم مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حد تک ان سے برأت کا اعلان کریں گے اور اپنے جلسوں میں ان سے مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریر نہ کرائیں گے۔ اگر اس مسئلہ پر کوئی مناظرہ وغیرہ ہوا تو ہم اس کی معاونت نہ کریں گے۔ آگے دستخط کر دیئے۔

اس دوسری تحریر میں کچھ پیچیدگیاں پیدا ہوگئی ہیں اور اندازہ یہ کیا جا رہا ہے کہ اس میں توازن باقی نہیں رہے گا اور بہت ممکن ہے کہ عملی میدان میں اس کی پابندی دشوار ہو جائے اور اس معاہدے کے توڑنے کا کسی فریق پر الزام آئے۔ اس لئے آپ مہربانی فرما کر دونوں حضرات کے چیدہ چیدہ حضرات کو دوبارہ جمع کریں اور اس دوسری تحریر کی بجائے نیا عملی معاہدہ قلم بند کر دیں۔ جس سے یہ مصالحت بھی برقرار رہے اور کوئی فریق پابند اور مقید ہو کر بھی نہ رہ جائے۔ اگر آپ کی موجودگی اور سرکردگی میں دونوں فریق اس میری تحریر کو ختم کر کے دوسری تحریر مرتب کریں تو بندہ کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ بلکہ احقر کی رائے یہ ہے کہ جب تک دوسری تحریر مرتب نہ ہو اس میری تحریر کو کالعدم تصور کریں۔ اس لئے نئی تحریر مرتب کرانے میں امکانی حد تک عجلت سے کام لیا جائے۔ اس خط کو پڑھتے ہی حضرت مولانا خیر محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فریقین کے پانچ پانچ علماء کو جامعہ خیر المدارس میں بتاریخ ۳۱ر جولائی ۱۹۶۲ء کو طلب کر لیا۔ بحث و مباحثہ کے بعد یہ فیصلہ لکھا گیا کہ سید عنایت اللہ شاہ گجراتی، مولانا غلام اللہ خان کسی جلسہ اور طلباء کے سامنے کبھی بھی مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریر نہیں کریں گے اور مولانا غلام اللہ ان سے اپنی برأت نہیں کریں گے اور ان کے ساتھ مناظروں میں شرکت کریں گے (جو مناظرے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہوں گے) نیز یہ قرار پایا کہ موجودہ تلخی دور کرنے کے لئے مولانا غلام اللہ اور سید عنایت اللہ مع اپنی جماعت کے اور مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ مع اپنی جماعت کے کسی سٹیج پر اور نہ کسی مدرسہ کے طلباء کے مجمع میں اس مسئلے پر مفصل تیاریاں کرائیں گے۔ (آگے دستخط)

دستخط ...... علمائے دیوبند	دستخط ...... منکرین حیات وسماع
خیر محمد عفا اللہ عنہ، بمقام خیر المدارس ملتان	لاشئی غلام اللہ خان
محمد علی جالندھری بقلم خود	عنایت اللہ
لال حسین اختر بقلم خود	احقر شمس الدین عفی اللہ عنہ
عبد الرحمٰن میانوی بقلم خود	احقر احمد حسین سجاد بخاری
محمد عبد اللہ بقلم خود	محمد یار عفی اللہ عنہ ۔۔۔ منور حسین صدیقی بقلم خود

صلح کے بعد عہد شکنی

قارئین کرام! اس متفقہ تحریر کے بعد ہر دیو بندی نے سکون واطمنان کا اظہار کیا۔ ایک دفعہ پھر ایسے لگا جیسا مسلکی فضاء خوش گوار بن گئی ہے۔ لیکن شومئ قسمت بعض عناصر کو یہ صلح پسند نہ تھی اور یہ فیصلہ دل وجان سے قبول نہ تھا۔ اسی وقت سے ان حضرات نے دوبارہ اس صلح کو ختم کرنے اور معاہدہ کو توڑنے اور علماء دیو بند کو دولخت کرنے کے لئے اپنی زیر زمین سرگرمیاں آہستہ آہستہ شروع کردیں۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا۔ صلح کرنے والے دونوں طرف سے بڑے حضرات دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ان کو میدان خالی نظر آیا۔ جو صلح ان کے اکابر نے کی تھی۔ اس کو پس پشت ڈالتے ہوئے اپنی سرگرمیوں کو وسیع کرنا شروع کر دیا۔ پہلے صرف ایک مسئلہ میں اختلاف تھا۔ اب ان لوگوں نے درجنوں مسائل کے اندر نمایاں اختلاف کیا اور حقیقی طور پر دیو بند سے خارج ہوئے۔ اختلاف کو ایسے ہوا دی جیسے یہ اختلاف کفر واسلام کا اختلاف ہے۔ ادھر ہمارے حضرات حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت کے مطابق احتیاط اور اجتناب سے کام لیتے رہے۔ بالآخر اب مجبور ہو کر وہ بھی میدان میں اتر آئے۔ حقیقی فیصلہ اب "مالک یوم الدین" کے پاس ہوگا۔ البتہ اس صلح کا علماء دیو بند کو نقصان یہ ہوا کہ جب صلح کی خبریں پورے ملک میں اخباروں اور رسالوں کے ذریعے پہنچ گئیں تو صلح کی خبروں نے اور علماء دیو بند کی احتیاط نے ان لوگوں کے لئے میدان بالکل خالی کر دیا۔ ان عیار لوگوں نے وقت کو ضائع کئے بغیر اپنے اپنے خاص عقیدتمندوں اور اپنے مدرسہ کے طلباء کو اپنے مخصوص نظریات خوب پڑھائے۔ خصوصاً دورہ ہائے تفسیر کے طلباء کو ان لوگوں نے خوب آشکارا کیا۔ اپنے مدرسوں اور مسجدوں میں طلباء کی ایسی ذہن سازی کی کہ وہ اب ان کے عقائد ومسائل ہی کو علماء دیو بند کے مسائل سمجھتے ہیں۔ اب ستم بالائے ستم یہ ہے کہ ان لوگوں نے اس نئی نسل کو حقیقت سے بالکل بے خبر رکھا جو کہ اہل باطل کا طریقہ ہوتا ہے۔ ان کو ابتداء سے انتہاء تک یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ ہم ہی اصل اہل سنت دیو بند ہیں اور شروع سے چلے آرہے ہیں۔ ہمارے اوپر ظلم ہو رہا ہے کہ ہم کو دیو بند سے خارج کہتے ہیں۔ اس ظلم سے بچنے کے لئے تقیہ کا طریقہ اپناؤ۔ ان کے مدرسہ میں جاؤ تو اپنے عقائد چھپا کر رکھنے ہیں۔ ظاہر نہیں کرنے۔ ان کی خوب خوشامد کرو۔ تاکہ ان کو یقین ہو جائے کہ یہ ہمارے ہی دیو بندی ہیں۔ ایسے ہی عام لوگوں میں تقیہ کی چادر اوڑھ کر رکھو اور سادہ لوح عوام کو دھوکہ دے کر گمراہ کرتے رہو۔ یہی تمہارا مشن ہے۔ اسی پر دنیا وآخرت کی بھلائی ہے۔ اسی مشن کو لے کر یہ خود بھی اور ان کی نئی نسل بھی آگے بڑھ رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ علماء حقہ کو جزائے خیر عطاء فرمائے جنہوں نے ان کے مقابلہ میں سرتوڑ کوشش کی اور ان کے مشن کو خاک میں ملا کر رکھ دیا۔ اسی مشن کو خاک میں ملانے کے لئے ہر ایک نے اپنی وسعت اور طاقت کے مطابق کام کیا۔ یہ کتاب بھی اسی سلسلۃ الذھب کی ایک کڑی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ اور برکت سے عاجزانہ اور فقیرانہ دعا کرتا ہوں اور قارئین کرام سے بھی التجاء ہے کہ آپ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس ٹوٹی پھوٹی محنت کو اپنی بارگاہ عالی میں قبول فرمائے۔ آمین! (مزید تفصیل معیار صداقت از مولانا نور محمد تونسوی، سوانح وافکار مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ میں دیکھئے)

<u>نوٹ</u>: یاد رہے کہ اس نام نہاد فرقہ کو بندہ نے مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سمجھاتے ہوئے جہاں کہیں بھی لکھا ہے تو "منکرین حیات" یا "منکرین حیات وسماع" کے نام سے لکھا ہے۔ محض اس لئے کہ اس فرقہ کو اللہ تعالیٰ فہم عطا فرمائے۔ دوسرا مسلمانوں کو ان کے فتنہ اور فریب سے بچنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین!

عقیدۂ حیات النبی ﷺ ...... پہلا اختلاف

اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کا عقیدہ

اہل السنت والجماعت علماء دیوبند کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اور انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں اسی دنیا والے جسم عنصری کے ساتھ زندہ ہیں۔ یہ حیات اور زندگی، حیات برزخی، حیات حسی، حیات جسمانی اور حیات دنیوی اور روحانی کہلاتی ہے۔ نام مختلف ہیں۔ مطلب سب کا ایک ہے۔ اسی حیات کی وجہ سے انبیاء کرام علیہم السلام بطور تلذذ کے اپنی اپنی مزات مقدسہ میں اللہ رب العزت کی عبادت سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اگرچہ یہ حیات ہم کو محسوس نہیں ہوتی اور ہمارے شعور میں نہیں آسکتی۔ یہی عقیدہ قرآن وحدیث کی روشنی میں اجماعی عقیدہ ہے۔ اسی عقیدے کی بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کی روح مبارک کا آپ کے جسم عنصری کے ساتھ تعلق ہے۔ اس تعلق کی وجہ سے رزق اور اجسام کی بقاء، ادارک وشعور، احساس وعلم، حاصل ہیں۔ صرف اور صرف یہ سمجھ لینا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو حیات روحانی اور معنوی اور حیات برزخی حاصل ہیں۔ جو عام مومنین کو بھی حاصل ہے۔ یہ صحیح نہیں بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی موت اور عام مومنین کی موت اور انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات برزخی اور عام لوگوں کی حیات برزخی میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

منکرین حیات کا عقیدہ

منکرین حیات کا عقیدہ اور نظریہ یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی موت اور عام لوگوں کی موت میں میں کوئی فرق نہیں۔ موت کے بعد کسی کو بھی اس زمین والی قبر میں کسی قسم کی کوئی حیات حاصل نہیں ہوتی۔ چاہے وہ انبیاء کرام علیہم السلام ہوں یا عام مردے ہوں۔ کسی کی روح کا جسم عنصری کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہیں ہوتا۔ جس کی وجہ سے نہ ان کو حیات دنیویہ حاصل ہے، نہ حیات جسمانیہ، نہ حیات حسیہ۔ نہ کچھ ان کو شعور ہوتا ہے۔ نہ آنے جانے والوں کا کوئی احساس۔ نہ علم نہ رزق حاصل ہوتا ہے۔ نہ کسی کا سلام سنتے ہیں، نہ کلام اور نہ ہی کوئی جواب دیتے ہیں۔ گویا جیسے پتھر اور لکڑی کو کچھ حیات نہیں۔ ایسے ہی تمام فوت شدگان کو کچھ حیات نہیں۔ (عقائد علماء اسلام اور عقیدۃ الامت مولوی شہاب الدین ص ۱۸)

منکرین حیات کا عقیدہ ان کی عبارات سے

۱...... ''انبیائے کرام زمینی قبروں میں زندہ نہیں۔'' (الساميرالناريہ ص ۱۹۱)

۲...... ''مسئلہ حیات النبی ﷺ شرکیات وبدعات کا بنیادی بیج ہے۔'' (۱۳۵ سوالات مولوی ایاز ص ۱۰)

۳...... ''حیات النبی ﷺ پر دلائل دینے والے شرک کے کھیت کے دہقان ہیں۔'' (شرک کیا ہے ص ۴)

۴...... ''لان الحياة و تعلق الروح بالبدن هذه الحفرة ليس بثابت من القرآن و لا من الحديث الصحيحه'' (الصوعق المرسلہ ۲۷۵)

۵...... ''حیات روحانی ہے۔ بالاجساد نہیں۔'' (اقوال مرضیہ ص ۲۷)

۶...... ''قانون یہ ہے کہ آپ ﷺ عند القبر نہیں سنتے۔'' (القول المسند ص ۹)

۷...... ''روضہ میں زندہ سمجھنا بریلوی، روافض کا مسلک ہے۔'' (التنقید الجوھری ص ۸)

۸...... ''قبر سے مراد انبیاء کے لئے علیین ہے۔ وہاں زندہ ہیں جسم مثالی کے ساتھ۔'' (سیف الاورکزائی محمد جمیل ص ۶۸، ۷۳)

قارئین! دلائل سے پہلے آپ حضرات چند باتیں بغور ملاحظہ فرمائیں۔ تاکہ حیات انبیاء کرام علیہم السلام اور بالخصوص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کا مسئلہ سمجھنا آسان ہو جائے۔

پہلی بات یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر دنیا میں موت آئی ہے۔ اس موت کے آنے کا کوئی انکار نہیں کرتا۔ اگرچہ کیفیت موت میں انبیاء علیہم السلام اور دیگر عوام میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ لیکن قانون موت میں انبیاء وغیرہم مشترک ہیں۔ اسی موت کی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تریسٹھ سال زندگی ہے۔ اسی موت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفن دیا گیا اور قبر مبارک میں اتارا گیا اور خلافت راشدہ کا سلسلہ چلا۔ وغیرہ وغیرہ! دوسری بات یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح اور بالخصوص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک اپنے اپنے ٹھکانہ میں زندہ ہے۔ اس روح پر کسی قسم کی کوئی موت واقع نہیں ہوئی اور نہ ہوگی۔ تیسری بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا دنیا والا اصلی جسم عنصری اپنی اپنی قبروں میں تروتازہ پھول کی طرح محفوظ و موجود ہے۔ ان تینوں باتوں میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ چوتھی بات یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور بالخصوص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا جسم عنصری کے ساتھ تعلق ہے۔ اسی وجہ سے وہ زندہ ہیں۔ منکرین حیات نے ۱۹۵۸ء میں یہ عقیدہ بنایا کہ روح کا جسم عنصری کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اجساد کو کوئی حیات حاصل نہیں ہے۔ جب مسئلہ اور اختلاف بالکل واضح اور صاف ہو گیا تو اب آنے والے دیوبندی عقیدہ کے دلائل سب کے سب اس بات پر ہوں گے کہ ارواح کا اجساد کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور اجساد زندہ ہوتے ہیں۔ جب کہ منکرین حیات وہ دلائل دیں گے جن سے پہلے والی تین باتیں ثابت ہوں۔ یعنی موت کا واقع ہونا۔ ارواح کا زندہ ہونا۔ جسم کا محفوظ ہونا۔ جس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ جس میں اختلاف ہے اس پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں نہ ہی قرآن و حدیث سے اور نہ ہی کسی صحابی رضی اللہ عنہ یا تابعی رحمۃ اللہ علیہ یا تبع تابعی رحمۃ اللہ علیہ یا امام و مجتہد کا قول۔ نہ ہی منکرین حیات کوئی ایسی دلیل اور قول پیش کر سکتے ہیں جس میں اس بات کی صراحت ہو کہ روح کا جسم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اسی زمینی قبر میں کسی کو کچھ حیات نہیں۔ قیامت تک ان کے ہاں سے نہ دلیل ملے گی اور نہ اب تک ملی ہے۔ جب بھی دلیل دیں گے تو دھوکہ یہ دیں گے کہ دیکھو روح زندہ ہے۔ موت واقع ہے۔ روح علیین میں رہتی ہے۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ اس کا کوئی تعلق جسم سے نہیں۔

قارئین! ان کی باتوں پر ذرا غور فرمالیا کریں تو انشاء اللہ! کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ کیونکہ اگر روح علیین اور سجین میں ہو تو اس سے یہ بات کہاں سے ثابت ہو گئی کہ اس کا تعلق اجسام کے ساتھ کچھ نہیں۔ جیسے کہ منکرین کہتے ہیں۔

حیات دنیویہ کا مطلب

انبیاء کرام علیہم السلام اور بالخصوص آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی دنیا والے جسموں کے ساتھ قبور مبارکہ میں زندہ ہوتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ موت ہی ان پر واقع نہیں ہوئی۔ جیسے کہ منکرین حیات الزام لگاتے ہیں کہ حیات دنیاوی کا دیوبندی حضرات یہ مطلب لیتے ہیں کہ موت ہی واقع نہیں ہوئی۔ یہ سراسر غلط بیانی اور بہتان ہے دیوبندی حضرات پر۔

حیات برزخی کا مطلب

قارئین! حیات برزخی کا صرف اور صرف یہ مطلب ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اس دنیا سے جانے کے بعد اسی دنیا والے جسموں کے ساتھ عالم برزخ میں زندہ ہیں۔ یعنی ان کو حیات برزخیہ حاصل ہے اور عالم برزخ کہا جاتا

ہے کہ مرنے کے وقت سے لے کر قیامت کے دن تک کا جو وقت ہے۔ وہ عالم برزخ ہے۔ اسی وجہ سے حیات قبر کو حیات برزخ یا برزخیہ کہتے ہیں۔ حیات دنیوی کہنے سے حیات برزخیہ کا انکار بالکل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ منکرین حیات دھوکا دیتے ہیں کہ دیوبندی حیات دنیاوی مانتے ہیں اور حیات برزخی کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کا کوئی انکاری نہیں۔ کیونکہ مرنے کے فوراً بعد حیات برزخی خودبخود شروع ہو جاتی ہے۔ جب موت مانتے ہیں تو حیات برزخی خود بخود مان لی۔ جب موت کا کوئی انکاری نہیں تو حیات برزخی کا بھی کوئی انکاری نہیں۔

حیات جسمانی کا مطلب

عالم برزخ و قبر میں چونکہ اسی دنیا والے اجسام مطہرہ کو حیات اور زندگی حاصل ہے۔ جس کی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ حیات جسمانی انبیاء کرام علیہم السلام کو حاصل ہے۔

حیات حسی کا مطلب

انبیاء کرام علیہم السلام کو قبر مبارک میں جو حیات حاصل ہے۔ وہ خود ان کے حق میں حسی ہے۔ بایں طور کہ وہ اپنے جسم مبارک کے تمام اعضاء شریفہ میں حیات کے آثار محسوس کرتے ہیں۔ جس طرح کہ دنیا میں ایک تندرست انسان روح کا اثر اپنے تمام اعضاء میں محسوس کرتا ہے۔ بخلاف مفلوج اور مشلول (فالج اور شل جسم والا انسان) کہ فالج کی وجہ سے ان کے اعضاء کام نہیں کرتے۔ یعنی اپنے اعضاء میں وہ حس نہیں پاتے۔ (تسکین الصدور ص ۳۸۵) یعنی انبیاء کرام علیہم السلام اسی دنیا والے اجسام مطہرہ کے ساتھ زندہ ہیں تو ان کو شعور احساس، ادراک، علم، رزق، سب چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔ یہ سب چیزیں جب حاصل ہیں تو احساس خودبخود ثابت ہو گیا۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ان کو حیات حسیہ حاصل ہے۔

حیات روحانی کا مطلب

چونکہ عالم برزخ میں ارواح مقدسہ و مطہرہ اصل ہیں اور اجسام ارواح کے تابع ہوتے ہیں۔ یعنی ہر کام میں روح مقدم ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ حیات روحانیہ یا روحانی حاصل ہے۔ جو ایک عام انسان کو حاصل ہے وہ اور ہے اور جو انبیاء کرام علیہم السلام کو حاصل ہے وہ اور ہے۔ ان کا آپس میں اتنا فرق ہے جتنا چراغ اور سورج کا۔ یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات اقویٰ اعلیٰ ہوتی ہے بمقابلہ عام مؤمنین کے۔

عقیدہ حیات انبیاء کرام علیہم السلام قرآن کریم کی روشنی میں

دلیل نمبر ۱...... "واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن الٰھة یعبدون (زخرف: ۴۵)" (اور آپ ان سب رسولوں سے سوال کیجئے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے کہ ہم نے رحمن کے علاوہ دوسرے معبود بنا دیئے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے) یعنی سارے نبی صرف اور صرف توحید کا ہی پیغام لے کر آئے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

فائدہ! تفسیر کبیر ص ۲۱۶ ج ۲۷، تفسیر مظہری ص ۳۶۴ ج ۱۰، تفسیر نسفی ص ۱۲۰ ج ۴ اور ان کے علاوہ کئی تفسیروں میں یہ بات آئی ہے کہ معراج کی رات آپ ﷺ کے لئے تمام انبیاء کرام کو اکٹھا گیا تھا اور آپ ﷺ نے

نماز میں سب کی امامت کرائی۔ سلام پھیرنے کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو کہا یا محمد: "من ارسلنا من قبلک" کہ اب سب انبیاء کرام علیہم السلام موجود ہیں۔ آپ ﷺ ان سے پوچھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سوا کوئی معبود بنایا ہے کسی زمانے میں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ مجھے یقین ہے۔ مجھے کوئی شک نہیں۔ لہٰذا میں نہیں پوچھوں گا۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے حیات انبیاء کرام علیہم السلام ثابت ہے۔ اب آپ حضرات غور فرمائیں کہ وہ حیات کس طرح ثابت ہے؟ جب رسولوں کے ساتھ ملاقات ہو رہی ہے تو رسول صرف روحیں تھیں؟ یا رسول جسم مثالی کے ساتھ تھے؟ یا کہ جسم عنصری کے ساتھ بدخول روح کے رسول تھے۔ یہ آخری بات متعین ہے کہ سب رسول جسم عنصری کے ساتھ بدخول روح موجود تھے۔ تو وہ روح اب تو جسموں میں داخل نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ سب رسول وانبیاء کرام علیہم السلام پہلے سے اپنی قبروں میں زندہ تھے ان کو بیت المقدس میں جمع کیا گیا۔

اعتراض...... اگر انبیاء کرام علیہم السلام سارے کے سارے یہاں زندہ تھے تو پھر قبروں میں کیا تھا؟ جو آپ ﷺ دیکھ کر آئے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے؟

جواب...... اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ معراج تو ہے ہی سارا قدرت خداوندی کا کامل نمونہ۔ جب آپ ﷺ مسجد حرام سے بیت المقدس تک اتنے تھوڑے وقت میں پہنچ سکتے ہیں تو باقی انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں سے اجسام مطہرہ کے ساتھ وہاں تشریف لے آئیں تو کیا حرج ہے؟ اس میں کونسا استحالہ لازم آگیا ہے؟

دلیل نمبر ۲ ......"یا ایہا الذین آمنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (حجرات: ۲)"
(اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز سے اونچا نہ کرو)

فائدہ! اہل سنت اور جمہور مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ روضۂ پاک کے قریب کامل ادب اور کامل احترام کا خوب لحاظ رکھنا چاہیے۔ جس طرح کے آپ ﷺ کی زندگی کے میں تھا۔ مسجد نبوی ﷺ کی حدود میں اپنی آوازوں کو ہمیشہ پست اور آہستہ رکھنا چاہیے۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ آپ ﷺ زندہ ہیں اور سنتے ہیں۔ تاکہ آپ ﷺ کو ہماری آوازوں سے کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "آپ ﷺ کے سامنے اپنی آواز بلند کرنا جائز نہیں۔ نہ وفات سے پہلے۔ نہ وفات کے بعد۔" (شفاء السقام) اسی طرح ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ: "دو آدمی اپنی آواز کو مسجد نبوی ﷺ میں بلند کر رہے ہیں۔ آپ نے ان کو بلوا کر پوچھا کہ کس علاقے سے تعلق رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم مسافر ہیں۔ طائف سے آئے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم مہمان نہ ہوتے اور مدینہ کے رہنے والے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا۔ اس لئے کہ تم مسجد نبوی ﷺ میں روضۂ رسول ﷺ کے سامنے اپنی آوازیں بلند کر رہے تھے۔" (بخاری شریف ص ۶۷ ج ۱، شرح الشفاء ص ۱۶۰ ج ۲)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم اپنی آواز کو نبی کی آواز سے اونچا نہ کرو۔" (مرقاۃ ص ۲۲۳ ج ۲) دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ: "آپ ﷺ زندہ ہیں موت کے بعد بھی۔ جیسا کہ حالت حیات میں تھے۔" (شرح الشفاء ص ۱۶۰ ج ۲)

دلیل نمبر ۳ ......"ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ۰ بل احیاء ولکن لاتشعرون (بقرہ: ۱۵۴)" (اور تم مت کہو ان کو مردہ جو اللہ کے راستے میں قتل کیے جائیں۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ لیکن تم نہیں جانتے اور شعور نہیں رکھتے)

<u>فائدہ</u>! تفسیر جلالین میں ہے کہ ''شہداء حیات اخروی جسم اور روح دونوں کے ساتھ زندہ ہیں۔''''شہداء کی حیات جسمانی ہے۔ کیونکہ شہداء کی حیات کو دنیا والی حیات سے ممتاز اور اعلیٰ بتایا گیا ہے اور اعلیٰ تب ہو سکتی ہے جب یہ حیات جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہو۔ اگر صرف روحانی ہو اور صرف روح کو حیات حاصل ہو جسمانی نہ ہو تو دنیا کی حیات سے ہرگز بہتر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہاں حیات روح اور جسم دونوں کو ہے۔ وہاں صرف روح کو۔ گویا آدمی حیات ہوئی دنیا والی حیات کے مقابلہ میں۔ اس لئے یہ کہنا ضروری ہوگا کہ شہداء کی حیات روح مع الجسد کے مانی جائے۔ جب شہداء کی حیات روح مع الجسد کے ثابت ہوگئی تو انبیاء کرام علیہم السلام جو ان سے درجے میں کئی حصے بڑھ کر ہیں۔ وہ بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے۔ کیونکہ وہ شہداء سے اعلیٰ، افضل اور اولی ہیں۔ حتیٰ کہ اس حیات انبیاء کرام کے اثرات دنیا میں بھی باقی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ازواج مطہرات سے آپ ﷺ کی وفات کے بعد نکاح بالکل جائز نہیں رکھا گیا اور میراث بھی تقسیم نہیں ہوئی۔ بخلاف شہداء کے۔ ان کی ازواج سے نکاح جائز ہے اور میراث بھی تقسیم ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ شہداء کی حیات انبیاء کی حیات سے افضل نہیں ہے۔'' (تفسیر روح المعانی ص ۲۰ ج ۲، تفسیر مظہری ص ۲۶۲ ج ۱) قارئین! اسی آیت کے تحت تمام مفسرین نے کہ حیات شہداء روح مع الجسد کو ثابت کیا ہے اور انبیاء کرام علیہ السلام کی حیات کو بھی ثابت کیا ہے۔

<u>دلیل نمبر ۴</u>...... ''ولقد آتینا موسیٰ الکتاب فلا تکن فی مریة من لقائه (سجدہ: ۲۳)'' (البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب (تورات) دی ہے۔ پس آپ اس کی ملاقات میں شک نہ کریں)

<u>فائدہ</u>! اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''لقائه'' کی ضمیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ رہی ہے اور اس آیت میں آپ ﷺ کی ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہونے کی خبر دی جا رہی ہے اور یہ فرمایا جا رہا ہے کہ آپ ﷺ اس میں شک نہ کریں اور آپ ﷺ نے ارشاد مبارک فرمایا کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔ گندمی رنگ، لمبا قد اور گھونگریالے بال۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قبیلہ شنوءۃ کے ایک آدمی ہیں۔ (روح المعانی ص ۱۳۸ ج ۱) اسی طرح شیخ الاسلام علامہ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عثمانی میں فرماتے ہیں کہ: ''آپ ﷺ کو فرمادیا کہ تمہاری جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ شب معراج میں ملاقات ہوئی تھی۔ وہ سچ اور حقیقت ہے۔ کوئی دھوکہ یا نظر بندی نہ تھی۔'' قارئین! آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں کہ یہ ملاقات بھی موسیٰ علیہ السلام کی حیات پر واضح دلالت کرنے والی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بھی روح مع الجسد کے ساتھ زندہ ہیں۔ کیونکہ آپ علیہ السلام نے وہ صفات بیان فرمائی ہیں جو دنیا والے جسم کی صفات ہیں۔ جیسا کہ گندمی رنگ، لمبا قد اور گھونگریالے بال وغیرہ۔ گویا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا اپنی قبروں میں زندہ ہونا حیات برزخی کے ساتھ متفق علیہ مسئلہ ہے۔

<u>اعتراض</u>...... آپ ﷺ کا یہ معجزہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اندر روح لوٹ آئی اور آپ ﷺ کے ساتھ ان کی ملاقات ہوئی اور آپ ﷺ نے ان کو دیکھا۔ لہٰذا اس سے باقی انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات ثابت نہیں ہوگی؟

<u>جواب</u>...... معجزہ صرف یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ملاقات ہوئی ہے اور آپ ﷺ نے قبر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا ہے کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ بات بطور معجزہ کے ثابت نہیں کہ روح موسیٰ علیہ السلام کے جسم میں لوٹ آئی۔ بلکہ روح پہلے سے تھی۔ پھر آپ ﷺ نے ملاقات کی اور دیکھا بھی۔ لہٰذا ملاقات اور دیکھنا معجزہ ہے نہ کہ روح کا جسم میں لانا معجزہ۔

اعتراض...... کیا آپ ﷺ کو ملاقات موسیٰ علیہ السلام میں شک تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شک نہ کرو۔ اگر شک نہیں تھا تو پھر یوں کیوں کہا گیا کہ آپ ﷺ شک نہ کریں ملاقات میں؟

جواب...... آپ ﷺ کو کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں تھا۔ بلکہ آپ ﷺ کو مخاطب کر کے قیامت تک آنے والے ہر انسان کو خبردار کر دیا کہ تم نے شک نہیں کرنا انبیاء کرام علیہم السلام کے زندہ ہونے میں اور ملاقات میں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ ایسی قوم دنیا میں آئے گی جو شک بلکہ خود انکار کرے گی ملاقات کا اور حیات انبیاء کرام علیہم السلام کا روح مع الجسد کے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی بیان کر کے بتلا دیا کہ ان لوگوں کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے۔ ذرا بچ کے رہنا۔

عقیدہ حیات انبیاء کرام علیہم السلام احادیث کی روشنی میں

حدیث نمبر ۱...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''الانبیآء احیآء فی قبورھم یصلون'' (انبیاء اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے اور نماز پڑھتے ہیں) (شفاء السقام ص ۱۳۴، الحاوی للفتاوی ص ۱۴۸ ج ۲، مجمع الزوائد ص ۲۱۱ ج ۸، مسند ابو یعلیٰ حدیث نمبر ۳۴۲۵، مرقات ص ۲۱۲ ج ۲، فیض الباری ص ۶۴ ج ۲، تبلیغی نصاب فضائل درود ص ۲۳)

اس کے علاوہ بھی کئی ساری کتابوں میں یہ حدیث آتی ہے۔ تقریباً پندرہ قسم کے محدثین نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

آپ ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا ہمارے نزدیک علم قطعی سے ثابت ہے۔ اس سلسلہ میں دلائل اور اخبار درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔ (الحاوی للفتاوی ص ۱۴۷ ج ۲)

اعتراض...... بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس حدیث کا راوی عبدالرحمن بن یزید بن جابر نہیں جو ثقہ ہے۔ بلکہ عبدالرحمن بن تمیم ہے۔ جو منکر الحدیث ہے۔ لہٰذا یہ روایت منکر ہوئی۔ آپ کی دلیل نہیں بن سکتی؟

جواب...... حضرت مولانا سرفراز خاں صفدر رحمۃ اللہ علیہ تسکین الصدور میں فرماتے ہیں کہ: ''جن کتابوں کا ہم نے حوالہ دیا ہے ان تمام میں ابن جابر کی تصریح ہے۔ نہ کہ ابن تمیم کی اور خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابن جابر سے روایات لی ہیں۔''

اعتراض...... آپ حضرات نے اگرچہ ثابت کر دیا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ منکر نہیں۔ لیکن یہ حدیث صحیح ہونے کے باوجود خبر واحد ہے اور خبر واحد سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ عقیدہ کے لئے خبر متواتر ہونی چاہیے؟

جواب: ۱...... اس حدیث کو علماء حضرات نے قدر مشترک کی وجہ سے حدیث متواتر قرار دیا ہے۔ جب متواتر قرار دیا ہے تو خبر متواتر سے عقیدہ کا اثبات صحیح ہوا۔ تمہارا اعتراض غلط ہے۔

فائدہ! تواتر قدر مشترک کا لفظ آیا ہے تو اسے بھی سمجھ لیجئے۔ وہ اس طرح کہ بعض دفعہ الگ الگ احادیث خبر واحد ہوتی ہیں۔ لیکن ان سب کو اگر جمع کر لیا جائے اور ملایا جائے تو بطور نتیجہ کے ایک بات نکل آتی ہے۔ وہ بات قدر مشترک ہوتی ہے جو متواتر کہلاتی ہے۔ مثلاً:

۱...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارے میں جو احادیث آئی ہیں کہ وہ جامع مسجد دمشق کے شرقی منار پر

اتریں گے اور مقام لد پر دجال کو قتل کریں گے۔ یاجوج ماجوج سے جنگ کریں گے وغیرہ وغیرہ۔ یہ احادیث اگرچہ الگ الگ خبر واحد ہیں۔ لیکن ان سب احادیث سے ایک بات بطور نتیجہ نکل رہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ضرور ہوں گے اور مذکورہ امور انجام دیں گے۔ یہی بات جو بطور نتیجہ کے نکل رہی ہے۔ یہ قدر مشترک ہے۔ اس قدر مشترک کی وجہ سے نزول عیسیٰ علیہ السلام کی احادیث کو متواتر کہتے ہیں۔

۲...... قبر میں سوال و جواب اور منکر نکیر کا آنا، عذاب و ثواب، میت کا سلام سننا، پہچاننا وغیرہ۔ اگرچہ یہ ساری احادیث خبر واحد ہیں۔ لیکن ان سب کا نتیجہ کیا نکلتا ہے کہ روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہے اور اجسام اسی قبر میں زندہ ہوتے ہیں۔ یعنی ان کو ایک قسم کی حیات حاصل ہوتی ہے اور اسی طرح بطور نتیجہ اور قدر مشترک یہ بات یقینی ہے کہ قبر میں عذاب و ثواب ہوتا ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا تو حیات خود بخود ثابت ہو گئی۔ کیونکہ عذاب و ثواب زندہ کو ہوتا ہے۔ نہ کہ بے جان کو۔

۳...... عام طور پر آپ حضرات سنتے رہتے ہیں کہ اخبار میں یہ خبر آئی ہے کہ ''قندھار'' میں اتنے امریکی مردار ہو گئے۔ کابل میں اتنے مرے۔ خوست میں اتنے زخمی ہوئے اور مارے گئے۔ یہ سب خبریں خبر واحد ہیں۔ اگرچہ الگ الگ اخبار میں آئیں۔ لیکن ایک بات بطور نتیجہ کے یہ نکل آئی کہ امریکیوں کو افغانستان میں بہت مار پڑ رہی ہے۔ اس نتیجہ کو کہا جاتا ہے قدر مشترک اور قدر مشترک تواتر کے درجہ میں ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''عذاب قبر اور منکر نکیر کے سوال و جواب کی احادیث متواتر ہیں۔''

جواب ۲:...... حیات قبر تو پچاس سے زائد آیات سے ثابت ہے۔ اجماع امت سے ثابت ہے۔ لہٰذا ایسے پختہ اور قطعی دلائل سے ثابت ہونے والے عقیدہ کو یہ کہنا کہ خبر واحد سے ثابت ہے۔ پرلے درجہ کی حماقت و بے وقوفی، دھوکہ اور گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ بچنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین!

حدیث نمبر ۲...... ''عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: اکثروا الصلوٰة علی یوم الجمعة فانه مشهود تشهد الملائكة وان احداً لن یصلی علی الاعرض علیّ صلوته حتی یفرغ منها قال قلت و بعد الموت؟ قال وبعد الموت ان اللّٰہ حرم علی الارض ان تاكل اجساد الانبیاء فنبیُّ اللّٰہ حی یرزق '' (ابن ماجہ ص ۱۱۹، مرقات ص ۲۴۱ ج ۳، تفسیر ابن کثیر ص ۵۱۴ ج ۳، شرح الصدور ص ۳۱۶، نیل الاوطار ص ۳۰۴ ج ۳، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۴۳۴ ج ۱، خیر الفتاویٰ ص ۱۰۱ ج ۱، فیض القدیر ص ۸۷ ج ۲، نشر الطیب ص ۲۴۸، سیرت المصطفیٰ ص ۲۵۳ ج ۳)

(حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ کیونکہ جمعہ کے دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور تم میں سے کوئی شخص جب مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ موت کے بعد؟ (یعنی موت کے بعد بھی پیش کیا جائے گا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! موت کے بعد بھی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد کو کھائے۔ پس اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور رزق دیا جاتا ہے)

فائدہ! حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ ثقہ راویوں نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ اس کی سند جید ہے۔ قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''وقد اخرج ابن ماجه باسناد جید... الخ'' (ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے جید سند کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے) (نیل الاوطار ص ۲۶۴ ج ۳)

اس حدیث سے صراحت کے ساتھ یہ بات معلوم ہوگئی کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنے مزارات مقدسہ میں صحیح سالم جسد عنصریہ کے ساتھ زندہ ہیں اور اللہ کی طرف سے عطاء کردہ رزق سے خوب فرحت ولذت حاصل کر رہے ہیں۔ یہ زندگی روح مع الجسد حاصل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح دنیا کے اندر رہتے ہوئے اپنی ذات مبارکہ کے لئے لفظ علیّ استعمال فرماتے تھے۔ اسی طرح اس حدیث میں بھی یہ بات صراحت کے ساتھ بیان فرمادی کہ دنیا سے جانے کے بعد (علیّ) یعنی مجھ پر درود پیش کیا جائے گا۔ تو جیسے دنیا میں لفظ علیّ کا استعمال روح مع الجسد پر ہوتا تھا۔ بالکل اسی طرح دنیا سے جانے کے بعد بھی لفظ علیّ روح مع الجسد پر دلالت کرتا ہے۔ اب اگر کوئی احمق یہ کہے کہ نہیں دنیا میں تو لفظ علیّ روح مع الجسد کے لئے ہوتا تھا۔ لیکن فوت ہونے کے بعد صرف روح پر علیّ کا لفظ بولا جائے گا۔ تو اس کی بے بنیاد بات کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی اور یہ بات بھی قابل غور ہے۔ بعض کتابوں میں اس حدیث کے صرف یہ الفاظ آتے ہیں کہ: ''ان اللہ عزوجل حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیآء'' یعنی ''فنبي اللّٰه حي يرزق'' کے الفاظ نہیں آتے۔ جیسے ابوداؤد ص ۱۵۷ ج ۱، نسائی ص ۲۰۳ ج ۱ وغیرہ کتب میں ہے۔ تو کج دل آدمی صرف اس حدیث کو پڑھ کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ اس حدیث میں صرف اجساد الانبیاء تک عبارت ہے۔ آگے نہیں ہے۔ حالانکہ اگر غور کیا جائے تو اسی حدیث سے ہی یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مبارکہ قبروں میں زندہ ہیں اور زندہ آدمی کے جسم کو مٹی اور زمین نہیں کھاتی۔ اس حدیث سے حیات انبیاء علیہم السلام بالکل سورج کی طرح واضح تھی۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ قیامت تک آنے والے فتنوں کا علم دے دیا گیا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے تھے کہ یہ جو فتنہ ہوگا انکار حیات والا۔ وہ بالکل عقل سے عاری ہوگا۔ وہ صرف ان لفظوں سے حیات انبیاء کو نہیں سمجھ سکے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت فرماتے ہوئے پھر کئی مقامات پر یہ الفاظ بھی بیان فرمادیئے کہ ''فنبي اللّٰه حي يرزق'' گویا یہ الفاظ ''ان اللّٰه حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء'' کی تشریح وتفسیر میں ہیں۔ جب تفسیر وتشریح آگئی تو اب جیسے یہ مانتے ہیں کہ اجساد قبروں میں محفوظ ہیں تو اس کی تفسیر بھی ضرور ماننی چاہیے۔ تا کہ آدھی حدیث کو ماننا لازم نہ آئے۔ ورنہ یہی سمجھا جائے گا کہ آدھی حدیث مانتے ہیں اور آدھی نہیں مانتے۔ آدھی کو ماننا اور باقی چھوڑ دینا یہ دھوکہ، فراڈ، حماقت اور بے وقوفی سے کم نہیں اور یہ بات جو میں نے لکھی ہے کہ اسی حدیث سے انبیاء کرام علیہم السلام کا زندہ ہونا ثابت ہوجاتا ہے۔ اس پر تائید یہ کہ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''ان اللّٰه حرم علی الارض ان تأکل اجسام الانبیاء'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے۔ یعنی زمین کو روک دیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو نہ کھائے۔ اس میں ایک لطیف مبالغہ یہ بھی ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ زمین انہیں نہیں کھا سکتی۔ (تسکین الصدور ص ۳۱۶)

واقعہ بہاول پور

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ بہاول پور کے علاقہ گرد اں میں میرا جانا ہوا تو جب میں تقریر کے لئے کرسی پر بیٹھا۔ ابھی خطبہ شروع کر ہی رہا تھا کہ اشاعتیوں نے (جو پہلے سے طے شدہ پروگرام کے تحت آئے تھے) شور مچانا شروع کردیا۔ چونکہ شور زیادہ کر رہے تھے۔ اس لیئے میں خاموش ہوگیا اور میں نے کہہ دیا کہ بھائی پندرہ منٹ اپنی تقریر کے آپ کو دیتا ہوں۔ آپ حضرات جتنا شور کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔

اب سارے خاموش ہو گئے۔ میں کہوں کہ بھائی شور کرو۔ وہ پھر بھی خاموش تو پھر میں نے کہا شور نہ مچاؤ۔ بات کو سمجھو اور سنو۔ فرمایا: تمہارا اور ہمارا اس بات میں اتفاق ہے کہ انبیاء کرام کے جسم مبارک قبروں میں محفوظ ہیں اور آپ ﷺ کا جسم مبارک بھی جیسے پہلے تھا۔ اب بھی ویسے محفوظ ہے۔ تم بھی اس بات کو مانتے ہو؟ اب سب نے کہا جی ہاں بالکل اس بات کو مانتے ہیں کہ اجسام مبارکہ محفوظ ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ قرآن پاک کی آیت یا حدیث اس پر پڑھو جس میں جسد اطہر کے محفوظ ہونے کا ذکر ہے۔ تو اب کہنے لگے کہ قرآن پاک میں تو نہیں البتہ حدیث میں جسد اطہر کی حفاظت کا ذکر ہے۔ مراد ان کی یہی حدیث ''ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء'' تو میں نے کہا یہ حدیث اگر جھوٹی مان لی جائے تو جسد اطہر کی حفاظت کی آپ کے پاس کوئی دلیل ہے؟ کہنے لگے نہیں۔ تو میں نے کہا جب یہ حدیث صحیح ہے تو پھر اسی حدیث میں ''فنبی اللہ حی یرزق'' حیات کا بھی ذکر ہے۔ اگر حدیث ماننی ہے تو ساری مانو۔ جس میں دونوں باتیں ہیں۔ اگر انکار کرنا ہے تو پھر ساری کا انکار کردو۔ تمہیں کس بات کا ڈر ہے۔ اب مجمع میں جو دس بارہ چیلے بیٹھے تھے۔ اپنے مولوی کو کہنے لگے کہ اٹھو اور لوگوں کو بتاؤ کہ مولوی صاحب! نے اچھی بات کہی ہے۔ آخر کار ایک مولوی کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ سچی بات یہی ہے کہ ہمارے پاس جسد اطہر کے محفوظ ہونے کی کوئی دلیل اس حدیث کے علاوہ نہیں ہے جو آپ نے پڑھی ہے۔ تو پھر میں نے کہا کہ حدیث کو پورا ماننا چاہیے یا ادھورا؟ اس پر ان اشاعتیوں کے اٹھارہ بڑے بڑے زمیندار کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کہا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ جب اس حدیث کو آپ بھی صحیح مانتے ہو اور یہ بھی صحیح مانتے ہیں۔ تو پھر حدیث کو ادھورا کیوں مانیں؟ بلکہ ہم پوری حدیث مانیں گے۔ یہ بات کیسے صحیح ہو سکتی ہے کہ آدھی حدیث مانی جائے اور آدھی حدیث کا انکار کر دیا جائے۔ (تسکین الاذکیاء مؤلفہ حضرت مولانا محمود عالم صفدر ص ۳۹۶)

قارئین! بات یہی ہے کہ اشاعتیوں کا اکثر یہی حال ہوتا ہے کہ آدھی بات مانتے ہیں آدھی نہیں مانتے۔ ان کے لئے دعا کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو راہ راست پر آنے کی توفیق دیں اور ان کو صحیح سمجھ عطاء فرمائیں۔ آمین!

<u>حدیث نمبر ۳</u>...... ''عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ: ما من احد یسلم علیّ الا ردّ اللہ علیّ روحی حتیٰ ارد علیہ السلام'' (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کوئی بھی مجھ پر درود و سلام بھیجے ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ میں اس کا جواب دیتا ہوں)

<u>فائدہ</u>! اس حدیث کو کئی محدثین نے ذکر کیا ہے۔ جن میں سے ابوداؤد ص ۲۷۹ ج ۱، مسند احمد ص ۵۲۷ ج ۲، کنز العمال ص ۴۹۸ ج ۱ تفسیر ابن کثیر ص ۵۱۴ ج ۳، سنن کبریٰ للبیھقی ص ۲۴۵ ج ۵، فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۳۶۱ ج ۴، فتاوی دارالعلوم دیوبند ص ۱۴۳ ج ۱، خیر الفتاویٰ ص ۹۸ ج ۱، نشر الطیب ص ۲۴۹ وغیرہ ہیں۔ یہ حضرات سرفہرست ہیں اور بہت سارے محدثین نے یہ بات کہی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور وفاء الوفاء کتاب میں یہ بات صراحت کے ساتھ ہے کہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے صحیح سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ روایت دوام حیات پر دلالت کرتی ہے۔ اس لئے کہ دن رات میں کوئی گھڑی، کوئی منٹ، سیکنڈ ایسا نہیں گزرتا جس میں آپ ﷺ پر درود نہ پڑھا جا رہا ہو۔ نماز کے اندر یا نماز کے باہر۔ اس لئے حیات کا ہونا خود بخود لازمی ہو گیا۔ (کیونکہ جب روح لوٹ آئی تو حیات ثابت ہو گئی) نیز یہ نہ سمجھا جائے کہ جسم اطہر سے روح بالکل خارج ہو گئی تھی۔ پھر اس کو جسم اطہر کی طرف لوٹا دیا گیا۔

چونکہ آپ ﷺ مدارج قرب و معرفت میں ہر وقت ترقی پذیر ہیں۔اس لئے توجہ الی اللہ کا انہماک اور استغراق دوسری جانب کی توجہ کو کسی درجہ میں ہلکا کر دیتا ہے۔(دوسری جانب سے مراد بندوں کی جانب ہے) اس لئے بارگاہ الوہیت سے درود بھیجنے والے پر رحمتیں نازل فرمانے کے لئے متعدد مزایا میں سے ایک مزیت یہ بھی عطاء فرمائی گئی ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ کو استغراق الی اللہ سے ذرا سا کم کر کے درود بھیجنے والے کی طرف متوجہ کر دیا ہے اور آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہو کر اس کے لئے دعا فرماتے ہیں۔(مکتوبات شیخ الاسلام ص ۲۴۳ ج ۱) حضرت مولانا محمد منظور رحمۃ اللہ علیہ نعمانی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا یہ مطلب کسی طرح بھی درست نہیں ہوسکتا کہ آپ ﷺ کا جسد اطہر روح سے خالی رہتا ہے اور جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دلانے کے لئے روح ڈال دیتا ہے۔ بلکہ شارحین نے رد روح کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ ﷺ کی روح پاک کی ساری توجہات دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی تجلیات اور جمال کی طرف رہتی ہیں۔ پھر جب کوئی امتی سلام عرض کرتا ہے تو فرشتے کے ذریعے یا براہ راست آپ ﷺ تک پہنچتا ہے۔تو اللہ تعالیٰ کی اجازت سے آپ ﷺ کی روح مبارکہ درود پڑھنے والے کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ پس اس روحانی توجہ اور التفات کو رد روح کے ساتھ تعبیر فرمایا گیا ہے۔ (معارف الحدیث ص ۸۷ ج ۵)

قارئین! اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ درود شریف کے وقت آپ ﷺ کی توجہ درود شریف پڑھنے والے کی طرف ہوتی ہے تو پھر مسلمانوں کو چاہیے کہ کثرت سے درود پاک پڑھا کریں۔تاکہ آپ ﷺ کی توجہ مبارک بھی ہماری طرف کامل ہو اور ہم کامل طور پر آپ ﷺ سے مستفیض ہوسکیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر مبارک میں نماز پڑھنا

حدیث نمبر ۴......''عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان رسول اللّٰہ ﷺ قال: مررت علیٰ موسیٰ لیلة اسری بی عند الکثیب الاحمر وھوقائم یصلی فی قبرہ'' (مسلم شریف ص ۲۶۸ ج ۲) (حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گزر ہوا تو وہ سرخ ٹیلے کے پاس اپنی قبر مبارک میں نماز پڑھ رہے تھے)

فائدہ! معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جسد عنصری کے ساتھ قبر میں کھڑے ہو کر جو نماز پڑھ رہے تھے۔ زندہ تھے۔تبھی تو نماز پڑھ رہے تھے۔ کیونکہ زندہ ہی نماز پڑھ سکتا ہے۔لیکن یہ زندگی عالم قبر کی زندگی ہے جو عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آسکتی ہے اور نہ ہی وہ دیکھ سکتے ہیں۔

حدیث نمبر ۵......حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:''جب بھی ان گھروں میں جو مسجد نبوی کے قریب تھے۔کوئی کیل میخ لگاتا یا آپ کوئی آواز سنتیں تو یہ حکم بھیجتی تھیں کہ خبردار آپ ﷺ کو (آواز سے) تکلیف مت دو۔'' (شفاء السقام ص ۱۷۳)

فائدہ! معلوم ہوا کہ آپ ﷺ روضہ اطہر میں زندہ ہیں۔تبھی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس کا برابر احساس رہتا تھا کہ کوئی بھی آپ ﷺ کو اذیت و تکلیف نہ پہنچائے۔

حدیث نمبر ۶......''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:''میں اپنے حجرے جس میں رسول ﷺ

آرام فرما ہیں۔ بغیر چادر کے داخل ہو جایا کرتی تھی۔ اس خیال سے کہ میرے شوہر اور میرے والد ہی تو ہیں۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں کو دفن کیا تو میں اللہ کی قسم پردے کے ساتھ ہی جایا کرتی تھی اور یہ پردہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کرنے کی وجہ سے تھا۔" (مشکوۃ شریف ص ۱۵۴ ارواہ احمد)

فائدہ! معلوم ہوا کہ روضہ اطہر میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زندہ ہیں اور ان سے حیاء کرنے کی وجہ سے پردہ ہو رہا ہے۔ تو باقی بطریق اولیٰ زندہ ہیں۔

یہ روایت عقلاً جھوٹی ہے

اعتراض...... عام طور پر اشاعتی یہ اعتراض کر دیتے ہیں کہ یہ حدیث جو مسند احمد میں اور مشکوۃ شریف میں ہے۔ یہ عقلاً جھوٹی ہے۔ کیونکہ ام المومنین ایسی جاہلانہ بات نہیں کر سکتیں کہ پہلے میں روضۂ اطہر میں بغیر چادر اور بغیر پردہ کے چلی جاتی تھی اور اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حیاء کی وجہ سے پردہ کے ساتھ جاتی ہوں۔ اس لئے کہ جو نظر چھ فٹ مٹی سے پار ہو سکتی ہے۔ وہ دوپٹہ سے بھی پار ہو سکتی ہے۔ لہٰذا یہ احمقانہ بات ہے۔ ایسی بات ام المومنین نہیں کہہ سکتیں۔

جواب واقعہ کی صورت میں

حضرت مولانا محمد امین صفدر اکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جہلم میں میری تقریر تھی۔ وہاں سے فراغت کے بعد گجرات آیا۔ گجرات والے ساتھی کہنے لگے کہ آپ مہربانی فرمائیں۔ صبح درس دے دیں۔ تو میرا صبح درس طے ہو گیا۔ چونکہ ساتھی اکثر جہلم جلسے پر گئے ہوئے تھے۔ یہاں مجمع تھوڑا تھا تو عنایت اللہ شاہ گجراتی نے گیارہ آدمی تیار کر لئے مجھ پر حملہ کے لئے کہ اس کو صبح درس میں حملہ کر کے قتل کر دو۔ وہ گیارہ آدمی آئے۔ انہوں نے چٹ میں یہی سوال ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والا لکھا کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ام المومنین نے ایسے کہا ہوگا؟ کیونکہ جو نظر چھ فٹ مٹی سے پار ہو سکتی ہے۔ تو کیا ایک چادر سے پار نہیں ہو سکتی؟ میں نے (مولانا محمد امین رحمۃ اللہ علیہ) چٹ پڑھ کر یوں جواب دیا کہ دیکھو بھائی! لوہا جتنا بھی موٹا ہو۔ اس میں سے بجلی گزر سکتی ہے۔ لیکن اگر لوہے کے درمیان میں پتلی سی لکڑی رکھ دی جائے تو بجلی اس لکڑی سے جو بالکل پتلی سی ہے۔ اس میں سے نہیں گزر سکتی۔ انسان اگر اس لکڑی کو ہاتھ سے پکڑ لے تو کچھ نہیں ہوگا۔ اب دیکھو اللہ تعالیٰ نے لکڑی میں بجلی روکنے کی صلاحیت رکھی ہے۔ بالکل اسی طرح لباس میں بھی نظر کو روکنے کی صلاحیت رکھی ہے۔ حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ ان گیارہ آدمیوں میں سے ایک پروفیسر بھی تھا۔ اسے بات سمجھ آ گئی۔ وہ کھڑا ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں لمبا سا ایک چھرا تھا۔ اس نے کہا حضرت آپ نے جس انداز سے بات سمجھائی ہے۔ آج تک کسی نے ہم کو یہ بات نہیں سمجھائی تھی اور آج ہم آپ کے قتل کے لئے آئے تھے اور ہمارا مشن صرف آپ کا قتل ہی تھا۔ لیکن بات یہ ہے آپ نے جس انداز سے مسئلہ سمجھایا ہے۔ ہمیں اس بارے میں کوئی شک نہیں رہا۔

لیکن! ہم اشاعتی جماعت کے معمولی آدمی نہیں۔ بلکہ بڑے کارکن ہیں۔ اس لئے جماعت کو چھوڑنے کے لئے ہمیں کوئی بہانہ چاہیے۔ آپ مہربانی فرما کر سید عنایت اللہ شاہ گجراتی کے آمنے سامنے گھنٹہ آدھ گھنٹہ بات کریں۔ جو دوسرے اشکال ہیں۔ وہ بھی دور ہو جائیں گے اور یوں ہم جماعت چھوڑ دیں گے اور اعلان کر دیں گے کہ شاہ جی! آپ کی بات صحیح نہیں۔ مولوی امین کی بات صحیح ہے۔ اس وجہ ہم جماعت سے نکل رہے ہیں۔ حضرت مولانا نے ان کو فرمایا کہ

میں اپنے سکول ٹائم کے اعتبار سے چار سے پانچ گھنٹے ٹھہر سکتا ہوں۔ اگر آپ ہمت کر کے اسی دوران بات کرا سکتے ہوتو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میں بات کرنے کے لئے تیار ہوں۔ پھر اس کے بعد میں چلا جاؤں گا۔ اب وہ ساتھی جلدی سے گئے اور تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد آئے اور کہنے لگے حضرت مولانا ہم نے شاہ جی! سے بات کی ہے اور پرزور گزارش کی ہے کہ آپ مولوی امین رحمۃ اللہ سے بات کریں۔ لیکن انہوں نے یہ کہہ کر جان چھڑالی ہے کہ مولوی امین رحمۃ اللہ جاہل ہے۔ اس لئے میں اس سے کسی قسم کی بات یا مناظرہ نہیں کروں گا۔ مجھ سے مناظرہ کروانا ہے تو پھر مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ یا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ چکوال والے ان کو لے آؤ یا پھر مولانا صفدر خاں رحمۃ اللہ کو لے آؤ۔ ان کے علاوہ میں کسی سے بات کرنے کے لئے قطعاً تیار نہیں۔ ہم نے شاہ جی اسے بہت کہا کہ اگر مولوی امین رحمۃ اللہ ان پڑھ اور جاہل ہے تو جلدی قابو میں آجائے گا۔ پھر تو آپ ضرور بات کریں۔ اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ ہمارے پلے بھی کچھ پڑے۔ جس انداز سے اس نے درس دیا ہے اور ہمیں سمجھایا ہے۔ ہم نے پہلی دفعہ اس کا یہ انداز دیکھا ہے جو بڑا ہی انوکھا ہے۔ اس کے بعد نہ ہمارے ذہن میں کوئی عقلی شبہ رہ گیا ہے۔ نہ قرآن کی کسی آیات کے بارے میں کوئی اشکال رہ گیا ہے۔ آپ مہربانی کریں چلیں۔ لیکن سید عنائیت اللہ نے بالکل صاف انکار کر دیا ہے۔ وہ ساتھی کہتے ہیں کہ ہم نے جتنا زور لگانا تھا لگالیا۔ شاہ جی! بالکل تیار نہ ہوئے۔ تو ہم یہ کہہ کر ان سے اٹھ کر آگئے کہ ہم تمہاری جماعت سے نکل رہے ہیں۔ (تسکین الاذکیاء ص ۶۶۲) تمہارا اور ہمارا کوئی واسطہ نہیں۔ تو نے ہمیں عرصہ دراز سے دھوکہ دیا ہے اور گمراہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا ہے کہ ہم قائل ہونے سے بھی بچ گئے اور اشاعتیوں والا عقیدہ رکھنے سے بھی بچ گئے۔

عقیدہ حیات انبیاء کرام علیہم السلام اجماع کی روشنی میں

قارئین! آپ حضرات اب ذرا اس عقیدہ کو اجماع کے حوالہ جات کی روشنی میں دیکھیں کہ عقیدۂ حیات پر امت مسلمہ نے کس طرح اجماع کیا ہے اور اس بات کی صراحت کی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ لہٰذا اس مسئلہ میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔

۱...... علامہ سخاوی رحمۃ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ: ''ہمارا ایمان ہے اور ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں رزق ملتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو مٹی نہیں کھا سکتی اور اس عقیدہ پر اہل حق کا اجماع ہے۔ (القول البدیع ص ۱۷۲ ج ۱)

۲...... شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات متفق علیہ ہے۔ اس پر کسی کا اختلاف نہیں۔'' (اشعۃ اللمعات ص ۶۱۳ ج ۱)

۳...... نواب قطب الدین رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔ اس میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں کہ حیات وہاں (یعنی عالم قبر میں) حقیقی اور جسمانی ہے۔ (مظاہر حق ص ۲۲۵ ج ۱)

۴...... علامہ داؤد بن سلیمان البغدادی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ: ''انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات بالاجماع ثابت ہے۔''
(المنحہ ص ۶)

۵...... شیخ الاسلام علامہ یمنی رحمۃ اللہ شارح بخاری فرماتے ہیں: ''جن لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی حیات کا انکار کیا ہے۔ وہ معتزلہ ہیں۔ لیکن صحیح اور یقینی بات یہ ہے کہ انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ مردہ نہیں ہیں۔

عقیدۂ حیات النبی ﷺ علماء دیوبند کی نظر میں

۱...... حضرت اقدس مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ ذاتی صفت ہے۔ ذاتی صفت کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح سورج کی روشنی اپنی ہے۔ کسی کے واسطہ سے روشن نہیں ہے۔ جب کہ چاند کی روشنی ذاتی نہیں۔ بلکہ سورج سے چاند روشنی حاصل کرتا ہے۔ دوسری مثال زمین پر اندھیرا زمین کی ذاتی صفت ہے۔ جہاں زمین ہوگی۔ وہاں اندھیرا لازمی ہوگا۔ ہاں! روشنی کرنے کے لئے آپ کو چراغ جلانا پڑے گا۔ جیسے رات کو چراغ جلاتے ہیں۔ دن کو اللہ تعالیٰ نے چراغ کا انتظام کر دیا ہے۔ جب یہ چراغ جلائیں گے یا سورج آئے گا۔ وہ اندھیرا صرف چھپ جائے گا کہیں۔ بھاگ نہیں جائے گا۔ وہیں موجود ہوگا۔ گویا سورج اور چراغ وغیرہ اندھیرے کے لئے ساتر ہیں۔ اندھیرے کو چھپانے والے ہیں۔ وجود سے ختم کرنے والے نہیں ہیں۔ اندھیرے کا وجود باقی رہے گا۔ جیسے ہی سورج چھپے گا یا چراغ بجھے گا اندھیرا خود بخود آ جائے گا۔ اسی طرح پانی کا ٹھنڈا ہونا بھی پانی کی ذاتی صفت ہے۔ یعنی پانی جہاں ہوگا۔ وہ ٹھنڈا ہی ہوگا۔ اگر گرم ہے تو وہ عارضی طور پر ہوگا اور کسی کے واسطے سے گرم ہوگا۔ جیسے آگ وغیرہ۔ جب گرم ہو گیا تو اگر اس کو تھوڑی دیر رکھ دو تو وہ ٹھنڈا ہو جائے گا اور یہ ٹھنڈک اس کی ذاتی صفت ہے۔ تو خود بخود ظاہر ہو جائے گی۔ گویا گرمائش پانی کی ذاتی صفت کے لئے ساتر بن جاتی ہے اور ٹھنڈک کو چھپا دیتی ہے۔ جیسے ہی گرمائش ختم ہوگی۔ تو وہ ٹھنڈک خود بخود ظاہر ہو جائی گی۔ بالکل اسی طرح آپ ﷺ کی حیات ذاتی صفت ہے۔ کسی کے واسطے سے نہیں ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ صفت آپ ﷺ کو ذاتی صفت عنایت فرمائی ہے۔ درمیان میں کسی کو واسطہ نہیں بنایا۔ جب کہ باقی تمام انسان اور تمام دنیا جہان کی چیزیں ان کو جو حیات ملی ہے۔ وہ آپ ﷺ کی وجہ سے ملی ہے۔ آپ ﷺ کے واسطہ سے ملی ہے۔ اگر آپ ﷺ نے نہ آنا ہوتا تو دنیا جہان میں کوئی چیز نہ آتی۔ نہ پیدا کی جاتی۔ یہ سب کچھ آپ ﷺ کی برکت اور صدقہ ہے۔ تو جب آپ ﷺ کی زندگی اور حیات ذاتی صفت ہے۔ یہ ذاتی صفت کبھی بھی جسم مبارک سے ختم نہیں ہو سکتی۔ البتہ موت کی وجہ سے چھپ جائے گی۔ یعنی آپ ﷺ کی موت آپ ﷺ کی حیات کے لئے ساتر ہے۔ چھپانے والی ہے۔ ختم کرنی والی نہیں۔ جیسا کہ سورج اندھیرے کو وجود سے ختم نہیں کرتا۔ گرمائش ٹھنڈک کو وجود سے ختم نہیں کرتی۔ بلکہ ہوتی ہے اور چھپ جاتی ہے۔ اس طرح آپ ﷺ کی موت بھی آپ ﷺ کی زندگی کے لئے ساتر ہے۔ چھپانے والی ہے۔ وجود سے ختم کرنے والی نہیں کہ موت کی وجہ سے آپ ﷺ کی حیات آپ ﷺ کے جسم مبارک سے ختم ہو جائے ''کل نفس ذائقة الموت'' موت ایک ذائقہ ہے۔ جو ہر ایک نے چکھنا ہے اور ذائقہ تھوڑی سی چیز چکھنے کو کہتے ہیں۔ اسی طرح موت بھی بس تھوڑی سی دیر کے لئے آئی۔ آپ ﷺ نے ذائقہ چکھ لیا۔ اب موت بالکل ختم۔ جب موت ختم تو آپ ﷺ کی ذاتی صفت جو حیات تھی۔ وہ خود بخود ثابت ہو گئی۔ حیات جب ختم ہوئی ہی نہیں تو میراث بھی جاری نہیں ہوگی اور ازواج مطہرات سے کسی کو نکاح کرنے کی اجازت بھی بالکل نہیں ہوگی۔ مسجد نبوی میں موجود سارے حضرات اپنی آواز کو بلند بھی نہیں کریں گے اور آپ ﷺ کا جنازہ مبارک جیسا کہ عرف عام میں پڑھا جاتا ہے۔ ایسے پڑھا نہیں جائے گا۔ (آب حیات ص ۲۰۹)

فائدہ! اب قائلین حیات یعنی حضرات علماء دیوبند یہ کہتے ہیں کہ موت ایک ذائقہ تھا اور اس کا وجود تھا۔ یہ فعل غیر ممتد تھا۔ ختم ہو گیا۔ جب کہ منکرین حیات کہتے ہیں کہ نہیں موت اگرچہ ذائقہ تھا۔ لیکن ابھی تک وہ موت کا

ذائقہ چکھ رہے ہیں۔ وہ موت ختم نہیں ہوئی۔ یہ موت فعل ممتد ہے جو باقی رہنے والا ہے۔ موت حیات کو ختم کرنے والی ہے۔ زائل کرنے والی ہے۔ اس نے آپ ﷺ کی ذاتی صفت کو ختم کر دیا۔ جب موت آئی تو اب آپ کے جسم مبارک میں حیات کا ذرہ بھی باقی نہیں۔ حیات بالکل ختم ہوگئی۔ اب آپ تمام مردوں کی طرح بے جان ہیں۔ آپ ﷺ میں نہ نبوت والی صفت باقی ہے۔ نہ سننے والی صفت باقی۔ سب صفات ختم۔ گویا موت نے ہر چیز کا حق ہی ختم کر دیا۔ یہ ہے عقیدہ منکرین حیات کا۔ اللہ تعالیٰ ایسے عقیدے رکھنے سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

موت کا معنی اور موت کا ممتد وغیر ممتد ہونا اور موت کا وجودی ہونا

قارئین! آپ حضرات یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ اسلام سے قبل زمانۂ جاہلیت میں مشرکین میں یہ عقیدہ پایا جاتا تھا کہ موت صرف اور صرف نام ہے عدم کا۔ یعنی موت آئی تو اس نے ہر شئے کو ختم کر دیا۔ کچھ بھی باقی نہ رہا۔ نہ روح باقی رہی۔ نہ وجود باقی رہا۔ اسلام نے آکر اس ذہنیت کی نفی کی کہ مرنے کے بعد قبر میں ہر شئے مٹی نہیں ہو جاتی۔ گل سڑ نہیں جاتی۔ بلکہ موت کے بعد ہر شئے محفوظ رہتی ہے۔ کوئی چیز ضائع نہیں ہوتی۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں رہتا ہے۔ چاہے جس صورت میں ہو۔ ذرات کی صورت میں ہو یا کسی اور صورت میں ہو۔ موت عدم محض کا نام نہیں۔ بلکہ موت ایک وجود کا نام ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ''الذی خلق الموت والحیوۃ (ملک: ۲)'' (اللہ وہ ذات ہے جس نے موت وحیات کو پیدا کیا) جو چیز پیدا ہوتی ہے۔ اس کا وجود ہوتا ہے۔ جیسے ہوا کا وجود ہے۔ اگرچہ نظر نہیں آتی۔ اسی طرح موت کا بھی وجود ہے۔ اگرچہ نظر نہ آئے۔ جب اس کا وجود مان لیا گیا تو اب اس کا آنا اور پھر ختم ہو جانا ایک فعل ہوا۔ جیسے ہوا کا آنا۔ ہوا کا فعل ہے۔ ایسے ہی کسی انسان کا کہیں سے آنا اور جانا، کمرے میں داخل ہونا، کمرے سے نکلنا۔ یہ انسان کے افعال ہیں۔ فعل یعنی جس طرح کا کام اس نے کیا۔ اب ختم ہو گیا۔ مثلاً داخل ہونے والا ایک کام کیا۔ داخل ہوا تو دخول والا کام ختم ہو گیا۔ یوں نہیں کہ وہ آ رہا ہے اور داخل ہو رہا ہے۔ دخول فعل غیر ممتد ہے۔ بالکل اسی طرح موت ایک آنے والی چیز ہے۔ آئی اور اس کا آنا اب ختم ہو گیا۔ لہٰذا موت فعل غیر ممتد ہوئی۔ یعنی ایسا فعل ہوئی جو کافی دیر تک نہ رہے۔ بلکہ فوراً ختم ہو جائے۔ اب آپ سمجھیں کہ آپ ﷺ کی حیات جو ذاتی صفت تھی۔ وہ بالکل ظاہر ہوگئی۔ جیسے دنیا میں جسم اور روح دونوں کے ساتھ حیات تھی۔ اب بھی ایسے ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ لیکن وہ حیات ہمارے شعور میں نہیں۔ جب کہ منکرین حیات نے موت کا وہی معنی یاد رکھا ہوا ہے جو جاہلیت والا تھا کہ موت آئی اور اس نے روح کے علاوہ سب کچھ فنا کر دیا۔ ہر چیز گل سڑ گئی۔ اب دنیا سے جانے والے انسان کا کچھ باقی نہیں۔ یہ جو ظاہری جسم ہے۔ اسے کچھ دنوں کے بعد مٹی کھا جائے گی۔ جب مٹی نے کھا لیا تو اب قصہ ہی ختم۔ اب صرف روح کے ساتھ سب کچھ ہوگا۔ یہ نظریہ فرقہ معتزلہ کا تھا۔ جن کے جانشین آج منکرین حیات بنے ہوئے ہیں۔ موت کو فعل ممتد مانتے ہیں۔ حالانکہ دنیا جہان میں کوئی فعل ایسا نہیں جو ہمیشہ رہے۔ کچھ افعال اگر باقی بھی رہتے ہیں تو کچھ دیر کے لئے باقی رہتے ہیں۔ جیسے کسی انسان کا سواری کرنا۔ سونا اور جاگنا۔ روزہ رکھنا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ افعال بھی کچھ دیر کے لئے ہوتے ہیں۔ بعد میں ختم ہو جاتے ہیں تو فعل چاہے ممتد ہو یا غیر ممتد۔ اس نے لازمی ختم ہونا ہے۔ لیکن منکرین حیات یہ کہتے ہیں کہ نہیں موت ایسا فعل ممتد ہے۔ جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ جس کی وجہ سے وہ راہ راست سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ اگر اسی معنی کو تعصب کے بغیر منصفانہ عینک چڑھا کر اچھی طرح سمجھ لیں۔ تو انشاء اللہ! سارا اختلاف ہی ختم ہو جائے گا۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا محققانہ قول جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ پر موت آنے کا مطلب یہ ہے کہ صرف آپ ﷺ کو موت کا ذائقہ چکھانا تھا۔ کیونکہ یہ قانون خدوندی ہے۔ جو پورا ہونا تھا اور ذائقہ ایسے چکھایا کہ روح جسم سے علیحدہ ہوئی ہی نہیں۔ بلکہ روح پورے جسم میں جو پھیلی ہوئی تھی۔ وہ روح اب سکڑ اور سمٹ کر آپ ﷺ کے دل مبارک میں جمع ہوگئی۔ اب صرف موت کے وقت دل زندہ تھا اور باقی اعضاء مبارکہ پر موت کے اثرات تھے۔ جو موت کے فوری بعد ختم ہوگئے۔ پھر اسی طرح سب اعضاء میں روح نے کام کرنا شروع کردیا۔ لیکن اب جہان تبدیل ہو چکا ہے۔ پہلے سب کچھ نظر آتا تھا۔ اب نظر کچھ نہیں آئے گا اور دفن کے بعد حسب سابق روح جسم مبارک میں منتشر ہوگئی اور آپ ﷺ روضۂ اطہر میں چلہ نشینوں کی طرح گوشہ نشین ہیں۔ جیسے ہم کسی گوشہ میں علیحدگی اختیار کرلیں۔ آپ ﷺ نے بھی اگلے جہان میں برزخ اور قبر والے جہاں میں گوشہ نشینی اختیار کرلی ہے اور ہم سے روپوش ہوگئے ہیں۔ جہان تبدیل ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ باقی کچھ تبدیل نہیں ہوا۔ (آب حیات ص ۲)

اعتراض...... منکرین حیات اکثر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب وہ دنیا والی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں۔ تو پھر چلتے پھرتے کیوں نہیں۔ جب کہ دنیا میں تو چلتے پھرتے تھے۔ کھاتے پیتے تھے۔ اگر اب بھی زندہ ہیں تو بولتے کیوں نہیں؟ کھاتے کیا ہوں گے؟ پیتے کیا ہوں گے؟ وغیرہ!

جواب...... منکرین حیات نے اگلے جہان کے حالات کو اس جہان کی حالت پر قیاس کیا ہے۔ اس لئے راہ راست سے ہٹ گئے ہیں۔ حالانکہ اگلے جہان کے احکام ہماری عقلوں میں آ ہی نہیں سکتے۔ جتنا قرآن اور حدیث نے بتلایا ہے۔ اس پر ہم ایمان رکھیں۔ اسی کا نام ایمان بالغیب ہے۔ اگلے جہان کی چیزیں ہم یہاں نہیں سمجھ سکتے۔ آپ ﷺ نے جب فرمادیا کہ: ''فنبی اللّٰہ حی یرزق (ابن ماجہ ص ۱۱۸)'' (اللہ کا نبی زندہ ہے۔ رزق دیا جاتا ہے) اب وہ رزق کیا ہوتا ہے۔ اس کی تعیین نہیں کی جاسکتی۔ پھر چونکہ آپ ﷺ جہاں آرام فرما ہیں بالیقین وہ بقعہ مبارک جنت کا خطہ ہے۔ از روئے احادیث مرشح ہے۔ قضائے حاجت وغیرہ کی قطعاً حاجت نہیں ہو گی۔ لہٰذا سرے سے یہ اعتراض ہی غلط ہے کہ وہاں کیا کھاتے ہوں گے؟ کیا پیتے ہوں گے؟ وغیرہ!

اعتراض...... آپ کے ذہن میں یہ سوال اٹھے گا کہ ان کے علماء حضرات ایک بات کیوں نہیں کہتے کہ ان کا آپس میں اختلاف ہے۔ کچھ کہتے ہیں کہ روح علیین میں ہے۔ اس کا تعلق جسد اطہر کے ساتھ ہے۔ کچھ کہتے ہیں کہ روح تو جسد اطہر میں ہے۔ لیکن اس کا تعلق علیین کے ساتھ ہے۔

جواب...... ان کی باتوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ دونوں کے قول صحیح ہیں۔ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی زبردست بات لکھی ہے۔ جس سے دونوں کے قول صحیح ثابت ہوجاتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ: ''آپ کی روح مبارک کا عالم علوی سے بھی تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے آپ ﷺ کی روح مبارک سیر وتفریح کے لئے اعلیٰ علیین اور ملکوت السموات والارض میں جہاں چاہے جاتی ہے۔ یعنی روح کا سیر کے لئے جانا۔ اس کے منافی نہیں کہ تعلق ہی ختم ہوگیا۔'' (سیرت مصطفیٰ ۱۲۶)

بات صاف ہوگئی کہ روح اصل میں جسد اطہر میں ہے سیر کے لئے عالم علوی میں جاتی ہے۔ اعلیٰ علیین میں ہو تو تب بھی اس کا تعلق جسد عنصری سے ہوتا ہے۔ اگر جسد عنصری میں ہو تو تب بھی اس کا تعلق اعلیٰ علیین میں ہوتا ہے۔ یہ ایک دوسرے کے منافی نہیں۔ اب یہ کہنا کہ اگر وہاں اعلیٰ علیین میں ہے تو اس کا تعلق جسد اطہر سے کیسے ہوسکتا ہے؟ تو میں کہوں گا

کہ یہ تعلق ایسے ہوسکتا ہے جیسے سورج زمین سے بہت دور ہے۔لیکن اس کا زمین کی چیزوں کے ساتھ اتنا گہرا تعلق ہے کہ سورج کی روشنی سے ہر چیز روشن ہے اور پکنے والی چیزیں پک جاتی ہیں۔گویا کہ سورج کی وجہ سے ان کو حیات ملی ہوئی ہے۔ اگر سورج نہ ہوتا تو یہ چیزیں نہ روشن ہوتیں اور نہ کبھی پکتیں۔خراب ہوجاتیں۔مردہ ہوجاتیں۔اسی طرح چاند کے زمین کے ساتھ تعلق کی وجہ سے آثار مرتب ہوتے ہیں کہ پھلوں میں مٹھاس آتی ہے۔یہ ان کی حیات ہے۔اگر چاند نہ ہوتو مٹھاس نہیں آئے گی۔یہ ہے ان کا مردہ ہونا۔اگر چانداور سورج کے اتنا دور رہنے کے باوجود زمین کی چیزوں کو حیات مل سکتی ہے۔تو پھر آپ ﷺ کی روح جس کی وجہ سے خود چاند اور سورج کو حیات ملی ہے۔اس کی طاقت اور اس کا اثر سورج کی طاقت اور اثر سے اربوں کھربوں زیادہ ہے۔جب روح مبارک کا اثر زیادہ ہوا تو اس کی وجہ سے جسد اطہر کو حیات مل سکتی ہے۔

__نوٹ__: اہل دانش حضرات متوجہ ہوں کہ روح اعلیٰ علیین میں ہے۔لہٰذا اس کا تعلق نیچے زمین میں جسد اطہر کے ساتھ نہیں ہے۔یہ مفہوم مخالف ہے۔جس کا احناف اعتبار ہی نہیں کرتے۔کیونکہ اعتبار کرنے سے بعض دفعہ تو کفر لازم آتا ہے۔اس وجہ سے مفہوم مخالف کا احناف کے ہاں اعتبار نہیں۔منکرین حیات یا تو احناف کا یہ اصول مان کر اس بات کا اقرار کریں کہ جب مفہوم مخالف مراد نہیں لیا جاسکتا اور ہم لیتے ہیں۔ہم سے غلطی ہوئی ہے۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

۲...... حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:''چونکہ انبیاء علیہم السلام سب کے سب زندہ ہیں۔اس لئے ان کی وراثت کے آگے چلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' (الکوکب الدرری ص ۴۲۳ ج ۱) پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ:''آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں''نبی اللّٰہ حي یرزق'' (ھدایۃ الشیعہ ص ۱۸)

۳...... حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:''ہمارے مشائخ کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔'' (المھند)

۴...... حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:''آپ ﷺ اور تمام انبیاء کرام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی قبروں والی زندگی دنیا والی زندگی کی طرح ہے۔بلا مکلف ہونے کے۔'' (المھند)

۵...... حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:''آپ ﷺ کے اس ارشاد کہ انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں کا مطلب یہ نہیں فقط ان کی روح زندہ ہوتی ہے۔بلکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کرام روح وبدن کے مجموعہ کے ساتھ زندہ ہیں۔'' (تحیۃ السلام ص ۳۶)

۶...... حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:''آپ ﷺ کی قبروں والی حیات اور مشاغل مثلاً اعمال امت کا ملاحظہ فرمانا، نماز پڑھنا، سلام سننا، سلام کا جواب دینا، سب چیزیں ثابت ہیں۔'' (نشر الطیب)

۷...... حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:''آپ ﷺ جیسا کہ سب مانتے ہیں کہ زندہ ہیں اور اپنی قبر میں آذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔(بلا مکلف ہونے کے)'' (فتح الملھم ص ۴۱۴ ج ۲)

۸...... حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ:''آپ ﷺ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ سب عام مؤمنین کو حاصل ہے۔بلکہ جسمانی بھی ہے جس طرح دنیا میں تھی۔بلکہ بہت سی وجوہ سے اس دنیا والی حیات سے بھی اقویٰ اور قوی تر ہے۔ (مکتوبات نمبر ۱۳۰ ج ۱)

۹ ...... حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''انبیاء کرام کی حیات فی القبر کے بارے میں میرا عقیدہ وہی ہے جو اکابرین علماء دیوبند کا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی مزارات مقدسہ میں زندہ ہیں اسی جسد عنصری کے ساتھ جو اس دنیا میں تھا۔ وہ حیات باعتبار ابدان دنیوی بھی ہے اور باعتبار عالم برزخ کے برزخی بھی ہے۔ (مقام حیات ص ۲۷ از مولانا خالد محمود)

فائدہ! علماء دیوبند کے بارے میں مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ علماء دیوبند میں کبھی بھی مختلف فیہ نہیں رہا۔ میرے خیال میں ہر صاحب بصیرت اور عقل سلیم رکھنے والا عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر نہیں ہوسکتا۔ (حوالہ ایضا) جب اکابر کا یہ عقیدہ ہے تو اصاغر کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ عوام الناس غلط قسم کے عقائد رکھنے والوں سے ہوشیار رہیں۔

عقیدۂ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم واقعات کی روشنی میں

قارئین! اب ذرا واقعات سے اس بات کا اندازہ لگائیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اپنے مزارات میں اور خاص طور پر کر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضۂ اطہر میں زندہ ہیں۔ اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔

سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کا خواب

مدینہ منورہ کے مستند مؤرخ علامہ نورالدین سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''وفاء الوفاء ج ۱'' میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ سلطان نورالدین رحمۃ اللہ علیہ زنگی نے اپنی سلطنت کے زمانہ میں تین راتیں مسلسل خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو بدبخت انسانوں کی طرف اشارہ فرما کر یہ حکم دے رہے ہیں کہ مجھے ان بدبختوں سے بچاؤ۔ سلطان نے تیسرے دن اپنے سعادت مند وزیر جمال الدین موصلی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ تو اس نے مشورہ دیا کہ اب یہاں بیٹھنا نہیں چاہیے۔ بلکہ خفیہ طور پر بغیر کسی کو بتائے فوراً مدینہ منورہ پہنچ کر اس صورت حال سے نمٹنا چاہیے۔ چنانچہ سلطان نورالدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے ۲۰ ر خدام خاص اور کافی سارا مال لے کر ۱۶ ر دن سفر کر کے مدینہ منورہ پہنچے اور حکم دیا کہ سب مدینہ والے میرے پاس آئیں۔ میں نے انعام تقسیم کرنا ہے۔ وہ آ کر لے جائیں۔ مدینے والے سب آئے۔ وہ لے کر چلے گئے۔ لیکن وہ دو بدبخت جن کی شکلیں خواب میں دکھائی گئیں تھیں۔ وہ نہ آئے۔ بادشاہ بڑا پریشان کہ یہ کیا ہوا۔ ان میں سے تو کوئی بھی نہیں۔ اس نے پھر لوگوں سے پوچھا کہ ذرا تسلی کرو۔ سارے آ گئے ہیں؟ کوئی رہ تو نہیں گیا؟ لوگوں نے بتایا کہ حضرت باقی تو سب آ گئے ہیں۔ لیکن دو مسافر یہاں مسجد نبوی کے قریب رہتے ہیں۔ وہ رات دن عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ کسی کے پاس نہیں جاتے نہ ہی کسی کو اپنے پاس آنے دیتے ہیں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ان کو ضرور بلواؤ۔ جب ان کو بلوایا گیا تو بادشاہ دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ یہی بدبخت ہیں جن کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے۔ بادشاہ ان کو لے کر ان کے کمرہ میں گیا۔ جستجو و تلاش کے بعد پتہ چلا کہ ایک چٹائی کے نیچے ایک سرنگ ہے جو روضۂ اطہر کے قریب پہنچ چکی ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ بدبختو! یہ کیا شرارت کر رہے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اندلس کے عیسائی ہیں۔ ہماری حکومت نے ہمیں یہاں اس کام کے لئے بھیجا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کو مدینہ سے نکال کر اندلس لے آئیں۔ پھر بعد میں یہ مشہور کر دیں گے کہ مسلمان جھوٹ بولتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک مدینہ منورہ میں ہے۔ اگر سچ ہے تو ہمیں دکھاؤ۔ ہم مسلمان ہونے کے لئے تیار ہیں جب دیکھیں گے تو نہیں ہوگا۔ ذلت اٹھائیں گے اور کچھ لوگ عیسائی ہو جائیں گے۔ جب ساری کاروائی ان کی سن لی تو سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے حکم نامہ جاری کیا کہ ان کی گردنیں اتار کر ان کی لاشوں کو

جلا کر راکھ ہوا میں اڑا دو۔ اس کے بعد روضۂ اقدس کے اردگرد زمین کو پانی تک کھدوایا اور سیسہ اور قلعی پگھلا کر دیوار پختہ بنادی جو روضۂ مبارک کے اندر ہے اور جالیوں سے نظر آتی ہیں۔ (تاریخ مدینہ اور رحمت کائنات)

فائدہ! مذکورہ بالا واقعہ سے بخوبی اندازہ ہوا کہ اسی روضۂ اطہر میں آپ ﷺ جسم عنصری کے ساتھ زندہ ہیں۔ آپ ﷺ سلام سن لیتے ہیں اور اس کا جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔ اگر روح علیین میں اور رفیق اعلیٰ میں ہوتی اور اس کا تعلق جسم عنصری سے نہ ہوتا۔ جیسے منکرین حیات کہتے ہیں تو یہ واقعہ کبھی بھی سامنے نہ آتا اور عیسائی بھی اپنے منصوبے میں کامیاب ہو جاتے۔ سلطان نورالدین رحمہ اللہ کو خواب آنا۔ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ مسجد نبوی کی حد تک سب کی باتوں کو سنتے ہیں اور سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔ آپ ﷺ تکلیف بھی محسوس کرتے ہیں۔ اگر کوئی مسجد نبوی میں بے ادبی کرے۔ اونچی آواز سے بولے۔ شور کرے یا کوئی فحش کلام کرے۔ جیسا کہ اس واقعہ سے آپ حضرات نے بخوبی اندازہ لگایا ہوگا۔

ایک آدمی کا حج پر جانا

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ نے اپنی ایک تقریر میں بیان فرمایا کہ ایک سال میں حج کے لئے گیا ہوا تھا۔ تو سرائے عالم گیر ضلع جہلم کے دو شخص باپ اور بیٹا۔ وہ بھی گئے ہوئے تھے۔ باپ کا دوسرا حج تھا اور بیٹے کا پہلا۔ حج سے واپسی پر میری ملاقات کے لئے چکوال آئے تھے۔ یہ ذات کے مہاجر تھے۔ بیٹا ذرا اچھی صحت والا تھا اور داڑھی بھی رکھی ہوئی تھی۔ بیٹے نے حج کے حالات سناتے ہوئے ایک عجیب واقعہ سنایا۔ وہ یہ کہتا ہے کہ میں مکہ مکرمہ میں اکثر و بیشتر کھانے پینے سے فارغ ہو کر بیت اللہ کے قریب جا کر بیٹھ جاتا تھا۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ بیت اللہ کے قریب کچھ لوگ اکٹھے ہیں۔ میں بھی وہاں گیا تو ایک آدمی اپنا واقعہ سنا رہا تھا اور تھا بھی فیصل آباد کا۔ لوگ بڑی توجہ سے سن رہے تھے۔ تو میں نے بھی توجہ کی۔ وہ یہ کہہ رہا تھا کہ جب میں مدینہ شریف زیارت کے لئے گیا تو جتنے دن وہاں رہنا تھا۔ وہ دن ختم ہو گئے۔ آخری دن جب قافلہ کی واپسی تھی تو آپ ﷺ کے روضہ مبارک کی جالیوں سے جا لگا اور مسئلہ کا علم بھی نہیں تھا۔ قانون بھی نہیں جانتا تھا۔ جالیوں کو بوسہ دینا شروع کر دیا تو وہاں جو سپاہی پہرہ داری کے لئے متعین تھا۔ اس کے ہاتھ میں جائے نماز تھی۔ اس نے مجھے تنبیہ کے لئے میرے سر پر ماردی۔ چونکہ پاکستان میں میری گالیاں دینے کی عادت تھی تو میں نے اس سپاہی کو گالی دے دی۔ تو اللہ تعالیٰ نے میری زبان پکڑ لی۔ اب زبان سے بولنا بالکل بند ہو گیا۔ وہ آدمی کہتا ہے میں نے زور لگایا۔ کھانسی کی کہ پتا نہیں کیا ہو گیا۔ بہت کوشش کی۔ کچھ بھی نہ بنا۔ بال آخر میں سمجھ گیا میں نے روضہ کے قریب کھڑے ہو کر جو گالی دی ہے۔ یہ اس کا عذاب ہے۔ واپس آنا تھا۔ واپسی پر بہت برا حال۔ بڑی پریشانی۔ دل میں اللہ سے توبہ، استغفار کہ یا اللہ مجھے معاف فرما دے۔ جب میں مکہ مکرمہ آیا۔ خانہ کعبہ میں گیا۔ جو امام نماز پڑھاتا تھا۔ اس کو میں نے پرچی لکھ کر ساری بات بتائی اور دعا کی درخواست کی۔ اپنی گستاخی کا اعتراف کیا۔ گناہ کا اعتراف کیا۔ تو امام صاحب نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو مایوس نہیں کرتا۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ تو بھی گڑگڑا کر دعا کر۔ ہم بھی دعا کرتے ہیں۔ نوجوان نے کہا میں توبہ و استغفار کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی کہ میری زبان کھول دی۔ اب دیکھو میری زبان بول رہی ہے۔ میں تمہیں یہ واقعہ اس لئے سنا رہا ہوں تم نہ ایسی گستاخی کرنا۔ (یادگار خطبات ص ۱۱۸)

فائدہ! روضہ پاک میں آپ ﷺ زندہ ہیں۔ سلام وکلام سنتے ہیں۔ بری باتوں سے تکلیف بھی محسوس کرتے ہیں۔ اس لئے وہاں جانے والے ذرا ادب کا خیال رکھا کریں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات

قارئین کرام! جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو لوگوں نے کفن وغیرہ کا انتظام کر کے نماز جنازہ پڑھ کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی چارپائی کو آپ ﷺ کے روضہ مبارک کے سامنے دروازہ پر رکھ دیا اور پھر آپ ﷺ کو مخاطب کر کے یوں عرض کی کہ:''السلام علیک یارسول اللّٰہ ھذا ابوبکر''(سلامتی ہو یا رسول اللہ آپ پر۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے سامنے حاضر ہیں) اندر سے پیاری پیاری آواز آئی:''ادخلوا الحبیب الی الحبیب''(دوست کو دوست کے ساتھ داخل کر دو اور ملا دو) اور روضہ مبارک کا سبز دروازہ خود بخود کھل گیا۔ یعنی فرشتوں نے کھول دیا اور اس آواز کو موجود تمام حاضرین نے سنا۔ (تفسیر کبیر ص ۴۷۸ ج ۵)

فائدہ! نام نہاد توحیدی حضرات عوام کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خطبہ آدھا بلکہ صرف وہ الفاظ جن میں صرف یہ ثابت ہو کہ آپ ﷺ پر موت کا واقعہ ہونا حق تھا۔ وہ موت واقعہ ہو چکی ہے۔ یہ سنا کر تاثر یہ دینا چاہتے ہیں کہ العیاذ باللہ! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی اس بات کے قائل تھے کہ مرنے کے بعد روح مبارک کا جسم عنصری سے کوئی تعلق نہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد مجھے روضہ کے سامنے لے جانا اور اجازت مانگنا۔ اگر اجازت مل جائے تو روضہ میں دفنا دینا۔ ورنہ قبرستان میں مجھے عام مسلمانوں میں دفن کر دینا۔ اب اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہی عقیدہ ہوتا جو منکرین حیات الزام لگاتے ہیں تو کبھی یہ وصیت نہ کرتے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ وصیت ہے بھی بالکل آخری وقت میں جس سے رجوع ممکن ہی نہیں اور حاضرین نے جو آواز اندر سے سنی وہ اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ روضہ مبارک میں زندہ ہیں۔

واقعہ حرہ کا پیش آنا

حضرت سعید بن مسیب تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سن ۶۳ ھ میں واقعہ حرہ پیش آیا تو دس ہزار سے زیادہ مدینے والے لوگوں کو شہید کر دیا گیا۔ لوگوں نے اپنے آپ کو بچانے کے لئے نمازوں کو اپنے گھروں میں ادا کرنا شروع کر دیا۔ میں اکیلا مسجد نبوی میں رہتا تھا اور کوئی بھی نماز کے وقت مسجد میں نہ آتا تھا۔ آذان بھی مسجد نبوی میں کچھ دن نہیں ہوئی۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو روضہ مبارک سے آذان کی آواز آتی۔ میں اپنے کانوں سے سنتا اور اپنی نماز پڑھ لیتا۔ روضہ اقدس سے اقامت کی آواز بھی آتی تھی۔ (وفاء الوفاء ص ۳۱۴ ج ۱)

فائدہ! آپ نے اس واقعہ سے کیا اندازہ لگایا کہ روضہ اقدس میں اجسام مطہرہ بغیر روح کے ہیں یا روح مبارک اجسام میں موجود ہے؟ اور وہ لوگ دنیاوی زندگی سے بھی اعلیٰ زندگی میں اپنا وقت گزار رہے ہیں۔ فیصلہ آپ کی ذات پر۔

روضۂ مبارک سے آواز کا آنا

تاریخ مدینہ منورہ کو مرتب کرنے والے مستند مصنف حضرت مولانا ابن النجار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا واقعہ ابراہیم بن بشار رحمۃ اللہ علیہ کو سنایا کہ جب میں حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ گیا اور آپ ﷺ کے روضہ اطہر پر حاضری دی اور

سلام عرض کیا تو روضہ مبارک سے آواز آئی وعلیک السلام کہ تجھ پر بھی سلامتی ہو۔ (وفاء الوفاء ص ۵۲ ۱۳ ج ۴)

فائدہ! جن لوگوں نے آپ ﷺ سے اپنے تعلق کو مضبوط کیا ہوتا ہے اور درود کی کثرت رکھتے ہیں اور شریعت کے پورے پابند ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ایسے ایسے انعام سے نوازتے ہیں کہ انسان کے وہم گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ جیسا کہ آپ نے اس واقعہ سے اندازہ لگایا اور ساتھ ساتھ یہ بات بھی کہ روضہ اطہر میں آپ ﷺ زندہ ہیں اور ہر کسی کا سلام سنتے بھی ہیں اور اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔ وہ جواب بعض دفعہ اتنا ظاہر ہوتا ہے کہ مسجد نبوی میں موجود سب لوگ سنتے ہیں۔

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو سلام کا جواب

حضرت مولانا قاضی سجاد حسین رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ عالیہ فتح پور ہندوستان دہلی میں مدرس تھے۔ وہ بیان فرماتے ہیں کہ مجھے مولانا مشتاق احمد صاحب نے بیان کیا ہے کہ جب میں مدینہ منورہ میں حاضری کے لئے روضہ رسول ﷺ پر پہنچا تو وہاں کے بڑے بڑے مشائخ سے میں نے یہ تذکرہ سنا کہ اس سال روضہ مبارک سے بڑا حیرت انگیز واقعہ سامنے آیا ہے کہ ایک نوجوان جس کا نام مولانا سید حسین احمد مدنی ہے (نور اللہ مرقدہ) اس نے روضہ اطہر ﷺ پر حاضر ہو کر جب صلوٰۃ وسلام پڑھا تو اندر سے آواز آئی۔ وعلیک السلام! وہاں مسجد نبوی میں موجود سب لوگوں نے سنا۔ (الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر)

فائدہ! جہاں حضرات علماء دیوبند کی شان اور عظمت کا آپ حضرات اندازہ لگا رہے ہیں۔ وہاں ان کے عقائد کی صحت کا بھی آپ حضرات کو اندازہ ہو رہا ہوگا کہ ان کے جو عقائد ہیں وہ بالکل ٹھیک ہیں۔ خصوصاً عقیدۂ حیات النبی ﷺ بالکل واضح ہے۔ اشاعتیوں کا یہ عقیدہ کہ صرف روضہ میں خالی جسم ہے۔ روح کا کوئی تعلق نہیں۔ اس کا بطلان بھی واضح ہو گیا۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا صلوٰۃ وسلام عرض کرنا

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جو علماء دیوبند کے سروں کے تاج ہیں۔ ان کے متعلق حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے فضل وکرم سے جب بھی میں آپ ﷺ کے پڑوس مبارک پہنچ کر صلوٰۃ وسلام عرض کرتا تو ہر بار آپ ﷺ کے جواب سے مستفیض ہوتا۔ یعنی آپ ﷺ جواب دیتے تو میں اس کو سنتا۔ (امداد المشتاق)

روضۂ مبارک سے ہاتھ کا ظاہر ہونا

حضرت سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ اولیائے کرام میں سے تھے۔ آپ کا واقعہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ حضرت سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ روضہ اطہر پر پہنچے۔ شدت شوق اور محبت سے چند اشعار پڑھے۔ جن کا ترجمہ اور خلاصہ یہ ہے کہ یارسول اللہ میں جب دور تھا تو اپنی روح کو بھیج دیتا تھا۔ وہ اس پاکیزہ زمین کو آکر چوم لیتی تھی۔ اب تو میں اپنے بدن کے ساتھ حاضر ہو گیا ہوں۔ اس لئے شفقت اور کرم والا معاملہ فرمایئے کہ اپنا ہاتھ مبارک اندر سے ظاہر فرمادیں۔ تاکہ میرے ہونٹ بھی بوسہ لے کر شرف حاصل کریں۔ تو ان کا یہ کہنا تھا کہ اچانک روضہ مبارک سے ہاتھ مبارک ظاہر ہوا۔ انہوں نے اس کو بوسہ دیا۔ پھر بے ہوش ہو گئے اور اس وقت ہاتھ مبارک کے نور سے سورج بھی بے نور ہو گیا تھا۔ اس وقت مسجد نبوی میں تقریباً نوے ہزار کا مجمع تھا جس میں بڑے بڑے اولیاء اور بزرگ موجود تھے۔ (بنیان المشید فضائل درود شریف از مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ)

فائدہ! ان واقعات سے عقیدہ حیات النبی ﷺ کتنی صداقت اور وضاحت کے ساتھ ثابت ہو رہا ہے۔اب بھی اگر کوئی قسمت کا مارا انکار کر دے تو سوائے ناکامی کے کوئی چیز ہاتھ نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ صحیح عقیدہ رکھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین!

ایک عالم کا خواب

تیونس کے ایک عالم جن کا نام ایمن ابوالبرکات بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد (یعنی چودہ پشت کے اجداد کا نام محمد ہی تھا) نے مدینہ منورہ میں کافی زمانہ گزارا۔ جب وہاں سے جانے کا ارادہ کیا تو سید دوعالم ﷺ نے خواب میں فرمایا کہ تو نے کس طرح مدینہ منورہ سے جانے کا ارادہ کر لیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنا ارادہ چھوڑ دیا اور باقی وقت مدینہ ہی میں گزارا اور ۷۳۴ھ کو مدینہ منورہ ہی میں انتقال فرمایا۔ (رحمت کائنات)

فائدہ! اگر روضہ اطہر میں آپ ﷺ زندہ نہ ہوتے اور آپ ﷺ کو کسی کی کچھ خبر نہ ہوتی تو کیا اس بزرگ کو ایسا خواب آسکتا تھا؟ ایسے خواب کا آنا دلیل ہے اس بات کی کہ علماء دیوبند کا عقیدہ حیات النبی ﷺ بالکل صحیح اور ٹھیک ہے۔ قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ لکھنے کے بعد مزید لکھا ہے کہ: ''تیونس ملک کے بادشاہ نے اس بزرگ سے وطن واپس آنے کی درخواست کی۔ حضرت واپس آ جائیں تو حضرت نے فرمایا کہ اب اگر مشرق و مغرب کی حکومت بھی دے دی جائے اور یہ کہا جائے کہ مدینہ منورہ چھوڑ دو۔ تو ایسے ہرگز نہیں ہوگا۔ میں کبھی بھی آپ ﷺ کا قرب نہیں چھوڑوں گا۔ (البدر الطالع ص ۱۴۰ ج ۱)

منکرین حیات کے اعتراضات اور ان کے جوابات

اعتراض...... پہلی آیت ''انک میّت وانهم میّتون (زمر: ۳۰)'' (بے شک آپ بھی وفات پانے والے ہیں اور وہ بھی وفات پانے والے ہیں) دوسری آیت: ''ومامحمد الارسول ۰ قد خلت من قبله الرسل ۰ اَفائن مَات اوقتل انقلبتم علی اعقابکم (آل عمران: ۱۴۴)'' (اور نہیں ہیں محمد (ﷺ) مگر رسول۔ بے شک گزرے ہیں ان سے پہلے بہت رسول۔ پھر اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو تم پھر جاؤ گے الٹے پاؤں؟) اسی طرح احادیث کے اندر یہ الفاظ آتے ہیں جو آپ ﷺ کی وفات مبارک پر دلالت کرتے ہیں۔ جیسے ''قبض النبی ﷺ . . . توفی رسول اللّٰہ ﷺ'' یا اس قسم کی کوئی آیت یا حدیث یا قول جس سے صراحتاً یا کنایتہً یہ بات ثابت ہو رہی ہو کہ آپ ﷺ کو موت آئے گی یا آ چکی ہے۔ ان سب کو منکرین حیات لے کر اعتراض کرتے ہیں کہ دیکھو جی! آپ ﷺ پر موت آ چکی ہے۔ لہٰذا آپ کا جسد اطہر روضہ اطہر میں بغیر روح کے تعلق کے ہے۔ جب روح کا کوئی تعلق نہیں تو وہ مردہ ہوئے۔ نہ کہ زندہ۔ جب آپ ﷺ قبر میں مردہ ہو گئے تو باقی انبیاء کرام علیہم السلام اور عام لوگ سب کے سب بطریق اولیٰ مردے ہوئے۔ مولوی شہاب الدین خالدی جس کا تعلق اشاعتیوں سے ہے۔ اس نے اپنی کتاب عقیدۃ الامت کے ص ۷۲ پر لکھا ہے کہ: ''ہمارا موقف اظہر من الشمس ہے کہ موت کی وجہ سے روح جسم سے نکل جاتی ہے اور روح کا جسم سے کوئی تعلق نہیں رہتا اور نہ روح جسم میں کوئی تصرف کرتی ہے۔'' قائلین حیات کا عقیدہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ روح جسم میں دوبارہ آ جاتی ہے یا روح کا جسم سے ایسا تعلق قائم ہو جاتا ہے جس سے مردہ جسم میں زندگی کے آثار پیدا ہو جاتے

ہیں۔ آگے لکھتا ہے کہ یہ تمام حیاتی سو فیصد غلط ہیں۔ ان کا عقیدہ بہر حال غلط اور ناحق ہے۔

جواب:۱...... قارئین کرام! میں نے شروع میں منکرین حیات کا عقیدہ لکھتے ہوئے ایک بات لکھی تھی۔ وہ یہ کہ ان منکرین حیات کے سارے دلائل اس بات پر ہوں گے کہ موت آچکی ہے اور میں یہ لکھ چکا ہوں کہ اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں کہ موت نہیں آئی۔ بلکہ سب یہی کہتے ہیں کہ موت کا واقع ہونا حق ہے۔ وہ واقع ہو چکی ہے۔ اب اس پر دلائل دینا یہ تحصیل حاصل ہے۔ یعنی اقرار کی ہوئی بات کا پھر اقرار کرانا ہے۔ موت آنی تھی۔ وہ آگئی۔ یہ کام لغو اور باطل ہے۔ جب ہم نے مان لیا ہے کہ موت واقع ہو چکی ہے۔ اسی دنیا میں اور اسی جسم عنصری پر۔ پھر اس بات پر زور لگانے کی کیا ضرورت ہے کہ: "انک میّت وانھم میّتون" (آپ مرنے والے ہیں اور وہ بھی مرنے والے ہیں) اس سے الحاد و بے دینی پھیلانا اپنے آپ کو اور عوام الناس کو گمراہ کرنا ہے یا اسی طرح دوسری آیات اور احادیث وغیرہ جن میں موت کے وقوع کا وعدہ ہے جیسا کہ: "کل نفس ذائقة الموت" یہ آیات و احادیث پڑھنا اور یہ کہنا کہ موت آنی تھی۔ وہ آگئی۔ ان آیات و احادیث کا تعلق فقط وعدہ موت سے ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ ہمیشہ ہمیشہ کی موت مر گئے۔ یہ تحریف قرآن اور تحریف حدیث ہے۔ ہاں! اگر ہمیں سنانا ہے تو پھر کوئی آیت یا حدیث یا کسی سنی عالم کا قول اپنے اس عقیدہ پر سناؤ کہ مرنے کے بعد اسی قبر میں روح کا کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔ یعنی بغیر تحریف کئے صاف صاف لفظوں میں ہمیں اپنے عقیدہ پر کوئی ایک قول کسی سنی عالم کا دکھا دو کہ موت کے بعد روح کا جسم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس پر ان کے پاس دلیل نہیں اور نہ ہی قیامت تک ان کو ملے گی۔ ہاں! قائلین حیات کا عقیدہ ہے کہ روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ اسی زمینی قبر میں۔ اس پر صاف صاف لفظوں میں یہ بات آگئی کہ: "الانبیا احیاء فی قبورھم یصلون" (انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں قبروں میں) جب زندہ ہیں تو یہ ثابت ہوگیا کہ وہ روح خود اسی جسم عنصری میں ہے اور اس کا تعلق علیین کے ساتھ بھی ہوگا جس طرح ہم نے دلیل دی ہے۔ تم بھی صراحت کے ساتھ نہ صحیح تو چلو ضعیف سی کوئی دلیل لے آؤ۔ جس میں یہ بات ہو کہ روح کا جسم کے ساتھ تعلق نہیں ہوتا۔

قارئین کرام! یہ بات تو انصاف کی ہے اور انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ جب عقیدہ یہی ہے تو دلیل بھی اس پر ہونی چاہیے۔ نہ کہ دلیل اس پر دیتے رہیں کہ موت آئی ہے۔ روح نکل گئی ہے اور روح جنت میں ہے۔ موت کا آنا اور روح کا جسم عنصری سے نکل جانا۔ پھر روح کا جنت یا جہنم میں علیین اور سجین میں رہنا۔ یہ قطعاً دلیل نہیں اس بات کی کہ اب روح واپس نہیں آسکتی۔ یا روح کا جسم عنصری سے تعلق نہیں ہوسکتا۔ کیا اگر روح نکل جائے تو پھر اس کا واپس آنا ناممکن ہے۔ جیسے تم سمجھتے ہو۔ تو پھر سوئے ہوئے آدمی کی روح بھی نکل جاتی ہے۔ تو پھر وہ کیوں واپس آجاتی ہے؟ جو جواب اس کا تم دو گے۔ وہی ہم اس کا جواب دیں گے۔ اسی طرح یہ کہنا کہ روح علیین میں ہے۔ لہٰذا اس کا کوئی تعلق نہیں ہوسکتا۔ یہ بھی آپ کی دلیل قطعاً درست نہیں۔ آپ کا اپنا خیال اور عقل پرستی ہے کہ جب روح علیین میں اتنی دور ہے تو پھر کیسے تعلق ہوسکتا ہے۔ کیونکہ سوئے ہوئے کی روح بھی نکل کر چلی جاتی ہے۔ لیکن اس کا تعلق جسم عنصری سے رہتا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی علیین میں ہونے کے باوجود تعلق رہے گا۔ یہ کوئی بعید از عقل بات نہیں اور اسی طرح سورج بھی اتنی دور ہے۔ چاند بھی اتنی دور ہے۔ لیکن ان کا زمین کی چیزوں کے ساتھ ایسا تعلق ہے کہ تمام چیزوں کے پکنے اور میٹھا ہونے کا دارومدار انہی کی روشنی پر ہے۔ جب یہ تعلق ہوسکتا ہے تو پھر روح کا تعلق بھی جسم عنصری کے ساتھ قبر میں ہوسکتا ہے۔ کوئی عقل کے خلاف بات نہیں۔

جواب: ۲......قرآن اور حدیث میں کہیں یہ بات آ ہی نہیں سکتی کہ قرآن نے کہہ دیا ہو کہ آپ ﷺ مردہ ہیں۔ کیونکہ اگر قرآن کہہ دے کہ آپ مردہ ہیں تو قرآن کس پر نازل ہو رہا ہے؟ مردے پر نازل ہو رہا ہے؟ اسی طرح حدیث میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی کہ آپ ﷺ نے فرمادیا ہو کہ میں مردہ ہوں۔ کیونکہ جیتے جی کون اپنے آپ کو مردہ کہہ سکتا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن اور حدیث سے تو منکرین حیات قطعاً استدلال نہیں کر سکتے۔ البتہ معتزلہ رافضی خارجی دوسرے فتنوں سے تحریف شدہ کوئی دلیل لے آئیں تو کوئی بعید نہیں۔ (الجنس یمیل الی الجنس کے تحت) باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال میں یہ بات آ گئی کہ آپ ﷺ پر موت طاری ہوئی ہے۔ اس کا کوئی انکاری نہیں۔ اس پر دلیل دینے کی ضرورت نہیں۔ جس پر دلیل دینے کی ضرورت ہے۔ وہ دلیل دیتے نہیں۔ کیونکہ ہو تو دیں اور یہ جو آیات اعتراض میں لکھی ہیں۔ ان سے قطعاً یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ مرنے کے بعد روح کا جسم سے تعلق نہیں ہوتا۔ ان سے صرف یہ ثابت ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ کی موت آنے والی ہے اور وہ وعدہ پورا ہو گیا۔ وعدہ پورا ہونے کے فوراً بعد پھر قرآن و حدیث کی رو سے اسی روح کا دوبارہ جسم کے ساتھ تعلق قائم کر دیا گیا ہے۔

منکرین حیات سے بات کرنے کا طریقہ

قارئین! اگر کہیں منکرین حیات سے بات کرنے کا موقعہ مل جائے تو وقت ضائع کرنے کی بجائے اسے پابند کیا جائے کہ بھائی اپنا عقیدہ واضح کرو کہ روح کا جسم سے تعلق ہے یا نہیں؟ اگر کوئی تعلق نہیں تو پھر اس عقیدے پر دلیل دے۔ دلیل صرف اس پر ہو کہ روح کا جسم سے تعلق نہیں اور کسی قسم کے دلائل تم نے سننے ہی نہیں۔ کیونکہ جو دلائل دے گا وہ صرف اس پر ہوں گے کہ روح جنت میں ہے۔ موت آ گئی ہے۔ میت ہے۔ مردہ ہے۔ علیین میں روح ہوتی ہے۔ ان چیزوں سے نہ ہمارا اختلاف ہے، نہ ہم انکار کرتے ہیں۔ ایسے دلائل کی قطعاً کوئی حاجت نہیں۔ اسے اس بات کا پابند کریں کہ صرف اپنے اس عقیدہ پر کہ روح کا جسم سے تعلق نہیں، دلیل دے اور بس۔ جب اس بات کا پابند کر لیں گے تو بات کرنی آسان ہو گی اور فریقین کسی کنارے جا لگیں گے اور بحث و تمحیص کا کوئی نہ کوئی نتیجہ ضرور نکل آئے گا۔ ورنہ خالی وقت کا ضیاع ہو گا اور پانی میں مدھانی مارنے کے مترادف ہو گا۔

اعتراض......منکرین حیات کہتے ہیں کہ جب روح کا جسم سے تعلق ہے اور یہ زندہ ہے۔ تو پھر اس کو میت اور مردہ کیوں کہتے ہو؟ اور پھر میت کے لفظ کیوں قرآن و حدیث میں استعمال ہوئے ہیں؟ تم نے اس کو کیوں دفن کیا؟ قبر میں زندہ کو دفن کرتے ہو؟

جواب......میت اور مردہ ہم اس دنیا کے لحاظ سے کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کی دنیا والی زندگی ختم ہو گئی اور دنیا میں جو روح کا جسم کے ساتھ تعلق تھا۔ وہ ختم ہو گیا ہے۔ اسی وجہ سے دنیا کے اندر رہتے ہوئے ہم یہی کہیں گے کہ یہ مردہ ہے۔ میت ہے۔ یہ بات کہ قبر میں زندہ ہیں اور روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہے۔ یہ عالم برزخ اور عالم قبر کے لحاظ سے کہتے ہیں کہ وہ قبر میں زندہ ہیں۔ دونوں باتوں میں کوئی تعارض اور تقابل نہیں۔ میت دنیا کے لحاظ سے ہے اور زندہ برزخ کے لحاظ سے ہے۔ منکرین حیات کو جو دھوکہ لگا ہے۔ وہ یہی ہے کہ انہوں نے دونوں باتوں کو ایک کر دیا۔ تعارض اور تقابل کی صورت پیدا کر لی کہ جب میت ہے تو پھر زندہ نہیں ہو سکتا۔ یعنی میت کا لفظ بولنے سے دنیاوی مردہ مراد لیتے ہیں۔ پھر زندگی بھی دنیاوی مراد لیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کو دھوکہ لگا ہوا ہے۔ اگر اس کو سمجھ لیں تو انشاء اللہ! کوئی اشکال نہیں رہے گا۔

اعتراض ...... جب قرآن پاک میں ہے کہ:"اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون" (مرنے والے مردہ ہیں زندہ نہیں اور نہ ہی وہ شعور رکھتے ہیں کہ کب اٹھائیں جائیں گے) اسی آیت سے منکر حیات مولوی شہاب الدین خالدی نے اپنا اجتہاد کر کے یہ بات ثابت کی ہے کہ روح کا جسم سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ:"یہ بات واضح ہے کہ جن کو پوجا جاتا ہے وہی فی الحال اس وقت بھی مردہ ہیں۔ بے جان ہیں۔ ان کا جسم ایسی میت ہے جس میں روح نہیں۔ اموات، میت کی جمع ہے۔ میت اسی کو کہتے جس میں نہ روح ہو، نہ ہی روح کا اس کے ساتھ تعلق ہو۔ میت کو ہم میت اس لئے کہتے ہیں کہ روح اس سے نکل گئی ہے اور اب روح کا اس کے ساتھ تعلق نہیں۔ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے۔ اس کو معلوم تھا کہ بہت سارے لوگ اپنے غلط عقیدے سے چمٹے رہنے کے لئے موت اور میت کے معنی میں غلط تاویل کریں گے اور دھوکہ سے کام لیں گے۔ اس لئے علام الغیوب نے اموات کی وضاحت فرمادی۔ غیر احیاء! یعنی مردے وہ ہیں جو زندہ نہ ہوں۔ یعنی جن میں نہ روح ہو اور نہ ہی روح کا جسم سے تعلق ہو۔ جس میں زندگی کے کوئی آثار نہ ہوں۔ (عقیدۃ الامت ص ۱۴۳)

جواب: ۱ ...... آپ حضرات اگر دنیا کی کوئی لغت کی کتاب اٹھا کر دیکھ لیں تو آپ کو میت کا وہ معنی جو منکر حیات نے کیا ہے۔ یعنی میت کہتے ہیں۔ جس میں روح نہ ہو اور نہ ہی روح کا تعلق ہو۔ یہ معنی آپ حضرات کو کسی لغت کی کتاب میں نہیں ملے گا اور نہ ہی ان منکرین حیات کی کسی کتاب یا کسی تفسیر میں آپ کو ملے گا۔ یہ ان کا اپنا اجتہاد بغیر دلیل کے ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ آیت اتری ہی بتوں کے بارے میں ہے۔ مشرکین کی تردید کے لئے۔ کیونکہ مشرکین اکثر وبیشتر بتوں کی ہی عبادت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ جن کی یہ پوجا کرتے ہیں۔ وہ تو ہیں ہی غیر ذی روح۔ جن میں سرے سے روح ہوتی ہی نہیں ہے۔ جیسے، پتھر، درخت وغیرہ۔ جب یہ آیت ہے پتھروں کے تراشے ہوئے بتوں کے لئے تو ان سے استدلال قطعاً درست نہیں۔ ان منکرین حیات نے بتوں والی آیات کو انبیاء کرام علیہم السلام پر چسپاں کر دیا۔ یہ بہت بڑی گستاخی ہے۔ اگر بالفرض اس میں تمام وہ معبودان لے لئے جائیں جن کی دنیا کے اندر کسی زمانہ میں بھی پرستش ہوتی رہی۔ خواہ وہ حجر کے تھے یا شجر کے اور مشرک لوگ ان کی عبادت کرتے تھے۔ ان کو سمجھانا مقصود تھا کہ وہ مردہ ہیں۔ زندہ نہیں۔ تم عقل نہیں رکھتے کہ ان کی پوجا کرتے ہو۔ جب کہ انہیں نہ اپنے جی اٹھنے کا علم ہے اور نہ تمہارے جی اٹھنے کا۔ معبود تو وہ ہوتا ہے جسے"ماکان ومایکون" کا علم ہو اور وہ صرف اللہ ہے۔ باقی اس آیت سے قطعاً یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ وہ عالم برزخ میں یا عالم قبر میں اموات غیر احیاء ہیں۔ کیونکہ اگر یہی مطلب لے لیا جائے تو پھر تمام وہ احادیث جن میں عذاب قبر کا ذکر ہے اور وہ تمام آیات مبارکہ جن میں عذاب قبر کا ذکر ہے۔ سب کا باطل ہونا لازم آتا ہے۔ العیاذ باللہ! حالانکہ وہ حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ لہٰذا منکرین حیات کا اس آیت سے استدلال نقل وعقل کے خلاف ہے۔ آیت کا تعلق سرے سے اس موضوع سے ہے ہی نہیں۔ سیاق وسباق میں معبودان باطلہ اور ان کی پوجا کرنے کی تردید ہے۔ قائلین حیات کی نہیں۔ غلط استدلال کر کے قائلین حیات کی تردید کرنا سراسر تحریف قرآن ہے۔

جواب: ۲ ...... اس آیت سے اگر عام مراد لے لیا جائے کہ جن کو خدا کی خدائی میں شریک کیا گیا۔ وہ فوت شدہ ہیں۔ میت غیر احیاء ہیں۔ زندہ نہیں۔ تب بھی عالم قبر والی اور عالم برزخ والی زندگی کو اس سے مستثنیٰ کرنا ضروری ہے۔ ورنہ مسلمانوں کے سب عقائد باطل ہوتے ہیں۔ کیونکہ اگر اس دنیا میں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی پوجا

کی گئی ہے اور کی جاتی ہے۔ تو اس سے اگر کوئی قادیانی یا کوئی بدمذہب یہ دلیل پکڑے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ نہیں ہیں۔ کیونکہ قرآن میں آ گیا ہے کہ جن کی پوجا کی جاتی ہے۔ وہ تو اموات ہیں۔ زندہ نہیں ہیں۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پوجا کی جاتی تھی۔ وہ بھی مردہ ہیں۔ زندہ نہیں ہیں تو اس سے اہل سنت والجماعت کے عقیدہ پر زبر دست زد پڑتی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات جسمانی مع الروح کے قائل ہیں اور چودہ سو برس سے اس عقیدے پر چلے آ رہے ہیں اور بیسیوں احادیث مبارکہ اور قرآن پاک کی ان آیات کا انکار لازم آتا ہے جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات بہ صراحت بیان کی گئی ہے۔ اگر بالفرض انہیں اس آیت کے عموم میں شامل کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ منکرین حیات اندھا دھند زور لگا رہے ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس عموم سے علیحدہ کر لیا جائے گا اور اس پر قرینہ وہ قرآنی آیات اور وہ احادیث ہوں گی۔ جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات جسمانیہ کو بیان کیا گیا ہے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخصیص کی جائے گی جو اس آیت میں ہوئی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ آیت تھی تو سب کو شامل جن کی عبادت کی گئی وہ اموات ہیں۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آیت سے دوسرے دلائل کے ساتھ نکال دیا گیا۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں تو آیت ایسی عام ہوئی کہ اس میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خاص کر لیا گیا ہے اور یہ بات ثابت شدہ ہے کہ قرآن پاک کی کچھ آیات ایسی ہیں جو بالکل عام ہیں۔ اس سے کسی شئی کو نہیں نکالا گیا اور کچھ آیات ایسی ہیں کہ ان سے کچھ نہ کچھ نکال دیا گیا ہے۔ استثناء کر دیا گیا ہے۔ جن سے استثناء کر دیا گیا ہے ان کو کہا جاتا ہے عام مخصوص منہ البعض۔ یعنی ایسا حکم عام جس سے کچھ چیزیں بالاتفاق مستثنیٰ ہوں اور جس سے کچھ چیزیں بالاتفاق نکال دی گئی ہوں۔ مستثنیٰ کر دی گئی ہوں۔ وہ حکم عام نہیں رہتا۔ بلکہ اس کو کہا جاتا ہے عام مخصوص منہ البعض۔ اسے مثال سے یوں سمجھیں کہ قرآن پاک میں صراحتاً آ گیا کہ: ''یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین'' اب یہ آیت عام ہے کہ جس کی اولاد ہو گی۔ اس کے حصے شریعت نے مقرر کر دیئے ہیں کہ مردوں کے لئے دو حصے اور عورتوں کے لئے ایک حصہ۔ یعنی تقسیم میراث قرآن سے ثابت ہے اور آیت عام ہے۔ اس کی عمومیت کو ختم کرنے کے لئے حدیث مشہور چاہئے یا خبر متواتر۔ یعنی خبر متواتر اور خبر مشہور سے آیت کے عموم میں تخصیص کرنا جائز ہے۔ لہٰذا ہم نے ''لا یرث الکافر المسلم'' (کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا)

اس حدیث کی وجہ سے اس شخص کی اولاد کو جو مسلمان نہیں۔ بلکہ کافر ہے۔ یعنی ایک باپ ہے۔ اس کے دو بیٹے ہیں۔ ایک مسلمان ہے۔ ایک کافر ہے۔ تو کافر کو میراث نہیں ملے گی۔ حالانکہ قرآن میں نہیں آیا کہ جو کافر ہو اس کو میراث نہیں ملے گی۔ قرآن پاک میں مطلق میں آ گیا کہ اولاد کو میراث دو۔ ہم نے قرآن کے مطلق کو مقید کیا اور عام کو خاص کیا۔ حدیث متواتر سے تو آیت اب عام نہ رہی۔ بلکہ عام مخصوص منہ البعض ہو گئی کہ جو اولاد مسلمان ہو اس کو وراثت مسلمان باپ کی ملے گی اور جو اولاد کافر ہو۔ اس کو نہیں ملے گی۔ جب یہ آیت اور وہ آیت ''اموات غیر احیاء'' والی مخصوص منہ البعض ہو گئی۔ اب اصول فقہ کی تمام کتابوں میں یہ بات موجود ہے کہ عام مخصوص منہ البعض کی دلالت اپنے افراد پر ظنی ہوتی ہے اور جو چیز ظنی ہو اس سے خبر واحد کے ذریعے بھی تخصیص کرنا جائز ہے۔

اب آپ حضرات اموات غیر احیاء! کی تشریح سمجھیں کہ یہ آیت عام تھی۔ ہم نے خبر متواتر کے ذریعے اس کو خاص کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نکالا اور ان کو بھی نکالا جو ابھی فوت ہوئے ہی نہیں اور ان کی پوجا کی جاتی ہے۔ دونوں کو نکال دیا تو یہ آیت مخصوص منہ البعض ہوئی اور جب مخصوص منہ البعض ہوئی تو اب اس سے خبر واحد کے ذریعے بھی دوسرے

افراد کو نکالا جا سکتا ہے۔ مثلاً آپ ﷺ کی حیات یا باقی انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات جو خبر واحد کے ذریعے ثابت ہے تو بالکل ٹھیک ہے۔ اب یہ جو منکرین حیات کہتے ہیں کہ یہ حدیث "الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون" یہ خبر واحد ہے۔ خبر واحد سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ تو ہم ان کو جواب دیں گے کہ حدیث مذکور اگرچہ خبر واحد ہے۔ لیکن خبر واحد کے ذریعے بھی تو احکام ثابت ہوتے ہیں اور خبر واحد موجب للعمل ہوتی ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں ترجمان السنۃ ج ۱)

کیونکہ جب خبر واحد کے ذریعے انبیاء اکرام علیہم السلام کی حیات ثابت ہوگئی اور یہ ثابت ہوگیا کہ روح کا اجسام عنصریہ کے ساتھ قبروں میں تعلق ہوتا ہے۔ تو منکرین حیات کو اب مان لینا چاہیے۔ اگر پھر بھی ان کو یہ بات سمجھ میں نہ آئے اور یہی کہتے رہیں کہ تم خبر واحد سے ثابت کرتے ہو۔ یہ صحیح نہیں۔ تو ہم دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ ہمارا یہ عقیدہ خبر واحد سے ثابت ہے لیکن تم تو اپنا عقیدہ استدلال فاسد سے ثابت کرتے ہو نہ کہ قرآن سے اور نہ ہی خبر واحد سے۔ وہ اس طرح کہ انک میتٌ والی آیت سے یہ استدلال تو ممکن ہی نہیں کہ یوں کہا جائے کہ جس وقت یہ آیت اتری تھی۔ اس وقت آپ ﷺ مردہ تھے۔ بلکہ اس کا معنیٰ یہ ہوگا "انک میت" یعنی "انک تموت" بے شک آپ ﷺ مرنے والے ہیں۔ اور یہ معنیٰ "انک تموت" والا یہ جملہ فعلیہ ہے اور جملہ فعلیہ حدوث پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی ختم ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ استمرار ودوام پر دلالت نہیں کرتا۔ یعنی اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ ہمیشہ کوئی کام ہوتا رہا ہے۔ جیسے دخل زید کہ زید داخل ہوا۔ اب یہ جملہ فعلیہ ہے۔ حدوث پر دلالت کر رہا ہے کہ زید داخل ہوا اور داخل ہونا ختم ہوگیا۔ نہ یہ کہ ہمیشہ داخل ہوتا رہا۔ جب داخل ہونا ختم استمرار ودوام ہمیشگی والا معنیٰ بھی ختم۔ اسی طرح موت آپ ﷺ پر آئی اور موت آنا ختم اور منکرین حیات یہ کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ موت آئی اور آپ ﷺ موت پر ہی ہمیشہ رہے۔ یعنی موت ابھی طاری ہے۔ یہ استدلال فاسد ہے اور استدلال فاسد سے بالکل عقائد ثابت نہیں ہوتے۔

عقیدہ صلوٰۃ وسلام ...... دوسرا اختلاف

علماء دیوبند کا عقیدہ

حضرات علماء دیوبند کا عقیدہ ونظریہ یہ ہے کہ چونکہ آپ ﷺ روضۂ اطہر میں زندہ ہیں۔ اسی دنیا والی زندگی کی طرح۔ یعنی جس طرح دنیا میں زندگی مبارک جسم اور روح دونوں کے ساتھ تھی۔ اسی طرح روضۂ اطہر میں بھی زندگی جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہے۔ لیکن وہ زندگی عالم برزخ اور عالم قبر والی ہے۔ لیکن اس کا ہمیں شعور نہیں ہے۔ لہٰذا جو شخص روضۂ اطہر پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پیش کرے۔ وہ آپ ﷺ بذات خود سنتے ہیں اور درود وسلام پڑھنے والے خوش نصیب کو اس کا جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔ جو شخص دور سے صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے۔ اس کو فرشتے مقرر شدہ پہنچا دیتے ہیں اور آپ ﷺ اس کا جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔

(عقائد اہل سنت والجماعت مفتی طاہر مسعود ص ۱۵۸، المہند ص ۱۳، نشر الطیب ص ۲۱۱، فتح الملہم ص ۱۷ اج ۲)

منکرین حیات کا عقیدہ

منکرین حیات وسماع کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور بالخصوص آپ ﷺ اپنے روضۂ اطہر میں زندہ نہیں۔ روح کا جسم عنصری کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا جو شخص روضہ اطہر پر جا کر صلوٰۃ وسلام پڑھے۔ اس کا صلوٰۃ وسلام بالکل قطعی اور یقینی آپ ﷺ نہیں سنتے۔ نہ اس کا جواب دیتے ہیں۔ بلکہ پڑھا ہوا درود وسلام

اوپر چڑھ جاتا ہے۔ یعنی علیین میں پہنچتا ہے۔ صرف روح سنتی ہے۔ روح مع الجسد نہیں اور صلوٰۃ وسلام پہنچانے کا مقصد صرف دعا ہے اور کچھ نہیں۔ گویا سلام پڑھنے سے آپ ﷺ کے لئے دعا کر دی ہے اور بس۔ ہاں! اگر اللہ تعالیٰ کسی سلام کرنے والے کے سلام کو کسی مردے تک پہنچا دے تو اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ قانون اور ضابطہ نہیں۔ اس صورت میں مردہ کی روح سلام سن کر جواب دیتی ہے۔ قبر میں پڑا ہوا بے جان جسم جواب نہیں دیتا۔

(عقیدۃ الامت ص ۲۲۴، عقائد علماء اسلام ص ۸۴، مسلک اکابر ص ۱۳، القول السدید ص ۱۹)

منکرین حیات کا عقیدہ ان کی عبارات سے

۱...... صلوٰۃ وسلام نہ سنتے ہیں۔ نہ جواب دیتے ہیں۔ (کیا مردے سنتے ہیں ص ۴۰)

۲...... قائلین حیات وسماع عند القبر یحملون کمثل الحمار کا مصداق ہیں۔ (القول السدید ص ۹)

۳...... سماع مافوق الاسباب عند القبر کا نظریہ شرک ہے۔ (ایضاً ص ۹)

۴...... سماع انبیاء زیادہ ہی مستبعد ہے۔ (مسلک اکابر ص ۳۱)

فائدہ! ایک مرتبہ پھر علماء دیوبند اہل سنت والجماعت اور منکرین حیات کا عقیدہ ذہن نشین فرمالیں۔ تاکہ آنے والے دلائل کو جلد سمجھ سکیں اور فریقین کے عقائد پر انہیں منطبق کر سکیں۔ چنانچہ اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور ﷺ روضہ اطہر میں روح مع الجسد حیات ہیں۔ وہاں حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام بنفس نفیس خود سنتے اور اس کا جواب دیتے ہیں۔ دور سے پڑھا ہوا درود وسلام بواسطہ ملائکہ علیہم السلام پہنچا دیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ اس کا جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔ جب کہ منکرین حیات یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ روح مع الجسد زندہ نہیں ہیں اور نہ ہی وہاں پڑھے جانے والے صلوٰۃ وسلام کو آپ سنتے ہیں اور نہ ہی جواب دیتے ہیں۔ اب آپ آنے والے دلائل ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ فرمائیں کہ حق کس طرف ہے؟

روضۂ اطہر پر پڑھا ہوا درود آپ ﷺ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں

احادیث سے ثابت ہے جو شخص آپ ﷺ کی ذات اقدس پر درود وسلام پڑھے روضہ اطہر پر تو آپ ﷺ خود سنتے ہیں۔ اگر دور سے پڑھا جائے تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے مقرر ہیں جو زمین پر چلتے پھرتے رہتے ہیں۔ جو شخص بھی صلوٰۃ وسلام پڑھے۔ وہ فرشتے آپ ﷺ کے روضہ اطہر میں پہنچا دیتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ اس کا جواب دیتے ہیں۔ پہنچانے میں دیر بھی نہیں لگتی۔ ادھر ختم ہو رہا ہوتا ہے۔ ادھر پہنچ رہا ہوتا ہے۔ یہی مضمون اتنی احادیث سے ثابت ہے کہ وہ تواتر کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہیں۔ جیسے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''یہ مضمون صلوٰۃ وسلام والا متواتر طور پر ثابت ہے۔'' (فتاویٰ عزیزیہ ص ۶۹ ج ۲)

عقیدہ صلوٰۃ وسلام قرآن کریم کی روشنی میں

دلیل نمبر ۱...... ''ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی ۰ یاایھالذین آمنو صلوا علیہ وسلموا تسلیما (احزاب: ۵۶)'' (بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی (ﷺ) پر۔ اے ایمان والو! تم بھی درود بھیجو اس پر اور سلام بھیجو سلام بھیجنا)

استدلال: اس میں لفظ نبی کا ذکر ہے اور لفظ نبی روح اور جسم دونوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ جیسے آپ ﷺ نبی پہلے تھے۔ اب بھی ویسے نبی ہیں روضہ اطہر میں۔ یہ نہیں کہ نزول آیت کے وقت تو نبی تھے۔ اب نبی نہیں۔ جیسے بوقت نزول آپ ﷺ نبی تھے۔ اب بھی روضہ اطہر میں نبی ہیں۔ اور نبی کا اطلاق روح مع الجسد پر ہو یا ہے۔ صرف روح پر نہیں۔ جب نبی کا اطلاق روح مع الجسد پر ہوتا ہے۔ تو پڑھا ہوا درود وسلام بھی روح مع الجسد کی ذات اقدس (ﷺ) پر پہنچتا ہے اور ذات اقدس روح مع الجسد جواب مرحمت فرماتے ہیں۔

عقیدہ صلوٰۃ وسلام احادیث کی روشنی میں

دلیل نمبر ۲ ...... امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اور امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے یہ روایت آتی ہے کہ: ''قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ ملائکته یسیحون فی الارض یبلّغونی صلوٰۃ من صلّیٰ علیّ من امتی'' (دارقطنی، القول البدیع ص ۱۱۰، شفاء السقام ص ۳۴) (آپ ﷺ نے ارشاد پاک فرمایا کہ کچھ فرشتے زمین پر پھرتے رہتے ہیں۔ میری امت میں سے جو شخص درود پڑھتا ہے مجھ پر۔ وہ درود پہنچا دیتے ہیں)

دلیل نمبر ۳ ......''قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ ملائکته سیاحین فی الارض یبلّغونی الصلوٰۃ علیّ من امتی فاستغفر لهم'' (علامہ شہاب الدین محمد بن احمد المستطرف فی کل فن مستطرف ص ۳۱۷ ج ۲) (آپ ﷺ نے ارشاد پاک فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ فرشتے زمین پر پھرتے رہتے ہیں میری امت کی طرف سے وہ مجھے درود پہنچاتے ہیں۔ پس میں ان کے لئے استغفار کرتا ہوں)

دلیل نمبر ۴ ......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ونسائی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین پر سیر کرتے ہیں اور مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں اور یہ مضمون متواتر طور پر ثابت ہے۔'' (فتاویٰ عزیزیہ ص ۶۹ ج ۲)

استدلال: قارئین! غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ مذکورہ بالا احادیث ثلاثہ میں آپ ﷺ نے تین قسم کے لفظ ارشاد فرمائے ہیں۔ جن سے قطعیت کے ساتھ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صلوٰۃ وسلام آپ ﷺ کی ذات گرامی پر پہنچایا جاتا ہے۔ آپ سنتے ہیں اور اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔

۱...... ''انّ'' کا لفظ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تاکید کے لئے کہ اس میں شک بالکل نہ کرو۔ پکی سچی بات ہے کہ فرشتے زمین پر مقرر ہیں۔ اس میں ان حضرات کا رد بھی ہے صراحتاً جو یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ حاضر وناظر ہوتے ہیں۔ اگر آپ حاضر وناظر ہوتے تو فرشتے مقرر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

۲...... ''علیّ'' کا لفظ بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس طرح آپ ﷺ دنیا میں اپنی ذات مبارکہ کے لئے لفظ علیّ بولتے تھے۔ اس طرح اب بھی اس لفظ کا اطلاق آپ کی ذات اقدس پر ہوتا ہے اور لفظ علی جس طرح دنیا میں روح مع الجسد پر بولا جاتا تھا۔ اب بھی بالکل ویسے ہی روح مع الجسد پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ روضہ اطہر میں روح مع الجسد کے ساتھ زندہ حیات ہیں۔

۳...... ''یبلغوننی'' اس میں لفظ ''نی'' میں ن جمع مذکر غائب ہے اور ''یا'' متکلم کی ضمیر ہے اور ضمیریں ہمیشہ ذات پر ہی دلالت کرتی ہیں۔ کیونکہ علم نحو کا قاعدہ ہے کہ ضمیر ذات پر دلالت کرتی ہے تو جب یا متکلم کی ہوئی تو اس نے بھی

آپ ﷺ کی ذات اقدس پر دلالت کی کہ آپ ﷺ کی ذات مبارکہ پر صلوٰۃ وسلام پیش کیا جاتا ہے۔ ذات نام ہے روح اور جسم دونوں کا۔ نہ کہ صرف جسم یا صرف روح کا۔ لہٰذا ان روایات سے صراحت کے ساتھ یہ بات ثابت ہوگئی کہ آپ ﷺ اپنی جنت یعنی روضہ اطہر میں روح مع الجسد کے ساتھ زندہ ہیں اور فاستغفر لھم ان الفاظ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ ﷺ جواب بھی عنایت فرماتے ہیں اور درود پڑھنے والے کے لئے استغفار بھی کرتے ہیں۔

دلیل نمبر ۵ ...... ''عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول ﷺ: من صلّى علي عند قبري سمعته، ومن صلّى عليّ من بعيد أعلمته'' (جلاء الافہام لحافظ ابن القیم ص۱۹) (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا تو میں اسے خود سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دور سے درود پڑھا تو وہ مجھے (فرشتوں کے ذریعے) بتلایا جاتا ہے)

نوٹ: اس روایت کے تمام راوی ثقہ معروف ہیں اور اس کی سند جید ہے۔

استدلال: اس حدیث میں بھی لفظ ''عليّ '' کا استعمال آپ کی ذات مقدس پر دلالت کر رہا ہے۔ کیونکہ اس میں بھی ''ی'' ضمیر متکلم ذات کے لئے ہے اور ذات مقدس روح مع الجسد دونوں کو کہا جاتا ہے۔ لہٰذا درود وسلام اسی ذات اطہر کو پہنچتا ہے جو روضہ اطہر میں موجود ہے۔

دلیل نمبر ۶ ...... ''من صلى عليّ عند قبري سمعته، ومن صلى عليّ نائياً وكل االله بها ملكا يبلغني وكفى امر دنياه وآخرته وكنت له شهيداً وشفيعا'' (اخرجہ البیہقی) (آپ ﷺ نے ارشاد پاک فرمایا کہ جس نے میری قبر کے پاس درود شریف پڑھا تو اسے میں خود سنتا ہوں اور جس نے دور سے پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے فرشتہ مقرر کیا ہے جو مجھے پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس درود پڑھنے والے کے دنیا آخرت کے کام پورے کرتا ہے اور میں اس کے حق میں گواہ اور شفیع ہوں گا)

استدلال: اس حدیث میں بھی جو لفظ ''علي سمعته ''میں ''تُ'' ضمیر ''قبري'' میں ''یا'' ضمیر ''يبلغني'' میں یا ضمیر آپ ﷺ کی ذات اقدس پر دلالت کر رہی ہیں اور ذات اقدس روح مع الجسد کو کہتے ہیں۔ نہ کہ صرف روح کو ''كنت به شهيداً وشفيعا'' سے مزید یہ معلوم ہوگیا کہ آپ ﷺ درود پڑھنے والے کے ایمان کی گواہی دیں گے اور بخشش کی سفارش فرمائیں گے۔ اس میں یعنی کنت میں ''ت'' ضمیر ذات پر دلالت کرتی ہے اور آپ ﷺ کی ذات ہی سفارش کرے گی اور گواہی دے گی۔ نہ کہ صرف روح۔ جیسے کہ منکرین حیات کہتے ہیں کہ گواہی اور سفارش تب ہو سکتی ہے جب گواہ کو علم حاصل ہو اور علم کا حصول اس کو ہوگا جو روح مع الجسد کے ساتھ زندہ ہو۔ تو ان سب باتوں سے قطعیت کے ساتھ یہ بات ثابت ہوگئی کہ اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کا عقیدہ عین قرآن وحدیث کے مطابق ہے اور یہ بات بھی حدیث سے ثابت ہوگئی کہ جس کو دنیا میں کسی قسم کی کوئی تنگی یا کوئی پریشانی ہو تو وہ کثرت سے درود پڑھا کرے۔ انشاء اللہ! اس کی دنیاوی تنگی و پریشانی دور ہو جائے گی۔ اسی طرح آخرت میں بھی تنگی و پریشانی سے نجات کے لئے کثرت سے درود شریف پڑھنا چاہیے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کے کام پورے فرماتے ہیں۔

دلیل نمبر ۷ ...... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد پاک فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ میرے قریب تم میں سے وہ شخص ہوگا جس نے دنیا میں کثرت سے مجھ پر درود پڑھا۔ جمعہ کے دن

اور جمعہ کی رات میں تو اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں ضرور پوری کرے گا۔ ستر آخرت کی اور ۳۰ دنیا کی۔'' وکل اﷲ بذالک ملکا'' (اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو مقرر فرما دیتا ہے) اس درود پاک پر۔ وہ فرشتہ میری قبر میں درود کو پیش کرتا ہے۔ ایسے جیسے کہ پیش کئے جاتے ہیں تم پر ہدیئے، تحفے، وغیرہ ا'' یخبرنی من صلیّ علیّ باسمہ... الخ'' (وہ فرشتہ خبر دیتا ہے مجھ کو اس شخص کی جس نے مجھ پر درود پڑھا اس کے نام ساتھ منسوب کرتا ہے اس کو۔ اس کے قبیلہ (خاندان) کی طرف۔ پھر وہ فرشتہ درود کو رکھ دیتا ہے میرے قریب ایک سفید صحیفے میں)

(حیات الانبیاء یحتوی علی الرسائل الجمیلہ ص ۱۱۵ الترغیب والترہیب)

استدلال: اس حدیث میں تفصیل آ ئی اس بات کی جو پہلی حدیث میں گزری کہ اللہ تعالیٰ اس کے دنیا و آخرت کے کام پورے کرے گا۔ دوسرا اس میں صراحت ہے اس بات کی بھی کہ فرشتے درود و سلام پہنچانے کے ساتھ ساتھ خبر بھی دیتے ہیں نام کی اور اس کے قبیلہ کی بھی کہ فلاں بن فلاں نے جو فلاں برادری سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نے یہ ہدیہ اور تحفہ آپ ﷺ کی خدمت عالی میں بھیجا ہے۔ اب آپ حضرات خود فیصلہ کریں۔ منکرین حیات زیادہ تر ان جیسی حدیثوں پر یہ زور لگاتے ہیں کہ یہ تمام احادیث ضعیف ہیں جو قابل استدلال نہیں۔ آپ اندازہ لگائیں کہ منکرین حیات اپنے لچر اور بودے عقیدے کو ثابت کرنے کے لئے صحیح ترین احادیث پر کس طرح ہاتھ پھیر دیتے ہیں اور ان کا رد کر دیتے ہیں۔ لیکن آپ ﷺ نے ان منکرین کے رد کے لئے واضح الفاظ میں فرمادیا کہ وہ مجھے خبر دیتے ہیں اور خبر دینا زندہ کو ہوتا ہے۔ زندہ بھی وہ جو روح مع الجسد کے ساتھ ہو اور یہ بھی واضح فرمایا کہ میری قبر میں میرے پاس رکھ دیتے ہیں۔ اس سے منکرین حیات کا رد ہو گیا کہ پڑھا ہوا روح پر پہنچتا ہے اور روح علیین میں ہے اور علیین آسمانوں پر ہے۔

دلیل نمبر ۸ ......'' عن اوس بن اوس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ: ان من افضل ایّامکم یوم الجمعہ فیہ خلق آدم، وفیہ قبض، وفیہ النفخہ، وفیہ الصعقہ، فاکثروا علیّ من الصلوٰۃ فیہ، فان صلوٰتکم معروضۃ علیّ، قال قالوا یارسول اللّٰہ وکیف تعرض صلوٰتنا علیک؟ وقد ارمت؟ قال یقولون بلیت فقال ان اللّٰہ حرّم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء'' (حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد پاک فرمایا کہ بے شک تمہارے دنوں میں افضل ترین دن جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اسی دن فوت ہوئے۔ اسی دن میں نفخہ اولیٰ ہوگا اور اسی دن نفخہ ثانیہ ہوگا۔ پس تم زیادہ کرو اسی دن میں مجھ پر درود شریف۔ پس بے شک تمہارا درود شریف مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ یارسول اللہ کس طرح ہمارا درود شریف آپ ﷺ پر پیش کیا جائے گا؟ حالانکہ آپ ﷺ تو ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے؟ حضرت اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے لفظ ارمت کہا یا بلیت کہا (دونوں کا مفہوم ایک ہے) پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے زمین پر کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے)

(ابن شیبہ ص ۵۱۶ ج ۲، ابوداؤد ص ۱۵۰ ج ۱، النسائی ص ۱۵۴ ج ۱، ابن ماجہ ص ۷۷، سنن کبریٰ ص ۲۴۹ ج ۳)

استدلال: اس حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے پہلے جمعہ کی فضیلت بیان فرمائی کہ سب سے بہترین دن جمعہ کا ہے۔ ایسا بابرکت دن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کرنے کے لئے اسی کو چنا۔ پھر فرمایا کہ حساب و کتاب کے لئے بھی یہی دن منتخب ہے۔ قیامت بھی اسی میں واقع ہوگی۔ اس کی اہمیت بیان کرکے پھر فرمایا کہ جمعہ

کے دن درود پاک کی کثرت رکھا کرو۔ کیونکہ تمہارا درود مجھ پر یعنی لفظ ''علیّ'' آپ نے استعمال کیا ہے کہ میری ذات پر نہ کہ میری روح پر تمہارا درود پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر کس طرح پیش ہوگا؟ آپ تو مٹی ہو جائیں گے۔ آپ ﷺ نے پھر تاکید کے ساتھ بیان فرمایا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ ان کی مٹی جنت سے لائی گئی تھی۔ جنت کی مٹی کو زمین والی مٹی نہیں کھاتی۔ جب زندہ ہوتے ہیں تو سلام وغیرہ بھی پہنچتا رہتا ہے۔ لہٰذا تم بھی جمعہ کے دن کثرت سے صلوٰۃ وسلام پڑھا کرو۔

دلیل نمبر ۹...... ''عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ ما من احد یسلم علیّ الا رد اللہ علیّ روحی حتی اردّ علیہ السلامَ (قال ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حتی ارد علیہ السلام ای اقول وعلیک السلام'' (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد پاک فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر سلام کہتا ہے۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات میں اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جواب سے مراد وعلیک السلام! ہے)

(ابوداؤد ص ۲۷۹ ج ۱، مسند احمد ص ۵۲۷ ج ۲)

تنبیہ! اس حدیث کی مکمل تشریح مسئلہ حیات الانبیاء میں دلیل نمبر ۳ کے تحت ہو چکی ہے۔ آپ حضرات وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

دلیل نمبر ۱۰...... ''من صلی علیّ عند قبری سمعتہ ای سماعا حقیقیا بلا واسطۃ'' (جو مجھ پر میری قبر کے پاس آکر درود پڑھتا ہے میں اسے حقیقی طور پر سنتا ہوں بلا واسطہ) (شرح الشفاء ص ۵۰۰ ج ۳)

اعتراض...... اس سے پہلی والی حدیث کو لے کر منکرین حیات اچھے خاصے انسان کو اپنے دام فریب میں لے لیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں سب سے زیادہ خوفناک بات یہ ہے کہ جب کوئی آپ ﷺ کی قبر مبارک پر سلام عرض کرتا ہے تو آپ ﷺ کی روح لوٹائی جاتی ہے۔ تو سلام سننے اور اس کا جواب دینے کے بعد پھر نکالی جاتی ہے۔ پھر کوئی سلام کرتا ہے تو پھر لوٹائی جاتی ہے۔ بار بار نکلنا اور بار بار لوٹنا۔ یہ کتنا خطرناک عمل ہے جس سے امام الانبیاء کو گزارا جا رہا ہے۔ دن میں کئی بار موت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ حدیث گھڑنے والے کو کیا پتہ ہے کہ موت کے وقت روح نکلنے سے کتنی تکلیف ہوتی ہے؟ اپنا سلام سنانے اور اس کا جواب لینے کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاک پیغمبر کو کتنی تکلیف پہنچائی جا رہی ہے؟ بار بار روح لوٹنے سے بار بار موت کا طاری ہونا لازم آتا ہے۔ بار بار موت کی تکلیف ہوتی ہے۔ ہمارے نزدیک یہ بہت بڑی گستاخی ہے۔ ایسی اذیت ناک عقیدت سے ہزار بار توبہ۔ ایسی روایات سب موضوع ہیں۔ (عقیدۃ الامت ص ۱۲۰۸)

جواب...... آپ حضرات کو اندازہ ہو گیا ہوگا منکرین حیات کس طرح لوگوں کو درود پڑھنے سے منع کرنے کے لئے کہانی بناتے ہیں کہ درود پڑھنے سے حضور ﷺ پر موت طاری کرنا ہے اور ان کو تکلیف دینا ہے۔ لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ درود والا کام جو سب سے افضل ہے۔ وہ بالکل نہ کیا جائے۔ گویا ان کے نزدیک حرام ہے۔ کیونکہ اس سے آپ ﷺ کو تکلیف ہوتی ہے۔ تکلیف دینا حرام تو درود پڑھنا بھی حرام۔ کچھ عرصہ پہلے ماہنامہ الخیر میں حضرت مولانا محمد اظہر نے ایک سوال شائع کیا۔ وہ سوال یہ تھا:

امت مسلمہ میں دینی زوال کیوں آرہا ہے؟

امت دین سے کیوں ہٹتی جارہی ہے؟اور دین کی برکات کیوں ختم ہورہی ہیں؟ ہر شخص اپنے اپنے خیال کے مطابق اس کا جواب دے۔میرے شیخ و مربی استاذ محترم حضرت اقدس مولانا عبدالمجید صاحب لدھیانوی مدظلہ العالی امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت وہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اس کے جواب تو بہت دیئے۔لیکن سب سے اچھا اور معیاری جواب حضرت مولانا زاہد الحسینی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھا جو حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔وہ جواب یہ تھا کہ امت کے اندر زوال اس وجہ سے آرہا ہے کہ آپ ﷺ سے جو امت کو نسبت ہے۔وہ کٹتی اور کمزور ہوتی جارہی ہے۔جب نسبت کمزور ہو جائے گی تو جو فیضان روضہ اطہر سے دنیا میں امت محمدیہ ﷺ میں پھیل رہا ہے۔وہ فیضان بند ہو جائے گا۔ جب فیضان بند تو بے دینی،گمراہی،فتنے،خود بخود پھیلیں گے اور فرمایا کہ اس نسبت کو کاٹنے میں دو جماعتوں کا سب سے بڑا دخل ہے۔

۱...... منکرین حدیث۔ ۲...... منکرین حیات النبی ﷺ

منکرین حدیث نے بھی حدیث کا انکار کر کے جو نسبت آپ ﷺ سے حدیث کی وجہ سے قائم تھی اور قائم ہوتی ہے۔اس کو ختم کر دیا اور اس نسبت حدیث کی وجہ سے سب کچھ شریعت کا باقی ہے اور لوگ سنتوں پر عمل کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ کے سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے تلوے تک کا احادیث میں ذکر ہے۔اس کے پڑھنے سے آپ ﷺ کی محبت پیدا ہوگی۔ جب محبت پیدا ہوگی تو آپ ﷺ کا بار بار تذکرہ بھی کریں گے اور درود بھی پڑھیں گے۔تو اس حدیث سے آپ ﷺ کے ساتھ نسبت پیدا ہوگی۔اگر بالفرض حدیث کا انکار کر دیا جائے اور حدیث پڑھی ہی نہ جائے تو آپ ﷺ سے نسبت کیسے قائم ہوگی؟اور آپ ﷺ کی شریعت پر کیسے عمل کر سکیں گے؟وضوء کی تشریح،نماز کی تشریح، زکوٰۃ کی تشریح،حج کی تشریح،غرض ہر شئی کی تشریح تو حدیث میں ہے۔اس کو چھوڑنا گویا دین اسلام کو چھوڑنا ہے۔اسی وجہ سے منکرین حدیث کا فتنہ سب سے بڑا فتنہ ہے۔اس سے بچ کر رہنا چاہیے۔ورنہ دین ہی باقی نہ رہے گا۔

انکار حیات النبی ﷺ نسبت کے انقطاع کا سبب ہے

جو لوگ آپ ﷺ کی زندگی مبارک کا عالم برزخ اور عالم قبر میں انکار کرتے ہیں کہ سرے سے روضۂ اطہر میں سوائے جسم کے کچھ ہے ہی نہیں۔تو ان کا روضہ اقدس سے تعلق اور فیضان حاصل کرنا اور آپ ﷺ سے نسبت قائم رکھنا کیسے ہو سکتا ہے؟ گویا نسبت اور سب کچھ تعلقات کو ختم کرنا ہے اور نسبت رسول کو ختم کرنا ہے۔اس لئے ان دونوں جماعتوں (منکرین حیات اور منکرین حدیث) سے خاص کر بچ کے رہنا چاہیے۔ورنہ نسبت رسول کٹ جائے گی۔

نسبت رسول بھی بڑی چیز ہے جس کو نسبت نہیں اس کی بخشش نہیں

حدیث پڑھنے اور پڑھانے والوں کا مقام

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مکاشفات میں یہ بات لکھی ہے کہ جہاں حدیث پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔ہر استاد اور طالب علم کو میں دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ کے سینے مبارک سے نورانی لہریں اٹھتی ہیں اور حدیث پڑھنے پڑھانے والوں کے سینے تک مل جاتی ہیں۔ جہاں حدیث پڑھنے سے آپ ﷺ سے تعلق مضبوط ہوتا ہے۔وہاں اس علاقہ پر بھی اللہ کی رحمت اور برکت نازل ہوتی ہے۔ (خطبات حکیم العصر ص ۱۴۲ ج ۳)

قارئین! آپ حضرات نے منکرین حیات کے اعتراض کا جواب تو خوب سمجھ لیا ہوگا۔ مزید کچھ کہنے کی گنجائش باقی نہیں ہوگی۔ لیکن اس کے مزید تشفی کے لئے ایک اور جواب بھی دیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

جواب نمبر ۲...... جب انسان گستاخ بن جاتا ہے تو سب سے پہلے اس کی گستاخی کا اثر اس کی عقل پر پڑتا ہے اور وہ صحیح اور واضح الفاظ کو بھی نہیں سمجھ سکتا۔ وہ اس طرح کہ دورد پڑھنا اور سلام کرنا۔ آپ ﷺ پر موت طاری کرنا ہے۔ بار بار موت دینا کیا انسان کے ہاتھ میں ہے؟ انسان جس کو چاہے موت دے دے اور جس کو چاہے باقی رکھ لے۔ یہ نظریہ تو نمرود بادشاہ کا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ میں جس کو چاہوں موت دیتا ہوں اور جس کو چاہوں باقی رکھتا ہوں۔ یہ منکرین حیات کیا اسی کافر بادشاہ کے خاندان کے ہیں یا اس سے بھی بڑھ کر ہیں۔ وہ کہتا تھا کہ موت صرف میں دے سکتا ہوں۔ اب یہ منکرین حیات ترقی کر کے کہتے ہیں کہ نہیں اس نے غلط کہا۔ سب موت دے سکتے ہیں۔ وہ بھی کسی عام انسان کو نہیں۔ بلکہ آقائے دو جہاں مقصود کائنات ﷺ کو۔ آپ حضرات خود فیصلہ کریں۔ یہ الفاظ کہنا بڑی گستاخی ہے یا درود پڑھنا گستاخی ہے؟ جس سے منکرین حیات نے ہزار بار توبہ کی ہے۔ اگر اس درود سے اور آپ ﷺ کے جواب دینے سے موت آنی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے درود پڑھنے کا حکم کیوں دیا ہے؟ اگر اس سے تکلیف ہوتی ہے تو کیا معاذ اللہ! رسول ﷺ کو تکلیف دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے؟ یہ سب باتیں عقل ونقل کے خلاف ہیں۔ دیکھو منکرین حیات نے باتیں گھڑ گھڑ کے عوام کو گمراہ کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اور لوگوں کو حضور ﷺ سے کیسے دور کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے سے ہزار بار توبہ ہونی چاہیے۔

جواب نمبر ۳...... باقی حدیث پاک میں جو آیا ہے کہ روح لوٹائی جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔ ادھر انسانوں کی طرف توجہ کم ہو جاتی ہے۔ پھر سلام کے وقت پوری توجہ سے درود پڑھنے والے کو جواب دیتے ہیں۔ اس توجہ کو کہا گیا ہے کہ روح لوٹائی جاتی ہے۔ باقی جتنا آپ ﷺ درود سے خوش ہوتے ہیں۔ شاید کسی اور چیز سے اتنے نہ ہوتے ہوں۔ اس وجہ سے دل کھول کر فرض کا درجہ سمجھتے ہوئے درود کا کثرت سے ورد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہوگا۔

اہم بات

قارئین کرام! علماء دیوبند کے نزدیک درود وسلام کے سننے والی تمام احادیث حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ بالکل صحیح اور قابل عمل ہیں۔ ان میں سے کوئی جعلی یا موضوع نہیں ہے۔ ان میں سے کچھ حدیثیں اگرچہ سنداً ضعیف ہیں۔ لیکن عمل کے سلسلہ میں معتبر اور قابل عمل ہیں۔ جیسے آپ حضرات نے اندازہ کر لیا ہے۔ منکرین حیات کے نزدیک سب حدیثیں درود وسلام والی موضوع (وضع کی ہوئیں خود ساختہ اپنی بنائی ہوئی ہیں) جعلی یا کم از کم ایسی ضعیف جن کا معاذ اللہ کوئی اعتبار نہیں۔ کیونکہ یہی حدیثیں ان کی بنیادوں کو کمزور کرتی ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کو تکلیف ہوتی ہے۔ گویا آپ حضرات یوں سمجھ لیں کہ یہ بھی منکرین حیات کے ساتھ ساتھ منکرین حدیث بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے بچنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین! دوسری اہم بات یہ کہ ہم جو آپ ﷺ پر درود شریف پڑھتے ہیں۔ اسی زمین پر پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی اسی زمین میں گھومتے پھرتے ہیں۔ آپ ﷺ کا روضہ مبارک بھی اسی زمین پر ہے۔ گویا پڑھنے

والے، لے جانے والے اور جس پر پیش کیا جاتا ہے وہ زمین پر ہیں۔ آپ ﷺ کی روح مبارک اور جسد اطہر بھی اسی زمین پر روضہ مبارک میں موجود ہے۔ اگر روح مبارک صرف اور صرف اعلیٰ علیین میں ہوتی تو پھر فرشتوں کو اعلیٰ علیین میں جانا پڑتا۔ جب وہاں جانا پڑتا تو حدیث میں "سیاحین فی الارض" کے الفاظ نہ آتے۔ ان الفاظ کا آنا اس بات پر واضح دلیل ہے کہ فرشتے زمین پر ہی رہتے ہیں۔ اوپر جاتے ہی نہیں تو فرشتوں کا درود پہنچانے کے لئے روضہ اطہر پر حاضر ہونا دلیل ہوئی اس بات کی کہ روح مع الجسد کے ساتھ آپ ﷺ زندہ ہیں روضہ مبارک میں۔

عقیدۂ صلوۃ وسلام علماء دیوبند کی نظر میں

علماء دیوبند اہل سنت والجماعت کا عقیدہ صلوٰۃ وسلام کے بارے میں یہ ہے کہ جو مسلمان دور دراز سے صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں۔ وہ آپ ﷺ تک بتوسط ملائکہ پہنچا دیا جاتا ہے اور جو لوگ روضۂ اطہر پر حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام عرض کریں۔ تو آپ ﷺ بنفس نفیس خود سنتے بھی ہیں اور ہر ایک کو اس کا جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

"ان للّٰہ ملائکۃ سیاحین فی الارض... الخ" کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ تفصیل معلوم ہوئی کہ فرشتوں کے ذریعے آپ ﷺ کو صرف وہی درود وسلام پہنچتا ہے جو کوئی دور سے بھیجے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جن کو قبر مبارک کے پاس پہنچا دے اور وہ وہاں حاضر ہو کر صلوٰۃ والسلام عرض کریں تو آپ ﷺ اس کو بنفس نفیس سنتے ہیں اور ہر ایک کو جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔ (معارف الحدیث ج ۵ ص ۸۰)

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ ہمیشہ درود وسلام آپ ﷺ کی ذات اقدس پر بذریعہ ملائکہ پیش کیا جاتا ہے۔ مگر روضہ اطہر کے قریب جو درود وسلام پڑھا جائے۔ اس کو آپ ﷺ بنفس نفیس خود سماعت فرماتے ہیں۔ یقیناً حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ اللہ کے نبی زندہ ہیں۔ انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ (بذل المجہود ج ۲ ص ۱۶۰) دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی کی حد میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے۔ اس کو حضرت ﷺ خود سنتے ہیں۔ (تذکرۃ الخلیل ص ۳۶)

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت نے اپنی مایۂ ناز کتاب "امداد الفتاویٰ" میں فتویٰ دیتے ہوئے یہ حدیثیں لکھیں کہ: "من صلی علی عند قبری سمعتہ و من صلی علیّ نائیا ابلغتہ" اور حدیث: "اکثر و الصلوۃ علی یوم الجمعۃ فان صلوٰتکم معروضۃ علیّ" اور حدیث: "ان للّٰہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام" ان حدیثوں کو لکھنے کے بعد بڑی بسط وتفصیل سے اپنے عقیدے کا اظہار کیا اور لکھا کہ جو درود وسلام آپ ﷺ کے روضۂ اطہر کے قریب پڑھا جاتا ہے۔ وہ آپ ﷺ خود سنتے ہیں اور جو دور سے پڑھا جاتا ہے۔ وہ فرشتوں کے ذریعے آپ ﷺ کی ذات اقدس پر پیش کیا جاتا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۱۷)

حضرت اقدس مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ ملائکہ سیاحین والی روایت صرف ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ ہی کی نہیں۔ بلکہ صحاح میں بھی متعدد طرق سے موجود ہے"القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع "میں روایت قولی نقل کی گئی ہے۔ نیز حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "فیوض الحرمین میں" فرماتے ہیں کہ میں جب بھی مواجہہ شریفہ پر حاضر ہوا روح پر فتوح علیہ السلام کو عظیم الشان تموج میں پایا اور میں نے مشاہدہ کیا کہ زائرین صلوٰۃ وسلام پڑھنے والوں کی طرف آپ ﷺ خصوصی طور پر توجہ فرماتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کی طرف خصوصی طور پر توجہ ہوتی ہے جو کہ آپ کی مدح کرتے ہیں اور ان سے خوش ہوتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ روح پر فتوح کی موج نے تمام متصل مکان اور فضا کو بھر رکھا ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج۱ص ۲۳۰)

فائدہ! جہاں اس عبارت سے درود وسلام کے متعلق حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ واضح ہوا۔ وہاں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی اظہر من الشمس ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی اتباع کامل نصیب فرمائیں۔ آمین!

حضرت علامہ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت نے حیات الانبیاء اور سماع الانبیاء علیہم السلام پر دلالت کرنے والی مندرجہ ذیل احادیث کو یکجا جمع فرمایا۔ پھر ان کے راویوں کی توثیق کی۔

حدیث نمبر ۱......"وصلوا علی فان صلوٰتکم تبلغنی حیث کنتم" (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھ پر درود وسلام پڑھا کرو۔ تم جہاں بھی ہو وہ تمہارا درود مجھ پر پہنچایا جاتا ہے) (بحوالہ ابوداؤد وسند صحیح)

حدیث نمبر ۲......"من صلی علی عند قبری سمعتہ و من صل علی نائیا ابلغتہ" (حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا تو میں اسے خود سنتا ہوں اور جس نے دور سے مجھ درود پر پڑھا تو وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے) (واخرجہ ابوالشیخ فی کتاب الثواب)

حدیث نمبر ۳......"فاکثروا فیہ علی من الصلوٰۃ فان صلوٰتکم معروضۃ علی قالوا یارسول اللّٰہ کیف تعرض صلوٰتنا علیک؟ وقدارمت قال ان اللّٰہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء" (حضرت اوس ابن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ کس طرح ہمارا درود پیش کیا جاتا ہے؟ جب کہ آپ ﷺ ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضرات انبیا کرام علیہم السلام کے اجسام حرام کردیئے ہیں کہ زمین ان کو نہیں کھاتی) (بحوالہ ابی داؤد، نسائی، ابن خزیمہ مع الصحیح)

فائدہ! حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا احادیث مع توثیق نقل کرکے اپنے عقیدے کی مکمل وضاحت فرمادی ہے کہ آپ ﷺ اسی روضۂ اقدس والی مزار مبارک میں بتعلق روح زندہ ہیں۔ قریب والوں کا درود بذات خود سماعت فرماتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور مکان بعیدہ سے پڑھا ہوا درود بذریعہ ملائکہ آپ ﷺ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: ''رسول اللہ ﷺ ہنوز قبر میں زندہ ہیں اور مثل گوشہ نشینوں اور چلہ کشوں کے عزلت گزین ہیں۔'' (آب حیات ص ۲) ایسی روایتیں اور آیتیں ہیں کہ نہ میراث کی آیتوں کے مخالف، نہ کسی اور آیت کے معارض۔ پھر بایں ہمہ درباره اثبات حیات مزید ان میں ایک تو وہ روایت جس کا حاصل یہ ہے کہ: ''جس نے میرے مرنے کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میرے جیتے جی زیارت کی۔'' اہل فہم پر روشن ہو گیا اس کلام سے تسکین خاطر فرین مشتاقان دیدار سرور دین ہے جو کہ کم نصیبی سے آپ ﷺ کی زیارت سے محروم رہے۔ موانع خارجی کے باعث آنے نہ پائے یا آپ ﷺ کے بعد اس عالم میں آئے۔ سو تسکین جب بھی مصور ہوگی کہ آپ زندہ ہوں محبان ایمانی کو ملاقات پردہ میں بھی کافی ہے۔ نہ کہ آنکھوں سے دیکھنے سے عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو جو نابینا صحابی تھے باوجود محرومی دیدار کے یوں نہیں کہہ سکتے کہ وہ دیدار سے محروم رہے۔ (آب حیات ص ۳۹) حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ حدیث ابوداؤد ''مامن مسلم يسلم على الا ردالله على روحی'' کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس صورت میں حاصل معنی حدیث شریف کے یہ ہوں گے کہ جب کوئی آپ ﷺ پر سلام بھیجتا ہے تو خداوند کریم آپ ﷺ کی روح پر فتوح کو اس حالت استغراق فی ذات اللہ تعالیٰ تجلیات اللہ سے جو بوجہ محبوبیت و محبیت آپ ﷺ کو حاصل رہتی ہے۔ اپنے ہوش عطا فرما دیتا ہے۔ یعنی مبدأ انکشاف نبوی ﷺ کو جو انبساط الی اللہ حاصل تھا مبدل بانقباض ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے ارتداد علی النفس حاصل ہوتا ہے اور اپنی ذات اور صفات اور کیفیات اور واقعات مشغلہ ذات وصفات سے اطلاع حاصل ہو جاتی ہے۔ سو چونکہ سلام امتیاں بھی من جملہ وقائع متصلہ ذات خود ہیں۔ اس لئے اس سے مطلع ہو کر بوجہ حسن اخلاقی ذاتی جواب سے مشرف فرماتے ہیں۔ (آب حیات ص ۱۷۵)

فائدہ! حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے چند باتیں ثابت ہوئیں:

۱...... وہ اسی زمین والی قبر کو قبر کہتے ہیں۔

۲...... آپ ﷺ کو حیات بعد از وفات مع جسد عنصری حاصل ہے۔

۳...... جس نے آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی زیارت کی گویا جیتے جی آپ ﷺ کی زیارت کی۔ نیز پس پردہ آپ ﷺ کی ملاقات بھی ہے۔

۴...... صلوٰۃ وسلام آپ ﷺ کی ذات اقدس پر پیش کیا جاتا ہے۔ آپ جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ یہ سب حیات النبی ﷺ پر واضح دلائل ہیں۔

حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ مرفوع حدیث: ''مامن احد يسلم على الا رد الله على روحی حتى ارد عليه السلام'' نقل کر کے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص سلام پیش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو لوٹا دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت لکھتے ہیں: ''قال الحافظ رواته ثقات'' حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (عقیدۃ الاسلام ص ۱۲۰ ملحق مجموعہ رسائل الکشمیری ج ۲)

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ محفل مولود میں لفظ یا رسول اللہ، السلام علیک یا حبیب اللہ، السلام علیک پکار کر کہنا اس غرض سے کہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ کی روح مبارک محفل میلاد میں آتی ہے۔ لہٰذا برائے تعظیم کھڑے ہو کر لفظ مذکور کو پکارنا آیا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ مفتی صاحب نے جواب تحریر فرمایا کہ صلوٰۃ وسلام کے ساتھ یا رسول اللہ یا حبیب اللہ کے الفاظ پکارنا اس خیال سے کہ صلوٰۃ وسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرشتوں کے ذریعہ پہنچایا جاتا ہے اور آپ تک ہماری ندا اور خطاب پہنچ جاتا ہے۔ جائز اور درست ہے۔ کیونکہ بعض روایات معتبرہ سے ثابت ہے کہ باری تعالیٰ وتقدس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیا ہے اور اس کو اسی قوت سامعہ بخشی ہے کہ وہ تمام مخلوق کے صلوٰۃ وسلام سن کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے ہیں۔ ہاں! اس خیال اور اعتقاد سے ندا کرنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک محفل مولود میں آتی ہے۔ اس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں اور کئی وجہ سے یہ خیال (عقیدہ) باطل ہے۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۶۹)

حضرت مفتی صاحب نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے یہ لکھا کہ دور سے پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم بواسطہ ملائکہ خود سنتے ہیں۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۵۲)

فائدہ! مفتی صاحب کا یہ عقیدہ ہے کہ مکان بعیدہ سے پڑھا جانے والا درود وسلام آپ کی ذات پر پیش کیا جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود سنتے ہیں فرشتوں سے۔

حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کا جواب تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں حی زندہ ہیں اور قبر شریف پر سلام پڑھا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور ہر جگہ سے نہیں سنتے ہیں (بغیر واسطہ کے) بلکہ دور دراز سے صلوٰۃ وسلام پڑھنے والوں کا سلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا جاتا ہے۔ یہی عقیدہ اہل سنت والجماعت کا ہے۔ (فتاوی مفتی محمود ج ۱ ص ۲۸۲)

حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ تحریرات حدیث میں کئی مقامات پر وہ حدیثیں لکھی ہیں جن میں عقیدہ صلوٰۃ وسلام اور عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم واضح ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس سے درود بھیجے میں اسے خود سنتا ہوں اور جو غائب اور دور سے درود بھیجے وہ مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔'' (تحریرات حدیث ص ۵۴۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی مسلمان مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو اس کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں۔'' (تحریرات حدیث ص ۵۴۶)

فائدہ! ان تمام حضرات کے عقائد سے روز روشن کی طرح یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ نزدیک سے پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود سماع فرماتے ہیں اور مکان بعیدہ سے پڑھا ہوا درود آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک بذریعہ ملائکہ پہنچایا جاتا ہے۔ تمام اکابر واصاغر علماء دیوبند کا یہی عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اتباع کامل نصیب فرمائے۔ آمین!

عقیدہ صلوٰۃ وسلام واقعات کی روشنی میں

آپ ﷺ کی خواب میں زیارت

حضرت سلیمان بن سحیم رحمۃ اللہ علیہ جو اولیاء اللہ میں سے گزرے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ: ''میں نے خواب میں آپ ﷺ کی زیارت کی تو میں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ جو لوگ آپ کے پاس آتے ہیں۔ پھر وہ سلام پڑھتے ہیں۔ کیا آپ ان کے سلام کو سنتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں! میں سنتا ہوں اور ان کا جواب بھی دیتا ہوں۔'' (حیات الانبیاء لا امام ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۹)

فائدہ! یہ بات اگرچہ خواب کی ہے۔ لیکن بعض خواب مبشرات میں سے ہوتے ہیں اور صحیح ہوتے ہیں۔ چونکہ یہ خواب عین حدیث کے مطابق ہے۔ لہٰذا اس میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ جو آدمی روضہ اقدس پر جا کر صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے۔ آپ ﷺ بذات خود سنتے ہیں۔ اس کا جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔

خواب میں حدیث کی مجلس میں جانے کا حکم

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: ''رشید عطار نے بیان کیا ہے کہ ہمارے شہر (یعنی مصر) میں ایک بزرگ رہتے تھے۔ جن کا نام ابو سعید خیاط تھا۔ وہ بہت یکسو رہتے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد اسی بزرگ نے ایک محدث ابن رشیق رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بہت آنا جانا شروع کر دیا اور بہت اہتمام سے جاتے تھے۔ لوگوں کو اس پر بڑا تعجب ہوا۔ تو لوگوں نے آکر پوچھ لیا کہ حضرت کیا بات ہے؟ آپ اس طرح کیوں کرنے لگ گئے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ کی خواب میں میں نے زیارت کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابن رشیق رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث والی مجلس میں جایا کر۔ اس لئے کہ یہ اپنی مجلس میں مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھتا ہے۔''

فائدہ! آپ حضرات کو جہاں حدیث پڑھنے پڑھانے والوں کے مقام کا اندازہ ہوا۔ وہاں یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ آپ ﷺ اس صلوٰۃ وسلام کی وجہ سے پڑھنے والے سے باخبر ہوتے ہیں کہ کون کتنا مجھ پر درود پڑھتا ہے۔ یہ باخبر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ اسی روضہ مبارک میں کامل اور اکمل زندگی کے ساتھ زندہ ہیں۔ لیکن یہ زندگی ہمارے شعور میں نہیں آئے گی۔

خواب میں علی بن عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں جانے کا حکم

حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل درود شریف میں یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ محمد بن مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''میں بغداد گیا۔ تاکہ قاری ابوبکر بن مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کچھ پڑھوں۔ ہم لوگوں کی ایک جماعت ان کی خدمت میں حاضر تھی۔ اتنے میں ایک بڑے میاں اس مجلس میں آئے جس کے سر پر بہت پرانا عمامہ تھا اور ایک پرانا کرتہ اور پرانی سی چادر تھی۔ قاری ابوبکر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور ان کو اپنی جگہ پر بٹھایا۔ حال احوال پوچھے تو بڑے میاں نے کہا کہ رات کو میرے گھر میں ایک لڑکے کی پیدائش ہوئی ہے۔ تو گھر والوں نے شہد اور گھی کی فرمائش کی کہ گھی اور شہد چاہیے۔ میرے پاس کچھ نہیں تھا۔ اب میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ تو

حضرت قاری ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حال سن کر بڑا رنجیدہ ہوا اور بڑا پریشان ہوا۔ اتنے میں میری آنکھ لگ گئی۔ خواب میں آپ ﷺ کی زیارت ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ گھبراتے اور پریشان کیوں ہوتے ہو۔ علی بن عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ وزیر کے پاس جا اور اس کو میری طرف سے سلام کر اور اس کو یہ نشانی اور علامت بتا کہ تو ہر جمعہ کی رات کو اس وقت تک نہیں سوتا جب تک مجھ پر ایک ہزار مرتبہ درود نہ پڑھ لے اور اس جمعہ کی رات کو تو نے سات سو مرتبہ پڑھا تھا کہ تیرے پاس بادشاہ کا بلاوا آ گیا کہ بادشاہ بلا رہا ہے۔ تو وہاں چلا گیا اور وہاں سے آنے کے بعد اس مقدار کو تو نے پورا کیا۔ اس علامت اور نشانی کے بعد اس کو کہنا کہ اس پیدا ہونے والے بچے کے باپ کو سو دینار دیدے۔ تاکہ یہ اپنی ضرورت میں خرچ کرے۔ جب ان کی آنکھ کھلی تو اس بڑے میاں کو لے کر حضرت قاری ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ اس وزیر کے پاس چلے گئے۔ جا کر سارا قصہ سنایا۔ وزیر نے سارا قصہ سن کر بڑی خوشی کا اظہار کیا اور اپنے غلام کو حکم دیا کہ ایک ہزار دینار والی تھیلی نکال کر لے آؤ۔ جب وہ آ گئی تو سو دینار اس بچے کے والد کو دیئے اور سو دینار حضرت قاری ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ کو دیئے۔ یہ بشارت سنانے کی وجہ سے اور ساتھ ہی وزیر نے یہ بات کی کہ یہ درود شریف والا معاملہ ایک راز تھا۔ میرے اور میرے اللہ کے درمیان۔ سوائے میرے اور اللہ کے اس کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ پھر سو دینار نکالے اور اور کہا کہ اس خوشخبری کے بدلہ میں ہے کہ آپ ﷺ کو میرے درود شریف کی مکمل اطلاع ہے۔ میرا درود قابل قبول ہے۔ پھر باقی دینار بھی ان حضرات کو دینا چاہے۔ لیکن انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ جتنا ہمیں آپ ﷺ نے حکم دیا ہے۔ ہم اتنا ہی لیں گے۔" (القول البدیع فضائل درود شریف ص ۱۱۰)

فائدہ! اس واقعہ سے جو بات معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ اسی روضہ اطہر میں اسی جسم عنصری کے ساتھ زندہ ہیں۔ ہمارے اعمال آپ ﷺ پر پیش ہوتے ہیں۔ یہ خواب اور واقعہ اس کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ امت محمدیہ کے اعمال سے باخبر رہتے ہیں۔ جن کے اعمال اچھے ہوں ان سے خوش ہوتے ہیں۔

دیوبندیوں اور بدعتیوں کا مناظرہ

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "ایک دفعہ بریلویوں اور دیوبندیوں کا مناظرہ تھا۔ مجھے صدر مناظر بنا دیا گیا۔ جو دیوبندیوں کا مناظر تھا۔ وہ منافق، منکر حیات تھا۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ یہ منکر حیات ہے۔ خیر میں نے اس سے پوچھا کہ بھائی! مناظرہ صحیح طرح کر بھی سکتے ہو کہ نہیں؟ کہنے لگا ہاں! بالکل ٹھیک ٹھاک کر سکتا ہوں۔ آپ فکر نہ کریں۔ تو سب نے اعتبار کر لیا۔ جب مناظرہ شروع ہوا تو درمیان میں بریلوی مناظر نے صلوٰۃ وسلام پر دلائل دیتے ہوئے یہ بات کہی کہ تمہارے مولوی اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تھانہ بھون میں بیٹھ کر الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھا ہے۔ خود بھی اور دوسروں کو بھی پڑھایا ہے۔ اب منکر حیات مناظر جو دیوبند کی وکالت کر رہا تھا۔ کہنے لگا کہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تو مشرک تھا۔ کیونکہ حیات کا عقیدہ رکھتا تھا۔ اب اس پر بریلویوں نے شور کرنا شروع کر دیا کہ دیکھو دیوبندیوں نے خود تسلیم کر لیا کہ ہم مشرک ہیں اور ہمارے اکابر مشرک تھے۔ وغیرہ وغیرہ! حضرت فرماتے ہیں کہ بڑی پریشانی ہوئی کہ کیسے اب عوام کو سنبھالا جائے؟ خیر میں کھڑا ہوا۔ چونکہ صدر مناظر تھا۔ بات کرنے کی اجازت تھی۔ میں نے کہا میں صدر مناظر ہوں۔ مجھے حق ہے کہ میں اپنے مناظر کی طرف سے اس بات کا جواب دوں۔ جب سب خاموش ہو گئے تو میں نے بریلوی مناظر کو کہا کہ حضرت نے جو

صلوٰۃ سلام تھانہ بھون میں بیٹھ کر پڑھا ہے۔ اس واقعہ کو مکمل بیان کرو کہ کیوں پڑھا ہے؟ اور کب پڑھا ہے؟ اب بریلوی مناظر کے طوطے اڑ گئے۔ مر تو سکتا تھا۔ لیکن پورا واقعہ نہ آتا تھا۔ نہ پیش کر سکتا تھا۔ اب میں کہوں کہ واقعہ پورا بیان کرو۔ جب میری طرف سے اصرار بڑھا تو اس مناظرہ کا بانی (مناظرہ کرانے والا جو تھا وہ) کھڑا ہو گیا۔ وہ ایک بریلوی پیر کا بیٹا تھا۔ لیکن تھا سمجھدار۔ متعصب نہیں تھا۔ بات کو سمجھنے کی صلاحیت تھی۔ اس نے کہا کہ حضرت آپ خود پورا واقعہ سنا دیں تو میں نے پھر پورا واقعہ سنایا۔ واقعہ یہ ہوا کہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی تھے۔ جن کی تفسیر عثمانی بھی عام مکتبوں پر ملتی ہے تو حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ جب حج یا عمرہ پر جانے لگے تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو ملنے کے لئے آئے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں فرمایا کہ روضہ پاک پر جب حاضری ہو تو میری طرف سے بھی سلام عرض کرنا۔ جب مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ وہاں پہنچے تو روضہ پاک پر اپنا صلوٰۃ وسلام پڑھا۔ لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی بات بھول گئی اور ان کی طرف سے سلام نہ پڑھا۔ صلوٰۃ سلام خود اپنا پڑھ کر وہاں بیٹھ گئے۔ بیٹھے بیٹھے روضہ کے نیچے اور روضہ کے سائے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ کا اتنا سکون آیا کہ نیند آ گئی۔ خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ نے اشرف علی کا سلام کیوں نہیں پہنچایا؟ مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں بھول گیا ہوں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اشرف علی کو میرا اسلام کہنا اور یہ بات بھی کہنا کہ تو شرک و بدعت کے خلاف کام کر رہا ہے۔ میں اس سے بہت خوش ہوں۔ (آنکھ کھلی تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے صلوٰۃ سلام پڑھا) جب فارغ ہوئے۔ واپسی پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور سارا واقعہ سنایا کہ میں اس طرح آپ کا سلام بھول گیا تھا۔ اس طرح مجھے خواب آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سن کر رونے لگ گئے اور بار بار فرما رہے تھے کہ پھر کہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے؟ اور صلوٰۃ وسلام بھی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بار بار پڑھ رہے تھے اور مریدین کو فرمایا کہ آج مجلس ذکر میں مجلس ذکر کی بجائے ''الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ'' پڑھیں گے اور سارے حضرات تصور اور خیال یہ کریں گے کہ ہم روضہ پاک کے قریب کھڑے ہیں۔ تو اس پر یہ مجلس لگی اور اس وجہ سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تھانہ بھون میں بیٹھ کر صلوٰۃ وسلام پڑھا۔ جس کو بریلوی مناظر دلیل بنا رہا تھا۔ صلوٰۃ سلام پڑھنے کی۔ حضرت فرماتے ہیں کہ جب میں نے پورا واقعہ سنایا تو وہ آدمی جو مناظرہ کر رہا تھا بریلوی مناظر سے پوچھنے لگا کہ کیا واقعہ اسی طرح ہے؟ اور مولانا محمد امین رحمۃ اللہ علیہ نے بات ٹھیک سنائی ہے۔ تو بریلوی مناظر بولا کہ واقعہ تو ایسے ہی ہے۔ بات تو مولانا محمد امین رحمۃ اللہ علیہ نے ٹھیک سنائی ہے۔ اس پر وہی بانی مناظر کھڑا ہو گیا اور کہا بس۔ مناظرہ ہو گیا ہے۔ فیصلہ ہو گیا ہے۔ مناظرہ ختم کرو۔ کیونکہ جن دیوبندیوں کے اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ان کی طرف سلام بھیج رہی ہے۔ ان کے بڑے کیسے ہوں گے؟ ان دیوبندیوں کے مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب آ رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو فرما رہے ہیں کہ اشرف علی کو میرا اسلام کہنے کے بعد یہ بات کرنا کہ تو شرک و بدعت کے خلاف کام کر رہا ہے۔ میں اس سے بہت خوش ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش بھی دیوبندیوں سے ہوں۔ نام بھی ان کا لیں اور خواب میں بھی ان کے آئیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ نہیں یہ جھوٹے ہیں۔ گستاخ ہیں۔ ان سے بچو۔ یہ ہماری بات بھی غلط ہے۔ ہمارے عقائد بھی غلط ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے خوش نہیں ہیں۔ اس وجہ سے میں اس مسلک کو چھوڑ کر دیوبندی

ہونے کا اعلان کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی کھڑے ہو گئے۔ دیوبند زندہ باد کے نعرہ لگانے شروع کر دئے۔ نعرہ تکبیر اللہ اکبر! (انوارات صفدر ص ۳۴۲ ج۱)

فائدہ! جہاں یہ بات ثابت ہوئی کہ علماء دیوبند حق پر ہیں۔ وہاں یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ مدینہ منورہ آنے جانے والوں کے ذریعہ صلوٰۃ وسلام وغیرہ بھیج سکتے ہو۔ بالکل ٹھیک ہے اور یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ آپ ﷺ روضہ اطہر میں زندہ ہیں۔ اور سارے حالات سے باخبر ہیں۔ جیسے کہ واقعہ سے معلوم ہوا یہ باخبر ہونا حیات کی دلیل ہے۔ لہٰذا منکرین حیات وسماع سے یہ گزارش ہے کہ اپنے عقائد پر نظر ثانی کریں۔ بریلویوں سے گزارش ہے کہ تعصب کو ایک طرف رکھ کر ذرا اپنے عقائد کا جائزہ لیں۔

حضرت شیخ ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید حج پر جا رہا تھا۔ آپ نے اس کو فرمایا کہ میرا صلوٰۃ وسلام بھی روضۂ اقدس پر پیش کرنا۔ یہ مرید جب روضۂ اطہر پر پہنچا۔ اپنا سلام پڑھ کے اپنے شیخ اور پیر کا سلام پڑھا تو روضہ اقدس سے آواز آئی کہ اپنے بدعتی پیر کو میرا سلام کہہ دینا۔ پیر صاحب کو بھی اس واقعہ کا علم ہو گیا۔ بطور کرامت اور کشف کے کہ آپ ﷺ نے مرید کو با آواز بلند جواب دیا ہے۔ جب مرید واپس آیا تو حال احوال کے بعد پوچھا کہ ہمارا سلام پہنچایا تھا۔ تو مرید نے جواب دیا کہ حضرت پہنچایا تھا اور آپ ﷺ نے بھی آپ کو سلام بھیجا ہے۔ پیر صاحب نے کہا ان الفاظ میں بیان کرو۔ جو الفاظ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے اداء ہوئے ہیں۔ اب مرید صاحب کہنے لگے کہ حضرت آپ کو علم تو ہو گیا ہے۔ وہ الفاظ آپ کو معلوم تو ہیں۔ مجھے آپ کیوں بے ادب بناتے ہو؟ میں کون ہوتا ہوں کہ اپنی زبان سے کہوں کہ میرا پیر بدعتی ہے۔ پیر صاحب کے اصرار پر کہ تم تو سفیر ہو۔ پیغام دینے والے ہو۔ اس میں بے ادبی کی کون سی بات ہے۔ جو کہا ہے۔ وہ سنا دو۔ اب مرید صاحب یوں گویا ہوئے کہ آپ ﷺ نے آپ کا صلوٰۃ وسلام سن کر یوں جواب دیا تھا کہ اپنے بدعتی پیر کو ہمارا بھی سلام کہنا۔ یہ الفاظ سنتے ہی شیخ صاحب کو وجد طاری ہو گیا خوشی کی وجہ سے اور یہ اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ: ''تو نے مجھے برا بھلا کہا اور میں خوش ہوں تو نے بہت اچھا کہا۔ اللہ تجھے معاف کر دے۔ کڑوا جواب بہت اچھا لگتا ہے۔ نہایت میٹھے گلابی گلابی ہونٹوں سے۔ اگر ایک مرتبہ کہہ دیں کہ تو میرا بندہ ہے تو میری ہنسی عرش سے بھی پار ہو جائے گی۔'' (اشرف الجواب کامل ص ۱۱۶)

فائدہ! آپ حضرات کو اشکال ہو رہا ہو گا کہ آپ ﷺ نے پیر کو بدعتی کیوں کہا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ راز و نیاز کی باتیں ہوتیں ہیں۔ ان باتوں سے بھی محبت بڑھتی ہے۔ محبت بڑھانے کے لئے آپ ﷺ نے یہ الفاظ فرمادئے ہیں۔ ورنہ وہ حقیقتاً بدعتی پیر نہیں تھے۔ اگر حقیقتاً ہوتے تو سلام کا جوب بھی نہ آتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو درود کا حکم

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ تورات کے بہت بڑے عالم تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ اے موسیٰ! اگر دنیا میں ایسے لوگ نہ ہوں جو میری حمد وثناء کرتے ہوں تو آسمان سے ایک قطرہ پانی کا نہ ٹپکاؤں اور زمین سے ایک دانہ نہ اگاؤں اور بھی بہت سی چیزوں کا ذکر کیا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! اگر تو یہ

چاہتا ہے کہ میں تجھ سے اس سے بھی زیادہ قریب ہو جاؤں، جتنا تیری زبان سے تیرا کلام اور جتنا تیرے دل سے اس کے خطرات اور تیرے بدن سے اس کی روح اور تیری آنکھ سے اس کی روشنی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ یا اللہ ضرور بتائیں۔ ارشاد ہوا کہ رسول اللہ ﷺ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ (فضائل درود شریف بحوالہ القول البدیع ص ۱۰۸)

فائدہ! اگر آپ ﷺ کا قرب اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے تو پھر درود شریف کا اہتمام لازمی ہونا چاہیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی اور اللہ سے ہم کلام ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ فرمار ہے ہیں کہ درود پڑھو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس نیک عمل پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین!

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا قاصد کے ذریعہ صلوٰۃ وسلام پیش کرنا

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بات مشہور ہے کہ وہ شام سے مستقل ایک خادم جو صرف یہی کام کرنے جاتا تھا۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا مقصد نہیں ہوتا تھا۔ روانہ فرماتے اور یہ بات کہتے کہ جا کر روضہ اقدس پر میری طرف سے سلام عرض کرنا۔ (وفاء الوفاء ص ۱۸۳ ج ۴)

عقیدۂ عرض اعمال علی النبی ﷺ ...... تیسرا اختلاف

اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کا عقیدہ

علماء دیوبند کا منکرین حیات کے ساتھ ایک بڑا اختلاف یہ بھی ہے کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ جس طرح درود وسلام فرشتے آپ ﷺ پر پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح امت کے دوسرے اعمال اور کام بھی فرشتے آپ ﷺ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ ہر روز اور پیر کے دن اور جمعرات کے دن۔ آپ ﷺ ان کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اگر کسی مسلمان کی کوئی غلطی ہو تو اس کی مغفرت مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ اگر غلطی کوتاہی نہ ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتے ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اس بندے سے خوش ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت مولانا مفتی محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "روضہ مبارک پر عرض اعمال جائز ہے۔" (احسن الفتاویٰ ص ۵۱۸ ج ۱)

منکرین حیات کا عقیدہ

انسانوں کے اعمال بالکل آپ ﷺ کی ذات اقدس پر نہیں پہنچائے جاتے۔ نہ ہی آپ ﷺ ان کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ روضۂ اطہر میں بالکل بے جان اور بے حس ہیں۔ کسی قسم کی کوئی حیات نہیں۔ یعنی جس طرح درود پاک آپ ﷺ کی ذات پر پیش نہیں کیا جاتا اور ساری صلوٰۃ وسلام والی احادیث من گھڑت یا ضعیف ہیں جن کا کوئی اعتبار نہیں۔ نیز یہ کہتے ہیں کہ عرض اعمال شیعوں کا عقیدہ ہے۔ (عقائد علماء اسلام ص ۶۴۹، اقامت البرہان ص ۲۴۵)

فائدہ! قارئین جس طرح آپ حضرات نے پہلے ملاحظہ کیا کہ منکرین حیات ایک قسم کے منکر حدیث بھی ہیں۔ یہ فتنہ ایسا فتنہ ہے جو امت کو آپ ﷺ سے دور کرنے کی فکر میں ہے۔ ان کا مذکورہ بالا عقیدہ بھی اسی نتیجہ کی ایک کڑی ہے کہ امت مسلمہ کے ذہن میں اس بات کا یقین ہو جائے کہ ہمارے اعمال اللہ کے رسول کے پاس نہیں جاتے۔ نہ ہی کوئی اس کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ جب کہ علماء دیوبند قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ کہتے ہیں امت کے اعمال آپ ﷺ پر روز پیش ہوتے ہیں۔ اب آپ حضرات دلائل ملاحظہ فرمائیں:

عقیدہ عرض اعمال احادیث کی روشنی میں

دلیل نمبر ا...... "عن عبد اللّٰہ ابن مسعود ﷺ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ حیاتی خیر لکم تحدثون ویحدث لکم ووفاتی خیر لکم تعرض علیّ اعمالکم فما رائیت من خیر حمدتُ اللّٰہ علیہ وما رأیت من شر استغفرت لکم "(حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد پاک فرمایا کہ میری زندگی بھی تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم (مشکل مسئلے) بیان کروگے اور (میری طرف سے) ان کی حقیقت بیان کردی جائے گی اور میری موت بھی تمہارے لئے بہتر ہوگی۔ تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے۔ پس جو اچھے ہوں گے۔ میں ان پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا اور جو برے ہوں گے میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی اور بخشش مانگوں گا) (رواہ البزار ورجالہ رجال صحیح، مجمع الزوائد ص ۲۴ ج ۲)

فائدہ! قارئین کرام! اس حدیث کو کئی علماء اور محدثین نے ذکر کیا ہے۔ چند ایک کتابوں کے نام درج ذیل ہیں: (وفاء الوفاص ۱۱۴۱ ج ۲، البراھین القاطعہ ص ۲۱۶، الصارم المنکی ص ۱۶۸، خصائص کبریٰ ص ۲۸۱ ج ۲، السراج المنیر ص ۲۳۳ ج ۲، نشر الطیب ص ۲۱۰، جامع صغیر ص ۱۵۱ ج ۱، طبقات ابن سعد ص ۱۹۴ ج ۲، نیل الاوطار ص ۲۶۴ ج ۳، طبقات شافعیہ الکبریٰ ص ۲۸۲ ج ۲،) جن محدثین نے اس کو صحیح کہا ہے اور اس کی سند کو جید بتلایا ہے۔ ان میں سرفہرست یہ ہیں:

۱...... علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "اس کی سند بالکل صحیح ہے۔" (خصائص کبریٰ ص ۲۸۱)

۲...... علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "اس کی سند جید ہے۔" (زرقانی شرح المواہب ص ۳۳۷ ج ۵)

۳...... علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "اس کی سند جید ہے۔" (فہرست عقیدۃ الاسلام ص ۱۱۱)

۴...... علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "اس کی سند جید ہے۔" (فتح الملہم ص ۴۱۳ ج ۱)

استدلال: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "حیاتی" یعنی میری زندگی۔ اس میں یا متکلم کی ضمیر ہے اور ضمیر ذات پر دلالت کرتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ میری زندگی اور آپ ﷺ کی زندگی روح مع الجسد کے تھی۔ اسی طرح فرمایا کہ "وفاتی" میری وفات۔ اس میں بھی یا متکلم ضمیر ہے اور ضمیر ذات پر دلالت کر رہی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ میری وفات اور آپ ﷺ کی وفات بھی روح مع الجسد کے ہے۔ یعنی وفات کے بعد جو زمانہ ہے۔ وہ بھی روح مع الجسد کے ہے۔ جیسے حیات خیر تھی امت کے لئے۔ بالکل اسی طرح وفات بھی خیر ہے امت مسلمہ کے لئے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اس سے آگے کے الفاظ بھی روح مع الجسد پر دلالت کر رہے ہیں۔ جیسے "علیّ" میں یا ضمیر "رأیتُ" میں تُ ضمیر "حمدت" میں تُ ضمیر "استغفرت" میں تُ ضمیر۔ یہ ساری ضمیریں ذات پر دلالت کر رہی ہیں اور ذات نام ہوتا ہے روح مع الجسد کا۔ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ روضہ اطہر میں روح مع الجسد کے زندہ ہیں۔ لیکن ہمیں اس کا شعور نہیں ہوگا۔

دلیل نمبر ۲...... صاحب تفسیر روح البیان "وماکنّا معذبین حتیٰ نبعث رسولا (الانبیاء)" کے تحت تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ثمّ اعلم ان حیاتہ رحمۃ، ومماتہ رحمۃ، کماقال علیہ السلام حیاتی خیر لکم، ومماتی خیر لکم، قالو (ای اصحاب رسول اللّٰہ ﷺ) : ھٰذا خیر نا فی حیاتک، فما خیر نا فی مماتک؟ فقال علیہ السلام: تعرض علیّ اعمالکم کلّ عشیۃ، الاثنین والخمیس، فماکان من خیر حمدت اللّٰہ، وماکان

من شر استغفر اللّٰہ لکم" (اے اللہ کے بندے خوب جان لے کہ بے شک آپ ﷺ کی حیات مبارکہ بھی رحمت ہے اور آپ ﷺ کی وفات مبارک بھی رحمت ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری حیات بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یہ آپ ﷺ کی زندگی تو ہمارے لئے رحمت ہے۔ لیکن آپ ﷺ کی وفات کیسے ہمارے لئے خیر ثابت ہوگی؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے ہر پیر کی شام اور ہر جمعرات کی شام کو۔ پس جو خیر اور اچھائی نظر آئے گی میں اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کروں گا اور جو شر اور مصیبت نظر آئے گی میں اللہ سے تمہارے لئے استغفار کروں گا اور دعا مانگوں گا) (تفسیر روح البیان ص ۴۰۴ ج ۵)

رفع تعارض

قارئین! پچھلی حدیث میں مطلقاً آیا ہے کہ تمہارے اعمال پیش کئے جائیں گے۔ یعنی ہر روز پیش کئے جائیں گے اور اس حدیث میں آیا ہے کہ پیر اور جمعرات کی شام پیش کئے جائیں گے تو اس میں کسی قسم کا تعارض نہیں۔ کیونکہ ہر روز بھی اجمالاً امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ پھر تین دن کے اکھٹے کر کے بھی پیش کئے جاتے ہیں۔ پھر پورے ہفتے کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ تو ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: "تفتح ابواب الجنۃ کل اثنین وخمیس" سورۃ زخرف کے تحت تفسیر روح البیان میں ہے کہ پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے علماء کرام نے کہا ہے کہ پیر اور جمعرات کا روزہ اعلیٰ مستحبات میں سے ہے۔

اعتراض...... اب اشکال ذہن میں یہ آتا ہے کہ قرآن پاک میں تو ہے کہ اچھے کلمے اللہ تعالیٰ طرف چڑھتے ہیں اور پہنچائے جاتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ پر پیش ہوتے ہیں۔ یہ تو قرآن وحدیث میں تعارض ہوا۔

جواب...... کوئی تعارض نہیں۔ اس لئے کہ سب سے پہلے آپ ﷺ پر پیش کر کے پھر فرشتے اوپر لے جاتے ہیں۔ یعنی پہلے آپ ﷺ ان کو ملاحظہ فرماتے ہیں۔ پھر اللہ کی طرف یہ اعمال پہنچ جاتے ہیں۔ اس میں کوئی تعارض نہیں۔

دلیل نمبر ۳...... بعض روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ زندہ انسانوں کے اعمال ان حضرات پر پیش کئے جاتے ہیں جو دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں اور ان کی آپس میں جان پہچان تھی۔ آپس میں واقف کار تھے۔ وہ اگر اچھی حالت میں ہوں تو اپنے دنیا میں رہنے والے عزیز کے اچھے اعمال پر خوش ہوتے ہیں۔ ان کے برے اعمال سے غمگین ہوتے ہیں۔ جیسے آپ ﷺ کے جلیل القدر صحابی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: "انّ اعمالکم تعرض علیٰ موتاکم فیسرون ویساؤن" (بے شک تمہارے اعمال تمہارے مردوں پر پیش کئے جاتے ہیں۔ وہ خوش بھی ہوتے ہیں اور غمگین بھی ہوتے ہیں) (ضمیمہ کتاب الزہد از ابن مبارک ص ۴۲)

دلیل نمبر ۴...... آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "تم ایسے اعمال نہ کرو جس سے تمہارے مُردوں کو دکھ اور رسوائی ہو۔" (روح المعانی تفسیر سورۃ نحل)

فائدہ! تیسری دلیل کو بیان کرنے والے ایک صحابی رضی اللہ عنہ ہیں اور صحابی رسول ﷺ اپنی طرف سے کوئی ایسی بات نہیں کر سکتا جب تک اس کا مفہوم آپ ﷺ سے نہ سنا ہو۔ ان کا بیان کرنا اور دعا کرنا اس بات پر دلالت

کرتا ہے کہ نیک لوگوں پر بھی اعمال پیش ہوتے ہیں۔ جب نیک لوگوں پر اعمال پیش ہوتے ہیں تو آپ ﷺ کی ذات اقدس تو سب سے زیادہ نیک ہے اور سارے امتی آپ ﷺ کے تعلق والے ہیں۔ تو آپ ﷺ پر امت کے اعمال بطریق اولیٰ پیش ہوتے ہوں گے۔ اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں اور چوتھی دلیل میں بھی یہی بات آئی کہ اپنے مردوں کو دکھ اور رسوائی نہ دو۔ برے اعمال پیش ہوتے ہوں گے تو وہ دکھ اور رسوائی محسوس کرتے ہوں گے۔

دلیل نمبر ۵...... حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ آپ ﷺ کی امت کے اعمال صبح و شام پیش نہ کئے جاتے ہوں۔

(نشر الطیب ص ۲۱۰ بحوالہ المواہب)

دلیل نمبر ۶...... حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بات کو خوب یاد کر لینا ضروری ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبر میں زندہ ہیں اور عالم غیب میں اور جنت میں جہاں چاہیں اللہ تعالیٰ کی اجازت کے ساتھ چلتے پھرتے ہیں اور صلوٰۃ وسلام ملائکہ پہنچاتے ہیں اور اعمال امت آپ ﷺ پر پیش ہوتے ہیں اور جس وقت اللہ تعالیٰ چاہے دنیا کے احوال ان پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن یہ عقیدہ رکھنا نری جہالت اور گمراہی ہے کہ ہر جگہ محفل مولود (میلاد) میں اور دیگر مجالس ذکر میں ہر روز آتے ہیں۔ یا ہر آواز اور نداء کو سن لیتے ہوں۔ بغیر اللہ تعالیٰ کے اطلاع دینے کے۔ اس کو تسلیم نہیں کرتے اور سب چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے دیئے بغیر آپ ﷺ کو حاصل ہے۔ اس کو بھی قبول نہیں کرتے۔ بلکہ جس قدر دیا جاتا ہے اس قدر جانتے ہیں اور بس۔ (البراھین القاطعہ ص ۱۹۹)

عرض اعمال صرف اجمالی ہوتا ہے

عرض اعمال سے امت کے تمام اعمال کا تفصیلی عرض مراد نہیں۔ بلکہ صرف عرض اجمالی ہوتا ہے۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ عرض صرف اجمالی ہے جس طرح کہ چیزوں کے نام فرشتوں پر پیش کئے گئے تھے۔ اس سے علم محیط مراد نہیں۔ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر عرض اعمال سے تفصیلی عرض مراد لے لیا جائے کہ امت کے تمام اعمال اور جزئیات کو عرض شامل ہو تو اس صحیح اور صریح روایت کے خلاف ہونا لازم آتا ہے۔ وہ روایت یہ ہے "انک لا تدری ما احدثو بعدک" (شقی القلب اور بد بخت بدعتیوں نے جو بدعات آپ کے بعد ایجاد اور جاری کی ہیں۔ ان کا آپ کو علم نہیں) حالانکہ ان کے اعمال بھی آپ ﷺ پر پیش ہوتے ہیں تو سوائے عرض اجمالی کے اور کیا مراد ہو سکتا ہے؟ (تسکین الصدور ص ۲۳۶)

دلیل نمبر ۷...... حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ممبر پر آپ ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ خبردار! دنیا اتنی ہی باقی ہے جتنی مکھی جو (یعنی فضا) میں حرکت کرتی ہے۔ پس تم قبر میں دفن ہونے والے اپنے بھائیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ کیونکہ تمہارے اعمال ان پر پیش کئے جاتے ہیں۔ حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم اپنے برے اعمال سے اپنے مردوں کو مت رسوا کرو۔ تمہارے اعمال تمہارے رشتے داروں پر قبروں میں پیش کئے جاتے ہیں۔ (احیاء العلوم ص ۴۱۲ ج ۴) دوسری حدیث میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ سوموار اور جمعرات کو اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں اور جمعہ کے دن حضرات انبیاء

اکرام اور باپ دادوں اور ماؤں پر پیش کئے جاتے ہیں۔ وہ نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہرے سفید اور چمکیلے ہو جاتے ہیں۔ بس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے مردوں کو ذلت تکلیف مت دو۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ تمام اعمال تمہارے فوت شدہ اقارب پر پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر وہ اعمال اچھے ہوتے ہیں تو وہ خوش ہوتے ہیں۔ اگر اعمال برے ہوں تو وہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ان کو اس وقت تک موت نہ دے۔ جب تک کہ ان کو ہماری طرح ہدایت نہ دے دے۔ (عوارف المعارف علی حامش الاحیاء ص ۵۳ ج ۴)

عرض اعمال واقعات کی روشنی میں

قارئین! اب ذرا واقعات کی روشنی میں اس عقیدے کو ملاحظہ کریں کہ واقعی ہمارے اعمال آپ ﷺ پر پیش ہوتے ہیں اور آپ ﷺ ہمارے حالات سے باخبر ہوتے ہیں۔

۱...... مواہب لدنیہ میں بحوالہ قشیری نقل کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن کسی مومن کی نیکیاں کم ہو جائیں گی تو آپ ﷺ ایک چھوٹا سا پرچہ سر انگشت کے برابر نکال کر میزان میں رکھ دیں گے جس سے نیکیوں کا پلہ وزنی ہو جائے گا۔ وہ مومن کہے گا میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ کون ہیں؟ آپ کی صورت اور سیرت کتنی اچھی اور پیاری لگ رہی ہے۔ آپ ﷺ فرمائیں گے کہ میں تیرا نبی اور رسول ہوں اور یہ تیرا درود شریف ہے۔ جو تو نے مجھ پر پڑھا تھا۔ میں نے تیری ضرورت کے وقت اس کو ادا کر دیا ہے۔ (فضائل درود شریف ص ۴۴)

۲...... ابو سلیمان محمد بن الحسین حرانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہمارے قریب ایک بزرگ رہتے تھے جن کا نام فضل تھا۔ بہت زیادہ نوافل پڑھتے تھے۔ اس بزرگ نے اپنا واقعہ سنایا کہ میں حدیث لکھا کرتا تھا۔ لیکن اس میں درود شریف (جلدی کی وجہ سے) نہیں لکھتا تھا۔ ایک دفعہ آپ ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی تو آپ ﷺ نے (بطور شکوہ کے فرمایا) کہ جب تو میرا نام لکھتا ہے یا نام زبان سے پڑھ لیتا ہے تو درود شریف کیوں نہیں پڑھتا؟ (انہوں نے یہ کہا کہ یارسول اللہ! اب ضرور اہتمام سے لکھوں گا) کچھ دنوں کے بعد آپ ﷺ کی زیارت ہوئی تو پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اب تیرا درود مجھ تک پہنچ رہا ہے۔ جب میرا نام لیا کرو۔ تو درود پڑھا کرو۔ (فضائل درود شریف ص ۱۰۱، بحوالہ القول البدیع)

۳...... ابو اسحاق نھشل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حدیث کی کتاب لکھا کرتا تھا اور اس میں آپ ﷺ کا نام مبارک اس طرح لکھا کرتا تھا۔ ''قال النبی ﷺ تسلیما'' میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ نے میری لکھی ہوئی کتاب ملاحظہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ یہ عمدہ ہے۔ یعنی لفظ تسلیم کی وجہ سے آپ ﷺ نے اس کو پسند فرمایا اور کہا کہ عمدہ ہے۔ (فضائل درود شریف)

۴...... حضرت امام ابو الحسن رحمۃ اللہ علیہ اشعری پہلے معتزلی تھے۔ مسلک اعتزال پر تھے تو آپ ﷺ کی تین دفعہ خواب میں زیارت ہوئی تو آپ ﷺ نے تینوں دفعہ یہ فرمایا کہ اے ابو الحسن میری احادیث کی تائید کرو۔ اس لئے کہ وہ صحیح ہیں۔ چنانچہ ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث کا بغور مطالعہ شروع کر دیا۔ بالآخر مسلک معتزلہ سے توبہ کر کے اہل سنت والجماعت میں داخل ہو گئے۔ (طبقات کبریٰ)

فائدہ! معلوم ہوا کہ ہر حدیث کو یہ کہہ کر کہ قرآن سے ٹکراتی ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ یہ خبر واحد

ہے۔اس کا راوی ضعیف ہے۔ چھوڑ نہیں دینا چاہیے، جب محدثین نے اس حدیث کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور علماء نے اس کو اچھا سمجھا ہے اور اس پر عمل کیا ہے تو اب تو اس کو ماننا ضروری۔ کیونکہ حدیث میں ہے ''ما راہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن'' جس کو مسلمان اچھا سمجھے۔ وہ کام اللہ کے ہاں بھی اچھا ہوتا ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ علماء اصول کے ہاں حدیث کی سند اگرچہ ضعیف اور کمزور ہو۔ لیکن اس کو تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہو جائے۔ تو وہ حدیث تلقی بالقبول کی وجہ سے صحیح ہو جاتی ہے۔

تلقی بالقبول کا مطلب

یہ ہے کہ علماء اسلام اس حدیث کے مضمون کو قبول کریں اور تسلیم کر لیں اور اس کے مطابق عقیدہ رکھیں اور اس کے مطابق عمل کریں۔ چنانچہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ضعیف حدیث اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم یا اہل علم کی اکثریت کے قول کی وجہ سے قبول اور قابل احتجاج بن جاتی ہے۔ (اعلاء السنن ص ۹۲ ج ۱۴) صنعانی رحمۃ اللہ علیہ توضیح الافکار میں ہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیث کے مفہوم ومعنی پر علماء متفق ہو جائیں اور عمل کرنا شروع کر دیں۔ پس وہ حدیث مقبول ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اس پر عمل واجب ہو جاتا ہے اور اسی بات کی ائمہ اصول کی ایک جماعت نے تصریح بھی کی ہے۔ اسی بات پر علماء دیوبند، منکرین حیات کو قائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ پہلے تو اکثر احادیث ان عقیدوں پر جو علماء دیوبند کے ہیں واضح ہیں۔ اس میں کسی قسم کا کوئی ضعف نہیں۔ لیکن اگر تمہارے قول کے مطابق وہ ضعیف ہیں۔ کمزور ہیں تو چلو اسی بات پر آ جاؤ کہ جب اہل سنت والجماعت نے شروع سے انہی حدیثوں کے مطابق عمل کیا اور عقائد رکھے۔ اب تو یہ قابل عمل ہیں اور ان پر عمل کرنا واجب ہے۔ چلو اسی اصول کو مانتے ہوئے اپنے مسلک اعتزال سے توبہ کر کے دوبارہ اہل سنت والجماعت علماء دیوبند میں شامل ہو جاؤ۔

۵...... محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی برصغیر تشریف آوری ہی سے اسلام کا پرچم برصغیر میں لہرانے لگا اور اس کفرستان میں اسلامی عقائد اور شریعت اسلامیہ پھیلنے لگی۔ حتیٰ کہ برصغیر میں مسلمانوں نے ایک ہزار سال حکومت کی۔ اکبر بادشاہ کا دور اور جہانگیر کا ابتدائی دور کو چھوڑ کر باقی سارے بادشاہ شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار تھے۔ خصوصاً دین اسلام فقہ حنفی کو اپنی حکومتوں میں رائج کرنے والے تھے۔ برصغیر میں پہلا دینی فتنہ اکبر بادشاہ کے زمانہ میں ظاہر ہوا۔ جس کی بنیاد رکھنے والا خود یہی اکبر بادشاہ تھا۔ اس نے دین الٰہی کے نام سے نیا دین قائم کیا اور لوگوں کو یہ یقین دلایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت کے زمانہ سے آج تک، ایک ہزار سال مکمل ہو چکے ہیں۔ اس لئے وہ دین اب پرانا ہو چکا ہے اور ختم ہو چکا ہے۔ اس نے تمام سلامی عقائد واحکام عقل کے خلاف سمجھے اور سمجھائے۔ جمعہ کے خطبہ میں یہ کلمات جاری کرائے ''لا الہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ'' آگ کو پوجنے کا رواج عام کرایا۔ شراب اور خنزیر کا گوشت حلال قرار دیا اور خود عسائیت کی طرف مائل ہو گیا۔ جب اس کی وفات ہوئی ۱۰۱۴ھ بمطابق ۱۶۰۵ء میں تو اس کا جو جانشین بنا اور جس نے حکومت کو سنبھالا اس کا نام شہزادہ سلیم تھا۔ اس کا لقب جہانگیر تھا۔ اس کی بیوی شیعہ تھی جس کا نام نور جہان تھا۔ اس کی یہ کوشش رہی کہ جہانگیر کو شیعہ بنا لیا جائے۔ لیکن وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ خیر اس کے دور حکومت میں کئی ایسی رسوم اور بدعات جاری ہوئیں جو شرعاً ناجائز تھیں۔ علماء وقت بے چارے بے بسی کی وجہ سے اس کی تردید کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے ایک

ایسا مرد مجاہد پیدا کیا جس نے حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ جس کا نام حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سر ہندی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ انہوں نے اکبر اور جہانگیر کے غیر اسلامی عقائد اور رسم و رواج کے خلاف رسالے لکھے اور علماء سے خط و کتابت کے ذریعے معاونت حاصل کی۔ جس سے حکومت کے اندر کھلبلی مچ گئی حکومت والے حضرت کے رسائل کو برداشت نہ کر سکے۔ آخر کار وہی ہوا جو حکومت کا شیوہ ہوتا ہے۔ جہانگیر بادشاہ نے حضرت مجدد الف رحمۃ اللہ علیہ ثانی کو دو سال قید کا آرڈر سنا کر گوالیار قلعہ میں بند کر دیا۔ حضرت نے جیل کے اندر ہی تبلیغ شروع کر دی جو علماء کا طرز و طریقہ رہا ہے کہ جہاں کہیں ہوں۔ اللہ کے بندوں کی اصلاح کی فکر ہے اور ان کو راہ راست پر لانا ہے۔ جب تبلیغ شروع کی تو جیل میں قید کئی کافر مسلمان ہو گئے۔ ادھر جہانگیر بادشاہ نے ایک خواب دیکھا کہ دلی کی جامعہ مسجد میں مسلمانوں کا ایک بہت بڑا اجتماع ہے۔ جس میں سب مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی اور مصافحہ اور زیارت کرنے کے لئے بے چین اور بے تاب ہیں اور باری باری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔ جہانگیر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ مگر پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر دور کر دیا کہ تو نے ایک بہت بڑے انسان کو قید کر رکھا ہے۔ مجھ سے دور ہو جاؤ۔ چنانچہ جہانگیر خواب سے بیدار ہوا۔ پریشان و حیران، آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ داڑھی پر سے گزر رہے ہیں۔ ہائے میں کیا کر بیٹھا؟ کی آواز نکل رہی ہے۔ وزیر و مشیر جمع ہوتے ہیں کہ ہمارے بادشاہ کو کیا ہو گیا؟ پوچھنے پر اور زیادہ آنسو اور زیادہ ہائے ہائے۔ حکم دیا کہ بس جلدی سے سواری کا انتظام کرو۔ سواری لائی گئی۔ جلدی سے بستر کو چھوڑا اوروں کو ساتھ لیا۔ اب گھوڑوں کے دوڑنے کی آواز ''والعادیات ضبحا'' کا نمونہ پیش کرنے لگی۔ کسی سے کوئی کلام نہیں۔ سلام نہیں۔ بس تیزی سے ہوائی جہاز کی طرح سفر ہو رہا ہے۔ قلعہ پر پہنچتے ہی جیل والے پریشان اچانک کیسے بادشاہ آ گیا؟ ان کی بھاگ دوڑ۔ قیدی بڑے حیران و پریشان کہ پتہ نہیں آج کیا بات پیش آ گئی؟ شاید کہ ہمارے مسلمان ہونے کا علم بادشاہ کو ہو گیا ہے۔ آج ہماری خیر نہیں۔ جہانگیر نے گھوڑے کو روکا۔ لگام کو چھوڑا۔ جوتے اتارے۔ تاج ایک طرف پھینکا۔ عاجزی و انکساری سے ہاتھ باندھے سیدھا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کھڑا گڑگڑا رہا ہے اور کہہ رہا ہے حضرت مجھے معاف کر دیں۔ حضرت میرا قصور معاف کر دیں۔ میرے سے غلطی ہو گئی۔ پاؤں میں پڑ گیا۔ آنسو تھمتے نہیں۔ روئے جا رہا ہے۔ وزیر، مشیر، قیدی سارے بادشاہ کی حالت کو دیکھ کر بے قابو ہو گئے۔ وہ بھی ساتھ ساتھ رونے لگے۔ بادشاہ پر ترس آنے لگا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے کمال شفقت کرتے ہوئے بادشاہ کو سینے سے لگایا۔ آنسو صاف کئے۔ پیار کا ہاتھ سر اور آنکھوں پر پھیرا۔ بادشاہ کو چپ کرایا۔ ہر طرف سناٹا چھایا ہوا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بات شروع کی کہ بیٹا کیا ہوا۔ کیوں اتنے اچانک پریشان ہو گئے؟ بادشاہ کے دوبارہ آنسو شروع ہونے کی وجہ سے آواز نہیں نکلتی۔ بس یہی الفاظ جاری ہیں معاف کر دو۔ معاف کر دو۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے معاف کیا۔ واقعہ تو بتاؤ۔ کیا ہوا؟ اب اس نے سارا واقعہ سنایا۔ چنانچہ حضرت نے اسے معاف فرما دیا اور پھر درخواست کی بادشاہ نے کہ آپ ہماری فوج میں اور لشکروں میں کچھ وقت دیں۔ تاکہ ان کے جو عقائد اور اخلاق خراب ہو گئے ہیں۔ وہ صحیح ہو جائیں اور وہ فوج نسبت مجددی میں شامل ہو سکے اور شریعت سے بہرہ ور ہو سکے۔ پھر جہانگیر کا جو بیٹا پیدا ہوا۔ بڑا نیک بڑا تہجد گزار۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو عبادت کا وافر حصہ عطاء فرمایا تھا۔ جس کا نام شاہ جہان تھا۔ شاہ جہان کا بیٹا عالمگیر تھا۔ بڑا باعمل متقی بادشاہ تھا۔ اس کے دور حکومت میں مجددی نور کی شعاعیں پھوٹیں۔ کفر کا سمندر جو اکبر بادشاہ کے زمانہ سے جوش سے ابھرا تھا۔ بال آخر

دب گیا۔ مسلمانوں نے سکھ کا سانس لیا۔ مسلمانوں کی اقتدار کی ساکھ پھر سے قائم ہوئی۔ اکبر بادشاہ سے لے کر عالمگیر بادشاہ تک مغلیہ دور کے بادشاہوں کے درجات ملاحظہ فرمائیں:

اکبر بادشاہ.........لا مذھب (جس کا کوئی مذھب نہیں تھا)

جہانگیر بادشاہ.........مذھبیت اور لا مذھبیت میں متوسط۔

شاہ جہان.........مذھبیت میں پختہ حیثیت اور مجددیت میں متوسط

عالمگیر بادشاہ......مذھبیت میں پختہ، خالص مجددی (علماء ہند کا شاندار ماضی ص ۵۲۳ ج۱)

۶...... ہندوستان میں اسلامی شان وشوکت دوبارہ ختم ہونے لگی۔ اسلامی شعائر آہستہ آہستہ مٹنے لگے۔ دینی علم اور دینی مدارس اور مساجد کی پشت پناہی ختم ہورہی تھی۔ دینی شعور مسلمانوں سے رخصت ہونے لگا۔ مشرقی روشنی چھپی جارہی تھی اور مغربی تہذیب وتمدن کا سورج طلوع ہورہا تھا۔ تو اسوقت اچانک اولیاء اللہ کے قلوب پر یہ الہام ہوا کہ اب ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کی بقاء اور تحفظ کی ایک ہی صورت ہے کہ ایک اسلامی دینی مدرسہ قائم کیا جائے۔ ان اولیاء اللہ کے سربراہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تھے اور ان کے رفقاء میں سے یہ حضرات سرفہرست ہیں۔ حضرت مولانا ذوالفقار علی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد ہیں، حضرت مولانا فضل الرحمن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد ہیں، حضرت حاجی سید عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ یہ حضرات مدرسہ کی بناء اور بنیاد رکھنے میں ایک دوسرے کے معاون رہے۔ دیوبند کی ایک چھوٹی سی مسجد جو چھتہ مسجد کے نام مشہور تھی۔ اس میں ایک انار کا درخت تھا۔ اس درخت کے نیچے پندرہ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ بمطابق ۳۰ رمئی ۱۸۶۷ء میں اس ادارے کا آغاز ہوا۔ حضرت مولانا محمود رحمۃ اللہ علیہ میرٹھ میں مدرس تھے۔ ان کو بلوایا گیا اور حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کو شاگرد بنا کے سامنے بٹھا کر مدرسہ دیوبند کا مسجد چھتہ والی میں جو آغاز ہوا اور اللہ کو یہ ادا ایسی پسند آئی کہ اس کی کرنیں اسی وقت سے جو پھوٹنا شروع ہوئیں تو پوری دنیا میں پھیل گئیں اور انشاء اللہ! قیامت پھیلتی رہیں گی۔ شاگردوں کا اضافہ ہوتا گیا۔ مسجد چھوٹی سی تھی۔ طالب علموں کی آسانی کے پیش نظر مسجد کے متصل ایک جگہ خریدی گئی۔ چار آنے گز کے حساب سے زمین کا معاملہ طے ہوا۔ یہ وہ مبارک زمین تھی جہاں سے گزرتے ہوئے سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کو علم کی خوشبو آئی تھی۔ مدرسہ کی عمارت کے لئے بنیادیں کھودی گئیں۔ پہلی اینٹ حضرت میاں جی مُنّے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی۔ سید بھی تھے اور بزرگ بھی تھے۔ یہ دن بڑا خوشی کا دن تھا۔ عوام بھی جمع تھی اہل اللہ کے دل پر ایک عجیب سرور وکیف تھا۔ ایک عجیب خوشی تھی اور سب کے دل خوشی سے لبریز تھے۔ بنیاد رکھی گئی۔ دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ جو صاحب کرامت تھے۔ رات کو ایک بڑا عجیب خواب دیکھا۔ وہ یہ کہ اسی زمین پر جہاں بنیادیں رکھی گئیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ عصاء مبارک ہاتھ میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شمال کی جانب جو بنیاد کھودی گئی ہے۔ اس سے مدرسے کا صحن چھوٹا اور تنگ رہے گا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شمال کی جانب ذرا پیچھے ہٹ کر نشان لگا دیا کہ بنیاد یہاں ہونی چاہیے۔ تا کہ مدرسہ کا صحن اور وسیع ہو جائے۔ مولانا رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ یہ مبارک خواب دیکھنے کے بعد صبح ہوتے ہی اسی جگہ کا معائنہ کرنے کے لئے تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لگایا ہوا پیارا پیارا صاف ستھرا نشان موجود تھا۔ اب مدرسے کی تعمیر اور بنیادیں دوبارہ اسی نشان پر قائم کر دی گئیں۔ جو آج تک محفوظ ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک محفوظ رہیں گی۔ کیونکہ جن بزرگوں نے سنگ بنیاد رکھا۔ وہ

سارے کے سارے اہل اللہ، اتباع سنت اور روحانیت میں مستغرق تھے اور بے نفسی میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ مولانا رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ عرصہ کے بعد پھر ایک خواب دیکھا کہ مدرسہ دیوبند کے اندر ایک کنواں ہے۔ دودھ سے بھرا ہوا ہے اور اس کی منڈیر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ دودھ تقسیم فرما رہے ہیں۔ لینے والے آرہے ہیں اور دودھ لے کر جا رہے ہیں۔ ہر آنے والے نے ایک برتن ہاتھ میں لیا ہوا ہے۔ جس کے پاس برتن نہیں۔ وہ چلو بھر کر دودھ لے رہے ہیں اور پی رہے ہیں۔ خواب کی تعبیر یہ بتائی گئی کہ کنواں دارالعلوم دیوبند ہے دودھ علم ہے۔ تقسیم کرنے والے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور لے جانے والے طلباء کرام اور اساتذہ کرام ہیں۔ اس خواب سے اکابر علماء نے اپنے دل کو تسلی دی کہ دارالعلوم سے پھوٹنے والا علم، صحیح علم ہے۔ جس میں کسی قسم کی کوئی ملاوٹ نہیں۔ خالصتاً قرآن وحدیث کا علم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی صحیح علم حاصل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (بیس مردان حق ص ۱۸)

اعتراض...... ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے نشان لگا کر دیئے؟ حلانکہ وہ تو روضہ مبارک میں ہیں اور دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ اسی بات کو لے کر مبتدعین حضرات اپنا عقیدہ حاضر و ناظر والا ثابت کرتے ہیں۔ ہمیں ذرا یہ بات واضح سمجھا دیجئے؟

جواب...... سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہیں جس طرح چاہیں کریں۔ کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اس جیسے واقعات بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نمونہ ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس طرح معراج کی رات انبیاء کرام علیہم السلام کو مسجد اقصیٰ میں جمع کر دیا تھا۔ باوجود اس بات کے وہ دنیا سے جا چکے تھے۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالی نے اجازت دی کہ جائیں اور نشان لگائیں۔ لیکن اس سے یہ عقیدہ بنا لینا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ پر حاضر ہوتے ہیں۔ یہ جہالت ہے۔ یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اکرام اور اعزاز ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ اجازت دیتے ہیں کہیں جانے کی۔ جو اللہ والے ہوں جن کا اللہ تعالیٰ سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ مضبوط ہو وہ بصورت کشف دیکھ بھی لیتے ہیں اور حالت بیداری میں دوسرے کو بھی دیدار کرا دیتے ہیں۔ جب وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور دوسروں کو بھی بوقت ضرورت دکھاتے ہیں لیکن ان کا عقیدہ حاضر و ناظر والا نہیں ہے تو پھر جن کو نظر بھی نہیں آتے اور نہ وہ اولیاء اللہ ہیں۔ نہ انہیں کشف کا مقام حاصل ہے تو انہوں نے یہ عقیدہ کس بناء پر بنا لیا؟ لہٰذا کسی کو نظر آنے سے یہ عقیدہ حاضر ناظر والا رکھنا جہالت ہے اور یہ عقیدہ بغیر دلیل کے ہے۔

۷...... حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ۲ / مارچ ۱۹۵۲ء کو دائیاں ہاتھ سن ہو گیا۔ ڈاکٹروں نے بتایا کہ فالج کا اثر ہے۔ آپ کو بڑا صدمہ ہوا اور بڑی تکلیف ہوئی۔ دوسرے دن آپ نے فرمایا کہ میں نے رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ پر دعا پڑھی اور دم کیا۔ پھر فرمایا کہ حسین احمد پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ میں صرف تمہاری عیادت کرنے آیا ہوں۔ چنانچہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بالکل تندرست ہو گیا۔ (الصدیق بحوالہ مکتوبات شیخ الاسلام)

۸...... ۱۹۳۹ء میں تحریک مدح صحابہ لکھنؤ میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے قائدانہ حصہ لیا تھا۔ اسی لکھنؤ کے علاقہ کے صوفی محمد ادریس رحمۃ اللہ علیہ اس تحریک کے سخت مخالف تھے۔ ادھر احرار کے پر جوش جانثار رضا کار بے شمار قربانیاں پیش کر رہے تھے۔ ایک دن اچانک صوفی محمد ادریس رحمۃ اللہ علیہ اس حال میں مسجد میں آئے کہ بدن پر احراری سرخ کپڑے، آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ بھائیو! مجھے معاف کر دو۔ میں نے ہمیشہ آپ لوگوں کی

مخالفت کی ہے۔ لیکن آج مجھے یقین ہوگیا ہے کہ آپ ہی لوگ رسول اللہ ﷺ کے چہیتے ہو اور دلارے ہو۔ یہ کہہ کر اتنا روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔ بول نہیں سکتے۔ بس معاف فرما دو۔ یہ کہتے جارہے ہیں اور کہتے کہتے بے ہوش ہوگئے۔ جب ہوش آیا تو اب کہنے لگے کہ میں کل حسب معمول مجلس احرار کے خلاف بولتا رہا۔ غلط باتیں ان کی طرف منسوب کرتا رہا۔ رات کو خواب دیکھتا ہوں کہ امین آباد (جو لکھنو کے ایک بازار کا نام ہے) میں ایک تخت بچھا ہوا ہے۔ ایک سبز جوڑے والے بزرگ جن کا چہرہ سورج کی طرح چمک رہا تھا۔ تشریف فرما ہیں اور ان کے چاروں طرف ہزاروں نوجوان نورانی چہرے والے دوزانو بیٹھے درود شریف اور صلوٰۃ وسلام پڑھ رہے ہیں۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ دربار میں حاضر ہوتے ہیں اور کہتے ہیں۔ بطور شکوہ کے کہ نانا جی آپ کی امت رافضیوں اور شیعوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر مجھ پر طرح طرح کے الزام لگاتی ہے اور ہر قسم کی گالیاں دیتی ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ کیا حال ہوگا میری امت کا؟ ایک حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا میں شہید کردیا اور ایک حسین رحمۃ اللہ علیہ کو ہندوستان میں ذلیل کر رہے ہیں۔ پھر صوفی محمد ادریس کہتا ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ سڑک پر سرخ کپڑے پہنے ہوئے مسلمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح وثناء کرتے ہوئے جارہے ہیں اور آپ ﷺ نے ان کو بلایا اور سب کی پیشانیوں کو چوما، میں بھی دوڑا کہ حضور ﷺ کی قدم بوسی کروں۔ مگر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو دربار سے نکال دو۔ یہ شخص جن کو میں پیار کرتا ہوں۔ ان کو گالیاں دیتا ہے اور جو لوگ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیتے ہیں۔ ان کی تعریف کرتا ہے اور ان کو اپنا سردار بناتا ہے۔ پھر آپ ﷺ ان نے لوگوں کی طرف اشارہ کرکے فرمایا جو دوزانوں بیٹھے تھے اور درود وسلام پڑھ رہے تھے کہ ان کی عزت میری عزت ہے۔"

(چراغ محمد ﷺ ص ۳۹۳ بحوالہ حیات وکارنامے ص ۴۳۲ بحوالہ الجمعیۃ، دہلی، یکم اپریل ۱۹۳۹ء)

فائدہ! ان سب واقعات سے عقیدہ عرض اعمال اظہر من الشمس ہے۔

عقیدۂ استشفاع...... چوتھا اختلاف

اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کا عقیدہ

علماء دیوبند کا عقیدہ استشفاع کے بارے میں یہ ہے کہ کوئی بھی شخص آپ ﷺ کے روضہ مبارک پر حاضر ہو کر آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں اس طرح عرض کرے یارسول اللہ! میں گنہگار، قصور وار، خطاء کار، سیاہ کار، عاجزانہ، مؤدبانہ، فقیرانہ، درخواست کرتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ سے میری سفارش کریں کہ اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرمادے اور میری عبادت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمالے اور میری جتنی مشکلات ہیں، جائز وضروری کام ہیں۔ آسان فرمادیں۔ سب کچھ آپ ﷺ کو بتائے اور سفارش کی درخواست کرے تو اس طرح سفارش کرانا بالکل جائز ہے۔ کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں۔ جب آپ سفارش کی درخواست کریں گے تو آپ ﷺ آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش کریں گے تو ان شاء اللہ! سارے مسئلے حل اور مشکلات دور ہو جائیں گی۔

(آب حیات ص ۴۰، معارف القرآن ص ۵۹۴ ج ۲ نشر الطیب ص ۲۳۹)

منکرین حیات کا عقیدہ

یہ ہے کہ صلوٰۃ وسلام پڑھتے وقت روضہ کی طرف منہ نہ کرے۔ کیونکہ آپ ﷺ خود نہیں سنتے اور نہ ہی دعا کے وقت روضۂ اطہر کی طرف منہ کرے۔ کیونکہ دیکھنے والے کو شک ہوگا کہ آپ ﷺ سے مانگ رہا ہے۔ اس لئے قبر شریف کی طرف پیٹھ کرے۔ نہ مانگنے والے کے دل میں وسوسہ آئے اور نہ دیکھنے والے کو شبہ ہو کہ دعا کرنے والا آپ ﷺ سے مانگ رہا ہے۔ یا کم از کم آپ کا وسیلہ ہی پیش کر رہا ہو۔ تمام آئمہ کا یہ مسلک ہر قسم کے شرکیہ اور بدعات والے شکوک شبہات سے پاک ہے۔ (عقیدۃ الامت از مولوی شہاب الدین خالدی ص ۱۳۴) آپ ﷺ کی قبر سے مشکل قضیے اور مشکل مسائل حل نہیں کرائے جاسکتے اور نہ ہی یہ عرض کی جاسکتی ہے کہ آپ ﷺ میرے حق میں دعا فرمائیں یا سفارش کریں۔ یہ عقیدہ مشرکین کا تھا۔ (ندائے حق ص ۵۳۱) ''استشفاع عند قبر النبی ﷺ'' بدعت سیئہ اور گمراہی ہے۔ (عقائد علماء اسلام ص ۶۸۱، المسلک المنصور ص ۶۹)

عقیدہ استشفاع دلائل کی روشنی میں

اب آپ حضرات عقیدۂ استشفاع پر دلائل پڑھیں کہ واقعی یہ عقیدہ قرآن وحدیث کے مطابق ہے:

دلیل نمبر ۱...... حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ استعانت کے کسی سے کچھ مانگنے اور مدد کے تین طریقے ہیں:

۱...... اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے کہ یا اللہ فلاں کے واسطے کے ساتھ یا بحرمت فلاں میرا کام کردے۔ اس طرح دعا کرنا بالاتفاق جائز ہے۔ یعنی اس طرح دعا کرنا کہ یا اللہ فلاں بزرگ کا واسطہ ہے تجھے میرا یہ کام کردے۔ بالکل ٹھیک ہے۔ چاہے کسی کی قبر کے پاس ہو یا کسی اور جگہ ہو۔ اس میں کسی کو کوئی کلام نہیں۔

۲...... دوسری صورت یہ ہے کہ قبر والے سے کہے کہ اوقبر والے بزرگ تم میرا کام کرو، اولاد دے دو۔ یہ شرک ہے۔ چاہے قبر کے پاس کہے یا قبر کے علاوہ کسی دوسری جگہ۔ چاہے کسی زندہ سے کہے یا کسی مردہ سے۔ یعنی یہ عقیدہ رکھتے ہوئے کہ یہی میرا مشکل کشاء ہے۔ حاجت روا ہے۔ جس سے بھی اس طرح کسی قسم کی مراد مانگے گا مشرک ہو جائے گا۔

۳...... یہ کہ قبر کے پاس جاکر کہے کہ اے فلاں تم میرے واسطے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ میرا کام کردے۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ اسی وجہ سے ان کو سب نے مستثنیٰ کر دیا ہے اور جائز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ فقہاء کرام نے سلام کے بعد قبر مبارک کی زیارت کے وقت شفاعت مغفرت کی دعاء کرنے کا عرض کرنا لکھا ہے۔ پس یہ جواز کے واسطے کافی دلیل ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۶۹، ۷۰، ج ۱)

دلیل نمبر ۲...... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے درجہ ذیل روایت کو صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں لوگ قحط میں مبتلاء ہو گئے۔ حضرت بلال بن الحارث مزنی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے روضۂ اطہر کے قریب آئے اور یوں عرض کی کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے اپنے امتیوں کے لئے بارش طلب فرمائیں۔ کیونکہ وہ ہلاک ہو چکے ہیں۔ (درخواست کر کے چلا گیا) خواب میں آپ ﷺ کی زیارت ہوئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تو عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا اور میرا سلام کہہ اور ان کو خبر دے کہ ان پر بارش نازل کی

جائے گی اور عمر رضی اللہ عنہ سے کہہ دے کہ دانائی پر قائم رہ۔ دانائی پر قائم رہ۔ تو حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ خواب سے بیدار ہوئے۔ سیدھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور حضرت عمر کو سارے واقعہ اور خواب کی خبر دی تو حضرت عمر رو پڑے۔ پھر فرمایا کہ اے میرے رب میں نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ مگر جس کام سے عاجز آ گیا۔

(تسکین الصدور بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۱ ج ۱۲، اصابہ ص ۴۸۴ ج ۳، وفاء الوفا ص ۱۳۷۱ ج ۲)

فائدہ! اس وقعہ سے مسئلہ استشفاع پر استدلال یوں ہے کہ آپ ﷺ برزخ میں ہیں۔ آپ ﷺ سے بارش طلب کرنے کی درخواست کی گئی۔ آپ ﷺ کا اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا کوئی ممتنع کام نہیں ہے۔ سوال کرنے والے کا سوال کرنا دلائل سے ثابت ہو چکا ہے۔ لہٰذا اب آپ ﷺ سے بارش یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز کے طلب کرنے کے لئے عرض کرنا مکروہ نہیں۔ بالکل ٹھیک ہے۔ جیسے کہ آپ ﷺ سے دنیا میں ایسی سفارشات کرائی جاتی تھیں۔

دلیل نمبر ۳...... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے دنیا سے رخصت ہونے کے تین دن بعد ایک اعرابی روضہ شریف کے پاس آ کر گر گیا اور زار و قطار روتے ہوئے یہ آیت پڑھی ''ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک فاستغفروا اللّٰہ واستغفر لهم الرسول لوجدوا اللّٰہ توابا رحیما (نساء: ۶۴)'' (اور اگر بے شک وہ لوگ ظلم کر لیں جس وقت اپنی جانوں پر (یعنی ان سے گناہ ہو گیا پھر ندامت کے ساتھ) آپ کے پاس آ گئے۔ پھر انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور (آپ ﷺ) نے بھی ان کے لئے بخشش طلب کی۔ تو وہ پائیں گے اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحمت کرنے والا) اس آیت کو پڑھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اس اعرابی صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا اللہ تو نے وعدہ فرمایا ہے۔ اس آیت میں گنہگار آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں آئیں اور آپ ﷺ اُن کے لئے مغفرت کی دعا کریں۔ تو اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ پھر کہنے لگا کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں۔ میرے لئے مغفرت کی سفارش کریں دعا کریں۔ (یا رسول اللہ) جب یہ الفاظ اس نے کہہ لئے تو فوراً روضہ اطہر کے اندر سے آواز آئی ''قد غفر لک'' تیری بخشش ہو گئی ہے۔ اس وقت جتنے لوگ وہاں موجود تھے۔ سب نے یہ آواز سنی۔ (معارف القرآن ص ۴۵۸ ج ۲، بحوالہ تفسیر بحر محیط)

فائدہ! اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ سے سفارش کرانا صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور سے ہی چلا آ رہا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر خاموش ہونا اور نکیر نہ کرنا ایک قسم کے اجماع کا اجماع ہے جو قابل حجت ہے۔

اعتراض...... اس واقعہ کو نقل کرنے والے کچھ لوگ کذاب ہیں۔ اس کی سند پر سخت قسم کی جرح ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ واقعہ قابل حجت نہیں ہے۔

جواب...... حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ اس روایت کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ لیکن آپ ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر شفاعت کی التجاء کرنا، ذمہ دار حضرات فقہاء کرام محدثین عظام اور تعامل علماء سے ثابت ہے اس لئے جواز کے مسئلہ میں یہ روایت قابل استدلال ہو گی جواز اور استحباب کے لئے ضعیف حدیث بھی قابل قبول ہے۔ چنانچہ امام نوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ علماء محدثین اور فقہاء وغیرہم یہ فرماتے ہیں کہ فضائل اور ترغیب و ترہیب میں ضعیف حدیث کے ساتھ عمل جائز اور مستحب ہے۔ بشرطیکہ موضوع نہ ہو۔ (کتاب الاذکار ص ۷ تسکین الصدور ص ۳۶۷)

مذکورہ آیت کی تفسیر کے بارہ میں علماء کے اقوال

۱...... حضرت مولانا محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ سے ایک ضابطہ نکلتا ہے۔ وہ یہ کہ جو شخص بھی آپ ﷺ کے روضہ مبارک پر حاضر ہوا اور آپ ﷺ اس کے لئے مغفرت کی دعا فرمادیں۔ تو اس کی ضرور بخشش ہو جائے گی اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضری جس طرح دنیا والی زندگی کے زمانہ میں تھی۔ بالکل اسی طرح آج بھی روضہ اطہر پر حاضری اسی حکم میں ہے۔ (معارف القرآن)

۲...... حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس میں کسی کی کوئی تخصیص نہیں کہ آپ ﷺ کے زمانہ کے امتی ہوں یا بعد والے امتی ہوں اور تخصیص ہو کیوں؟ آپ ﷺ کا وجود مبارک تمام امت کے لئے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ ﷺ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہوگا کہ آپ ﷺ قبر میں زندہ ہوں۔ (آب حیات ص ۲۰)

۳...... حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مواہب میں محمد بن حرب ہلالی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ میں (یعنی محمد بن حرب ھلالی) روضہ اطہر کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کی۔ زیارت کے بعد عرض کرنے لگا کہ: ''یاخیر الرسل'' اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی ہے۔ جس میں ارشاد ہے ''ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک... الخ'' اور پھر کہا کہ میں آپ ﷺ کے پاس استغفار کرتا ہوا اپنے گناہوں سے اور اپنے رب کے حضور میں آپ ﷺ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں۔ پھر اس نے دو شعر پڑھے۔ غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں۔ پس حجت ہو گیا۔ (نشر الطیب ص ۲۵۴)

۴...... حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان اکابر کے بیان سے معلوم ہوا کہ قبر مبارک پر حاضر ہو کر شفاعت مغفرت کی درخواست کرنا۔ قرآن کی آیت کے عموم سے ثابت ہے۔ بلکہ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ اس (شفاعت اور استشفاع کے) معنی میں صریح ہے ''صریح فی ذالک'' (شفاء السقام ص ۱۲۸)

فائدہ! ان تمام اقوال اور دلیلوں سے یہ بات صراحت کے ساتھ ثابت ہو رہی ہے۔ کہ اب بھی آپ ﷺ سے روضہ اطہر کے پاس مشکل مسائل اور قضیے حل کرائے جاسکتے ہیں اور سفارش کے لئے عرض کی جاسکتی ہے۔ یہ مشرکین کا عقیدہ نہیں۔ بلکہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے اور مسلک اہل سنت نہایت ہی معتدل مسلک ہے جو افراط تفریط سے خالی ہے جو اس عقیدے کے خلاف چلتے ہیں۔ وہ اہل سنت والجماعت میں داخل نہیں۔ بلکہ بدعتی اور گمراہ ہیں۔

دلیل نمبر ۴...... قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے حافظ تھے۔ یہ اپنی سند کے ساتھ یہ واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ابن حمید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امیر المومنین ابو جعفر کا حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مسجد نبوی میں کسی مسئلہ پر مناظرہ ہو گیا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے امیر المومنین! اس مسجد میں اپنی آواز بلند نہ کریں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو ادب سکھلایا کہ اے ایمان والو تم اپنی آوازوں کو آپ ﷺ کی آواز پر بلند نہ کرو۔ (حجرات: ۴) اور ایک قوم کی تعریف کی ہے کہ بلاشبہ جو لوگ آپ ﷺ کے پاس اپنی آوازیں پست کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کا اللہ نے امتحان لیا۔ تقویٰ کے لئے ان کے لئے مغفرت اور بہت بڑا اجر

ہے: ''ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللّٰہ اولئک الذین امتحن اللّٰہ قلوبھم للتقوی لھم مغفرۃ واجر عظیم (حجرات: ۳) ''اور ایک قوم کی مذمت کی ہے کہ جو لوگ تجھے حجروں کے سامنے سے پکارتے ہیں۔ان میں سے اکثر بے عقل ہیں: ''ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون (حجرات: ۴) ''پھر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بے شک وفات کے بعد بھی آپ ﷺ کی عزت وحرمت ایسے ہی ہے جیسا کہ زندگی میں تھی۔اس پر امیر المومنین ابو جعفر نے عاجزی کرتے ہوئے اپنی آواز کو پست کرلیا اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اے ابو عبداللہ (یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ہے) کیا میں قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کروں؟ یا آپ ﷺ کی طرف اپنا منہ کر کے دعا کروں؟ تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا تو کیوں آپ ﷺ سے اپنا منہ پھیرتا ہے؟ حالانکہ آپ ﷺ ہی تیرے اور تیرے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں وسیلہ ہوں گے۔پھر آگے فرمایا کہ آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہو اور آپ ﷺ کو سفارشی بنا۔اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی سفارش قبول فرمائے گا۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک'' (الشفاء ص ۲۳ ج ۲) اس واقعہ کو علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب (وفاء الوفاء ص ۴۲۲ ج ۲) میں نقل کر کے کہا ہے کہ: ''اس کی سند جید ہے۔''اور دوسرے حضرات نے یہ کہا ہے کہ: ''اس کے راوی ثقہ ہیں۔'' (رواہ ابن وھب عن مالک ص ۱۱۷)

فائدہ! آپ حضرات نے یہ واقعہ پڑھا اور بخوبی اندازہ لگایا کہ ان منکرین حیات سے پہلے کسی نے آپ ﷺ سے سفارش کرنے کو شرک اور بدعت نہیں کہا۔بلکہ ہمیشہ سے یہ ہوتا چلا آرہا ہے کہ مسلمان جب بھی مدینہ منورہ پہنچتے ہیں تو آپ ﷺ سے انہوں نے اپنی سفارش کرائی ہے اور اپنے مشکل مسئلے روضۂ رسول ﷺ پر کھڑے ہو کر سنائے ہیں۔ایسے ہی امت مسلمہ کا آج تک عقیدہ تھا اور ہے اور رہے گا۔یہی عقیدہ اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کا ہے۔

دلیل نمبر ۵......حضرت مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب آدمی آپ ﷺ کی قبر مبارک کے پاس آئے تو قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے آپ ﷺ کی طرف رخ کرے اور آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھے اور دعا کرے۔ (شفاء السقام ص ۱۱۹)

فائدہ! مذکورہ پانچ دلیلوں سے مسئلہ بالکل واضح ہو گیا کہ روضہ شریف کی طرف منہ کرنا جائز ہے۔بلکہ اعلیٰ مستحبات میں سے ہے اور دعا کرنا بھی جائز ہے۔روضہ کی طرف رخ کر کے اور سفارش کی درخواست کرنا بھی جائز ہے۔

عقیدۂ استشفاع واقعات کی روشنی میں

۱...... حضرت علامہ عتبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی قبر مبارک پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا: ''السلام علیک یا رسول اللہ'' میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا ہے ''ولو انھم اذ ظلموا انفسھم...الخ'' اس میں اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے لئے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی بنانے کے لئے آیا ہوں۔اس کے بعد اس نے درد دل سے چند اشعار پڑھے اور اظہار عقیدت اور جذبۂ محبت کے پھول نچھاور کئے۔پھر چلا گیا۔علامہ عتبی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں آپ ﷺ کی زیارت ہوئی۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عتبی رحمۃ اللہ علیہ جا کر اس اعرابی کو خوش خبری دے دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کر دی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ص ۵۲۰ ج ۲، کتاب الاذکار ۱۸۵، شفاء السقام ص ۴۶، جذب القلوب ص ۱۹۵)

فائدہ! حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے استدلال اس طرز پر نہیں کہ علامہ سمہودی رحمہ اللہ بڑے پارسا بزرگ اور ثقہ راوی تھے۔ جن کی اس کاروائی کی پیروی کی جارہی ہے۔ فرض کیجیے وہ بزرگ نہ بھی ہوں جیسا کہ بعض کتابوں میں آیا اور بعض معاصرین نے اس کو پلے باندھ لیا ہے۔ بلکہ استدلال اس انداز سے ہے کہ اس کاروائی کو ہر مکتب فکر کے علماء کی اکثریت نے مستحسن سمجھ کر اس پر عمل کیا اور تلقی امت اور تعامل علماء اور فقہاء سے یہ کاروائی جواز کا درجہ رکھتی ہے۔ (تسکین الصدور ص ۳۶۴)

۲...... سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ کے زمانہ میں ایک عالم دین متقی پرہیز گار کافی مقروض اور تنگ دست ہو گیا۔ خواب میں آپ ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے اس کو ارشاد فرمایا کہ سلطان محمود کے پاس جا اور جا کر یہ کہنا کہ اس کو جناب رسول ﷺ نے اس کے پاس بھیجا ہے۔ تاکہ تو اس کی امداد اور اعانت کر۔ اگر سلطان محمود تجھے سچا نہ سمجھے تو تو اس کو یہ نشانی بتانا کہ تو آپ ﷺ پر یہ "اللھم صل علیٰ سید نامحمد، وعلی اٰل سیدنا محمد، مااختلف الملوان، وتعاقب العصران، وكرّ الجديدان، واستقلّ الفرقدان، وبلّغ روحه وارواح اهل بيته منّاالتّحيّة والسلام، وبارك وسلم عليه كثيراً" درود شریف پڑھتا ہے۔ اس کا علم صرف تجھے ہے اور سید دوعالم ﷺ کو ہے۔ چنانچہ یہ شخص خواب سے بیدار ہوا اور آپ ﷺ کی سفارش لے کر سیدھا سلطان محمود کے پاس پہنچا۔ تو سلطان محمود نے اس کا بہت احترام کیا اور اس کی امداد کی۔ (روح البیان ص ۲۳۴ ج ۷)

فائدہ! قائلین حیات کو چاہیے کہ درود شریف کی کثرت رکھیں اور درود شریف کی کثرت رکھنا ہی اہل سنت والجماعت کی نشانی ہے۔ جیسے علامہ سخاوی رحمہ اللہ امام حسین ابن علی رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت آپ ﷺ پر درود شریف زیادہ پڑھتے ہیں۔ (القول البدیع ص ۶۰)

۳...... حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنے ایک رسالہ میں فرماتے ہیں کہ ایک دن مجھے کھانے کے لئے کچھ نہ ملا کہ اچانک ایک شخص نے دودھ کا پیالہ لا کر میرے سامنے کیا۔ جسے میں پی کے سو گیا۔ خواب میں آپ ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ دودھ میں نے بھیجا تھا۔

(فضائل درود شریف ص ۱۲۵، بحوالہ الدر الثمین فی المبشرات الامین ص ۱۳)

۴...... حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کی الجواھر المنظوم کے حوالہ سے یہ بات لکھتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی گئی ہے کہ آپ ﷺ کو دفن کئے جانے کے بعد ایک اعرابی آیا۔ اس نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ آپ میرے لئے میرے رب سے مغفرت طلب فرمائیں۔ پس قبر مبارک سے آواز آئی کہ بے شک تیری مغفرت ہو چکی ہے اور آپ ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی وفات کے بعد آئیں اور آپ رضی اللہ عنہا نے یہ شعر پڑھا کہ:

الا یارسول اللہ انت رجائنا وكنت بنا براً ولم تک جافیا

اے اللہ کے رسول (ﷺ) آپ میری امید ہیں اور آپ ہم پر مہربان تھے اور آپ ﷺ سخت مزاج نہ تھے، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ سب کچھ سنا اور کسی ایک نے بھی انکار نہ کیا۔ (تحریرات حدیث ص ۵۶۶) آگے

حضرت شیخ الحدیث صاحب لکھتے ہیں کہ ان تمام ذمہ دار فقہاء حضرات کی روشن عبارات سے یہ بات واضح تر ہوگئی ہے کہ آپ ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر شفاعت کی التجا کرنا جائز و صحیح ہے۔ الغرض استشفاع کا مسئلہ فقہاء کرام کے نزدیک ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ (تسکین الصدور ص ۳۷۷)

۵...... ابو اسحاق الزیادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ ابو حسان نے خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی ہے۔ میں نے کہا ابو حسان سے کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے تجھے دیکھایا جو کچھ دکھایا تو مجھے بھی خواب بتا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے ایک بڑا نور دیکھا ہے۔ جس کی صفت بیان کرنا میرے بس میں نہیں اور میں نے اس نور میں ایک شخص کو دیکھا جس کے بارے میں مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ ہمارے آقا ﷺ ہیں اور آپ اپنی امت میں سے کسی آدمی کی سفارش فرما رہے ہیں۔ پھر میں نے سنا کہ کہنے والا کہہ رہا تھا کہ کیا تجھے کافی نہیں یہ آیت؟ جو میں نے سورۃ الرعد میں اتاری ہے؟ وہ آیت ہے: "وان ربک لذو مغفرۃ للناس علیٰ ظلمھم" پھر مجھے جاگ آ گئی۔ (تاریخ بغداد ص ۳۷ ج ۶)

عقیدۂ زیارت روضۂ رسول ﷺ...... پانچواں اختلاف

اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کا عقیدہ

علماء دیوبند کا مسلک وعقیدہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے روضہ اطہر کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا کہ مدینہ منورہ میں چونکہ آپ ﷺ کا روضہ اطہر ہے۔ صرف اسی کی ہی زیارت مقصود ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور غرض اور مقصد نہیں تو اس کا یہ سفر کرنا فرائض وواجبات کے علاوہ سب سے بڑی نیکی اور افضل ترین عبادت ہے۔ یہ سفر اعلیٰ درجہ کی قربت کا سبب ہوگا اور انتہائی ثواب کا ذریعہ ہوگا۔ بلند درجات حاصل کرنے کا وسیلہ بنے گا۔ بخشش کا واسطہ بنے گا۔ یہ بات اجماع سے ثابت ہے۔ اس کے علاوہ باقی مسجد نبوی ﷺ اور دوسرے برکت والے مقامات کی زیارت خود بخود ہو جائے گی۔ ان کو مقصود اصلی نہیں بنانا چاہیے۔ مقصود اصلی صرف روضۂ اطہر کی زیارت ہو اور بس۔

منکرین حیات کا عقیدہ

منکرین حیات کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے روضہ اطہر کی نیت سے سفر کرنا جائز نہیں۔ بلکہ بدعت ہے۔ اصل مسجد نبوی کی زیارت کی نیت سے سفر کرو اور روضۂ کی زیارت خود بخود ہو جائے گی۔ یعنی اصل مقصود روضہ کو نہیں بنانا چاہیے۔ بلکہ مسجد نبوی کو مقصود بنانا چاہیے۔ (کتاب التو... فی العبادات الالوہیہ از مولوی عبدالغنی جاجروی) اسی طرح تحقیق الحق ایک منکر حیات کی کتاب ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ انبیاء اور صالحین کے قبروں کی زیارت کے لئے سامان سفر باندھنا اور سفر کرنا بدعت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہ میں سے کسی ایک نے بھی ایسا نہیں کیا اور نہ ہی ائمہ مسلمین میں سے کسی نے اس کو مستحب قرار دیا ہے۔ (تحقیق الحق ص ۳۵) دوسری جگہ لکھا کہ: "زیارت القبور کے لئے رخت سفر باندھنا، نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین رحمۃ اللہ علیہ اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہ میں سے کسی سے ثابت نہیں اور یہ بدعت ہے۔ (ایضاً ص ۳۴)

فائدہ! قارئین کرام! اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے مدینہ منورہ جانے کی تو صرف آپ ﷺ کے روضہ اطہر کی نیت سے سفر کریں۔ صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کی نیت سے سفر کریں کہ وہاں پہنچ کر آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں سلام پیش

کروں گا۔ کیونکہ جس کو کسی سے تعلق اور محبت ہوتی ہے تو وہ خود چل کر جاتا ہے اس کی زیارت کے لئے۔ اس لئے صرف روضہ رسول کی نیت سے سفر کرنا سب سے بڑی نیکی ہے۔ کیونکہ مسجد نبوی کو جو عظمت ملی ہے۔ وہ بھی آپ ﷺ کے واسطہ سے ملی ہے اور فطرت سلیمہ اور عقل بھی اسی چیز کا تقاضا کرتی ہے کہ صرف روضہ اطہر کی نیت سے مدینہ منورہ کا سفر کرنا چاہیے۔ کیونکہ جو آدمی مکہ مکرمہ سے سفر کرکے اس نیت سے مدینہ منورہ جارہا ہے کہ مسجد نبوی ﷺ میں نمازیں پڑھے گا۔ مسجد نبوی کی زیارت کرے گا تو وہ خسارے اور نقصان والا سفر کررہا ہے۔ کیونکہ مسجد حرام بیت اللہ شریف کے اندر ایک نماز پڑھنے کا ثواب ایک لاکھ نمازیں پڑھنے کے برابر ہے جب کہ مسجد نبوی میں صحیح روایت کے مطابق ایک نماز پڑھنے کا ثواب ایک ہزار نمازیں پڑھنے کے برابر ہے۔ جب کہ دوسری روایت کے مطابق ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازیں پڑھنے کے برابر ثواب ملتا ہے جس حدیث کو چاہے لے لیا جائے اجر و ثواب سے خالی نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ مدینہ منورہ جانے کی اور روضۂ رسول ﷺ پر حاضری دینے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ پر حاضر ناضر ہے ہر جگہ ملتا ہے۔ چاہے مسجد نبوی ﷺ میں رہو یا مسجد حرام میں۔ مسجدیں تو دونوں اللہ کا گھر ہیں۔ لیکن آپ ﷺ کا روضہ اطہر اور آپ ﷺ کی ذات صرف مدینہ منورہ میں ملتی ہے۔ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں۔ اس لئے آپ ﷺ کے روضہ اطہر کی ہی نیت کرکے علماء دیوبند عشق رسول ﷺ سے سرشار ہو کر روضہ اطہر پر حاضری دینے کے لئے جاتے ہیں۔

زیارت روضہ رسول ﷺ دلائل کی روشنی میں

اب وہ دلائل پیش کئے جاتے ہیں جن سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ واقعتاً علماء دیوبند کا عقیدہ قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے:

دلیل نمبر ۱...... ''واذا جاء ک الذین یؤ منون بایتنا فقل سلام علیکم کتب ربکم علی نفسه الرحمة انه من عمل منکم سوءاً بجهالة ثم تاب من بعده واصلح فانه غفور رحیم (الانعام: ۵۴)'' (جب آویں آپ کے پاس ہماری آیتوں پر ایمان رکھنے والے۔ پس آپ کہہ دیں کہ سلامتی ہے تم پر۔ تمہارے پروردگار نے اپنے ذمہ مقرر کرلیا ہے رحمت کرنا کہ جو شخص تم میں سے کوئی برا کام کر بیٹھے جہالت سے، پھر وہ شخص اس کے بعد توبہ کرے، اصلاح رکھے، تو اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ بڑے مغفرت کرنے والے ہیں اور بڑی رحمت کرنے والے ہیں)

فائدہ! حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اگرچہ خاص واقعہ میں نازل ہوئی ہے۔ لیکن بعض مفسرین نے اس آیت کے مضمون کو ایک مستقل ہدایت نامہ کی حیثیت سے بیان کیا ہے کہ جن لوگوں سے گناہ سرزد ہوجائے۔ پھر ان کو گناہ پر ندامت ہوئی اور توبہ کرکے اپنے عمل کو درست کرلیا۔ آگے حضرت لکھتے ہیں کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ قرآن مجید کا کوئی حکم جو کسی خاص واقعہ میں نازل ہوا۔ گرچہ اس کے الفاظ اور مضمون عام ہے۔ تو وہ صرف اس واقعہ کے لئے مخصوص نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک عام حکم کی حیثیت رکھتا ہے۔ قیامت تک تمام مسلمانوں کے لئے برابر ہے۔ یعنی اب یہ حکم بھی ایک عام ضابطہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جو ہر اس گنہگار کو شامل ہے۔ جس کو گناہ کے بعد بھی اپنی غلطی پر تنبہ ہوا اور نادم ہوکر اسنے اپنے آئندہ عمل کو درست کرلیا۔ (معارف القرآن ج ۳ ص ۳۳۷)

تو اس آیت سے صراحت کے ساتھ یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس آیت کا حکم عام ہے۔ قیامت تک جاری وساری رہے گا جو آدمی بھی روضۂ اقدس کی نیت کرکے روضہ پر حاضری دے گا سب سے پہلے اس کو آپ ﷺ خود

سلام کریں گے پھر جب یہ صلوۃ وسلام جتنی دفعہ عرض کرے گا اس کا جواب علیحدہ ملے گا اور یہ سلام کی ابتداء اور بشارت صرف اس شخص کے لئے ہے۔ جس میں تین شرطیں پائی جاتی ہوں:

۱...... صرف اور صرف آپ ﷺ کے پاس جانے کی نیت سے جائے کوئی اور نیت کر کے سفر نہ کرے۔

۲...... مومن صحیح العقیدہ ہو۔ ورنہ سفر کا کوئی فائدہ نہیں۔

۳...... اس کے لے بشارت تب ہوگی جب یہ پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ وعدہ اور ارادہ کرے۔ پھر یہ ساری خوشخبری اس کے لئے ہوگی۔

دلیل نمبر ۲...... ’’قال رسول اللہ ﷺ من زارني بعد مماتي كان كمن زارني في حياتي، ومن زارني حتى ينتهي الى قبري كنت له يوم القيامة شهيدا‘‘ (آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ جس نے میرے مرنے کے بعد میری زیارت کی۔ گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی اور جس نے میری زیارت کی۔ حتی کہ میری قبر پر آیا تو میں قیامت کے دن اس کی گواہی دوں گا) (کتاب الضعفاء از علامہ حضرت عقیلی، تاریخ ابن عساکر، کتاب الشفاء از علامہ سبکی)

فائدہ! جو آدمی روضہ مبارک کی نیت کر کے سفر کرے اور روضہ اقدس پر پہنچ جائے تو آپ ﷺ قیامت کے دن اس کے ایمان کی اور اس کی حاضری کی گواہی دیں گے۔ اس وجہ سے صرف اور صرف روضہ اطہر کی ہی نیت سے سفر کریں۔

اعتراض...... اس حدیث کی سند میں محمد بن یحییٰ جس کے بارے میں ابن عدی نے یہ لکھا ہے کہ اس کی احادیث منکر اور ظلمت سے بھری ہوئی ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث قابل قبول نہیں۔

جواب...... ابن عدی نے محمد بن یحییٰ کو منکر لکھا ہے۔ اکثر راویوں پر منکر کا اطلاق اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ ایک ہی حدیث کو روایت کرنے والے ہوتے ہیں۔ (فتح المغیث ص ۱۲۶)

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اصحاب جرح وتعدیل کے قول ’’ہٰذا حدیث منکر‘‘ سے یہ گمان نہیں کرنا چاہئے کہ اس کا راوی ضعیف ہے۔ اس لئے کہ اکثر منکر کا اطلاق تفرد پر ہوتا ہے۔ (الرفع والتکمیل ص ۲۰۰)

دوسری بات یہ ہے کہ کتب جرح وتعدیل سے یہ بات ثابت ہے کہ ابن عدی خود بھی متشدد و متعصب ہے۔ لہٰذا ابن عدی کا ان کی احادیث کو منکر کہنا تشدد پر مبنی ہے اور مظلمہ کا حکم لگانا بھی اس کے تشدد پر محمول ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اس حدیث کے ہم معنی روایات اسی کی تائید کرتی ہیں۔ پس یہ حدیث حسن درجہ کی ہے نہ کہ منکر مظلمہ۔ واللہ اعلم!

دلیل نمبر ۳...... ’’قال النبي ﷺ من حج ولم يزرني فقد جفاني‘‘ (آپ ﷺ نے ارشاد پاک فرمایا کہ جس نے حج کیا اور میری زیارت نہیں کی۔ پس تحقیق اس نے مجھ پر ظلم کیا) (شفاء السقام ص ۲۷، الکلام المبرور ص ۳۶)

دلیل نمبر ۴...... ’’عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ ﷺ: من جاءني زائراً لا يعلمه حاجة الا زيارتي، كان حقا عليّ ان اكون له شفيعا يوم القيامة‘‘ (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو میرے پاس آیا اور اس کی کوئی حاجت نہیں تھی۔ سوائے میری زیارت کے تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں) (معجم کبیر للطبرانی ص ۱۷۴، ج ۶)

تنبیہ! جو مومن مسلمان آپ ﷺ کی شفاعت کے طلبگار ہیں۔ ان کو چاہئے کہ مدینہ منورہ جاتے ہوئے روضہ اطہر کے علاوہ اور نیت نہ کریں ورنہ آنحضرت ﷺ کی شفاعت نصیب نہیں ہوگی۔

دلیل نمبر ۵...... "قال رسول اللّٰہ ﷺ: من مات فی احد الحرمین بعثه من الا منین یو م القیا مة، ومن زارنی محتسباً الی المدینه کان فی جواری یو م القیامة" (آپ ﷺ نے ارشاد پاک فرمایا کہ جو شخص مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں فوت ہو جائے۔ وہ قیامت کے دن امن والوں میں سے اٹھے گا اور جس آدمی نے ثواب کی نیت سے میری زیارت کی (یعنی میرے روضہ اطہر کی) وہ قیامت کے دن میرا پڑوسی اور قریبی ہوگا) (شفاء السقام)

دلیل نمبر ۶...... "عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: من زار قبری وجبت له شفا عتی" (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد پاک فرمایا کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی۔ اس کے لئے میری شفاعت لازم ہے) (شعب الایمان، شفاء السقام، دارقطنی، وفاء الوفاء ص ۱۶۷، ج ۴)

دلیل نمبر ۷...... "قال رسول اللّٰہ ﷺ من جاءنی زائراً لا ینزعه الا زیارتی، کان حقا علیّ ان اکون له شفیعاً یو م القیامة" (آپ ﷺ نے ارشاد پاک فرمایا کہ جو میری زیارت کے لئے آئے اور مقصد صرف میری زیارت ہو تو مجھ پر حق اور لازم ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں) (شفاء السقام ص ۲۷)

فائدہ! علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ احادیث آپ ﷺ کی حیات مبارکہ یعنی دنیاوی زندگی اور وفات مبارکہ کے بعد دونوں حالتوں کو شامل ہے۔ (حاشیہ علی الایضاح ص ۴۸۱)

دلیل نمبر ۸...... "من حج فزار قبری بعد وفاتی، فکانما زارنی فی حیاتی" (جس شخص نے حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی۔ میری وفات کے بعد۔ گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی) (شفاء السقام)

فائدہ! علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ ان احادیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب حجاج کرام اور عمرہ کرنے والے حضرات مکہ مکرمہ سے واپس آئیں، تو مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہوں۔ آپ ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے۔ اس لئے کہ یہ تقرب الی اللہ کے اہم کاموں میں سے ہے اور مساعی میں سے سب سے زیادہ کامیابی کا ذریعہ ہے۔ (الایضاح فی مناسک الحج والعمرہ ص ۴۴۷)

نیز علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زیارت والی حدیث آپ ﷺ کی حیات اور وفات دونوں حالتوں پر مشتمل ہے اور یہ حکم مرد اور عورت سب کو شامل ہے۔ قریب اور دور سے آنے والے تمام کو شامل ہیں۔ نیز ان احادیث سے قبر مبارک کی زیارت کی نیت سے سفر کرنے پر اور زیارت کے لئے سفر کے مستحب ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے۔ (حاشیہ لابن حجر الہیثمی علی شرح الایضاح ص ۴۸۱)

زیارت رسول ﷺ علماء اسلام کی نظر میں

۱...... علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فصل ثانی زیارت روضہ رسول ﷺ کے دلائل میں ہے اور اس کی مشروعیت کی تاکید کے بیان میں ہے اور اس کے درجہ کے واجب کے قریب ہونے کے بیان میں ہے۔ حتیٰ کہ بعض نے اس پر وجوب کا حکم لگایا ہے۔ (وفاء الوفاء ص ۱۷۷ ج ۴) دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے زیارت روضہ رسول پر قولاً وفعلاً اجماع ہونے کو واضح کیا ہے اور ائمہ کے اقوال کو اس بارے میں نقل کیا ہے او رکتاب وسنت، اجماع وقیاس کے باعث ثواب ہونے کو ثابت کیا ہے۔ (ایضاً ص ۱۵۸ ج ۴) تیسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ علامہ عبدالحق مقلی ابو عمران مالکی سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت واجب ہے اور

عبدالحق خودفرماتے ہیں سنن واجبہ میں سے ہے۔(ایضاًص ۱۸۷ج ۴) چوتھے مقام پرفرماتے ہیں'' والحنيفة قالو ان زيادة قبر النبی ﷺ من افضل المندوبات والمستحبات بل تقرب من درجة الواجبات كذا نص عليه المالكيه والحنابلية''اورحنفی حضرات کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی قبرمبارک کی زیارت افضل مستحبات اور افضل نیکیوں میں سے ہے۔ بلکہ واجب کے قریب ہے۔ اسی پر مالکی حضرات اور حنابلہ حضرات کی عبارات تصریحات ہیں۔ پانچویں مقام پرعلامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا مدینہ منورہ سے شہداء احد کی قبور کی زیارت کے لئے جانا ثابت ہے۔ جب قریب جگہ سے قبروں کی زیارت کے لئے جانا جائز ہوا تو دور سے بھی جائز ہوگا اور آپ ﷺ کی قبرمبارک اس کے زیادہ مستحق ہے کہ اس کے لئے مستقل سفرکیا جائے اور اس پرسلف خلف کے اتفاق کی وجہ سے اجماع بھی منعقد ہو چکا ہے۔ (وفاءالوفاءص ۱۸۸ج ۴)

۲...... امام حافظ ابوالیمن ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زیارت کرنے والے کے لئے مناسب ہے کہ آپ ﷺ کی زیارت کے سبب اللہ کے قرب کی نیت کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی مسجد کی طرف سفر کرنے کے سبب تقرب کی نیت بھی کرے۔ (اتحاف الزائرص ۳۰)

۳...... علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بندہ ضعیف کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ محض آپ ﷺ کی قبر کی نیت کرے۔ پھر جب وہاں آجائے تو مسجد نبوی کی بھی نیت کرے۔ ہاں! اگر صرف روضہ پاک کی نیت کرے اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو تو دوبارہ آنے کی نیت مسجد نبوی کی کرے تو اس میں آپ ﷺ کی عظمت ورفعت اور جلالت شان ادب واحترام کی زیادہ رعایت ہے اور احادیث کی ظاہرا موافقت بھی ہو جائے گی۔ (فتح القدیرص ۹۴ ج ۳)

۴...... فقہ حنفی کی بے مثال فتاویٰ کی کتاب درمختار اور اس کی شرح ردالمختار میں یہ فتویٰ ہے کہ آپ ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت اجماعی طور پر مستحب ہے۔ (درمختارمع ردالمختارص ۶۳ ج ۴)

۵...... علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذاہب اربعہ کے محققین حضرات زیارت روضہ رسول ﷺ کے وجوب کے قائل ہیں نیز فرمایا کہ زیارت روضہ رسول ﷺ واجب ہے۔'' (الکلام المبرم ص ۹)

۶...... حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک زیارت قبر سید المرسلین اعلیٰ درجہ کی قربت اور نہایت ثواب اور سبب حصول درجات ہے۔ بلکہ واجب کے قریب ہے۔ (المہند علی المفند ص ۳۴)

۷...... حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اکابر زیارت روضہ اطہر کے لئے سفر کرنے کوصرف جائز بلکہ افضل مستحبات اور واجب کے قریب قرار دیتے ہیں۔ (نقش حیات ص ۱۲۲)

۸...... حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جمہور اکابر امت کے نزدیک روضہ شریف کی زیارت کی بھی ضرور نیت کرنی چاہیے اور روضہ اطہر پر حاضر ہو کر شفاعت ممنوع نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۱۶۷ ج ۴)

فائدہ! آپ حضرات نے زیارت روضہ رسول ﷺ کا مسئلہ قرآن احادیث اور فتاوی کی کتب اور علماء اسلام کے اقوال سے بڑی وضاحت اور صراحت کے ساتھ پڑھا۔ تمام دلائل اور کتب صاف صاف پکار کر بتلا رہی ہیں کہ روضہ پاک کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ اولیٰ اور واجب کے قریب ہے۔ یقیناً یہ

حضرات علم حدیث میں کامل اور مکمل مہارت رکھنے والے تھے۔ شریعت کے ایک ایک مسئلے کو گہرائی تک سمجھنے والے تھے۔ یعنی احادیث اور قرآن کے مفاہیم اور مطالب کو سمجھنے میں امام کا درجہ رکھتے تھے۔ تعارض کی ابحاث سے مکمل طور پر واقف تھے۔ جب ان حضرات نے اس مسئلہ کو جائز۔ بلکہ واجب کہا ہے۔ تو اسی کو تسلیم کرنا ہی واجب ہے۔

عقیدۂ زیارت روضۂ رسول ﷺ واقعات کے روشنی میں

۱...... حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ فراق وجدائی کے صدمہ کو برداشت نہ کر سکے۔ حتیٰ کہ مدینہ منورہ کو چھوڑ کر شام کے ایک علاقہ جابیہ میں مقیم ہو گئے اور وہاں جا کر مستقل رہائش اختیار کر لی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے شام میں ایک خواب دیکھا کہ جس میں آپ ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ بلال اتنی سنگدلی؟ کیا تو میری زیارت کے لئے نہیں آئے گا؟ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ خواب سے بیدار ہوئے تو فوراً سفر کا سامان تیار کیا اور مدینہ منورہ روضہ پر حاضری کی نیت سے سفر شروع کر دیا۔ جب مدینہ منورہ پہنچے اور روضہ اطہر پر صلوٰۃ وسلام پیش کیا۔ تو اتنے میں لوگوں کو بھی پتہ چل گیا کہ موذن رسول ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کافی عرصہ کے بعد آج تشریف لائے ہیں۔ تو سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ملنے کے لئے جوق در جوق آئے۔ ملاقات وحال احوال کے بعد جب نماز کا وقت آیا تو لوگوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ جب سے آپ شام گئے ہیں۔ اسی دن سے ہم آپ کی اذان سننے کو ترس گئے ہیں۔ اب آپ مہربانی کریں۔ آج اذان سنا دیں۔ خصوصاً جب حضرت سیدنا امام حسین اور امام حسن رضی اللہ عنہما نے بھی ساتھ درخواست شروع کی تو بالآخر مجبور ہو کر اذان دینا پڑی اور اسی جگہ اذان دی۔ جہاں پہلے آپ ﷺ کے دور اقدس میں اذان دیتے تھے۔ جب اللہ اکبر، اللہ اکبر کہا تو سارے مدینہ کو آپ ﷺ کا دور اقدس یاد آ گیا اور سارا وہ نقشہ ذہن میں آ گیا جس میں آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سنتے تھے۔ لیکن آج آپ ﷺ کی ذات اقدس نظر نہیں آ رہی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آنسوؤں کے بندھن ٹوٹ گئے۔ بے ساختہ صدمہ کی وجہ سے آہ! وبکا شروع ہو گئی اور ایسی پرکشش آواز کے ساتھ جب کلمۂ شہادت پر پہنچے تو ایسے معلوم ہوا خود آپ ﷺ کی ذات اقدس سامنے ہے اور روضہ اطہر سے باہر تشریف لائی ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جب ہر طرف سے یہ حالت دیکھی تو خود بھی شدت فراق کی وجہ سے رونا شروع کر دیا اور اذان بھی پوری نہ ہو سکی۔ (وفاء الوفاء ص ۵۶ ج ۳ آثار السنن از علامہ محمد بن علی نیموی ص ۱۲۶)

<u>فائدہ</u>! اس واقعہ سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ روضۂ اطہر کی نیت سے سفر کرنا بالکل جائز ہے۔ اعلیٰ مستحبات میں سے ہے۔ جیسا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اسی نیت سے سفر کیا تھا۔ صحابی رسول کا فعل ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔

۲...... شرح جامی کے مصنف حضرت شیخ عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ جہاں متبحر عالم محقق ومدقق بے نظیر تھے۔ وہاں ایک باکمال عارف اور رسول ﷺ کے عاشق صادق بھی تھے۔ آپ ﷺ کے ساتھ جوان کو عشق ومحبت تھی۔ اس کا اندازہ آپ اس واقعہ سے لگائیں کہ انہوں نے آپ ﷺ سے عشق ومحبت اور مدح وثناء میں ایک قصیدہ نعتیہ کلام درد بھرے انداز میں لکھا۔ جب وہ قصیدہ مکمل ہو گیا تو یہ حج کے لئے تشریف لے گئے اور ساتھ یہ قصیدہ بھی لے گئے۔ اس نیت سے قصیدہ لے گئے کہ جب حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ روضہ اطہر پر حاضری دینے کے لئے جاؤں گا تو

روضہ اطہر پر کھڑے ہو کر اس نظم وقصیدہ کو سناؤں گا۔ تو جب حج سے فارغ ہو گئے اور روضۂ اطہر کی نیت سے مدینہ منورہ کا سفر شروع کیا۔ تو امیر مکہ جو اس وقت مکہ مکرمہ کا بادشاہ تھا۔ اس کو خواب میں آپ ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس جامی کو مدینہ منورہ نہ آنے دو۔ امیر مکہ نے ان کو بلا کر روک دیا کہ آپ کو مدینہ منورہ جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر رہنا ہے تو یہاں مکہ مکرمہ میں رہ جاؤ۔ ورنہ واپس گھر چلے جاؤ اور ان کا گھر ملک خراسان قصبہ جام میں تھا۔ یہ کچھ دن تو وہیں مکہ مکرمہ میں رہے۔ پھر فرط محبت اور جذب وشوق کی وجہ سے چھپ کر مدینہ منورہ کا سفر شروع کر دیا۔ دوبارہ امیر مکہ کو خواب میں آپ ﷺ کی زیارت مبارک ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جامی دوبارہ چھپ کو فلاں راستہ سے آ رہا ہے۔ اسے روکو۔ روضہ اطہر پر نہ آنے دو۔ امیر مکہ بیدار ہوا اپنے کارندے دوڑائے کہ اسے پکڑ کر لے آؤ۔ ان کو راستہ میں پکڑ لیا گیا اور جیل میں ڈال دیا گیا اور سختی کی گئی۔ اس پر تیسری دفعہ آپ ﷺ کی امیر مکہ نے خواب میں زیارت کی۔ آپ ﷺ نے ارشاد پاک فرمایا کہ یہ کوئی مجرم نہیں ہے کہ اسے سزا دی جائے۔ بلکہ اس نے ایک قصیدہ میں چند نعتیہ اشعار لکھے ہیں۔ جن کو یہاں آ کر میرے روضۂ اطہر پر کھڑے ہو کر پڑھنے کا ارادہ ہے۔ اگر ایسا ہوا تو روضۂ اطہر سے مصافحہ کے لئے ہاتھ نکلیں گے۔ جس کی وجہ سے لوگوں کے لئے فتنہ کا اندیشہ ہے۔ اس لئے اسے روکا جا رہا ہے۔ سختی وغیرہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پھر امیر مکہ نے ان کو جیل سے نکالا اور بہت اعزاز واکرام کیا۔ (فضائل درود شریف از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا ص ۱۲۵)

۳...... یحییٰ بن معین محدث جنہوں نے اپنے ہاتھ سے ایک لاکھ احادیث لکھیں۔ ۲۳۳ ہجری کو مدینہ منورہ کی حاضری کے بعد مکہ مکرمہ جانے لگے۔ ابھی پہلی ہی منزل پر پہنچے تھے کہ خواب میں آپ ﷺ نے ارشاد پاک فرمایا کہ ہمارے قرب کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو۔ واپس مدینہ منورہ لوٹ آؤ۔ یہ واپس آئے اور تین دن کے بعد فوت ہو گئے۔ (رحمت کائنات ص ۳۴۴)

۴...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بیت المقدس شام تشریف لے گئے اور حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ جو یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے۔ وہ مسلمان ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے اسلام لانے کی بہت بڑی خوشی ہوئی اور ان سے فرمایا کہ میرا دل کرتا ہے کہ آپ میرے ساتھ مدینہ منورہ چلیں۔ تاکہ آپ ﷺ کے روضۂ اطہر پر حاضری دے آئیں۔ انہوں نے قبول کیا اور ساتھ چل پڑے اور آ کر روضۂ پاک پر حاضری دی۔

۵...... حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حاتم اصم بلخی رحمۃ اللہ علیہ جو مشہور اولیاء اللہ اور صوفیہ میں سے گزرے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے تیس سال تک صرف ایک (قبہ مکان) میں چلہ کیا تھا۔ گوشہ نشینی اختیار کی تھی۔ بے ضرورت کسی سے بات نہیں کی۔ جب روضہ پاک پر حاضری دی تو اتنا ہی اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا کہ اے رب! ہم تیرے محبوب نبی کریم ﷺ کی قبر شریف کی حاضری اور زیارت کو حاضر ہوئے ہیں تو ہمیں نامراد اور ناکام واپس نہ کرنا۔ غیب سے آواز آئی کہ ہم نے تمہیں محبوب ﷺ کی قبر کی زیارت ہی اس لئے نصیب کی ہے کہ اس حاضری کو ہم قبول کریں۔ جاؤ ہم نے تمہارے اور تمہارے ساتھ جتنے لوگ حاضر ہوئے ہیں۔ سب کو معاف کیا۔ (فضائل حج بحوالہ زرقانی علی المواہب)

۷...... مکہ مکرمہ میں ایک بزرگ جن کا نام ابن ثابت رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ساٹھ سال تک میں برابر ہر سال آپ ﷺ کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہوتا تھا اور زیارت کر کے واپس آ جاتا تھا۔ ایک سال کسی

عارض کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکا۔ اپنے مکان میں کچھ غنودگی کی حالت میں تھا کہ حضور ﷺ کی زیارت مبارک ہوئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابن ثابت رحمۃ اللہ علیہ اس دفعہ تم ہماری ملاقات کے لئے نہیں آئے۔ اس لئے ہم تم سے ملنے کے لئے آ گئے ہیں۔ (فضائل حج، بحوالہ، حاوی)

۸...... شیخ احمد بن محمد رحمۃ اللہ علیہ صوفی کہتے ہیں کہ میں جنگل میں تیرہ ماہ تک حیران و پریشان پھرتا رہا۔ میرے بدن کی کھال بھی چھل گئی۔ یعنی خراب ہو کر اتر گئی۔ اسی حال میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا اور روضہ کی حاضری کی نیت سے روضہ پاک پر حاضر ہو کر آپ ﷺ اور شیخین رضی اللہ عنہما کی خدمت میں سلام پیش کیا۔ اس کے بعد میں سو گیا۔ میں نے آپ ﷺ کی خواب میں زیارت کی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ احمد تم آئے ہو۔ میں نے عرض کیا جی حضور، حاضر ہوا ہوں اور بھوکا بھی ہوں اور آپ ﷺ کا مہمان ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد پاک فرمایا کہ اپنے دونوں ہاتھ کھولو۔ میں نے دونوں ہاتھ کھول دیئے۔ آپ ﷺ نے ان کو دراہم سے بھر دیا۔ میری جب آنکھ کھلی تو دونوں ہاتھ دراہم سے بھرے ہوئے تھے۔ میں نے اسی وقت روٹی اور فالودہ خریدا اور کھا کر جنگل کو چل دیا۔ (وفاء الوفا فضائل حج)

اعتراض...... حیات طیبہ کا انکار کرنے والے حضرات کی سب سے وزنی دلیل اس بات پر کہ روضۂ اطہر کی نیت سے سفر نہیں کرنا چاہیے۔ یہ حدیث پاک ہے: ”عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال رسول الله ﷺ: لا تشد الرحال الا الیٰ ثلثة مساجد، مسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ، ومسجدی هذا“ (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہ سفر کرو تم۔ مگر تین مسجدوں کی طرف، ایک مسجد حرام، دوسری مسجد بیت المقدس، تیسری مسجد نبوی ﷺ) اس حدیث پاک کو دلیل بناتے ہوئے اور علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا سہارا لیتے ہوئے یہ حضرات سختی سے منع کرتے ہیں کہ روضۂ پاک کی نیت سے سفر نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ سفر کی اجازت صرف تین مساجد کی طرف ملی ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور نیت سے سفر جائز نہیں ہے۔ (متفق علیہ، کذا فی المشکوٰۃ ص ۶۷، ۶۸)

جواب...... اساطین علماء امت کے جلیل القدر علماء حضرات نے بڑا تحقیقی جواب دیا ہے کہ دنیا کی تمام مساجد سوائے ان تین مساجد کے فضیلت کے لحاظ سے برابر ہیں۔ سب میں برابر کا ثواب ملتا ہے۔ ہاں! ان تین مساجد کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فضیلت کے لحاظ سے بہت اعلیٰ مقام عطاء فرمایا ہے۔ جب سب مساجد علاوہ ان تین مساجد کے برابر ہوئیں تو ایک مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں جا کر نماز پڑھنا یا جمعہ وغیرہ پڑھنا۔ جیسا کہ ہمارے زمانہ میں ہو رہا ہے کہ مہینہ کا آخری جمعہ فلاں مزار پر پڑھنے جایا جاتا ہے۔ حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ محض لغو اور فضول ہے۔ (فضائل حج ص ۱۲۰) یعنی اس حدیث کا تعلق صرف اور صرف اس بات سے ہے کہ اگر مساجد کی نیت سے سفر کا ارادہ ہو تو وہ تین مسجدوں کے لئے جائز ہے۔ اس کے علاوہ جائز نہیں۔ ہاں! اگر کوئی اور سفر مقصود ہو جیسے جہاد کے لئے سفر کرنا، صلہ رحمی، تعلیم وتعلیم، آپ ﷺ کے روضہ اطہر کی زیارت کے لئے سفر کرنا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ حدیث بالا سے ان صورتوں کا ہرگز رد نہیں ہوتا۔ یہ حدیث ساری امت کی قبروں کی زیارت سے منع نہیں کرتی۔ (رد المحتار ص ۵۳ ج ۳) اور اس جواب کی تائید خود اس مضمون کی بعض روایات سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آیا کہ کسی مسجد کی طرف سفر نہ کیا جائے۔ سوائے ان تین مسجدوں کے۔ یہ حدیث صاف اور واضح اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ مسجدوں کی طرف سفر نہ کیا جائے۔ سوائے تین مساجد کے۔ باقی اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ مسجد کے علاوہ کی طرف سفر جائز ہے۔ (فضائل حج ص ۱۲۰)

عقیدۂ فضیلت روضہ اطہر...... چھٹا اختلاف

اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کا عقیدہ

علماء دیوبند کا عقیدہ یہ ہے کہ زمین کی وہ جگہ جو آقاء نامدار ﷺ کے جسم مبارک سے لگی ہوئی ہے۔ جہاں آپ ﷺ آرام فرمارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے کائنات کی ہر شئی سے افضل ہے۔ علی الاطلاق اس کے مقابلہ کی کوئی شئی نہیں۔ یہاں تک کہ کعبہ، عرش وکرسی سے بھی افضل ہے۔ یعنی جس طرح آپ ﷺ کا جسم مبارک اللہ رب العزت کی ذات کے بعد مخلوقات میں سے تمام انسانوں اور دوسری تمام چیزوں سے افضل ہے۔ بالکل اسی طرح آپ ﷺ کے بدن سے لگی ہوئی مٹی بھی دوسری تمام مخلوقات سے افضل ہے۔ یہ عقیدہ صرف علماء دیوبند کا ہی نہیں۔ بلکہ تمام صحیح العقیدہ مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے۔ اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ بالاتفاق تمام علماء کے نزدیک سب جگہوں سے افضل ہے اور یہی عقیدہ اجماعی عقیدہ ہے اور یہی جمہور کا مذہب ومسلک ہے۔ (فضائل حج ص ۱۷۷، تاریخ مدینہ ص ۱۷۴، فتویٰ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی، شائع شدہ دررسالہ بینات صفر المظفر ۱۴۲۵ھ، ص ۵۲)

منکرین حیات کا عقیدہ

منکرین حیات کا عقیدہ یہ ہے کہ زمین کی وہ جگہ جو آپ ﷺ کے جسد اطہر سے لگی ہوئی ہے۔ عام جگہوں کی طرح ایک جگہ ہے۔ بیت اللہ، عرش معلیٰ سے بالکل افضل نہیں۔ قبروں میں سے کوئی قبر جنت کا باغ نہیں۔ گویا آپ ﷺ کی قبر بھی ایک عام قبروں کی طرح ہے اور قبر کی کوئی فضیلت نہیں۔ (عقائد علماء اسلام ص ۶۸۴، ندائے حق ص ۴۷۶)

منکرین حیات کے شبہات

شبہ نمبر ۱...... ہماری (منکرین حیات) کی گزارش ہے کہ یہ زمین کی افضلیت کا مسئلہ نہ تو قرآن مقدس میں ہے اور نہ ہی کسی صحیح حدیث میں ہے اور یہ مسئلہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے بھی منقول نہیں ہے۔ آپ ﷺ کی قبر مسجد نبوی میں ہے اور بیت اللہ مسجد حرام میں ہے۔ مسجد حرام کی ساری فضیلت بیت اللہ کی وجہ سے ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ وہ نماز جو مسجد حرام میں پڑھی جائے میری مسجد میں پڑھی جانے والی نماز سے سو درجہ افضل ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مسجد نبوی اور مسجد حرام کی فضیلت کا یہ فرق ہر مسلمان تسلیم کرتا ہے۔ زمین، زمین کا فرق بہر حال ہے۔ اب رہی عرش کی بات۔ مسجد حرام کی فضیلت بیت اللہ کی وجہ سے ہے۔ تو بیت اللہ سے عرش معلیٰ یقیناً افضل ہے۔ اگر کوئی یہ نہیں مانتا تو غلطی پر ہے۔

شبہ نمبر ۲...... جو حصہ زمین کا نبی کریم ﷺ کے وجود اقدس سے لگا ہوا ہے۔ اس کی نسبت آپ ﷺ کے ساتھ ہے اور عرش کی نسبت خود رب العالمین کے ساتھ ہے۔ اس نسبت کا لحاظ نہ کرنا محض لوگوں کی آنکھوں میں محبوب اور عاشق بننا بے عقلی ہے۔ آگے منکر حیات نے لکھا کہ جو اس چیز اور دلیل کو نہیں مانتا۔ وہ محض لوگوں کی آنکھوں میں محبوب اور عاشق بنتا ہے۔ بغیر عقل کے۔ یعنی جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ حصہ جو آپ ﷺ کے اعضاء مبارک کو مس کئے ہوئے ہے۔ وہ سب چیزوں سے حتیٰ کہ عرش سے بھی اعلیٰ ہے۔ وہ سب بغیر عقل کے ہیں۔ یعنی پاگل اور مجنون اور عقل ساڑھے چودہ سو سال بعد اللہ تعالیٰ نے ان منکر حیات کو دے دی جن کو یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ کوئی حدیث ہمارے عقیدے پر پوری اترتی بھی ہے یا نہیں؟

شبہ نمبر ۳...... یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ آپ ﷺ کا کفن مبارک آپ ﷺ کے وجود مبارک کی طرح ابھی تک اسی طرح درست اور محفوظ ہے۔ جس طرح دفن کرتے وقت تھا۔ تو آپ ﷺ کا وجود اقدس تو کپڑے کو لگا ہوا ہے اور کپڑا زمین کو۔ قارئین کرام! مولوی صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا کفن مبارک زمین کو لگا ہوا ہے۔ نہ کہ آپ ﷺ کا جسم مبارک۔ جب زمین اور جسم کے درمیان کپڑا آ گیا تو زمین کو جسم نہ لگا۔ جب جسم زمین کو نہ لگا تو گویا زمین کو کوئی فضیلت بھی حاصل نہ ہوئی۔ آپ حضرات اندازہ لگائیں کہ کیسے بے عقلوں کی طرح استدلال کرتے ہیں۔

شبہ نمبر ۴...... پھر مسلمان ہونے کے ناطے خالق اور مخلوق کا فرق بھی ہر موقع پر پیش نظر رکھنا چاہئے۔ اسی لئے کہا کہ: ''فرق مراتب نہ کنی زندیقی'' جو فرق نہیں کرتا وہ زندیق ہے۔ (عقائد علماء اسلام ص ۶۸۴ مولوی شہاب الدین خالدی)

منکرین حیات کے شبہات کا جواب

۱...... جہاں تک بات ہے اس چیز کی کہ یہ مسئلہ قرآن وحدیث اور کسی صحابی سے منقول نہیں یہ تو آپ حضرات آنے والے دلائل سے اندازہ لگائیں گے کہ یہ مسئلہ قرآن وحدیث اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال کے مطابق ہے یا نہیں۔

۲...... جہاں تک بات ہے اس مسئلہ کی کہ روضۂ اقدس مسجد نبوی میں ہے اور مسجد نبوی، مسجد حرام، بیت اللہ اور عرش معلیٰ سے کم مرتبہ والی ہے۔ یہاں تک تو بات ہے بالکل ٹھیک۔ لیکن آگے جو اس نے استدلال کیا اور نتیجہ نکالا وہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ مولوی صاحب نے روضۂ اقدس کی اس جگہ کو جو آپ ﷺ کے جسم مبارک کو لگی ہے۔ باقی ساری مسجد نبوی کی جگہ کے برابر کر دیا ہے۔ حالانکہ جگہ کو عظمت ورفعت ملتی ہے۔ اس شخص کی وجہ سے جو اس میں رہتا ہے۔ آپ ﷺ چونکہ روضہ والی جگہ میں آرام فرما ہیں۔ تو اسی جگہ کو عظمت، رفعت اور بلندی مل گئی۔ باقی ساری مسجد نبوی میں چونکہ آپ ﷺ آرام فرما نہیں ہیں تو اس کی عظمت بھی اس کے مقابلہ میں نہیں۔ اسی طرح مسجد حرام، بیت اللہ اور عرش ہیں کہ وہ بھی آپ ﷺ کے جسم مبارک سے ملے ہوئے نہیں تو اس جگہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ جو آپ ﷺ کے جسم مبارک سے ملی ہوئی ہے۔ مولوی صاحب نے دونوں کو ایک کر دیا۔ جہاں سے ان کو غلطی لگی ہے۔ حالانکہ اسی عبارت کے دوران مولوی صاحب نے خود لکھا ہے کہ: ''فرق مراتب نہ کنی زندیقی'' جو مراتب کا فرق نہیں کرتا وہ زندیق ہے۔ آپ خود اندازہ لگائیں کہ کس نے فرق نہیں کیا؟ علماء دیوبند نے یا منکر حیات نے؟

۳...... اس نے لکھا ہے کہ عرش کی نسبت اللہ کی طرف ہے اور اس جگہ کی نسبت آپ ﷺ کی طرف ہے۔ شاید کہ اس نے عرش بھی اس طرح سمجھ لیا ہے جس طرح زمین ہے کہ عرش اللہ تعالیٰ کو لگا ہوا ہے اور یہ مٹی آپ ﷺ کو لگی ہوئی ہے۔ (اگر یہی عقیدہ ہے تو پھر کفر میں کوئی شک نہیں) ورنہ بات کو اس انداز میں سمجھیں کہ زمین آپ ﷺ کے جسم مبارک کو لگی ہوئی بھی ہے اور اس کو آپ ﷺ سے نسبت بھی ہے۔ جب کہ عرش وکرسی کی نسبت تو ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ لگنے کا تعلق نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے تو صرف نسبت ہوئی۔ یہاں نسبت بھی ہے اور مس کرنا۔ یعنی لگنا بھی ہے۔ اس وجہ سے فضیلت بھی اسی کو حاصل ہوئی۔

۴...... چوتھی بات یہ کہی کہ زمین کو کفن والا کپڑا لگا ہوا ہے۔ نہ کہ جسم مبارک۔ چلو کفن کا اتنا درجہ مان لو کہ عرش سے بھی افضل ہے۔ جب اس کا مان لو گے تو پھر یہ بھی خود بخود مان لینا کہ اب زمین جو کفن کو لگی ہوئی ہے۔ تحت الثریٰ تک، تو وہ بھی کفن کے واسطے سے سب سے حتیٰ کہ عرش سے بھی افضل ہوئی۔ (یہ بھی نہیں مانتے تو) دوسری بات یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی کپڑا

نیچے زمین پر بچھا کر بیٹھ جائے تو کیا اس کو زمین پر بیٹھنے والا نہیں کہو گے۔ یہ کہو گے کہ یہ صرف کپڑے پر بیٹھا ہے۔ زمین پر نہیں بیٹھا۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص زمین پر کپڑے کے واسطے سے بیٹھا ہے۔ اس کا اصل زمین پر بیٹھنا ہی مقصود ہے۔ نہ کہ کپڑا پر بیٹھنا مقصود ہے۔ گویا کپڑا صرف واسطہ ہے اصل زمین مقصود ہے۔ اسی طرح یہاں بھی کپڑا واسطہ ہے۔ اصل زمین ہے۔ کپڑے کے واسطہ سے زمین کو بھی وہی مرتبہ، عظمت، رفعت، بلندی اور برتری ملی ہے جو کپڑے کو ملی ہوئی ہے۔

۵...... خالق اور مخلوق کا فرق رکھنا چاہیے۔ جو نہیں رکھتا وہ زندیق ہے۔ بالکل بات صحیح لکھی ہے۔ ہمارا اس سے کوئی اختلاف نہیں۔ جب ہمارا اختلاف نہیں تو ہمیں کیوں دلیل دی؟ کیا ہم نے کسی شئ کو خالق، اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دیا ہے؟ ہم نے تو یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آپ ﷺ جیسا کوئی نہیں اور غیر جاندار چیزوں میں سے آپ ﷺ سے لگی ہوئی مٹی جیسی کوئی چیز نہیں۔ ہم نے معاذ اللہ کسی کو اللہ کے برابر نہیں کیا کہ فرق نہ رکھا ہو۔

قارئین! اب آپ حضرات ان کی دوسری کتاب ندائے حق سے حوالہ پڑھیں۔ لکھتا ہے "مابین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة" اس حدیث کا صرف ترجمہ لکھا ہوا ہے اور آگے دوسری حدیث لکھی کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "اذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا" پوری حدیث لکھی ہے۔ اس کا ترجمہ کیا ہے کہ جب تم جنت کے باغوں سے گزرو تو خوب چرا کرو اور ان باغوں سے فائدہ اٹھایا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جنت کے باغ کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا مسجدیں کسی نے پوچھا کہ مسجدوں میں چرنا کیسے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کلمات ورد کرنا "سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر" آپ ﷺ نے ریاض الجنة کی تشریح مساجد سے فرمائی ہے۔ اس تشریح کی روشنی میں اس حدیث شریف کے یہ معنی ہوئے کہ میرے گھر اور منبر کے درمیان والا جو مسجد نبوی ﷺ کا خطہ ہے۔ گو مسجد نبوی تمام جنت کا باغ ہے۔ مگر یہ خطہ بہت ہی فضیلت رکھتا ہے۔ تمہیں چاہیے کہ اس خاص خطہ میں داخل ہو کر بہ نسبت دوسرے حصۂ مسجد کے زیادہ سے زیادہ ذکر میں مشغول رہو۔ مگر بیت النبی ﷺ اب مقبرہ ہے۔ سید المقابر دنیا میں ایسا مقبرہ نہیں۔ مقبرہ میں نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ آگے دو حدیثیں لکھیں: "الارض کلها مساجد الا المقبرة و الحمام" (زمین ساری سجدہ کرنے کی جگہ ہے۔ مگر قبروں کی جگہ اور حمام) لیکن خصوصیت سے آپ ﷺ نے اپنی قبر کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی: "اللهم لا تجعل قبری وثنا یعبد" (اے اللہ میری قبر کو بت کی طرح عبادت گاہ نہ بنانا) کہ لوگ حاجت روائی، مشکل کشائی کے لئے مجھے پکارنا شروع کر دیں۔ پس ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مقابر، مساجد نہیں۔ حدیثوں سے معلوم ہوا کہ مساجد، ریاض الجنة ہیں۔ پس! نتیجہ نکلا مقابر ریاض الجنة نہیں۔ آگے پھر اس حدیث کو لکھ کر "القبر روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفر النار" اس کا ترجمہ کیا۔ پھر کہا کہ پہلے نتیجہ کی صحیح نقیض ہے۔ سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوئی۔ موجبہ جزئیہ یہ حدیث ہے: "روضة من ریاض الجنة" اس سالبہ کلیہ سے ٹکرا گئی۔ جہاں تک قبر کی طرف منہ کر کے یا قبر پر نماز پڑھنے کو منع کا تعلق ہے۔ وہ قبر عرفی مراد ہے اور جہاں ثواب و عذاب کی بات ہے۔ وہاں قبر سے عالم قبر عالم برزخ مراد ہے۔ پھر لکھا یہ جو آتا ہے "مابین قبری و منبری روضة من ریاض الجنة" قبری اس قبر سے مراد مقبرہ ہے۔ نہ کہ خاص قبر اطہر اور وہ مقبرہ تمام بیت النبی ﷺ ہے۔ (ندائے حق ص ۴۷۶)

عبارت کا خلاصہ اور مطلب

قارئین کرام! مؤلف ندائے حق اپنا اور اپنے مقتدیوں کا عقیدہ یہ بتانا چاہتا ہے۔ قبرستان میں جیسے ہر قبر والے کی قبر اس کا مقبرہ ہے۔ قبر کی جگہ۔ اسی طرح آپ ﷺ کی قبر مبارک بھی مقبرہ یعنی قبر کی جگہ ہے۔ لیکن ہے سب کا سردار، سید المقابر اور مساجد سب جنت کا باغ ہیں۔ تو مسجد نبوی بھی جنت کا باغ ہوئی۔ خصوصاً وہ جگہ جو آپ ﷺ کی قبر اور منبر کے درمیان ہے نہ کہ خود آپ ﷺ کی قبر جنت کا باغ ہے۔ اب آگے نتیجہ نکلا کہ مساجد جنت کا باغ ہیں۔ نماز پڑھو۔ مقابر مساجد نہیں۔ یعنی قبریں مسجدیں نہیں۔ جب مسجدیں نہیں تو جنت کا باغ بھی نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی قبر کی جگہ اور جو آپ ﷺ کو مٹی لگی ہے۔ وہ بھی جنت کا باغ نہیں۔ چہ جائے کہ عرش کے برابر ہو۔ دوسری دلیل یہ دی ہے کہ ما بین قبری سے مراد مقبرہ ہے اور مقبرہ سے مراد بیت النبی ﷺ یعنی سارا روضہ اقدس ہے نہ کہ صرف آپ ﷺ کی قبر والی جگہ۔ جہاں آپ ﷺ کا جسم مبارک لگا ہوا ہے۔ جب قبر سے مراد مقبرہ ہے تو جو جگہ مقبرہ اور روضہ اقدس اور منبر کے درمیان ہے۔ وہ جنت کا باغ ہے نہ کہ خود روضۂ اقدس اور مقبرہ۔ جب یہ جنت کا باغ نہ ہوا تو عرش سے افضل تو دور کی بات ہے۔ خود جنت کی زمین کے ساتھ مقابلہ بھی نہیں۔ یعنی کسی شے کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں۔ صرف ایک عام جگہ ہے جس طرح دوسروں کی قبر کی جگہ ایک عام جگہ ہے۔ یہ منکرین حیات کا عقیدہ اور ان کا استدلال ہے۔ معاذ اللہ!

فائدہ! جب آپ حضرات نے علماء دیوبند کا عقیدہ اور ساتھ ساتھ منکرین حیات کا عقیدہ بھی پڑھا۔ فرق تو آپ نے خود سمجھ لیا ہوگا کہ ان دونوں میں آسمان و زمین کا فرق ہے۔ مزید وضاحت کی ضرورت نہیں۔ لیکن انہوں نے جو حدیث سے غلط استدلال کیا ہے۔ صرف اپنی دانست کے مطابق کیا ہے۔ اگرچہ لائق توجہ نہیں کہ اس کا جواب آئے، پھر بھی عوام کو باخبر کرنے کے لئے اس کا جواب مختصر ذکر کرتے ہیں۔ پھر انشاء اللہ! آپ کے سامنے علماء دیوبند کے عقیدے کے مطابق دلائل ذکر کریں گے۔

شبہات کا جواب...... پہلے شبہ کا جواب یہ ہے کہ یہ مطلب لینا کہ ساری مسجد نبوی جنت کا باغ ہے۔ خصوصاً منبر اور روضۂ اقدس کے درمیان والی جگہ۔ اس جنت کے باغ میں چرو، ذکر و، وغیرہ! باقی کوئی خصوصیت نہیں۔ درمیان والی جگہ کی۔ گویا صرف عبادت اور اطاعت کی شرافت کا بیان کرنا مقصود ہے۔ جو جنت میں پہنچانے کا سبب ہیں اور رحمت کے نزول اور سعادت کے حصول کا سبب ہے اور بس! یعنی جس طرح والدین کی خدمت کرنا اور جہاد کرنا۔ یہ جنت میں پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔ ایسے ہی منبر اور روضۂ اقدس کے درمیان والی جگہ میں ذکر کرنا جنت میں پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ باقی کوئی فضیلت نہیں۔ اس قول کو علماء نے بالکل مردود کمزور، ضعیف کہا ہے۔ جیسے حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جذب القلوب الی دیار المحبوب میں لکھا ہے کہ یہ قول نہایت کمزور ہے۔ کیونکہ نزول رحمت اور داخلہ جنت اور اس قسم کے دوسرے ثواب کے کام جیسے مسجد نبوی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسی طرح تمام مساجد اور جملہ خیر کے حصے سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔ اس قول کو اختیار کرنے کی صورت میں مسجد نبوی کی کوئی خصوصیت نہیں رہتی۔ تحقیقی بات یہ ہے کہ اس حدیث کو حقیقی معنی پر محمول کیا جائے اور یوں کہا جائے کہ حجرہ اور منبر کے درمیان کی جگہ حقیقت میں جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ کل قیامت والے دن اس جگہ کو فردوس بریں میں داخل کیا جائے گا۔ باقی زمین کی طرح فنا نہ ہوگا۔ جیسا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے یہی منقول ہے۔ اسی پر علماء کی جماعت کا اتفاق ہے۔ اکثر علماء نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ (تاریخ مدینہ اردو ترجمہ جذب القلوب الی دیار المحبوب ص ۱۷۳)

دوسرے شبہ کا جواب...... "مابین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة" بیت النبی ﷺ (یعنی قبر سے) لے کر منبر تک یہ جگہ صرف جنت کا باغ ہے۔ جو درمیان والی ہے نہ کہ خود روضہ اقدس کی جگہ۔ یعنی حدیث میں روضہ اقدس کو جنت میں شامل نہیں فرمایا۔ اس کو جنت نہیں کہا تو اس کے بارے میں عرض یہ ہے کہ "ما بین قبری و منبری روضة من ریاض الجنة" کہا ہے۔ اس کی تشریح حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمائی ہے کہ جنت کے باغ تو بہت سارے ہیں۔ لیکن یہ جگہ بھی جو درمیان میں ہے۔ ان باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ یہ جنت کا باغ کیوں بنی؟ اس لئے کہ آپ ﷺ اکثر و بیشتر اسی سے گزرتے تھے۔ اسی جگہ کو آپ ﷺ کے پاؤں مبارک کے تلوے لگے ہیں۔ اس لئے جہاں آپ ﷺ کے تلوے لگ گئے۔ وہ جنت کا باغ بن گئے۔ جہاں حضرت محمد ﷺ خود موجود ہیں۔ وہ اعلیٰ جنت ہے۔ اس درمیان والی جگہ سے بھی۔ کیونکہ وہاں بھی آپ ﷺ کے پاؤں مبارک لگے ہیں اور یہاں آپ ﷺ خود آرام فرما ہیں۔ حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس روضہ اقدس سے بڑی جنت تو ہو ہی نہیں سکتی۔ (منقول از تسکین الاذکیا ص ۴۸۶، بحوالہ مشکل الآثار از امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ)

منکرین حیات روضہ اقدس کو جنت ماننے سے کیوں انکار کرتے ہیں؟

آپ حضرات نے یہ بھی غور کیا ہے کہ اس خطہ مبارک کو جنت کیوں نہیں مانتے؟ کمزور ضعیف قول کیوں لیتے ہیں؟ کس وجہ سے غلط تاویلیں کرتے ہیں؟ اگر آپ غور کریں گے تو آپ کو پتہ چلے گا کہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کا انکار کرنے کے لئے سب حیلے بہانے کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر اس روضہ اقدس کو بھی جنت مان لیں یا جنت سے بھی اعلیٰ مان لیں۔ تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ جنت میں تو سب زندہ ہوتے ہیں تو آپ ﷺ بھی جنت میں زندہ ہوئے۔ عقیدہ حیات النبی ﷺ ثابت ہوتا ہے۔ جس سے یہ خوف کھاتے ہیں۔ اس لئے اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کے قول کو چھوڑ کر دوسرے ضعیف اور باطل اقوال کی طرف بھاگتے ہیں۔

جسد نبوی ﷺ سے متصل زمین کے ٹکڑے کا حکم دلائل کی روشنی میں

آپ حضرات اب دلائل سے علماء دیوبند، اہل سنت کا عقیدہ پڑھیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ الحمدللہ ہم اہل سنت والجماعۃ دیوبندیوں کا عقیدہ عین شریعت اسلامیہ کے مطابق ہے۔

دلیل نمبر ۱...... روضۂ اطہر کی فضیلت حدیث سے مستنبط ہے۔ حدیث: "قال رسول اللّٰہ ﷺ ان کل نفس تدفن فی التربة التی خلقت منها" (آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک ہر انسان اسی مٹی میں دفن کیا جائے گا۔ جس مٹی سے پیدا کیا گیا ہے) (رواہ الحاکم فی المستدرک، معارف السنن ص ۳۲۴ ج ۳)

فائدہ! جب اس حدیث سے وضاحت کے ساتھ یہ علم ہو گیا کہ ہر انسان کو اسی جگہ میں دفن کیا جائے گا جس جگہ سے مٹی لے کر اس کے جسم کو بنایا گیا ہے۔ یہ بات بھی قطعی اور یقینی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مبارکہ جنت کی مٹی سے بنائے گئے ہیں۔ اسی وجہ سے پسینہ مبارک خوشبودار ہوتا ہے اور جنت والے جسم کو کبھی مٹی نہیں کھاتی۔ زمین پر حرام ہے کہ اجسام انبیاء علیہم السلام کو کچھ کہے۔ جب جسم مبارک جنت کی مٹی سے بنے۔ تو جنت کی مٹی والی جگہ میں ہی جائیں گے۔ تو گویا ہر نبی خصوصاً آپ ﷺ جنت کی مٹی والی جگہ میں آرام فرما ہیں۔ تو روضہ اقدس کا خود بخود جنت ہونا ثابت ہو گیا۔ تو جنت میں زندہ انسان ہوتے ہیں نہ کہ مردہ۔ لہٰذا تمام نبی خصوصاً آپ ﷺ اپنی اپنی جنت میں زندہ ہیں۔

دلیل نمبر ۲...... حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا حدیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ اگر آپ ادلہ اربعہ میں سے صرف سنت سے یہ ثابت کرنا چاہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر سے لگی ہوئی مٹی کی فضیلت ثابت ہے تو اسی حدیث سے ثابت کریں۔ اسی حدیث کو دلیل بنائیں۔ اس حدیث کو زمین کی فضیلت پر دلیل بنانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ زمین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت بدن کا ایک جز ہے اور بلاشبہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ابدان مبارکہ اور خصوصیت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن مبارک کی بنیاد جنت سے ہے اور بے شک جنت کا ایک ایک ذرہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ افضل ہے۔ (معارف السنن ص ۳۳۵ ج ۳) خلاصہ یہ ہے کہ یہ زمین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن کا جزو ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن مبارک ہر شئی سے حتیٰ کہ عرش و کرسی سے افضل ہے تو جو چیز آپ کا جز ہے۔ تو وہ بھی ہر شے، عرش و کرسی سے بھی افضل ہوئی اور بدن مبارک جنت کی زمین سے بنا ہے۔ تو جنت کا ذرہ ذرہ بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ کیونکہ بدن مبارک ذرہ ذرہ سے افضل ہے۔ جنت بھی ذرہ ذرہ سے افضل ہوئی۔ گویا خود جنت کو جو فضیلت اور درجہ ملا ہے۔ وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے ملا ہے۔ یہ جنت کی خوش قسمتی ہے کہ اس کی مٹی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کو بنایا گیا ہے۔ نہ کہ یوں کہیں کہ جنت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت اور مرتبہ ملا ہے۔ جیسے کہ حدیث شریف میں آتا ہے "لولاک لما خلقت الجنۃ" مسند فردوس، دیلمی۔ دوسری حدیث: "فلولا محمد ما خلقت آدم و لا الجنۃ و لا النار" (حاکم واقرہ السبکی منقول از ملفوظات کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۱۱) اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا نہ کرنا ہوتا تو آدم علیہ السلام کو پیدا نہ کرتا اور نہ ہی جنت اور جہنم کو پیدا کرتا۔ یعنی ہر شئی کو جو فضیلت حاصل ہوئی۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے۔ تو جب دوسری چیزوں کو حتیٰ کہ جنت کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے سارا رتبہ ملا، تو کیا خیال ہے جو مٹی خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر سے ملی ہوئی ہے۔ وہ جنت سے کم ہوگی؟ نہیں! بلکہ سب سے اعلیٰ و افضل ہوگی۔

دلیل نمبر ۳...... قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابو الولید رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ جو حصہ زمین کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء مبارکہ سے متصل ہے۔ وہ ہر شئی سے افضل ہے۔ یہاں تک کہ خانہ کعبہ سے بھی افضل ہے۔ بلکہ علامہ تاج الدین السبکی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابن عقیل الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ بے شک وہ زمین کا حصہ عرش سے بھی افضل ہے اور عرش سے افضل ہونے کی تصریح کی ہے کہ ظاہر اور متعین بات یہ ہے کہ وہ مٹی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کا جزو ہونے کی وجہ سے اور مس کرنے کی وجہ سے زمین و آسمانوں سے افضل ہے۔ (خلاصۃ الوفاء ص ۱۰۱، العقود الدریہ ص ۱۰۳ ج ۴)

دلیل نمبر ۴...... حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول: "و قال مالک بن انس: ان البقعۃ التی فیھا جسد النبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل من کل شے حتی الکرسی و العرش" (حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زمین کا وہ ٹکڑا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک موجود ہے۔ ہر شئے سے افضل ہے۔ حتیٰ کہ عرش و کرسی سے بھی) (معارف السنن ص ۳۲۳ ج ۳)

دلیل نمبر ۵...... شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول: فرماتے ہیں کہ اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ مکہ مکرمہ حرم محترم ہونے کی وجہ سے بالاجماع مدینہ سے افضل ہے۔ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے لگی ہوئی مٹی نہ صرف مکہ مکرمہ سے افضل ہے۔ بلکہ کعبہ اور عرش و کرسی سے بھی افضل ہے۔ (شرح الشفاء ص ۱۶۲ ج ۳)

دلیل نمبر ۶...... علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ شامی رحمۃ اللہ علیہ میں یہ بات لکھی ہے کہ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ سے افضل ہے۔ راجح قول کے مطابق۔ لیکن زمین کا وہ حصہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کو لگا ہوا ہے۔ وہ مطلقاً افضل ہے

کعبہ، عرش و کرسی سے بھی۔ پس جو حصہ آپ ﷺ کے جسم مبارک کو لگا ہوا ہے وہ مکہ مکرمہ سے بلکہ تمام روئے زمین سے بالا جماع افضل ہے۔ (فتاویٰ شامیہ ص ۶۲۶ ج ۲)

دلیل نمبر ۷..... علامہ شیخ السمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے اس زمین کے ہر شئے سے افضل ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ جو زمین آپ ﷺ کو مس کئے ہوئے ہے۔ (وفاء الوفاص ۲۲ ج ۱)

دلیل نمبر ۸..... جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کا فتویٰ: اس فتویٰ میں یہ بات بڑی وضاحت کے ساتھ لکھی ہے کہ زمین کا وہ حصہ جو آپ ﷺ کے جسم مبارک سے متصل ہے۔ اس کی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ کعبہ، عرش وکرسی کو اللہ تعالیٰ سے محض نسبت ہے۔ لیکن ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ سے مس کا تعلق نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے اور نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو روضہ اطہر سے یعنی اس کی مٹی سے مس کا تعلق ہے۔ لہٰذا اس مبارک مٹی کو تمام چیزوں سے فضیلت حاصل ہے۔ (بینات ص ۵۶، صفر المظفر ۱۴۲۵ھ)

اعتراض..... منکرین حیات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ زمین کی افضلیت کا مسئلہ نہ تو قرآن میں ہے۔ نہ ہی کسی صحیح حدیث میں۔ نہ یہ مسئلہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ (عقائد علماء اسلام ۶۸۳) جب کہ عقیدے کو ثابت کرنے کے لئے حدیث متواتر کا ہونا ضروری ہے۔ جب یہ کہیں سے ثابت نہیں تو عقیدہ بھی نہیں بنا سکتے۔

جواب..... اس اعتراض کا جواب مذکورہ بالا فتویٰ رسالہ بینات میں دیا ہوا ہے۔ بعینہ نقل کئے دیتا ہوں۔ لکھتے ہیں کہ یہ بات واضح ہے کہ اسلام کے عقائد کو ثابت کرنے کے لئے حدیث متواتر کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن چونکہ مذکورہ بالا عقیدہ اہل سنت والجماعت کا احادیث صحیحہ سے مستنبط ہے اور اجماعی عقیدہ ہے۔ اس لئے اس کا بھی وہی حکم ہوگا۔ اس لئے کہ امت مسلمہ کے صلحاء و محدثین کے ہاں تلقی بالقبول کے بعد احادیث صحیحہ سے ثابت شدہ عقیدہ قابل قبول ہے۔ البتہ اس عقیدے کے انکار کرنے والے کو مبتدع کہیں گے۔ لیکن انکار کی صورت میں ایسا شخص کامل مومن نہیں رہے گا۔ مذکورہ عقیدہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے اور امت کے بڑے بڑے علماء اس مسئلہ پر متفق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علماء دیوبند مذکورہ دلائل کی روشنی میں اس مسئلہ پر مستحکم اور قائم ہیں۔ بلکہ علماء متاخرین اس پر اجماع نقل کر چکے ہیں اور یقیناً یہ اجماع غلو نہیں ہے۔ بلکہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ محبت کا تقاضا بھی یہی ہے اور آپ ﷺ کی نسبت سے آپ ﷺ کے جسد مبارک کے ساتھ مس کی ہوئی مٹی کو بھی یقیناً یہ فضیلت حاصل ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کا جسد مبارک عرش و کرسی سے افضل ہے۔ اس کو غلو کہنا اور عقیدہ شرکیہ کے ساتھ تشبیہ دینا صحیح نہیں۔ اس سے اجتناب اور بچنا ضروری ہے۔ فقط: واللہ علم بالصواب! اس فتویٰ پر آٹھ علمائے کرام اور مفتیان عظام کے دستخط ہیں۔ جس میں حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عبدالمجید دین پوری رحمۃ اللہ علیہ سرفہرست ہیں۔ (بینات ص ۵۸)

دلیل نمبر ۹..... علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”مابین حجرتی و مصلائی روضة من رياض الجنة“ میرے حجرے اور مصلے کے درمیان والی جگہ جنت کے باغوں میں ایک باغ ہے۔ مصلّی سے مراد مسجد نبوی ﷺ کا مصلّی ہے جو حجرہ شریف سے قریب ہے۔ تحقیق یہی ہے کہ یہاں حقیقی معنی مراد ہیں کہ درمیان والی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اس اعتبار سے کہ کل قیامت والے دن اس جگہ کو فردوس بریں میں داخل کر لیا جائے گا اور تمام زمین کی طرح فنا اور برباد نہ کیا جائے گا۔ ابن ابی حمزہ جو علماء مالکیہ میں بہت بڑے عالم

ہیں فرماتے ہیں کہ اس کا احتمال ہے کہ یہ حصہ زمین کا بعینہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہو اور وہاں سے دنیا میں بھیج دیا گیا ہو جیسا کہ حجر اسود اور مقام ابراہیم کی شان میں ہے اور قیامت کے قائم ہونے کے بعد اس کو اپنے اصل مقام پر پہنچا دیا جائے گا اور نزول رحمت و استحقاق جنت اس مقام کے مرتبہ کی عظمت کے لئے لازمی ہے۔ درحقیقت یہی معانی ان تمام معنوں کے مقابلہ میں جامع ہے جو دوسرے لوگوں نے بیان کئے ہیں اور بغیر تاویل اور مجاز کے ظاہری معنی لینے میں آپ ﷺ کی عظمت اور کمال مرتبہ ہے۔ باقی ثواب کی زیادتی اور فضیلت ثواب پر استدلال کرنا منع ہے۔ اس کے متعلق آپ ﷺ نے خبر دی اور آپ ﷺ کی خبر کے مقابلے میں کوئی دلیل قبول نہیں کی جاسکتی۔ جس طرح آپ ﷺ نے حجر اسود اور مقام ابراہیم کے متعلق خبر دی ہے کہ حقیقت میں جنت سے اترے ہیں۔ بالکل اسی طرح اس بات کی بھی آپ ﷺ نے خبر دی ہے کہ روضۂ اطہر اور منبر کے درمیان والی جگہ جنت کا باغ ہے۔ اگر مقام ابراہیم اور حجر اسود کی کوئی تاویل نہیں کی جاسکتی۔ تو اس کی بھی بالکل کوئی تاویل نہیں کی جاسکتی۔ اگر مقام ابراہیم اور حجر اسود کے حقیقی معنی لئے جائیں تو ہمیں یہاں بھی ایسا کرنا چاہیے کہ حقیقی معنی لیں۔ فرق کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جیسے حجر اسود اور مقام ابراہیم پر یہ ایمان لانا واجب ہے کہ جنت سے اترے ہیں۔ ایسے ہی یہاں ایمان لانا واجب ہے کہ جنت سے یہ جگہ اتری ہے۔ (جذب القلوب الی دیار المحبوب، اردو ترجمہ بنام تاریخ مدینہ ص ۱۷۴)

<u>دلیل نمبر ۱۰</u>...... حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی روایت (مابین بیتی والی) میں قبر کا لفظ بھی آیا ہے اور اسی ارشاد نبوی ﷺ کی سب سے زیادہ صحیح شرح میرے نزدیک یہ ہے کہ یہ زمین کا ٹکڑا جنت ہی سے آیا ہے۔ پھر جنت کی طرف اٹھایا جائے گا۔ اس لئے کہ یہ حقیقی طور پر جنت کا ایک باغ ہے۔ (فیض الباری)

رفیق اعلیٰ کا مطلب

حضرات ناظرین! آپ ﷺ کا دنیا سے جانے کا وقت جب قریب آیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ بار بار یہ الفاظ دہراتے تھے "اللهم الرفيق الاعلیٰ، اللهم فی الرفيق الاعلیٰ" اور ایک حدیث میں یوں الفاظ بھی آتے ہیں: "اللهم اغفرلی وارحمنی، والحقنی بالرفيق (صحیح بخاری باب مرض النبی ﷺ)" اور بالرفیق کا معنی یہ ہے کہ اے اللہ مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔ اب رفیق اعلیٰ سے کیا مراد ہے؟ اس کی حقیقت خود آپ ﷺ نے بتائی ہے۔ وہ یہ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ مرض وفات میں فرمایا کرتے تھے: "اللهم الرفيق الاعلیٰ، مع الذين انعمت عليهم من النّبيين والصديقين والشهداء والصالحين" (متفق علیہ مشکوۃ المصابیح، باب وفات النبی ﷺ) یعنی اے اللہ! مجھے ان رفیقوں سے ملا دے جن پر تو نے فضل و انعام کیا۔ نبین، صدیقین، شہداء اور صالحین جو اعلیٰ علیین میں رہتے ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی وفات پر فرمایا: "یاابتاه اجاب ربأدعاه، یا ابتاه من جنة الفردوس ماواه" (صحیح بخاری، باب مرض النبی ﷺ) (اے میرے باپ! اللہ نے آپ کو بلایا۔ آپ نے اپنے رب کی دعوت قبول فرمائی۔ اے میرے ابا جان! جنت الفردوس آپ (ﷺ) کا ٹھکانہ ہے) ماویٰ کا معنی ٹھکانہ۔ مقام۔ سکونت۔ (لغات القرآن ص ۲۷۴ ج ۵)

امام اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ماویٰ کا معنی کیا ہے۔ رہنے کی جگہ۔ (مفردات القرآن)

خلاصہ یہ کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے بار بار دعا کی کہ یا اللہ مجھے اعلیٰ علیین میں رہنے والے رفیقوں کے ساتھ ملا دے۔ آپ ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے قول کے مطابق اللہ تعالیٰ کی دعوت "الی الجنۃ" کو قبول فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعاء "الحاق بالرفیق" کو قبول فرمایا۔ آپ ﷺ کو وفات کے بعد جنت الفردوس میں داخل کر دیا۔ اب جنت الفردوس آپ کا ٹھکانہ۔ آپ ﷺ کا مقام سکونت ہے اور یہی رفیق اعلیٰ ہے۔ رفیق اعلیٰ کی تعیین ہو گئی کہ رفیق اعلیٰ وہ مقام ہے۔ جہاں آپ ﷺ نے رہائش اختیار کی ہوئی ہے اور جہاں آپ ﷺ نے رہائش اختیار کی ہوئی ہے۔ وہ ہے روضہ اقدس۔ لہٰذا روضۂ اقدس ہی رفیق اعلیٰ ہے۔ کیونکہ اعلیٰ کا معنی زیادہ شان والی چیز اور آپ ﷺ کے روضہ سے زیادہ شان والی چیز پوری کائنات میں نہیں ہے۔ جیسے مکین ویسے مکان۔ آپ ﷺ کی ذات جیسا کوئی نہیں تو آپ ﷺ کے مکان جیسا مکان بھی کوئی نہیں۔ اس کا مقام تو عرش سے بھی زیادہ ہے۔ تو اسی کو رفیق اعلیٰ مانیں گے۔ جب روضہ اقدس رفیق اعلیٰ ہوا تو آپ ﷺ نے جو رفیق اعلیٰ کی دعا کی تھی وہ روح اور جسم دونوں کے لئے تھی۔ نہ کہ صرف روح کے لئے یا صرف جسم کے لئے۔ جب دونوں کے لئے دعا ثابت ہو گئی تو دونوں اکٹھے رفیق اعلیٰ جنت الفردوس میں پہنچے ہیں۔ ایسے بالکل نہیں ہو سکتا کہ آدھی دعا قبول ہوئی کہ روح تو علیین میں چلی جائے اور جسم ویسے عام جگہ میں رہے۔ جیسے منکرین حیات عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اگر یوں کہا جائے جیسے منکرین حیات کہتے ہیں تو پھر آدھی دعاء قبول ہوتی ہے۔ آدھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ آدھی دعاء قبول کریں۔ آدھی نہ کریں۔ جب دعاء پوری قبول تو دونوں جہاں ہوں گے، اکٹھے ہوں گے اور یہ یقینی اور قطعی بات ہے کہ آپ ﷺ کا جسم مبارک روضۂ اقدس میں ہے اور کہیں نہیں۔ تو روح بھی جسم کے ساتھ ہوگی، کہیں اور نہیں ہوگی۔ جب روح جسم کے ساتھ ہوئی تو دو باتیں قطعی طور پر ثابت ہو گئیں کہ رفیق اعلیٰ جنت الفردوس یہی روضۂ اقدس ہے۔ جب سب کچھ روضہ اقدس ہے تو حیات النبی ﷺ خود بخود ثابت ہو گئی۔ اب روح رفیق اعلیٰ روضہ اقدس میں ہوگی۔ اس کا تعلق علیین کے ساتھ ہوگا جو کہ جنت میں علیین ہے۔ اسی تعلق کی وجہ سے واقعی طور پر نبیوں، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ملاقات ہوتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ آپ ﷺ کی روح مبارک جنت میں علیین میں رہنے والوں سے ملنے چلی جاتی ہو۔ کیونکہ آپ ﷺ کی روح اقدس کو مطلق اجازت ہے۔ جہاں مرضی جائے۔ لیکن جہاں جائے گی تعلق جسم کے ساتھ ہوگا۔ جیسے سونے والے کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے۔ قوی اور مضبوط ہوتا ہے۔

عقیدۂ توسل......ساتواں اختلاف

اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کا عقیدہ

علماء دیوبند کا عقیدہ یہ ہے کہ دعاء مانگنے والا اپنی دعا میں اللہ تبارک وتعالیٰ کو کسی نیک بندے کا وسیلہ دے تو جائز ہے۔ جیسے انبیاء کرام علیہم السلام، یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، یا شہداء اسلام یا اولیاء کرام کا وسیلہ دینا۔ یعنی یوں دعاء کرنا کہ یا اللہ! میں فلاں بزرگ یا ولی یا نیک آدمی کا تجھے واسطہ دیتا ہوں کہ اس کے واسطے سے، اس کے وسیلے سے، میری دعاء قبول فرما لے اور میری تمام مشکلات کو حل فرما دے۔ اسی طرح یہ دعاء کرنا کہ یا اللہ! فلاں کی برکت، فلاں کے طفیل، فلاں کی حرمت سے، میری تمام جائز ضروریات کو پورا فرما۔ اس طرح نیک اعمال کو بھی وسیلہ بنانا بالکل جائز ہے۔ بلکہ

دعاء کی قبولیت کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے مستحسن اور افضل ہے اور دعا کے جلدی مقبول ہونے کا قوی سبب ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۳۴۲ ج ۴، المہند علی المفند ص ۱۲، معارف القرآن ص ۱۰۰ ج ۱، فتاویٰ رشیدیہ ص ۶۳ ج ۱، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۶۱ ج ۵)

منکرین حیات کا عقیدہ

منکرین حیات کا عقیدہ توسل کے بارہ میں یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام کا وسیلہ پکڑنا۔ ان کی وفات کے بعد یہ شرک اور بدعت ہے۔ وسیلہ سے دعاء کرنا ان کے نزدیک مشرکین کا عمل ہے۔ جیسے مولوی طاہر پنج پیری لکھتا ہے:

۱...... ''یقال برکۃ فلاں کلمۃ الشرک لا یصح بوجہ (العرفان ص ۱۳۸)'' اس طرح دعا کرنا کہ یا اللہ فلاں کی برکت کے واسطہ سے میری دعا قبول کر یہ کلمہ شرک ہے۔ کسی صورت میں جائز نہیں۔

۲...... ''سب سے بڑا بدبخت بدنصیب پاگل ہے جو نیک بندوں کے واسطہ سے وسیلے سے سوال کرتا ہے۔''

(شرک کیا ہے ص ۱۹)

۳...... ''عمل مشرکین و مبتدعین یتوسلون بھم الی اللہ لکشف المشکلات'' یعنی نیک لوگوں کے ساتھ وسیلہ پکڑنا مشرکین، بدعتیوں کا عمل ہے۔ اس لئے وسیلہ پکڑتے ہیں تاکہ مشکلات حل ہوں۔ یہ سب کام مشرکین والے ہیں۔ (المسلک المنصور ص ۱)

۴...... ''دعاء میں لفظ بحق، بجاہ، بحرمت، ببرکت کا استعمال بدعت ہے۔'' (اتباع الحق ص ۷۸)

۵...... ''وسیلہ پکڑنا شرک کا چور دروازہ ہے۔'' (پیش لفظ حقیقت وسیلہ، ص ۱)

۶...... ''ان ھذا التوسل عین الشرک (الصواعق المرسلہ ص ۱۲۷)'' وسیلہ پکڑنا عین شرک ہے۔

۷...... ''ابلیس کا پہلا وسوسہ کہ انبیاء و صالحین کی قبروں پر کھڑے ہو کر ان کے وسیلے سے مانگا کرو۔''

(مولوی حسین علی، ص ۳۰۳)

۸...... ''بحق فلاں، بحرمت فلاں، بطفیل فلاں، وسیلہ غیر شرعیہ ہے قائلین توسل مبتدعین ہیں۔'' (البرہان الجلی ص ۲۰۰)

۹...... ''توسل بالذات کلام الٰہی کی تردید کرتے ہیں۔'' (کشف الحجاب ص ۹۳)

۱۰...... ''اس زمانہ میں وسیلہ پکڑنے والے پہلے مشرکین کے مشابہ ہیں۔'' (البصائر ص ۲۳۸، مولوی طاہر پنج پیری)

قارئین! ان دس اقوال پر اکتفا کرتا ہوں ورنہ ان کی کتابوں میں جہاں کہیں توسل کا مسئلہ ہے اسی میں یہی کچھ لکھا ہے کہ وسیلہ پکڑنا شرک ہے۔ بدعت ہے۔ حرام و ناجائز ہے۔

منکرین توسل اور عبارات اکابر

۱...... حضرت مولانا قاضی شمس الدین لکھتے ہیں کہ اس طرح سے دعا کرنا کہ یا اللہ اس بزرگ کے طفیل میرا فلاں کام کر دے۔ یہ مباح ہے۔ یعنی جائز ہے۔ (مسالک العلماء ص ۲۱۵)

۲...... حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ واں بھچراں ضلع میانوالی کے رہنے والے تھے۔ مولانا غلام اللہ خان، سید عنایت اللہ شاہ گجراتی کے استاذ و پیر تھے۔ مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ نے دورۂ حدیث گنگوہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے کیا تھا۔ تصوف میں یہ حضرت مولانا خواجہ عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور حضرت خواجہ عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے

صاحبزادے حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو بیعت کی اجازت بھی دی تھی تو مولانا شیخ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا سید محمد علی اکبر شاہ دہلوی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کو حکم دیا تھا کہ حضرت خواجہ عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے ''ملفوظات'' جمع کرو۔ انہوں نے دن رات ایک کر کے ملفوظات جمع کئے تو حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کو حکم دیا کہ آپ ملفوظات پر نظر ثانی کریں۔ پھر بعد میں نام رکھا گیا فوائد عثمانی اس میں ملفوظات، مکتوبات، معمولات، عبادات، کرامات، خلفاء کے حالات اور تصوف کے مسائل وغیرہ بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ نے نظر ثانی بھی کی اور جگہ بجگہ اس پر حاشیہ بھی تحریر کیا اور آخر میں تصدیق نامہ بھی لکھا۔ اپنا عقیدہ اور اپنے شیخ کا عقیدہ بھی لکھتے ہوئے فرمایا کہ مجھے میرے شیخ نے حکم دیا ہے کہ پانچوں نمازوں کے بعد یہ شجرہ پڑھا کرو اور بزرگوں کے وسیلہ کے ساتھ دعاء کرو۔ دوسری جگہ حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دعا میں وسیلہ پکڑنا بعض صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے منقول ہے۔'' (البیان فی تفسیر القرآن ص ۶۸) تیسری جگہ یہ بات لکھی کہ: ''کسی مشکل کا حل اللہ تعالیٰ سے بزرگوں کے وسیلہ سے طلب کرنا، بجا اور عین رضاء ہے۔'' اے بھائی! تو جان لے کہ یا رسول اللہ بطور محبت اور توسل کے کہنا اختلافی بحث سے خارج ہے۔ (بلغۃ الحیران ص ۳۵۴)

خلاصہ یہ کہ مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کا توسل کے بارے میں اہل سنت والجماعت والا مسلک ہے تو لامحالہ جو ان کے مرید خاص ہیں اور اشاعت التوحید والسنۃ جو دور حاضر میں چل رہی ہے اس کے موجد اول ہیں۔ تو ان کے عقیدے بھی اپنے شیخ والے ہونے چاہئیں۔ ان کا مسلک بھی وہی ہونا چاہیے۔ تبھی تو بیعت کا اور شرف تلمذ کا فائدہ ہوگا۔ کیونکہ استاذ و شیخ بنانے کا فائدہ تب ہوتا ہے۔ جب تلمیذ و مرید اپنے شیخ و استاذ کا ہم عقیدہ و ہم مشرب ہو۔ ورنہ کوئی فائدہ نہیں۔ بلکہ ضلالت و گمراہی ہے۔ اب مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے مشائخ و اساتذہ حضرات سبھی صحیح العقیدہ تھے تو جو اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ انہیں بھی صحیح العقیدہ ہونا چاہیے۔ ورنہ صاف کہہ دیں کہ ہمارا ان سے کسی طرح کا کوئی تعلق و علاقہ نہیں۔ یوں عوام تمہارے دھوکہ سے بچ جائے گی۔

قارئین کرام! جب آپ نے عقائد دونوں فریقوں کے پڑھ لئے تو اب دلائل سے پہلے کچھ فوائد سمجھیں۔

فائدہ! چونکہ بعض حضرات افراط کے راستہ پر چلتے ہوئے استعانت یعنی مدد طلب کرنا غیر اللہ سے جائز ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اس کی روک تھام کے لئے تفریط کے راستہ کو اپناتے ہوئے منکرین حیات نے استعانت لغیر اللہ کی طرح توسل بالانبیاء، والاولیاء کو ناجائز، شرک اور بدعت کہہ دیا۔ حالانکہ یہ دونوں طریقے صراط مستقیم کے خلاف ہیں۔ صحیح راستہ و صحیح عقیدہ یہ ہے کہ توسل بالکل جائز ہے اور استعانت کی کئی صورتیں بنتی ہیں۔ ان میں سے کچھ جائز اور کچھ ناجائز ہیں۔ جن کی تفصیل کے لئے پہلے آپ حضرات توسل کی حقیقت اور استعانت کی حقیقت اور تفصیل کو ذہن نشین کر لیں۔ پھر انشاء اللہ راہ اعتدال اور راہ مستقیم کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

توسل کی حقیقت

پہلا قول...... حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جس شخص کا جتنا مرتبہ ہوتا ہے۔ اس شخص پر اس کے مرتبہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے۔ وسیلہ کا یہ مطلب ہوتا

ہے کہ اے اللہ جتنی رحمت اس پر متوجہ ہے اور جتنا قرب اس کا تیرے نزدیک ہے۔اس کی برکت سے اس کے طفیل مجھ کو فلاں چیز عطاء فرما۔ کیونکہ اس شخص سے تعلق ہے۔اسی طرح اعمال صالحہ کا وسیلہ دینا بھی جائز ہے۔اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ اے اللہ! اس عمل کی جو قدر تیرے نزدیک ہے۔ہم نے اس عمل کو کیا ہے۔اب اس عمل کی برکت سے، وسیلہ سے ہم پر رحمت فرما۔ آمین! (انفاس عیسیٰ ص ۱۸)

دوسرا قول...... دعا میں توسل کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! فلاں نیک بندے پر آپ کی رحمت اترتی ہے اور ہم اس نیک بندے سے محبت اور اعتقاد رکھتے ہیں۔ہم پر بھی رحمت فرما۔ (نشر الطیب ص ۲۴۸)

تیسرا قول...... حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ توسل کی حقیقت یہ ہے کہ اے اللہ! فلاں شخص میرے نزدیک آپ کا مقبول ترین ہے اور مقبولین سے محبت رکھنے پر آپ کا وعدۂ محبت ہے۔ جیسے حدیث میں آیا ''المرء مع من احب'' پس میں آپ سے اس رحمت کو مانگتا ہوں۔پس توسل میں یہ شخص اپنی محبت کو اولیاء کرام کے ساتھ ظاہر کر کے اس پر ثواب اور رحمت مانگتا ہے اور اولیاء سے محبت اور عقیدت پر ثواب اور رحمت کا ملنا نصوص سے ثابت ہے۔ (انفاس عیسیٰ ص ۴۱)

قارئین! یہ ہے توسل کا مطلب۔اب آپ بتائیں کہ اس طرح اگر کوئی دعا کرے تو اس میں شرک کی کونسی بات ہے؟ اور مشرکین والا عمل کیسے ہے؟ اگر توسل سے دعا کرنا شرک و بدعت ہوتا تو حضرات علماء دیوبند اور چودہ صدیوں کے محققین اسے شرک اور ناجائز قرار دینے میں آگے آگے نظر آتے۔ کیونکہ ان کی تحقیق جیسے ہوتی ہے کسی مسلک والوں کی تحقیق نہیں ہوتی۔ان کا جائز قرار دینا توسل کو اس بات پر دلیل ہے کہ یہ مسئلہ بلا شک وشبہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔اب توسل کو استعانت پر قیاس کر کے مطلقاً ناجائز قرار دینا یہ ناانصافی ہے۔غایت درجہ کی جہالت ہے یا اسی طرح استعانت کو توسل پر قیاس کر کے مطلقاً جائز قرار دے دینا۔ یہ بھی جہالت و گمراہی ہے۔اس لئے کہ توسل جائز ہے اور قرآنی آیات واحادیث نبویہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور تعامل سلف سے ثابت ہے۔جب کہ استعانت کی کئی صورتیں ہیں اور ہر صورت کا حکم علیحدہ علیحدہ ہے۔

استعانت کی تعریف

استعانت کا لفظی معنی ہے مدد طلب کرنا۔اصطلاحی معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ مخلوق سے مدد طلب کرنا۔ اس کی پانچ صورتیں ہیں۔دو صورتیں کفر اور شرک ہیں اور دو صورتیں حرام ہیں اور ایک صورت جائز و مباح ہے۔

کفر اور شرک والی دو صورتیں

پہلی صورت...... اللہ تعالیٰ کے علاوہ مخلوق میں سے کسی شیئ کو فاعل مستقل اور قادر بالذات سمجھ کر مدد چاہنا کفر اور شرک ہے۔یعنی یہ اعتقاد رکھنا کسی کے بارہ میں کہ یہ کسی کا محتاج نہیں۔ قادر مطلق ہے۔ جب چاہے۔جو چاہے کر سکتا ہے۔یہ کفر و شرک ہے۔جس اجتناب فرض ہے۔

دوسری صورت...... کسی کو قادر بعطاء الٰہی مان کر مستقل بالعرض سمجھ کر مدد چاہنا۔یہ صورت بھی کفر و شرک ہے۔ یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے اس کو ایسی قدرت اور اختیار دے دیا ہے کہ اب جو کام انسانوں کی طاقت سے باہر ہے۔ان میں جس طرح چاہیں تصرف کریں۔جس کو چاہے کچھ دے، جس کو چاہے نہ دے۔اللہ تعالیٰ کے قدرت دینے کے بعد ان کاموں میں اب یہ مستقل ہے اور مختار کل ہے اب اللہ تعالیٰ کے علم اور ارادہ کو اس کے کاموں

میں کوئی دخل نہیں۔ یہ صورت بھی کفر اور شرک والی ہے اور مشرکین عرب کا بھی فرشتوں اور بتوں کے متعلق بالکل یہی عقیدہ تھا اور کہتے تھے کہ: "مانعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ" ہم تو ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ تعالیٰ کے قریب کردیں گے۔ اب ان دونوں صورتوں پر غور کرنا چاہیے کہ آیا ہمارا عقیدہ اس طرح تو نہیں ہے۔ اگر ایسا عقیدہ نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ اگر اس کے مطابق عقیدہ ہے تو پھر توبہ کرنا ضروری ہے۔ ورنہ انسان ایمان سے، اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ اس سے مسلمان کا، بری ہونا ضروری ہے۔ ورنہ کفر وشرک کی موت مرے گا۔

استعانت کی دوصورتیں حرام ہیں

پہلی صورت......اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو نہ تو مستقل بالذات سمجھے اور نہ مستقل بالعرض سمجھے۔ لیکن معاملہ اس کے ساتھ ایسے رکھے جیسے مستقل بالذات کے ساتھ رکھتے ہیں یا مستقل بالعرض کے ساتھ رکھتے ہیں۔ یعنی یہ صورت پہلی دوصورتوں کے ساتھ عقیدہ میں موافق نہیں ہے۔ البتہ عمل میں موافق ہے کہ عقیدہ یہی رکھنا ہے کہ یہ ولی اللہ کا محتاج ہے ہر کام میں اور اللہ تعالیٰ نے اس کو کل مختار نہیں بنایا۔ لیکن اس کے ساتھ محبت وعقیدت کا اظہار جس انداز سے کررہا ہے۔ اس سے ایسے لگ رہا ہے کہ گویا اس کا عقیدہ بھی یہی ہوگا۔ مثلاً اس بندے یا اس کی قبر کو سجدہ کرنا یا اس کے نام کی نذر وغیرہ۔ یہ صورت حرام ہے۔ گناہ کبیرہ ہے۔

دوسری صورت......اللہ تبارک وتعالیٰ کے علاوہ کسی کو مستقل سمجھنے کا ایہام ہوتا ہو۔ جیسے ارواح اموات سے مدد مانگنا۔ اگرچہ یہ شخص مستقل نہ سمجھتا ہو۔ لیکن مشرکین چونکہ ارواح کو فاعل مستقل سمجھ کر مدد مانگتے تھے۔ اس لئے ان کے شعار کا اظہار اور اس کی تائید ہوگی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی پیر وفقیر کی روح سے اس طرح مدد مانگنا کہ دوسروں کو یہ وہم ہوجائے کہ شاید اسی کو سب کچھ سمجھتا ہے۔ جیسے کسی روح سے مدد مانگنا، کسی فرشتے سے مدد مانگنا یا کسی ایسی چیز سے مدد مانگنا جو عام طور پر نظر نہیں آتی۔ جیسے مشرکین کیا کرتے تھے۔ یہ صورت بھی حرام ہے۔ کیونکہ یہ آدمی اگرچہ کل مختار تو نہیں سمجھتا۔ لیکن اس کے عمل سے مشرکین کی سی صورت ظاہر ہورہی ہے اور ان کی تائید ہورہی ہے۔ اس لئے یہ بھی حرام ہے۔ بلکہ کفر ہونے کا قوی شبہ ہے۔

استعانت کی پانچویں صورت جو جائز ومباح ہے

وہ صورت یہ ہے کہ جو کام انسانوں کی طاقت میں داخل ہوں اور دنیا میں وہ کام اسباب کے ساتھ ملے ہوئے ہوں اور کسی شخص کو اس کے فاعل مستقل ہونے کا وہم بھی نہ ہوتا ہو۔ تو یہ صورت بالکل جائز اور مباح ہے۔ اس پر عمل کرنے سے کوئی گناہ نہیں۔ چاہے وہ کام عادتوں میں شمار ہوتے ہوں۔ جیسے روٹی کی مدد سے بھوک کو ختم کرنا۔ پانی کی مدد سے پیاس ختم کرنا۔ اسی طرح دنیوی حوائج میں ایک دوسرے کے کام آنا اور علاج معالجہ سے بیماری کا ختم ہوجانا وغیرہ۔ چاہے وہ کام شریعت کے کاموں میں سے ہو۔ جیسے دعاء، کسی سے کروانا، تعویذ کسی سے لینا اور دم وغیرہ کرانا، یہ سب کام جائز ہیں۔ بشرطیکہ یہ عقیدہ ہو کہ یہ اسباب کے طور پر استعمال کررہا ہوں۔ شفاء! اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ایسے کاموں میں کوئی گناہ نہیں۔ یہی امت مسلمہ اور چودہ صدیوں کے اہل سنت والجماعت اور حضرات اکابر علماء دیوبند کا عقیدہ ہے۔ (خیر الاثار ص ۳۰۰)

خلاصۂ بحث

قارئین کرام! آپ حضرات نے وسیلہ کی حقیقت کے متعلق حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے جو تین قول پڑھے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ دعا مانگنے والا مانگتا تو اللہ تعالیٰ سے ہے۔ کیونکہ دینے والی صرف خدا کی ذات ہے۔ لیکن دعاء کے آداب میں سے جیسے یہ ادب ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگے، عاجزی وانکساری سے دعاء مانگے، ہاتھ پھیلا کر دعاء مانگے۔ اسی طرح دعاء کے دوسرے تمام آداب، ان آداب کی وجہ سے دعاء کے جلدی قبول ہونے کی توقع ہے۔ اسی طرح دعاء کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ اگر کسی نیک آدمی یا نیک اعمال یا بابرکت وقت یا بابرکت جگہ کا وسیلہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعاء کرے تو اللہ تعالیٰ جلدی سے اس کی دعاء کو قبول کر لیتا ہے اور یہ وسیلہ جلدی دعاء قبول کرانے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ تو جس طرح باقی آداب کی رعایت رکھنا اولیٰ وافضل بلکہ دعاء قبول ہونے کے لئے ضروری ہے۔ اسی طرح اس وسیلہ والے ادب کی رعایت رکھنا بھی اولیٰ وافضل ہوگا۔ اسی وجہ سے اولیاء اللہ کے ہر سلسلہ کا ایک شجرہ ہے۔ جس میں اولیاء اللہ کے نام لکھے ہوئے محفوظ ہوتے ہیں اور کبھی کسی شجرہ میں نظم کی شکل میں لکھے ہوتے ہیں۔ تو کسی بھی سلسلے کا کوئی شجرہ ایسا نہیں ہے۔ جس میں اپنے پیروں، مشائخ اور اپنے اکابر کے وسیلہ کے ساتھ دعاء نہ مانگی گئی ہو۔ یا اللہ فلاں کے واسطہ، فلاں کے وسیلہ، فلاں کے طفیل، میری یہ دعاء قبول فرما۔ چاروں شجرے چھپے ہوئے ہیں اور چاروں میں دعاء کا طریقہ یہی ہے۔ بلکہ بعض مرشد اور پیر اپنے خلیفوں اور مریدوں کو تو یہ حکم دیتے ہیں کہ پانچوں نمازوں کے بعد یہ شجرہ پڑھا کرو اور بزرگوں کے وسیلہ کے ساتھ دعاء کیا کرو۔ سلف صالحین و بزرگان دین نے اس شجرہ اور ان مشائخ کے نام کو قبولیت دعاء میں بڑا مئوثر پایا ہے۔ بہرحال اہل حق کی جماعت کا یہی معمول ہے۔ اسی طرح وسیلہ کے ذریعے دعاء کی قبولیت کے قائل ہیں اور اس کو جائز بلکہ مستحسن اور افضل سمجھتے ہیں۔ یہ کوئی شرک والا عمل نہیں۔ نہ ہی اس میں کوئی شرک کا شائبہ ہے۔ نہ ہی یہ بدعت ہے۔ نہ کوئی اس میں گناہ یا حرج ہے۔ بلکہ ثواب ہی ثواب ہے۔ جب کہ استعانت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں انسان مانگتا ہی صرف اسی نیک بندے سے ہے۔ اسی کو سب کچھ سمجھتا ہے اور یہی عقیدہ رکھتا ہے کہ اگر یہ نیک آدمی راضی ہو گیا تو میرے سارے کام مکمل ہو جائیں گے۔ اسی کو سب اختیار اللہ تعالیٰ نے دیئے ہوئے ہیں۔ اب اس کی مرضی چلے گی۔ کسی کو دے یا نہ دے۔ گویا ہم اگر اللہ تعالیٰ سے دعاء کریں تو وہ ہماری نہیں سنے گا۔ بلکہ اسی نیک ولی کی سنے گا۔ جیسے کوئی افسر اپنے وزیر مشیر کی سنتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے نیک بندوں کو وزیر و مشیر بنا دیا ہے۔ اب ہمارا واسطہ ان سے ہوگا اور ان کا واسطہ خدا سے ہوگا۔ یہ عقیدہ شرک ہے۔ گناہ کبیرہ ہے۔ اس سے توبہ لازمی ہے۔ ورنہ ایمان اسلام سے خارج ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔ یہ وسیلے کی طرح نہیں ہے کہ جس طرح وسیلہ جائز ہے اسی طرح یہ بھی جائز ہے۔ کیونکہ وسیلہ اور استعانت میں زمین وآسمان کا فرق ہے ایک دوسرے پر ان کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ جو ایک دوسرے پر قیاس کرتے ہیں۔ وہ راہ اعتدال سے اور راہ مستقیم سے علیحدہ ہو چکے ہیں۔ بدعتی ومعتزلی بن چکے ہیں۔ ان دونوں سے علیحدہ رہنا ضروری ہے۔

وسیلہ کے دلائل

دلائل پڑھنے سے پہلے ایک عظیم فائدہ یہ بھی جان لیں کہ وسیلہ جس طرح کسی نیک آدمی کا جو ابھی زندہ ہے لینا صحیح ہے۔ اسی طرح جو دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ ان کا وسیلہ پیش کرنا بھی بالکل صحیح ہے۔ یوں وسیلہ پیش کرنے کی تقریباً چند صورتیں بنتی ہے جو مختصراً درج ذیل ہیں:

۱...... انبیاء کرام علیہم السلام کی ذات کا وسیلہ جب کہ وہ دنیا میں زندہ ہوں۔
۲...... ان کی ذات کا وسیلہ، دنیا میں آنے سے پہلے۔
۳...... وفات کے بعد ان کی ذات کا وسیلہ۔
۴...... اعمال کا وسیلہ پیش کرنا۔
۵...... زندہ بزرگ وفوت شدگان کا وسیلہ پیش کرنا۔
۶...... آپ ﷺ کا وسیلہ پیش کرنا یا آپ ﷺ سے وفات کے بعد دعاء کروانا۔
۷...... اہل قبور اور نیک فوت شدہ بزرگان دین سے دعاء کی درخواست کرنا۔

یہ سب صورتیں جائز ہیں۔

دلیل نمبر ۱......"ولما جاء هم كتاب من عند الله مصدق لما معهم وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا (سورة: ۸۹)" (جب آئی ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب جو تصدیق کرتی ہے۔ اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے اور تھے۔ اس سے پہلے کہ فتح مانگتے کافروں پر)" یستفتحون " کا مصدر ہے۔ استفتاح جس کا معنی ہے۔ مدد طلب کرنا۔ جیسا کہ (فتح القدیر ص ۹۵ ج ۱، الاستفتاح، الاستنصار اور تفسیر روح المعانی ص ۳۲۰ ج ۱) میں یہ تفسیر موجود ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے اہل کتاب میں سے بنونظیر اور بنوقریظہ اپنے فریق مخالف یعنی دشمن کے مقابلہ میں اوس اور خزرج کے خلاف فتح مانگنے میں آپ ﷺ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعاء کیا کرتے تھے اور یوں کہتے تھے کہ اے اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں۔ اس آخری نبی ﷺ کے طفیل جس کے آنے کا تو نے ہم سے وعدہ کر رکھا ہے۔ یہ کہ آج ہمارے دشمن پر ہمیں فتح نصیب فرما۔ ہماری مدد فرما۔ پھر ان کی مدد کی جاتی۔ ان کی دعا قبول ہو جاتی اور وہ غالب آجاتے۔

فائدہ! اس آیت میں یہودیوں کا ایک کام ذکر کر کے ان پر احسان جتلایا گیا ہے کہ دیکھو اس آخری نبی ﷺ کے آنے سے پہلے اس کے وسیلے اور صدقہ سے تم دعاء مانگتے تھے اور میں خدا تمہاری دعاؤں کو قبول کرتا تھا۔ آج جب وہ آخری نبی ﷺ تشریف لائے ہیں تو تم اس کو کیوں نہیں مانتے؟ اس پر کیوں نہیں ایمان لاتے؟ جب اس آیت میں وسیلہ کا ثبوت ہے اور قرآن نے اس پر انکار نہیں فرمایا اور یہ نہیں کہا کہ وہ اس طرح غلط دعاء کرتے تھے تو ہمارے لئے یہ مسئلہ ثابت ہو گیا کہ ان کا اس طرح سے دعا کرنا بالکل ٹھیک ہے۔ ورنہ بطور احسان کے یہودیوں کو یوں نہ فرمایا جاتا۔ جیسا کہ اب فرمایا گیا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت مولانا شیخ الہند محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ اس عالم دنیا میں ابھی تشریف نہیں لائے تھے۔ اس وقت بھی اہل کتاب، یہودی آپ ﷺ کے وسیلہ سے دعاء کر کے فتح پالیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو بیان کر کے اس قسم کے توسل کی کہیں تردید نفی نہیں فرمائی۔ اب اس کے جواز میں شبہ کی گنجائش کیا ہو سکتی ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ (منقول از خیر الاثار ص ۲۸۵)

دلیل نمبر ۲......"ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان آمنوا بربکم فآمنا (آل عمران: ۱۹۳)"

دلیل نمبر ۳......"یقولون ربنا امنا فاغفر لنا وارحمنا وانت خیر الراحمین (مؤمنون: ۱۰۹)"

ان دونوں آیتوں میں ایمان والوں کی دعاء کا ذکر ہے۔ جس میں وہ اپنے ایمان کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے بخشش

مانگ رہے ہیں اور بھی کئی آیتوں میں اس ایمان کے وسیلہ اور واسطہ سے دعا کی گئی ہے۔ یعنی ایمان والے اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ ہم تجھ پر ایمان لے آئے ہیں۔ اب اس ایمان کے صدقہ سے ہم کو معاف فرما دے۔ ہمارے گناہوں کو ختم کردے۔

فائدہ! جن آیات میں ایمان کو وسیلہ بنا کر دعاء کی گئی ہے خوش ہوکر، راضی ہوکر ان کی دعا کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر کیا ہے کہ دیکھو یہ کیسے مجھ سے مانگتے ہیں اور مجھ پر ایمان لاتے ہیں تو جب اللہ تعالیٰ ایمان کے وسیلے سے دعاء کرنے کے ساتھ خوش ہوتے ہیں تو وسیلے والا مسئلہ خود بخود حل ہوگیا کہ وہ جائز بلکہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا اہم ذریعہ ہے۔ دیکھو ان آیات سے اعمال کے ساتھ وسیلے کا ثبوت ہوگیا۔

دلیل نمبر ۴...... کسی سے دعاء کروانا اور دعاء کی درخواست کرنا بھی دراصل اس کا وسیلہ لینا ہوتا ہے کہ آپ میرے لئے دعاء کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی دعاء کے وسیلہ سے میرے کام آسان فرمادے گا۔ تو اس طرح دعاء کروانا احادیث سے اتنی کثرت سے ثابت ہے کہ وہ احادیث جن میں یہ ذکر ہے کہ فلاں صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے فلاں دعاء کروائی ہے۔ تواتر کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہیں۔ جس طرح شفاء السقام میں کہ ''ہذا متواتر'' کہ دعاء کروانا صحابہ رضی اللہ عنہم کا آپ ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ جیسا کہ صحیحین میں یہ روایت موجود ہے کہ ایک آدمی جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوا۔ اس وقت آپ ﷺ کھڑے ہوکر جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ وہ صحابی آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگا کہ یارسول اللہ ہمارے اموال ہلاک ہوگئے ہیں۔ پانی خشک ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعاء فرمائیں۔ آپ ﷺ نے رحمت والے جب دونوں ہاتھ اٹھائے بارش کی دعاء کے لئے تو اسی وقت بارش کے لئے بادل آئے اور بارش برسائی۔ اس کو روایت کرنے والے صحابی حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم ہم نے ایک ہفتہ تک سورج نہیں دیکھا۔ مسلسل تھوڑی تھوڑی بارش ہوتی رہی۔ (شفاء السقام ص ۱۲۹)

دلیل نمبر ۵...... ''عن عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ ان رجلاً ضریر البصر اتی النبی ﷺ قال ادع اللّٰہ لی ان یعافینی (الی قولہ) اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بمحمد نبی الرحمۃ... الخ'' (قال ابو اسحاق ہذا حدیث صحیح، مسند احمد ص ۱۳۸ ج ۲، سنن ابن ماجہ باب الصلوٰۃ الحاجہ) (حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نابینا آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میرے لئے دعاء کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عافیت دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو اس کو مؤخر کردے اور یہ زیادہ بہتر ہے اور اگر تو چاہے تو میں تیرے لئے دعاء کردوں۔ اس صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ ابھی دعا کردیجیے۔ آپ ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ وضو کر اور دو رکعت نماز پڑھ اور یوں دعاء کر کہ یا اللہ! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں اور آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں آپ ﷺ کے وسیلے کے ساتھ جو رحمت والے نبی ہیں۔ اے محمد ﷺ میں آپ کے وسیلہ کے ساتھ اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں۔ تاکہ وہ پوری ہوجائے۔ اے اللہ آپ ﷺ کی شفاعت آپ ﷺ کا وسیلہ میرے حق میں قبول فرما اور دوسری روایت میں ہے کہ اس نے کہا کہ (اے محمد ﷺ) آپ میرے لئے شفاعت کریں اللہ تعالیٰ سے۔ پس بار بار اسی دعا کو کہتا رہا۔ پھر اس نے کہا کہ مجھے گمان ہے کہ مجھے اس میں شفاء دے دی جائے گی۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پس اس کو شفاء دے دی گئی)

فائدہ! اس حدیث سے توسل صراحۃً ثابت ہو رہا ہے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ نے بذات خود اس نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کو اپنی ذات کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یوں میری ذات کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بنا کر پیش کرو اور اپنی حاجت اللہ تعالیٰ کے آگے رکھو۔ اب چونکہ آپ ﷺ کا اس کے لیے دعاء کرنا کہیں منقول نہیں۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ جس طرح توسل کسی کی دعاء کا جائز ہے۔ اس طرح توسل دعاء میں کسی کی ذات کا بھی جائز ہے۔ (نشر الطیب ص ۲۴۸)

دلیل نمبر ۶...... حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انجاح الحاجہ میں پہلی حدیث کو صحیح قرار دینے کے بعد کہا کہ طبرانی نے کبیر میں حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کام کے لئے جایا کرتا تھا اور وہ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔ اس شخص نے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے یہ بات کہی تو عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے اس کو کہا کہ وضو کر کے مسجد میں جا اور وہی دعاء اوپر والی سکھائی کہ یہ پڑھو اور اس طرح دعاء کرو۔ چنانچہ اس نے ایسے ہی کیا۔ پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے اس کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور فوراً اس کا کام پورا کر دیا۔

دلیل نمبر ۷...... ”عن امیة بن خالد بن عبداللہ بن اسید رضی اللہ عنہ: عن النبی ﷺ: انه کان ستفتح بصعالیک المهاجرین“ حضرت امیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ فقراء مہاجرین کے وسیلہ کے ساتھ فتح کی دعاء کیا کرتے تھے۔ (رواہ فی شرح السنۃ مشکوٰۃ ص ۴۴۹)

فائدہ! عام طور پر اہل طریق و بزرگان دین سے مقبولان خدا کے توسل سے دعا کرنا بکثرت ثابت ہے اور حدیث پاک سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ اسی کا اثبات ہے اور شجرہ پڑھنا جو اہل سلسلہ کے ہاں مقبول ہے۔ اس کی بھی یہی (توسل) والی حقیقت اور غرض ہے۔

بصعالیک المهاجرین کا مطلب

فقراء، مہاجرین کے ساتھ فتح طلب کرنے کے دو مطلب ہیں۔ پہلا مطلب تو یہ ہے کہ آپ ﷺ فقراء مہاجرین کو اپنی دعاء میں وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ کے سامنے عرض و التجاء کرتے کہ یا اللہ ان مہاجرین و فقراء کے وسیلہ سے اور ان کے طفیل ہمیں فتح نصیب فرما۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ ان مہاجرین کو کہتے تھے کہ تم ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعاء کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا کے وسیلہ سے ہمیں کافروں پر فتح نصیب فرمائے۔ یہ بھی دوسرے کے ساتھ وسیلہ لینا ہے۔

توسل کا ثبوت علماء دیوبند کی نظر میں

۱...... حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے سید حضرت علی خواص رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگو تو آپ ﷺ کے وسیلہ سے مانگو اور یوں کہو کہ یا اللہ! آپ سے سوال کرتے ہیں آپ ﷺ کے وسیلہ کے ساتھ کہ آپ ہمارا کام پورا کر دیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو آپ ﷺ کو یہ پیغام پہنچا دیتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ فلاں آدمی نے آپ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے ان کاموں کے بارے میں دعاء کی ہے۔ پس آپ ﷺ بھی اس آدمی کے لئے اسی کام کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتے ہیں۔ پس آپ ﷺ کی دعا یقیناً قبول ہوتی ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی دعاء کبھی رد نہیں کی جاتی اور اسی

طرح کا معاملہ ہے اللہ تعالیٰ سے اولیاء اللہ کے وسیلے سے سوال کرنے بارے میں اس لئے کہ فرشتے اولیاء اللہ کو یہ بات پہنچا دیتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کے ولی بھی اللہ تعالیٰ سے اس آدمی کے لے لئے دعا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ علیم اور حکمت والا ہے۔ (مشارق الانوار القدسیہ ص ۱۸۱)

۲...... حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول۔ وہ فرماتے ہیں کہ دعاء کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ دعاء مانگنے والا پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرے اور پھر آپ ﷺ کے ساتھ وسیلہ پکڑے۔ تاکہ دعاء قبول ہو۔

۳...... حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی حضرت مولانا محمد یحیٰی کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے المہند کی تصدیق کرتے ہوئے خطبہ میں لکھا ہے کہ وسیلہ پکڑا جاتا ہے۔ یعنی پیغمبران، صدیقین اور شہداء وصلحاء اور کامل ترین لوگوں کا جن کے لئے وصال اور انتقال کے بعد حیات ثابت ہے۔ (المہند ص ۸۴)

اکابر علماء دیوبند کا متفقہ فتویٰ توسل کے بارہ میں

ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ علماء دیوبند کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء کرام علیہم السلام، صلحاء، اولیاء، شہداء اور صدیقین کا توسل جائز ہے۔ ان کی حیات میں یا بعد وفات بایں طور کہ دعا کرنے والا کہے یا اللہ! میں بوسیلہ فلاں بزرگ تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت برآری چاہتا ہوں۔ (المہند سوال نمبر ۳)

فائدہ! قارئین مسئلہ توسل احادیث، قرآن، اقوال سلف صالحین کی روشنی میں بخوبی واضح ہو گیا کہ دعاؤں میں وسیلہ لینا بالکل جائز بلکہ مستحسن اور دعاء کے جلدی قبول ہونے کا قوی ذریعہ ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے توسل کا ثبوت

حضرت ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس طرح دعا کرنا کہ یا اللہ آپ ﷺ کے وسیلہ سے ہمارا فلاں کام کردے۔ ہمیں گناہوں سے بچالے۔ ہمیں اعمال صالحہ کرنے کی توفیق عطاء فرما۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک شرعاً درست ہے۔ جب کہ آپ ﷺ کے چچا کے وسیلہ سے دعا کرنا ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی درست ہے۔ تو اہل سنت والجماعت کے نزدیک براہ راست آپ ﷺ کے وسیلہ سے بھی دعا درست ہے۔ (منقول از تسکین الاذکیاء ص ۶۰۹)

عقیدۂ توسل واقعات کی روشنی میں

ناظرین کرام! اب ذرا مسئلہ توسل واقعات کی صورت میں پڑھیں۔ تاکہ آپ کو علم العین اور علم الیقین حاصل ہو جائے کہ واقعتاً علماء دیوبند اہل حق ہیں اور ان کا مسلک نہایت ہی معتدل ہے۔

واقعہ نمبر ۱...... حضرت مالک الدار رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مطبخ کے ناظم تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قحط پڑ گیا۔ تو ایک آدمی آپ ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ اپنی امت کے لئے بارش کی دعا فرمائیں۔ کیونکہ وہ ہلاک ہو رہی ہے۔ بعد میں اس نے آپ ﷺ کی خواب میں زیارت کی۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد پاک فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان کو میرا اسلام کہو اور خوشخبری دو کہ بارش ہوگی اور یہ بھی کہنا کہ دانائی پر قائم رہ۔ وہ آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ کو سارے واقعہ کی خبر دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور عرض کیا کہ اے میرے رب میں نے کوتاہی نہیں کی مگر جس کام میں میں عاجز آ گیا۔ (ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ

ص ۴۸۰ ج ۷) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح سند کے ساتھ اس کو نقل کیا ہے (فتح الباری ص ۴۳۹ ج ۲) حضرت ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور پھر فرمایا کہ بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ یوں یوں کہتا ہے۔ سب صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ سچ کہتا ہے۔ (تاریخ طبری) دوسری کتاب میں یہ واقعہ کچھ تفصیل کے ساتھ مذکور ہے جسے مختصراً یہاں نقل کیا جاتا ہے کہ قبیلہ مزینہ کے ایک گھر والوں نے اپنے صاحب خانہ حضرت بلال بن حارث مزنی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ہم ہلاک ہو رہے ہیں۔ آپ ہمارے لئے کوئی بکری ذبح کریں۔ انہوں نے کہا کہ اس بکری میں کچھ نہیں۔ گھر والوں کے اصرار پر بکری ذبح کی تھی تو سرخ ہڈیوں کے علاوہ کچھ نہ نکلا۔ پس وہ اسی وقت یا محمداہ، یا محمداہ پکار اٹھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ الفاظ کہے جو پہلے مذکور ہو چکے ہیں۔ چنانچہ وہ آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اجازت کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر سے باہر تشریف لائے۔ لوگوں کو اکٹھا کیا۔ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ سارے لوگوں کے سامنے حضرت بلال رضی اللہ عنہ والا واقعہ سنایا تو لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ صلوٰۃ استسقاء یعنی بارش والی نماز پڑھایئے۔

پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں صلوٰۃ استسقاء کا اعلان فرمایا اور خود حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیدل میدان میں نکل پڑے۔ نماز پڑھانے کے بعد التحیات کی شکل میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے یوں دعاء کی کہ اے اللہ! ہم کو بارش عطاء فرما اور اپنے بندوں اور شہروں کو زندہ فرما اور آپ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے آنسو ان کی اپنی داڑھی مبارک پر بہہ رہے تھے اور فرمایا کہ یا اللہ ہم تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے ساتھ وسیلہ لیتے ہیں۔ اے اللہ! اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے چچا کی صورت میں حفاظت فرما۔ ہم ان کو ساتھ لے کر وسیلہ پکڑتے ہوئے استغفار کرتے ہوئے حاضر ہیں۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے روتے ہوئے یوں اللہ تعالیٰ سے دعاء کی کہ اے اللہ! آپ پانی پلانے والے ہیں۔ پس بچے چیخ رہے ہیں اور بڑے رقت آمیز ہیں۔ اے اللہ! اپنے غناء سے ان کو غنی فرما۔ پہلے اس کے کہ آپ کی رحمت سے مایوس ہوں۔ پس بادل کا ٹکڑا اسی وقت آیا اور ہوا چلی۔ پھر وہ خوب برسا۔ پس اللہ کی قسم لوگ واپس جا رہے تھے اور دیواروں کی اوٹ تلاش کر رہے تھے اور کوئی گھر کے برآمدوں میں چھپ رہے تھے۔ بارش کی وجہ سے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اعضاء مبارکہ کو ہاتھ لگا لگا کر کہہ رہے تھے کہ اے حرمین کے ساقی تجھے مبارک ہو اور خوشی ہو حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کی اشعار کی صورت میں تعریف کر رہے تھے۔ (الکامل فی التاریخ ص ۵۵۶ ج ۲)

فائدہ! خواب دیکھنے والے حضرت بلال بن الحارث مزنی رضی اللہ عنہ تھے جو کہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان کے واقعہ سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کروانا بالکل جائز ہے اور سارے واقعہ کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان کرنا لوگوں کا ان کی تصدیق کرنا۔ اس بات پر اجماع ہے اور سب کے سامنے وسیلہ لینا بھی اجماع ہونے کی قوی دلیل ہے۔ جس پر شاہد یہ حدیث ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جب بھی قحط ہوتا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش کے لئے دعاء کرتے اور کہتے کہ یا اللہ! ہم اپنے پیغمبر کے ذریعے سے آپ کے حضور میں توسل کیا کرتے تھے اور اب اپنے نبی کے چچا کے ذریعے سے آپ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرتے ہیں تو ہم کو بارش عنایت فرما تو بارش ہو جاتی۔ (بخاری شریف ص ۱۳۷ ج ۱)

اعتراض ...... حضرت عمر کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دعا میں وسیلہ بنانا اس بات کی دلیل ہے کہ وفات کے بعد کسی کا وسیلہ لینا جائز نہیں۔ اگر جائز ہوتا تو حضرت عمر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرتے۔ لہٰذا بعد از وفات کسی کا توسل دعا میں جائز نہیں۔ جیسے کہ منکرین توسل و منکرین حیات کہتے ہیں۔

جواب نمبر ا ...... حضرت عمر کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ دعا میں وسیلہ لینا اس شک وشبہ کو دور کرنے کے لئے تھا کہ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور شخص کے ساتھ توسل جائز نہیں۔ اس شبہ کے ازالہ کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس سے توسل کیا۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ دوسرے صلحاء کے ساتھ بھی توسل جائز ہے۔ (خیر الفتاویٰ ص ۱۹۸ ج ۱)

جواب نمبر ۲ ...... حضرت علامہ مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے استسقاء میں توسل لینا ہرگز اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل فی الدعاء ممنوع ہے۔ (امداد الاحکام ص ۱۴۱ ج ۱)

جواب نمبر ۳ ...... یہ دلیل دینا کہ حضرت عمر نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے وسیلہ پکڑا تھا۔ لہٰذا معلوم ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وسیلہ جائز نہیں یہ مفہوم مخالف ہے۔ جس کا احناف حضرات بالکل اعتبار نہیں کرتے۔ ہاں! جو اعتبار کرتے ہیں وہ حنفیوں میں شامل نہیں۔

واقعہ نمبر ۲ ...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بنی اسرائیل کے تین آدمیوں کا واقعہ سنایا کہ تین آدمی بنی اسرائیل کے کسی سفر پر جا رہے تھے کہ بارش شروع ہوگئی۔ بارش سے بچنے کے لئے ایک پہاڑ کی غار میں جا چھپے۔ بارش جب مسلسل زور سے برسی تو غار کے اوپر سے ایک پتھر گرا اور سیدھا غار کے منہ کے اوپر آ کر رک گیا جس کی وجہ سے غار سے باہر نکلنے کا راستہ بالکل بند ہو گیا۔ اتنا وزنی پتھر تھا کہ تینوں زور لگا لگا کر تھک ہار گئے۔ لیکن وہ پتھر اپنی جگہ سے نہ ہلا اور نہ سرکا۔ اب تینوں نے بیٹھ کر مشورہ کیا اور سوچنے لگے کہ کیسے باہر نکلنے کی تدبیر کریں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تینوں نے آپس میں مشورہ سے یہ طے کیا کہ ہم میں سے ہر ایک اپنا اپنا نیک عمل یاد کرے جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا ہو۔ اس عمل کو وسیلہ بنا کر اللہ کو واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگے کہ یا اللہ اس عمل کے واسطہ سے اس پتھر کو غار کے منہ سے دور فرما۔ چنانچہ ان میں سے ایک آدمی نے اللہ تعالیٰ سے یوں دعاء کی کہ یا اللہ! میں اپنے والدین کی خدمت کرتا تھا۔ ان کو دودھ بکریوں کا پلاتا تھا۔ ایک دن دیر سے آیا۔ والدین سو چکے تھے۔ ان کو نیند آ گئی تھی۔ لیکن میرے چھوٹے چھوٹے بچے بھوک کی وجہ سے ابھی تڑپ رہے تھے۔ ان کو نیند نہیں آ رہی تھی۔ میں نے بکریوں کا دودھ نکالا اور اپنے بچوں کو روتا ہوا چھوڑ کر پہلے والدین کی خدمت میں دودھ پیش کیا۔ اگر یہ عمل میرا تیرے ہاں قبول ہے اور صرف تیری رضا کے لئے ہے۔ تو اسی کے وسیلہ سے ہمیں مصیبت سے نجات دلا دے اور پتھر کو غار کے منہ سے دور فرما۔ جب دعا مکمل ہوئی تو تھوڑا سا پتھر خود بخود دور ہو گیا۔ دوسرے آدمی نے بھی دعا کرنا شروع کی کہ یا اللہ! میں نے ایک مزدور آدمی پر احسان کیا تھا۔ صرف تیری رضا کے لئے۔ اگر تجھے میرا یہ عمل پسند ہے تو اسی کے واسطہ سے پتھر کو غار کے منہ سے دور فرما۔ دعاء پوری ہوئی تو تھوڑا سا پتھر اور غار کے منہ سے دور ہو گیا۔ تیسرے آدمی نے دعا کی کہ یا اللہ ایک دفعہ مجھے مکمل تیری نافرمانی کرنے پر قدرت تھی۔ میں زنا کے لئے بالکل تیار تھا۔ لیکن صرف تجھے حاضر و ناظر سمجھ کر تیرے خوف سے چھوڑ دیا اور

تجھ سے ڈر گیا۔ اگر تیرے ہاں میرا یہ عمل قبول ہے اور صرف تیری رضا کے لئے ہے تو اسی کے واسطہ سے یہ مصیبت ہم سے دور فرما۔ جب دعاء مکمل ہوئی تو پتھر مکمل طور پر غار کے منہ سے دور ہو گیا اور باہر نکلنے کا راستہ بالکل صاف ہو گیا۔ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے تینوں باہر نکل آئے۔ (بخاری شریف ص ۴۹۳ ج ۱، مسلم شریف ص ۳۵۳ ج ۲)

فائدہ! اس واقعہ سے معلوم ہو گیا کہ اعمال کے ساتھ وسیلہ لینا بالکل جائز اور دعا کے جلدی قبول ہونے کا قوی ذریعہ ہے۔

واقعہ نمبر ۳...... حضرت علی بن احمد الصوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا نام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس لئے رکھا گیا کہ یہ اپنی والدہ کے پیٹ میں اٹھارہ مہینے رہے ہیں۔ جب ان کی والدہ نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے کو دیکھا تو کہا کہ اے ہمارے کامل اور مجتہد اور عامل امام میری شفاعت کیجیے۔ تاکہ میں اس حمل سے چھٹکارہ حاصل کروں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو سنا۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شفاعت کی وجہ سے اس عورت کے لئے۔ پس شمس الہدیٰ کی ولادت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلہ اور شفاعت کی وجہ سے اسی دن ہو گئی۔ اس لئے ان کا نام رکھ دیا گیا شافعی رحمۃ اللہ علیہ۔ (کتاب نعم الالوان ص ۱۸۷ ج ۱)

واقعہ نمبر ۴...... ابوبکر بن خطیب علی بن میمون رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں (امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ) امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلہ سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ ہر روز ان کی قبر پر زیارت کے لئے حاضر ہوتا ہوں اور ان کے قریب اللہ تعالیٰ سے حاجت روائی کی دعاء کرتا ہوں۔ اس دعاء کے بعد جلد میری مراد پوری ہو جاتی ہے۔ (تاریخ خطیب ص ۱۲۳ ج ۱، ردالمحتار ص ۳۹ ج ۱)

فائدہ! جن حضرات کو شریعت پر عبور حاصل ہے اور شریعت کے عامل بھی ہیں تو وہ حضرات روزانہ مزارات اولیاء پر جا کر اور اس کے علاوہ جہاں کہیں بھی ہوں ان کے وسیلہ سے دعا بھی کرتے ہیں۔ ان سے باطنی فیض بھی حاصل کرتے ہیں۔ جو شریعت سے بالکل کورے ہیں۔ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قبر پر دعا کرنا شرک و بدعت ہے۔

واقعہ نمبر ۵...... ایک دیہاتی آپ ﷺ کی مزار اقدس پر حاضر ہوا اور اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کی کہ یا اللہ! تو نے غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ (یعنی آپ ﷺ) تیرے محبوب ہیں۔ میں تیرا غلام ہوں۔ آپ کے محبوب ﷺ کے روضۂ اطہر پر حاضر ہوں۔ مجھ غلام کو آگ سے آزادی عطاء فرما۔ (یعنی آپ ﷺ کے وسیلہ سے اپنے غلام کو آگ سے نجات عطاء فرما) تو غیب سے آواز آئی کہ تم نے صرف اپنے لئے آزادی مانگی ہے۔ تمام حاضرین کے لئے آزادی کیوں نہ مانگی؟ لہٰذا جاؤ ہم نے تمہیں آگ سے آزادی عطاء فرمائی۔ (مواہب، منقول از فضائل حج ص ۱۵۳)

واقعہ نمبر ۶...... ابو محمد اشبیلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ غرناطہ کے شہر میں ایک شخص اتنا بیمار رہا جس کی کوئی حد نہیں۔ یعنی بہت زیادہ بیمار رہا۔ ڈاکٹروں نے اسے لاعلاج کر دیا۔ بیچارہ زندگی سے مایوس ہو گیا۔ وزیر ابوعبداللہ محمد بن ابی ضال نے ایک خط آپ ﷺ کی خدمت میں لکھا اور اس میں چند اشعار بھی لکھے اور اس بیمار آدمی کی صحت کے لئے دعاء کی درخواست بھی لکھی۔ خط لکھ کر ان حاجیوں کے حوالہ کر دیا جو مدینہ منورہ جا رہے تھے۔ وہ حاجی جب مدینہ منورہ پہنچے اور وہ خط مزار شریف پر پڑھا گیا تو کہنے والے کہتے ہیں کہ ادھر خط پڑھا جا رہا تھا اور ادھر بیمار آدمی صحیح اور تندرست ہوتا جا رہا تھا۔ جیسے ہی وہ خط مکمل ہوا تو اسی وقت وہ بیمار بالکل اچھا ہو گیا۔ جب وہ آدمی گھر آیا جو خط لے کر گیا تھا۔ اس نے دیکھا کہ وہ بیمار آدمی ایسے تندرست تھا۔ جیسے اس کو کبھی بیماری لگی بھی نہیں۔ (وفاء الوفاء، منقول از فضائل حج ص ۱۶۶)

فائدہ! جہاں اس بات کا اندازہ ہوا کہ آپ ﷺ روضۂ اطہر میں اعلیٰ زندگی کے ساتھ زندہ ہیں۔ وہیں اس بات کا بھی پتہ چلا کہ دعاء کی درخواست کرنا اور آپ ﷺ کو وسیلہ بنانا بالکل جائز ہے۔

واقعہ نمبر ۷...... علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اتنا بیمار رہا کہ سبھی ڈاکٹر میرے علاج معالجہ سے عاجز آ گئے اور میں کئی سال تک مسلسل بیمار رہا۔ ایک مرتبہ ۸۹۳ھ کو جب میں مکہ مکرمہ حاضر ہوا تو آپ ﷺ کے وسیلہ سے حرم پاک میں اللہ تعالیٰ سے تندرستی کی دعاء کی۔ بعد میں جب میں سویا تو خواب میں ایک آدمی کو دیکھا جس کے ہاتھ میں ایک کاغذ کا ٹکڑا تھا۔ جس میں لکھا ہوا تھا کہ یہ دوا احمد بن القسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ آپ ﷺ کی طرف سے۔ آپ ﷺ کے ارشاد عالی سے آپ کو ملی ہے۔ میں خواب سے بیدار ہوا تو بیماری کا اثر بالکل نہیں تھا۔ (مواہب، منقول از فضائل حج)

فائدہ! وسیلہ سے دعا کرنا دعا کے جلدی قبول ہونے کا قوی ذریعہ ہے۔ اس لئے وسیلہ میں کسی قسم کا شبہ نہیں کرنا چاہئے۔

واقعہ نمبر ۸...... علامہ ابو عبد اللہ شرف الدین محمد بن سعید بوصیری رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے قصیدہ بردہ اشعار کی صورت میں لکھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھ پر فالج کا حملہ ہو گیا۔ نیچے والا سارا حصہ بالکل شل ہو گیا۔ کام کرنا چھوڑ گیا۔ اس بیماری اور فالج سے تندرستی اور نجات پانے کے لئے پورے اخلاص کے ساتھ ایک قصیدہ لکھا۔ آقاء نامدار ﷺ کی مدح وثناء میں۔ تاکہ اس کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی بیماری سے شفاء کی درخواست کروں۔ چنانچہ جب وہ قصیدہ لکھ لیا تو آپ ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی۔ میں نے وہ قصیدہ آپ ﷺ کو پڑھ کر سنایا تو آپ ﷺ اتنے خوش ہوئے کہ خوشی کی وجہ سے سرسبز ٹہنی کی طرح جھوم رہے تھے۔ جب قصیدہ پورا ہو گیا تو آپ ﷺ نے شفقت والا، رحمت والا، ہاتھ میرے جسم پر پھیرا اور ایک چادر انعام میں عطاء فرمائی۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں بالکل تندرست اور صحیح سالم تھا۔ فالج کا نام ونشان تک باقی نہیں تھا اور وہ چادر جو آپ ﷺ نے دی تھی۔ وہ میرے ہاتھ میں تھی۔ (عطر الوردہ ص ۳)

فائدہ! اس چادر کی وجہ سے اس قصیدہ کا نام رکھ دیا گیا۔ قصیدہ بردہ کیوں کہ عربی میں چادر کو بردہ کہتے ہیں۔ یعنی چادر والا قصیدہ۔ اس واقعہ سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ اعمال کو، ذات کو، وسیلہ بنانا بالکل درست ہے۔ کسی قسم کا کوئی حرج نہیں۔

عقیدۂ حیات شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہ ...... آٹھواں اختلاف

اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کا عقیدہ

علماء دیوبند کا عقیدہ یہ ہے کہ جو آدمی جہاد کے میدان میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنی جان کی بازی لگا دے اور شہید ہو جائے تو شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ اس شہید کو جو زندگی دیتا ہے۔ وہ زندگی روح اور جسم عنصری دونوں کے ساتھ ہوتی ہے اور اللہ کی طرف سے جو شہید کو رزق ملتا ہے۔ وہ اسی جسم عنصری کے لئے ملتا ہے۔ روح کو مادی غذا کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی اور روح چاہے جنت میں ہو یا عرش کے نیچے یا جہاں اللہ تعالیٰ اس کو ٹھکانہ دیدے۔ اس روح کا اس جسم عنصری کے ساتھ تعلق ہوتا ہے کہ اس جسم عنصری کو مردہ گمان کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کے مطابق شہادت کی وجہ سے جو ان کو خصوصیت اور امتیازی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ وہ حیات جسمانی ہی ہے۔ صرف روحانی حیات نہیں۔ کیونکہ روحانی حیات تو ہر انسان کو ملتی ہے۔ لیکن شہید کی یہ جسمانی حیات انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً آقاء نامدار ﷺ کی حیات جسمانی سے انقص اور ادنی ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات اعلیٰ، افضل، قوی اور بلند تر ہے اور آپ ﷺ کی حیات روضۂ پاک میں تمام روئے زمین کے شہداء کی حیات سے زیادہ قوی اور بلند وبالا ہے۔

منکرین حیات کا عقیدہ

منکرین حیات کا عقیدہ یہ ہے کہ جب انسان شہید ہو جاتا ہے تو اس کی روح کا جسم عنصری سے کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔ یہ جسم بالکل مردہ ہوتا ہے۔ ہاں! اس کی روح زندہ اور باقی ہوتی ہے۔ جسد تو گل سڑ جاتا ہے۔ جیسے مولوی شہاب الدین خالدی لکھتا ہے کہ مرنے کے بعد انسان کی روح نہ اس کے مٹی والے جسم میں لوٹ کر آتی ہے اور نہ ہی قبر کے اندر ہوتی ہے اور نہ ہی قبر کے اردگرد ہوتی ہے اور نہ ہی روح کا اپنے بدن سے کسی قسم کا کوئی تعلق ہوتا ہے۔ (عقیدۃ الامت ص ۲۶۲)

نیز حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے غلط استدلال کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ شہداء یہاں کے بدن کے ساتھ زندہ نہیں۔ اس بدن کے لحاظ سے مردہ ہیں۔ ہاں! جنت میں ان کو دوسرا بدن ملتا ہے۔ (ایضا ۴۲۴)

تیسری جگہ لکھتا ہے کہ دنیا والے بدنوں کے بدلہ میں برزخ میں جو بدن شہیدوں کو ملتے ہیں۔ محققین انہی بدنوں کو مثالی بدن کہتے ہیں اور دنیا والے جسم جیسا جسم ہے جس کے ساتھ تمام معاملات کھانا پینا، آرام، راحت، لذت والم وغیرہ! سب اسی جسم مثالی برزخی کو حاصل ہوتے ہیں۔ وہاں دنیا والا جسم نہیں ہوتا۔ (ایضا ۴۱، ۴۲)

ندائے حق والا لکھتا ہے کہ سو فیصد علماء اس امر پر متفق ہیں کہ مرنے کے بعد اس جسم عنصری کے ساتھ روح کا کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ نیز حضرات شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے جب اپنی جانیں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں پیش کر دیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں نے ان کو تلف کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے عوض میں ان کو برزخ میں ان سے بہتر جانیں عطا فرما دیں جن میں قیامت تک رہیں گے۔ شہدا کے ارواح کو وفات کے بعد اجساد عنصری کے عوض میں اس سے بہتر نورانی اجساد مثالیہ عطا ہوں گے۔ (ندائے حق ص ۲۲۲ منقول از تسکین الصدور ص ۱۲۸)

نیز حیات شہید کے متعلق ندائے حق والا دوسری جگہ لکھتا ہے کہ شہداء کی حیات سے اگر حقیقت حیات یعنی روح کا تعلق انہیں ابدان کے ساتھ جو پہلے تھے۔ یعنی ابدان عنصریہ لیا جائے تو یہ بات واقع کے بھی خلاف ہے اور شرع شریف کے بھی خلاف ہے۔ (ندائے حق ص ۳۲۶)

تیسری جگہ پر لکھتا ہے کہ معتزلی لوگ شہداء کی حیات مجازی مانتے ہیں اور ہم (یعنی منکرین حیات) اہل سنت والجماعت شہیدوں کو حقیقی معنوں میں زندہ مانتے ہیں۔ (ندائے حق ص ۶۲۹) (جو حیات برزخیہ فی الجنۃ ہے نہ کہ عنصریہ جوفی القبر)

چوتھی جگہ لکھتا ہے حیات شہداء کی کیفیت کی طرف قرآن مجید میں تو چند اجمالی اشارات ہی ہیں۔ تفصیل نہیں (ندائے حق ص ۶۲۶) پھر لکھا کہ شہداء کی یہ زندگی بلا مشارکت بدن عنصری صرف روح کے لئے ہے۔ (ایضا)

نیز مولوی عطاء اللہ بندیالی نے شہدا کی حیات جسمانی اور ان کے اجساد سے ارواح کا عدم تعلق ثابت کرنے کے لئے سبز پرندوں والی روایت سے بھی استدلال کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ شہیدوں کی روحیں اللہ کے پاس جنت میں سبز پرندوں کی شکل میں ہیں۔ (اکابر علماء دیوبند کا عقیدہ حیات النبی ﷺ ص ۲۱، منقول از عقیدہ حیات النبی ﷺ مولانا عبدالحق خان بشیر نقشبندی ص ۵۸)

نیز ایک دوسرے مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اجساد کے عنصری کی قید مبتدعین کی خود ساختہ اور خانہ ساز قید ہے کسی آیت کریمہ یا حدیث نبوی ﷺ میں عنصری کا کوئی ذکر تک نہیں۔ (تحقیق حق ص ۶)

قارئین کرام! آپ حضرات نے علماء دیوبند کا عقیدہ بھی وضاحت کے ساتھ پڑھا اور منکرین حیات کا

عقیدہ بھی پڑھا۔ ان کی کتابوں کے حوالہ کے ساتھ۔ ان کی کتابوں میں جو عقیدہ لکھا ہے اس کی وضاحت یہ ہے کہ شہید بھی عام مردوں کی طرح مر چکا ہے۔ اس کے اس جسم سے جو اللہ کے راستہ میں ٹکڑے ٹکڑے ہوا ہے۔ روح کو اس سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔ اس جسم کے بدلے جنت میں اور جسم ملتا ہے۔ اس جسم میں وہ روح ہوتی ہے اور وہی جسم مثالی کھاتا پیتا ہے اور سبز پرندوں کی شکل وصورت میں وہ جسم مثالی جنت میں سیر کرتا ہے اور عرش کے نیچے لٹکی قندیلوں میں بسیرا کرتا ہے۔ یعنی اس قبر والے جسم میں کچھ بھی نہیں یہ پتھر کی طرح ہے اور اکثر وبیشتر اس جسم کو مٹی کھا جاتی ہے۔ یہ عقیدہ ان منکرین حیات ومعتزلہ کا واضح طور پر قرآن وحدیث کے مخالف ہے۔

منکرین حیات کے شبہات

شبہ نمبر ۱...... آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہارے بھائی احد میں شہید ہوئے تو ان کی روحوں کو اللہ تعالیٰ نے سبز پرندوں کے پوٹوں میں رکھا۔ جو جنت کی نہروں پر آتے جاتے ہیں اور جنت کے پھل کھاتے ہیں اور رات کو سونے کی قندیلوں میں عرش کے نیچے بسیرا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو! تم اور کیا چاہتے ہو کہ میں تمہیں دوں۔ وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے جو ہم کو عطاء فرمایا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے۔ اگر آپ اور کچھ دینا چاہتے ہیں تو پھر ہماری تمنا یہ ہے کہ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دیں اور ہمیں دنیا میں بھیج دیں۔ تاکہ ہم تیری راہ میں ایک بار پھر قتل کئے جائیں۔ (مسلم ص ۱۳۵، ج ۱، ترمذی ص ۱۳۰، ج ۲، ابن ماجہ ص ۲۰۱)

منکرین حیات کا غلط استدلال

مولوی شہاب الدین خالدی نے اس حدیث کو بیان کر کے یہ استدلال اور نتیجہ نکالا ہے کہ اس حدیث پاک میں صراحت اور وضاحت ہے کہ شہیدوں کی روحیں جنت میں رہتی ہیں۔ وہیں کھاتی پیتی ہیں۔ شہیدوں کی درخواست کے باوجود ان کو دنیا میں نہیں آنے دیا جاتا۔ روحوں کا قبروں میں یا جسم میں لوٹ آنا صریح اور صحیح حدیث کے خلاف ہے۔ جسے کوئی مسلمان قبول نہیں کرے گا۔ (عقیدۃ الامت ص ۲۲۶)

شبہ نمبر ۲...... آپ ﷺ نے ارشاد پاک فرمایا کہ کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو مرنے کے بعد جنت میں جائے۔ پھر وہاں سے دنیا میں لوٹنے کو پسند کرے۔ اگرچہ جو کچھ زمین پر ہے سب اس کا ہو۔ مگر شہید کہ وہ تمنا کرتا ہے کہ مجھے دنیا میں لوٹا دیا جائے اور دس مرتبہ اللہ کے راستہ میں قتل کیا جائے۔ اس عزت وکرامت کی وجہ سے جو وہ شہادت کی وجہ سے دیکھ رہا ہے۔ (بخاری ص ۳۹۵، ج ۱، مشکوٰۃ ص ۳۳۱)

مولوی شہاب الدین کا استدلال

مولوی صاحب اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ موت کے بعد مؤمن کی روح اپنے اپنے مرتبہ کے لحاظ سے علیین، جنت، ملأ اعلیٰ اور عرش کے نیچے ہوتی ہے اور دنیا ساری اگر اس کو دے کر دنیا میں آنے کے لئے کہا جائے۔ تو وہ روح دنیا میں واپس آنا پسند نہیں کرتی۔ نہ قبر میں، نہ دنیا والے جسم میں۔

فائدہ! شہید کے اس جسم عنصری کے ساتھ روح کا عدم تعلق ثابت کرنے کے لئے منکرین حیات تمام وہ حدیثیں پیش کرتے ہیں۔ جن میں یہ ذکر ملتا ہے کہ شہید کی روح جنت میں ہے۔ اسے جنت میں جسم ملتا ہے۔ جسے جسم

مثالی کہتے ہیں۔ وہ جسم مثالی سب کچھ کھاتا پیتا ہے اور وہ حدیثیں جن میں یہ ذکر ہے کہ شہید کی روح عرش کے نیچے سبز پرندوں کے پوٹوں میں رہتی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی ایسی دلیل نہیں جو یہ پیش کرتے ہوں۔ عام طور پر یہی پیش کرتے ہیں۔ یا پھر وہ آیات جن میں یہ ذکر ہے کہ ان کو کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

شبہات کے جوابات

جواب نمبر ا...... ان حضرات نے جو دعویٰ کیا ہے۔ دلائل اس کے مطابق نہیں۔ دعویٰ یہ ہے کہ جسم عنصری کے ساتھ روح کا کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہوتا اور دلیل یہ دی کہ روح جنت میں ہوتی ہے۔ حالانکہ اپنے عقیدے کے مطابق کوئی ایسی حدیث یا آیت یا کسی محدث و مفسر کا قول دکھاتے کہ روح جنت میں ہے اور اس کا تعلق اس جسم کے ساتھ نہیں ہے۔ یعنی ان کے پاس اپنے عقیدے کے مطابق ایسی کوئی دلیل نہیں۔ جس میں اشارۃً یا کنایۃً یا صراحتاً یہ بات ثابت ہو کہ روح کا جسم عنصری کے ساتھ تعلق نہیں۔ جب دلیل دعویٰ کے مطابق نہیں تو گویا دعویٰ بے دلیل ہے۔ جب دعوی بلا دلیل ہے۔ تو وہ ہرگز قابل قبول نہیں ہوگا۔

جواب نمبر ۲...... جب ان حضرات نے یہ بات مان لی کہ روح جنت میں ہوتی ہے اور شہید کو اللہ تعالیٰ ان الفاظ سے مخاطب کرتا ہے۔ ''یا عبادی وتشتھون فازیدکم'' اے میرے بندوں تم اور کیا چاہتے ہو کہ میں زیادہ کروں۔ پس وہ شہید کہتے ہیں ''انا نختار ان تردارواحنا فی اجساد نا ثم تردنا الی الدنیا'' ہم پسند کرتے ہیں کہ تو ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دے اور ہمیں دنیا میں بھیج دے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جن جسموں سے مخاطب ہوتا ہے۔ وہ جسم یہی دنیا والے جسم ہیں جن کو کہا ''یا عبادی'' اے میرے بندو! اور بندے یعنی شہیدوں کا تمنا کرنا تو اس بات کی دلیل ہے کہ ان جسموں میں حیات ہے۔ کیونکہ تمنا وہی چیز کرتی ہے جس میں حیات ہو اور یہ بالا تفاق مسئلہ ہے کہ یہی جسم عنصری تمنا کرتا ہے۔ کیونکہ جسم مثالی تمنا نہیں کرسکتا۔ اس لئے کہ اس میں تو پہلے سے روح ہے۔ وہ کیسے تمنا کرے کہ روح کو میرے اندر لوٹا اور میں دوبارہ قتل ہو کر آؤں۔ حالانکہ پہلے یہ قتل نہیں ہوا۔ قتل وہ جسم عنصری ہوا ہے اور وہ جسم عنصری یہ تمنا کر رہا ہے کہ روح ہمارے جسموں میں لوٹا دے۔ تاکہ ہم دوبارہ پہلے کی طرح شہید ہو کر آئیں۔ اس جسم عنصری کا تمنائے شہادت کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہی جسم عنصری حیات ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی یہی کہا کہ اے میرے بندو! اور بندہ روح مع الجسد کو کہتے ہیں اور جسد سے مراد بھی جسد عنصری ہے۔

جواب نمبر ۳...... موت کے بعد شہیدوں کو جو زندہ کہا گیا ہے۔ اس زندگی سے اگر صرف جنت میں جسم مثالی والی زندگی مراد ہی اور جسم عنصری کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہ مانیں تو عام مومنین اور شہیدان دونوں میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ کیونکہ عام مومنین جو شہید نہیں ہوئے۔ وہ بھی تو جنت میں جسم مثالی کے ساتھ رہتے ہیں اور خوب مزے اڑاتے ہیں۔ جب فرق نہیں تو پھر ''بل احیاء'' کیوں کہا۔ گویا ''بل احیاء'' کہنے کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ جیسا کہ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر شہدا کی اس حیات سے مرنے کے بعد فوری حیات مراد نہ لی جائے تو معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کی خبر سچی نہیں رہتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ خبر دی ہے کہ شہداء زندہ ہیں۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ فی الحال جسم عنصری کے ساتھ زندہ ہوں۔ چونکہ روح پر تو موت آتی نہیں۔ اس لئے موت اور پھر حیات یہ اجسام ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ یعنی موت چونکہ اسی جسم عنصری پر وارد ہوئی ہے۔ شہید یہی جسم عنصری ہوا ہے اور تمنا بھی یہی

کرتا ہے۔لہٰذا حیات بھی اس کی ثابت ہوگی۔اسی کے بارہ میں کہا کہ وہ زندہ ہے اور شک اسی جسم عنصری کے بارہ میں ہے۔کیونکہ قتل یہی ہوا ہے۔اب جن لوگوں نے اس آیت کی تاویل یہ کی ہے کہ ''احیاءٌ'' سے مراد قبر اور برزخ میں زندہ نہیں۔بلکہ جنت میں زندہ ہیں۔تو ان کی اس تاویل سے اللہ تعالیٰ کے اس ''احیاءٌ'' والے ارشاد کا فائدہ ہی باطل ہوجاتا ہے۔کیونکہ مسلمانوں میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں جو اس پر یقین نہ رکھتا ہو کہ شہداء دیگر اہل جنت کی طرح زندہ ہوں گے۔کیونکہ جنت میں سرے سے موت ہے ہی نہیں۔(تسکین الصدور ص ۱۲۶) یعنی جب مسلمان اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ جنت میں ہر کوئی زندہ ہوتا ہے۔وہاں کوئی مردہ نہیں ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ نے کیوں بتادیا کہ وہ جنت میں زندہ ہیں۔ہاں! اس وقت بتاتے جہاں کوئی شک کرتا۔لہٰذا جنت والی زندگی کے بارے میں کسی نے شک نہیں کیا تو اللہ نے اس کے بارہ میں بتایا بھی نہیں۔جس کے بارہ میں شک کیا ہے۔اس کے بارہ میں بتایا بھی ہے اور وہ ہے قبر والا جسم اس میں شک کی گنجائش تھی۔اللہ تعالیٰ نے شک کو دور کردیا کہ نہیں وہ اسی جسم عنصری کے ساتھ زندہ ہیں۔

<u>جواب ۴</u>...... ''بل احیاء عند ربھم یرزقون'' وہ شہید اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔یہ رزق اسی جسم عنصری کے لئے ملتا ہے۔کیونکہ روح کو اس کھانے پینے، آرام وراحت والے رزق کی ضرورت ہی نہیں۔کیونکہ روح ایک اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور قائم بالغیر ہے۔اس کا تو جسم ہی نہیں عین ہی نہیں صرف وجود ہے۔جس طرح کہ ہوا وغیرہ کا وجود ہے جسم نہیں۔جب یہ عین اور جسم والی چیز نہیں تو اس کو کھانے پینے کی ضرورت ہی نہیں۔جیسے کہ روح المعانی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ شہداء کو خدا کے پاس رزق دیا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ رزق جسم کے لئے ہوتا ہے۔(روح المعانی ص ۱۷ ج ۲) اور حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا'' حیات بمعنی افعال حیات ہیں۔ورنہ ارواح سب زندہ ہیں۔اسی لئے قرآن وحدیث میں جہاں بھی حیات کا ذکر آیا ہے۔اس کے ساتھ فعل کو بھی افعال حیات میں سے ضرور ذکر کیا گیا ہے۔''بل احیاء عند ربھم یرزقون'' میں ان کا مرزوق ہونا ذکر فرمایا ہے جو زندوں کا فعل ہے۔یعنی اگرچہ دوسرے بھی زندہ ہیں۔مگر ان لوگوں کو رزق دیا جاتا ہے۔یہ زندوں کی طرح کھاتے پیتے ہیں۔ان کو زندہ کہنا زیادہ مناسب ہے۔ (ملفوظات کشمیری ۱۲۱)

<u>جواب نمبر ۵</u>...... شہید تو ہوا ہے جسم عنصری، ٹکڑے ٹکڑے تو ہوا ہے جسم عنصری، تلوار چلی ہے اس پر اور مزے کرے صرف روح اور جسم مثالی۔یہ انصاف اور عقل کے خلاف ہے۔

شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہ کو رزق ملنے کا مطلب

اب یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ رزق ملتا ہے۔لیکن اس کی کیفیت وصورت کیا ہوگی۔اس کے بارے میں دو قول ہیں:

۱...... اصلی کیفیت تو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔لیکن یہ رزق ایسا بھی ملتا ہے جیسا کہ کبھی کبھی آپ ﷺ اس عالم دنیا میں بھی غیبی رزق سے فائدہ اٹھاتے تھے۔جو بدن میں قوت تو پیدا کرتا تھا۔لیکن منہ سے کھانے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔جیسا کہ حدیث میں ہے: ''لست کاحدکم انی یطعمنی ربی ویسقینی'' (بخاری ص ۲۶۳ ج ۱) میں تم میں سے کسی ایک کی طرح نہیں۔مجھے میرا رب کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔

۲...... اور دوسرا قول یہ ہے کہ جس طرح عادتاً رزق انسان کو ملتا ہے اور وہ کھاتا پیتا ہے منہ سے، ایسے ہی شہید کو ملتا ہے واقعات سے اندازہ ہو جائے گا۔

حیات شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہم دلائل کی روشنی میں

قارئین اب وہ دلائل آئیں گے جس سے معلوم ہوگا کہ شہید کا یہی جسم زندہ ہوتا ہے۔

دلیل نمبر ا...... "ولا تقولو المن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء ولکن لاتشعرون" (جو اللہ کے راستہ میں مارے گئے ہیں۔ ان کو مردہ نہ کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ لیکن تم کو شعور نہیں) (بقرہ: ۱۵۴)

فائدہ! حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ اس آیت کریمہ سے شہداء کی حیات مرنے کے بعد عبارت النص سے ثابت ہے اور اسی جسم کو حیات حاصل ہے۔ کیونکہ "یقتل" فعل مضارع کا صیغہ ہے اور فعل حدث پر دلالت کرتا ہے یعنی فعل اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ شہداء کو جو قتل کیا جاتا ہے۔ وہ قتل والا کام ختم ہو جاتا ہے۔ قتل کرنا ختم ہو گیا۔ ایسے نہیں کہ شہید کو ابھی تک قتل کر رہے ہیں اور شہید ہمیشہ قتل ہوتے رہیں گے۔ جب موت آ گئی تو قتل کرنا ختم اور ظاہر ہے کہ قتل جسد عنصری ہوا ہے۔ نہ کہ جسم مثالی اور اسی جسد عنصری کو لوگ مردہ کہتے ہیں۔ جسم مثالی کو کوئی مردہ نہیں کہتا اور نہ ہی روح کو کوئی مردہ کہتا ہے تو جب اسی جسم کے بارے میں لوگوں نے کہنا تھا کہ مردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شہید کے اعزاز و اکرام کی وجہ سے فوراً روک دیا کہ اس کے جسم کو مردہ نہ کہو "بل احیاء" بلکہ یہی جسم روح کے تعلق کی وجہ سے زندہ ہے۔ اب ان جسموں کو نہ مردہ کہنا ہے۔ نہ مردہ خیال کرنا اور نہ مردہ ہونے کا عقیدہ رکھنا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ موت تو ان پر یقیناً آئی۔ لیکن اس موت کو دوام نہیں۔ اب دوام ہے کس چیز کو تو آگے فرمایا "بل احیاء" میں احیاء خبر ہے اس کا مبتداء ہم ضمیر ہے جو من کی طرف لوٹ رہی ہے اور جملہ اسمیہ ہے (یعنی "بل ہم احیاء" اور جملہ اسمیہ استمرار کے لئے آتا ہے۔ یعنی ان کی یہ زندگی جو مرنے کے بعد عطاء ہوئی ہے وہ ہمیشہ رہے گی) اب ان منکرین حیات کا یہ کہنا کہ قتل تو شہید کا جسم ہوا۔ لیکن "بل" کے بعد "احیاء" سے مراد جو حیات ہے۔ وہ صرف روح کے لئے حیات ہے۔ یہ بالکل وہی بات ہے جو قادیانی کہتے ہیں کہ "وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللّٰہ" قتل کا تعلق تو یقیناً جسم مسیح کے ساتھ ہے۔ لیکن رفع اور آسمانوں پر اٹھانا صرف روح کا ہے۔ ہم کہتے ہیں جس جسم کو یہودی قتل کرنا چاہتے تھے۔ اسی جسم کو خدا نے قتل سے بچا کر آسمانوں پر اٹھالیا۔ اس طرح شہید کا جو جسم قتل ہوا۔ اسی جسم کو اللہ تعالیٰ نے حیات عطاء فرمائی ہے۔ کیونکہ "بل" سے پہلے اسی جسم عنصری کے قتل کا ذکر ہے تو بل کے بعد بھی لازمی طور پر اسی جسم عنصری کے قتل کا ذکر ہے (تو "بل" کے بعد بھی لازمی طور پر اسی جسم عنصری کے قتل کا ذکر ہے) کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ بل اپنے ماقبل سے حکم ختم کر کے اپنے مابعد کے لئے حکم کو ثابت کرتا ہے۔ جیسے "جاءنی زید بل عمرو" آیا میرے پاس زید بلکہ عمرو یعنی زید نہیں آیا بلکہ عمرو آیا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شہید کو مردہ نہ کہو۔ بلکہ وہ شہید زندہ ہے۔ لیکن ایسی زندگی کے ساتھ جو ہمارے شعور میں نہیں آئے گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ احیاء سے مراد اکیلی روح جسم مثالی والی ہو ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ اکیلی روح کے متعلق اللہ تعالیٰ نے مردہ کہنا نہیں کہا ہے بلکہ اس جسم کے متعلق مردہ نہ کہنے کا حکم فرمایا ہے جو اللہ کے راستہ میں شہید ہوا ہے۔ روح تو نہ کبھی مری ہے اور نہ اس پر موت آئے گی۔ وہ تو ہمیشہ سے ہمیشہ تک زندہ رہے گی۔ معلوم ہوا کہ اکیلی روح کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے سارے اعزاز و اکرام اسی جسم عنصری کے لئے ہیں

جو مقتول فی سبیل اللہ ہوا ہے۔اس لئے احیاء کا تعلق اجسام کے ساتھ ہوگا۔نہ کہ روح جسم مثالی والی کے ساتھ۔ (فافہم)

اعتراض...... بظاہرا یک اعتراض ہوتا ہے کہ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ نے ادب کی وجہ سے روک دیا ہو کہ شہداء کو مردہ نہ کہو۔کیونکہ اس میں ان کی بے ادبی ہے۔بلکہ ان کا ادب کرتے ہوئے یوں کہو وہ زندہ ہیں۔اب ان کا زندہ ہونا عقیدہ کی وجہ سے نہیں،(حقیقتاً نہیں) بلکہ ادباً ہے،جیسے کہ منکرین حیات عقیدہ رکھتے ہیں۔مردہ نہ کہنے کا کہ ظاہراور ادب کی وجہ سے مردہ نہیں کہتے۔

جواب......"ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون (آل عمران:۱۶۹)"اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس وہم کی بھی تردید کردی کہ دل میں خیال بھی نہیں لانا کہ وہ مردہ ہیں۔جب دل میں خیال تک کو روک دیا گیا تو عقیدہ رکھنا کیسے صحیح ہوگا؟ یعنی اللہ تعالیٰ نے تاکید کے ساتھ روک دیا کہ ہرگز ہرگز گمان نہ کروان کے بارہ میں جو شہید ہوئے تو ان شہیدوں کے جسم کو مردہ کہنا اور خیال کرنا گناہ کبیرہ ہے تو ان کے مردہ ہونے کا عقیدہ رکھنا تو قریب من الکفر ہے۔

شہیدوں کے جسم عنصری کو زندہ نہ ماننے کے نقصانات

جسم عنصری کے متعلق آپ نے مکمل مسئلہ پڑھا کہ سب کچھ اسی جسم عنصری کے لئے ہے تو جو شخص جسم عنصری کو زندہ نہیں مانتا اس کے نقصانات کیا کیا ہیں؟ ملاحظہ فرمائیں۔دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے نہی کا صیغہ استعمال فرمایا ہے"ولا تقولوا،ولا تحسبن،ولا تقولوا"جمع مذکر نہی حاضر کا صیغہ ہے۔ولا تحسبن واحد مذکر حاضر نہی با نون ثقیلہ کا صیغہ ہے۔جب یہ نہی کے صیغے ہیں تو نہی کے صیغوں سے وجوب ثابت ہوتا ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ نے جسم کو مردہ کہنے، خیال کرنے اور عقیدہ رکھنے سے منع فرمادیا ہے۔اب اس عقیدہ سے رکنا اور اس عقیدے کو چھوڑنا واجب ہے اور جو نہیں رکے گا واجب کو چھوڑنے والا ہے۔گناہ کبیرہ کرنے والا ہے۔اگر کوئی جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے بھی مردہ ہونے کا عقیدہ رکھے یا خیال کرے تو بھی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والا شمار ہوگا۔کیونکہ شریعت میں جہالت کا کوئی اعتبار نہیں اور اگر کوئی جان بوجھ کر یہ عقیدہ رکھے۔جیسے منکرین حیات رکھتے ہیں۔تو یہ بھی گناہ کبیرہ ہے۔اب اگر اس گناہ کو گناہ سمجھ کر یہ عقیدہ رکھے تو اس کو توبہ کی توفیق ہوتی ہے اور اگر اس کو ثواب سمجھ کر عقیدہ رکھا جائے تو توبہ کی توفیق بھی نہیں ہوتی۔ الٹا کئی گناہ اور بھی ساتھ ہوتے ہیں"نیکی برباد گناہ لازم"کے مترادف ہوتا ہے۔نتیجہ یہ نکلا کہ جو بھی یہ عقیدہ رکھے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور شہداء کرام رحمہم اللہ،اپنی اپنی قبروں میں اسی جسم عنصری والے جسم کے ساتھ زندہ نہیں اور روح کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تو یہ عقیدہ رکھنا تقریباً دس گناہوں کا مجموعہ ہے اور گناہ بھی گناہ کبیرہ ہیں اور وہ یہ ہیں:

(۱) ایسا عقیدہ رکھنے سے اللہ کے حکم کو نہ ماننا لازم آتا ہے جو گناہ کبیرہ ہے۔(۲) پھر نہ ماننے پر اصرار اور ضد یہ بھی گناہ کبیرہ ہے۔(۳) اللہ نے حکم دیا تھا کہ مردہ خیال بھی نہیں کرنا،ان لوگوں نے خیال سے بڑھ کر عقیدہ رکھ لیا،گمان کا علیحدہ گناہ عقیدے کا علیحدہ گناہ۔(۴) ان کے نزدیک یہ عقیدہ رکھنا ثواب ہے،اگر ثواب نہ سمجھتے تو عقیدہ نہ رکھتے،اس کو ثواب سمجھنا یہ بھی کبیرہ گناہ ہے۔(۵) اس کی تبلیغ کرنا اور لوگوں کو گمراہ کرنا، یہ بھی کبیرہ گناہ ہے۔(۶) جو یہ عقیدہ نہیں رکھتے ان کو مشرک کہنا، یہ بھی کبیرہ گناہ ہے۔(۷) پھر ان تمام گناہوں کو علی الاعلان کرنا سب کے سامنے بیان کرنا، یہ بھی کبیرہ گناہ ہے۔(۸) پھر اس پر فخر کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے۔(۹) پھر ان تمام گناہوں

کو گناہ نہ سمجھنا، سب سے بڑا گناہ ہے۔(۱۰) پھر ان سب گناہوں کو توحید و سنت کا نام دینا، یہ بھی کبیرہ گناہ ہے (تلک عشرۃ کاملۃ) یہ منکرین حیات والا عقیدہ رکھنا جس کے اتنے نقصانات ہیں۔ان کے ہوتے ہوئے منکر حیات سویا ہوا ہو، یا جاگتا ہو، نماز پڑھتا ہو یا تلاوت کرتا ہو۔غرض جو بھی نیک کام کرے، اس عقیدے کی وجہ سے دس گناہوں کو بھی بیک وقت کر رہا ہے، چوبیس گھنٹے دس گناہوں میں ملوث ہے، جو آدمی اتنے گناہ کرے اس پر اللہ کی رحمت کیا برسے گی؟ اسی وجہ سے دارالافتاء جامعہ قاسم العلوم ملتان سے یہ فتویٰ جاری ہوا کہ منکرین حیات النبی ﷺ گمراہ اور سخت گنہگار ہیں اور اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں اگر کوئی پڑھ بھی لے تو واجب الاعادہ ہے۔　(اظہار الحق علامہ عبدالحمید حقانی صوابی)

کانوا احیاء مرزوقین

دلیل نمبر ۲...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب لوگ حساب و کتاب کے لئے کھڑے ہوں گے تو کچھ لوگ اپنی گردن پر تلواریں رکھے ہوئے آئیں گے، جن سے خون ٹپک رہا ہوگا۔ یہ لوگ جنت کے دروازے پر جمع ہو جائیں گے۔لوگ پوچھیں گے کہ یہ کون لوگ ہیں؟ (جن کا حساب و کتاب بھی نہیں ہوا، سیدھے جنت میں آ گئے ہیں)۔لوگوں کو بتایا جائے گا کہ یہ شہید ہیں۔ جو ''کانوا احیاء مرزوقین'' زندہ تھے۔جنہیں رزق ملتا تھا۔　(رواہ الطبرانی منقول از آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۶۵۳ ج ۸)

فائدہ! جن جسموں سے خون ٹپک رہا ہے۔اسی کے بارہ میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ زندہ تھے۔ انہیں رزق ملتا تھا۔روح سے نہ خون ٹپکا۔نہ آپ ﷺ نے اس کے بارہ میں کچھ ارشاد فرمایا۔

آپ ﷺ کا احد سے واپسی پر شہیدوں کے زندہ ہونے کی گواہی دینا

دلیل نمبر ۳...... حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپ ﷺ جب احد سے واپس ہوئے تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی قبر پر ٹھہرے اور فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہو۔(پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرمایا:) پس ان کی زیارت کرو اور ان کو سلام کہو۔قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو بھی ان کو سلام کہے گا اسے یہ ضرور جواب دیں گے قیامت تک۔　(حاکم صححہ بیہقی وطبرانی، شرح الصدور ص ۲۰۳)

فائدہ! آپ ﷺ نے شہیدوں کے بارے میں فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ زندہ ہیں پھر قسم اٹھا کر فرمایا کہ سلام کا جواب دیتے ہیں جن کی قبر پر آپ ﷺ قیام فرما ہیں۔ان کے بارہ میں سب کچھ ارشاد فرما رہے ہیں اور قبر میں یہی جسم ہوتا ہے نہ کہ روح۔البتہ روح کا اتنا تعلق ہے کہ وہ زندہ اعلیٰ زندگی کے ساتھ ہے۔اب جن لوگوں کو آپ ﷺ کے ارشاد کا یقین ہو۔ وہ تو بلا چون و چرا اں کہیں گے کہ یہی جسم زندہ ہے۔جن کو معاذ اللہ! رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک پر یقین نہیں۔وہ نہیں مانیں گے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت کہ شہید کا رزق جاری رہتا ہے

دلیل نمبر ۴...... حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اسلامی ملک کی سرحد کی ایک رات ایک دن حفاظت کرنا ایک مہینہ کے نفلی روزوں سے اور ایک مہینہ کی

راتوں میں نماز کے لئے کھڑے رہنے سے بہتر ہے۔ یہ حفاظت کرنے والا اگر اسی حالت میں مر گیا تو جو وہ نیک عمل کرتا تھا۔ اس کا ثواب اس کے لئے قیامت تک جاری رہے گا اور اس کا رزق بھی جاری رہے گا اور قبر میں فتنہ ڈالنے والوں سے امن میں رہے گا۔ (مشکوٰۃ ص ۳۲۹ ج ۲ رواہ مسلم)

شہادت کے بعد تلاوت کرنا

دلیل نمبر ۵......ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "غابہ" میں اپنے مال و جانور وغیرہ کی دیکھ بھال کے لئے گیا تھا کہ رات ہوگئی تو میں عبد اللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ کی قبر کے قریب لیٹ گیا تو قبر سے ایسی قرأت سنی کہ اس سے اچھی قرأت کبھی نہیں سنی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ قاری عبد اللہ شہید رضی اللہ عنہ تھے۔ تمہیں معلوم نہیں؟ اللہ تعالیٰ ان کی روح کو قبض کر کے زبرجد اور یاقوت کی قندیلوں میں رکھتے ہیں اور ان کو جنت کے درمیان آویزاں کر (یعنی لٹکا) دیتے ہیں۔ جب رات آتی ہے تو ان کی روحیں ان کے اجسام کی طرف واپس کر دی جاتی ہیں اور جب صبح ہوتی ہے تو پھر ان قندیلوں میں آ جاتی ہیں۔ (یہ حدیث حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری ص ۱۷۰ ج ۲ میں ذکر کی ہے)

فائدہ! حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اسی قبر کے قریب لیٹے تھے اور اسی قبر سے قرأت کی آواز آئی اور اسی قبر والے جسم کے بارہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس میں روح لوٹ آتی ہے رات کے وقت تو یہی جسم زندہ ہوا۔ پھر جب روح صبح کو چلی جاتی ہے تو اس کا تعلق باقی رہ جاتا ہے۔ معلوم ہوا اسی قبر والا جسم بعینہ زندہ ہوتا ہے۔ نہ کہ روح صرف تلاوت کر رہی تھی علیین اور جنت میں کہ اس کی آواز صحابی رضی اللہ عنہ نے سن لی ہو قبر سے۔ لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا کہ جسم مردہ ہے اور صرف روح زندہ ہے۔ باطل ہوا۔

علماء کرام کے اقوال کہ شہید کا جسم عنصری زندہ ہے

۱...... قرآن پاک میں جو شہداء کو زندہ کہا گیا ہے۔ تو اس کی دلیل میں یرزقون بھی فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "بل احیاء" یہ دلیل ہے ان شہداء کی حیات (جسمانی) پر اور بے شک وہ شہداء رزق دیئے جاتے ہیں اور رزق اس کو ملتا ہے جو زندہ ہو۔ (تفسیر قرطبی ص ۲۷ ج ۲)

۲...... حیات شہداء کے بارے میں حضرت امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حیات شہداء کی آیت کے معنی جمہور کے نزدیک یہ ہیں کہ وہ حیات حقیقی کے ساتھ زندہ ہیں۔ آگے لکھا کہ اس کی حیات فی القبر حقیقی حیات ہے اور رزق سے مراد وہی رزق ہے جسے عادتاً رزق کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ جمہور کا مسلک ہے۔ (نیل الاوطار ص ۱۱۳ ج ۳) ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ قرآن حکیم میں شہداء کے بارے نص وارد ہوئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ وہ زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں اور ان کی یہ حیات جسدی حیات ہے۔ وان الحیاۃ فیھم متعلقۃ بالجسد! (نیل الاوطار ص ۲۲۱ ج ۳)

۳...... حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ میرے مرشد حضرت مرزا مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں کشف والی نگاہ سے دیکھ رہا ہوں کہ شہداء پر اللہ تعالیٰ کی ذاتی تجلیات پڑ رہی ہیں۔ آگے لکھا کہ یہ عنایات صرف شہداء تک ہی محدود ہیں۔ کیونکہ مقربین

فرشتوں پر بھی خداوند تعالیٰ کی ذاتی تجلیات نہیں پڑتیں۔ ان پر صفاتی تجلیات ہی پڑتی ہیں۔ ذاتی تجلیات صرف انسانوں کے لئے خاص ہیں۔ (معالم العرفان ص ۵۲۷ ج ۴)

۴...... حضرت مولانا محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شہداء کو اللہ کی طرف سے جنت کا رزق ملتا ہے اور رزق زندہ آدمی کو ملا کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ دنیا سے منتقل ہوتے ہی شہید کے لئے رزق جنت کا جاری ہو جاتا ہے۔ (بحوالہ قرطبی ۲۴۳ ج ۲)

۵...... حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "الشهيد لا يبلى فى القبر ولا ياكله الارض وهذا اثر من اثر حياته" (شہید قبر میں بوسیدہ نہیں ہوتا اور اس کو زمین کھاتی نہیں۔ یہ اس کی زندگی کی علامت ہے کہ وہ زندہ ہے) (تفسیر مظہری ص ۱۷۰ ج ۲)

۶...... "وعن الحسن البصرى رحمۃ اللہ علیہ ان الشهداء احياء عند ربهم تعرض ارزاقهم على ارواحم، فيصل اليهم (اى الشهداء) الروح والفرح، كما تعرض النار على ارواح آل فرعون غدوا و عشيا، فيصل اليهم الوجع (حاشيه شيخ زاده محى الدين على التفسير البيضاوى ص ۳۹۲، سورة بقره)" (حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بے شک شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں۔ ان کے رزق ان کی روحوں پر پیش کئے جاتے ہیں۔ پھر ان روحوں کے واسطہ سے شہداء کی طرف راحت اور فرحت یعنی خوشی پہنچتی ہے۔ جیسا کہ آل فرعون کی روحوح پر آگ پیش کی جاتی ہے۔ صبح وشام۔ پھر آل فرعون کے جسموں کی طرف عذاب پہنچتا ہے)

فائدہ! اس قول سے تمام ان احادیث کا مطلب واضح ہو گیا۔ جن میں یہ بات موجود ہے کہ روحیں علیین میں ہیں اور سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں۔ سیر کرتی ہیں۔ چلتی پھرتی ہیں۔ جنت میں عرش کے نیچے بسیرا کرتی ہے۔ یہ سب کچھ اس روح کے واسطہ سے اسی جسم عنصری کے لئے ہوتا ہے۔ اس جسم عنصری کو فرحت وخوشی پہنچتی ہے۔ کیونکہ روح کو بذات خود کسی شئے کی ضرورت نہیں۔ اس واسطے کہ وہ ایک اللہ کا حکم ہے جو قائم بال[illegible]یر ہے۔ دوسری دلیل اس بات پر کہ یہ سب کچھ جسم عنصری کے لئے ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ انسان کی پیدائش سے پہلے بھی تو روح عرصہ دراز سے تھی۔ اس وقت تو اس کا اتنا اعزاز واکرام بالکل نہیں تھا۔ جیسا کہ اب ہے معلوم ہوا۔ یہ سب کچھ اس جسم عنصری کے لئے ہے۔ اگر روح کے لئے ہوتا تو انسان کے پیدا ہونے سے پہلے بھی ہوتا۔ پہلے نہ ہونا اس بات پر قوی دلیل ہے کہ اب جسم عنصری کے لئے مل رہا ہے۔ جیسا کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

۷...... تفسیر بیضاوی میں یہ بات صراحت کے ساتھ لکھی ہوئی ہے کہ جن لوگوں نے شہداء کے جسم عنصری کے لئے حیات کو ثابت کیا ہے۔ انہوں نے اس بات میں کچھ اختلاف کیا ہے کہ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ شہداء کے اجسام عنصریہ ہی کو آسمانوں کی طرف لے جاتا ہے اور عرش کے نیچے قندیلوں میں یہ رہائش اختیار کرتے ہیں اور احادیث سے ثابت شدہ تمام اعزاز واکرام انہی اجسام کے لئے ہوتے ہیں اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ ان کے اجسام عنصریہ کو زمین میں ہی رکھا جاتا ہے اور اسی کو زندہ کر دیا جاتا ہے اور تمام اعزاز واکرام اسی جسم عنصریہ کی طرف پہنچتے ہیں۔ (اور یہی جمہور کا مسلک ہے) (شیخ زادہ محی الدین علی البیضاوی سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۶۹ ج ۳)

قارئین! اگر دونوں اقوال مان لئے جائیں تو اس میں کوئی حرج ہی نہیں ہے اور یوں تطبیق بھی دی جا سکتی ہے کہ جو شہداء اعلیٰ درجہ کی شہادت کو پالتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو عرش کے نیچے جگہ دیتے ہیں اور باقی انہی قبروں میں مزے کرتے ہیں خوشی اور فرحت وراحت وآرام کرتے ہیں۔ یہی ان کے لئے جنت الفردوس ہے۔

۸...... حضرت مولانا سید نور الحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شہید جسمانی طور پر بھی زندہ ہے۔ اسے مردہ نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ ''لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ'' میں مردہ کہنے کی ممانعت ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ''قتیل و شہید فی سبیل اللّٰہ'' وجود اور جسم ہے۔ لہٰذا شہید کے وجود اور جسم کو مردہ نہیں کہہ سکتے۔ وہ زندہ ہے۔ ایک تو اکراماً، دوسرا جسم کے ساتھ روح کے تعلق ہونے کی وجہ سے۔ (حیات الاموات ۸۸)

۹...... محمد بن علی بن محمد المعروف قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں صراحت سے شہدا کے بارے میں آیا ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ان کو رزق ملتا ہے اور بلاشبہ یہ حیات ان کے جسم سے متعلق ہے تو حضرات انبیاء کرام و مرسلین علیہم السلام کی حیات بطریق اولیٰ اجسام سے متعلق ہوگی۔ (نیل الاوطار ص ۲۶۴ ج ۳)

حیات شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہ واقعات کی روشنی میں

سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کھولنے کا واقعہ

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد نشتر میڈیکل کالج ملتان والے کہتے ہیں کہ یہ ۱۹۶۸ء کا واقعہ ہے کہ میں سعودی عرب میں ''بریدہ'' کے مقام پر بطور فزیشن کام کر رہا تھا۔ جمعہ کے روز زیارت کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ وہاں ایک اپنے ڈاکٹر دوست کے پاس قیام کیا۔ ڈاکٹر صاحب اس دن بیمار تھے اور مریض بہت زیادہ ان کا انتظار کر رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھے مریض دیکھنے کے لئے کہہ دیا۔ چنانچہ میں نے مریضوں کو چیک کر کے فارغ کر دیا۔ ان میں سے ایک بوڑھا بدو مجھے احد پہاڑ کے پاس مریض دیکھنے کے لئے لے گیا۔ شہداء احد کے پاس ہی خیمہ میں مریض پڑا تھا۔ میں نے اسے چیک کر کے نسخہ لکھ دیا۔ اس کے بعد وہ شخص مجھے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی مزار مقدس پر لے گیا اور بتایا کہ آج سے پچاس سال پہلے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر نیچے وادی میں تھی۔ ایک دفعہ زبردست بارش ہوئی تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پانی کے نیچے آ گئی۔ شریف مکہ جو ان دنوں میں حجاز مقدس کا حکمران تھا۔ اس کو خواب آیا جس میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے مکہ کے حکمران کو کہا کہ مجھے بارش کا پانی تنگ کر رہا ہے۔ اس کا بندوبست وانتظام کرو۔ شریف مکہ نے علماء کو بلا کر ان سے مشورہ کیا۔ جب قبر کو کھودا گیا تو واقعی اس میں پانی تھا۔ چنانچہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک کو اونچی جگہ منتقل کرنے کا پروگرام بنایا گیا۔ بوڑھے دیہاتی نے کہا کہ قبر کھودنے والوں میں میں بھی شریک تھا۔ کھودائی کے دوران کدال، کسی معمولی سی غلطی سے نعش مبارک کے ٹخنے پر جا لگی۔ یہ دیکھ کر سب لوگ حیران ہو گئے کہ وہاں سے تازہ خون جاری ہو گیا۔ چنانچہ اس جگہ پٹی باندھ دی گی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک کو کھولا گیا تو دیکھا کہ جسم کے نچلے حصہ پر کفن موجود ہے۔ زخموں سے تازہ خون رس رہا ہے۔ آنکھ نکلی ہوئی ہے اور کان، ناک کٹے ہوئے ہیں اور پیٹ چاک ہے، وہاں پر موجود سب لوگوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی زیارت کی اور اسی حالت میں ان کو پرانی قبر سے اونچی جگہ منتقل کر دیا گیا۔ یہ سارا ماجرا مجھے اس دیہاتی نے اس لئے سنایا تا کہ ہمیں مرنے کے بعد زندگی پر یقین آ جائے۔ (قبر کی زندگی اور موت کے چند مناظر مکتبہ نعمانیہ سرگودھا)

فائدہ! اس واقعہ سے صراحت کے ساتھ یہ بات معلوم ہوئی کہ شہید کا قبر میں رکھا ہوا جسم عنصری زندہ ہوتا ہے۔ اگر زندہ نہ ہوتا تو خون کبھی نہ نکلتا۔ خون کا نکلنا زندہ ہونے کی دلیل ہے۔

حضرت حافظ ضامن شہید تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مرنے کے بعد کلام کرنا

حضرت حافظ محمد ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ کی مزار پر ایک صاحب کشف بزرگ فاتحہ خانی کے لئے تشریف لے گئے۔ فاتحہ کے بعد کہنے لگے کہ بھائی یہ کون بزرگ ہیں؟ بڑے دل لگی باز ہیں۔ جب میں فاتحہ پڑھنے لگا تو مجھ سے فرمانے لگے کہ جاؤ کسی مردہ پر فاتحہ پڑھو۔ یہاں زندوں پر فاتحہ پڑھنے آئے ہو؟ یہ کیا بات ہے۔ پھر لوگوں نے بتایا کہ یہ شہید ہیں۔ (ارواح ثلاثہ ص ۱۷۰)

شہید کے منہ میں پھل نما چیز سے پانی کا گرنا

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد فرماتے ہیں کہ میرا ایک دوست کینال (ایک نہر کا نام ہے جو تونسہ بیراج سے نکالی جا رہی تھی اور اس کی کھدائی کا کام مکمل ہو چکا تھا) کے معائنہ کے لئے گیا۔ وہاں پہنچنے پر دیکھا کہ مزدور ایک جگہ جمع ہوئے کھڑے ہیں اور شور مچا ہوا ہے۔ یہ دوست انجینئر تھے۔ مزدوروں نے انجینئر صاحب کو دیکھا تو اس کے پاس آئے اور بتایا کہ نہر کی تہہ میں (یعنی نہر کے نیچے) ایک سراخ سے انسانی جسم کا ایک حصہ نظر آ رہا ہے۔ انجینئر صاحب نے خود جا کر دیکھا اور کہا کہ اوپر والی مٹی ہٹاؤ۔ جب مٹی ہٹائی گئی تو نیچے سے پوری انسانی نعش نظر آ رہی تھی۔ اس نعش میں دو باتیں حیران کن تھیں۔ ایک تو اس کے کپڑے خون آلودہ تھے جس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ شہید کی نعش ہے۔ دوسرا اس کے منہ کے اوپر ایک پھل نما چیز رکھی ہوئی تھی۔ جس سے وقفہ وقفہ کے بعد کچھ قطرے نعش کے منہ میں گر رہے تھے۔ نہر کی کھودائی تقریبا بیس فٹ نیچے تھی اور یہ نعش اس سے بھی نیچے تھی۔ مٹی میں محفوظ تھی۔ جس سے یہ اندازہ ہوا کہ اس آدمی کو دنیا سے کوچ کئے ہوئے صدیاں گزر چکی ہیں۔ اسی شام کو انجینئر صاحب میرے گھر آئے اور مجھے پوارواقعہ سنا کر کہنے لگے کہ قرآن پاک میں یہ جو کہا گیا ہے کہ شہیدوں کو مردہ مت کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں۔ میں اس آیت کی زندہ مثال دیکھ کر آ رہا ہوں اور مجھے مکمل یقین ہو گیا ہے کہ مرنے کے بعد بھی ایک زندگی ہے جس میں یوم حساب بھی ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین اس شہید کی نعش کو بھی کھا جاتی جو صدیوں سے زمین کے اندر محفوظ تھی۔ کہنے لگے ایسا لگتا تھا جیسے مردہ اس وقت کی انتظار میں ہے جب اللہ تعالیٰ دوبارہ اس میں روح پھونکیں گے اور یہ یوم حساب کے لئے اٹھ کھڑا ہوگا۔ میں نے انجینئر صاحب سے کہا کہ آپ کے اور ہمارے قیامت پر ایمان لانے میں فرق ہے۔ ہم تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سن کر ایمان لے آئے اور آپ نے جب تک مشاہدہ نہیں کیا آپ کو یقین نہیں آیا۔ (قبر کی زندگی اور موت کے چند مناظر۔ مکتبہ نعمانیہ سرگودھا)

ایک نعش پر پڑے پھولوں کی خوشبو سے علاقہ معطر

چند برس پہلے کی بات ہے کہ راجن پور کے علاقہ میں ایک مردے کو دفن کرنے کے لئے ایک قبر تیار کی گئی۔ ابھی تک لوگ مردہ کو لے کر قبرستان نہیں پہنچے تھے کہ پورے قبرستان میں بھی عجیب وغریب حیرت انگیز خوشبو مہک رہی تھی۔ لوگ حیران ہوئے کہ یہ خوشبو کہاں سے آ رہی ہے۔ جب کہ قبرستان میں صرف دو پیلو کے درخت اور اور چند جنگلی پودے تھے جو کہ خوشبو بالکل نہیں دے سکتے تھے۔ تلاش کرنے پر معلوم ہوا کہ خوشبو کا منبع نئی تیار کی گئی قبر کی تہہ میں موجود ایک سوراخ ہے۔ لوگوں نے جب اس سوراخ کو کھلا کیا تو نیچے سے ایک اور قبر نکلی جس میں سفید پوش

بزرگ ہمیشہ سے سور ہے تھے۔ قابل حیران بات یہ تھی کہ ان کی نعش کے اوپر ایک پھول رکھا ہوا تھا اور خوشبو دے رہا تھا۔ تمام شہر کے لوگوں نے یہ منظر دیکھا اور خوشبو سونگھی۔ (قبر کی زندگی اور موت کے چند مناظر ڈاکٹر نور محمد)

فائدہ! ان تمام واقعات سے بخوبی علم ہو گیا کہ شہید کا نص قرانی کے مطابق یہی جسم عنصری زندہ ہوتا ہے اور رزق دیا جاتا ہے اور یہی قبر شہید کے لئے جنت کا باغ ہے اور روح کا اس جسم عنصری سے قوی تعلق ہوتا ہے۔

ایک منکر حیات سے مناظرہ

حضرت مولانا محمد امین صفدر وکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مناظرہ میں میں نے یونس نعمانی سے پوچھا کہ آپ ذرا موت کا معنی واضح کریں تو اس نے فورا کہا کہ روح جسم سے نکل جائے اور اس کا تعلق جسم سے نہ ہو۔ حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اب حیات کا معنی بھی واضح کرو۔ تو وہ اس پر تین دفعہ کانپا۔ کیونکہ اس نے حیات کا معنی بھی یہ بتانا تھا کہ روح سبز پرندوں میں ہے یا علیین میں ہے اور اس جسم کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ تو یہی موت کا معنی ہے نہ کہ حیات کا۔ تو اب وہ تین دفعہ یوں لرزا۔ جب میں نے بار بار اصرار کیا کہ اب حیات کا معنی بھی سمجھا دیں۔ کیونکہ انبیاء اور شہید میں موت کے بعد حیات بھی تو ثابت ہے۔ تو لہٰذا اس کا معنی بھی معلوم ہونا چاہئے۔ اب جب وہ زیادہ مجبور ہوا تو کہنے لگا کہ حیات کا ایک معنی وہی ہوتا ہے جو موت کا ہے۔ حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اس پر کہا کہ اس کا مطلب صاف نکل آیا کہ جو شخص جسم کے ساتھ روح کے تعلق کا انکار کرتا ہے کہ اللہ نے کہا کہ ان کو مردہ نہ کہو۔ اب اگرچہ اس نے لفظوں میں تو مردہ نہیں کہا۔ لیکن معنی وہی کیا کہ جسم کے ساتھ روح کا تعلق نہیں ہے۔ تو اس آیت کا انکار کر گیا۔ اب جب اس کے ساتھیوں نے دیکھا کہ یہ پھنس چکا ہے۔ تو انہوں نے شور ڈالنا شروع کر دیا کہ اندھیرا ہو رہا ہے۔ بس کرو۔ باقی مناظرہ صبح ہوگا۔ (تسکین الاذکیاء فی حیات الانبیاء ص ۷۴)

شہید کا ہاتھ کو حرکت دینا

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد ماجد سیدنا عبد اللہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ پانی کے سیلاب کی وجہ سے ان کی قبروں کو (جو کہ احد کے قریب تھیں) دوسرے مقام پر منتقل کیا گیا۔ جب ان کی قبروں کو کھولا گیا تو ان دونوں کے اجسام مبارک ایسے تھے۔ جیسے کل ان انتقال ہوا ہے۔ اور ان کے اجسام مبارکہ میں کسی قسم کا کوئی تغیر و تبدل نہیں تھا۔ ان دونوں میں سے ایک نے اپنے بدن پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ اسی حالت میں دفن کر دیا گیا۔ جب ان کا ہاتھ زخم سے ہٹایا گیا تو پھر چھوڑنے پر اسی پہلے والی جگہ پر خود بخود جالگا۔ یہ واقعہ ۴۶ھ کا ہے۔ (موطا امام مالک ص ۱۷۷)

فائدہ! وضاحت کے ساتھ یہ بات معلوم ہوگئی کہ شہداء کے یہی دنیا والے جسم قبر میں زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ اگرچہ ان کی روحیں جنت میں سیر کرتی ہیں۔ لیکن ان کا قوی تعلق ہوتا ہے اجسام کے ساتھ۔ اس تعلق کی وجہ سے وہ اجسام ایسی زندگی پالیتے ہیں۔ جسے وہ خود بھی محسوس کرتے ہیں اور واقعات سے ہم نے بھی مشاہدہ کیا ہے۔

صحابی رضی اللہ عنہ کی میت کو دوسری جگہ منتقلی اور شہید صحابی کا تیرہ سو سال بعد تلاوت کرنا

یہ واقعہ ۱۹۳۲ء قصبہ سلمان پاک جو بغداد سے چالیس میل کے فاصلے پر ہے۔ پہلے اس کا نام مدائن تھا جہاں

اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم گورنری کے عہدہ پر فائز رہے خلافت راشدہ کے زمانے میں۔ یہاں ایک شاندار مقبرہ ہے جس میں مشہور صحابی رسول ﷺ سیدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مدفون ہیں اور اب آپ کے مزار اقدس کے قریب دو اور صحابی رسول ﷺ سیدنا حذیفہ الیمانی اور سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے مزارات بھی ہیں جو پہلے عراق کے مشہور دریا، دریائے دجلہ کے کنارے قصبہ سلمان سے تقریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر تھے۔ اس وقت ملک کا بادشاہ شاہ ملک فیصل تھا۔ دریائے دجلہ مزارات کو کاٹتا ہوا حضرت جابر بن عبد اللہ اور حذیفہ الیمانی رضی اللہ عنہما کے مزارت اور قبر کی جڑ تک پہنچ گیا۔ حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے خواب میں شاہ فیصل کو فرمایا کہ دونوں کو موجودہ مزار سے منتقل کر کے کچھ دور انتظام کیا جائے۔ اس لئے کہ میرے مزار میں پانی اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے مزار میں نمی شروع ہوگی ہے۔ بادشاہ نے یہ خواب تقریباً دو دن مسلسل دیکھا۔ لیکن خواب سمجھ کر بے پرواہی کرتا رہا۔ بالآخر تیسرے دن حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے خواب میں عراق کے مفتی اعظم کو یہی بات فرمائی کہ متبادل انتظام کیا جائے اور ساتھ ساتھ یہ بھی تنبیہ کی کہ ہم دو راتوں سے بادشاہ کو کہہ رہے ہیں۔ لیکن اس نے بھی تک کوئی انتظام نہیں کیا۔ اب تمہارا کام ہے۔ اس بادشاہ کو متوجہ کر کے فوری بندوبست کرو۔ چنانچہ اگلے ہی دن مفتی اعظم نور السعید پاشا وزیر اعظم کو ساتھ لے کر بادشاہ سے جا ملے اور سارا واقعہ سنایا۔ بادشاہ فیصل نے تصدیق کی کہ دو راتوں سے میں بھی دیکھ رہا تھا۔ آخر کافی غور وخوض اور مشورے کے بعد شاہ فیصل نے مفتی اعظم سے کہا کہ آپ مزارات کھولنے کا فتویٰ دے دیں۔ میں اس کی تعمیل کر دیتا ہوں۔ مفتی اعظم نے فوراً مزارات کھولنے کا فتویٰ دیا۔ اگلے دن یہ فتویٰ اور بادشاہ کا بیان دونوں اکٹھے اس اعلان کے ساتھ اخبارات میں شائع کر دیئے گئے کہ فلاں دن مزارات کھولے جائیں گے۔ تمام حضرات شرکت کریں۔ یہ خبر شائع ہونے کی دیر تھی کہ پوری دنیا میں بجلی کی طرح پھیل گئی۔ حسن اتفاق کہ ایام حج بھی قریب تھے۔ مسلمان حج کرنے کے لئے قافلوں کی صورت میں براستہ بغداد حرمین شریفین میں جمع ہو رہے تھے۔ جب حجاج کرام کو معلوم ہوا کہ یہ خبر اخبارات میں آئی ہے اور عید کے دن مزارات کھولے جائیں گے۔ انہوں نے خواہش ظاہر کی اور درخواست دی کہ کچھ دن عید کے بعد کھولے جائیں۔ تاکہ ہم بھی حج سے فارغ ہو کر شرکت کر سکیں۔ پانی کا کچھ ویسے انتظام کر دیا جائے عارضی طور پر۔ اسی طرح حجاز مقدس، مصر، شام، لبنان، فلسطین، ترکی، ایران، افریقہ، روس اور ہندوستان، وغیرہ ملکوں سے بھی پیغامات آنے شروع ہو گئے کہ تاریخ کی مدت کچھ اور بڑھا دی جائے۔ ان کی پرزور اپیل پر تاریخ کو کچھ بڑھا دیا اور عارضی طور پر پانی کا بندوبست کر لیا گیا کہ پانی مزید نقصان نہ دے۔ آخر جب مقررہ تاریخ آئی تو لوگ پہلے سے ہی جوق در جوق قافلوں کی صورت میں پہنچ چکے تھے۔ لاکھوں انسانوں کی موجودگی میں مزارات کھولے گئے۔ معلوم ہوا کہ واقعتاً سیدنا حذیفہ الیمانی رضی اللہ عنہ کے مزار میں پانی آچکا ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے مزار میں بھی نمی تھی۔ پہلے حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کی نعش مبارک کو اوپر اٹھایا گیا اور بڑے احترام سے پہلے سے تیار شدہ ایک شیشے کے تابوت میں رکھ دیا گیا۔ پھر حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی بھی نعش مبارک کو اسی طرح ایک شیشے کے تابوت میں رکھ دیا گیا۔ اب لاکھوں انسانوں کے لئے دشواری تھی دیکھنے کی تو اس کے لئے پہلے سے انتظام کر رکھا تھا۔ ایک جرمن کمپنی نے اپنے خرچ پر عین مزارات کے اوپر ۱۰۰ فٹ بلند چار کھمبوں پر کوئی ۳۰ فٹ لمبا اور ۲۰ فٹ چوڑا ٹیلی ویژن کا سکرین لگایا۔ پھر کھمبوں کے چاروں طرف، چار سکرین اور لگائے۔ تاکہ ہر کوئی اپنی جگہ کھڑا زیارت کر سکے۔ ساری کاروائی ہر ایک نے اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ کیا دیکھا۔ اب جوان میں شامل تھا۔ ان سب نے بتایا کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی نعش مبارک حتیٰ

کے کفن، داڑھی مبارک، بالکل صحیح سالم تھیں۔ کسی قسم کا کوئی تغیر نہیں آیا تھا۔ ایسے لگتا تھا شاید ان کو فوت ہوئے کوئی دو تین گھنٹے ہوئے ہیں۔ سب سے زیادہ دو عجیب باتیں سامنے آئیں:

۱...... دونوں حضرات کی آنکھیں کھلی تھیں اور ان میں اتنی پر اسرار چمک تھی لوگوں نے تجربہ کیا کہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھیں تو سہی۔ لیکن ان دیکھنے والوں کی نظریں اس چمک کے سامنے چندھیا گئیں۔ اس منظر کو دیکھ کر کئی کافر اسی وقت مسلمان ہو گئے اور کئی بعد میں۔

۲...... دوسری عجیب بات یہ کہ ان حضرات کے تابوت حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مزار اک کے سامنے رکھے گئے تو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جو سفید داڑھی والے ضعیف العمر تھے۔ انہوں نے سورۃ الانبیاء کا یہ رکوع تلاوت کرنا شروع کر دیا۔ ''ان الذین سبقت لھم منّا الحسنی'' اور بڑی رقت امیز اور اونچی آواز سے خوبصورت انداز میں۔ سننے والے کہتے ہیں کہ اس جیسی قرأت ہم نے دنیا میں کسی کی نہیں سنی۔ جب خلق خدا نے یہ آواز سنی تو صبر کے بندھن ٹوٹ گئے۔ آہ! و بکا نے قیامت صغریٰ کا نمونہ برپا کر دیا۔ اکثر آدمی روتے روتے بے ہوش ہو گے۔ رکوع ختم کرنے بعد تلاوت بس ہوئی۔ پھر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مزار کے قریب تیار شدہ قبروں میں قیامت تک کے لئے سلا دیا گیا ''ھم احیاء عند ربھم یرزقون'' (منقول از ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی اگست ۱۹۶۴ء، رحمت کائنات ص ۷۳)

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک کا آسمان کی طرف چڑھنا

۴ھ صفر الخیر کے مہینہ میں ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک شخص نجد سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اسلام کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت دی۔ لیکن اس نے سکوت اختیار کیا۔ نہ ہاں کی، نہ نا کی۔ جاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ اگر آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو نجد والوں کی طرف دعوت اسلام کے لئے بھیج دیں تو امید ہے کہ نجد والے اسلام قبول کر لیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے نجد والوں سے غداری کا اندیشہ ہے۔ اس نے کہا کہ میں ضامن بنتا ہوں کہ کچھ نہیں ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کے ساتھ نجد کی طرف بھیج دیا۔ جب یہ لوگ ''بیر معونہ'' (ایک کنوے کا نام ہے) پر پہنچے تو عامر بن طفیل نے غداری کی۔ جو بیر معونہ کے مقام پر رہنے والا تھا۔ اس نے قبیلہ رعل اور ذکوان کو ساتھ ملا کر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کرا دیا۔ ان میں سے ایک صحابی حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ وہ ہجرت کے موقع پر غار ثور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو روزانہ بکریوں کا دودھ پہنچانے جاتے تھے اور دودھ والی بکریاں چرانے کے بہانے ساتھ لے جاتے تھے۔ صبح کو جاتے اور شام ہونے سے پہلے گھر واپس لوٹ آتے۔ یہ صحابی حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ جب شہید ہو گئے تو ان کا جنازہ آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ چنانچہ یہی عامر بن طفیل غداری کرنے والا بطور حیرانگی کے لوگوں سے پوچھنے لگا کہ یہ کون مرد تھا؟ مسلمانوں میں سے جس کو میں نے دیکھا کہ آسمان و زمین کے درمیان اسے لے جایا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ آسمان نیچے رہ گیا، لوگوں نے کہا کہ وہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کو شہید کرنے والا جبار بن سلمٰی رضی اللہ عنہ تھے۔ جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ یہ اپنا مسلمان ہونے کا خود واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میرے اسلام لانے کا باعث یہ ہوا کہ میں نے جب حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تو انہوں نے آخر وقت میں یہ الفاظ کہے کہ خدا کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ اس کو

آسمان کی طرف اٹھایا گیا ہے۔ اس واقعہ سے آپ ﷺ کو بہت صدمہ ہوا۔ تقریباً ایک ماہ تک صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھتے رہے اور ان کے لئے بدعا کرتے تھے۔ (بخاری شریف ص ۵۸۷ ج ۲، حیات صحابہ ص ۸۵۳ ج ۳)

فائدہ! اس واقعہ سے جہاں ان حضرات کی پوری پوری تائید ہوتی ہے۔ جنہوں نے یہ بات کہی کہ شہید کے جسم عنصری کو جنت میں پہنچا دیا جاتا ہے اور وہ جنت میں مزے اڑاتا ہے اور کھاتا پیتا ہے۔ وہاں منکرین حیات کی اور مبتدعین کی پوری پوری تکذیب ہوتی ہے۔ وہ اس طرح کہ منکرین حیات کہتے ہیں کہ جسم عنصری کے مرنے کے بعد کسی قسم کی حیات نہیں ہوتی۔ اگر حیات نہ ہوتی تو ان کو آسمانوں پر کیوں اٹھایا جاتا۔ آسمانوں پر اٹھایا جانا؟ یہ قوی دلیل ہے اس بات کی کہ شہید کا یہی جسم عنصری ہی زندہ ہوتا ہے اور سب کچھ جو روح کو جنت میں حاصل ہوتا ہے۔ وہ اسی جسم عنصری کے لئے ہوتا ہے۔ نہ کہ روح کے لئے، یا جسم مثالی کے لئے اور مبتدعین کی ایسے تکذیب ہوتی ہے کہ وہ کہتے ہیں آپ ﷺ عالم الغیب ہیں۔ اگر عالم الغیب ہوتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نہ بھیجتے۔ کیونکہ پہلے پتہ چل جاتا کہ انہوں نے ایسے کرنا ہے۔ لیکن خدشے کا اظہار جو پہلے کیا تھا وہ حالات سے اندازہ لگا کر کیا تھا نہ کہ عالم الغیب ہونے کی وجہ سے۔ لہٰذا یہ دونوں فرقے، راہ مستقیم سے ہٹ کر چل رہے ہیں۔ اپنے اپنے عقائد پر نظر ثانی کریں اور اہل سنت والجماعت میں داخل ہونے کی کوشش کریں۔ ورنہ واللہ عزیز ذو انتقام سب حالات سے بخوبی واقف ہے۔ اللہ تعالیٰ صحیح عقائد رکھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین!

عقیدہ معجزات وکرامات......نواں اختلاف

اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کا عقیدہ

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ معجزات وکرامات اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتے ہیں اور انبیاء کرام علیہ السلام کے ہاتھ پر معجزات اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر کرامات کا ظہور ہوتا ہے اور اللہ کے نبی اور اللہ کے ولی کے کسب واختیار اور ارادے کا اس میں کچھ دخل نہیں ہوتا۔ یعنی اللہ پاک کے نبیوں اور ولیوں سے ایسے ایسے کام ظاہر ہوتے ہیں جو عام انسانوں سے سرزد نہیں ہو سکتے۔ اس میں ان برگزیدہ حضرات کا کچھ اپنا ذاتی عمل اور دخل نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ ہم سے ایسا ہوگا فلاں وقت میں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا کام ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کو کسی نبی یا ولی کے ہاتھ پر ظاہر فرما دے۔ اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ البتہ جو یہاں ہم نے بحث کرنی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جس طرح زندگی کی حالت میں انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں سے معجزات وکرامات ظاہر ہوتے ہیں۔ بالکل اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام سے معجزات اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ سے کرامات ان کے انتقال کے بعد بھی ظاہر ہوتے ہیں اور بعد انتقال کے ان کا ظہور حد تواتر کو پہنچا ہوا ہے۔ البتہ اس وقت بھی ان کا اس میں کسی قسم کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوتی ہے تو کچھ دنیا والوں کے لئے ظاہر ہو جاتا ہے۔ ورنہ قانون اور عادت اسی طرح کی نہیں۔

منکرین حیات کا عقیدہ

منکرین حیات کا عقیدہ کیپٹن مسعود الدین عثمانی والے فرقے کی طرح ہے۔ کیپٹن عثمانی والا فرقہ چونکہ کشف وکرامات کا منکر ہے اور قادیانی مرتد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے منکر ہیں۔ جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی

لکھتا ہے کہ عیسائیوں نے بہت سارے آپ کے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہیں آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۰) نیز آپ ﷺ کے بارے میں مرزا مردود لکھتا ہے کہ معراج جسم کثیف (یعنی جسم عنصری) کے ساتھ نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔ (ازالہ اوہام ص ۲۰) ایک اور منکر حدیث چوہدری غلام احمد پرویز آپ ﷺ کے معجزات کا منکر ہے۔ جیسا کہ لکھتا ہے کہ اگر آج سائنس اتنی ترقی کرے کہ روشنی کی رفتار سے مریخ یا چاند کے کروں تک پہنچ جائے اور پھر چند منٹوں سکینڈوں میں واپس آ جائے تو میں پھر بھی آپ ﷺ کے معراج جسمانی کو نہیں تسلیم کروں گا۔ کیونکہ جسمانی معراج سے یہ تصور کرنا لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی خاص مقام پر موجود ہے۔ (منقول از معارف القرآن ص ۴۴۴ ج ۲)

صرف رہ گئے تھے منکرین حیات۔ یہ بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آپ ﷺ کے معراج جسمانی کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ساری روح کی کاروائی تھی۔ جسم مبارک بالکل شامل نہیں تھا۔ چنانچہ ان کا مؤلف تحقیق حق پنج پیری منکر حیات لکھتا ہے کہ اس بیان سے معراج والا مسئلہ بھی روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ یہ ساری باتیں ارواح کی تھیں۔ (تحقیق حق ص ۲۰۷) یہ تو ان کے امام اور مجتہد کا حال ہے۔ اب مقتدیوں نے بھی معجزات وکرامات بعد الموت (یعنی انتقال کے بعد) کا انکار کر دیا اور یوں کہہ دیا کہ معجزات وکرامات تو دور کی بات ہے۔ سرے سے قبر بلکہ گڑھے میں کچھ بھی نہیں۔ نہ حیات ہے، نہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ انسانی ڈھانچہ ہے۔ سب کچھ ریزہ ریزہ ہوگیا۔ کرامات کبھی بھی ممکن نہیں جو یہ عقیدہ رکھے وہ ان کے نزدیک مشرک ہے۔ یہ سب منکرین حیات کا عقیدہ ہے۔ کوئی بھی اس عقیدے سے انکاری نہیں۔ کیونکہ ان کی اصل بنیاد ہی اس بات پر ہے کہ نہ یہ قبر ہے اور نہ کچھ گڑھے میں ہوتا ہے۔ چنانچہ تحقیق الحق والے نے لکھا کہ ہم (سارے منکرین حیات) کرامت بعد الموت کے ایک اعتبار سے بھی قائل نہیں۔ (تحقیق حق ص ۷)

وضاحت...... جیسے منکرین حدیث اور قادنیوں نے آپ ﷺ کے جسمانی معراج ہونے کا انکار کیا ہے۔ بالکل انہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے منکرین حیات نے بھی آپ ﷺ کے جسمانی معراج کا انکار کر دیا ہے اور جیسے کیپٹن عثمانی والا فرقہ کشف وکرامات کا زندگی کی حالت میں انکار کرتا ہے۔ بالکل اسی طرح یہ منکرین حیات ومعتزلہ کرامات بعد الموت کا انکار کرتے ہیں۔ اب صاحب عقل خود فیصلہ کرے کہ کیا ان لوگوں کا علماء دیوبند اہل سنت والجماعت کے ساتھ دور کا بھی کچھ تعلق ہے؟ جب ہر بات میں یہ حضرات علماء دیوبند کی مخالفت کرتے ہیں تو پھر اپنے آپ کو دیوبندی کس منہ سے کہلاتے ہیں۔ اب یہ منکرین حیات لوگ، منکر حدیث، کیپٹن عثمانی اور قادیانیوں کی صف میں شامل ہو گئے۔ ان کا کسی قسم کا اہل سنت والجماعت علماء دیوبند سے تعلق نہیں۔

معجزہ وکرامت کی تعریف

معجزہ کی لغوی تعریف

معجزہ لغوی طور پر عجز سے مشتق ہے جو قدرت کی ضد ہے۔ ''ۃ'' اس میں مبالغہ کے لئے ہے (یعنی معجزہ وہ کہلاتا ہے جس کے سامنے لوگ بالکل عاجز ہوں)

اصطلاحی تعریف

اصطلاحی طور پر معجزہ اس کام کو کہتے ہیں جو خلاف عادت اور خلاف قانون ہو اور ایسا کام کہ عام لوگوں سے بالکل نہ ہو سکے اور معجزے والا کام صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اللہ کے نبی کے ہاتھوں سے لوگوں کے سامنے آتا ہے۔ جیسے کہ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معجزہ کے اندر فعل عجز کو پیدا کرنے والا او رفی الحقیقت منکروں کو عاجز کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور معجزہ صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جو نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے۔ مگر اس میں نبی کا کچھ دخل نہیں ہوتا۔ (راہ ہدایت ۱۹)

معجزہ کا حکم

انبیاء کرام علیہم السلام کے جو معجزات دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں۔ ان پر ایمان لانا فرض ہے قطعی معجزوں میں سے کسی ایک کا انکار کفر ہے۔ انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کرنے کا معجزہ، پیدائش کے فوراً بعد کلام کرنے کا معجزہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج جسمانی والا معجزہ اور قرآن کا معجزہ وغیرہ۔

کرامت کی تعریف

کرامت ایک ایسے کام کو کہتے ہیں جو کسی ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہو۔ جو ولی شریعت کا سو فیصد پابند ہو، قانون اور عادت کے خلاف ہو، یعنی عام طور پر لوگوں سے ایسے کام نہ ہو سکتے ہوں، اللہ تعالیٰ ایسا کام کسی ولی کے ہاتھ پر ظاہر کرتا ہے۔ اس کی عزت، اعزاز و اکرام کو بڑھانے کے لئے اور اس میں اللہ کے ولی کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ جیسے قلم لکھ رہا ہے تو دیکھنے والا یہی کہے گا کہ سب کچھ قلم کر رہا ہے۔ لیکن قلم کا اس میں کچھ اختیار نہیں۔ کوئی ارادہ وقصد نہیں۔ اسی طرح کرامت ہے کہ دیکھنے سے ایسے معلوم ہوگا کہ یہ سب کچھ اللہ کا ولی خود کر رہا ہے۔ لیکن اس میں اس کا کوئی عمل دخل نہیں۔ سب کچھ اللہ کی قدرت سے ہو رہا ہے اور ماتحت الاسباب ہو رہا ہے۔ اگرچہ اسباب مخفی ہیں اور ظاہر نہیں ہو رہے۔ جیسے کہ حضرت ابوعلی حسین بن عبداللہ نے فرمایا کہ ان خوارق عادات کے اسباب طبعی موجود ہوتے ہیں اور حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب بھی کوئی واقعہ عادت کے خلاف ہوتا ہے۔ تو وہ واقعہ اسباب ہی کی وجہ سے وقوع میں آتا ہے۔ گو وہ اسباب مخفی اور غیر معمولی ہوتے ہیں۔ (راہ ہدایت ص ۷۲)

کرامت کا حکم

اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ کی جو کرامات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہیں۔ ان پر ایمان لانا فرض ہے۔ ان سے انکار کرنے والا کافر ہے۔ جیسے اصحاب کہف کی کرامت کہ تین سو نو سال تک سوئے ہوئے رہے اور روحانی غذاء کے ذریعے زندہ رہے اور حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم پھلوں کا آنا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے ملکہ بلقیس کے تخت کا آنکھ جھپکنے سے پہلے آنا وغیرہ اور جو کرامات دلائل ظنیہ سے ثابت ہوں۔ ان کو تسلیم کرنا بھی ضروری ہے۔ ایسی کرامات کا انکار کرنے والا بھی ضلالت اور گمراہی اختیار کرنے والا ہوگا۔ (عقائد اہل سنت والجماعت مولانا مفتی محمد طاہر مسعود ص ۱۷۷) اگر کوئی خلاف عادت وخلاف قانون کام کسی کافر، منافق، فاسق یا فاجر، یا کسی غیر متبع سنت شخص کے ہاتھوں ظاہر ہو وہ ہرگز ہرگز کرامت

نہیں۔ وہ سو فیصد شعبدہ بازی، جادوگری ہے۔ ایک اختیاری فن ہے جو اپنی مرضی سے کرتا ہے۔ اس میں اس کا ارادہ اور اختیار شامل ہوتا ہے۔ جب چاہے دکھلا دے۔ کرامت کا بالکل مقابلہ نہیں کرسکتا۔ ایسے کام کرنا ناجائز وحرام ہیں۔

معجزات وکرامات کا بعد الموت حکم اقوال علماء اور فتاویٰ جات کی روشنی میں

آپ حضرات نے کرامت کی تعریف پڑھ لی اور اس کا حکم بھی پڑھ لیا۔ اب آپ حضرات ان حضرات کے اقوال اور فتوے پڑھیں۔ جنہوں نے یہ کہا ہے کہ جو شخص بعد الموت کرامات کا انکار کرتا ہے۔ وہ اہل سنت والجماعت میں داخل نہیں۔ فاسق وگمراہ ہے۔ جیسے کہ منکرین حیات کرامات بعد الموت کا بالکل انکار کرتے ہیں۔ جب کرامت بعد الموت کا حکم آ جائے گا تو معجزہ بعد الموت کا حکم خود بخود ثابت ہو جائے گا۔

۱...... حضرت مولانا مفتی محمد فرید رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ کرامات اولیاء اللہ حق ہیں۔ حالت حیات اور بعد الموت دونوں میں قرآن وحدیث اور علم کلام (یعنی عقائد) سے یہی عموم ثابت ہیں۔ ان کا انکار کرنے والا مبتدع (یعنی بدعتی ہے) اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اس (انکار کرنے والوں) کا باقاعدہ رد کرنا علماء حق کا فریضہ اور ذمہ داری ہے۔ (فتاویٰ دیوبند المعروف فتاوی فریدیہ ص ۵۴۵ ج ۱)

۲...... دار العلوم حقانیہ کا فتوی کرامات اولیاء قبل الموت وبعد الموت دونوں ثابت ہیں۔ منکرین کرامات اولیاء فرقہ معتزلہ کی طرف مائل ہیں۔ منکرین کرامات اولیاء منکرین حیات الانبیاء اور علماء حق کو علماء سوء کہنے والے اعتدال سے ہٹ کر اعتزال کی طرف مائل ہیں۔ کرامات اولیاء بعد الممات کا یہ عقیدہ اہل سنت والجماعت اور اکابر علماء دیوبند کا ہے۔ ہمارے جید ومستند اسلاف نے کرامت ولی قبل الموت وبعد الموت دونوں پر جواز کا قول فرمایا ہے۔ تاہم منصب ولایت کے لئے کرامات کا ظہور لازمی نہیں۔ (فتوی نمبر ۲۳۳۸ دار الافتاء دار العلوم حقانیہ مفتی محمد طارق ۲۳ دسمبر ۲۰۰۸ء)

۳...... حضرت مولانا عزیز الرحمن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی کرامات اور تصرفات بعد ممات کے بھی ثابت ہیں۔ اس کو شرک کہنا بھی غلط ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ سوائے اللہ کے کسی سے مدد نہ مانگی جائے۔

(فتاوی دار العلوم دیوبند ص ۱۵۸ ج ۳)

۴...... حضرت مولانا مفتی عبد الحمید حقانی فرماتے ہیں کہ کرامات اولیاء اللہ حالت حیات اور بعد الممات دونوں حق ہیں اور احادیث اور آثار اور علم کلام (عقائد) سے یہی عموم ثابت ہے اور اس کا منکر معتزلی ونجدی اور مبتدع (بدعتی) تو ہوسکتا ہے۔ دیوبندی نہیں ہوسکتا۔ (اظہار الحق ص ۲۳۹)

۵...... حضرت مولانا مفتی محمد فرید رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ قرآن وحدیث اور آثار سے ثابت ہے کہ کرامت بعد الممات اور توسل بالصالحین ثابت ہے۔ تمام دیوبندی اکابر کا یہی مسلک ہے۔ (فتاوی دار العلوم المعروف فتاوی فریدیہ ص ۱۴۵ ج ۱)

فائدہ! جب تمام اکابر دیوبند کا یہی مسلک ہے کہ کرامات بعد الموت ثابت ہیں تو اس سے انکار کرنے والا دیوبند اہل سنت والجماعت سے خارج ہے معتزلی اور بدعتی ہے۔

۶...... حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

سوال...... ایک بزرگ تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے والد کا انتقال ہوا۔ ان کو تختہ پر رکھا گیا تو وہ ہنسنے لگے۔ کیا یہ واقعی صحیح ہے یا غلط؟

جواب...... بطور کرامت یہ واقعہ صحیح ہوسکتا ہے۔ دیوبندی اہل سنت ہیں اور اہل سنت کا عقیدہ تمام عقائد کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ اولیاء کی کرامت برحق ہے اور ان واقعات میں عقیدہ کی خرابی کی کوئی بات نہیں۔ ورنہ اہل سنت کرامات اولیاء کے برحق ہونے کے قائل نہ ہوتے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۸۷ ج ۷)

فائدہ! آپ حضرات نے علماء کرام کے فتووں سے پڑھ لیا کہ کرامات مرنے کے بعد بھی ولیوں سے صادر ہوتی ہیں۔ یہ بات حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔ علماء دیوبند کا یہی عقیدہ و مسلک ہے۔ اب جو نہیں مانتا اس کا علماء دیوبند کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہوگا اور نہ ماننے والا ان کے نزدیک بدعتی، معتزلی، خارجی، اہل سنت سے خارج ہوگا۔ جب کرامت بعد الموت ثابت ہوگئی تو معجزہ بعد الموت خود بخود ثابت ہوگیا۔ کیونکہ کرامت معجزہ سے ادنیٰ ہے۔ جب ادنیٰ ثابت تو قوی بطریق اولی ثابت ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کسی ولی کی کرامت درحقیقت اس نبی کا معجزہ ہے۔ جس نبی کی امت سے یہ ولی ہے۔ کیونکہ اس امتی کی کرامت نبی کے سچا رسول ہونے پر علامت و دلالت ہے۔ قابل غور تیسری بات یہ ہے کہ معجزات اور کرامات بعد الموت تب ثابت ہوسکتے ہیں۔ جب کہ وہ زندہ ہوں۔ ان کا ثابت ہونا اس بات پر قوی دلیل ہے کہ اس جسم عنصری کو قبر میں حیات حاصل ہے۔

کرامات بعد الموت کا حدیث سے ثبوت

آپ حضرات نے شہداء کی حیات کے مسئلہ میں یہ دلیل جو پڑھی تھی کہ حضرت ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ غابہ میں ایک دفعہ اپنے مال وغیرہ کی دیکھ بھال کے لئے تشریف لے گئے اور وہاں رات ہوگئی اور کسی قبر کے پاس لیٹ گئے اور قبر سے قرآن پاک کی تلاوت سنی تو صبح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو واقعہ سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ قاری عبداللہ شہید رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کی روحیں ان کے اجسام کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی بات کی تصدیق فرمادی کہ واقعتاً تلاوت کرنا بالکل ٹھیک ہے۔ یہی کرامت بعد الموت کی مستقل دلیل ہے اور بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے واقعات اس قسم کے ثابت ہیں۔ جیسے ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کسی جگہ خیمہ لگایا اور قبر سے قرآن پاک کی سورۃ ملک کی تلاوت سنی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق فرمائی تھی۔ اس طرح کے واقعات مستقل دلیلیں ہیں۔ کرامات بعد الموت پر۔ ان سے انکار ممکن نہیں۔

معجزات و کرامات بعد الموت واقعات کی روشنی میں

آپ حضرات مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسئلہ صلوٰۃ وسلام اور مسئلہ استشفاع میں جو واقعات پڑھ چکے ہیں۔ وہ سب کے سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات بعد الموت میں داخل ہیں۔ مزید واقعات لکھنے کی کتاب میں گنجائش نہیں۔ طوالت کے خوف سے صرف چند واقعات پر اکتفاء کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پکڑ کر مسجد حرام میں پہنچا دیا

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں تھا۔ میرے پاس یمن کے رہنے والے بزرگ آئے اور فرمایا کہ میں تمہارے لئے ایک ہدیہ لایا ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے ایک دوسرے آدمی کو کہا جوان کے ساتھ تھے کہ اپنا قصہ بیان کرو اور ان کو سناؤ تو انہوں نے اپنا قصہ یوں بیان کیا کہ جب میں صنعاء یمن کے شہر سے حج کے

ارادہ سے چلا تو بہت سارے لوگ مجھے باہر تک رخصت کرنے کے لئے آئے۔ ان میں سے ایک شخص نے مجھے یہ کہہ دیا کہ جب تم مدینہ طیبہ حاضری دو تو آپ ﷺ اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی خدمت میں میرا بھی سلام عرض کر دینا۔ جب میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو اس آدمی کا سلام عرض کرنا بھول گیا۔ مدینہ طیبہ سے نکل کر مکہ مکرمہ کے ارادے سے ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے اور احرام باندھنے لگے۔ تو مجھے اس شخص کا سلام یاد آ گیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ بھائیو! میرے اونٹ کا خیال رکھنا۔ مجھے مدینہ طیبہ واپس جانا پڑ گیا ہے۔ ایک چیز بھول گیا ہوں۔ ساتھیوں نے کہا کہ بھائی قافلہ کی روانگی کا وقت ہو گیا ہے۔ اگر آپ مدینہ طیبہ چلے گئے تو پھر مکہ مکرمہ تک قافلہ والوں کو نہ پا سکو گے۔ میں نے کہا کہ تم میری سواری اپنے ساتھ لے جاؤ۔ یہ کہہ کر مدینہ طیبہ واپس لوٹ آیا اور روضہ اقدس پر میں نے حاضر ہو کر اس شخص کا سلام آپ ﷺ اور شیخین رضی اللہ عنہما کی خدمت میں پہنچا دیا۔ اتنے میں رات کا وقت بھی ہو گیا۔ میں مسجد نبوی سے باہر نکلا تو ایک آدمی ذوالحلیفہ کی طرف سے آ رہا تھا۔ وہ مجھے ملا۔ میں نے قافلہ والوں کا حال پوچھا کہ وہ چلے گئے ہیں یا وہیں ٹھہرے ہوئے ہیں؟ اس نے کہا کہ قافلہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو چکا ہے۔ وہ چلے گئے ہیں۔ تو میں مسجد نبوی دوبارہ لوٹ آیا اور یہ خیال کرتا رہا کہ جب کوئی دوسرا قافلہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ جائے گا۔ اس کے ساتھ چلا جاؤں گا۔ یہ سوچ کر سو گیا۔ رات کے آخری حصہ میں آپ ﷺ اور شیخین رضی اللہ عنہما کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو بتایا کہ یا رسول اللہ! یہی شخص ہے۔ آپ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے ابوالوفاء! تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میری کنیت ابوالعباس ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ابوالوفاء ہو۔ (یعنی وفادار) اس کے بعد آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے مسجد حرام، بیت اللہ مکہ مکرمہ میں پہنچا دیا جب میں بیدار ہوا تو مکہ مکرمہ میں تھا۔ آٹھ دن تک میں مکہ مکرمہ میں رہا۔ اس کے بعد میرے قافلہ والے ساتھی مکہ مکرمہ پہنچے۔ (منقول از فضائل حج حضرت مولانا محمد زکریا ص ۱۵۶ بحوالہ روض)

فائدہ! قارئین کرام جہاں صراحت کے ساتھ آپ ﷺ کا معجزہ ثابت ہوا بعد الموت۔ وہیں چند باتیں اور بھی ثابت ہوئیں کہ آپ ﷺ اور شیخین رضی اللہ عنہما روضۂ اطہر میں زندہ ہیں۔ کسی کے ہاتھ صلوٰۃ وسلام والا پیغام بھیجنا صحیح ہے۔ جب کسی کو کوئی پیغام دیا جائے تو ضرور اس کا خیال رکھے۔ بھول نہ جائے وفاداری اسی میں ہے۔

نوٹ: جذب القلوب الی دیار الحبیب یہ کتاب لکھی ہوئی ہے۔ حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ سے جس کا اردو میں ترجمہ بھی ''تاریخ مدینہ'' کے نام سے آ گیا ہے۔ اس میں انہوں نے ایک مستقل فصل قائم کی ہے جس کا عنوان رکھا ہے: ''جملہ نادر امور اور حوادثات عجائبہ'' جو در حقیقت سید کائنات ﷺ کے معجزات میں سے ہیں۔ (تاریخ مدینہ ۱۶۱) اس فصل میں انہوں نے بعد الموت معجزات کو بیان کیا ہے جس صاحب کو مطالعہ کا ذوق ہو وہ اسی کی طرف رجوع کرے۔

آپ ﷺ کا مدرسہ دارالعلوم دیوبند کا حساب و کتاب دیکھنا

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دیوان محمد یٰسین مرحوم جو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے خدام میں سے تھے۔ ان کا ذکر جہر مشہور تھا۔ یہ ناممکن تھا کہ ان کا ذکر سن کر کوئی بغیر روئے وہاں سے گزر جائے۔ نہایت دردناک آواز میں ذکر کرتے اور بہت روتے تھے۔ ہر وارد و صادر پر اس ذکر اور گریہ کا اثر پڑتا تھا

اور وہ بھی روتا تھا۔ وہ یٰسین مرحوم خود فرماتے تھے کہ ایک دفعہ چھتہ کی مسجد کے شمالی گنبد کے نیچے ذکر جہر میں معروف تھا۔ (چھتہ کی مسجد دارالعلوم دیوبند کی بنیاد تھی) کہ حضرت (مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ) مسجد کے صحن میں اسی شمالی جانب مراقب اور متوجہ تھے اور توجہ کا رخ میرے ہی دل کی طرف تھا۔ اسی اثناء میں مجھ پر ایک حالت طاری ہوئی اور میں نے بحالت ذکر دیکھا کہ مسجد کی چار دیواری تو موجود ہے۔ مگر چھت اور گنبد کچھ نظر نہیں آرہے۔ بلکہ ایک عظیم الشان روشنی اور نور ہے جو آسمان تک فضاء میں پھیلا ہوا ہے۔ یکا یک میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک تخت اتر رہا ہے اور اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم ہر چہار کونوں پر موجود ہیں۔ وہ تخت اترتے اترتے بالکل میرے قریب آ کر مسجد میں ٹھہر گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک سے فرمایا کہ بھائی ذرا مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کو بلالو۔ وہ تشریف لے گئے اور مولانا کو لے کر آ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مولانا مدرسہ کا حساب لایئے۔ عرض کیا حضرت حاضر ہے اور یہ کہہ کر حساب وکتاب بتلانا شروع کر دیا اور ایک ایک پائی کا حساب دیا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی اور مسرت کی اس وقت انتہا نہ تھی۔ بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا کہ اچھا مولانا اب اجازت ہے۔ حضرت نے عرض کیا جو مرضی مبارک ہو۔ اس کے بعد وہ تخت آسمان کی طرف عروج کرتا ہوا نظروں سے غائب ہو گیا۔ (ارواح ثلاثہ ص ۳۲۹) آگے حضرت حکیم الامت نے اس پر حاشیہ لگایا کہ یہ واقعہ ایک قسم کا کشف تھا جس میں ممکن ہے کہ مولانا کی توجہ کو دخل ہو جو تصرف کا فرد ہے۔ شاید تعبیر اس واقعہ کی یہ ہو کہ مدرسہ کی صحیح حساب صاحب واقعہ (یٰسین صاحب) کو دکھلانا تھا۔ تاکہ متر ددین اسے سن کر مطمئن ہو جائیں باقی معاندین تو وحی میں بھی شبہ نکال لیتے ہیں۔

حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کا موت کے بعد کلام کرنا

حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہو گیا۔ لوگ جنازہ تیار کر کے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا انتظار کر رہے تھے۔ تو حضرت نعمان بن بشیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ اتنے میں دو رکعت نماز نفل پڑھ لوں۔ دوسرے لوگ باتوں میں معروف ہو گئے۔ لوگوں نے اچانک حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کے سینے سے گھنٹی کی سی آواز سنی۔ پھر یہ آواز اونچی ہوئی کہ خاموش ہو جاؤ۔ خاموش ہو جاؤ۔ لوگوں نے یہ عجیب معاملہ دیکھا تو فوراً خاموش ہو گئے۔ حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ نے پھر ایک طویل کلام فرمائی جس میں یہ بھی فرمایا کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم احمد صلی اللہ علیہ وسلم پہلی کتابوں میں (اسی نام کے ساتھ مذکور) ہے سچ کہا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی ذات میں ضعیف ہیں۔ لیکن دین کے کاموں میں قوی ہیں۔ پہلی کتابوں میں (اسی وصف کے ساتھ) مذکور ہیں سچ کہا سچ کہا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قوی امانت دار پہلی کتابوں میں (اسی وصف سے) مذکور ہیں۔ سچ کہا سچ کہا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ انہی کے طریقوں پر ہیں۔ (ازالۃ الخفاء ص ۳۶۴ ج ۱) الاستیعاب فی اسماء الاصحاب میں علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زید بن خارجہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بھی نقل کی ہے اور یہ وہی صحابی رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے موت کے بعد کلام کی ہے۔ اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں۔ (اہل قبور کی زندوں سے کلامی ص ۱۷ از مولانا منظور نعمانی، حیات الاموات ص ۷۳، مؤلف سید نور الحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ)

فائدہ! معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کے ساتھ کرامت بعد الموت ثابت ہے۔ کیونکہ کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ نہ اس وقت نہ بعد میں اور مردوں کے قبر میں مرنے کے بعد زندگی پر بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ثابت ہو گیا۔

حضرت ربیع بن حراش رحمۃ اللہ علیہ کا موت کے بعد کلام کرنا

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ربعی بن حراش رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔ دونوں جلیل القدر تابعی سگے بھائی ہیں۔ ایک کا نام ربیع رحمۃ اللہ علیہ ہے اور ایک کا نام ربعی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ تو ربعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا بھائی بڑا عابد، تہجد گزار اور روزے رکھنے والا تھا۔ وہ فوت ہو گیا۔ ہم نے اس کے اوپر چادر ڈال دی اور اس کے قریب بیٹھ گئے۔ اچانک کیا دیکھا کہ ربیع بن حراش رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے منہ سے کپڑا ہٹایا اور کہا کہ السلام علیکم۔ ربعی بن حراش رحمۃ اللہ علیہ نے کہا وعلیک ورحمۃ اللہ، سبحان اللہ! کیا مرنے کے بعد کلام اے میرے بھائی؟ اس نے کہا: "لقیت ربی... الخ" میں اپنے رب سے ملا، سو میرا رب خوشی اور رحمت کے ساتھ ملا اور بالکل بغیر غصے کے۔ (طبقات ابن سعد، ص ۱۵۰ ج ۶)

فائدہ! ان واقعات سے تو ایسے معلوم ہو رہا ہے۔ جیسے خود روح ان کے اجسام میں دوبارہ لوٹا دی گئی ہو اور یہ واقعات حقیقت پر مبنی ہیں تواتر سے منقول ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ جن سے انکار کم عقلی پر دال اور مبنی ہے۔

ایک بزرگ کا قبر میں تلاوت اور کلام کرنا

حضرت علامہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص ایک قبر تیار کر رہا تھا۔ تیار کرتے ہوئے اچانک قریب والی قبر کی ایک اینٹ گر پڑی۔ وہ شخص کیا دیکھتا ہے کہ ایک اللہ والا بزرگ سفید کپڑے پہنے ہوئے گود میں رکھے ہوئے سونے سے لکھے ہوئے قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہے۔ اس نے اس شخص کے دیکھنے پر سر کو اوپر اٹھایا اور کہا کہ کیا قیامت قائم ہو گئی ہے؟ اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت فرمائے۔ اس نے کہا نہیں۔ تو پھر قبر والے بزرگ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھے عافیت نصیب فرمائے۔ اس اینٹ کو اپنی جگہ پر رکھ دو۔ (احکام القرآن ص ۱۷۸ ج ۳)

فائدہ! معلوم ہوا کہ حدیث کے مطابق قبر کشادہ بھی ہوتی ہے۔ جنت کی ہوائیں بھی چلتی ہیں اور اسی قبر میں روح کو لوٹا بھی دیا جاتا ہے۔ نیک لوگ تلاوت نماز وغیرہ میں مشغول بھی رہتے ہیں۔

نوجوان کا موت کے بعد بتانا کہ اللہ نے دو باغ عنایت فرمائے ہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک نوجوان مسجد میں بکثرت عبادت کرتا تھا۔ پس ایک عورت اس فریفتہ ہو گئی۔ اسے اپنی طرف بلایا اور ہمیشہ اسے ورغلاتی رہی۔ حتیٰ کہ قریب تھا کہ وہ شخص اس عورت کے گھر میں داخل ہو جائے۔ لیکن قرآن پاک کی یہ آیت اس کے ذہن میں آئی اور اس کی تلاوت شروع کر دی۔ وہ آیت یہ ہے: "ان الذین اتقوا اذامسّھم طائف من الشیطان تذکروا فاذاھم مبصرون (اعراف: ۲۰۱)" (یقیناً جو لوگ خدا ترس ہیں۔ جب ان کو کوئی شیطان کی طرف سے خطرہ آ جاتا ہے تو وہ خدا کی یاد میں لگ جاتے ہیں۔ سو یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں) پس! وہ نوجوان بے ہوش ہو کر گر گیا۔ پھر ہوش آیا تو اسی آیت کو دوبارہ پڑھا۔ پس اتنے میں فوت ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے باپ کے پاس گئے اور اس کی تعزیت کی۔ چونکہ نوجوان کو رات کے وقت دفن کیا گیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز جنازہ میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ اس لئے اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور وہاں نماز جنازہ پڑھی اور جو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے بھی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنازہ کے بعد اس نوجوان کو آواز دی کہ اے نوجوان جو شخص اپنے رب کی پیشی کا خوف رکھتا ہے۔ اس کو دو باغ ملتے

ہیں۔نوجوان نے قبر سے جواب دیا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے دو باغ عنایت فرمادیئے ہیں۔
(تفسیر ابن کثیر ص ۲۷۹، ج ۲، حیاۃ صحابہ ص ۸۴۱، ج ۳ بحوالہ حاکم بیہقی، کنز العمال، ابن عساکر)

فائدہ! ان تمام واقعات سے بیک وقت کئی چیزیں ثابت ہورہی ہیں:

۱...... قبر شرعی یہی ہے جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوکر آواز دے رہے تھے۔
۲...... کرامت بعد الموت ثابت ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع کے ساتھ۔
۳...... روح اسی قبر میں بھی لوٹائی جاتی ہے۔
۴...... مردے کا سن لینا قانون وقدرت خداوندی ہے۔
۵...... قبر زمین والی ہی کشادہ ہوجاتی ہے۔
۶...... جزاء وسزا کا محل یہی قبر ہے۔
۷...... جسد عنصری راحت والم میں شریک ہوتا ہے۔
۸...... حیات فی القبر صراحت کے ساتھ ثابت ہوئی۔
۹...... ایسے واقعات تواتر کے درجہ کو پہنچے ہوئے ہیں۔جن سے انکار گمراہی وضلالت ہے۔

موت کے بعد ایک نوجوان نے کہا کہ عشاق مرتے نہیں زندہ ہوتے ہیں

حضرت ابوسعید خزار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں تھا۔ایک دفعہ باب بنی شیبہ سے گزر رہا تھا کہ میں نے ایک نوجوان کی لاش رکھی دیکھی جو نہایت حسین چہرے والا تھا۔میں نے جو اس کے چہرے کو غور سے دیکھا تو وہ مسکراتے ہوئے کہنے لگا ابوسعید! تمہیں معلوم نہیں کہ عشاق مرتے نہیں۔ بلکہ وہ زندہ ہی رہتے ہیں۔اگرچہ ظاہر میں مرجائیں۔ان کی موت ایک عالم سے دوسرے عالم (جہاں) میں منتقل ہونا ہوتا ہے۔ (منقول از فضائل حج ص ۲۵۶)

موت کے بعد جواب دینا کہ میں زندہ ہوں

شیخ ابویعقوب سنوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک مرید مکہ مکرمہ میں آیا اور کہنے لگا کہ اے استاذ! میں کل ظہر کے وقت مرجاؤں گا۔ یہ پیسے لے لیجئے۔اس میں سے آدھے تو قبر بنانے والے کی مزدوری ہے اور آدھے کفن وغیرہ کی قیمت ہے۔جب دوسرے دن ظہر کا وقت آیا تو وہ نوجوان مسجد حرام میں آیا۔ بیت اللہ کا طواف کیا اور تھوڑی دور جاکر مرگیا۔استاذ کہتا ہے کہ میں نے اس کی تجہیز وتکفین کی (نماز جنازہ پڑھی) جب اس کو قبر میں رکھنے لگے تو اس نے آنکھیں کھول لیں۔ میں نے کہا کہ کیا مرنے کے بعد بھی زندگی ملتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں! میں زندہ ہوں اور اللہ جل شانہ کا ہر عاشق زندہ ہوتا ہے۔ (فضائل حج ۲۵۶ بحوالہ روض)

فائدہ! یہ تمام واقعات کرامات بعد الموت پر دلالت کرتے ہیں۔

عقیدۂ قبر......دسواں اختلاف

اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کا عقیدہ

اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کا عقیدہ ومسلک یہ ہے کہ قبر کا لفظ قرآن وحدیث یا اس کے علاوہ سلف

صالحین کی جس کسی کتاب میں جہاں آیا ہے تو اس سے یہی زمین والی قبر مراد ہوتی ہے جس میں مردہ جسم کو دفن کیا جاتا ہے جس کو کھود کر لحد بنا کر جسم عنصری رکھا جاتا ہے اور یہی عرفی شرعی قبر ہے۔ اسی وجہ سے زیادہ قبروں والی جگہ کو قبرستان کہا جاتا ہے۔ اس قبر میں ثواب و عذاب ہوتا ہے۔ اس قبر میں جسم عنصری کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے۔ اسی قبر میں منکر نکیر سوال کرتے ہیں اور یہی قبر تنگ اور کشادہ ہوتی ہے۔

منکرین حیات کا عقیدہ

منکرین حیات کا عقیدہ یہ ہے کہ زمین کا وہ حصہ جہاں مردہ جسم کو دفن کیا جاتا ہے۔ یہ حقیقی قبر نہیں۔ بلکہ گڑھا اور عرفی قبر ہے اور جہاں قرآن و حدیث میں قبر کا لفظ استعمال ہوا ہے اور عذاب و ثواب کا ذکر ہوا ہے۔ اس قبر سے مراد عالم برزخ ہے۔ یعنی آسمانوں پر علیین سجین، یہ شرعی قبر نہیں۔ اس قبر میں بالکل ثواب و عذاب نہیں ہوتا اور نہ ہی اس قبر میں روح کا جسم کے ساتھ کچھ تعلق ہوتا ہے۔ نہ اس میں سوال و جواب ہوتا ہے۔ نہ یہ قبر تنگ اور کشادہ ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ عرفی دنیا والی زمینی قبر میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ چنانچہ ان کی عبارات ملاحظہ فرمائیں:

۱...... عرفی قبر میں سوال وجواب نہیں عرفی اور شرعی قبر کا اجتماع ممکن ہی نہیں۔ (حیات جاوداں مولوی مظہر عباس ص ۱۶)

۲...... زمینی گڑھے کو قبر کہنا نصوص سے انکار ہے۔ (اقوال مرضیہ ص ۱۹)

۳...... شرعی قبر عالم برزخ ہے۔ نہ کہ یہ گڑھا۔ (المسلک المنصور ص ۳۵)

۴...... دنیاوی گڑھے میں عذاب نہیں ہوتا۔ (ایضا ۳۵)

۵...... اصطلاح شرع میں جب عذاب یا ثواب کی نسبت قبر کی طرف ہو تو اس سے مراد عالم برزخ ہے۔ نہ کہ یہ عرفی قبر۔ جو کسیوں (کدال) سے کھود کر بنائی جاتی ہے۔ (ندائے حق ۶۷)

۶...... منکر نکیر، سوال وجواب، قبر کی تنگی و دسعت، علیین سجین میں سب کچھ ہوتا ہے۔ (المسلک المنصور ص ۲۱۷)

۷...... اس زمین والے گڑھے کو عام دنیاوی بول چال میں قبر کہتے ہیں۔ میت کو اس میں چھپایا جاتا ہے۔ تا کہ اس کی بے حرمتی نہ ہو۔ جہاں ثواب و عذاب ہوتا ہے۔ قرآن نے علیین سجین کہا ہے۔ (عقیدۃ الامت ص ۱۸)

وضاحت! نام نہاد توحیدی حضرات یہ کہنا چاہتے ہیں کہ قبر اصل میں وہ ہے جہاں روح کا ٹھکانہ ہے اور روح کا ٹھکانہ علیین سجین ہے۔ لہٰذا قبر بھی علیین سجین میں ہوگی نہ کہ کہیں اور یعنی عرف عام میں جو قبر سمجھی جاتی ہے یہ حقیقی اور اصلی قبر نہیں بلکہ گڑھا ہے۔ گویا منکرین حیات نے علیین کو قبر کہہ کر جنت کو قبرستان بنا دیا۔ نیز "القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النيران" (الحدیث) اس حدیث کی تقسیم بھی ہوگئی۔ اہل سنت والجماعت نے پہلے حصہ کو لے لیا کہ قبر یہی زمین والی جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اس میں ثواب ہوتا ہے۔ راحت و آرام ہوتا ہے۔ جسم کو روح کے تعلق کے ساتھ۔ جب کہ دوسرا حصہ منکرین حیات نے لے لیا کہ یہ قبر جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ کیونکہ ہم اس کو جنت کا باغ کہتے ہیں اور تمہیں جہنم کا گڑھا نصیب ہو۔ کیونکہ منکرین حیات کو باغ کہنے سے نصوص کا انکار لازم آتا ہے۔ اس لئے وہ باغ نہیں کہیں گے۔ البتہ گڑھا بڑی خوشی سے کہیں گے۔ تا کہ "انزلوا الناس منازلهم" کا دونوں حضرات مصداق بن جائیں۔

منکرین حیات نے زمینی قبر کو شرعی قبر ماننے سے کیوں انکار کیا؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں کثرت سے یہ بات آئی ہے کہ قبر میں عذاب وثواب ہوتا ہے۔ اگر منکرین حیات اس زمین والی قبر کو قبر شرعی کہہ دیں تو عذاب قبر اور ثواب قبر ماننا پڑے گا۔ جب انہوں نے یہ مان لیا تو سارے اختلافات ختم ہو جائیں گے اور قبر میں جو حیات ہے۔ وہ ان کے نزدیک بھی ثابت ہو جائے گی۔ جب کہ ان کے مسلک کی اصل بنیاد ہی اس لئے رکھی گئی کہ قبر کی حیات کا انکار کر کے قرآن وحدیث سب کو چھوڑ کر عقل کے پیچھے چلیں اور عوام الناس کو بھی شریعت اسلامیہ سے دور کریں اور ان کو یہ بتائیں کہ معاذ اللہ! قرآن وحدیث بھی صحیح بات نہیں کہتا۔ بلکہ قبر کا لفظ بول کر عرفی قبر مراد لیتا ہے۔ حالانکہ اصل شرعی قبر عرف والی نہیں جو قرآن وحدیث میں آئی ہے۔ جیسے ندائے حق والا منکر حیات لکھتا ہے کہ جن امور کا تعلق عالم دنیا سے ہے تو وہاں قبر کے معنی واقعی لغت وعرف کے لحاظ سے اسی زمین کے گڑھے کے ہیں اور جہاں قرآن وحدیث میں قبر کا لفظ ہے سب جگہ یہی گڑھا مراد ہے عرف کے لحاظ سے۔ (نہ کہ شرع کے لحاظ سے) (دیکھئے ندائے حق ص ۸۳)

فائدہ! اگر اس بات پر غور کیا جائے سنجیدگی سے تو مسئلہ قبر والا حل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ لغوی اور عرفی اعتبار سے تو منکرین حضرات بھی علماء دیوبند کے ساتھ متفق ہیں۔ وہ اس طرح کہ عرف اور لغت میں قبر اس زمین والی قبر کو کہتے ہیں۔ اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ شرعی قبر کونسی ہے؟ اب اہل سنت کہتے ہیں کہ شرعی قبر بھی یہی ہے زمین والی قبر۔ جب کہ منکرین حیات کہتے ہیں کہ نہیں شرعی قبر علیین یا سجین والی قبر ہے۔ اب ہم نے فیصلہ اس طرح کرنا ہے کہ شریعت نام ہے قرآن وحدیث کا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال وسنت کا۔ جب شریعت ان چیزوں کا نام ہے اور سب مانتے ہیں کہ شریعت انہی چیزوں کا نام ہے۔ بالفاظ دیگر اہل سنت والجماعت کے چار دلائل ہیں: (۱) کتاب اللہ۔ (۲) سنت رسول اللہ۔ (۳) اجماع امت۔ (۴) قیاس شرعی۔ جو چیز بھی ان میں بیان ہوگی وہی شریعت ہوگی اور وہی شرعی چیز ہوگی۔ اس بات پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ قرآن وحدیث میں بیان کردہ چیز شرعی ہوتی ہے اور شریعت کہلاتی ہے۔ اب ہم نتیجہ نکال لیں کہ قبر کا لفظ قرآن وحدیث میں بہت ساری جگہوں پر استعمال ہوا ہے۔ قرآن وحدیث شریعت ہیں تو اس میں بیان کردہ قبر بھی شرعی قبر ہوگی۔ کیونکہ شریعت میں جس چیز کا بیان آجائے وہ شرعی چیز کہلاتی ہے۔ لہٰذا شرعی قبر یہی زمین والی قبر ہوگی۔ نہ کہ کوئی اور جب اس زمین والی قبر شرعی قبر ثابت ہوگئی۔ تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ عذاب وثواب بھی اسی میں ہوتا ہے۔ کیونکہ منکرین حیات یہ تو مانتے ہیں کہ شرعی قبر میں لازمی عذاب ہوتا ہے اور شرعی قبر یہی ہے نہ کہ کوئی اور۔

علماء حضرات نے قبر سے عالم برزخ کیوں مراد لیا

کتاب ندائے حق ص ۸۲ پر ایک اعتراض اور اس کا جواب لکھا ہوا ہے۔ سب سے پہلے آپ حضرات وہ اعتراض وجواب پڑھیں۔ پھر انشاء اللہ! یہ بات واضح ہو جائے گی کہ علما نے کیوں قبر سے عالم برزخ مراد لیا ہے؟

سوال...... ہم جب قبر کا لفظ بولتے ہیں تو یہی گڑھا مراد لیتے ہیں۔ نیز قرآن پاک میں اٹھارہ مقامات پر قبر کا لفظ آیا ہے۔ سب جگہ یہی گڑھا مراد ہے اور احادیث میں بھی قبر کے معنی گڑھا ہی کے لئے جاتے ہیں۔ تو تم کس دلیل سے قبر بمعنی برزخ لیتے ہو؟

جواب......ہم اپنی طرف سے قبر کے معنی برزخ نہیں لیتے۔ اکابر حضرات اور جید ماہرین قرآن وسنت، علماء متقدمین ومتاخرین، محدثین ومفسرین، متکلمین صوفیاء اور فقہاء کے اقوال سے قبر بمعنی برزخ لیتے ہیں۔ قرآن وحدیث اور فقہ اور عرف میں جو قبر بمعنی گڑھا ہے۔ وہ بھی ہمیں مسلم ہے۔(ندائے حق ص ۸۲) جب حضرات مفسرین ومحدثین اور علماء دیوبند نے قبر کو عالم برزخ کہا ہے تو ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ آگے انہوں نے یہ بھی ثابت کیا ہے یا مراد لیا ہے کہ قبر عالم برزخ ہے اور عالم برزخ سے مراد صرف علیین اور سجین ہے اور علیین وسجین شرعی قبر ہے اور اسی شرعی قبر میں عذاب ہوتا ہے اور اس زمین والی قبر میں عذاب نہیں ہوتا اور زمین والی قبر صرف عرفی قبر ہے اور جہاں قرآن وحدیث میں عذاب وثواب کا ذکر آیا ہے۔ اس سے مراد یہی علیین وسجین ہے۔ زمین والی قبر میں عذاب نہیں ہوتا اور روح کا تعلق نہیں ہے۔ اگر کہیں ان کو کسی کا قول ملا ہو کہ وہ اس زمین والی قبر سے عذاب وثواب کا انکار کرتا تھا تو وہ قول پیش کریں قرآن وحدیث کی بات تو دور کی ہے۔ صرف کسی کا قول دکھادیں۔ بشرطیکہ وہ قول اس عالم دین کا ہو جو صحیح العقیدہ ہو یا ان کو کسی کا یہ قول ملا ہو کہ زمین والی قبر عرفی قبر ہے اور علیین وسجین والی قبر شرعی قبر ہے اور عذاب وثواب عرفی قبر میں نہیں ہوتا۔ بلکہ شرعی قبر میں ہوتا ہے۔

قارئین! یہ ہم بھی مانتے ہیں کہ حضرات علماء کرام نے قبر کو عالم برزخ کہا ہے اور یہ منکرین حیات بھی مانتے ہیں کہ قبر کو عالم برزخ کہا جاتا ہے۔ اس میں دونوں کا اتفاق ہے۔ اب اس پر دلیل دینے کی ضرورت نہیں کہ فلاں نے قبر کو عالم برزخ کہا ہے جس میں سب کا اتفاق ہے۔ اس بات کو چھوڑ دیں۔ ہاں! جس بات میں اختلاف ہے۔ وہ بات علماء کے اقوال سے ثابت کریں۔ قرآن وحدیث فقہاء کی بات تو بہت دور کی ہے۔ اب اختلاف اس بات میں ہے کہ علماء دیوبند کہتے ہیں کہ عرفی قبر اور شرعی قبر یہی زمین والی قبر ہے۔ اس میں بھی روح کے تعلق کی وجہ سے عذاب وثواب ہوتا ہے اور منکرین حیات یہ کہتے ہیں کہ عرفی قبر یہ زمین والی قبر ہے اور شرعی قبر عالم برزخ والی ہے۔ عذاب وثواب صرف اور صرف اس شرعی عالم برزخ والی قبر میں ہوتا ہے۔ اس پر کوئی دلیل دیں۔ اس پر ان کے پاس نہ کوئی دلیل ہے۔ نہ قیامت تک ملے گی۔ یہ اپنے عقیدے غلط استدلال سے بناتے رہتے ہیں کہ جی دیکھو فلاں نے کہہ دیا ہے کہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ اس زمین والی قبر کو قبر شرعی نہیں کہتے۔ پتہ نہیں یہ کون سے اصول سے اس طرح عقائد ثابت کرتے ہیں؟ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ کسی نے بھی اس زمین والی قبر میں عذاب وثواب کا انکار نہیں کیا اور کسی نے یہ نہیں کہا کہ یہ زمین والی قبر شرعی قبر نہیں ہے۔ برزخ والی شرعی قبر ہے تو یہ بات صراحت کے ساتھ ثابت ہوگئی کہ وہ حضرات منکرین حیات والا عقیدہ نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ ان سب حضرات کا عقیدہ علماء دیوبند والا عقیدہ تھا۔ جب ان کا عقیدہ ثابت ہو گیا تو اب یہ بات بھی کھل کر سامنے آگئی کہ ان حضرات نے جو قبر کو عالم برزخ کہا ہے۔ وہ اس وجہ سے نہیں کہا کہ وہ یہ کہنا چاہتے ہوں کہ جسم عنصری عذاب وثواب میں شریک نہیں ہوتا۔ بلکہ اس وجہ سے کہا ہے کہ لفظ قبر کے مفہوم میں ذرا وسعت دے دی جائے۔ تاکہ جن حضرات کو قبر دنیا میں نہیں ملتی وہ جہاں کہیں ہوں گے وہی جگہ ان کے لئے قبر ہوگی اور اسی کو عالم برزخ کہتے ہیں۔ کیونکہ عالم برزخ نام ہے موت کے وقت سے لیکر قیامت تک کے وقت کا۔ جب بھی مرے گا عالم برزخ میں لازمی پہنچے گا۔ چاہے قبر اس کو نصیب ہو یا نہ ہو۔ یہ بات ایک مثال سے سمجھیں۔

مثال......ایک آدمی کہتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب میرے سر میں درد ہے۔ ذرا کوئی دوائی دے دیں۔ اب ڈاکٹر کہے کہ بھائی کیا تیرے گھٹنے میں درد ہے؟ یا تیری کمر میں درد ہے؟ یا سر میں ہے؟ مریض بولے گا کہ ڈاکٹر صاحب کیسی

بات کرر ہے ہو؟ دردسر میں ہے۔تو سر میں ہی ہوگا۔کہیں اور کیوں ہو؟ بالکل اسی طرح جس کا نام عذاب وثواب قبر ہے۔ وہ قبر میں ہی ہوتا ہے نہ کہ کہیں اور۔قبر سے مراد یہی زمین والی قبر ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ کسی جگہ قرآن وحدیث میں یہ بات نہیں آئی کہ عذاب صرف جسم مثالی کو ہوتا ہے۔ہاں! یہ بات تو آئی ہے کہ یہود کو قبروں میں عذاب ہو رہا ہے اور میں (آپ ﷺ) سن رہا ہوں جب صراحت سے یہ بات آئی ہے کہ اس زمین والی قبروں میں عذاب ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان مبارک کہ میں سن رہا ہوں صراحت کے ساتھ موجود ہے تو معلوم ہوا کہ اصل عرفی،شرعی،لغوی،عالم برزخ،سب کچھ یہی قبر ہے۔اب اس پر آپ حضرات دلائل ملاحظہ فرمائیں۔قبر سے مراد یہی زمین والی قبر ہے۔

قبر کا لغوی،شرعی،عرفی واصطلاحی معنی

قبر کا لغوی معنی ہے جائے مدفن۔یعنی جہاں انسان کو دفن کیا جاتا ہے۔(مصباح اللغات) قبر چھپانے کو بھی کہتے ہیں۔یعنی قبر کا معنی ہے چھپانا۔مقبور کہتے ہیں چھپائے ہوئے کو۔جس جگہ مردے کو چھپایا جاتا ہے۔اس کو لغت عرب میں قبر کہتے ہیں۔قبر کا اصطلاحی،عرفی وشرعی مفہوم اور معنی بھی یہی ہے۔جہاں مردہ انسان کو دفن کیا جاتا ہے۔وہ قبر ہے۔معلوم ہوا کہ صرف اور صرف علیین اور سجین قبر نہیں۔جیسے منکرین حیات کہتے ہیں۔

عقیدہ قبر دلائل کی روشنی میں

دلیل نمبر ا......"واذالقبور بعثرت (انفطار:۴)" (جب قبریں اکھاڑ دی جائیں گی)

فائدہ! اگر صرف علیین یا سجین کو قبر مانا جائے تو یقیناً یہ ماننا پڑے گا کہ علیین سجین کو قیامت والے دن اکھاڑا جائے گا۔حالانکہ علیین جنت میں ہے اور سجین جہنم میں ہے۔اگر ان کو اکھاڑا جائے گا تو جنت اور جہنم کو بھی اکھاڑنا لازم آئے گا جو نقل اور عقل کے خلاف ہے۔احادیث میں یہ بات آئی ہے کہ سجین جہنم میں ایک جگہ کا نام ہے۔جہاں کفار اور فجار کی روحیں بند کر دی جاتی ہیں اور ان کے اعمال نامہ بھی اسی سجین کے اندر رکھے جاتے ہیں اور یہ سجین ساتویں زمین میں یا ساتویں زمین کے نیچے ہے اور علیین جنت میں ایک مقام کا نام ہے جہاں مومنین اور متقین کی روحیں سیر وسیاحت کرتی ہیں اور علیین ساتویں آسمان میں عرش کے نیچے ہے۔ان مؤمنین کے اعمال نامے بھی اسی میں رکھے جاتے ہیں۔(واللہ اعلم)

دلیل نمبر ۲......"ولا تصل علی احدمنھم مات ابداو لا تقم علی قبرہ (توبہ:۸۴)" (اور نہ نماز پڑھیں ان میں سے کسی پر جو مر جائے کبھی اور نہ کھڑے ہوں اس کی قبر پر)

فائدہ! اس آیت کے ضمن میں حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی فرماتے ہیں کہ یہ آیت سب سے زیادہ صریح ہے۔نص قطعی کے درجہ میں ہے جس میں کسی قسم کی کوئی تاویل کرنے کی گنجائش نہیں۔یہاں "ولا تقم علی قبرہ" سے بالیقین یہی قبر مراد ہے جس میں ہم میت کو دفن کرتے ہیں۔قرآن کریم میں یہ آیت اس مسئلہ (قبر) میں صریح ہے۔ (خطبات حکیم العصر ج ۴ ص ۱۰۶)

آیت کا شان نزول

منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی بن سلول جب فوت ہوگیا تو آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔نماز جنازہ کے بعد دفن کرنے کے لئے قبر کے پاس جا کھڑے ہوئے۔اس کے بیٹے کی دل جوئی کے لئے جو مسلمان ہو چکا تھا۔

لیکن مسلمانوں کو اس سے تکلیف ہوئی۔جس کا اظہار حضرت عمرؓ نے جنازہ سے بھی پہلے کر دیا تھا۔مسلمانوں کو تکلیف اس وجہ سے ہوئی کہ اس نے ساری زندگی اللہ کے رسول ﷺ کو پریشان کیا ہے اور ستانے میں انتہاء کر دی اور مسلمانوں کو بھی بہت ستایا اور پریشان کیا ہے۔تو آپ اس کو دفعہ کرتے جنازہ نہ پڑھاتے تو اللہ تعالیٰ نے بعد میں یہ آیت اتاری کہ آج کے بعد آئندہ کسی منافق کا نہ جنازہ پڑھانا ہے، نہ منافق کی قبر کے پاس دفن اور دعاء کے لئے کھڑے ہونا ہے۔

فائدہ! معلوم ہوا کہ قبر علیین یا سجین یا جسم مثالی کا نام نہیں۔جیسے منکرین حیات کہتے ہیں۔کیونکہ آپ ﷺ سجین میں نہیں کھڑے تھے۔بلکہ اسی زمین والی قبر پر دعا و استغفار اور دفن کے لئے کھڑے ہو گئے تھے۔ اللہ پاک نے روک دیا کہ ایسے نہ کیا کرو میرے محبوب (ﷺ)

دلیل نمبر ۳......"ثم اماته فاقبره" (پھر انسان کو مارا پھر قبر میں رکھوایا) یعنی اس پر موت طاری کی۔ پھر اس کو قبر میں ڈالنے کا حکم دیا۔

فائدہ! معلوم ہوا جس انسان کو مارا ہے۔اسی کو قبر میں ڈالنے کا حکم دیا ہے تو قبر زمین والی ہو گی تو اس انسان کو اندر رکھیں گے۔اگر علیین یا سجین میں ہو یا جسم مثالی میں ہو تو ساتویں آسمان یا زمین پر کون رکھنے جائے گا؟ یہ عقل کے بھی خلاف ہے اور نقل بھی خلاف ہے۔

دلیل نمبر ۴......"وان الله یبعث من فی القبور" بے شک اللہ پاک اٹھائے گا ان کو جو قبروں میں ہیں۔ (حج:۷)

دلیل نمبر ۵......"افلا یعلم اذا بعثر مافی القبور (العادیات: ۹)" (کیا نہیں جانتا وہ جب قبروں کو کھڑا جائے گا)

فائدہ! قبروں میں یہی جسم ہیں انہی کو اللہ تعالیٰ بروز محشر اٹھائے گا اور اسی قبر میں رکھے ہوئے اجسام کے بارے میں کفار شک کرتے تھے کہ کیسے گلی سڑی ہوئی ہڈیوں کو اٹھائے گا؟ معلوم ہوا قبر یہی زمین والی ہے نہ کہ علیین اور سجین والی۔جیسے منکرین حیات کہتے ہیں۔

قارئین کرام! قرآن کریم میں اور بھی بہت ساری جگہوں پر قبر کا ذکر ہوا ہے۔وہاں بھی یہی زمین والی قبر مراد ہے۔

عقیدہ قبر احادیث کی روشنی میں

حدیث نمبر ا......"لعن الله الیهود والنصاریٰ، اتخذوا قبور انبیائهم مساجد لو لا ذاک ابرز قبره (بخاری ص ۱۸۶ ج ۱)" (اللہ تعالیٰ یہودیوں اور عسائیوں پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا دیا۔اسی خطرہ کے پیش نظر آپ ﷺ کی قبر اقدس و مطہر کو ظاہر نہیں کیا گیا)

فائدہ! معلوم ہوا کہ قبر یہی زمین والی تھی جس کو یہود و نصاریٰ نے سجدہ گاہ بنا دیا تھا نہ کہ علیین میں جاتے تھے سجدہ کرنے کے لئے۔جیسے منکرین حیات کا عقیدہ ہے کہ علیین میں قبر ہے۔

حدیث نمبر ۲......"مر النبی ﷺ بقبرین یعذبان (بخاری ص ۱۸۲ ج ۱)" (آپ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے جن کو عذاب ہو رہا تھا) معلوم ہوا قبر یہی ہے۔کیونکہ آپ ﷺ اسی پر گزر رہے تھے نہ کہ العیاذ باللہ سجین پر۔

حدیث نمبر ۳......"ان العبد اذا وضع فی قبره------ اتاه ملکان (بخاری ص ۱۸۳ ج ۱)" (جب بندہ کو اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے دفن کرنے والے ساتھی واپس لوٹتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آواز سن رہا ہوتا ہے۔اس کے پاس دو فرشتے منکر نکیر آجاتے ہیں)

حدیث نمبر ۴......"عن عمر بن حذام رضی اللہ عنہ قال رانی النبی ﷺ متکأ علی قبر فقال لا تؤذ صاحب هذا القبر (رواہ احمد مشکوٰۃ ص ۱۴۹)" (آپ ﷺ نے عمر بن حذام رضی اللہ عنہ کو کسی قبر پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ اس قبر والے کو تکلیف نہ دو)

فائدہ! معلوم ہوا کہ لفظ قبر اسی زمین والی قبر پر بولا جاتا ہے۔ کیونکہ حضرت عمر بن حذام رضی اللہ عنہ اسی قبر کے ساتھ ٹیک لگا کے بیٹھے ہوئے تھے۔ نہ کہ علیین یا سجین والی قبر پر ٹیک لگا کے بیٹھے تھے۔ جیسا کہ منکرین حیات کہتے ہیں کہ قبر ساتویں آسمان یا ساتویں زمین میں ہے۔ دوسری یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اس قبر میں رکھے ہوئے جسم کو حیات اور زندگی حاصل ہے۔ کیونکہ زندہ ہوگا تو تکلیف محسوس کرے گا۔ اگر پتھر یا لکڑی کی طرح ہوتا تو کبھی بھی آپ ﷺ یہ ارشاد نہ فرماتے کہ اس قبر والے کو تکلیف مت دو۔

حدیث نمبر ۵......"عن عائشه لمامات النجاشی کنانتحدث انه لا یزال یریٰ علیٰ قبره نور (ابو دائود ص ۳۴۹ ج ۱)" (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نجاشی (حبشہ کا بادشاہ) فوت ہوگیا تو ہمارے اندر یہ بات بیان کی جاتی تھی کہ نجاشی کی قبر پر نور دیکھا جاتا تھا)

فائدہ! معلوم ہوا کہ لفظ قبر اسی زمین والی قبر کے لئے ہی بولا جاتا ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی قبر پر نور دیکھتے تھے۔ نہ کہ علیین میں۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ قبر میں رکھے ہوئے جسم کو حیات برزخی حاصل ہے۔ ورنہ اگر حیات نہ ہوتی تو نور کیوں نظر آتا؟

حدیث نمبر ۶......"ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد لاجیبنه" آپ ﷺ نے ارشاد پاک فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میری قبر پر آئیں گے یا محمد کہہ کر پکاریں گے۔ میں اس کا ضرور جواب دوں گا۔ (مسند ابو یعلیٰ ص ۴۶۲ ج ۱۱)

فائدہ! معلوم ہوا کہ قبر کا لفظ اسی زمین والی قبر پر بولا جاتا ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی پر حاضری دیں گے نہ کہ آسمانوں پر۔ کیونکہ آسمان پر تو اب بھی موجود ہیں۔ اگر علیین قبر ہوتی تو آپ ﷺ یہ ارشاد نہ فرماتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے میری قبر پر۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آپ ﷺ کو حیات کاملہ حاصل ہے۔ کیونکہ جواب زندہ ہونے کی حالت ہی میں دے سکتے ہیں نہ کہ مردہ ہونے کی حالت میں۔ جیسے کہ منکرین حیات کہتے ہیں۔ تیسر بات یہ معلوم ہوئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب آسمانوں پر جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں اور قرب قیامت میں تشریف لائیں گے۔

حدیث نمبر ۷......"عن سفیان رضی اللہ عنہ التمار انه رای قبر النبی ﷺ مسنما (بخاری ص ۱۸۶ ج ۱)" حضرت سفیان رضی اللہ عنہ التمار نے آپ ﷺ کی قبر مبارک کو دیکھا کہ وہ اونٹ کی کوہان کی طرح (زمین سے کچھ بلند بنی ہوئی) تھی۔

حدیث نمبر ۸......"عن عمر رضی اللہ عنہ انه دخل المسجد فاذاهو بمعاذ بن جبل یبکی عند قبر رسول اللّٰه ﷺ (تفسیر ابن کثیر ص ۴۴۷ ج ۳)" (حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی قبر اطہر کے پاس بیٹھے رو رہے تھے)

فائدہ! معلوم ہوا کہ لفظ قبر اسی عرفی قبر پر بولا جاتا ہے اور یہی حقیقی قبر ہے۔ اس کے علاوہ بہت ساری بلکہ تمام وہ روایات اور تمام وہ دعائیں جن میں لفظ قبر کا ذکر ہے۔ اس قبر سے مراد یہی زمین والی قبر ہے نہ کہ کوئی اور۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے عرف عام میں بھی بچے سے لے کر بوڑھے تک تمام انسان اسی زمین والی جگہ کو جہاں

میت کو دفن کیا جاتا ہے قبر کہتے ہیں اور قبر میں رکھے ہوئے جسم کے لئے حیات اور روح کا تعلق بھی عرف عام میں مانتے ہیں دیکھو جب کسی کو کچھ احساس دلانہ ہو تو کہتے ہیں کہ بھائی! کیا قبر میں نہیں جانا؟ یعنی کچھ خیال کرو۔ ورنہ قبر میں سزا ملے گی۔ اسی طرح عرف عام میں یہ بات بھی سننے میں آتی ہے کہ ہر کسی نے اپنی اپنی قبر میں جانا ہے۔ یعنی جو کوئی غلط یا نامناسب حرکتیں کرتا ہے تو اس کو بد عا دیتے ہوئے یوں بھی الفاظ بولتے ہیں ''لگے تیری قبر کو آگ'' معلوم ہوتا ہے عرف عام میں یہ بات ثابت ہے کہ قبر میں عذاب وثواب محسوس ہوتا ہے اور خود منکرین حیات بھی بعض دفعہ اسی قبر کو قبر کہتے ہیں۔ اس بات پر زور لگاتے ہوئے کہ مردے نہیں سنتے۔ یہ آیتیں پڑھتے ہیں و ماانت بمسمع من فی القبور وغیرہ کہ آپ قبر والوں کو نہیں سنا سکتے۔ یہ دلیل دیتے ہوئے خود منکرین حیات یہی قبر مراد لیتے ہیں۔ اگر وہ قبر مراد لیں آسمانوں یا زمینوں والی تو پھر یہ مطلب ہوگا کہ روحیں بھی مردہ ہیں۔ کیونکہ اس آیت سے اصل مردہ ہونا منکرین حیات ثابت کرتے ہیں۔ اصولی بات یہ ہے کہ اگر اس آیت میں قبور سے مراد منکرین حیات یہی قبریں مراد لیتے ہیں اور واقعتاً یہی مراد لیتے ہیں۔ تو پھر تمام وہ آیات اور احادیث اور دعائیں اور عرف عام کو بھی مان لینا چاہئے کہ ان میں جو لفظ ''قبر'' آیا ہے۔ اس قبر سے مراد یہی زمین والی قبر ہے۔ اس کے بعد پھر یہ بھی مان لینا چاہیے کہ احادیث اور قرآن میں جو عذاب قبر کا ذکر ہے۔ وہ اسی قبر میں ہوتا ہے۔

کیا برزخ کے لفظ سے حقیقی قبر خارج ہوگئی؟

اعتراض...... جب آپ حضرات نے قرآن وحدیث سے یہ ثابت کر دیا کہ قبر سے مراد یہی عرفی اور زمینی قبر ہے اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ اسی قبر میں عذاب اور ثواب ہوتا ہے۔ بتعلق روح تو پھر جن لوگوں کو قبر نصیب نہیں ہوتی یعنی جو سمندر میں ڈوب گیا ملا ہی نہیں اسے مچھلیاں کھا گئیں۔ جنگل میں موت آ گئی۔ درندے پرندے کھا گئے۔ آگ میں جلا کر راکھ اڑا دی گئی۔ یعنی جن لوگوں کو قبر میں دفن کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ کیا ان کو عذاب وثواب اور ان سے سوال وجواب نہیں ہوتا؟

جواب...... سمجھنے سے پہلے آپ حضرات برزخ کا مفہوم اور معنی سمجھیں۔ انشاء اللہ! جواب خود بخود آ جائے گا۔ برزخ کا لغوی معنی ہے رکاوٹ، آڑ، پردہ اور برزخ کا لفظ قرآن میں بھی آیا ہے'' ومن ورائھم برزخ الیٰ یوم یبعثون (مئومنون: ۱۰۰)'' اور لفظ برزخ اصطلاح اور عرف عام میں اس وقت پر بولا جاتا ہے۔ جو وقت موت سے لے کر اٹھائے جانے والے دن تک کا ہے۔ برزخ یہ ظرف زمان ہے۔ دوسری بات یہ سمجھو کہ قبر اور برزخ میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے۔ یعنی جو شخص قبر میں ہوگا۔ وہ برزخ میں بھی لازمی ہوگا۔ کیونکہ ''قبر'' ایک جگہ کا نام ہے اور برزخ ایک وقت کا نام ہے۔ لہٰذا قبر والا شخص برزخ والے وقت میں لازمی ہوگا۔ جیسے دنیا میں رہنے والا شخص رات یا دن والے وقت میں رہتا ہے۔ اسی طرح قبر میں رہنے والا شخص برزخ والے وقت میں رہتا ہے اور جو شخص برزخ والے وقت میں ہو اس کے لئے ضروری نہیں کہ وہ عرفی قبر والی جگہ میں ہو بلکہ عرفی اور حقیقی قبر کے علاوہ وہ کسی اور جگہ بھی ہو سکتا ہے۔ جیسے سمندر میں، کسی درندے کے پیٹ میں، یا جہاں کہیں بھی ذرات کی شکل میں ہو۔ وہ برزخ والے وقت میں ہے۔ وہی جگہ اس کی مجازاً قبر کہلائے گی۔ اب اگر اس عرفی اور زمین والی قبر میں ہو یا نہ ہو۔ بہر حال جہاں ہوگا وہی جگہ اس کے لئے مجازاً قبر ہوگی۔ اب یہ شخص بھی برزخ اور قبر والی جگہ میں ہے۔ اب اگر صرف یہ کہہ دیا جائے کہ عذاب اور ثواب کا تعلق صرف قبر سے ہے اور قبر سے مراد حقیقی اور مجازی دونوں قبریں ہیں تو بالکل صحیح

ہے۔ کوئی حرج نہیں اور اگر صرف یہ کہہ دیا جائے کہ عذاب اور ثواب کا تعلق عالم برزخ کے ساتھ ہے۔ یعنی برزخ والا جہان اور برزخ والے وقت میں عذاب اور ثواب ہوتا ہے۔ مردہ جہاں کہیں ہو تو بھی حرج نہیں بالکل صحیح ہے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ قبر کے عذاب سے مراد برزخ کا عذاب ہے اور برزخ کے عذاب سے مراد قبر کا عذاب ہے۔

دوسرا اعتراض...... یہ بھی ہوتا ہے کہ احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ مردے کے جسم میں روح لوٹائی جاتی ہے یا روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے تو فرشتے اس کو بیٹھا کر سوال کرتے ہیں اور وہ جواب دیتا ہے۔ اب اعتراض یہ ہی کہ جسکا جسم ہی نہیں ریزہ ریزہ ہو گیا ہے۔ پرندے درندے کھا گئے ہیں۔ اس کے جسم میں تو روح کے لوٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور روح کا تعلق بھی جسم کے ساتھ ہوتا ہے۔ اب وہ جسم نہیں لہٰذا اس جسم کے ساتھ روح کا تعلق ختم ہو گیا ہے جب تعلق ختم تو عذاب وثواب بھی ختم۔

جواب...... جسم اگرچہ ریزہ ریزہ اور ذرات کی شکل میں تبدیل ہو گیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت اور علم سے باہر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ اس کے ذرات کہاں کہاں بکھرے ہوئے ہیں۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پرندوں کا قیمہ قیمہ کر کے مختلف جگہوں پر رکھ دیا۔ پھر آواز دی تو ہر ایک پرندے کا جو جز جہاں تھا وہیں سے ایک جگہ جمع ہو گیا اور پورا پرندہ بن گیا۔ اسی طرح (بخاری ص ۴۹۵ ج ۱۱ اور ابن حبان ص ۴۲۱ ج ۲، فتح الباری ص ۴۹۷ ج ۶ میں) یہ واقعہ بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا بڑی صراحت اور بسط وتفصیل کے ساتھ لکھا ہے: ایک شخص بنی اسرائیل میں بہت گنہگار تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ وہ کفن چور تھا۔ جب مرنے کے قریب ہوا تو اسے احساس ہوا کہ ساری زندگی گناہ کئے ہیں۔ نیکی کوئی نہیں کی۔ اپنے بیٹوں کو بلایا اور ایک بات پوچھی کہ میں تمہارا کیسا باپ تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ بہت اچھا تو ہمارا باپ ہے تو اس نے کہا پھر تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں کہ جب میں مر جاؤں مجھے آگ میں جلا دینا۔ میری ہڈیوں کو پیس کر بالکل باریک ذرات بنا لینا۔ پھر کسی آندھی کا انتظار کرنا۔ جب آندھی وغیرہ چلے تو آدھی میری راکھ ہوا میں اڑا دینا اور باقی آدھی سمندر میں بہا دینا۔ بیٹوں نے پوچھا ابا جان! ایسے کیوں وصیت کر رہے ہو؟ تو کہنے لگا کہ بہت گنہگار رہوں۔ اگر اللہ نے مجھے اٹھا لیا تو ایسا عذاب دیگا کہ (لا یعذبہ احدا من العالمین) کہ "سارے جہانوں میں سے کسی کو ایسا عذاب نہیں دے گا۔ بیچارہ کم علم رکھتا تھا۔ اپنے علم کے مطابق بات کی۔ اللہ کی قدرت کے احاطہ کو نہیں سمجھتا تھا کہ اللہ ان ذرات کو بھی اکٹھا کرنے پر قادر ہے تو بیٹوں نے اپنے باپ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے اس کی موت کے بعد اسے جلایا۔ ہڈیاں پیسیں اور آدھی راکھ ہوا میں اڑ دی اور آدھی سمندر میں بہا دی۔ اب اللہ تعالیٰ نے ہوا کو اور سمندر کو حکم دیا کہ اس کے ذرات جمع کر دو۔ جب جمع ہو گئے دوبارہ بن گیا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے کھڑا کر کے پوچھا؟ ایسے کیوں کیا تھا؟ اس نے کہا کہ یا اللہ! آپ سے ڈر گیا تھا۔ آپ کے عذاب سے ڈر گیا تھا کہ آپ مجھے کہیں سزا نہ دیدیں تو اللہ تعالیٰ کو اس پر ترس آ گیا۔ رحم کرتے ہوئے اس کو معاف فرما دیا۔ اس سارے واقعہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان جسموں کے ریزوں کو جمع کرنے پر قادر ہے۔ ہوسکتا ہے جمع کر کے جسم بنا کے ان سے سوال فرشتے کرتے ہوں۔ عین ممکن ہے بعید از قیاس نہیں۔ پھر دوبارہ جسم کو ریزہ ریزہ کر کے جس صورت میں سے تھا ویسے کر دیا جائے اور روح کا تعلق ذرات سے ہو جائے تو یہ کونسی عجیب بات ہے جو عقل کے خلاف ہو۔

جواب...... "برزخ کا وقت سب جگہوں کو شامل ہے چاہے وہ قبر والی جگہ ہو یا علیین اور سجین والی جگہ ہو۔ جو

روحوں کے لئے اصل ٹھکانہ ہے تو ان لوگوں کے لئے جن کے جسم ریزہ ریزہ ہو گئے ہیں۔ ان کے لئے اگر یہ کہہ دیا جائے کہ مقام علیین اور سجین ہی ان کی راحت اور عذاب کا محل ہے۔ سوال قبر والی روح سے ہوا اور روح کا تعلق جسم سے ہو تو گویا سوال و جواب روح مع الجسد سے ہوا۔ اگرچہ جسم کے ذرات بہت ساری جگہوں پر بکھرے پڑے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو قدرت کاملہ ہے کہ ان ذرات کے ساتھ روح کا تعلق قائم کر کے ان کے اندر احساس اور شعور پیدا کر دے اور یہی ذرات روح کے تعلق کی وجہ سے عذاب اور ثواب محسوس کرتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ میت قبر کی تنگی اور پسلیوں کے آپس گھسنے کو محسوس کرتی ہے۔ اگرچہ وہ درندوں اور پرندوں کے پیٹ میں ہو یا اس کو جلا کر بکھیر دیا جائے میت کا ہر ذرہ تکلیف محسوس کرتا ہے۔ اگرچہ اس کے ذرات متفرق ہوں۔ (مختصر تذکرہ قرطبی ص ۶۳ طبع مصر تسکین الصدور ص ۹۲) اسی طرح حافظ ابن القیم الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ جاننا مناسب ہے کہ عذاب قبر عذاب برزخ ہی کو کہتے ہیں ہر ایسا شخص جو عذاب کا مستحق ہے جب مر جاتا ہے تو اس کو اس کے عذاب کا حصہ پہنچ ہی جاتا ہے۔ قبر میں دفن کیا گیا ہو یا نہ ہو۔ اگر اس کو درندے کھا گئے ہوں یا جلا دیا گیا ہو۔ حتیٰ کہ اس کی راکھ ہوا میں اڑا دی گئی ہو یا سولی پر لٹکا دیا گیا ہو۔ یا دریا میں بہا دیا گیا ہو۔ بہر کیف اس کی روح اور بدن دونوں کو وہ عذاب حاصل ہوگا۔ جو قبر میں دفن ہونے والے کو ہوتا ہے۔ (کتاب الروح ص ۷۱) اسی طرح امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ قاضی محمد ابوبکر بن الطیب فرماتے ہیں کہ جو شخص دفن نہ کیا گیا ہو اور ہو زمین کی سطح پر تو اس سے بھی سوال و جواب ہوتا ہے اور قبر کی طرح اس پر فضا کو تنگ کیا جاتا ہے۔ جس شخص کے دل میں ایمان داخل ہو چکا ہے۔ وہ ان میں سے کسی چیز کو اوپرا نہیں سمجھتا اور اسی طرح جس کے اجزاء متفرق ہو گئے ہوں۔ اللہ تعالیٰ بعض یا کل اجزاء میں حیات پیدا کر دیتا ہے اور پھر سوال متوجہ ہوتا ہے۔ (شرح الصدور ص ۵۹ طبع مصر)

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

قبر اسی گڑھے کو کہتے ہیں۔ دیکھئے آپ ﷺ نے قبروں پر جانے والی عورتوں اور قبروں پر عبادت گاہیں بنانے والے مردوں اور چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ اب یہ عورتیں جن پر آپ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔ بتائیں کہ علیین اور سجین میں زیارت کے لئے گئی تھیں؟ یا دنیا کے قبرستان میں؟ اور مردوں سے مراد کیا وہ مرد ہیں؟ جو علیین میں جا کر دیئے جلاتے تھے؟ یا وہ مرد ہیں جو دنیا میں قبروں پر دیئے جلاتے ہیں؟ معلوم ہوا احادیث میں قبر سے مراد وہی قبر ہے۔ جن پر عورتیں جاتی ہیں۔ لوگ عبادت گاہیں بناتے ہیں اور دیئے جلاتے ہیں اور وہ دنیا والی قبر ہے۔ قرآن و حدیث میں اسی کو قبر کہتے ہیں جس کو قائلین حیات و سماع حضرات علماء دیوبند کہتے ہیں۔ منکرین حیات کی قبر کا ذکر نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں ہے (کیونکہ علیین و سجین کو کسی نے قبر نہیں کہا) جب ان کی قبر ہی نہیں تو میں یہی دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ جو لوگ اس قبر کو قبر نہیں مانتے ان کو یہ قبر کبھی نصیب نہ کرنا۔ لیکن یہاں آمین صرف قائلین حیات و سماع حضرات کہیں گے منکرین حیات و سماع کبھی بھی اس دعا پر آمین نہیں کہیں گے۔ انشاء اللہ! بلکہ بجائے آمین کہنے کے قائلین حیات و سماع کو کہتے ہیں کہ تم ہمارے لئے بددعا کرتے ہو۔ بھائی! بددعا کونسی؟ تیری قبر تو یہ ہے ہی نہیں (اور ہم اسی کے لئے بددعا کر رہے ہیں۔ غصہ کس چیز کا؟ یا غصہ نہ کر یا قبر کو شرعی قبر مان لے) تو اب دیکھئے کہ قبر کے مسئلہ میں صاف طور پر قرآن کے منکر ہو گئے۔ اب آخری بات منکرین حیات کی کیا

ہوتی ہے؟ جی جن کو قبر نہیں ملی ان کو کیسے عذاب ہوگا؟ ہم کہتے ہیں جتنی بات طے ہوگئی اتنی تو لکھ دو کہ جن کو قبر ملی ہے۔ ان کو عذاب وثواب ہو رہا ہے۔ اب رہی اگلی بات کہ کس کو نہیں ملی؟ ہمیں تو کوئی نظر نہیں آتا جس کو قبر نہ ملی ہو ہر شخص کو قبر ملتی ہے۔ جلدی ملے یا دیر سے ملے کہتے ہیں کہ جیسے شیر کھا گیا؟ شیر کھا کر عرش پر تو نہیں چڑھ گیا۔ وہ بھی تو مر کر مٹی میں ہی جائے گا جن کو شیر کھا گئے (اور درندے پرندے کھائے گئے) آخر مر کر وہ بھی یہیں مٹی میں جائیں گے تو دیکھو چونکہ عذاب وثواب کا اکثر حصہ ہر شخص کو اسی زمین میں ہو رہا ہے۔ اسی وجہ سے عذاب وثواب کا نام عذاب قبر رکھ دیا کہ اس کا اکثر حصہ اسی قبر میں ہوتا ہے۔ ورنہ عذاب وثواب تو اسی وقت شروع ہو جاتا ہے۔ قبر میں رکھنے کی بھی دیر نہیں ہوتی۔ آخر سارے مر کر پھر اسی زمین میں چلے جاتے ہیں اور آخر قرآن پاک نے یہاں بتا دیا ہے کہ قبروں سے اٹھائیں جائیں گے'' وان اللّٰہ یبعث من فی القبور... ومنھا نخرجکم تارۃ اخری '' وضاحت کر دی کہ اسی زمین سے سارے اٹھائیں جائیں گے۔ (تسکین الاذکیا ص ۱۰۷)

عقیدۂ اعادۂ روح...... گیارواں اختلاف

اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کا عقیدہ

علماء دیوبند کا عقیدہ ونظریہ اعادۂ روح کے بارے میں یہ ہے کہ جب میت کو زمین والی قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کی روح اس کے جسم کی طرف لوٹا دی جاتی ہے یا اس کی روح کا جسم عنصری کے ساتھ اتنا تعلق قائم کر دیا جاتا ہے کہ فرشتے اس میت سے سوال وجواب کر سکیں۔ اسی زمین والی قبر میں فرشتے منکر نکیر سوال کرتے ہیں۔ سوال وجواب کے بعد روح کا جسم عنصری کے ساتھ یا جسم عنصری کے اصل اجزاء کے ساتھ اتنا تعلق قائم رہتا ہے کہ میت راحت وآرام، عذاب وتکلیف، دکھ وسکھ کو محسوس کرتا ہے اور روح پر وارد ہونے والے تمام حالات میں جسم عنصری برابر شریک رہتا ہے۔ گویا عالم برزخ وقبر کی ساری کاروائی روح اور جسد عنصری دونوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ چاہے میت کا جسم عنصری محفوظ رہے یا اس کو درندے وغیرہ کھا جائیں یا بالکل ریزہ ریزہ ہو جائے۔ اس کے جسم عنصری کے اجزاء جہاں اور جس حالت میں ہوں گے۔ اسی جگہ پر اس کے اجزاء کے ساتھ روح کا تعلق ہوگا اور دونوں عذاب وثواب میں شریک ہوں گے۔ یہ نظریہ اور عقیدہ عین کتاب وسنت کے مطابق ہے اور ہمیشہ سے یہی اہل حق کا عقیدہ ونظریہ رہا ہے اور یہی عقیدہ اجماعی عقیدہ ہے اور اسی عقیدہ پر سلف صالحین کا اتفاق نقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ (قبر کی زندگی مئولف مولانا نور محمد تونسوی ص ۱۳۴)

منکرین حیات کا عقیدہ

منکرین حیات وسماع کا عقیدہ ونظریہ روح کے اعادہ کے بارے میں یہ ہے کہ جب دھڑ (یعنی میت) کو گڑھے (یعنی قبر) میں ڈال دیا جاتا ہے۔ تو اس کی روح اس کے جسم کی طرف بالکل نہیں لوٹائی جاتی اور نہ ہی کسی قسم کا جسم عنصری کے ساتھ اس روح کا تعلق ہوتا ہے۔ عذاب وثواب کی ساری مکمل کاروائی صرف اور صرف روح کے ساتھ علیین وسجین میں ہوتی ہے۔ جسم مثالی کے ذریعے اور جو لوگ اعادۂ روح کے قائل ہیں۔ وہ منکرین حیات وسماع کے نزدیک معاذ اللّٰہ! قرآن وسنت سے جاہل وناواقف ہیں اور نصوص کا انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کی عبارات سے ان کا عقیدہ ملاحظہ فرمائیں

منکرین حیات کا عقیدہ ان کی عبارات سے

۱...... تعلق روح اور اعادہ روح کے قائلین قرآن وسنت اور مذہب اہل سنت سے جاہل وناواقف ہیں۔ (المسلک المنصور ص ۲۲)

۲...... اعادۂ روح کی احادیث قرآن وحدیث اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف ہیں۔ (عقائد علماء اسلام ص ۵۲۳)

۳...... حیات وروح کا تعلق بدن کے ساتھ اس گڑھے میں نہ قرآن سے ثابت ہے نہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ (الصواعق المرسلہ ص ۲۷۲)

۴...... اعادۂ روح کی احادیث مردود عقیدہ ثابت کرتی ہیں۔ (الصواعق المرسلہ ص ۲۵۸)

۵...... اعادۂ روح کتاب وسنت کے نصوص صریحہ اور مسلک جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ومردود ہے۔ (اقامۃ البرہان ص ۱۶۱)

۶...... جو بغیر تعلق کے اکیلی روح کے لئے عذاب کے قائل نہیں ہیں۔ وہ معتزلہ ہیں۔ (رد منکرات حیات الاموات مولوی حسین نیلوی ص ۲۲)

۷...... اعادۂ روح (کا عقیدہ) قرآن کے مخالف ہے۔ (البرہان الجلی ص ۱۷۳)

۸...... تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ روح کا جسد عنصری کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ (البرہان الجلی ص ۱۸۱)

۹...... اعادۂ روح قبر میں نہیں ہوتا۔ (الارشاد المفید ص ۱۶)

۱۰...... اعادۂ روح کی احادیث صحیح نہیں۔ (سیف الاورکزی محمد جمیل ص ۱۶۷)

منکرین حیات کی عبارات کا خلاصہ

ان دس اقوال میں نام نہاد اہل سنت توحید کا لبادہ اوڑھنے والے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جو آدمی اس بات کا قائل ہے کہ قبر میں روح لوٹا دی جاتی ہے یا روح کا تعلق قائم کر دیا جاتا ہے۔ وہ آدمی قرآن وسنت اور مذہب اہل سنت سے جاہل اور ناواقف ہے۔ (معاذ اللہ) اس کا یہ عقیدہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے عقیدہ کے خلاف ہے اور مسلک جمہور کے بھی خلاف ہے۔ لہٰذا مردود اور باطل ہے اور جو یہ عقیدہ رکھے گا اعادۂ روح والا وہ معتزلی ہے اور جس حدیث میں اعادۂ روح کو بیان کیا گیا ہے۔ وہ حدیث مردود ہے گویا اعادۂ روح کا عقیدہ رکھنے والا ان حضرات کے نزدیک معتزلی جاہل ہے اور شریعت سے ناواقف ہے۔ قرآن وحدیث کے خلاف چلنے والا ہے۔ جب کہ خود ان منکرین حیات کے بڑے علماء حضرات نے اس بات کی تصریح کی ہے اور وضاحت کی ہے کہ روح کا جسم عنصری کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ گویا ان کا فتویٰ پہلے اپنے مقتداؤں اور اماموں پر معتزلہ اور جاہل اور شریعت سے ناواقف ہونے کا لگے گا۔ پھر بعد میں کسی اور کا نمبر لگے گا۔ اگر اس پر غور کیا جائے کہ جس کے اپنے مقتداء اور علماء معتزلہ، جاہل وناواقف ہوں اس کے اپنے فتوؤں کے مطابق تو وہ خود کتنا بڑا جاہل اور معتزلی اور شریعت سے ناواقف ہوگا۔

منکرین حیات کے اکابرین کا عقیدہ

۱...... ارواح طیبہ کا ابدان مبارکہ سے تعلق ہم تسلیم کرتے ہیں۔ اجسام کو عذاب ہے۔ (مسالک العلماء ص ۲۴۸)

۲...... روح کا جسد سے تعلق اور رابطہ ہے۔ (تحفہ ابی نعمان ۷۶)

۳...... روح کا بدن کے ذرات سے تعلق ہے۔ (تحفہ ابی نعمان ص ۵۵)

۴...... جسم روح کے تابع ہوتا ہے۔ (ایضا ۴۹۴)

۵...... مولانا غلام اللہ خان مسئلہ اعادۂ روح کے متعلق تعلق وعدم تعلق پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس پر خاموشی وسکوت احوط ہے۔ (یعنی خاموشی میں زیادہ احتیاط ہے) (جواہر القرآن ص ۱۹۴)

فائدہ! سکوت احوط کو کہنا دلیل ہے اس بات کی کہ یہ عقیدہ قرآن وحدیث کے بالکل مخالف نہیں اور نہ ہی کسی قرآن کی آیت کا انکار لازم آتا ہے۔ نہ ہی صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف کچھ لازم آتا ہے۔ ورنہ اتنے بڑے شیخ القرآن اس بارے میں کبھی خاموشی اختیار نہ کرتے فوراً کہہ دیتے کہ یہ عقیدہ قرآن کی فلاں آیت کے خلاف ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال کے خلاف ہے۔ احادیث کے خلاف ہے۔ ان کا خاموشی اختیار کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اعادۂ روح کا عقیدہ کسی کے خلاف نہیں۔ سوائے منکرین حیات وسماع کے جو کہ فتوئے کے مطابق معتزلی ہیں۔

۶...... سید عنایت اللہ شاہ گجراتی اور مولانا غلام اللہ خان کے پیرومرشد حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ منکر نکیر میت کے پاس آتے ہیں تو اس میت میں روح ڈال دی جاتی ہے۔ (تحریرات حدیث ص ۱۵۷ از مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ)

فائدہ! قارئین کرام من وعن عبارات منکرین حیات کے بڑے علماء کی کتابوں سے نقل کی گئی ہیں جن سے سورج سے بھی زیادہ وضاحت ہے۔ اس بات کی کہ روح کا جسم سے تعلق ہے اور جسم میں روح لوٹا دی جاتی ہے۔ جب انسان بغیر علم کے فتوے لگاتا ہے جگہ جگہ ذلت ورسوائی بھی اسے اٹھانی پڑتی ہے۔ اپنے اور پرائے بھی اس پر لعن وطعن کرتے ہیں اور تاقیامت یہ سلسلہ پھر جاری وساری رہتا ہے۔ اب جن لوگوں نے عقیدہ اعادۂ روح رکھنے والوں کے بارے میں معتزلی یا جاہل، شریعت سے ناواقف ہونے کے فتوئے لگائے ہیں۔ یہ بات کہی ہے کہ یہ عقیدہ نصوص قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ ان سے اگر پوچھ لیا جائے کہ یہ عقیدہ کس آیت کے خلاف ہے؟ کس حدیث کے خلاف ہے؟ اگر خلاف تھا تو فتویٰ لگاتے ہوئے آپ نے قرآن وحدیث کی عبارات کیوں نہیں نقل کیں؟ تو اس کا جواب ان کے پاس نہ ہے نہ ہی قیامت تک ملے گا۔ ہاں! زیادہ سے زیادہ پھر وہ احادیث سنائیں گے جن سے یہ ثابت ہوگا کہ روح زندہ ہے، جنت میں ہے۔ جسم عنصری سے نکل گئی ہے اور پھر اس سے صرف خود استدلال کریں گے کہ جب روح جنت یا جہنم میں ہے تو پھر کیسے آسکتی ہے؟ کیسے لوٹ سکتی ہے؟ کیسے تعلق ہوسکتا ہے؟ اپنا غلط استدلال کریں گے۔ کسی کا کوئی قول تک تسلیم نہیں کریں گے اور اپنے غلط عقیدے پر کوئی معتبر قول کسی امام کا پیش نہیں کریں گے کہ کسی نے اس طرح استدلال کیا ہے؟ جس طرح یہ کرتے ہیں جب کسی کا قول تک ان کے پاس نہیں تو عقلی دلیل پر صرف یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ ان کی عقل ہی صرف ان کا ساتھ دیتی ہے باقی کسی کے عقل میں یہ بات نہیں آتی کہ ساری زندگی گناہ کریں جسم وروح دونوں اور عذاب ہو صرف روح کو یہ انصاف اور عقل کے بھی خلاف ہے۔

عقیدہ رکھنے کے لئے نصوص قطعیہ یا حدیث متواتر کا ہونا ضروری ہے

قارئین! چند باتیں ذہن نشین کرلیں۔ تاکہ آنے والے دلائل سے آپ حضرات بخوبی اندازہ لگاسکیں کہ کس کا عقیدہ قرآن وحدیث کے مطابق ہے؟ اور کس کا نہیں؟

۱...... پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی چیز کو ثابت کرنے کے لئے یا اس کی نفی کرنے کے لئے جو عقیدہ رکھا جاتا ہے۔ اس کے لئے نصوص قطعیہ یا حدیث متواتر کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اگر نصوص قطعیہ یا احادیث متواترہ نہیں ہیں تو پھر اس عقیدہ کے لئے امت کا اجماع ضروری ہے۔ کیونکہ اجماع بھی نصوص قطعیہ یا احادیث صحیحہ سے مستنبط شدہ مسائل پر ہوتا ہے۔ یعنی آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کے اشاروں سے ایک بات کا یقین ہوجاتا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین اس پر اجماع منعقد کردیتے ہیں اور سب کا متفقہ وہ فیصلہ ہوجاتا ہے جس کو ماننا ایسے ضروری ہوتا ہے۔ جیسے آیت قرآنی یا خبر متواتر کا ماننا ضروری ہوتا ہے۔ اس پر کسی معترض کے اعتراض کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ (ماہنامہ بینات صفر ۱۴۲۵ھ)

۲...... دوسری بات یہ ہے کہ جب کوئی انسان کسی چیز کے بارے میں کوئی عقیدہ رکھتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اب وہ اپنے عقیدے کے خلاف کسی قسم کی کوئی بات نہ لکھے نہ کہے۔ اگر اسنے بیان کردہ عقیدے کے خلاف کوئی بات لکھ دی یا کہہ دی تو اس نے جو عقیدہ رکھا ہے اس عقیدہ کا کوئی اعتبار نہ ہوگا (اس کی دلیل آیا چاہتی ہے) کیونکہ جب وہ اپنے عقیدے کے خلاف عمل کررہا ہے تو یہی سمجھا جائے گا کہ اس کا پہلے والا عقیدہ ختم ہوچکا ہے۔ اب کوئی نیا عقیدہ بنایا ہوا ہے۔

۳...... تیسری بات یہ ہے کہ اس انسان نے جو عقیدہ رکھا ہے اور اس عقیدے میں جن کو یہ اپنا امام مانتا ہے کہ جو عقیدہ فلاں صاحب کا ہوگا وہی میرا ہوگا۔ مثلاً منکرین حیات اپنے عقیدے کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ عقیدے میں ہم سید عنایت اللہ شاہ گجراتی، یا مولانا غلام اللہ خان، یا مولانا شمس الدین، یا مولانا حسین سجاد بخاری، یا مولانا منور حسین صدیقی، ان حضرات کو اپنا پیشوا مانتے ہیں۔ ان کو بھی مانتے ہیں اور ہم دیوبندی بھی کہلاتے ہیں تو دیوبند کے بڑے حضرات کو بھی اپنا پیشوا اور امام مانتے ہیں۔ جب انسان اپنا پیشوا اور امام عقیدے کے بارے میں متعین کرلیتا ہے تو پھر یہ بات بھی ضروری ہوتی ہے کہ اس آدمی نے جو عقیدہ رکھا ہے۔ اس کے عقیدہ کے خلاف اس کے اماموں نے بھی نہ عقیدہ رکھا ہو۔ نہ کوئی بات ایسی لکھی ہو جو مقتدی کے عقیدہ کے خلاف ہو اور نہ ہی اس امام نے عقیدہ کے بارے میں سکوت اختیار کیا ہو۔ اگر یہ چیزیں پائی گئیں یعنی آدمی کے مقتداء آدمی کے عقیدہ کے خلاف چلتے ہیں تو اس آدمی کے عقیدہ کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ کیونکہ جب اس کے عقیدے کے خلاف خود اس کے امام چل رہے ہیں تو اس کا عقیدہ اب کس سے ثابت کریں گے؟ اس لئے اب اس کے عقیدے کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

۴...... چوتھی اصولی بات یہ ہے کہ غلط اور فاسد استدلال کے ذریعہ سے عقیدہ نہیں بنایا جاسکتا جو بنائے گا اس کا عقیدہ فاسد تو ہوسکتا ہے صحیح بالکل نہیں ہوسکتا اور فاسد عقیدہ اللہ کے ہاں بالکل مقبول نہیں۔ ورنہ قرآن پاک میں کفار کے اعمال کی تردید نہ ہوتی ان کے اعمال کا مردود و نامقبول ہونا غلط اور فاسد عقیدہ کی وجہ سے ہے۔

۵...... آدمی نے جو عقیدہ رکھا ہے اس عقیدہ کے مطابق جتنے لوگ پائے جاتے ہوں سب کا ایک جیسا عقیدہ ہو۔ اگر ان کا آپس میں اختلاف پایا گیا کہ کچھ لوگ اپنے عقیدے کی وضاحت اور انداز میں کرتے ہیں اور کچھ اور انداز میں کرتے ہیں جو پہلے والے اندازے کے بالکل خلاف ہے تو اس عقیدے کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

۶...... جس آدمی نے جو عقیدہ رکھا ہے اس عقیدے کا حکم اس جیسے عقیدے رکھنے والے سب حضرات کے نزدیک ایک ہو یعنی سب اس جیسے عقیدے رکھنے والوں کا فیصلہ متفق ہو کہ جو آدمی یہ عقیدہ نہیں رکھے گا۔ اس کا یہ حکم ہے کہ مثلاً وہ اہل سنت سے خارج ہے یا نہیں؟ اگر آپس میں حکم کا اختلاف بھی پایا گیا تو اس عقیدے کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

۷...... جس آدمی نے جو عقیدہ رکھا ہے اس کو اس پر کامل یقین ہو کہ میں نے جو عقیدہ رکھا ہے بالکل ٹھیک ہے۔ سو فیصد کسی قسم کا اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اگر شک پایا جاتا ہے تو اس عقیدے کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔

۸...... جس آدمی نے جو عقیدہ رکھا ہے اس عقیدہ کا برملا اظہار بھی کرے تاکہ سب لوگوں کو پتہ ہو کہ یہ آدمی اس عقیدے کا مالک ہے۔ ورنہ مداھن سمجھا جائے گا اور اپنے عقیدے کو امن کا سبق سمجھے کہ صرف اسی عقیدے کی صورت میں دنیا میں امن ہو سکتا ہے۔ امت مسلمہ میں اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں۔ اگر اپنے عقیدے کو چھپاتا ہے کھل کر اظہار نہیں کرتا اپنا عقیدہ لکھتے ہوئے ڈر محسوس کرتا ہے یا بالکل لکھنے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتا بلکہ الٹا یہ کہتا ہے کہ اگر میں لکھ کر دے دوں تو فتنہ فساد پھیل جائے گا تو اس عقیدے کا بھی بالکل اعتبار نہیں۔ بلکہ ایسے شخص سے اجتناب لازمی ہے۔ ایسے ہے۔

۹...... جس آدمی نے جو عقیدہ رکھا ہے اس عقیدے کو ثواب سمجھ کر تبلیغ کرے اگر تبلیغ کرتے ہوئے اسے ایک فیصد بھی خوف محسوس ہوتا ہے تو اس عقیدے کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

۱۰...... جس آدمی نے جو عقیدہ رکھا ہے جب اس عقیدے کے متعلق کوئی بات چیت ہو کسی کے ساتھ تو اپنے عقیدے پر ڈٹ جائے۔ پکا ہو جائے۔ یہ کہہ کر جان نہ چھڑائے کہ اس میں تو علماء کا اختلاف ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اختلاف چلا آ رہا ہے۔ چھوڑو اس بات کو۔ اس قسم کی کوئی بات نہ کرے بلکہ اپنے عقیدے کو ثابت کرنے کے لئے قوی اور مضبوط دلائل دے۔ اگر اس قسم کی کوئی بات کرتا ہے تو اس عقیدے کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

۱۱...... جس آدمی نے جو عقیدہ رکھا ہے اور اس پر جو دلائل رکھتا ہے۔ ان دلائل میں کسی قسم کی کوئی تاویل نہ کرے۔ اگر تاویل کرتا ہے تو پھر شرط یہ ہے کہ تاویل متفق علیہ ہو سلف صالحین سے ہی تاویل منقول ہوتی چلی آ رہی ہو۔ اگر اپنی طرف سے تاویل کرتا ہے اور اپنا معنی و مطلب بیان کرتا ہے اور اس کا بیان کردہ معنی و مطلب پہلے کسی کتاب میں نہیں پایا جاتا علماء کی کتابوں میں سے تو اس عقیدے کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

۱۲...... جس آدمی نے جو عقیدہ رکھا ہے جمہور علماء اسلام نے اس کے عقیدے کی تائید بھی کی ہو یا وہ عقیدہ جمہور علماء امت و امت مسلمہ کے عقیدے کے مطابق ہو۔ اگر اس کے عقیدے کی صحیح العقیدہ علماء مخالفت کرتے ہیں اور اس کے عقیدے کو غلط بتلاتے ہیں تو اس عقیدے کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

۱۳...... جس آدمی نے جو عقیدہ رکھا ہے اس عقیدے میں اپنے اکابرین پر مکمل اعتماد رکھے کہ ان کا عقیدہ یہی تھا اور بالکل انہوں نے جو لکھا ہے صحیح اور ٹھیک لکھا ہے۔ اگر کہیں ایسا ہوا کہ کسی مخالف نے اسے اپنے کسی اکابر کی کوئی ایسی عبارت یا بات دکھائی جو اس کے عقیدے کے بالکل خلاف ہے اور اس نے بجائے اس کے کہ وہ اس عبارت کی تحقیق کرتا۔ یا اس کی کوئی ایسی تاویل کرتا۔ جو بالکل ٹھیک اور اس کے عقیدے کے مطابق آ جاتی یا یوں کہتا کہ یہ بات میرے اکابرین کی لکھی ہوئی نہیں۔ لوگوں نے اپنی طرف سے لکھ کر اسے میرے اکابرین کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ ان میں سے کوئی بات نہیں کہتا کیونکہ کچھ ہو نہیں سکتا بلکہ اسے یقین ہے کہ میرے اکابر نے ایسے لکھ دیا ہوگا۔ اب کوئی جواب دینے کے بجائے الٹا اپنے اکابر کو ہی برا بھلا کہنا شروع کر دیتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اس نے واقعی غلطی کی ہے۔ میں اس عقیدے میں اس کی تصدیق نہیں کرتا تو اسنے جو باقی عقیدے رکھے ہوئے ہیں۔ ان کا بھی کسی قسم کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ کیونکہ جب ایک عقیدے میں احتمال پایا گیا غلطی کا اکابرین کی طرف سے تو باقی خود بخود مشکوک ہو گئے۔ اسے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان عقائد میں اپنے اکابرین پر مکمل اعتماد اور یقین رکھے، ایسا نہ ہو کہ کوئی بات مان لے اور کوئی جھٹلا دے۔

۱۴...... جو عقیدے رکھے ہوئے ہیں اس پر انسان کو ایسا یقین اور اعتماد ہو کہ اس کے علاوہ لوگوں نے جو عقیدے رکھے ہوئے ہیں۔ ان سب کو غلطی پر سمجھے اور یہ سمجھے کہ میرے عقیدے بالکل ٹھیک ہیں اور انہی پر ثواب مرتب ہوگا۔ میرے عقائد کے علاوہ دوسرے جتنے عقائد والے لوگ ہیں۔ وہ سب غلط ہیں اور ان کو ان عقائد پر گناہ کبیرہ ہوتا ہے۔ ایسا یقین ہو انسان کو اپنے عقائد پر۔ ایسا نہ ہو کہ جو آ جائے وہی صحیح ہے اور یوں کہتا پھرے کہ شیعہ بھی ٹھیک ہیں۔ بریلوی بھی ٹھیک ہیں۔ دیوبندی بھی ٹھیک ہیں۔ غیر مقلد بھی ٹھیک ہیں۔ منکرین حیات وسماع بھی ٹھیک ہیں۔ سب ٹھیک ہیں۔ میں کسی کو غلط نہیں کہتا۔ ہر ایک خدا اور رسول کی بات کرتا ہے۔ اگر کوئی ایسے الفاظ کہتا ہے تو ان الفاظ کی وجہ سے اس نے جو عقائد رکھے ہوئے ان کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ وہ انسان بھی ''الم تر انهم فی کل واد یهیمون'' کا کامل مصداق ہے۔

۱۵...... انسان اپنے عقائد صرف ایک ہی جماعت اور ایک ہی مسلک منسلک کرلے ایسا نہ ہو کہ ایک عقیدہ دیوبندیوں کا لے لیا اور ایک بریلویوں سے۔ ایک شیعوں سے۔ ایک غیر مقلدوں سے۔ ایک منکرین حیات سے۔ بقول کسے:

حج بھی کعبہ کا کیا اور گنگا کا اشنان بھی ۔۔۔ راضی رہے رحمان بھی خوش رہے شیطان بھی

تاکہ سب راضی رہیں۔ اگر سب کو راضی کرتا رہا تو رب ناراض ہو جائے گا۔ جب رب ناراض تو اس کے عقائد کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ انسان ظلمت اور نور کو اکٹھا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ حالانکہ قرآن نے کہا: ''ولا الظلمات ولا النور'' کہ ظلمت اور نور اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ ''وما یستوی الاحیاء ولا الاموات'' مردے اور زندہ برابر نہیں ہو سکتے (یعنی حیاتی اور مماتی اکٹھے نہیں ہو سکتے) اس وجہ سے ضروری ہے کہ صرف ایک ہی راستہ پر چلے جو صراط مستقیم ہے۔

۱۶...... عقائد کے بارے میں خود مجتہد نہ بنے کہ جو اس کی سمجھ میں آئے بس وہی صحیح ہے۔ باقی سب غلط ہیں۔ کیونکہ اجتہاد کے ذریعے جو کچھ اصول وضوابط مرتب ہونے تھے وہ ہو گئے۔ اب اگر کوئی اپنے اصول وضوابط اپنی عقل سے مرتب کرتا ہے تو ان کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

فائدہ! ان اصولوں کی روشنی میں اگر کوئی آدمی اپنا عقیدہ رکھتا ہے تو اس کا عقیدہ عین شریعت اسلامیہ کے مطابق ہوگا۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی اصول نہیں پایا جاتا تو اس عقیدے کا اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کے نزدیک کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ اب ہر انسان اپنا عقیدہ خود پرکھ کر دیکھ لے کہ مجھ میں یہ تمام صفات پائی جاتیں ہیں یا نہیں؟ اگر پائی جاتیں ہیں تو خدا کا شکر کرے۔ اگر نہیں پائی جاتیں ہیں تو پھر اپنے عقیدے پر نظر ثانی کرے۔ غور وفکر کر کے صحیح عقیدہ رکھنے کی کوشش کرے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ ان اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر غور کیا جائے تو یہ اصول سوائے علماء دیوبند کے جو کہ اہل سنت والجماعت ہیں کسی فرقے اور جماعت میں نہیں پائے جاتے۔ اس وقت علماء دیوبند کے علاوہ تمام فرقوں والے ان تمام اصولوں کی خلاف ورزی کرتے رہے ہیں جس کی وجہ سے ان کے عقائد کا قرآن وحدیث کی روشنی میں کوئی اعتبار نہیں۔ جو عقائد اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کے علاوہ رکھتے ہیں۔ وہ سب غلط ہیں اور وہ سب کبیرہ گناہ کے مرتکب ہیں۔ ان سب غلط عقائد سے توبہ کرنا لازمی اور فرض ہے۔ ورنہ ان غلط عقائد کے ہوتے ہوئے ان کے عمل صالح کا سرے سے کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ یہ لوگ ''عاملة ناصبة'' (محنت کرنے والے تھکنے والے) کے کامل مصداق ہیں۔ کیونکہ عقائد بنیادی چیزیں ہیں۔ اگر کسی کی بنیاد ہی خراب اور کمزور ہے تو اس پر کھڑی ہونے والی عمل صالح کی عمارت دھڑام سے نیچے آ گرے گی۔

غلط استدلال کی مثال فقہ سے

''ثم نذكر طرقا من التمسكات الضعيفة الفاسدة عند نا (الاحناف) التمسك بقوله علیہ السلام في اربعين شاةً شاة لاثبات عدم جواز دفع القيمة ضعيف لانه يقتضي وجوب الشاة و لا خلاف فيه وانما الخلاف في سقوط الواجب باداء القيمة (اصول الشاشي ص ۵۱)''

قارئین! اوپر جو عبارت لکھی گئی ہے یہ عبارت ''اصول فقہ'' کی کتاب ''اصول الشاشی'' سے نقل کی گئی ہے۔ اصول الشاشی مدارس عربیہ کے درس نظامی کے نصاب درجہ ثالثہ میں پڑھائی جاتی ہے اور اصول فقہ کی اہم ترین کتاب ہے کہ اس کے اندر اصول بیان کئے گئے ہیں (ہمارے یعنی احناف حضرات کے) کہ احناف حضرات نے کن کن اصولوں کے مطابق اپنے عقائد اور مسائل ثابت کئے ہیں۔ اس کتاب کو لکھنے والے مصنف حنفی ہیں جو سمرقند کے رہنے والے محلہ شاش کی طرف منسوب حضرت اسحاق بن ابراہیم الشاشی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کی وفات سن ۳۲۵ھ میں مصر کے اندر ہوئی ہے۔ انہوں نے بیان کردہ عبارت سے پہلے کچھ ایسے اصول بیان فرمائے ہیں جن اصولوں سے قرآن وحدیث کی مراد اور مطلب کو صحیح جاننے کا طریقہ معلوم ہو جاتا ہے اور انسان میں بخوبی اس بات کا ملکہ آ جاتا ہے کہ کس طرح قرآن وحدیث کی مراد اور مطلب کو واضح اور متعین کیا جاتا ہے؟ یہ اصول بیان کرنے کے بعد پھر کچھ ایسے طریقے بتائے ہیں جن طریقوں سے استدلال کرنا فاسد ہوتا اور غلط ہوتا ہے۔ اس کے تحت تقریباً سات مثالیں ذکر کر کے یہ بتایا ہے کہ اس طرح دلیل پکڑنا کسی مسئلہ میں صحیح نہیں ہوتا۔ بلکہ فاسد اور غلط ہوتا ہے اب آپ اس عبارت کا (جو لکھی گئی ہے) حاصل ملاحظہ فرمائیں۔ وہ یہ کہ صاحب اصول الشاشی فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کے باب میں بکریوں کا نصاب بیان فرماتے ہوئے ارشاد پاک فرمایا کہ چالیس بکریوں میں سے ایک بکری زکوۃ واجب ہوگی۔ اب اگر کسی کے پاس چالیس بکریاں موجود ہیں تو وہ ایک بکری زکوۃ دینے کی بجائے اس بکری کی قیمت دے دیتا ہے تو آیا اس کی زکوۃ اداء ہوگی یا نہیں؟

احناف کا مسلک

اس بارے میں احناف کا مسلک یہ ہے کہ اگر بکری کی بجائے بکری کی قیمت ادا کر دی جائے تو اس کی زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ جب کہ شوافع کے نزدیک اسی بکری کو زکوٰۃ میں دینا واجب ہے۔ اگر بکری کی قیمت ادا کی گئی تو اس کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

شوافع کی دلیل

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مسلک پر یہ دلیل دیتے ہیں کہ حدیث میں آ گیا ہے ''في الاربعين شاةً شاة'' یعنی چالیس بکریوں میں سے ایک بکری بطور زکوٰۃ کے دینا واجب ہے۔ لہٰذا صرف بکری کا ذکر آیا ہے تو یہی بکری زکوٰۃ میں دینا واجب ہے۔ اگر بکری کی جگہ کوئی اور چیز دے دی گئی تو زکوٰۃ اداء نہ ہوگی۔ کیونکہ فقراء کا حق بکری کے ساتھ متعلق ہو گیا ہے۔ اگر بکری نہ دی گئی تو فقراء کے حق کو باطل کرنا لازم آتا ہے جو کہ جائز نہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ بکری ہی زکوٰۃ میں دی جائے۔ اگر قیمت دی گئی تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

احناف کی طرف سے جواب

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو احناف حضرات یہ جواب دیتے ہیں کہ آپ کا حدیث سے دلیل پکڑنا ضعیف

اور کمزور ہے۔ کیونکہ حدیث سے تو صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ چالیس بکریوں کی زکوٰۃ میں ایک بکری واجب ہے۔ اس میں ہمارا کوئی اختلاف نہیں یعنی احناف بھی مانتے ہیں کہ چالیس بکریوں میں ایک بکری بطور زکوٰۃ کے واجب ہے۔ جب ہم یہ مانتے ہیں تو اب یہ دلیل ہمیں دینے کی ضرورت نہیں۔ ہاں! اس حدیث سے آپ کا یہ استدلال کرنا کہ چونکہ حدیث پاک میں بکری کے لفظ کی تصریح ہے۔ لہٰذا بکری ہی دی جائے کوئی اور چیز قیمت وغیرہ دینا صحیح نہیں یہ دلیل آپ کی صحیح نہیں۔ کیونکہ حدیث سے بکری کا وجوب تو ثابت ہے کہ بکری واجب ہو جاتی ہے لیکن عین بکری کا ہی دینا واجب ہو یہ بات حدیث سے ثابت نہیں۔ حدیث اس بارے کچھ نہیں کہتی بلکہ ساکت اور خاموش ہے یعنی نہ حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بکری ہی دو اور نہ ہی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بکری نہ دو۔ جب حدیث سے بکری کے وجوب کے سواء اور کچھ ثابت نہ ہوا تو اب تمہارا ہمارا اختلاف اس بات میں ہے کہ اگر قیمت دے دی جائے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اس پر ایسی دلیل دو جس میں صراحت ہو اس بات کی کہ چالیس بکریوں میں سے ایک بکری دینا واجب ہے قیمت دینا جائز نہیں۔ اس کے لئے مذکورہ حدیث سے استدلال نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس میں یہ بات نہیں آئی کہ قیمت دینا جائز نہیں۔ اگر آپ نے اسی سے دلیل پکڑی تو دلیل فاسد ہوگی۔ صحیح نہ ہوگی۔ کیونکہ حدیث قیمت دینے کے بارے میں خاموش ہے۔ اب حدیث سے صرف اتنا پتہ چلا کہ چالیس بکریوں میں ایک بکری زکوٰۃ کی دینی واجب ہو جاتی ہے۔ اب زکوٰۃ میں دینا کیا ہے بکری یا قیمت؟ اس حدیث سے کچھ ثابت نہیں ہو رہا جو کہتے ہیں کہ بکری دینا واجب ہے۔ مستقل کوئی دلیل لے آئیں۔ اس حدیث کو دلیل نہیں بنا سکتے اور جو یہ کہتے ہیں کہ بکری ہی دینا واجب نہیں وہ بھی مستقل دلیل لے آئیں۔ اس حدیث سے دلیل نہیں پکڑ سکتے تو احناف نے مستقل دلیل بنایا قیاس کو۔ کیونکہ زکوٰۃ کا مقصد ہے فقراء و مساکین کی ضرورت کو پورا کرنا۔ ضرورت جس طرح بکری دینے سے پوری ہو جاتی ہے۔ اسی طرح قیمت دینے سے بھی ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔ بلکہ قیمت دینے سے فقراء کی ضرورت بطریق احسن پوری ہوگی۔ کیونکہ اس میں ان کی دیگر حاجات بھی پوری ہو جائیں گی۔ لہٰذا قیمت دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ یہ کہنا کہ نہیں ہوگی صحیح نہیں ہے۔ (اجمل الحواشی شرح اصول الشاشی ۲۶۳)

فائدہ! اس قسم کے تقریباً سات قسم کے مسائل صاحب اصول الشاشی نے ذکر کر کے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ حدیث سے جتنا کچھ ثابت ہو رہا ہے۔ اتنا ہی ثابت کرو اس سے زائد چیز کو ثابت کرنے کے لئے زائد دلیل کی ضرورت ہوگی جو مستقل طور پر دلیل بن سکے جس طرح احناف نے قیمت کو ثابت کرنے کے لئے ایک زائد چیز (قیاس) کو مستقل دلیل بنایا ہے۔

منکرین حیات کا حدیث سے غلط استدلال

قارئین! اب آپ حضرات ذرا اس بات کو غور اور ٹھنڈے دل سے سمجھیں کہ منکرین حیات اور ان کے علاوہ جتنے بھی باطل فرقے ہیں۔ اس طرح غلط استدلال کر کے اپنے باطل عقائد ثابت کرتے ہیں۔ حالانکہ احناف حضرات تو غلط استدلال سے نہ خود مسئلہ ثابت کرتے ہیں اور نہ ہی کسی کو کرنے دیتے ہیں۔ چہ جائیکہ منکرین حیات وسماع کو غلط استدلال کی اجازت دی جائے۔

منکرین حیات وسماع کے باطل استدلالات

۱...... قرآن پاک اور احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ ہر کسی کو موت آئے گی۔ اس کا کوئی انکار کرنے والا آپ کو دنیا میں نہیں ملے گا۔ اب موت کے واقع ہونے پر دلالت کرنے والی تمام دلیلیں صرف اس بات کو ثابت کریں گی کہ موت آئے گی۔ اس کے علاوہ ان دلیلوں سے یہ بات ثابت نہیں ہوگی کہ موت کے بعد انسان کے جسم عنصری میں روح لوٹا دی جاتی ہے یا نہیں؟ نہ ہی ان دلیلوں سے یہ ثابت ہوگا کہ روح نکل گئی۔ اب روح کا تعلق ختم۔ جب ان دلیلوں سے موت کے بعد روح کے جسم عنصری کے ساتھ تعلق یا جسم عنصری میں لوٹنا کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا تو ان دلیلوں کو نہ قائلین حیات حضرات علماء دیوبند دلیل بنا سکتے ہیں۔ نہ ہی منکرین حضرات دلیل بنا سکتے ہیں۔ جب کوئی بھی دلیل نہیں بنا سکتا تو اب ''انک میت'' والی آیت یا ''کل نفس ذائقة الموت'' والی آیت یا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خطبہ مبارک جس میں یہ بات آئی کہ آپ ﷺ وفات پا چکے ہیں۔ اس سے یہ دلیل پکڑنا کہ اب قبر میں کوئی زندگی نہیں۔ یہ دلیل اس بیان کردہ احناف کے اصول کے بالکل خلاف ہے۔ اگر کسی نے دلیل پکڑی تو دلیل فاسد ہوگی۔ احناف تو دلیل فاسد سے کسی کو مسئلہ نہیں ثابت کرنے دیتے۔ چہ جائیکہ کسی حنفی کو دلیل فاسد سے غلط عقیدہ ثابت کرنے دیں۔ اگر کسی نے اس طرح غلط استدلال سے غلط عقیدہ اختیار کیا تو اس عقیدے کا احناف کے ساتھ کسی کا قسم ک کوئی تعلق نہیں ہوگا اور نہ ہی اس کا شمار علماء دیوبند میں ہوگا۔

۲...... جن احادیث میں یہ بات آئی ہے کہ روح زندہ ہے اور جنت میں یا جہنم میں ہے۔ اس بات کو سب مانتے ہیں کہ روح یا جنت میں ہوتی ہے یا جہنم میں ہوتی ہے۔ اس سے کسی کو کوئی اختلاف نہیں۔ ہاں! ان حدیثوں سے صرف اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ روح جنت میں ہوتی ہے یا جہنم میں ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات ثابت نہیں ہوتی۔ نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ روح کا تعلق جسم عنصری کے ساتھ ہوتا ہے۔ نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ روح کا تعلق جسم عنصری کے ساتھ نہیں ہوتا۔ اب جو روح کے تعلق کو جسم عنصری سے ثابت کرتے ہیں۔ ان کے لئے بھی ضروری ہے کہ مستقل کوئی دلیل دیں۔ جس سے یہ ثابت ہو رہا ہو کہ روح کا جسم عنصری کے ساتھ تعلق ہے اور جو روح کے تعلق کو جسم عنصری سے نہیں مانتے۔ ان کے لئے بھی ضروری ہے کہ ایسی مستقل دلیل دیں جس سے یہ ثابت ہو رہا ہو کہ روح کا تعلق جسم عنصری سے نہیں۔ اگر ان دونوں میں سے کسی ایک نے بھی انہی حدیثوں کو دلیل بنایا جس میں صرف یہ بات آئی کہ روح جنت میں ہے یا جہنم میں ہے۔ احناف کے بیان کردہ اصول کے خلاف ہوگا۔ جو اصول کے خلاف چلے گا۔ وہ فاسد دلیل سے فاسد عقیدہ ثابت کرے گا۔ اس فاسد عقیدہ رکھنے والے سے احناف کا کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

انک لاتسمع الموتیٰ سے غلط استدلال

۳...... قرآن میں آیا کہ: ''انک لاتسمع الموتی'' (کہ مردوں کو آپ نہیں سنا سکتے) اس آیت سے صرف یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ آپ ﷺ یا کوئی اور مخاطب قبروں والے مردوں کو سنا نہیں سکتے۔ اس آیت سے کوئی دوسری چیز بالکل نہیں ثابت ہو رہی۔ نہ یہ ثابت ہو رہا ہے کہ مردے سنتے ہیں۔ نہ یہ کہ نہیں سنتے۔ صرف اور صرف سنانے کی نفی ثابت ہو رہی ہے اور بس۔ یہ ثابت نہیں ہو رہا کہ وہ سنتے بھی نہیں۔ کیونکہ سنانے کی نفی سے سننے کی نفی بالکل لازم نہیں آتی۔ اگر سنانے کی نفی سے کوئی سننے کی نفی کرتا ہے تو وہ پرلے درجہ کا جاہل ہے۔

وما انت بمسمع من فی القبور سے غلط استدلال

۴...... ''وماانت بمسمع من فی القبور'' سے صرف سنانے کی نفی ہے کسی اور چیز کی نفی نہیں۔ سننے کی نفی نہیں تواب اس آیت سے یہ دلیل پکڑنا کہ مردے سنتے نہیں۔ یہ دلیل فاسد ہوگی۔ احناف کے بیان کردہ اصول کے خلاف کے خلاف ہوگی جو اس سے نہ سننے کا عقیدہ ثابت کرے گا اس کا عقیدہ فاسد ہوگا اس عقیدے کا احناف کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ ہاں! مستقل کوئی دوسری دلیل لے آئیں جس میں یہ صراحت ہو کہ مردے نہیں سنتے جس طرح کہ قائلین حیات مستقل دلیل دیتے ہیں کہ مردے سنتے ہیں سلام والی احادیث کے ساتھ دلیل پکڑتے ہیں کہ سلام کرو سلام تمہارا سنتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ! جب اس آیت سے نہ سننے کی دلیل پکڑنا دلیل فاسد ہے تو آگے پھر اسی آیت سے یہ دلیل پکڑنا کہ سنتے نہیں۔ لہٰذا زندہ نہیں۔ یہ بطریق اولیٰ فاسد ہوا کیونکہ فاسد سے فاسد تو ثابت ہوگا۔ صحیح نہیں ثابت ہوگا۔

۵...... جن حضرات کے اقوال میں یہ بات آگئی کہ قبر عالم برزخ کا نام ہے۔ اس بات کو سارے مانتے ہیں کہ انہوں نے کہا ہے کسی کا کوئی اختلاف نہیں اچھی بات کہی ہے کہ ''قبر'' نام ہے عالم برزخ کا۔ لیکن اقوال سے صرف اتنا ہی ثابت ہو رہا ہے کہ قبر نام ہے عالم برزخ کا۔ آگے کچھ نہیں ثابت ہو رہا کہ عالم برزخ صرف علیین ہے اور علیین ہی شرعی قبر ہے۔ جب اقوال سے کچھ بھی ثابت نہیں ہو رہا تو اب ان حضرات کے یہ اقوال لے کر یہ دلیل پکڑنا کہ صرف علیین ہی مراد ہے عالم برزخ سے، یہ فاسد ہے یا یہ دلیل پکڑنا کہ عالم برزخ علیین یا سجیین کا نام ہے اور یہی شرعی قبر ہے اور اس میں صرف عذاب ہوتا ہے۔ یہ دلیل پکڑنا فاسد ہے جو ان فاسد دلیلوں سے دلیل پکڑے گا۔ اس کا عقیدہ فاسد تو ہوگا صحیح نہیں ہو سکتا۔ اس عقیدے کے ساتھ احناف کا کچھ تعلق نہیں ہوگا۔

حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے غلط استدلال

۶...... اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں یہ بات آئی کہ مردے نہیں سنتے۔ بالکل صحیح آئی کہ مردے اپنی قدرت سے کچھ نہیں سنتے۔ لیکن اس حدیث سے صرف یہ بات ثابت ہو رہی کہ مردے نہیں سنتے۔ اس سے آگے دوسری کوئی بات ثابت نہیں ہو رہی۔ لہٰذا اس حدیث سے اگر منکرین حیات نے یہ استدلال کیا کہ نہیں سنتے تو حیات نہیں روح کا تعلق نہیں۔ یہ استدلال کرنا فاسد ہے فاسد دلیل سے مسائل ثابت نہیں ہوا کرتے۔ چہ جائیکہ کسی حنفی کو غلط دلیل سے عقیدہ ثابت کرنے دیں۔ اسی وجہ سے اس حدیث کو بنیاد بنا کر عدم حیات کا عقیدہ رکھنا باطل ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ سے غلط استدلال

۷...... حضرت سلیمان علیہ السلام کم وبیش ایک سال عصاء مبارک پر ٹیک لگا کر موت کے بعد کھڑے رہے۔ کسی کو ان کی موت اور برزخ والی زندگی کا علم نہیں ہوا۔ اس آیت سے بھی صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ کسی کو ان کی برزخ والی زندگی کا علم نہیں ہوا اور موت کا پتہ نہیں چلا۔ اس سے آگے کوئی دوسری چیز ثابت نہیں ہو رہی کہ ان کو زندگی روح کے تعلق یا دخول سے برزخ میں ملی ہے یا نہیں۔ لہٰذا اس آیت سے روح کے تعلق یا عدم تعلق پر استدلال کسی کے لئے جائز نہیں۔ اگر کسی نے روح کے تعلق نہ ہونے پر اس آیت سے استدلال کیا تو احناف کے بیان کردہ اصول کے خلاف ہوگا اور یہ استدلال فاسد ہوگا اور فاسد دلیل سے عقیدہ ثابت کرنا فاسد ہوگا۔ جس کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں۔

حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعہ سے غلط استدلال

۸...... حضرت عزیر علیہ السلام کو بھی سو سال تک اللہ تعالیٰ نے موت کے بعد اسی دنیا میں باقی رکھا۔ پھر ان کو زندہ کیا اور پوچھا کہ کتنی مدت آپ ٹھہرے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ایک دن یا ایک دن سے بھی کم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں۔ بلکہ آپ سو سال تک ٹھہرے رہے۔ اس آیت سے بھی صرف اتنا ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام پر موت آئی اور سو سال تک میت رہے۔ جب اللہ نے زندہ کر کے پوچھا تو ان کو پتہ نہ چلا کہ کتنے سال تک میں میت رہا ہوں۔ اس سے زائد کوئی بات اس آیت سے ثابت نہیں ہوتی۔ نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ روح کا جسم عنصری کے ساتھ تعلق تھا۔ سو سال کی مدت میں۔ نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ روح کا جسم عنصری کے ساتھ تعلق نہیں تھا۔ جب زائد کچھ ثابت نہیں ہوتا تو اس آیت سے اس بات کی دلیل پکڑنا کہ روح کا جسم عنصری کے ساتھ تعلق نہیں تھا۔ اس وجہ سے پتہ نہیں چلا۔ یہ دلیل فاسد ہوگی احناف کے بیان کردہ اصول کے خلاف ہوگی دلیل فاسد سے دلیل پکڑنا عقیدے کے لئے جائز نہیں۔ اگر کسی نے دلیل پکڑی تو اس کا عقیدہ فاسد ہوگا گناہ ہوگا۔

ثم انکم بعد ذالک لمیتون سے غلط استدلال

۹...... "ثم انکم بعد ذالک لمیتون ۰ ثم انکم یوم القیامته تبعثون" پھر تم اس کے بعد مرو گے۔ پھر قیامت کے دن کھڑے کئے جاؤ گے۔ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے انسان کو تخلیق کے بہت سے مراحل سے گزارا۔ بالآخر اس میں روح ڈالی اور جیتا جاگتا انسان بنایا۔ یعنی اس کو دنیا والی زندگی دی۔ پھر یہ مریں گے اور قیامت کے دن کھڑے کئے جائیں گے۔ ان دونوں آیتوں سے صرف یہ ثابت ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک زندگی بدخول روح دنیا میں عطاء فرمائی ہے اور ایک زندگی بدخول روح قیامت کے دن عطاء فرمائیں گے۔ بس اس سے آگے دوسری کوئی چیز ثابت نہیں ہو رہی۔ اب یہ آیت عالم قبر اور عالم برزخ میں نہ روح کے تعلق ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ نہ ہی روح کے تعلق نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ لہٰذا اس آیت سے روح کے تعلق نہ ہونے پر دلیل پکڑنا احناف کے بیان کردہ اصول کے خلاف ہوگا۔ خلاف ہونے کی وجہ سے دلیل فاسد سے ثابت شدہ عقیدہ بھی فاسد ہوگا۔

اموت غیر احیاء سے غلط استدلال

۱۰...... "اموات غیر احیاء" اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو فوت ہو گئے ہیں۔ ان کی موت کی اطلاع دینا مقصود ہے کہ وہ دنیا سے چلے گئے۔ اب دنیا میں زندہ نہیں اور جو غیر جاندار چیزیں ہیں۔ وہ تو ویسے بھی مردہ اور بے جان ہیں۔ صرف اس آیت میں مخلوقات کی موت کی اطلاع دی گئی ہے اور بس۔ اس سے زائد کوئی چیز نہیں ثابت ہوتی یعنی یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ موت کے بعد روح کے تعلق کی وجہ سے وہ زندہ ہیں اور یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ موت کے بعد ان کی روح کا ان کے اجسام عنصریہ سے کوئی تعلق نہیں۔ جب کچھ نہیں ثابت ہوتا تو اب اس آیت سے یہ دلیل پکڑنا کہ مردہ ہیں۔ اس لحاظ سے روح کا تعلق نہیں یہ فاسد ہے۔ دلیل فاسد سے فاسد عقائد تو ثابت ہو سکتے ہیں۔ صحیح کا امکان ہی نہیں۔

نوٹ: زیادہ تر منکرین حیات انہی دلائل سے غلط استدلال کر کے اپنے فاسد عقیدے ثابت کرتے ہیں جن کا جواب الحمد اللہ! بندہ ناچیز نے اپنی دانست کے مطابق حتی الوسع دے دیا ہے۔ اب وہ دلائل مستقل ذکر کئے

جائیں گے جن میں واضح اور صریح طور پر اس بات کا ذکر ہوگا کہ روح موت کے بعد اجسام عنصریہ میں لوٹ آتی ہے۔ حساب و کتاب کے بعد اس کا اتنا تعلق جسد عنصری سے باقی رہ جاتا ہے کہ عام اموات چاہے اصلی بدن کے ساتھ ہوں یا ذرات منتشرہ کے ساتھ ہوں۔ عذاب وثواب قبر کا ادراک کرسکیں۔

اعادۂ روح احادیث کی روشنی میں

حدیث براء ابن عازب رضی اللہ عنہ

دلیل نمبر ۱...... حضرت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ میں شریک تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے ساتھ تھے۔ جب ہم قبرستان پہنچے تو ابھی قبر تیار ہو رہی تھی۔ جنازہ رکھ دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما ہو گئے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تفصیل کے ساتھ مؤمن اور کافر کی موت کا تذکرہ کیا۔ مثلاً یہ کہا کہ جب مؤمن کو موت آتی ہے تو فرشتے خوبصورت شکل میں جنت سے خوب صورت رومال لے کر آتے ہیں اور آ کر میت سے کچھ دور بیٹھ جاتے ہیں۔ ملک الموت آرام سے روح قبض کر لیتا ہے۔ تو دوسرے فرشتے ساتھ آئے ہوئے خوشی سے مؤمن کی روح کو ملک الموت سے لے لیتے ہیں اور خوشبو لگاتے ہیں۔ جنت کا کفن پہناتے ہیں۔ پھر آسمانوں کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔ آسمانوں کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں تو ہر آسمان کے فرشتے بھی ان فرشتوں کے ساتھ جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ اللہ کے سامنے عرش کے پاس اس کو رکھ دیا جاتا ہے۔ پس اس کا عمل علیین سے آتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرماتے ہیں کہ تم گواہ ہو جاؤ۔ میں نے اس عمل والے کو بخش دیا۔ پھر اس کے نامۂ اعمال پر مہر لگا دی جاتی ہے اور اسے علیین میں لوٹا دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ میرے بندے کی روح کو زمین کی طرف لوٹا دو۔ اس لئے کہ میں نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ اس کو لوٹا دوں گا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ’’منها خلقنكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة اخرى (طٰہٰ:)‘‘ پھر فرمایا کہ مؤمن کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پاؤں کی طرف سے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ اس دروازے کی طرف دیکھ۔ اللہ نے تیرے لئے تیار کیا ہے اور ایک دروازہ جہنم سے کھول دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس کی طرف دیکھو۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے اس سے بچالیا ہے۔ پھر اس میت کو کہا جاتا ہے سو جا آرام کے ساتھ۔ اس کو قیامت قائم ہونے سے زیادہ کوئی چیز پسند نہیں ہوتی (اس لئے کہ جنت میں جائے گا قیامت والے دن) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زمین اس سے مخاطب ہو کر کہتی ہے کہ تو مجھے محبوب تھا۔ جب تو میری پشت پر چلتا تھا۔ اب تیرا کیا حال ہوگا؟ جب کہ توں میرے پیٹ میں آ گیا تو عنقریب دیکھ لے گا جو میں تیرے ساتھ سلوک کرتی ہوں۔ پس اس کی قبر تا حد نگاہ کشادہ ہو جاتی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کا تذکرہ فرمایا کہ منکر نکیر اس کو بٹھا کر سوال کرتے ہیں تو اسے کچھ پتہ نہیں ہوتا۔ اتنا مارتے ہیں کہ وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ پھر اسے پہلی حالت پر لوٹا دیا جاتا ہے۔ پھر سوال ہوتا ہے۔ اسے کچھ پتہ نہیں ہوتا۔ پھر مارتے ہیں کہ وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ پہلی دفعہ بٹھا کر خدا کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ جب کہ دوسری دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کرتے ہیں۔

فائدہ! اس حدیث کو کئی محدثین ومفسرین نے کتب حدیث وتفسیر میں نقل کیا ہے۔ جن میں سرفہرست یہ کتابیں آتی ہیں۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، مسند امام احمد، تفسیر ابن کثیر ص ۵۳۱ ج ۲ تحریرات حدیث ص ۲۰۸) اس حدیث میں علماء دیوبند کے مسلک کی جو اصل دلیل ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں "فتعاد روحه فی جسده" اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔ پھر فرشتے بٹھا کر سوال وغیرہ کرتے ہیں اور کافر کی روح کے بارے میں یہ الفاظ آتے ہیں "فیرمی بروحه حتی تقع فی جسده" (مستدرک حاکم ص ۲۸ ج ۱) پس اس کافر کی روح کو آسمانوں سے پھینک دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس کے جسم میں جا پڑتی ہے۔

حدیث کی صحت پر علماء اسلام کے اقوال مبارکہ

۱...... حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے محدثانہ انداز میں کئی طریقوں اور کئی سندوں کے ساتھ اس روایت کو نقل کیا ہے۔ پھر آخر میں یہ لکھا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور اس حدیث میں اہل سنت والجماعت کے لئے کئی فوائد اور اہل بدعت (منکرین حیات) کے عقائد کے قلع قمع کا خاصا ثبوت موجود ہے۔ (مستدرک حاکم ص ۳۹ ج ۱)

۲...... علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تحقیق میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور تمام محدثین کا اس حدیث کے مشہور اور متفق ہونے پر اجماع ہے۔

۳...... حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور حفاظ حدیث کی ایک بڑی جماعت نے اس کو صحیح کہا ہے۔ (کتاب الروح)

۴...... ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ یہ حدیث ثابت مشہور و مستفیض ہے اور حفاظ حدیث کی ایک بڑی جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے اور ہمیں معلوم نہیں کہ ائمہ حدیث میں سے کسی نے اس حدیث میں طعن کیا ہو (اگر آج ہوتے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ تو یوں فرماتے کہ ائمہ حدیث میں سے کسی نے طعن کیا ہو ہمیں علم نہیں سوائے منکرین حیات کہ کے ان کا کسی صحیح مسلک میں شمار ہی نہیں) پھر آگے لکھا کہ اس روایت کو اصول دین سے قرار دیا ہے۔ (کتاب الروح ص ۵۸) ایک اور مقام پر حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک کہ (قبر میں) روح کو جسم میں لوٹا یا جاتا ہے نص (قطعی) ہے۔ صحیح اور صریح ہے۔ (کتاب الروح ص ۵۲)

۵...... حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ رفرماتے ہیں کہ یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے لے کر تقریباً چوتھی صدی تک اہل سنت والجماعت کے ہر مسلک اور ہر مکتبہ فکر کے حضرات فقہاء و متکلمین اور علماء حق اس عقیدے پر تھے کہ وفات کے بعد قبر میں میت کو جو راحت اور تکلیف پہنچتی ہے۔ اس کا تعلق بدن مع الروح کے ہوتا ہے اور میت کو ایک گونہ حیات حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کو سمجھ، شعور، ادراک عذاب اور راحت حاصل ہوتی ہے۔ فرقہ معتزلہ، کرامیہ، روافض وشیعہ اگرچہ اس حق اور صحیح مسلک کے ساتھ اختلاف رکھتے تھے (جن کے صحیح جانشین منکرین حیات موجودہ دور میں فخر کے ساتھ بن گے ہیں) لیکن اہل سنت والجماعت میں شمار کئے جانے والے فرقوں میں سے کوئی شخص (اعادۂ روح کا) منکر نہیں تھا۔ لیکن ہماری دانست میں سب سے پہلے اس اعادۂ روح کا انکار کرنے والا شخص ابو محمد علی بن احمد بن حزم الظاہری ہے۔ (تسکین الصدور ص ۱۱۵)

۶...... حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ان جیسے مبتدعین وملحدین کو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بہر حال قبر کی تنگی بایں طور کہ مردوں کے بعض اجزاء مثلاً پسلیاں آپس میں گھس جاتی ہیں تو اس کو نہ تو عقل رد کرتی ہے اور نہ ہی فطرت رد کرتی ہے (ہاں جس میں عقل سلیم نہ ہو وہ بلا دھڑک رد کردیتا ہے۔ الغرض بدعتیوں اور ملحدوں کے پاس اس کے سواء کچھ نہیں کہ وہ جناب رسول ﷺ کی تکذیب کرتے ہیں۔ (کتاب الروح ص ۸۱)

۷...... ایک اور مقام پر لکھا کہ اے مخاطب تو جان کہ سلف امت اور اس امت کے اماموں کا مذہب یہ ہے کہ میت کو راحت اور تکلیف ہوتی ہے۔ یہ اس کے روح اور بدن دونوں کو حاصل ہوتی ہے۔ (کتاب الروح ص ۶۳)

۸...... علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ باطل لوگوں کی پرزور تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ صحیح اور متواتر احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ سوال کے وقت روح جسم عنصری کی طرف لوٹ آتی ہے اور جو لوگ صرف یہ کہتے ہیں کہ سوال صرف روح سے ہوتا ہے اور بدن کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ ابن میسرہ اور ابن حزم کا قول ہے جو کہ باطل ہے اور صحیح احادیث اس قول کو رد کرتی ہیں۔ (شرح حدیث النزول ص ۵۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ نے حدیث براء ابن عازب رضی اللہ عنہ کے متعلق بڑی بسط وتفصیل سے پڑھا کہ اس کے تمام راوی ثقہ اور ثبت ہیں۔ یہ روایت امام بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور حضرات محدثین کرام رحمہم اللہ اس کو صحیح کہتے ہیں۔ قبر میں سوال وجواب کے سلسلہ میں اس روایت کو اہل سنت والجماعت بطور دلیل کے لیتے ہیں اور جو اس حدیث کے انکاری ہیں اور قبر میں کچھ نہیں مانتے۔ ان کو حضرات سلف صالحین نے کہا ہے کہ یہ معتزلہ ہیں۔ کرامیہ ہیں، روافض ہیں۔ بدعتی ہیں اہل سنت والجماعت سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ ان کا انکار کرنا باطل ہے۔ یہ لوگ آپ ﷺ کی تکذیب کرتے ہیں۔ اجماع کے منکر ہیں۔ یہ سب باتیں منکرین حیات کو عبرت دلانے کے لئے کہی ہیں کہ اپنے عقائد پر نظر ثانی کرو۔ ورنہ معتزلہ وغیرہ کے ساتھ تمہارا بھی حشر ہوگا (فاعتبروا یا اولی الابصار) اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی دوسری حدیث میں کافر کی روح کے بارے یہ الفاظ آتے ہیں "کانت فی الجسد الخبیث ارجعی ذمیمۃ فانہا لا تفتح لک ابواب السمآء فیرسل بہا من السماء ثم تصیر الی القبر (ابن ماجہ ص ۳۲۴)" (جب کافر کی روح آسمانوں کی طرف لے جاتے ہیں تو آسمان کے دروازے نہیں کھلتے اور جواب ملتا ہے کہ خبیث جسم میں رہنے والی خبیث روح کو کوئی مرحبا نہیں تو قابل مذمت ہو کر واپس چلی جا پھر آسمان سے نیچے پھینک دیا جاتا ہے۔ پھر وہ قبر کی طرف جاتی ہے)

دلیل نمبر ۲...... ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ مسند احمد کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مؤمن اور کافر کی روح کے نکلنے کے بارے میں تفصیل سے بات کی اور ارشاد فرمایا کہ مؤمن کی روح کے لئے آسمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے اور کافر کی روح کے لئے آسمانوں کے دروازے نہیں کھلتے۔ پھر آخر میں فرمایا کہ "فترسل بین السمآء والارض فتصیر الی قبرہ... الخ" (سو اس کی روح آسمان وزمین کے درمیان چھوڑ دی جاتی ہے۔ پس وہ قبر میں پہنچ جاتی ہے) تو نیک آدمی اپنی قبر میں بغیر کسی خوف وگھبراہٹ کے بیٹھ جاتا ہے۔ (شرح حدیث النزول ص ۵۰ کتاب الروح ص ۶۰ بحوالہ مسند احمد)

فائدہ! اس حدیث میں بھی اچھی طرح یہ بات ظاہر ہو رہی ہے کہ روح قبر میں لوٹائی جاتی ہے اور نیک آدمی اٹھ کے بیٹھ جاتا ہے۔ اس کو کسی قسم کا خوف وگھبراہٹ نہیں ہوتی۔

دلیل نمبر ۳...... سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عذاب قبر کے متعلق تفصیلی حدیث مروی ہے جس کے آخری الفاظ یہ ہیں ''فترسل من السمآء الی القبر'' یعنی جب برے آدمی کی روح کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے تو اس کی روح کو آسمانوں سے قبر کی طرف بھیج دیا جاتا ہے۔ (مسند احمد ص ۲۰۲ ج ۷)

فائدہ! اس حدیث سے جہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مسلک واضح ہو رہا ہے۔ وہاں! اس بات پر نص آ رہی ہے کہ اعادۂ روح فی القبر حق ہے۔ اگر ان سب کو الگ الگ شمار کر کے ایک مضمون بنا لیا جائے تو قدر مشترک یہ نکل آئے گا کہ روح قبر کی طرف مردے کے جسم عنصری میں لوٹائی جاتی ہے اور یہ بات تواتر قدر مشترک سے ثابت ہے تواتر کا انکار کرنے والا فاسق و گمراہ ہے۔

دلیل نمبر ۴...... حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤمن اور کافر کی موت کا اور اس کی روح کے نکلنے کا تذکرہ فرمایا۔ پھر آخر میں فرمایا ''حتی یدخل حفرته وترد الروح الی جسده'' (یہاں تک کہ مردہ کو اس کی قبر میں داخل کیا جاتا ہے اور اس کی روح اس کے جسم کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔ (مختصر تذکرہ قرطبی ص ۳۳)

دلیل نمبر ۵...... حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو عبداللہ عبدالرحمن بن مندہ کے حوالہ سے سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں۔ جس کے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے ''فید خلون ذالک الروح بین جسده واکفانه'' (وہ فرشتے اس کی روح کو اس کے جسم اور کفن میں داخل کرتے ہیں) (تسکین الصدور ص ۱۵۷ بحوالہ کتاب الروح ص ۶۱)

فائدہ! حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ مرفوع روایتیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی ہیں۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی پہلی والی حدیث کے لئے تائید و تصدیق ہیں۔ ان تمام روایات میں اس کی تصریح موجود ہے کہ قبر میں مردہ کی طرف اس کی روح لوٹائی جاتی ہے اور فرشتے سوال و جواب کرتے ہیں۔ عذاب و ثواب میں جسم روح کا شریک رہتا ہے۔ یہ تمام امور نہ تو صرف بدن کے لئے ہوتے ہیں۔ نہ صرف روح کے لئے ہوتے ہیں۔ بلکہ دونوں کے لئے ہوتے ہیں۔ بدن ہر کام میں روح کے شریک رہتا ہے اور جمہور اہل سنت والجماعت کا یہی مسلک ہے اور یہی حق اور صحیح ہے۔ (تسکین الصدور ص ۱۶۰)

(یقین کے ساتھ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ روح قبر میں جسم کی طرف لوٹ کر آتی ہے۔ اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں)

اعادۂ روح اجماع کی روشنی میں

جیسا کہ وضاحت کے ساتھ یہ بات ثابت کی جا چکی ہے کہ اعادۂ روح اہل سنت والجماعت کا متفقہ مسئلہ ہے اور اجماعی مسئلہ ہے۔ اس پر سلف صالحین کا اجماع ثابت ہو چکا ہے۔ اب اس پر دلائل دیکھیں:

۱...... علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''وقد اجمع اهل السنة علی اثبات حیاة القبور وقال امام الحرمین وقد اتفق سلف الامة له علی اثبات عذاب القبر واحیاء الموتی فی قبورهم ورد الارواح فی اجسادهم (شفاء السقام ص ۱۵۱)'' (اہل سنت کا اجماع ہے کہ قبروں میں میت کو حیات ملتی ہے۔ امام الحرمین

نے لکھا ہے کہ سب سلف امت کا اس پر اتفاق ہے کہ عذاب قبر ثابت ہے۔ مردوں کو قبروں میں زندہ کیا جاتا ہے اور روحیں جسم میں لوٹائی جاتی ہے)

۲...... قاضی عضدالدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:"احیاء الموتی فی قبورھم ومسئلۃ منکر نکیر وعذاب القبر للکافر والفاسق کلھاحق عنہ واتفق علیہ سلف الامۃ قبل ظھور الخلاف واتفق علیہ الاکثرون (شرح موافق ص ۱۷۶)" (مردوں کا قبروں میں زندہ کرنا اور منکر نکیر کا سوال اور قبر کا عذاب کافر وفاسق کے لئے برحق ہے۔ اختلاف ظاہر ہونے سے پہلے سلف امت کا اس پر اجماع رہا ہے اور اختلاف ظاہر ہونے کے بعد اکثریت اس عقیدہ پر قائم ودائم ہے)

۳...... علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں"بل العذاب والنعیم علی النفس والبدن جمیعاباتفاق اھل سنت والجماعت" عذاب اور راحت قبر پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ روح اور بدن دونوں پر وارد ہوتا ہے۔

(کتاب الروح ص ۷۲ اعانۃ اللھفان ص ۲۱۸)

۴...... حضرت ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں"واعلم ان اھل الحق اتفقوا علی ان اللّٰہ تعالیٰ یخلق فی المیت نوع حیاۃ فی القبر قدر مایتالّم اویتلذذ (شرح فقہ اکبر ص ۱۰۱)" خوب جان لو کہ اہل حق کا اس پر اتفاق ہے (اجماع ہے) کہ اللہ تعالیٰ میت میں حیات کی ایک خاص قسم پیدا کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ دکھ سکھ محسوس کرتا ہے۔

فائدہ! یہ تمام اقوال اس بات پر دلالت کرر ہے ہیں کہ روح کا جسم عنصری کے ساتھ تعلق قائم ودائم رہتا ہے۔ سوال وجواب کے بعد۔

۵...... امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں"اعادۃ الروح الی العبد فی قبرہ حق (فقہ اکبر ص ۱۰۰)" (قبر میں روح کا جسم عنصری کی طرف لوٹنا حق ہے)

اعادۂ روح اہل سنت والجماعت کے اقوال کی روشنی میں

اس حصے میں ائمہ دین، محدثین وفقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کی بعض عبارتوں سے ثابت کیا جائے گا کہ قبر میں جسم عنصری کی طرف اعادۂ روح حق ہے اور اہل سنت کا مسلک قرآن وحدیث کے موافق ہے۔

۱...... امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کتاب الصلوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حوض کوثر، شفاعت، منکر نکیر، عذاب قبر، ملک الموت کے ارواح کو قبض کرنے، پھر ارواح کے قبروں کی طرف جسموں میں لوٹائے جانے پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس پر بھی ایمان لانا لازم ہے کہ قبر میں ایمان اور توحید کے بارے میں سوال ہوتا ہے۔ (کتاب الصلوٰۃ ص ۴۵)

فائدہ! جو اعادۂ روح پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کا ایمان کامل ہوا۔ کیونکہ اس پر ایمان لانا ضروری ہے اور جو اعادۂ روح پر ایمان نہیں رکھتا۔ وہ واجب کا تارک وگناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ جس سے توبہ لازمی ہے۔

۲...... امام محی الدین یحیٰی بن شرف بن حسن الشافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے (نہ کہ منکرین حیات کا) کہ قبر کا عذاب حق ہے۔ اس پر کتاب وسنت اور صحیح احادیث سے روشن دلائل موجود ہیں۔ ایک گروہ اس کا (یعنی اعادۂ روح) کا مخالف ہے وہ کہتا ہے کہ عذاب کے لئے اعادۂ روح شرط نہیں۔ لیکن ہمارے اکابر کہتے ہیں کہ یہ گروہ بالکل باطل ہے۔ پھر کہا کہ اہل سنت کے نزدیک بعینہ جسد عنصری کو سزا دی جاتی ہے۔ (شرح مسلم ص ۳۸۵ ج ۲)

۳...... مولانا سید احمد حسن رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ وہ عذاب قبر کو تسلیم کرتے ہیں۔ بخلاف خارجیوں اور معتزلیوں کے کہ وہ اس کی نفی کرتے ہیں۔ لیکن عذاب قبر کی احادیث ان کے خلاف ہیں۔ پھر اہل سنت کے نزدیک عذاب قبر جسد عنصری کو ہوتا ہے۔ اعادۂ روح کے بعد۔ (تنقیح الرواۃ ص ۱۳۱ ج ۱)

۴...... علامہ آلوسی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جمہور اہل سنت اس بات کے قائل ہیں کہ روح کو پورے جسم یا بعض جسم کی طرف سوال کے وقت ایسے انداز میں لوٹایا جاتا ہے جس کو دنیا والے محسوس نہیں کر سکتے۔ ہاں! جس کو اللہ تعالیٰ محسوس کرادے۔ (روح المعانی ص ۵۷ ج ۲۲)

۵...... علامہ بدر الدین ابو عبداللہ محمد بن علی الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ صحیح حدیثوں میں آتا ہے کہ روح موت کے بعد جسم عنصری کی طرف لوٹائی جاتی ہے اور اس سے سوال ہوتا ہے۔ پھر دوبارہ واپس لوٹا دی جاتی ہے۔ مگر بے شک وہ جسم عنصری سے متصل رہتی ہے۔

۶...... امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بات میں کوئی بعد نہیں کہ قبر میں جسم کی طرف روح لوٹائی جائے۔
(احیا العلوم عربی ص ۴۰۹ ج ۴)

۷...... حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عذاب قبر کے بارے میں زیادہ مشہور قول یہی ہے کہ عذاب روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے اور ''ہدایہ'' کے اکثر شارحین نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور میرے نزدیک بھی یہی مختار ہے۔ اگرچہ بدن ذرہ ذرہ ہی کیوں نہ ہو جائے۔ جمہور امت کے نزدیک شعور ہر چیز کو ہے۔ (العرف الشذی ص ۳۵۵)

۸...... دوسرے مقام میں حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پھر سوال میرے نزدیک جسم عنصری سے ہوتا ہے جو روح سے متعلق ہے ''صاحب ہدایہ'' نے کتاب الایمان میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (فیض الباری ص ۱۵۸ ج ۱)

۹...... حضرت مولانا عزیز الرحمن رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں فتویٰ دیتے ہوئے یوں لکھا کہ قبر میں بھی روح کا تعلق رہتا ہے اور اصل اس کا ٹھکانہ علیین یا سجین ہے۔ عذاب روح پر جسم کے ساتھ ہوتا ہے۔ جیسا کہ ظاہر احادیث سے ثابت ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ۲۶۴ ج ۵)

۱۰...... حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ منکر نکیر میت کے پاس آتے ہیں تو اس میت میں روح ڈال دی جاتی ہے۔ پھر اس کو بٹھایا جاتا ہے جب اس سے سوال ہو جاتا ہے تو اس کی روح بلا تکلیف کے نکال لی جاتی ہے اور ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ جب میت کے پاس کوئی شخص زیارت کرنے کے لئے آتا ہے۔ تو وہ اس کو پہچان لیتی ہے۔ خصوصاً جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے۔ (تحریرات حدیث ص ۲۵۷)

فائدہ! ان تمام اقوال سے یہ بات ثابت ہو چکی کہ روح کو جسم کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ مان لیا کہ منکرین حیات کو دوسروں کے ساتھ تو ضد ہے۔ لیکن اپنے پیر و مرشد کے ساتھ تو ضد نہیں۔ اس لئے اگر کسی اور کی نہیں مانتے تو نہ مانیں کم از کم اپنے مقتداء اور پیشواء کی تو مان لینی چاہئے۔ جنہوں نے صراحت کے ساتھ یہ بات لکھی کہ اس میت میں روح ڈال دی جاتی ہے۔ اب وہ واقعات ذکر کئے جائیں گے جن سے معلوم ہوگا کہ واقعتاً روح جسم عنصری میں لوٹا دی جاتی ہے اور نیک آدمی عبادت میں مشغول ہوتا ہے اور برا آدمی عذاب و مصیبت میں مبتلاء ہوتا ہے۔

اعادہ روح واقعات کی روشنی میں

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کا قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا

واقعہ نمبر ۱...... جلیل القدر تابعی حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ سادات خاندان میں سے تھے اور حضرت مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ ان کا اپنا فرمان ہے کہ ہر شئ کی ایک کنجی ہوتی ہے۔ ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ خیر کی کنجی ہے۔ دنیا کے اسوقت سب سے بڑے عابد مشہور تھے۔ صائم الدھر تھے۔ دن رات میں ایک پورا قرآن ختم کرتے تھے سن ۱۲۳ھ میں وفات پائی ہے۔ (تابعین مطبوعہ اعظم گڑھ ص ۶۳) ان کے متعلق آتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے کہ یا اللہ! اگر تو نے کسی کو اس کی قبر میں نماز پڑھنے کا شرف عطاء فرمایا ہے تو مجھے بھی قبر میں نماز پڑھنے کا شرف عطاء فرمانا۔ (بحوالہ طبقات ابن سعد، مصنف ابن ابی شیبہ، شرح الصدور ص ۷۸) جب یہ فوت ہو گئے تو کچھ عرصہ کے بعد کسی ضرورت کی وجہ سے ان کی قبر کو کھولنا پڑ گیا تو ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یہ بات آتی ہے کہ حضرت جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ کی قسم میں حضرت حمید الطویل رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو کھولنے والوں کے ساتھ تھا۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ جو اللہ سے دعا کرتے تھے۔ اللہ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا ہے۔ (شرح الصدور ص ۷۸)

حضرت ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس سے گزرنے والے کہتے ہیں کہ ہم نے قبر سے قرآن کی تلاوت کی آواز سنی ہے۔

فائدہ! صاحب ندائے حق والا لکھتا ہے کہ ظاہر بین علماء وعوام کا خیال ہے کہ اسی گڑھے میں ...... یہی دھڑ اٹھتا بیٹھتا ہے۔ کھاتا پیتا نماز پڑھتا ہے۔ (ندائے حق ص ۲۲)

قارئین! آپ حضرات خود انصاف فرمائیں کہ ہم ان عقل کے پیچھے چلنے والوں کی باتوں کو مانیں؟ یا جو تواتر سے واقعات نقل ہوتے چلے آرہے ہیں ان سے ثابت شدہ صحیح دلیل جو قرآن وحدیث اور اہل سنت والجماعت کے عقائد کے موافق ہے اس کو مانیں؟ فیصلہ آپ کی ذات پر ہے۔ لیکن واقعہ سے واضح طور پر یہ ثابت ہورہا ہے کہ روح کا قبر میں اولیاء اللہ کے اجسام کے ساتھ اتنا قوی تعلق ہوتا ہے کہ گویا وہ روح خود اسی جسم عنصری میں ہے۔ اگر حقیقی طور پر جسم عنصری میں ہی ہو اور اس کا علیین کے ساتھ تعلق ہو تو یہ بھی بعید از عقل نہیں۔ بلکہ عین شریعت کے مطابق ہے۔

ہر قبر سے قرآن کی آواز

واقعہ نمبر ۲...... محمد احمد نامی ایک شخص لوگوں کی قبریں کھود کھود کر روزی کماتا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ ایک دفعہ جمعہ والے دن میں قبرستان میں گیا تو مجھے ہر قبر سے قرآن پاک پڑھنے کی آواز آرہی تھی اور میں قرآن پاک سنتا رہا۔ (طبقات الحنابلہ ص ۱۶۹ ج ۱)

فائدہ! یہ اس زمانہ کی بات ہے جس زمانہ میں مسلمانوں میں ابھی دین اسلام کی رمق پوری طرح باقی تھی اور ہر گھر دین واسلام کی روشنی سے منور تھا اور تمام کے تمام مسلمان ماشاء اللہ کامل مسلمان تھے۔ فتنوں کا دور اتنا نہیں شروع ہوا تھا۔ جیسا کہ آج کل گھر گھر سے فتنہ اٹھ رہا ہے۔ اس واقعہ سے بھی اہل سنت والجماعت کے مسلک کی کہ اعادۂ روح برحق ہے پوری پوری تائید ہوتی ہے اور منکرین حیات کی پوری پوری تکذیب ہوتی ہے۔

قبر سے قرآن سننے کا واقعہ

واقعہ نمبر ۳...... حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ ایک استاذ اور ایک شاگرد آپس میں قرآن پاک کا دور کیا کرتے تھے۔ یعنی روزانہ ایک دوسرے کو قرآن سناتے تھے۔ اتفاقاً استاذ کا انتقال ہوگیا۔ اب شاگرد بڑا پریشان ہوا کہ اب دور کس کے ساتھ کروں گا؟ استاذ صاحب تو چلے گئے ہیں تو اس کے ذہن میں یہ بات آئی کل صبح سحری کے وقت جو ہمارا وقت ہے دور کرنے کا میں قبر کے پاس جاؤں گا وہاں بیٹھ کر اپنا قرآن پاک سنا آؤں گا۔ کل سحری کے وقت اپنی عادت کے مطابق قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن پاک سنانا شروع کیا تو دس آیات سنا کر خاموش ہوگیا۔ اس کا خاموش ہونا تھا کہ قبر سے بھی استاذ کے پڑھنے اور سنانے کی آواز آنا شروع ہوگئی۔ اس نے اپنے استاذ کا سنا جب اس قبر والے استاذ کی بھی دس آیات مکمل ہوگئیں تو خاموش ہوگئے۔ پھر اس شاگرد نے سنانا شروع کر دیا۔ جب دس آیات مکمل ہوگئی تو خاموش ہوگیا۔ دوبارہ پھر قبر سے سنانے کی آواز آئی۔ اسی طرح کرتے رہے۔ جتنا روزانہ کا معمول تھا۔ اتنا سنا کر اور سن کر واپس آ گیا۔ اگلے دن پھر اسی طرح ہوا۔ حتیٰ کہ کافی عرصہ یہ شاگرد جاتا رہا اور خود بھی سناتا اور اپنے استاذ کا بھی سنتا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس نے یہ واقعہ لوگوں کو اور اپنے ساتھیوں کو بتا دیا کہ میں روزانہ اس طرح جاتا ہوں اور سناتا بھی ہوں اور سنتا بھی ہوں۔ اللہ کی شان کہ جب اس نے لوگوں کو بتایا تو اندر سے سنانے والا معاملہ ختم ہوگیا۔ (مرقاۃ ص ۳۱۴)

قبر والے نے غلطی بتائی

واقعہ نمبر ۴...... حضرت عبد المولیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے پیر و مرشد کے مزار پر گیا اور ایصال ثواب کے لئے میں نے سورۃ بقرہ پڑھنا شروع کر دی۔ پڑھتا رہا پڑھتا رہا۔ بال آخر ایک غلطی آ گئی "لا فارض ولا بکر" پر تو غلطی کی وجہ سے رک گیا۔ اچانک قبر کے اندر سے حضرت پیر صاحب نے مجھے غلطی بتائی کہ آگے ایسے پڑھو۔ (اس وقت موجود دوسرے لوگوں نے بھی سنا ہوگا جس کی وجہ سے یہ واقعہ اس زمانہ میں بہت مشہور ہوا۔ (طبقات الحنابلہ ص ۶۰ ج ۲)

فائدہ! اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کے مسلک کی وضاحت کے ساتھ ساتھ مکمل تائید ہو رہی ہے کہ اعادۂ روح یا روح کا تعلق جسم عنصری کے ساتھ حق ہے اور یہی اجماعی مسئلہ ہے۔ خیر خواہانہ طور پر اپنے مخاطبین کو مسلک حقہ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین!

عورت کا قبر میں اٹھ کر بیٹھ جانا

واقعہ نمبر ۵...... یہ ۶۹۷ھ کا واقعہ ہے کہ ساحلی علاقہ کے ایک شخص کی بیوی کا انتقال ہوگیا۔ جب یہ شخص اس کو دفن کر کے گھر لوٹا تو اس کو یاد آیا کہ میرا قیمتی رومال تو قبر کہ میں رہ گیا ہے جس میں کچھ پیسے بھی تھے۔ چنانچہ اس نے اسی وقت اپنے علاقہ کے مفتی صاحب کو ساتھ لیا اور قبر کو جا کر کھول دیا۔ مفتی صاحب بھی کنارے پر ہی تشریف رکھتے تھے قبر کو جب پورا کھول لیا تو دونوں کیا ماجرا دیکھتے ہیں کہ اس کی بیوی اٹھ کر بیٹھی ہوئی ہے اور اس کے بالوں سے اس کے بازو سخت قسم کے باندھے ہوئے ہیں اور پاؤں بھی جکڑے ہوئے ہیں۔ اسے اپنا کام تو بھول گیا کہ رومال لینے آیا تھا لے کر چلا جاؤں اس نے عورت کو کھولنے کی کوشش شروع کر دی، بڑا زور لگاتا رہا اور کوشش کرتا

رہا۔لیکن وہ ہتھکڑیاں نہ کھل سکیں جب عاجز آ گیا تو زور لگا کر توڑنے کی کوشش شروع کر دی۔بس پھر کیا ہوا کہ اچانک اس مرد کو بھی عورت سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا، آج تک اس کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔وہ مفتی صاحب جو کنارے پر بیٹھے تھے۔یہ معاملہ دیکھ کر بے ہوش ہو گئے۔چوبیس گھنٹے تک اسے ہوش نہ آیا۔جب ہوش آیا تو فوراً وقت کے بادشاہ کو واقعہ کی خبر دی۔بادشاہ نے مشہور عالم دین ابن دقیق رحمۃ اللہ سے اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ لوگوں کو عذاب قبر کی حقیقت بھی بتلاؤ اور ان کو ذرا خوف خدا کی طرف توجہ دلاؤ تو انہوں نے ایسا ہی کیا۔لوگوں نے اس واقعہ سے بہت ہی عبرت حاصل کی۔ (موت کا جھٹکا ص ۲۲۷ بحوالہ تاریخ مقریزی)

فائدہ! جہاں اس واقعہ سے ہمیں عبرت حاصل کرنی چاہیے وہیں اپنے عقائد اگر صحیح ہیں تو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ورنہ واقعہ سے سبق حاصل کریں کہ اہل سنت والجماعت کا اعادۂ روح کے بارے میں مسلک قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے جس کی تائید واقعات سے ہو رہی ہے۔نیز اپنے غلط عقائد پر نظر ثانی کریں۔ورنہ یوم جزاء کا دن دور نہیں قبر تو اس کی نسبت بہت ہی قریب ہے جو قیامت صغریٰ کا منظر ہے۔

قبر میں مرنے والے کی چیخ وپکار

واقعہ نمبر ۶......کوئٹہ کے قریب ایک جگہ پر ایک نوجوان فوت ہو گیا دفن کرنے کے کچھ دن بعد اس کا بھائی اس کی قبر پر ایصال ثواب کے لئے گیا تو اچانک اندر سے آواز آ رہی تھی کہ میں مر گیا میں مر گیا مجھے بچاؤ مجھے بچاؤ۔ زور زور سے یہ کہہ رہا تھا۔اس کا بھائی ڈر کے مارے گھر واپس آیا اور اپنی والدہ کو کانپتے ہوئے واقعہ سنایا کہ بھائی تو اندر زندہ ہے اور اس طرح کہہ رہا ہے۔لوگوں کو ساتھ لیا دوبارہ قبرستان گئے۔لوگوں نے بھی یہ آواز سنی تو بہ واستغفار کرتے ہوئے واپس ہوئے۔کئی دن تک اس طرح کی آواز آتی رہی اور لوگ سنتے رہے۔بالآخر بھائی کو برداشت نہ ہوا۔رات کے وقت ساتھیوں کو لے کر قبر کو جا کر کھولا۔قبر بہت گرم تھی بڑی مشکل سے ساری قبر کو کھولا بس پھر کیا ہوا کہ اچانک دیکھا کہ اس کا مرنے والا بھائی قبر میں بیٹھا ہوا ہے۔بچاؤ بچاؤ، مر گیا مر گیا پکار رہا ہے۔اسے قبر کھولنے والے بھائی نے باہر نکالنے کے لئے جو ہاتھ اس کو لگایا، تو اس کا ہاتھ مکمل طور پر جل گیا اور دہشت وخوف کی وجہ سے اسی وقت یہ بے ہوش ہو گیا۔باقی یہ ماجرا دیکھ کر گھروں کو بھاگ گئے۔صبح لوگوں کو اکٹھا کر کے لے گئے اور اسے بے ہوشی کی حالت میں ہسپتال پہنچا دیا گیا اور قبر کو جلدی جلدی ویسے ہی بند کر دیا۔ (سنت نبوی اور جدید سائنس ص ۳۲۵)

فائدہ! اس واقعہ سے جہاں اہل حق کا مسلک واضح ہو رہا ہے کہ اعادۂ روح برحق ہے۔روح جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔وہاں منکرین حیات کو بھی عبرت حاصل ہو رہی ہوگی کہ ہم اپنے عقائد باطلہ سے جلدی رجوع کر لیں۔ورنہ اسی قبر میں سب کچھ ہوتا ہوا نظر آ رہا ہے۔جانے کے فوراً بعد جسم عنصری کے ساتھ کاروائی شروع ہو جائی گی۔اللہ تعالیٰ صحیح عقائد رکھنے کی اور اچھے اعمال کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

قبر سے گدھے کی آواز

واقعہ نمبر ۷......سمندری کا علاقہ جو فیصل آباد کے ساتھ ہے۔یہ واقعہ پیش آیا کہ سمندری شہر سے تقریباً کسی نواحی گاؤں میں دو کلومیٹر کے فاصلے پر قبرستان سے گزرتے ہوئے کئی دیہاتیوں نے ایک گدھے کی آواز

سنی۔ لیکن دیکھنے سے گدھا نظر نہیں آتا تھا۔ پریشانی کے عالم میں ایک دیہاتی نے قبرستان کے اندر ایک پرانی قبر کو دیکھا کہ ایک طرف سے ایک فٹ چوڑا سوراخ نظر آ رہا ہے۔ اس میں سے گدھے کے چیخنے کی آواز آ رہی ہے۔ اس نے کچھ اور قریب ہو کر دیکھا تو گدھے نے اس سوراخ سے اپنا منہ باہر نکالا چیخنے کے بعد پھر اندر چلا گیا۔ دیہاتی بیچارہ ڈر گیا۔ دوڑتے بھاگتے اپنے گاؤں والوں کے پاس جا کر شور مچانا شروع کر دیا۔ لوگوں نے یقین نہ ہونے کی وجہ سے امام مسجد کو ساتھ لیا اور خبر کا اندازہ لگانے کے لئے کہ کس حد تک صحیح ہے؟ اکٹھے ہو کر قبرستان جا دھمکے اور ایک طرف خاموشی سے جا کھڑے ہوئے تو اچانک گدھے نے پھر اپنا سر منہ باہر نکالا اور پھر اندر چلا گیا۔ تمام لوگوں نے اس واقعہ کو دیکھ کر استغفار، کلمہ اور دعا ایصال ثواب کا ورد شروع کر دیا اور گھروں کو واپس لوٹ آئے۔ قبر کو بند کر دیا۔ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ کسی مرد کی قبر ہے؟ یا کسی عورت کی قبر ہے؟ تاہم قبر کی تختی پر صرف بسم اللہ لکھی تھی۔ باقی سب کچھ ختم ہو چکا تھا جس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اس کو مرے ہوئے کافی عرصہ بیت گیا ہے۔ (سنت نبوی اور جدید سائنس ص ۳۲۶)

فائدہ! یہ واقعات اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دکھاتا ہے۔ تاکہ وہ میری طرف متوجہ ہوں اور اعمال صالح کریں اور عقائد کو بھی سنبھالنے کی کوشش کریں۔

قبر کے اوپر سے کاغذ قلم اٹھانا

واقعہ نمبر ۸...... ایک بزرگ نے مرنے سے کچھ دن پہلے اپنے وارثوں کو وصیت فرمائی کہ جب میں مر جاؤں اور تم مجھے میری قبر میں دفنا چکو تو قبر کو بند کرنے سے پہلے ایک قلم، ایک دوات، ایک کاغذ میری قبر پر رکھ دینا اور پھر ٹھیک تین دن کے بعد آ کر میری قبر کے اوپر سے یہ چیزیں اٹھا لینا۔ لوگوں نے وصیت پر عمل کرتے ہوئے ایسے ہی کیا اور تین دنوں کے بعد واقعی قبر کے اوپر سے جا کر وہ قلم، کاغذ اور دوات اٹھائی تو اس میں سنہری الفاظ میں یہ لکھا ہوا تھا، اجمالاً قبر کے اندر کے حالات وہی ہیں جو نصوص یعنی قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔ مثلاً منکر نکیر کا سوال کرنا اور راحت و آرام کا پہنچنا اور اس کے علاوہ جو بھی شریعت بتلاتی ہے۔ لہٰذا اے لوگو! اسی پر ایمان رکھو یقین رکھو اور تفصیلی حالات بغیر گزرنے کے معلوم نہیں ہو سکتے۔ (آثار خیر، حضرت مولانا خیر محمد جالندری رحمۃ اللہ علیہ ص ۴۵۳)

فائدہ! اس واقعہ سے بھی اہل سنت والجماعت کا مسلک روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اعادۂ روح اور اس کے علاوہ سماعِ موتی اور حیات، راحت وعذاب، سوال وجواب سب کچھ صحیح اور ثابت ہے۔ اس کے خلاف چلنے والے غلط راستہ پر چل رہے ہیں۔

اجسام عنصریہ سے ارواح مبارکہ کا تعلق

قارئین! اس قائم کردہ عنوان میں کوئی اختلافی بحث یا عقائد کی بات نہیں ہوگی۔ بلکہ ایک ایسی مثال اور اس کی وضاحت ہوگی جس مثال سے ہم عالم برزخ اور عالم قبر اور مرنے کے بعد سے لے کر اٹھائے جانے کے دن تک کے جتنے حالات اجسام عنصریہ پر قبر میں یا قبر کے علاوہ جہاں کہیں بھی ہوتے ہیں اور ارواح پر جتنے حالات آتے ہیں۔ ان کو آسانی کے ساتھ اس مثال سے سمجھا جا سکتا ہے اور یہ مثال ہمارے عقائد کی کتابوں میں جہاں قبر کے حالات کا ذکر آتا ہے۔ وہاں قبر کے حالات کو اقرب الی الفہم کرنے کے لئے اور برزخ کے حالات کو

سمجھانے کے لئے ذکر کی جاتی ہے۔ اسی مثال کی تشریح کرنا مقصود ہے اور اس مثال سے کسی کا کوئی اختلاف بھی نہیں۔ یہ متفقہ مثال ہے۔ اگر اس کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو میرے خیال میں برزخ اور عالم قبر میں جسم عنصری کے ساتھ جو حالات پیش آتے ہیں تو ان کے انکار کی گنجائش نہیں رہتی۔ یقین کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے کہ واقعتا قبر میں جسم عنصری کے ساتھ روح کا اتصال اور تعلق ہے۔ راحت والم میں دونوں شریک ہیں اور یہ عین عقل کے مطابق ہے۔ قرآن وحدیث کے موافق ہے۔ اب اس مثال کو سمجھنے سے پہلے چند اصولی باتیں ذہن نشین فرمالیں۔ تاکہ برزخ اور قبر کے حالات کا سمجھنا آسان تر ہو جائے۔

<u>اصول نمبر ۱</u>...... انبیاء کرام علیہم السلام نے مرنے کے بعد عالم برزخ، عالم قبر کے جو حالات اپنی اپنی امتوں کو بتائے ہیں۔ وہ سب عقلاً ممکن ہیں۔ ٹھیک ہیں۔ ان حالات میں سے کوئی چیز ایسی نہیں جو محال ہو۔ ناممکن ہو۔ ہاں! وہ حالات ایسے ہیں، جن کو ہم اپنی عقل اور غور وفکر سے سمجھ نہیں سکتے۔ کیونکہ دنیا میں ان حالات کے اور ان چیزوں کے جو عالم قبر میں پیش آتی ہیں کوئی ایسے نمونے موجود نہیں۔ جن پر ہم ان حالات کو قیاس کرلیں یعنی جس طرح ہم دنیا کی دوسری چیزوں کو دیکھ بھال کر سمجھ لیتے ہیں۔ ہاتھ وغیرہ کے ساتھ محسوس کر لیتے ہیں۔ ان حالات کو بھی دیکھ بھال کر کے اور ہاتھ وغیرہ کے ساتھ محسوس کرلیں۔ ایسا نہیں ہے۔ اس لئے وہ حالات پیش ضرور آتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے وحی کے ذریعے بتلائے ہیں۔ لیکن ہمارے اعضاء وہ صلاحیت نہیں رکھتے کہ ان کو دنیا کی اور چیزوں کی طرح سمجھ لیں۔ بس ایمان بالغیب کے درجے میں ہمارے لئے ماننا ضروری ہوگا۔

<u>اصول نمبر ۲</u>...... انسان دو چیزوں سے بنا ہے۔ ۱...... جسم جو ظاہراً نظر آتا ہے۔ ۲...... روح جو ظاہراً نظر نہیں آتی۔ لیکن اس روح کے جسم کے اندر ہونے کا سب یقین رکھتے ہیں۔ کوئی بھی دنیا میں اس کا انکاری نہیں۔ اب ان دونوں کا آپس میں تعلق اس طرح ہے کہ دنیا کے اندر رہتے ہوئے جتنے حالات مثلاً مصیبت، تکلیف یا راحت ولذت محسوس ہوتے ہیں۔ وہ پہلے جسم پر آتے ہیں۔ پھر جسم کے ذریعے اور واسطے سے روح پر اثر کرتے ہیں۔ روح بھی ان حالات سے متأثر ہوتی ہے اور تکلیف محسوس کرتی ہے جس طرح جسم پر کوئی چوٹ لگ جائے یا جسم زخمی ہو جائے یا آگ سے جل جائے تو ظاہر ہے کہ اس چوٹ کا، زخم کا، آگ وغیرہ کا، براہ راست جسم کے ساتھ تعلق ہے۔ لیکن جسم کے واسطے سے روح بھی دکھ تکلیف محسوس کرتی ہے۔ اسی طرح قسما قسم کے کھانے پینے سے جو لذت اور فرحت حاصل ہوتی ہے۔ وہ بھی پہلے جسم کو ہوتی ہے۔ پھر جسم کے واسطے سے روح بھی لذت حاصل کرتی ہے۔ گویا یہاں جسم نے روح کو مزے کرائے مختصر زندگی میں۔ کیونکہ جسم اصل ہے اور روح اس کے تابع ہے۔ اگر جسم پر کوئی حالات اچھے یا برے نہ آئیں اور روح یہ ارادہ کرے کہ میں سب کچھ خود کرلیتی ہوں کچھ نہیں کرسکتی۔ کیونکہ جب تک اصل موجود ہے۔ اصل کے ہوتے ہوئے تابع اور خلیفے کچھ نہیں کرسکتے۔ لیکن عالم قبر اور برزخ کے حالات اس دنیا کے حالات کے بالکل برعکس ہیں۔ یعنی برزخ میں جو حالات پیش آئیں گے وہاں ایسا نہیں ہوگا کہ پہلے جسم پر سب کچھ وارد ہو۔ پھر روح پر۔ بلکہ پہلے روح پر حالات پیش آتے ہیں۔ پھر روح کے واسطے اور ذریعے سے جسم پر اثر کرتے ہیں اور جسم متاثر ہوتا ہے۔ مثلاً کھانا پینا، راحت وآرام، تکلیف ومصیبت سب چیزیں براہ راست روح کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ پھر روح جہاں ہو اس روح کے ذریعے جسم عنصری سب کچھ محسوس کرتا ہے۔ چاہے جسم عنصری ریزہ ریزہ ہو چکا ہو یا صحیح وسالم قبر میں عالم برزخ میں ہو۔ گویا روح نے وہاں جسم کو مزے کرائے۔ جیسے جسم نے دنیا میں روح کو مزے

کرائے تھے۔ دنیا میں جسم اصل اور روح تابع تھی۔ عالم برزخ وقبر میں روح اصل اور جسم تابع ہوگا۔ اسی حقیقت کو سمجھنے کے لئے کہ روح پروارد شدہ تمام چیزیں جسم کے ساتھ بھی تعلق رکھتی ہیں۔ مثال کو قرآن وحدیث سے مؤید کریں گے۔ پھر آخرت میں معاملہ مکمل ہوجائے گا جس طرح ہم یہاں دنیا میں بدخول روح جسم عنصری کے ساتھ زندہ ہیں۔ آخرت میں بھی قیامت قائم ہونے کے بعد اسی طرح مکمل حیات کے ساتھ زندہ ہوں گے بدخول روح۔

برزخ دنیا کے زیادہ قریب ہے

اصول نمبر ۳...... برزخ کے لغوی معنی ہے آڑ، پردہ کہ اس برزخ کا وقت عالم آخرت اور عالم دنیا کے درمیان ایک آڑ اور پردہ ہے کہ انسان نہ دنیا میں ہوتا ہے۔ نہ آخرت میں ہوتا ہے۔ جو قیامت کے بعد ہوگی۔ لیکن یہ برزخ اپنے حالات کے اعتبار سے دنیا کے زیادہ قریب ہے۔ بنسبت آخرت کے یعنی آخرت دنیا سے اتنی قریب نہیں جتنی برزخ دنیا سے قریب ہے۔ کیونکہ جنت ودوزخ اگرچہ پیدا ہو چکی ہیں اور ملیں گی آخرت میں۔ لیکن آخرت ابھی آئی نہیں وہ آئے گی قیامت قائم ہونے کے بعد کے بعد اور عالم آخرت ہمارے سامنے ابھی نہیں آیا جب کہ عالم دنیا موجود ہے ہمارے سامنے ہے اور جب انسان اس دنیا سے جو ہمارے سامنے موجود ہے چلا جاتا ہے تو اس کا بدن یعنی جسم عنصری اسی دنیا میں ہی دفن ہوتا ہے۔ لیکن چھ فٹ زمین کے نیچے چلا جاتا ہے اور ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے۔ ہم ہی سب کچھ کرتے ہیں۔ دفن کرتے ہیں۔ مٹی ڈالتے ہیں۔ یہ سارا ماجرا دنیا میں ہو رہا ہے۔ جسم عنصری کے ساتھ۔ صرف روح اس جسم سے آزاد ہو کر آخرت کی سیر کر رہی ہے۔ جنت ودوزخ دیکھ رہی ہے۔ جو آخرت کی چیزیں ہیں تو روح جہاں مرضی پھرے۔ لیکن اس کا بدن تو اس دنیا میں موجود ہے۔ برزخ میں موجود ہے۔ اس لئے عالم برزخ اس دنیا کے زیادہ قریب ہے۔ اس لئے برزخ میں دنیا والے حالات زیادہ جاری ہوتے ہیں۔ بنسبت ان حالات کے جو آخرت میں انسان پر جاری ہوں گے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ برزخ من وجہ دنیا ہے من وجہ آخرت ہے۔ لیکن دنیا سے زیادہ قریب ہے آخرت کے مقابلہ میں تو خواب کے ذریعے سے اور حالت بیداری میں بھی برزخ والوں سے ملاقات ہو سکتی ہے قرب کی وجہ سے۔

خواب کا شرعی حکم

اصول نمبر ۴...... خواب کا شریعت نے کچھ نہ کچھ اعتبار کیا ہے۔ ایسے نہیں کہ خواب میں آئی ہوئی بات بالکل کالعدم سمجھی جائے اور یوں سمجھا جائے جیسے اس کی کچھ حیثیت ہی نہیں کہ یہ خواب بیکار چیز ہو جس کی طرف کچھ التفات نہ کیا جائے۔ بلکہ شریعت نے خواب کا اعتبار کیا ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نیک خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ (بخاری ص ۱۰۳۴ ج ۲، مسلم ص ۲۴۲ ج ۲) اور یہ بھی آپ ﷺ نے فرمایا کہ نبوت ختم ہوگئی ہے۔ لیکن مبشرات باقی ہیں۔ (بخاری ص ۱۰۳۵ ج ۲، مشکوٰۃ ص ۳۹۴) اور مبشرات یہی ہیں جو نیک خواب کی صورت میں ظاہر کر دیئے جاتے ہیں۔ اب جب نیک خواب کو نبوت کا حصہ قرار دے دیا تو اب یہ جھوٹا نہیں ہو سکتا ہے۔ کالعدم نہیں ہو سکتا۔ لاشئ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ نبوت کا حصہ بن گیا ہے۔ نبوت جھوٹی نہیں۔ لاشئ نہیں۔ تو خواب بھی سارے جھوٹے نہیں۔ لاشئ نہیں۔ بلکہ صالحین اور اولیاء اللہ کو سچے خواب آتے ہیں۔ وہ واقعتاً ٹھیک ہوتے ہیں۔

کبھی کبھی ایسے بھی ہوتا ہے کہ جیسے خواب دیکھا ویسے پورا ہوتا ہوا نظر آجاتا ہے اور کبھی اس خواب کے ذریعے اللہ تعالیٰ برزخ کے حالات کو اچھی طرح نمایاں کر دیتا ہے۔ اب اگر کسی صالح انسان کو خواب میں برزخ کے حالات نظر آتے ہیں تو وہ صحیح سمجھے جائیں گے۔ ان کو جھٹلانا جہالت ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے خواب میں دیکھے ہوئے حالات جو امت کے سامنے بیان کئے ہیں۔ وہ بالکل حجت اور قابل استدلال ہیں۔ ان کا اسی طرح اعتبار کیا گیا ہے۔ جس طرح عالم بیداری کے حالات کا۔ جیسے عالم بیداری والے احکام و حالات کا جھٹلانا کفر اور جہالت ہے۔ اسی طرح نبی ﷺ کے خواب میں دیکھے ہوئے حالات کو جھٹلانا بھی کفر اور جہالت ہے اور صالحین کے اچھے خواب چونکہ نبوت کا ہی حصہ ہیں۔ اس لئے ان کو جھٹلانا بھی گناہ اور جہالت ہے۔

نیند اور موت کا ایک جیسا ہونا

اصول نمبر ۵...... نیند اور موت کی آپس میں بہت زیادہ مشابہت ہے۔ یعنی نیند ایسے ہے جیسے موت آ گئی ہو اور موت ایسے ہے جیسے نیند آ گئی ہو۔ اگر نیند کو موت کہیں تو بھی ٹھیک ہے۔ اگر موت کو نیند کہیں تو بھی ٹھیک ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ ملتے جلتے ہیں۔ جیسے نیند میں جو حالات انسان کو پیش آتے ہیں صرف وہی نیند والا ہی محسوس کرتا ہے اور کوئی محسوس نہیں کرتا۔ ایسے ہی موت کے بعد انسان کو جو حالات پیش آتے ہیں تو وہ بھی وہی موت والا شخص ہی محسوس کرتا ہے اور کوئی محسوس نہیں کرے گا اور کسی کو کچھ پتہ نہیں چلے گا۔ اب اس پر چند دلائل ملاحظہ فرمائیں کہ نیند موت کی طرح ہے اور نیند کو موت کہا گیا ہے۔

نیند مثل موت کے ہے دلائل کی روشنی میں

دلیل نمبر ۱...... اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''وھو الذی یتوفکم بالیل (انعام: ۶۰)'' اور (اللہ) (وہ ذات ہے جو رات کو تمہیں وفات دے دیتا ہے) (نیند کی صورت میں) یعنی اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے (انسان کو) یعنی رات میں جب انسان سو جاتا ہے تو ظاہری احساس و شعور انسان کو باقی نہیں رہتا۔ انسان اپنے اردگرد بلکہ جسم کے احوال کو بھی نہیں جانتا ہے۔ گویا یہ ایسے ہے جیسے کوئی مردہ ہو تو اس آیت میں نیند کو موت اور وفات کہا گیا ہے کہ تمہیں موت یعنی نیند دے دیتا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جو انسان کو مل جاتی ہے۔ جنہیں نیند نہیں آتی ان سے پوچھو کہ رات کیسے گزرتی ہے۔ (شکر خدا بر انسان واجب است)

دلیل نمبر ۲......''اللّٰہ یتو فی الا نفس حین مو تھا والتی لم تمت فی منامھا (زمر: ۴۲)'' (اللہ تعالیٰ نکال لیتا ہے روح اس کے مرنے کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی اس کی نیند کے وقت) (یعنی روح نکال لیتا ہے) یعنی اللہ تعالیٰ ہر روز نیند کے وقت انسان کی روح نکال لیتا ہے۔ پھر واپس بھیج دیتا ہے تو جیسے موت میں روح نکل جاتی ہے۔ بالکل ایسے ہی نیند میں روح نکل جاتی ہے یعنی موت اور نیند دونوں کی حالت برابر ہے کہ ایک ہی چیز دونوں حالتوں میں قبض کر لی جاتی ہے اور وہ روح ہے۔

دلیل نمبر ۳...... حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سوتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے: ''اللھم باسمک اموت واحیی'' یا اللہ میں تیرے نام کے ساتھ مرتا ہوں (یعنی سوتا ہوں) اور

زندہ ہوتا ہوں (جاگتا ہوں) اور جب بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: ''الحمد لله الذی احیانا بعد ما اماتنا والیه النشور'' (سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا (یعنی نیند کے بعد بیدار فرمایا) اور قیامت میں زندہ ہو کر اسی کی طرف لوٹنا ہے) ان دونوں حدیثوں میں نیند کو موت کہا گیا ہے۔

دلیل نمبر ۴...... ''قال النبی ﷺ النوم اخ الموت'' (مشکوٰۃ ص ۵۰۰) کہ نیند موت کی بہن ہے ''النوم'' چونکہ عربی میں مذکر استعمال ہوا ہے۔ اس لئے ''اخ'' بھی مذکر استعمال ہوا ہے۔ اردو زبان میں چونکہ نیند کا لفظ مؤنث استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے ترجمہ کرتے ہوئے حضرات نے بہن کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یعنی مؤنث کا کہ نیند موت کی بہن ہے۔ ویسے محاورہ میں بھی کہتے رہتے ہیں کہ سویا مویا برابر ہیں۔ یعنی سوئے ہوئے کو بھی کچھ پتہ نہیں چلتا اور مرے ہوئے کو بھی کچھ پتہ نہیں چلتا۔ خلاصہ یہ کہ نیند اور موت ایک ہیں جیسے نیند میں روح نکل جاتی ہے۔ ایسے ہی موت میں روح نکل جاتی ہے۔

دلیل نمبر ۵...... حضرت علی رضی اللہ عنہ اس آیت (اللّٰہ یتوفی الانفس) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نیند کے وقت روح نکل جاتی ہے۔ لیکن جسم عنصری میں اس کی شعاع باقی رہتی ہے۔ اس لئے انسان خواب دیکھتا ہے۔ پھر بیداری کے وقت آنکھ جھپکنے سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ جسم کی طرف لوٹ آتی ہے۔ (تفسیر معالم التنزیل)

فائدہ! اب مکمل وضاحت ہوگئی اس بات کی کہ نیند موت کی طرح ہے۔

قبر کے حالات نیند کے حالات کے مشابہ ہیں

اصول نمبر ۶...... برزخ وقبر کے اندر انسان پر جتنے حالات آتے ہیں۔ وہ ان حالات کی طرح ہیں جو انسان نیند کے اندر دیکھتا اور محسوس کرتا ہے اور اس کے اثرات انسان کے جسم پر بیداری کے بعد بھی ہوتے ہیں۔ واقعات آرہے ہیں جن سے اندازہ لگانا آسان ہوجائے گا۔ اس کی وضاحت اس طرح ہوگی کہ ہماری جو زندگی ہے اور زندگی میں ہم اٹھتے بیٹھتے ہیں، چلتے پھرتے ہیں۔ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ یہ ایک ہماری حالت ہے اور دوسری ہماری حالت وہ ہوگی جس وقت ہمارے اوپر موت طاری ہوگی یعنی مرنے کے بعد کی حالت جس میں انسان کچھ نہیں کرسکتا اور ایک ہے ہماری تیسری حالت جو ان دونوں کے درمیان درمیان ہے۔ یہ حالت ایسی ہوتی ہے جو دونوں حالتوں کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔ اس میں ایسا بھی نہیں ہوتا کہ انسان کچھ نہ کرسکے اور ایسا بھی نہیں ہوتا کہ سب کچھ کر سکے۔ بلکہ کچھ کرتا ہے اور کچھ نہیں کرتا۔ جیسے نیند والی حالت یہ تیسری حالت ہے۔ اس نیند میں نہ تو انسان پوری طرح زندہ ہوتا ہے کہ اس کی آنکھیں کام کرتی ہوں۔ کان سنتے ہوں، دماغ وغیرہ سوچتا ہو، زبان بولتی ہو، ہاتھ پاؤں حرکت کررہے ہوں، جیسے بیداری میں کرتے ہیں یعنی سارے حواس ٹھیک ہوں اور ایسا بھی نہیں ہوتا کہ انسان بالکل مردہ ہو۔ کیونکہ اس کی نیند میں تھوڑی بہت نقل وحرکت باقی رہتی ہے۔ مثلاً دل اپنا کام کررہا ہے معدہ کام کررہا ہے۔ آدمی بذات خود اپنے پہلو، کروٹیں تبدیل کررہا ہے اور سانس آجارہا ہے۔ یعنی اندر کے حالات سارے ٹھیک ہیں۔ اس لئے کہ پوری طرح موت اس پر نہیں آئی۔ خلاصۂ کلام یہ کہ نیند والی حالت نہ موت کے بعد والی حالت جیسی ہوتی ہے اور نہ ہی کلی طور پر بیداری والی حالت ہوتی ہے تو اس حالت کو ایسے سمجھو جس طرح برزخ والی حالت ہوتی ہے اور قبر والی زندگی ہوتی ہے۔ گویا ہماری نیند ہمارے لئے ایک برزخی حقیقت ہے تو برزخ کے حالات سمجھانے کے لئے نیند کی

مثال بہت موثر ہے۔ کیونکہ قبر والی زندگی میں جس زندگی کو ثابت کیا جاتا ہے۔ اس سے بعینہ ایسی زندگی مراد نہیں ہوتی جیسے کامل زندگی وفات سے پہلے دنیا میں تھی یا پھر قیامت میں حاصل ہوگی۔ بلکہ ایسی زندگی مراد ہوتی ہے جس زندگی سے میت انسان میں ادراک وشعور پیدا ہوجاتا ہے۔ جس سے میت کو عذاب وراحت اور دکھ سکھ کا احساس ہوسکتا ہے۔

اصول نمبر ۷...... نیند میں روح عرش کی طرف جاتی ہے۔ یہ بات آثار واحادیث سے مکمل طور پر ثابت ہے کہ نیند کی حالت میں روح جسم سے نکل کر آسمانوں کی طرف جاتی ہے۔ حتیٰ کہ ساتوں آسمانوں سے گزر کر عرش کے نیچے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے۔ پھر اتنی تیز حرکت والی ہے کہ پلک جھپکنے سے بھی زیادہ تیزی سے جسم کی طرف لوٹ آتی ہے۔ اس پر چند دلائل ملاحظہ فرمائیں کہ روح عرش کی طرف جاتی ہے۔

دلیل نمبر ۱...... حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اذا نام الانسان عرج بروحه حتى يؤتى بها الى العرش فان كان طاهر اذن لها بالسجود (شرح الصدور ص ۱۱۴)'' (جب انسان سوتا ہے تو اس کی روح اوپر کو چڑھائی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ عرش تک پہنچ جاتی ہے۔ پس اگر وہ انسان پاکی کی حالت میں ہوتا ہے تو روح کو سجدہ کی اجازت دی جاتی ہے)

دلیل نمبر ۲...... حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''ان الارواح يعرج بها فى منامها الى السماء وتؤمر بالسجود عند العرش (شرح الصدور ص ۱۱۴)'' بے شک روحوں کو نیند میں آسمان کی طرف چڑھایا جاتا ہے اور عرش کے قریب انہیں سجدہ کا حکم دیا جاتا ہے)

دلیل نمبر ۳...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد پاک فرمایا: ''مامن عبد ولا امة ينام فيمتلئ نوما الا يعرج بروحه الى العرش (ایضاً)'' (جو بھی اللہ کا بندہ یا باندی وہ سوتے ہیں اور گہری نیند سو جاتے ہیں تو اس کی روح عرش کی طرف چڑھائی جاتی ہے)

دلیل نمبر ۴...... حضرات تابعین میں سے حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب انسان سوجاتا ہے تو اس کے لئے ایک راستہ بن جاتا ہے۔ جس میں روح چلتی ہے۔ جب تک روح چلتی رہتی ہے۔ انسان سوتا رہتا ہے جب بدن کی طرف واپس آجاتی ہے تو انسان جاگ اٹھتا ہے اور روح سورج کی شعاع کی طرح ہے کہ سورج کی شعاع تو زمین پر پڑتی ہے۔ لیکن یہ شعاع ہے ملی ہوئی سورج سے یعنی شعاع اصل سورج کے ساتھ متصل ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۱۴) یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ روح نیند میں عرش کی طرف جاتی ہے جیسے موت کے بعد عرش کی طرف جاتی ہے۔ آپ نے پڑھ لیا ہے اعادۂ روح کی بحث میں۔

اصول نمبر ۸...... روح بہت تیز حرکت والی ہے۔ یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے کہ روح جتنی تیزی سے نقل وحرکت کرتی ہے۔ اتنی تیزی سے اور کوئی چیز نقل وحرکت نہیں کرتی ہے۔ جیسے حضرت امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ خیال محض غلط اور باطل ہے کہ روح بھی جسم کی طرح ایک جگہ اور ایک مکان میں ہوتی ہے اور اسی وقت دوسری جگہ نہیں ہوتی۔ بلکہ روح کی شان وحالت یہ ہے کہ ایک ہی وقت میں اعلیٰ علیین میں آسمانوں کے اوپر ہوتی ہے اور اسی وقت فوراً قبر کی طرف لوٹ آتی ہے۔ کیونکہ یہ سریع الحرکت ہے (تیز حرکت والی ہے) یہ سریع السیر ہے (تیز چلنی والی ہے) کہ پلک جھپکنے میں آسمانوں سے قبر تک آجاتی ہے پھر فوراً آنکھ کے جھپکنے سے بھی

پہلے اپنے مقام کی طرف چلتی جاتی ہے یا اپنے مقام پر رہتے ہوئے (یعنی علیین سجیین میں رہتے ہوئے) اسے قبر سے اتصال و تعلق ہے۔ جیسے سورج کی روشنی کہ سورج تو آسمان میں ہے لیکن اس کی شعائیں زمین پر ہیں تو جیسے یہ تعلق ہے ایسے روح جہاں ہو اس کا تعلق بھی جسم سے ایسے ہے۔ (کتاب الروح ص ۱۲۵)

اصول نمبر ۹...... یہ بات بھی ہر ذی شعور انسان جانتا ہے کہ خواب میں جتنے حالات انسان دیکھتا ہے۔ ان حالات کا صرف اسی خواب دیکھنے والے ہی کو پتہ چل سکتا ہے کسی اور کو کچھ پتہ نہیں چلتا۔ اگر چہ سونے والا کسی دوسرے کی گود میں سر رکھ کے نیند کر رہا ہو اور دوسرا شخص بیداری میں چست ہو کر بیٹھا ہو تو بیدار شخص کو کچھ پتہ نہیں چلے گا کہ یہ کیا کر رہا ہے؟ اب اگر سونے والا بیدار کو کہے کہ میں نے نیند میں یہ کچھ کھایا ہے۔ فلاں جگہ گیا تھا۔ فلاں باغ کی سیر کی ہے وغیرہ وغیرہ اور بیدار شخص اس کو جھٹلا دے کہ تو جھوٹ بولتا ہے۔ غلط بیانی کرتا ہے تو نے کچھ نہیں کھایا پیا۔ میں تیرے ساتھ بیٹھا تھا۔ تیری طرف دیکھ رہا تھا۔ مجھے تو کچھ نظر نہیں آیا۔ لہٰذا تو جھوٹ بولتا ہے تو حضرات ناظرین آپ فیصلہ کریں اس ساتھ بیٹھنے والے شخص کو جو بیدار تھا اور مان نہیں رہا کیا لقب دے گا کہ بھائی اپنے عقل کا دماغ کا علاج کراؤ۔ آپ تو دنیا میں سب سے بڑے پاگل ہیں۔ آپ سے بڑا جاہل کوئی نہیں۔ تجھے تو اتنی واضح بات سمجھ میں نہیں آ رہی تو قرآن وحدیث کیا سمجھے گا؟ ویسے تو تو بڑا اعلامہ فہامہ شکل وصورت کے لحاظ سے لگتا ہے۔ لیکن حال یہ ہے کہ تو ادنیٰ سی بات بھی سمجھ نہیں سکتا۔

ان تمام اصولوں سے مشترکہ بات حیات ثابت ہوتی ہے

ان تمام اصولوں سے جو بات ظاہر ہوئی وہ یہ کہ قبر میں جسم عنصری کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے۔ جب روح کا تعلق ہوتا ہے تو روح پر آنے والے تمام حالات کا جسم کے ساتھ بھی تعلق ہوتا ہے۔ روح کا تعلق جسم کے ساتھ کیسے ہوتا ہے؟ اب ذرا غور کریں اصولوں سے یہ باتیں ظاہر ہوئی ہیں:

۱...... انبیاء کرام علیہم السلام نے جو خبریں عالم قبر کے متعلق دی ہیں۔ وہ بالکل صحیح ہیں اور صحیح اسی صورت میں ہو سکتی ہیں کہ روح کا جسم کے ساتھ تعلق مانا جائے۔ ورنہ العیاذ باللہ! ان سب کو جھٹلانا لازم آتا ہے۔

۲...... عالم قبر و برزخ میں سب حالات روح پر آتے ہیں اور جسم اس کے تابع ہوتا ہے اور یہ تب تابع بن سکتا ہے۔ جب روح کا جسم سے تعلق مانا جائے۔

۳...... خواب کے ذریعے برزخ والوں سے ملاقات ہو سکتی ہے۔ کیونکہ برزخ دنیا کے زیادہ قریب ہے۔ ملاقات کا ثابت ہونا روح کے تعلق کو ثابت کرتا ہے۔

۴...... قرآن وحدیث میں موت اور نیند کو ایک ہی سطح پر رکھا ہے۔ بلکہ صحیح احادیث میں نیند کو موت ہی فرمایا گیا ہے۔ جب یہ دونوں برابر تو نیند کی حالت میں روح کا جسم سے تعلق ہوتا ہے تو موت کی حالت میں بھی روح کا تعلق جسم سے ماننا پڑے گا۔ ورنہ قرآن وحدیث کا ان کو ایک سطح پر رکھنا بیکار رہو گا۔ بے فائدہ ہو گا۔ العیاذ باللہ!

۵...... موت اور نیند میں روح کا جسم سے نکلنا خود قرآن کی نص صریح سے ثابت ہے اور احادیث سے بھی ثابت ہے تو جیسے نیند میں روح کے نکلنے کی صورت میں تعلق ہوتا ہے جسم عنصری کے ساتھ۔ ایسے ہی موت میں روح کے جسم سے نکلنے کی صورت میں تعلق ثابت ہو گا۔ نیند کے وقت تعلق کا ماننا اور موت کے وقت انکار کرنا جہالت ہے۔

۶...... دونوں صورتوں میں روح نکل کر عرش پر جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ کرتی ہے۔ یہ احادیث سے ثابت ہوا ہے تو جیسے نیند کی حالت میں روح عرش پر جاتی ہے اور اس کا تعلق جسم کے ساتھ ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح موت کے وقت بھی عرش پر جاتی ہے اور پھر علیین میں رہتی ہے۔ اس کا تعلق جسم عنصری سے ہوتا ہے۔ اس موت کے وقت تعلق کے انکار سے نیند کے وقت روح کے تعلق کا انکار جہالت اور گمراہی ہے تو موت کے وقت بھی تعلق کا انکار جہالت اور گمراہی ہے۔

۷...... نیند کی صورت میں روح کا عرش سے فرش پر آنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے تو موت کی صورت میں بھی عرش سے فرش تک آنا احادیث سے ثابت ہے۔ نیند کی صورت میں عرش سے فرش پر آنے کو جھٹلانا جہالت اور گمراہی ہوئی تو موت کی صورت میں بھی عرش سے فرش پر آنے کو جھٹلانا جہالت اور گمراہی ہوگی۔ لہٰذا دونوں کو ماننا عین ایمان ہے کسی سے انکار کی گنجائش نہیں۔

۸...... سونے والے کی روح کا عرش سے آنا فانا آنکھ جھپکنے سے بھی پہلے واپس آنا اور جسم کی طرف لوٹنا ''اسرع من لحظه'' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد میں ثابت ہے تو موت کی حالت میں بھی ''اسرع من لحظه'' سے بھی پہلے آنا خود بخود ثابت ہوا۔ ان میں کسی ایک کے انکار کی گنجائش نہیں۔

۹...... نیند کی حالت میں روح کا نکل جانا۔ پھر اس روح کا جسم عنصری کے ساتھ شعاع کی شکل وصورت میں تعلق اور اتصال کا باقی رہنا خود سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے ثابت ہے اور مشاہدہ سے بھی ثابت ہے تو موت کی حالت میں بھی روح کا جسم سے نکل جانا پھر شعاع کی صورت میں جسم عنصری کے ساتھ تعلق واتصال رکھنا یہ بھی قرآن وحدیث پر مبنی ہوا۔ سابق کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ روح کا موت کے وقت جسم عنصری سے تعلق والا موقف ومسلک کتاب اللہ اور احادیث نبویہ کی نصوص صریحہ وصحیحہ اور اقوال وآثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مبنی ہے۔ اس سے انکار گمراہی وجہالت ہے اور اہل سنت والجماعت علماء حقہ کی جماعت سے خروج کا باعث ہے اور یہ ماننا اور ایمان رکھنا کہ روح علیین یا سجین میں رہتے ہوئے بھی جسم عنصری کے ساتھ تعلق رکھتی ہے شعاع کی صورت میں یہ عین ایمان ہے۔

برزخ کے حالات کی نیند کی مثال سے وضاحت

قارئین! اب آپ حضرات وہ مثال پڑھیں جو ہماری عقائد کی کتابوں میں آتی ہے۔ جہاں قبر کے حالات کا تذکرہ آتا ہے۔ مثال دو آدمی آپس میں دوست ہیں، بھائی ہیں۔ بڑا ان کا آپس میں تعلق ہے۔ ان میں سے ایک بیدار بیٹھا جاگ رہا ہے۔ دوسرا سویا ہوا ہے اور خواب دیکھ رہا ہے کہ میں دنیا میں سیر کر رہا ہوں۔ مکہ مکرمہ کعبۃ اللہ کا طواف کر رہا ہوں۔ بڑی خوشی کی حالت میں۔ اس نے خواب میں رونق دیکھی یا اس کے برعکس اس نے خواب میں دیکھا کہ مجھے کوئی مار رہا ہے اور میں بھاگ رہا ہوں۔ میرے پیچھے پولیس لگی ہوئی ہے۔ میں کسی کنویں میں گر گیا ہوں۔ یعنی بڑے ڈراؤنے خواب دیکھ رہا ہے تو یہ بیدار شخص جو اس کے ساتھ بیٹھا ہے اس کو کچھ پتہ نہیں چل رہا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ حالانکہ خواب دیکھنے والے شخص نے خواب میں جو یہ دیکھا ہے کہ میں کھا رہا ہوں۔ مجھے دکھ، سکھ خواب کے اندر پہنچ رہا ہے۔ وہ صرف یہ نہیں دیکھتا کہ میری روح کھا رہی ہے یا خیالی قوت کھا رہی ہے۔ بلکہ وہ خواب میں یہی دیکھتا ہے کہ بیداری کی طرح وہ اپنے اس جسم والے منہ سے کھا رہا ہے جس سے روزانہ کھاتا ہے۔ اگر مار پڑتی دیکھتا ہے تو یہ نہیں دیکھتا کہ اس کی روح پر کاروائی ہو رہی ہے۔ بلکہ وہ یہی دیکھتا ہے کہ اس کے اسی جسم پر مار پڑ رہی

ہے۔ تو وہ خواب دیکھنے والا سارا ماجرا اسی جسم کے متعلق دیکھ رہا ہے۔ لیکن یہ ساتھ بیٹھا ہوا شخص اس کے جسم کو دیکھ رہا ہے۔ لیکن کچھ پتہ نہیں چل رہا۔ اب جب وہ بیدار ہوا تو اس نے سارا ماجرا خواب والا اسے بتایا تو یہ شخص اس کا انکار نہیں کرتا۔ بلکہ کہتا ہے کہ سب کچھ تو نے دیکھا ہوگا۔ بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے۔ کیونکہ یہ خواب کی بات ہے۔ خواب کا جہاں دنیا کے جہان سے آگے ایک مستقل جہاں ہے۔ جیسے اس کی تصدیق کرنا عقلمندی ہے کہ واقعتا خواب کا جہان بیداری کے جہان سے آگے ایک اور چیز ہے۔ ایک اور جہاں ہے اور میں اس کو بیداری کی حالت میں بالکل محسوس نہیں کرسکتا بالکل اسی طرح عالم برزخ، عالم قبر میں پیش آنے والے حالات کا ایک مستقل جہاں ہے۔ جو عالم دنیا سے آگے ایک اور چیز ہے۔ دونوں یعنی عالم دنیا اور عالم برزخ علیحدہ علیحدہ احکام رکھتے ہیں۔ دونوں کے حالات کا احساس ایک دوسرے کو نہیں ہوسکتا تو جیسے بیداری والا خواب والے جہاں کو نہیں جھٹلاسکتا ہے۔ اسی طرح دنیا میں رہنے والا برزخ کے جہان کو بھی نہیں جھٹلاسکتا۔ قبر میں آنے والے جسم عنصری پر حالات کو بھی نہیں جھٹلاسکتا۔

کیونکہ خواب کے جہان کا اس کو اپنی عقل کے ذریعے پتہ چلا ہے۔ اس پر اعتماد کرتا ہے تو برزخ اور قبر کے جہان کا تو اللہ اور اس کے رسول کے ذریعے پتہ چلا۔ وحی کے ذریعے پتہ چلا ہے۔ اس پر بطریق اولیٰ اعتماد کرنا چاہیے۔ ہماری عقل میں آئے یا نہ آئے۔ یہ ماننا ضروری ہے کہ دنیا سے آگے اور آخرت کے پیچھے واقعتا ایک جہان ہے جس میں روح مع الجسد دونوں اکٹھے زندگی گزارتے ہیں۔ اس کے انکار کی گنجائش نہیں۔ اسے ماننا عقل مندی ہے۔ پھر اہل فراست واہل کشف اور دل کی آنکھیں رکھنے والے صرف اس جہان کو دیکھ سکتے ہیں اور ہمیں ان کے ذریعے پتہ چلا ہے۔ اب سب حالات جو دنیا سے اگلے جہان میں پیش آتے ہیں۔ عالم برزخ میں یعنی زمین والی قبر کا تنگ ہونا، زمینی قبر کا کشادہ ہونا، دوزخ یا جنت کی کھڑکی کا کھلنا اور اس مردہ کو عذاب وراحت کا ہونا۔ یہ سارے واقعات یقینا اس زمینی قبر میں جسم عنصری کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ لیکن ہم اس دنیا میں رہتے ہوئے عام طور پر احساس نہیں کرسکتے۔ کیونکہ وہ جہان اور ہے۔ لیکن کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے وہ حالات دکھا بھی دیتا ہے۔ جیسے آپ حضرات نے اسی کتاب میں واقعات پڑھ لئے ہیں۔ تو جیسے ہم نے برزخ کے حالات کو خواب کے حالات کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ ان دونوں میں مکمل موافقت ومناسبت ہے۔ تو جس طرح خواب میں انسان کی روح کا جسم عنصری سے تعلق قائم ودائم رہتا ہے۔ اسی طرح عالم برزخ اور قبر والے جہان میں بھی انسان کی روح کا جسم عنصری سے تعلق قائم ودائم رہتا ہے۔ نیز چونکہ ان دونوں جہانوں کی آپس میں بدرجہ اتم مشابہت پائی جاتی ہے۔ یعنی خواب کے جہان کی اور برزخ کے جہان کی اور برزخ والا جہان ویسے بھی دنیا والے جہان کے زیادہ قریب ہے۔ خواب کے ذریعے اور زیادہ قریب ہوجاتا ہے۔ تو اس خواب والے جہان میں اہل برزخ کے ساتھ مناسبت بھی بڑی جلدی ہوجاتی ہے اور خواب کے ذریعے معلوم ہونے والے برزخ کے حالات بھی بالکل صحیح ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ خود انسان خواب کے علاوہ اس دنیا والے جہان میں بیداری کی حالت میں بھی قبر والوں سے رابطہ قائم کرلیتا ہے۔ جیسے آپ بہت سارے واقعات پڑھ چکے ہیں کہ حالت بیداری میں ایک دوسرے سے رابطہ ہو رہا ہے۔ قرآن پاک کا دور ہو رہا ہے۔ باتیں ہو رہی ہے۔ قبر کے اندر والا ایسے بول رہا ہے جیسے کسی دیوار کے پیچھے انسان بیٹھا باتیں کر رہا ہو۔ تو آپ حضرات کچھ واقعات ملاحظہ فرمائیں اس بات پر کہ خواب میں برزخ والوں سے رابطہ ہوجاتا ہے۔

خواب کے ذریعے قبر والوں سے رابطہ واقعات کی روشنی میں

واقعہ نمبر ۱......حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کی ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے ملاقات خواب میں حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی رسول ﷺ ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قبیلہ دوس سے تعلق رکھتے ہیں۔ جب یہ اپنے علاقے سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آنے لگے تو ان کے ساتھ ایک اور آدمی تیار ہو گیا کہ میں بھی آپ کے ساتھ مدینہ منورہ چلتا ہوں۔ دونوں حضرات سفر کر کے تشریف لائے۔ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں اور دونوں ہی آ کر مسلمان ہو گئے اور مدینہ منورہ میں ہی قیام شروع کر دیا۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ جو ساتھی حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ آیا تھا اس کو مدینہ منورہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی۔ بیچارہ بیمار ہو گیا اور بیمار بھی بڑا سخت ہوا۔ جسم کے سارے جوڑوں میں اتنا شدید درد اٹھا کہ وہ برداشت نہ کر سکا۔ نیا نیا مسلمان ہوا تھا۔ ابھی مسائل کا بھی اتنا علم نہیں تھا۔ صبر نہ کر سکا۔ بال آخر ایک دن چھری اٹھائی۔ ہاتھوں کے جوڑوں میں بہت درد تھا۔ چھری سے ہاتھوں کے جوڑ کاٹ دیئے۔ شدید درد کی وجہ سے الٹا اور زیادہ پریشانی بن گئی کہ جہاں سے ہاتھ کاٹے تھے، وہاں سے جو خون نکلنا شروع ہوا علاج کر کر کے تھک گئے۔ اپنے طور پر جو کچھ ہو سکتا تھا سب کچھ کیا۔ لیکن خون نہ بند ہو سکا۔ آخر کار یہی خون کا نکلنا سبب بن گیا موت کا۔ صحابی رسول ﷺ بیچارہ فوت ہو گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کفن دفن کا انتظام کیا۔ وہیں مدینہ منورہ کے ہی قبرستان میں دفنا دیا۔ چونکہ اپنے ہاتھ خود کاٹے تھے جو سبب بنے موت کا۔ یہ بات بظاہر خودکشی کے زمرہ میں داخل ہو گی ایسا ہوگا جیسے اپنے آپ کو خود ہی مار دیا۔ بعد میں ایک رات حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ نے اس کو خواب میں دیکھا۔ خواب میں ملاقات ہوئی تو وہ صحابی رسول ﷺ بڑی اچھی حالت میں نظر آئے۔ بڑے خوش ہیں۔ لیکن اپنے ہاتھوں کو کپڑے سے چھپائے ہوئے ہیں۔ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ بھائی بتاؤ کیا گزری؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسا معاملہ کیا؟ تو وہ صحابی رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ حضرت مجھے اللہ تعالیٰ نے ہجرت کی وجہ سے معاف کر دیا ہے۔ جو ہم نے ہجرت کی تھی۔ آپ ﷺ کی طرف اور مسلمان ہوئے تھے۔ یہ سبب بنا میرے معاف ہونے کا اور میری بخشش کا۔ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ ہاتھ آپ نے کپڑے سے کیوں چھپائے ہوئے ہیں؟ کیا معاملہ ہے؟ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے باقی تو سارا کچھ معاف کر دیا ہے۔ لیکن ہاتھوں کے بارے میں مجھے کہا کہ یہ ہاتھ تو نے خود خراب کئے ہیں جان بوجھ کر ہم ان کو صحیح نہیں کریں گے۔ یہ اسی طرح ہی رہیں گے کٹے ہوئے۔ اس لئے یہ ہاتھ میرے کٹے ہوئے ہیں اور میرے لئے عیب ہیں۔ اس وجہ سے میں نے ان کو چھپا رکھا ہے اور بھی حال احوال ہوئے ہوں گے۔ رات گزر گئی۔ صبح ہوئی۔ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے پریشانی کے عالم میں۔ آپ ﷺ کو دیکھا ہوا خواب کا واقعہ عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ یہ معاملہ ہو گیا ہے کہ بیچارے کے ہاتھ ٹھیک نہیں تھے۔ باقی سب کچھ ماشاء اللہ ٹھیک تھا۔ شفقت والے رحمت والے اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ اٹھائیں اور اس بیچارے کے لئے رحمت والے خدا سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں کو بھی ٹھیک فرما دیں۔ آپ ﷺ نے رحمت والے ہاتھ اٹھائے۔ دوسروں نے بھی آپ ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے ہاتھ اٹھائے ہوں گے تو آپ ﷺ نے اپنی پیاری پیاری زبان مبارک سے اپنے پیارے پیارے رب کے سامنے یہ الفاظ کہے اور یوں دعا مانگی ''اللّٰھم ولیدیہ فاغفر'' (مشکوٰۃ ص ۳۰۰، مسلم ص ۷۴ ج ۱) ''اے اللہ اس

بے چارے کے ہاتھوں کو بھی معاف فرمادے۔ یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھوں کو معاف کر کے صحیح کر دیا ہوگا۔ کیونکہ آپ ﷺ کی دعاؤں کو اللہ پاک رد نہیں فرماتے۔

فائدہ! اس واقعہ سے چند باتیں معلوم ہوئیں: ا...... حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کا خواب سچا تھا۔ آپ نے تصدیق فرماتے ہوئے دعا کی ہے۔ اگر خواب سچا نہ ہوتا تو یوں دعا نہ کرتے۔ ۲...... برزخ والوں سے یعنی قبر والوں سے خواب میں ملاقات ہوجاتی ہے۔ ۳...... اس جسم عنصری کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے اور اسی جسم عنصری کو ہی اصل راحت وآرام، دکھ، سکھ دینا مقصود ہوتا ہے۔ چونکہ اسی جسم عنصری کے ساتھ دنیا میں ہاتھ کاٹے تھے۔ اس لئے قبر میں بھی ان ہاتھوں کو صحیح نہیں کیا گیا دعا سے پہلے اور انہی جسم عنصری والے ہاتھوں کو ہی چھپایا ہوا تھا۔ معلوم ہوا کہ ساری قبر والی کاروائی اسی جسم عنصری کے ساتھ بھی ہوتی ہے۔ صرف روح کے ساتھ یا روح کی جسم مثالی کے ساتھ نہیں ہوتی۔ بلکہ دونوں یعنی روح اور جسم عنصری برابر کے ثواب وعذاب میں شریک ہوتے ہیں۔ ورنہ خواب میں کچھ نہ دیکھتے۔ نہ ہی ملاقات ہوتی۔ نہ ہی بات چیت ہوتی۔ یہ سارا کچھ دیکھنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ روح کا جسم عنصری سے قوی تعلق ہے مماتیوں کا یہ کہنا کہ قبر میں کچھ نہیں ہوتا۔ روح کا بالکل تعلق نہیں ہوتا۔ سب دھوکہ ہے۔ گمراہی ہے بے عقلی ہے۔ ان سے بچنا ثواب کا کام ہے۔

واقعہ نمبر ۲...... خواب میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو وصیت کرنا۔ جنگ یمامہ جو مشہور جنگ ہے۔ مسلیمہ کذاب سے لڑی گئی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جس میں بڑے بڑے صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم نے شہادت کا مقام حاصل کیا ہے۔ ان شہید ہونے والوں میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بھی تھے جن کو انصار مدینہ کا خطیب کہا جاتا تھا۔ آواز اللہ تعالیٰ نے خوب دی تھی۔ بہت اونچی آواز سے شیر دل انسان کی طرح اللہ کی رحمت بن کر لوگوں کے سامنے گرجتے تھے۔ بہت سارے ان کے متعلق واقعات حدیث کی کتابوں میں آئے ہیں۔ جنگ یمامہ میں حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے بہت خوبصورت زرہ جو دفاع کے لئے پہنی جاتی ہے پہن رکھی تھی جب شہید ہوگئے تو ان کی وہ خوبصورت زرہ کسی نے اتار کر کسی دوسری جگہ چھپادی۔ رات کو خواب میں حضرت ثابت قیس رضی اللہ عنہ ایک آدمی کو ملتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میری زرہ فلاں آدمی نے اتاری ہے۔ فلاں جگہ چھپادی ہے۔ وہیں پڑی ہوئی ہے جا کر اٹھالو اور بھی کچھ وصیتیں فرمائیں۔ ان میں سے ایک وصیت یہ بھی کی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جا کر یہ میرا پیغام دینا کہ میں نے فلاں آدمی کا اتنا قرض دینا ہے۔ اس کا انتظام کرادو میرا فلاں غلام ہے اس کو آزاد کردو۔ وغیرہ وغیرہ، یہ خواب دیکھنے والا آدمی صبح ہوتے ہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا جو ان کی قیادت کر رہے تھے۔ سارا واقعہ سنایا اور یہ بھی بتایا کہ وہ زرہ فلاں جگہ فلاں آدمی نے چھپائی ہے تو حضرت نے آدمی بھیج کر اسی بتائی ہوئی جگہ سے زرہ تلاش کرائی تو وہ مل گئی اور اسی آدمی سے جس نے اتاری تھی صحیح صحیح پوچھا تو اس نے بھی بتایا کہ ہاں مجھ سے یہ غلطی ہوئی ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جا کر بتایا کہ فلاں کا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ پر قرض ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اس قرض والے کو طلب فرمایا تو اس نے کہا کہ ہاں میرا اتنا قرض حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ پر ہے جتنا کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے بتایا تھا اتنا ہی یہ قرض لینے والا بتا رہا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تمام وصیتوں کو سنا جو انہوں نے کی تھیں ان کو نافذ کر دیا۔ (عمدۃ القاری کتاب الجہاد، مستدرک حاکم ص ۲۶۰ ج ۳)

فائدہ! اس واقعہ سے یہ باتیں معلوم ہوئیں:

۱...... شہید اسی جسم عنصری کے ساتھ زندہ ہوتا ہے۔ اگر زندہ نہ ہوتا تو زرہ اتارنے کا پتہ نہ چلتا جو شہید کو جسم عنصری سے زندہ نہیں مانتے وہ سخت گناہ میں مبتلا ہیں توبہ کرنا ایسے عقیدے سے واجب ہے۔

۲...... دنیا والوں کا برزخ اور قبر والوں سے رابطہ ہو جاتا ہے۔ رابطہ تب ممکن ہے جب روح کا جسم عنصری سے اسی زمینی قبر میں تعلق بھی ہو ورنہ رابطہ کیسے ممکن ہو؟

۳...... مرنے والا اپنے اوپر آنے والے کو اور سلام کرنے والے کو اچھی طرح پہچانتا ہے۔ جیسے اس صحابی رسول ﷺ نے اچھی طرح پہچانا۔

۴...... مرنے کے بعد بھی روح کا انسان کے اسی جسم عنصری کے ساتھ اتنا تعلق ہوتا ہے کہ انسان کو ہوش وحواس ہوتے ہیں اور دنیا والا وقت اور کام یاد ہوتے ہیں۔ جیسے اس صحابی رسول ﷺ کو اپنے قرض وغیرہ یاد تھے۔

۵...... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا اس صحابی رضی اللہ عنہ کی باتوں پر عمل کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ تمام صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم شہید کے اس جسم عنصری کو زندہ مانتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی انسان کی روح کا جسم عنصری سے تعلق ہوتا ہے۔ ورنہ کسی بات پر عمل نہ ہوتا۔

۶...... منکرین حیات کا یہ دھوکہ ہے۔ گمراہی ہے اور غلط عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد روح کا جسم عنصری کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ اس عقیدے سے توبہ کرنا لازم ہے۔

۷...... یہ اشکال بھی نہیں ہونا چاہیے کہ جب اتنا روح کا جسم عنصری سے تعلق ہے تو پھر دفن کیوں کرتے ہو؟ وہ باتیں کیوں نہیں کرتے؟ کیونکہ جہان اور شروع ہو چکا ہے جو اس دنیا والے جہان سے آگے ہے اس کے احکامات اور ہیں۔ اس جہان کے حالات کو اس جہان کے حالات پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے صرف ایمان لانا ضروری ہے کہ واقعتاً اسی جسم عنصری کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے۔ وہ کیسے ہوتا ہے؟ وہ اگلے جہان کی بات ہے۔ جائیں گے تو پتہ چل جائے گا۔

۸...... کسی کو یہ کہنا کہ اگر زندہ ہے تو پھر بولتا کیوں نہیں؟ چلتا پھرتا کیوں نہیں؟ یہ ایسے ہے۔ جیسے میں نے کہا کہ خواب دیکھنے والے کو کہا جائے تو غلط کہتا ہے کہ میں نے خواب میں کھایا ہے۔ پیا ہے۔ سیر کی ہے میں تجھے دیکھتا رہا تو نے کچھ بھی نہیں کیا ہے جیسے اس خواب والے کو یوں کہنا دھوکہ، جہالت، گمراہی اور بے وقوفی ہے۔ ایسے ہی یہ کہنا کہ وہ مرنے والا بولتا کیوں نہیں؟ یہ بھی گمراہی اور جہالت ہے۔ اس کو تو اتنی سمجھ نہیں کہ ہر جہان کے علیحدہ حالات ہوتے ہیں۔ ایک جہان کے حالات دوسرے جہان کے حالات پر قیاس نہیں ہو سکتے۔ یہ بیچارہ تو عقل سے اتنا کورا ہے۔ اس کی قسمت میں کہاں ہے؟ قرآن وحدیث کا سمجھنا اس لئے ان کی باتوں سے بچنا عین ثواب ہے۔

پیر فضل علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک پر مراقبہ

واقعہ نمبر ۳...... خواجہ پیر فضل علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کی ولادت مبارک ۱۲۷۰ھ میں ہوئی۔ دینی تعلیم اپنے علاقے کے جید علماء کرام سے حاصل کی اور دورۂ حدیث شریف

مولانا احمد علی سہانپوری رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔ تحصیل سلوک کے لئے حضرت خواجہ محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضرت خواجہ عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت کرنا بہت کم کر دیا تھا۔ بالآخر پیر فضل علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند، خلف الصدق، حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا شرف حاصل کیا اور جلد ہی آپ کو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کی اجازت دے دی۔ آپ نے اپنا علاقہ میانوالی اور دوسرے شہر ملتان وغیرہ میں بہت تبلیغی سفر کئے۔ زیادہ تر قیام دہلی ہندوستان میں رہا۔ چوراسی سال کی عمر میں بروز جمعرات رمضان المبارک ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۸ نومبر ۱۹۳۵ء اپنے خدا عزوجل سے جا ملے۔ آپ کا مزار مبارک مسکین پور شریف ضلع مظفر گڑھ میں ہے۔ ان کا واقعہ حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ نے چراغ محمد کتاب میں لکھا ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ میرا اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوا ہے کہ میں ہندوستان دیوبند حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گیا ہوا تھا کہ پیر طریقت حضرت مولانا پیر فضل علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ دیوبند تشریف لائے اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر مراقبہ فرمایا۔ مراقبہ کے بعد ہمیں فرمانے لگے کہ مراقبہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک ظاہر ہوئی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک بھی وہیں موجود تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان دونوں بزرگوں نے ہندوستان میں میرے دین کی اشاعت کی ہے اور تبلیغ کی ہے۔ اس کے بعد پیر صاحب نے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا پورا حلیہ اور شکل وصورت بیان فرمائی کہ وہ اس طرح نظر آرہے تھے۔ ایسا رنگ تھا۔ ایسی ڈاڑھی مبارک تھی۔ اتنا قد مبارک تھا۔ حالانکہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک کو اس وقت ۵۳ سال ہو چکے تھے۔ بعد میں شہر کے بوڑھوں سے جنہوں نے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہوا تھا۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ جو حلیہ پیر صاحب نے بیان فرمایا ہے۔ وہ بالکل صحیح اور ٹھیک ہے۔ (چراغ محمد ص ۲۱۱)

فائدہ! اس واقعہ سے جہاں علماء دیوبند کا مسلک واضح ہو رہا ہے کہ عین قرآن وحدیث کے مطابق ہے۔ وہاں یہ بات بھی ثابت ہو رہی ہے کہ انہی زمینی قبروں میں روح کا جسم عنصری سے تعلق ہے اور یہ بات بھی عیاں ہوگئی کہ دنیا والوں کا برزخ والوں سے رابطہ رہتا ہے۔ رابطہ تبھی ہو سکتا ہے کہ روح کا جسم عنصری سے تعلق ہو۔ گویا کہ علماء دیوبند الحمد للہ ہر عقیدے میں حق پر ہیں۔ ان کے مقابل تمام تر فرقے حق کے مقابل اور مخالف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان فتنوں کے دور میں امت مسلمہ پر رحمت کاملہ فرمائے اور ان کو صحیح عقائد رکھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین!

قارئین کرام! واقعات تو اس قسم کے بہت ہیں۔ لیکن ہم کتاب کی طوالت کے خوف سے چھوڑ رہے ہیں۔ اب کچھ واقعات اس بات پر کہ نیند میں انسان پر جو حالات آتے ہیں۔ ان کے اثرات بعض دفعہ بیداری کے بعد بھی ہوتے ہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے منہ پر خواب کے بعد سبز رنگ

واقعہ نمبر ۴...... حضرت سفیان بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ مکہ مکرمہ میں مولد النبی علیہ السلام کے پاس حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کو بہت روتے ہوئے دیکھا۔ وہ مجھے دیکھ کر راستہ سے ذرا دور ہٹ گئے۔ میں نے ان کو سلام کیا اور وہاں نماز پڑھی۔ پھر ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ کیوں رو رہے ہو؟ کہنے لگے کچھ

نہیں خیریت ہے۔ میں نے جب اصرار سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ تیس سال ہو گئے ہیں۔ میرا دل سکباج کھانے کی خواہش کر رہا ہے (سکباج ایک قسم کا کھانا ہے جو سرکہ گوشت میوہ جات سے تیار ہوتا ہے) اور میں مجاہدہ کے طور پر اس کو روکتا رہتا تھا۔ رات مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک نوجوان نہایت حسین و جمیل ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک سبز رنگ کا پیالہ ہے۔ جس سے گرمائش کی وجہ سے بھاپ نکل رہی ہے اور سکباج کی خوشبو آ رہی ہے۔ میں نے اپنے دل کو فوراً سنبھالا تو اس نے میرے پاس آ کر کہا کہ ابراہیم اس کو کھالو۔ میں نے کہا کہ جس چیز کو اللہ کے لئے چھوڑ رکھا ہے اس کو نہیں کھا سکتا۔ کہنے لگا وہ شخص اگرچہ اللہ جل جلالہ خود کھلائیں تو مجھے رونا آ گیا۔ کوئی جواب نہ دے سکا۔ پھر وہ کہنے لگا اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت کرے اس کو کھالو۔ میں نے کہا کہ ہمیں یہ حکم ہے کہ جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ کہاں سے آیا ہے؟ کیا ہے؟ ہم نہیں کھاتے۔ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے۔ اس کو کھالو۔ یہ مجھے جنت کے رضوان نے دی ہے اور یہ کہا ہے کہ اے خضر ابراہیم کو کھلا دو۔ اس نے بہت صبر کر لیا اور خواہشات کو بہت روک لیا۔ پھر انہوں نے کہا کہ ابراہیم اللہ جل شانہ کھلاتے ہیں اور تم انکار کرتے ہو۔ میں نے فرشتوں سے سنا ہے کہ جو شخص بے طلب ملنے پر انکار کرتا ہے۔ اس کو طلب پر بھی نہیں ملتا۔ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا یہ بات ہے تو لاؤ میں حاضر ہوں کھا لیتا ہوں۔ اتنے میں ایک اور شخص آیا اور اس نے حضرت خضر علیہ السلام کو کچھ دے کر کہا کہ اس کا لقمہ بنا کے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے منہ میں دیدو وہ مجھے اپنے ہاتھ سے کھلاتے رہے (بعد میں چلے گئے) صبح کو جب میں بیدار ہوا تو اس کی مٹھاس میرے منہ میں باقی تھی اور زعفران کا رنگ میرے ہونٹوں پر تھا۔ میں نے زم زم کے کنویں سے منہ کو دھویا بھی ہے۔ مگر نہ منہ سے وہ مٹھاس والا مزہ جاتا ہے۔ نہ ہونٹوں سے وہ رنگ اترتا ہے۔ یہ رنگ تم خود بھی دیکھ رہے ہو۔ حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے واقعی ہونٹوں پر رنگ کو دیکھا ہے کہ اس کے اثرات موجود تھے۔ صاف صاف تو پھر میں نے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کی یا اللہ! تو اپنے لطف و کرم سے مجھے بھی وہ چیزیں کھلا جو تو نے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کو کھلائیں ہیں۔ (فضائل حج بحوالہ روض الریاحین ص ۲۳۶)

فائدہ! یہ سارا واقعہ خواب کا ہے۔ خواب میں جو کچھ کھایا ہے۔ اس کے اثرات بیداری کے بعد بھی جسم عنصری پر محسوس ہو رہے ہیں اور اثرات ختم کرنے سے بھی ختم نہیں ہو رہے۔ اگر اس سونے والے کے پاس کوئی بیٹھا ہوتا۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی بیٹھا بھی ہو۔ کیونکہ مکہ مکرمہ کا واقعہ ہے۔ جہاں لوگوں کا ساری رات جاگنا چلنا پھرنا رہتا ہے۔ اسے کچھ پتہ نہ چلتا۔ کیونکہ یہ سارا ماجرا بیداری والے جہان سے آگے ایک اور جہان میں پیش آ رہا ہے اور وہ جہان ہے خواب والا جہان تو دیکھو جیسے یہاں بیداری والے جہان میں رہتے ہوئے خواب والے جہان کا کچھ پتہ نہیں چل سکتا۔ حالانکہ ہوا سب کچھ ہے۔ بالکل اسی طرح دنیا والے جہاں میں رہتے ہوئے برزخ والے جہان اور قبر والے جہان کا ہمیں کچھ پتہ نہیں چل سکتا۔ لیکن ہوگا سب کچھ۔ اب یہ کہنا کہ مجھے اس برزخ والے جہان کے حالات دکھاؤ۔ یہ ایسے بے وقوفی ہے۔ جیسے خواب والے کو کہنا کہ مجھے بھی وہ سب کچھ دکھاؤ جو تو نے خواب میں دیکھا ہے۔ پھر چونکہ نظر نہیں آ سکتا۔ لہٰذا انکار کر دو۔ اس سے بڑی جہالت اور گمراہی شاید دنیا میں بھی نہیں ہوگی۔ کیونکہ اسے خواب والا جہان بیداری میں نظر نہیں آتا۔ اسے تو یہ نہیں جھٹلاتا۔ اگر جھٹلا دیا تو لوگ سب سے بڑا گمراہ اور پاگل کہیں گے۔ اگر اس کو بیداری میں برزخ والا جہان نظر نہیں آتا تو اس کو جھٹلا رہا ہے۔ حالانکہ وہ جہاں قرآن و حدیث سے ہی ثابت ہے تو آپ خود فیصلہ کریں کہ ایسے آدمی کو کون سے لقب سے ملقب کیا جائے گا۔

خواب کے اثرات چھ ماہ تک جسم عنصری پر

واقعہ نمبر ۵...... یہ واقعہ ایک ڈاکٹر کے ساتھ پیش آیا ہے۔ ڈاکٹر نور محمد پروفیسر نشتر کالج ملتان والوں نے ان سے سن کر ان ہی کی زبانی نقل کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب واقعہ کہتے ہیں کہ ۱۹۶۹ء میں ایک وارڈ میں بطور رجسٹرار کام کررہا تھا۔ ایک رات بڑا عجیب وغریب خواب دیکھا جس کی وجہ سے چھ ماہ تک بیمار رہا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ مجھے ایک قبر کے اندر لے جایا گیا کیا دیکھتا ہوں کہ اس قبر میں ایک مردہ تڑپ رہا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ سخت تکلیف میں ہے۔ اس کا منہ کھلا ہوا ہے۔ مگر منہ سے آواز نہیں نکلتی تھی۔ بازو اور ٹانگیں شدید درد کی وجہ سے تیزی سے حرکت کررہی تھیں۔ کافی دیر تک یہی حالت رہی۔ اس مردے پر پھر کچھ آرام ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ ایک شخص چمکدار چابک کی طرح ایک چیز لے کر اس میت کی پیشاب کی نالی میں داخل کررہا ہے۔ جس کی تکلیف سے وہ مردہ پھر ویسے ہی تڑپنے لگا جیسے پہلے دیکھا تھا۔ مردے کی تکلیف دیکھ کر مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں برداشت نہ کرسکا۔ میں نے اسے پوچھا کہ اس میت کو یہ عذاب کیوں دیا جارہا ہے؟ اتنا سخت اس نے مجھے بتایا کہ یہ مردہ دنیا میں زناکار تھا۔ زنا کرتا تھا۔ اس وجہ سے اس کو عذاب دیا جارہا ہے۔ جب سے یہ مرا ہے اسے یہی عذاب دیا جارہا ہے۔ میں کافی دیر تک یہ معاملہ دیکھتا رہا۔ مجھے مردے کی حالت پر بہت رحم آگیا۔ ابھی یہ سزا میں دیکھ ہی رہا تھا کہ کسی نے مجھے پکڑ کر زمین پر لٹا دیا اور ویسے ہی چمکدار چابک کی طرح ایک چیز میری پیشاب کی نالی میں داخل کردی۔ مجھے اتنی تکلیف ہوئی کہ بیان سے باہر ہے جیسے مچھلی کو پانی سے باہر پھینک دو اور وہ تڑپتی ہے۔ میں بھی ایسے تڑپنے لگا۔ جب بھی مجھے وہ اپنا خواب یاد آتا ہے تو میرے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ میں نے خواب میں سمجھا کہ شاید میرا پیشاب نکل گیا ہے۔ لیکن بیدار ہونے کے بعد دیکھا تو تکیہ تک پیشاب سے بستر بھیگ گیا تھا۔ پھر میں نے پیشاب کیا تو وہ خون کی طرح سرخ تھا اور یہ خون والا پیشاب چھ ماہ تک جاری رہا۔ اس دوران میں بہت ہی کمزور ہوگیا۔ ہر قسم کی لیبارٹری سے ٹیسٹ کرائے۔ گردے مثانہ کے ایکسرے کرائے، بہت سے ڈاکٹر صاحبان سے مشورہ کیا۔ خود بھی ڈاکٹر تھا۔ بہت علاج معالجہ کرایا۔ لیکن نہ تو اس بیماری کی وجہ معلوم ہوسکی اور نہ ہی کوئی فرق پڑا۔ خون کی طرح پیشاب آتا رہا۔ اسی دوران میں نے ملازمت سے لمبی رخصت لے لی اور اللہ کے سامنے دعا، استغفار کرنا شروع کردی اور اللہ کی طرف خوب متوجہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے (جو کہ رحمت والا ہے) رحمت فرمائی اور چھ ماہ کے بعد مجھے اس مصیبت سے نجات ملی۔ (قبر کی زندگی اور موت کے چند مناظر ص ۱۲)

فائدہ! جہاں اس واقعہ سے گناہگاروں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ وہاں اپنے عقائد بھی ٹھیک کرلینے چاہئیں۔ کیونکہ خواب میں برزخ والوں سے ملاقات ہورہی ہے اور اسی قبر میں ملاقات ہے اور اسی میں عذاب دیا جارہا ہے اور یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ خواب والے جہان کے ہم حالات نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن حالات آتے ضرور ہیں۔ اسی طرح برزخ والے اور زمینی قبر والے جہان کے حالات بھی ہم دیکھ نہیں سکتے۔ لیکن آتے ضرور ہیں۔ ان میں سے کسی جہان کے حالات کو جھٹلانا بدبختی کی علامت ہے اور جہالت گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ صحیح عقائد رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خواب میں ذبح کرنا اور دوسرے کا ذبح ہو جانا

واقعہ نمبر ۶...... بعض سلف صالحین کا بیان ہے کہ میرا ایک پڑوسی تھا (تھا وہ شیعہ) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتا رہتا تھا۔ ایک دن اس نے بہت بکواس کی۔ بہت گالیاں دیں (العیاذ باللہ) میری اس سے لڑائی ہوگئی۔ لڑائی کے بعد پریشانی کے عالم میں رنج و غم میں ڈوبا ہوا گھر پہنچا۔ میں نے پریشانی کی وجہ سے کھانا بھی نہ کھایا اور اسی حالت میں سو گیا۔ رات کو خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا واقعہ سنایا اور اس آدمی کی شکایت کی کہ فلاں شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو گالیاں دیتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کس کس کو؟ میں نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک چھری پکڑائی اور کہا کہ جاؤ اسے چھری سے اس کو ذبح کر دو۔ میں نے وہ چھری پکڑی اور اس لعنتی کو زمین پر لٹایا اور خواب میں ہی اس کو ذبح کر دیا۔ میرا ہاتھ ناپاک خون سے بھر گیا۔ میں نے چھری کو زمین کے ساتھ صاف کیا۔ اتنے میں میری آنکھ بھی کھل گئی۔ بس آنکھ جو کھلی تو اس رافضی کے گھر سے رونے کی آواز آرہی تھی۔ میں نے پوچھا کہ یہ چیخ و پکار کس چیز کی ہے؟ کیوں آرہی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ فلاں رافضی اچانک مر گیا ہے۔ میں نے جو اسے دیکھا تو ذبح کا نشان موجود تھا۔ (کتاب الروح ص ۲۹۰)

فائدہ! اس واقعہ سے رافضیوں کو اور ان لوگوں کو جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہتے ہیں۔ عبرت حاصل کرنی چاہئے اور وہ لوگ جو عظمت صحابہ کے لئے کام کر رہے ہیں۔ اپنے کام کو تسلی کرنا چاہئے انشاء اللہ! اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم پر خوش ہوگا۔ بشرطیکہ خالص نیت سے کام ہو۔ نیز علماء حقہ اہل سنت والجماعت دیوبند کو بھی اپنے عقائد پر کامل طور پر خوش ہونا چاہیے کہ الحمد اللہ! سارے ہمارے عقائد قرآن وحدیث سے ثابت اور مؤید ہیں اور منکرین حیات کو اور ان کے علاوہ دوسرے تمام فرقوں کو خلوص دل سے دعوت دوں گا کہ اپنے عقائد پر نظر ثانی کرو۔ ابھی وقت ہے کہ بعد میں سوائے پچھتانے کے کچھ نہیں بنے گا۔ واقعہ سے اصل مقصود یہ ہے کہ خواب والے جہان کے حالات کا ہمیں کچھ پتہ نہیں چلتا۔ لیکن اس کے اثرات اپنے جسم عنصری پر بھی موجود ہوتے ہیں اور دوسرے کے جسم پر بھی بعض دفعہ ہوتے ہیں۔ جیسے ہم اس جہان کے حالات کے انکاری نہیں۔ بلکہ یقین سے مانتے ہیں تو اس برزخ والے جہان کے حالات بھی ہماری آنکھوں سے اوجھل ہوتے ہیں۔ پتہ نہیں چلتا لیکن اثرات اس جسم عنصری پر ضرور ہوتے ہیں۔ ہمیں یقین رکھنا چاہیے کہ اس دنیا کے جہان میں رہتے ہوئے اگلے برزخ والے جہان کو ہم نہیں دیکھ سکتے۔ پھر یہ مطالبہ کہ اگر ہے کچھ تو دکھاؤ محض گمراہی اور جہالت ہے جس سے توبہ لازمی اور فرض ہے۔

خواب میں آنکھوں کا نکلنا پھر اس کا حقیقت بننا

واقعہ نمبر ۷...... قیروانی نے کہا ہے کہ مجھے ایک فاضل شیخ نے خبر دی کہ مجھے ابوالحسن المطلبی امام مسجد نبوی نے فرمایا ہے کہ میں نے مدینہ میں ایک عجیب ماجرا دیکھا کہ ایک شخص حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں بکتا تھا۔ ایک دن صبح کی نماز کے بعد سامنے آیا تو اس کی دونوں آنکھیں نکل کر رخساروں پر پڑی تھیں۔ ہم نے اس سے قصہ پوچھا کہ کیا ہوا؟ کہنے لگا کہ رات میں نے خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور حضرت ابوبکر صدیق اور

حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو دیکھا۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے آپ ﷺ کو میری طرف اشارہ کر کے بتایا۔ یارسول اللہ! یہ ہمیں تکلیف دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوقیس! تجھے کس نے کہا ہے کہ ان کو (شیخین رضی اللہ عنہما کو) گالیاں دے۔ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اس نے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ میری طرف متوجہ ہوئے، ہاتھ اٹھایا، درمیان والی انگلی اور انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی سے میری آنکھوں کی طرف اشارہ کیا۔ جیسے کسی کی آنکھ نکالنے کے لئے اشارہ کیا جاتا ہے اور فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہ اگر تو نے جھوٹ بولا ہے تو اللہ تعالیٰ تیری یہ دونوں آنکھیں پھوڑ دے اور اپنی دونوں انگلیاں میری آنکھوں میں داخل کر دیں میں نیند سے بیدار ہوا تو یہ میرا حال تھا جو تمہارے سامنے ہے۔ پھر روتا تھا۔ لوگوں کو حال سناتا تھا اور زور زور سے خدا کی بارگاہ میں توبہ کرتا تھا۔ (حیات الاموات ص ۳۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خواب میں ایک شخص کو طمانچہ مارنا

واقعہ نمبر ۸......ایک قریشی شیخ کا بیان ہے کہ میں نے شام میں ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا آدھا منہ ایک طرف سے کالا ہے اور آدھا منہ ٹھیک ہے۔ عیب والی طرف کو چھپائے ہوئے تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا ہوا؟ کہنے لگا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کر رکھا ہے کہ جو بھی مجھ سے اس کے بارے میں پوچھے گا اسے ضرور بتاؤں گا۔ سنو! میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بہت گالیاں دیتا تھا اور بہت برا بھلا کہتا تھا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے کسی نے پکڑ کر کہا کہ تو ہی مجھے برا کہتا ہے۔ پھر اس نے میرے منہ پر طمانچہ مار دیا۔ صبح کو جب میں اٹھا تو جہاں طمانچہ لگا تھا۔ وہ جگہ سیاہ تھی جیسے تو دیکھ رہا ہے۔ (کتاب الروح ص ۲۹۱)

فائدہ! اگلے جہان کے حالات کو خواب والے جہان کے حالات سے مثالوں کے ساتھ واضح کر دیا گیا ہے۔ اس سے زائد شاید ہم اگلے جہان کے حالات واضح نہ کر سکیں۔ جسے اللہ تعالیٰ نے توفیق دینی ہے وہ انہی حالات سے سمجھ جائے گا۔ ورنہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہیں۔ اسے راضی کرنے کی کوشش کرے۔

عقیدہ عذاب وثواب قبر...... بارھواں اختلاف

قارئین کرام! قبر کے عذاب وثواب کی بحث کی چنداں ضرورت تو نہیں تھی۔ کیونکہ جب یہ بات ثابت کر دی گئی ہے کہ قبر میں اعادۂ روح بھی ہوتا ہے اور روح کا جسم عنصری کے ساتھ تعلق بھی ہوتا ہے اور حالات قبر والے عام طور پر ہم دیکھ بھی نہیں سکتے تو عذاب وثواب خود بخود ثابت ہو گیا تھا۔ دوبارہ اسے ذکر کرنے کی ضرورت تو نہیں تھی۔ لیکن احمق و نادان قسم کا انسان اچھے خاصے انسان کو اس مسئلہ میں بھی بڑا پریشان کر دیتا ہے کہ اگر عذاب ثواب ہوتا ہے تو دکھاؤ اس واسطے اس کا ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے۔ تاکہ مسئلہ عذاب وثواب والا بھی اقرب الی الفہم ہو جائے تو لیجے ملاحظہ فرمائیے:

علماء اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کا عقیدہ

علماء دیوبند کا عقیدہ ونظریہ میت کے عذاب وثواب کے بارے میں یہ ہے کہ جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو روح انسان کے اسی جسم عنصری میں واپس لوٹا دی جاتی ہے۔ منکر نکیر اس سے سوال کرتے ہیں۔ سوال وجواب کے بعد پھر نیک انسان کی روح علیین میں اور برے کی روح سجین میں چلی جاتی ہے۔ لیکن اس روح کا اس جسم

عنصری سے جو قبر میں رکھ دیا گیا ہے۔ تعلق قائم رہتا ہے۔ اسی روح کے تعلق کی وجہ سے مردہ میں ایسا شعور وادراک پیدا ہو جاتا ہے کہ میت میں عذاب وراحت، دکھ دسکھ محسوس کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ گویا قبر میں ایک گونا حیات ثابت ہو جاتی ہے۔ اب اگر انسانی ڈھانچہ باقی ہو یا نہ ہو اسے مٹی کھا جائے یا بالکل ذرہ ذرہ ہو جائے یا کوئی درندہ پرندہ اسے کھا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہر حالت میں اس کے اندر اس درجہ زندگی پیدا کر دیتا ہے کہ وہ دکھ دسکھ آرام وعذاب کا احساس کرتا ہے۔ اسے سب کچھ محسوس ہوتا ہے۔ کیونکہ جمہور امت کے نزدیک شعور ہر چیز کو حاصل ہوتا ہے ''فان الشعور لکل شئ عند جمھور الامۃ'' (العرف الشذی ص ۳۵۵)

خلاصہ یہ کہ عام لوگوں کی برزخی اور قبر والی زندگی اور اس کا اصلی بدن یا اس کے ذرات منتشرہ سے روح کا تعلق اس قدر ہوتا ہے جس کی وجہ سے عذاب اور ثواب کو محسوس کر سکتا ہے۔

منکرین حیات کا عقیدہ

منکرین حیات وسماع کا عقیدہ یہ ہے کہ جب اس عرفی زمینی گڑھے میں انسان کو رکھا جاتا ہے تو اس سے کوئی سوال وجواب نہیں ہوتا۔ کیونکہ روح جب جسم سے نکل گئی ہے اور انسان فوت ہو گیا ہے تو اب روح کا نہ جسم عنصری سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی روح جسم عنصری میں لوٹائی جاتی ہے۔ جب روح کا تعلق ختم تو اس جسم عنصری کو اسی زمینی قبر میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ نہ عذاب نہ ثواب کچھ دنوں کے بعد اس کا یہ جسم گل سڑ جاتا ہے۔ قصہ ہی ختم ہو جاتا ہے۔ نہ کچھ قبر میں ہوگا۔ نہ کچھ سنے گا۔ نہ سلام وکلام، نہ ایصال ثواب۔ ایسے ہی صرف مٹی کا ڈھیر نظر آتا ہے۔ اندر کچھ بھی نہیں ہوتا۔

منکرین حیات کی عبارات ملاحظہ فرمائیں

۱...... عرفی قبر میں سوال وجواب اور حیات نہیں۔ (حیات جاودان ص ۴۸) نیز لکھتا ہے کہ روح کا بدن سے تعلق نہیں۔ (حوالہ ایضاً ص ۲۶)

۲...... اکابر دیوبند، فقہاء احناف مدفن ارضی (یعنی زمینی قبر) میں عذاب کے منکر ہیں۔ (مسلک الاکابر ص ۲۵)

۳...... عذاب قبر اس گڑھے میں نہیں۔ (سیف الاورکزی محمد جمیل ص ۹۱) عذاب جسم مثالی کو ہوتا ہے۔ اعادۂ روح کی احادیث صحیح نہیں۔ (ایضاً ص ۶۷)

۴...... عذاب روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے۔ یہ عقیدہ فاسد ہے اعادۂ روح قبر میں نہیں ہوتا۔ (الارشاد المفید ص ۲۳،۱۶)

۵...... منکر نکیر کے سوال وجواب، قبر کی تنگی اور وسعت علیین اور سجین میں ہوتی ہے۔ نیز زمینی دنیاوی گڑھے میں عذاب نہیں ہوتا۔ (المسلک المنصور ص ۷۳، ۲۱۷)

۶...... تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ روح کا جسم عنصری کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ (البرہان الجلی ص ۱۸۱)

۷...... عذاب قبر اس گڑھے میں نہیں ہوتا۔ (اقامۃ البرہان ص ۲۶۵)

۸...... جسم عنصری کو عذاب نہیں۔ (رد منکرات ص ۴۳)

۹...... دنیا والا جسم اس زمین سے بنا ہے۔ مرکر اس مٹی میں دفن کیا جاتا ہے اور بالآخر مٹی ہو کر فنا ہو جاتا ہے۔ جب مٹی ہو کر ختم ہو گیا تو اس جسم کو عذاب وثواب نہیں ہوتا۔ قبر وہ ہے جہاں روح کو عذاب وثواب ہوتا ہے۔ (عقیدۃ الامت ص ۳۱)

۱۰...... قرآن پاک صحیح حدیث اور اجماع سے ثابت ہونے والے اس مسلک کے خلاف حیاتیوں کا عقیدہ ہے کہ اس زمین والی قبر میں میت کو عذاب وثواب ہوتا ہے۔ پھر لکھا کہ قرآن پاک صحیح حدیث اور اجماع کے خلاف غلط عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے حیاتی حضرات ایک حدیث کا غلط طور پر سہارا لیتے ہیں۔ (عقیدۃ الامت ص ۳۲۰)

خلاصہ کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ میت کو اسی زمین والی قبر میں عذاب وثواب ہوتا ہے۔ یہ عقیدہ قرآن پاک صحیح احادیث اور اجماع کے خلاف ہے۔

منکرین حیات کی دورنگی چال

''اعلان حق'' کتاب منکرین حیات کی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ اکابرین علماء دیوبند کے مجموعی مسلک سے ہمارا کوئی اختلاف نہیں ہے جس مسئلہ کی تعبیر میں اگر ان (اکابرین دیوبند) میں کوئی اختلاف ہوا ہے تو ہم مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عزیز الرحمن رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام اللہ خان، مولانا مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید عنایت شاہ بخاری، مولانا محمد طاہر پنج پیری اور مولانا قاضی شمس الدین کے مسلک کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہمارا اختلاف صرف ان معاصرین سے ہے جو دیوبند کے روپ میں شرک وبدعت پھیلانا چاہتے ہیں اور اکابرین دیوبند کو بدنام کرنا چاہتے ہیں۔ (اعلان حق ص ۱۶)

یہ عبارت اس لئے نقل کی ہے تاکہ آپ حضرات کو بخوبی اندازہ ہو جائے کہ منکرین حیات جن حضرات کو اپنے اکابرین میں شمار کرتے ہیں اور اختلافی مسئلہ میں جن اکابرین کے مسلک کو ترجیح دیتے ہیں۔ وہ اپنے اکابرین کی بات کس حد تک مانتے ہیں۔ پہلے جو دس اقوال نقل کئے ہیں۔ ان سب سے میں یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ اس زمینی قبر میں جسم عنصری کے ساتھ روح کا کوئی تعلق نہیں اور عذاب وثواب اس قبر میں بالکل نہیں ہوتا اور جو حضرات یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ عذاب وثواب اسی قبر میں ہوتا ہے۔ ان کا یہ عقیدہ فاسد ہے۔ قرآن پاک، احادیث صحیحہ اور اجماع کے خلاف ہے۔ یہ تو ہے منکرین حیات کا عقیدہ جو اصاغرین میں شامل ہیں۔

اب آپ حضرات ان کے اکابرین کا مسلک وعقیدہ بھی پڑھ لیں کہ وہ کیا مسلک رکھتے ہیں کہ عذاب وثواب اس زمینی قبر میں ہوتا ہے یا نہیں؟ تاکہ اچھی طرح یہ بات واضح ہو جائے کہ قبر میں عذاب وثواب والا عقیدہ، جو ان کے نزدیک اجماع اور قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ وہ صرف علماء دیوبند کا ہے یا اس میں خود منکرین حیات کے اکابرین بھی شامل ہیں۔

۱...... حضرت مولانا قاضی شمس الدین لکھتے ہیں کہ عذاب صرف روح کو یا روح مع الجسد کو ہوتا ہے۔ (تعلیم القرآن مئی ۱۹۵۹ء) اس میں وضاحت آ گئی کہ حضرت کا عقیدہ یہ تھا کہ عذاب روح مع الجسد کو ہوتا ہے اور جسد سے مراد جسم عنصری ہے۔ اس پر دلیل کہ جسد سے مراد جسم عنصری ہے۔

۲...... حضرت قاضی شمس الدین لکھتے ہیں کہ ارواح طیبہ کا ابدان مبارک سے تعلق ہم تسلیم کرتے ہیں۔

(مسالک العلماء ۲۴۸)

۳...... اجسام کو عذاب ہوتا ہے۔ (مسالک العلماء ص ۱۱۹)

۴...... بدن سے اتصال معنوی ہے۔ (حوالہ ایضاً ۱۶۰)

۵...... روح کا جسم سے تعلق ہے، رابطہ ہے۔ (تحفہ ابی نعمان ص ۸۲)

۶...... روح کا بدن کے ذرات سے تعلق ہے۔ (ایضاً ص ۵۵)

۷...... جسم روح کے تابع ہوتا ہے۔ (ایضاً ص ۴۹، تحفہ ابی نعمان)

۸...... ''وقال الفقہاء ھو للروح مع الجسد ویشارک الجسد بالروح (التعلیق الفصیح ص ۳۹ ج ۱)''

فقہاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ (عذاب) روح کے لئے جسم کے ساتھ ہوتا ہے اور جسم روح کے ساتھ شریک ہے۔

۹...... ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ عذاب القبر حق اور ذی فقہاء و متکلمین اس بات پر دیتے ہیں کہ عذاب وثواب تنعم و تلذذ میں بدن بھی ''فی ای حال کان'' (بدن بھی جس حالت میں) ہوشریک روح ہے اور ان کے تعلق کی کیفیت اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ (تسکین القلوب ۷۰)

حضرت مولانا غلام اللہ خان کا مسلک......ایک سوال کی جواب میں

۱۰...... سوال یہ کہ تھا روح مبارک کا تعلق بدن پاک حضور ﷺ کے ساتھ ہے یا نہیں؟ جواب تحریر فرمایا جائے جس پر حضرت مولانا غلام اللہ خان کے دستخط ضروری ہیں۔ تاکہ معلوم ہوجائے کہ ان کی اور ان کی جماعت کی تحقیق اس مسئلہ میں کیا ہے؟

جواب...... تعلق باقی ہے چنانچہ ''فتح العزیز'' کی عبارت مذکورہ مصرح ہے۔ ''وتعلقے بہ قبر نیز ارواح را میاشد قبر کے ساتھ تعلق باقی ہے تو اجساد کے ساتھ خود باقی ہے اور فقہاء کرام نے بھی تصریح کی ہے کہ تنعم وغیرہ میں اجساد کو بھی شمولیت ہے اور وہ اسی بقاء تعلق پر مبنی ہے۔ البتہ اس تعلق کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے اور نہ یہ ثابت ہے کہ یہ تعلق مثل تعلق دنیا کے ہے۔ بلفظہ! عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی ۲۷ رصفر ۱۳۷۹ھ۔

الجواب الصحیح لاشی غلام اللہ خان مہر دارالافتاء۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ستمبر ۱۹۵۹ ص ۱۰)

۱۱...... حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ منکر نکیر میت کے پاس آتے ہیں تو اس میت میں روح ڈالی جاتی ہے۔ پھر اس کو بٹھایا جاتا ہے۔ جب اس سے سوال ہو چکتا ہے تو اس کی روح بلا تکلیف کے نکال لی جاتی ہے اور ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ جب میت کے پاس کوئی شخص زیارت کرنے کو آتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتی ہے۔ خصوصاً جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے۔ (تحریرات حدیث ص ۲۵۷)

فائدہ! میت کا پہچاننا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ روح کا جسم عنصری سے یقیناً تعلق ہے۔ جب تعلق ہے تو عذاب وثواب کو بھی یقیناً محسوس کرتا ہوگا جو کہ اہل حق کا مسلک ہے۔

۱۲...... دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ سو جائز ہے کہ قبر میں سوال و جواب اور عذاب و راحت مؤمن اور کافر کے بعض جسم سے وابستہ اور متعلق ہو نہ کہ سب اجزاء سے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قبر کی تنگی اور سوال کے لئے ان متفرق اجزاء کو جمع کر دیتا ہے۔ جیسا کہ وہ حشر کے دن ایسا کرے گا۔ (تحریرات حدیث ص ۲۵۷)

فائدہ! بارہ اقوال سے یہ بات بھی بحوالہ ثابت کر دی ہے کہ اکابرین اشاعۃ التوحید والسنۃ کا مسلک یہ ہے کہ عذاب قبر وثواب قبر حق ہے۔ (۱) فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہ کا اسی پر فتویٰ ہے۔ (۲) روح کے تعلق کو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ (۳) روح کے ساتھ جسم عنصری بھی عذاب و راحت میں شامل ہے۔ یہ مسلک ہے ان اکابرین کا جن کے

مسلک کو یہ منکرین حیات ترجیح دیتے ہیں۔ اصاغرین منکرین حیات کا فتویٰ اور مسلک بھی آپ نے پڑھ لیا ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا عذاب وثواب والا اور روح کے تعلق والا فاسد ہے۔ اجماع اور قرآن اور حدیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ اب اصاغرین اور اکابرین کا آپس میں اختلاف ہوگیا ہے۔ گھر کے اندر ہمیشہ بڑے حضرات کی بات معتبر ہوتی ہے۔ چھوٹوں کی بات کا کوئی وزن نہیں ہوتا۔ اس لیے اب ان منکرین حیات کے اکابرین کی عبارات سے علماء دیوبند کے مسلک کی تائید ہوتی ہے اور ان کا اپنا مسلک بھی واضح ہوگیا کہ عذاب وثواب قبر حق ہے۔ اب اگر وہ بات صحیح لکھی ہے اور یقیناً صحیح لکھی ہوگی کہ ہم اپنے ان اکابرین کے مسلک کو ترجیح دیتے ہیں تو چاہیے کہ یہ اعلان کردیں کہ آج کے بعد ہم منکرین حیات والے مسلک سے توبہ واستغفار کرتے ہیں۔ اگر اعلان نہیں کرتے اور یہ کہتے ہیں کہ ہم نے غلط بیانی کی ہے تو جیسے یہاں غلط بیانی کی ہے۔ اس طرح ہم کہیں گے کہ عقائد میں بھی غلط بیانی کرتے ہو۔ غلط بیانی کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ اس سے توبہ کرنا لازم ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ عقیدہ فاسد ہے۔ اجماع کے خلاف ہے۔ قرآن وحدیث کے خلاف ہے تو پھر یہ عقیدہ تمہارے اکابرین نے بھی رکھا ہے۔ جو فتویٰ اپنے اکابرین کے بارے میں لگانا مفید اور مناسب سمجھو وہی ہمارے اوپر بھی لگادینا۔

منکرین حیات کے پاس روح کے تعلق نہ ہونے کی کوئی دلیل

اب رہی یہ بات کہ کس دلیل سے منکرین حیات یہ کہتے ہیں کہ یہ عذاب ثواب والا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے۔ حدیث صحیح کے خلاف ہے۔ اجماع کے خلاف ہے۔ ان کے پاس کیا دلیل ہے؟

ناظرین کرام! منکرین حیات کے ساتھ کوئی لمبی چوڑی بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ان سے صرف اتنا مطالبہ کریں کہ اپنے اس عقیدہ پر کہ قبر میں عذاب وثواب نہیں ہوتا۔ روح کا جسم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ صرف ایک آیت قرآن پاک یا ایک صحیح حدیث یا کسی کا مستند قول پیش کردو۔ انشاء اللہ! تا قیامت پیش نہیں کرسکیں گے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے ۔۔۔ یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

زمینی قبر کا عذاب وثواب قرآن کی روشنی میں

آیت نمبر ۱...... ''ولو تری اذالظلمون فی غمرات الموت والملائکة باسطوا ایدیھم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الھون بماکنتم تقولون علی اللّٰہ غیر الحق وکنتم عن آیتہ تستکبرون (الانعام: ۹۳)'' اور اگر آپ ان کو اس وقت دیکھیں۔ جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں (گرفتار) ہوں گے اور (موت) کے فرشتے ان کی طرف ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے، (اور کہہ رہے ہوں گے) نکالو اپنی جانوں کو (دیکھو آج مرنے کے ساتھ ہی) تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی۔ اس وجہ سے کہ تم اللہ پر ناحق باتیں بکتے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات سے تکبر کرتے تھے۔ (معارف القرآن ص ۳۹۳ ج ۳)

فائدہ! حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''الیوم تجزون عذاب الھون'' میں جس عذاب کا ذکر ہے۔ یہی اصطلاح شریعت میں عذاب قبر اور عذاب برزخ کہلاتا ہے۔ اگر مرنے کے بعد جسدی عذاب نہ ہو تو (معاذ اللہ) یہ کلام سچی نہ رہے گی اور جب یہ ارشاد حق ہے تو ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد عذاب ہوتا ہے۔ (تسکین الصدور ص ۸۵ بحوالہ کتاب الروح ص ۹۳)

مذکورہ آیت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱...... ''اذالظالمون'' سے وہ ظالم مراد ہیں جنہوں نے دنیا میں اپنے اسی جسم کے ساتھ ظلم کیا ہے۔

۲...... فرشتے اسی جسم کی طرف ہاتھ پھیلا رہے ہیں اور اسی جسم سے روح نکال رہے ہیں۔

۳...... اسی جسم اور روح کو خطاب کر کے کہہ رہے ہیں کہ آج سے ہی تم کو عذاب شروع ہو جائے گا۔ آج سے عذاب کا شروع ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ مرنے کے بعد دونوں کو عذاب شروع ہو جاتا ہے۔

۴...... ''عذاب الهون'' کا نام حدیث میں عذاب قبر رکھا گیا ہے۔ جیسے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان المیت لیعذب فی قبرہ'' میت کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اور قبر میں یہی جسم ہوتا ہے۔ روح کا اس کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اس آیت کو عذاب قبر کی دلیل قرار دیتے ہیں۔ (کتاب الروح ص ۱۰۵)

آیت نمبر ۲...... ''سنعذبهم مرتین ثم یردون الیٰ عذاب عظیم (التوبہ: ۱۰۱)'' ہم عذاب دیں گے ان کو دو مرتبہ۔ پھر وہ لوٹائیں جائیں گے بڑے عذاب کی طرف۔

فائدہ! حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بڑے عذاب سے مراد جہنم کا عذاب ہے (جو قیامت کے بعد ہوگا) اور دو مرتبہ عذاب دینے سے مراد دو قسم کا عذاب ہے (۱) عذاب قبر۔ (۲) دنیا کا عذاب۔ یعنی مرنے سے پہلے کا عذاب جو منافقین کو دیا گیا تھا۔ ذلت اور رسوائی کا۔ (تفسیر عثمانی ص ۲۶۸) تقریباً تمام مفسرین حضرات نے لکھا ہے کہ مرتین سے ایک دنیا کا عذاب مراد ہے اور دوسرا قبر کا عذاب مراد ہے اور ویسے بھی شریعت میں تین سزاؤں کا ذکر ہے۔ (۱) دنیا والی سزا جیسے چور کا ہاتھ کاٹنا، مرتد کا قتل کرنا، زانی کو رجم وغیرہ کرنا ہے۔ (۲) دوسری سزا جس کا شریعت میں ذکر ہے۔ وہ ہے قبر والی سزا، عالم برزخ والی سزا۔ (۳) تیسری سزا جس کا شریعت نے تذکرہ کیا۔ وہ ہے قیامت کے بعد کی سزا۔ جہنم میں ڈالنے والی سزا تو اب ابتداء میں یعنی دنیا میں عذاب روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے اور انتہاء یعنی آخرت میں بھی عذاب روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے تو قبر میں جو کہ درمیان میں ہے انصاف یہی ہے کہ راحت و عذاب روح اور جسم دونوں کو ہو نہ کہ صرف روح کو۔ تا کہ ابتداء، درمیان اور انتہاء برابر ہو جائیں۔ کسی ایک پر زیادتی نہ ہو۔ جیسے دنیا میں جسم و روح نے اکٹھے مزے کئے ہیں اور اکٹھے صبر ہے ہیں تو اب عقل مند انسان یہی کہے گا کہ تمام جگہوں میں اکٹھے ہوں۔ یعنی ابتداء وسط اور انتہاء میں۔

آیت نمبر ۳...... ''وحاق بآل فرعون سوء العذاب ہ النار یعرضون علیها غدوا و عشیا و یوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب (المومن: ۴۶)'' لازم کر دیا آل فرعون کے ساتھ برا عذاب۔ وہ لوگ صبح و شام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (کہا جائے گا فرشتوں کو) کہ آل فرعون کو سخت عذاب میں داخل کرو۔

فائدہ! حاق، یحیق کا معنی ہے نزل اور لزم۔ ''سوء العذاب'' سے مراد یہی قبر والا عذاب ہے اور ''النار یعرضون... سوء العذاب'' سے بدل ہے۔ ''غدوا و عشیا'' کا مطلب ہے کہ چوبیس گھنٹے ان پر یہی عذاب نازل ہو رہا ہے۔ کیونکہ جس انسان کا سارا دن ایک ہی کام ہو اسے عرف عام میں یوں ہی کہا جاتا ہے کہ صبح و شام تیرا یہی کام ہے۔ جب ابتداء دن اور انتہاء دن کا ذکر کر دیا تو درمیان خود بخود آ گیا۔ ''ادخلوا آل فرعون'' سے قیامت کے بعد والا عذاب مراد ہے کہ آل فرعون کو جہنم کے سخت عذاب میں داخل کر دو۔

خلاصہ یہ کہ ''حاق'' ماضی کا صیغہ ہے کہ عذاب لازم کردیا جب لازم ہو گیا تو اب ختم ہونے کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔ آل فرعون جسم اور روح کے ساتھ تھے صرف فرعونیوں کی روح کو آل فرعون نہیں کہا گیا۔ جیسے آل فرعون کا لفظ اسی آیت میں دوبارہ مذکور ہے۔ ''آل فرعون اشد العذاب'' اب جیسے قیامت میں آل فرعون جسم اور روح دونوں کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔ اسی طرح بعینہ آل فرعون پر صبح وشام جو عذاب لازم کردیا ہے۔ وہ بھی جسم اور روح دونوں کو ہے۔ نہ کہ ایک کو اور عقل سلیم بھی اس چیز کا تقاضا کرتی ہے کہ جیسے ''آل فرعون سوء العذاب'' اور ''آل فرعون اشدالعذاب'' میں لفظ ایک طرح کے ہیں تو معنی بھی ایک طرح کا ہونا چاہیے کہ جیسے دوسرے آل فرعون سے مراد جسم اور روح دونوں ہیں۔ تو پہلے آل فرعون سے مراد بھی دونوں ہیں۔ اب اگر ایک ہی جیسے لفظ کے دو معنی کئے گئے کہ ایک میں جسم اور روح دونوں مراد ہیں اور ایک میں صرف روح مراد ہے۔ فقط یہ تحریف ہوگی جو جائز نہیں باطل ہے ''النار یعرضون علیھا'' یعرضون مضارع مجہول کا صیغہ ہے جس میں حال واستقبال والا زمانہ پایا جاتا ہے کہ فی الحال بھی عذاب دیا جارہا ہے اور آئندہ بھی عذاب ہوتا رہے گا۔ جو عذاب فی الحال ہورہا ہے۔ یہ قبر والا عذاب ہے۔ نیز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (بخاری ج۱ص۱۸۵) اس آیت کو عذاب قبر کی دلیل قرار دیا ہے اور مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس آیت کو عذاب قبر پر دلیل بنایا ہے۔ (احکام القرآن ج۴ص۸۵) اور امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ قبر میں، عذاب برزخ کے سلسلہ میں، اہل سنت والجماعت کے لئے ایک بڑا قاعدہ اور ضابطہ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج۴ص۸۱)

آیت نمبر ۴...... ''مماخطیئٰتھم اغرقوا فادخلوا نارا فلم یجدوا لھم من دون اللّٰہ انصارا (نوح: ۲۵)'' اپنے گناہوں کی وجہ سے وہ غرق کئے گئے پس ڈال دیئے گئے آگ میں پھر نہ پایا انہوں نے اپنے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار۔

فائدہ! قوم نوح علیہ السلام کو غرق ہوتے ہی آگ میں داخل کردیا گیا یعنی غرق ہوتے ہی فوت ہو گئے فوت ہوتے ہی آگ میں داخل ہو گئے، فوت ہونے کے فوراً بعد جو عذاب ہوتا ہے۔ اسی کا نام عذاب قبر ہے۔ اسی کا نام عالم برزخ ہے۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ عذاب قبر کا ثبوت قرآن میں موجود ہے اور کئی آیات اس عذاب قبر پر دلالت کرتی ہیں۔ جیسے مخدوم حضرت مولانا نور محمد تونسوی نے تقریباً پچاس آیات سے عذاب قبر کو ثابت کیا ہے۔

آیت نمبر ۵...... ''ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیامۃ اعمیٰ (طٰہٰ: ۱۲۴)'' جو شخص میرے ذکر سے اعراض کرے گا تو اس کے لئے تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے دن ہم اس کو اندھا کرکے اٹھائیں گے۔

فائدہ! تمام مفسرین کرام نے آیت مذکورہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ''معیشۃ ضنکا'' سے مراد قبر کی تنگی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی یہی تفسیر منقول ہے اور حضرات علماء دیوبند بھی اسی تفسیر سے اتفاق رکھتے ہیں کہ اس آیت میں ضنکا سے مراد قبر کی تنگی ہے۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس آیت کو عذاب قبر پر دلیل بنایا ہے۔ (تذکرۃ للقرطبی ص۱۵۱)

عذاب وثواب قبر احادیث کی روشنی میں

قارئین کرام! حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں منکرین حیات نے یہ غلط افواہ پھیلا رکھی ہے کہ وہ

سماع موتی یعنی مردوں کے سننے کی قائل نہیں تھیں۔ جب مردوں کے سننے کی قائل نہیں تھیں تو معلوم ہوا کہ وہ قبر میں عذاب وثواب اور حیات کی بھی قائل نہیں تھیں۔ مردوں کے سننے کی قائل اماں جان تھیں یا نہیں؟ اس کی مکمل وضاحت تو آئے گی۔ سماع موتی کے مسئلہ میں لیکن سماع موتی کے مسئلہ کو آڑ بنا کر منکرین حیات کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر یہ بہت بڑا بہتان، جھوٹ، دھوکہ اور فریب ہے کہ وہ عذاب وثواب وقبر اور حیات قبر کی قائل نہیں تھیں۔ سماع موتی کا مسئلہ ایک علیحدہ مستقل مسئلہ ہے۔ عذاب وثواب قبر کا مسئلہ ایک علیحدہ مستقل مسئلہ ہے۔ ایک مسئلہ کے انکار سے دوسرے مسئلہ کا انکار ثابت کرنا یہ گمراہی ہے۔ استدلال فاسد ہے۔ مثلاً یوں کہنا کہ سماع موتی کی قائل نہیں تو حیات موتی کی بھی قائل نہیں یہ دھوکہ ہے۔ چونکہ منکرین حیات اکثر وبیشتر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نام لے کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ ان کے عقائد خراب کرتے ہیں۔ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عذاب وثواب قبر، علم میت، فہم میت، جزاوسزا کی منکر تھیں۔ ان کے اس دھوکہ وفریب سے آگاہ کرنے کے لئے صرف ان احادیث کو پیش کیا جائے گا جن سے یہ ثابت ہوگا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عذاب وثواب، علم و فہم اور حیات میت کی قائل تھیں۔

<u>حدیث نمبر ۱</u>...... ”عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: دخلت علی عجوزان من عجز یهود المدینة، فقالتا: ان اهل القبور یعذبون فی قبورهم، قالت فکذبتهما، ولم انعم ان اصدقهما، فخرجتا ودخل علیّ رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فقلت به یارسول الله ان عجوزین من عجز یهود المدینة دخلتا علی، فزعمتا ان اهل القبور یعذبون فی قبورهم، فقال: صدقتا انهم یعذبون عذابا تسمعه البهائم (مسلم ج ۱ ص ۲۱۷ مسند احمد ج ۷ ص ۶۸)“ (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس یہود مدینہ کی دو بوڑھی عورتیں آئیں اور انہوں نے کہا کہ قبروں میں قبر والوں کو عذاب دیا جاتا ہے۔ میں نے ان کی بات کی تصدیق کرنا اچھا نہ سمجھا اور ان کو جھٹلا دیا۔ پس جب وہ چلی گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ! یہود مدینہ کی دو بوڑھی عورتیں میرے پاس آئی تھیں۔ ان کا گمان یہ ہے کہ قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے۔ (کیا واقعتاً عذاب دیا جاتا ہے؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ سچ کہتی ہیں۔ یقیناً قبر والوں کو قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے جسے جانور، چوپائے وغیرہ سنتے ہیں)

<u>فائدہ</u>! جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں والا واقعہ سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں کی تصدیق فرمائی کہ واقعتاً بے شک قبروں میں عذاب ہوتا ہے اور جانور وغیرہ سنتے ہیں۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصدیق کرنا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا سکوت اختیار کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی عذاب قبر کی قائل تھیں اور عذاب قبر بھی اس زمین والی قبروں میں ثابت ہے۔ کیونکہ انہی قبروں کا تذکرہ ہوا تھا نہ کہ علیین وسجین کا۔ لہٰذا منکرین حیات کا یہ کہنا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی حیات وعذاب کی قائل نہیں تھیں۔ یہ دھوکہ ہے، بہتان ہے۔

<u>حدیث نمبر ۲</u>...... ”عن عمرة بنت عبدالرحمان رحمہا اللہ انها اخبرته انها سمعت عائشة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم: قالت: انما مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ یهودیة یبکی علیها اهلها، فقال: انهم لیبکون علیها وانها لتعذب فی قبرها (بخاری ص ۱۷۲ ج ۱، ابوداؤد ص ۹۰ ج ۲)“ عمرہ بنت عبدالرحمان رحمہا اللہ کہتی ہیں کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک یہودی عورت پر گزر ہوا۔ (جو قبر میں دفن ہو گیا تھی) اور اس کے رشتہ دار اس پر رو رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ یہودی اس پر رو رہے ہیں۔ حالانکہ اس کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔

فائدہ! آپ ﷺ اسی زمین والی قبر پر سے گزرے جس میں جسم عنصری کو دفن کیا گیا تھا اور اسی مردہ لاش کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ اس کو عذاب قبر ہو رہا ہے۔ اگر کوئی منکر حیات یہ کہے کہ آپ ﷺ یہودی میت پر اس وقت گزرے تھے جس وقت ابھی میت کو دفن نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ وہ تو ابھی باہر پڑی تھی۔ پھر اسے عذاب قبر کیسے ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا صرف یہ بتانا اور اطلاع دینا مقصود ہے کہ میت کو عذاب قبر ہوتا ہے۔ اب وہ میت چاہے قبر میں ہو یا عالم برزخ میں ہو۔ اسے عذاب ہوتا ہے۔ یہی اہل سنت کا مسلک ہے کہ اس جسم عنصری کو عذاب ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۳...... "عن عائشة ان رسول الله ﷺ قال: یرسل علی الکافر حیتان، واحدة من قبل راسه، واخری من رجلیه تقرضانه قرضا کلمافرغتاعادتاالی یوم القیامة (مسند احمد ص ۲۱۹ ج ۷، ریاض السنن ص ۲۳۲ ج ۲)" (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبر میں کافر پر دو سانپ چھوڑے جاتے ہیں۔ ایک اسے سر سے کاٹنا شروع کرتا ہے اور دوسرا پاؤں سے پس جب وہ دونوں ایک دفعہ کاٹنے سے فارغ ہو جاتے ہیں۔ تو دوبارہ کاٹنا شروع کر دیتے ہیں اور قیامت تک ایسا کرتے رہیں گے)

حدیث نمبر ۴...... ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اور روایت پہنچی۔ "المیت یعذب فی قبره بمانیح علیه (بخاری ص ۱۷۲ ج ۱)" (میت کو قبر میں لوگوں کے نوحہ اور رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے) تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کا انکار فرما دیا اور فرمایا کہ میت پر رونے والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جاتا۔ بلکہ میت کو جو عذاب دیا جاتا ہے۔ وہ اس کے برے عملوں کی وجہ سے دیا جاتا ہے۔ کیونکہ قرآن پاک میں ہے: "ولا تزروازرة وزراخری" تو دیکھو لوگو! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صاف صاف بتلا رہی ہیں کہ عذاب برے عملوں کی وجہ سے دیا جاتا ہے۔ اب بھی منکرین حیات وسماع اگر آپ ﷺ کا نام لے کر گمراہ کریں تو ان سے بڑا بدبخت کوئی نہیں ہو سکتا۔

حدیث نمبر ۵...... "عن عائشه رضی اللہ عنہا قالت: کان رسول الله ﷺ: کلما کان لیلتها من رسول الله ﷺ یخرج آخر اللیل الی البقیع، فیقول: السلام علیکم دار قوم مؤمنین، واتاکم ماتوعدون غدا مؤجلون، وانا انشاء الله بکم لاحقون، اللهم اغفر لاهل بقیع الغرقد۔ (صحیح ابن حبان ص ۲۷ ج ۷، مسلم ص ۳۱۳ ج ۱، مؤطأ امام مالک ص ۲۲۴)" (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جس رات آپ ﷺ کی باری میرے پاس رہنے کی ہوتی تھی تو آپ ﷺ رات کے آخری حصہ میں جنت البقیع کے قبرستان تشریف لے جاتے تھے اور فرماتے تھے اے قوم مؤمنین کے گھر والے تم پر سلامتی ہو ہمارے اور تمہارے پاس کل قیامت کا وعدہ آنے والا ہے۔ جس کی ابھی ہمیں مہلت دی گئی ہے اور بے شک ہم آپ کے ساتھ ملنے والے ہیں۔ اے اللہ! بقیع ال غرقد والوں کی مغفرت فرما)

فائدہ! آپ ﷺ کا قبرستان جانا اور پھر سلام اور دعا کرنا اس کی واضح دلیل ہے کہ اسی زمینی قبر میں جسم عنصری کے ساتھ روح کا تعلق ہے۔ ورنہ معاذ اللہ! یہ کہنا لازم آئے گا کہ آپ ﷺ بے فائدہ کام کرنے جنت البقیع میں تشریف لئے جاتے تھے۔

حدیث نمبر ۶...... "عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: لما مات النجاشی کنا نتحدث انه لا یزال یری علی قبره نور (ابوداؤد ص ۳۴۹ ج ۱)" (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حبشہ کا بادشاہ نجاشی فوت ہوا تو وہاں (حبشہ) سے ہمیں یہ اطلاع ملتی رہی کہ ہمیشہ اس کی قبر پر نور دیکھا جاتا ہے)

فائدہ! اسی زمینی قبر میں حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو دفن کیا گیا تھا اور اسی قبر پر ہی نور کی بارش برستی تھی جس کا اتنا چرچا ہوا کہ حبشہ سے مدینہ منورہ تک خبر آ گئی اور اسی قبر میں جسم عنصری کو دفن کیا گیا تھا۔ اگر حیات نہ ہوتی اور روح کا تعلق نہ ہوتا تو نور کی کرنیں اور روشنی بھی دکھائی نہ دیتی۔ یہ نور کا برسنا حیات کی روشن دلیل ہے۔ دیکھنے والے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ نور برس رہا ہے۔ نیز اس روایت کو بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے۔ ان کا بیان کرنا واضح دلیل ہے اس بات کی کہ وہ بھی اس کی قائل تھیں کہ واقعتا نور برس رہا ہے اور بادشاہ کی قبر جنت کا باغ بنی ہوئی ہے۔

حدیث نمبر ۷...... "عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: ما من رجل يزور قبر اخيه، ويجلس عنده، الا استأنس به، ورد عليه حتى يقوم (تفسیر ابن کثیر ص ۴۳۴ ج ۳، احکام القرآن ص ۱۷۸ ج ۳، کتاب الروح ص ۱۱، احیاء علوم الدین ص ۴۹۱ ج ۴، الحاوی للفتاوی ص ۱۷۰)" (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرے اور اس کے پاس بیٹھے تو جب تک وہاں بیٹھا رہے وہ (قبر والا بھائی) اس سے انس حاصل کرتا رہتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ کھڑا نہ ہو جائے)

فائدہ! میت کا انس حاصل کرنا، سلام کا جواب دینا، واضح دلیل ہے کہ میت کو قبر میں حیات اور علم وفہم حاصل ہوتا ہے۔ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس روایت کو نقل کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ وہ بھی سماع موتی کی قائل تھیں۔ حیات کی بھی قائل تھیں۔

حدیث نمبر ۸...... "عذاب القبر حق فمن لم يؤمن به عذب (ابن منیع عن زید بن ارقم، جامع صغیر ص ۵۸ ج ۲)" (حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر کا عذاب حق ہے اور جو شخص اس پر ایمان نہیں رکھتا۔ اس کو عذاب دیا جائے گا)

فائدہ! حدیث کا پہلا جملہ "عذاب القبر حق" صحاح ستہ میں بھی موجود ہے۔ اس حدیث سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو عذاب قبر نہیں مانتے ہیں۔

عذاب قبر سے انکار والے فتنہ کی پیشین گوئی

حدیث نمبر ۹...... "عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: سمعت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ وهو يقول: انه سيخرج قوم منا بعدكم، يكذبون بعذاب القبر، ويكذبون بالرحمٰن، ويكذبون بالدجال، ويكذبون بالحوض، ويكذبون بقوم يخرجون من النار (مصنف عبد الرزاق ص ۵۸۸ ج ۳، مسند احمد ص ۴۱ ج ۱)" حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ وہ فرما رہے تھے کہ عنقریب ایسی قوم نکلے گی جو عذاب قبر، رحمان (قدرت رحمن)، دجال، حوض اور گنہگار مسلمانوں کے جہنم سے نکلنے کا انکار کرے گی۔

فائدہ! حضرت مولانا نور محمد تونسوی فرماتے ہیں کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان غیر مدرک بالقیاس ہونے کی وجہ سے حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی پیشین گوئی فرمائی کہ میرے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو عذاب قبر، حوض، دجال وغیرہ کا انکار کریں گے جس کا کامل مصداق آج کے زمانہ میں یہی منکرین حیات وسماع لوگ ہیں۔ (قبر کی زندگی)

حدیث نمبر ۱۰...... "حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں "مر النبی ﷺ علیٰ قبرین فقال: انهما لیعذبان وما یعذبان من کبیر، ثم قال بلیٰ اما احدهما فکان یسعیٰ بالنمیمة، واما احدهما فکان لا یستتر من بوله، قال ثم اخذ عودا رطبا فکسره باثنین، ثم غرز کل واحد منهما علی قبر ثم قال لعله یخفف عنهما مالم ییبسا (بخاری ص۱۸۴ ج۱، نسائی ص۲۲۵ ج۱)" (حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا دو قبروں پر گزر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا، بلکہ ایک چغل خوری کرتا تھا اور دوسرا اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا (یعنی پیشاب کرتے وقت احتیاط نہیں کرتا تھا) پھر آپ ﷺ نے کھجور کی تازہ ٹہنی لے کر اس کے دو حصے کئے اور ہر ایک قبر پر ان کو گاڑھ دیا اور فرمایا کہ شاید جب تک خشک نہیں ہوتیں عذاب میں تخفیف رہے۔

ثواب وعذاب قبر اجماع امت کی روشنی میں

۱...... "واعلم ان اهل الحق اتفقوا علی ان الله تعالی یخلق فی المیت نوع حیاة فی القبر قدر ما یتألم ویتلذذ (شرح فقه اکبر ص ۱۰۱)" (اے اللہ کے بندے خوب جان لو کہ اہل حق کا اس پر اتفاق ہے، کہ اللہ تعالیٰ میت میں حیات کی ایک خاص قسم پیدا فرما دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ میت دکھ سکھ محسوس کرتی ہے)

۲...... علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "بل العذاب والنعیم علی النفس والبدن جمیعا باتفاق اهل السنة والجماعة (کتاب الروح ص ۷۲)" "قبر کا عذاب وثواب جسم اور روح دونوں کے لئے ہوتا ہے۔ اس پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے۔

۳...... قاضی عضدالدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "احیاء الموتی فی قبورهم، ومسئلة منکر نکیر، وعذاب القبر للکافر والفاسق کلها حق عنه، واتفق علیه سلف الامة قبل ظهور الخلاف، واتفق علیه الاکثرون (شرح موافق ص ۱۷۲)" (میت کا قبروں میں زندہ کرنا اور منکر نکیر کا سوال اور عذاب قبر کافر وفاسق کے لئے برحق ہے۔ اختلاف ظاہر ہونے سے پہلے سلف امت کا اس پر اجماع رہا ہے اور اختلاف ظاہر ہونے کے بعد اکثر لوگ اسی عقیدہ پر ہیں)

۴...... علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "قد اجمع اهل الکشف علی ان المیت یحس بضغطة القبر، ویحس باختلاف اضلاعه ولو کان فی بطون السباع والطیور، او کان قد حرق وذری فی الریح فتحس کل ذرة بالالم ولو کانت متفرقة (مختصر تذکره قرطبی ص ۳۶)" (تمام اہل کشف حضرات کا اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ میت قبر کی تنگی اور پسلیوں کے ایک دوسرے میں گھسنے کو محسوس کرتی ہے۔ اگرچہ وہ درندوں اور پرندوں کے پیٹ میں ہو یا اسے جلا کر ہوا میں بکھیر دیا جائے۔ میت کا ہر ذرہ تکلیف محسوس کرتا ہے۔ اگرچہ اس کے ذرات متفرق ہو چکے ہوں)

فائدہ! اہل کشف ان کامل اولیاء اللہ کو کہا جاتا ہے جو ولایت کے اس درجہ کو پہنچ جاتے ہیں کہ دنیا کی غیب کی چیزیں اکثر وبیشتر ان کے سامنے آجاتی ہیں۔ بطور کرامت کے اور وہ ان چیزوں کا مشاہدہ کر لیتے ہیں۔ جن کا عام طور پر ہر انسان مشاہدہ نہیں کر سکتا تو ان کا اجماع ہے کہ واقعتاً قبر میں عذاب وثواب ہوتا ہے۔

۵...... حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن وسنت اور اجماع امت، کے صریح دلائل کے پیش نظر یہ عقیدہ اتنا مضبوط ہے کہ حضرات فقہاء کرام کا ذمہ دار گروہ عذاب قبر کے منکر کو کافر کہتا ہے۔ حالانکہ وہ حضرات فقہاء کفر کے مسئلہ میں بڑی ہی احتیاط کرتے ہیں۔

۶...... علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''وقد اجمع اهل السنة على اثبات حياة القبور، وقال امام الحرمين: وقد اتفق سلف الامة على اثبات عذاب القبر، واحياء الموتى فى قبورهم، ورد الارواح فى اجسادهم (شفاء السقام ص ۱۵۱)'' (اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ قبروں میں میت کو حیات ملتی ہے اور امام الحرمین نے لکھا ہے کہ سلف امت کا اس پر اتفاق ہے کہ عذاب قبر ثابت ہے۔ مردوں کو قبروں میں زندہ کیا جاتا ہے اور روحیں جسموں میں لوٹائی جاتی ہیں)

عذاب وثواب قبر علماء دیوبند کی نظر میں

۱...... علامہ داؤد بن سلیمان البغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''وان عذاب القبر حق، وانه على الروح والجسم الذى فى اللحد (المنحته الوهبية ص ۳)'' (بے شک قبر کا عذاب حق ہے اور یہ عذاب روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے۔ جس جسم کو لحد اور قبر میں دفن کیا جاتا ہے)

۲...... علامہ سید محمد آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''واختلف فى هذه الحيوة فذهب كثير من السلف الى انها حقيقة بالروح والجسد ولكنا لا ندركها فى هذه النشأة (روح المعانى ص ۱۷ ج ۲)'' (اور اس (جسم عنصری والی) حیات کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے اور بے شک بہت سے سلف صالحین اس طرف گئے ہیں کہ یہ حقیقتاً حیات ہے جو جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہے۔ لیکن ہم اس (دنیا والے) دور اور حالت میں اس کا ادراک نہیں کر سکتے)

۳...... حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فرشتوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ ان کو عذاب یا راحت پہنچائیں جو انسان اس میں پھنس چکا ہوتا ہے۔ وہ تو ان فرشتوں کو دیکھتا ہے لیکن اہل دنیا ان کو نہیں دیکھ سکتے (جیسے حیات اگر کسی انسان کو پکڑ لیں اور اس کو مارنا شروع کر دیں تو صرف اسی کو نظر آتے ہیں جس کو پکڑتے ہیں۔ باقی کسی کو نظر نہیں آتے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۳۶ ج ۱)

۴...... حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ارواح کا اپنے جسموں کے ساتھ جو قبر میں مدفون ہیں یقیناً تعلق ہوتا ہے۔ کیونکہ مدت دراز تک وہ ارواح ان ابدان میں رہ چکی ہیں۔'' (فتاوی عزیزی ج ۱ ص ۳۴)

۵...... علامہ صدرالدین علی بن محمد الحنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ''وكذالك عذاب القبر يكون للنفس والبدن جميعا باتفاق اهل السنة والجماعة (شرح العقيدة الطحاوية ص ۳۳۰)'' (عذاب قبر روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے، یہ عقیدہ اہل سنت والجماعت کا اتفاقی عقیدہ ہے)

۶...... امام ابوبکر الجصاص الرازی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب یہ جائز ہے کہ مؤمنوں کو قیامت کے دن سے پہلے قبروں میں زندہ کیا جاتا ہے اور وہ قبروں میں راحت پاتے ہیں۔ تو یہ بھی جائز ہے کہ کفار کو بھی قبروں میں زندہ کیا جائے اور عذاب دیا جائے۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۱۰۸)

۷...... حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ تسکین الصدور پر تقریظ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اہل سنت کے نزدیک تو میت کا ادراک والا ہونا اور احساس والا ہونا۔ اسی وجود کے ساتھ اور قبر میں زندہ ہونا امر مسلم ہے۔ کیونکہ عذاب وثواب قبر متواترات شرعیہ میں سے ہے۔ (تسکین الصدور ۳۰)

۸...... علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''قال العلما عذاب القبر حق . . . محله الروح والبدن جميعاً باتفاق اهل السنته۔ (شرح الصدور ص ۷۶) ''علماء (حقہ) کا قول ہے کہ عذاب قبر کا محل روح اور بدن دونوں ہیں اسی طرح آرام بھی دونوں کو ملتا ہے۔ اسی پر اہل سنت کا اتفاق ہے۔

۹...... عذاب وثواب کے لئے میت کا ڈھانچہ شرط نہیں امام الفقهاء امام ابن الهمام (متوفی ۸۶۱ھ) فرماتے ہیں: ''كان الحق ان الميت المعذب فی قبره توضع فيه الحياة بقدر ما يحس بالالم، والبنية ليست بشرط عند اهل السنة حتى لوكان متفرق الاجزاء بحيث لا يتميز الاجزاء بل هی مختلطة بالتراب فعذب جعلت الحياة فی تلك الاجزاء التی لا ياخذها البصر وان الله تعالىٰ علىٰ ذالك القدير (فتح القدير ص ۹۹ ج ۴) '' (حق یہی ہے کہ جس میت کو قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ اس میں اس قدر حیاۃ رکھی جاتی ہے جس سے وہ دکھ کا احساس کر سکے اور ڈھانچہ کا محفوظ رہنا (عذاب کے لئے) اہل سنت کے نزدیک کوئی شرط نہیں یہاں تک کہ اگر میت کے اجزاء بکھر جائیں اور مٹی میں رل مل جائیں اور اسے عذاب دیا جائے تو ان اجزاء میں (جو ریزہ ریزہ ہو گئے) جنہیں آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں حیات رکھی جاتی ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے)

فائدہ! نام نہاد توحیدیوں کے نزدیک تو سوائے انبیاء کرام علیہم السلام کے باقی سب انسانوں کے بدن قبر میں سڑ، گل جاتے ہیں، ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں، مٹی مٹی ہو جاتے ہیں۔ جب رہا ہی کچھ نہیں تو عذاب وثواب کس چیز کو ملتا ہے؟ اس پر مزید دلیل یہ قائم کر لیتے ہیں کہ جب انسان کو مٹی کھا گئی ہے تو اب حیات کس چیز میں ہے؟ روح کا تعلق کس کے ساتھ ہے؟ جب کہ اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کے نزدیک عذاب وثواب کے لئے انسان کے ڈھانچہ کا باقی رہنا کوئی شرط نہیں۔ ڈھانچہ ہو یا نہ ہو، اس کے اجزاء اگرچہ مٹی مٹی ہو گئے، اسی مٹی کی صورت میں ہی یہ میت راحت وعذاب، دکھ وسکھ محسوس کر رہی ہے۔ اس انسان کا ڈھانچہ جہاں جس صورت میں ہو عذاب وثواب اللہ تعالیٰ نے دینا ہے۔ وہ علیم بھی ہے۔ قدیر بھی ہے۔ دے سکتا ہے عذاب وثواب نہ ہونے کا عقیدہ رکھنا یہ کونسی توحید ہے؟ کیا قدرت خداوندی کے انکار کا نام توحید ہے؟ یہ عقیدہ توحیدیوں کو مبارک۔

مؤذن، عالم باعمل، حافظ قرآن، شہید اور صالح آدمی کا جسم مٹی نہیں کھاتی

یوں تو عام مردوں جیسے کافر، فاسق وفاجر کے جسم کو مٹی کھا جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد پاک فرمایا کہ آدمی کا ہر عضو سڑ گل جاتا ہے۔ مگر جو ہڈی ریڑھ کی ہوتی ہے وہ نہیں گلتی سڑتی قیامت کے دن اسی ہڈی سے تمام بدن ٹھیک کیا جائے گا اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے روح سے اچھی اور پاکیزہ کوئی چیز نہیں بنائی۔ جب تک روح بدن میں رہتی ہے تو بدن تر وتازہ رہتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اس کو نکال لیتے ہیں تو بدن سڑ گل جاتا ہے۔ یعنی عام مردوں کو تو مٹی کھا جاتی ہے۔ لیکن انبیاء کرام علیہم السلام اور شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے جسموں کا محفوظ ہونا تو آیات قرآنی سے بطور ارشارۃ النص کے ثابت

ہے کہ جب وہ زندہ ہوتے ہیں تو مٹی زندوں کو نہیں کھاسکتی اور احادیث متواترہ سے بھی ثابت ہے اور ان کے اجسام کا محفوظ ہونا یقینی ہے۔ اس کے علاوہ مؤذن، عالم باعمل، صالح مرد، حافظ قرآن کا بھی روایات میں آتا ہے کہ ان کے اجسام بھی محفوظ رہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی اذان کہے اللہ کے واسطے۔ یعنی کسی سے نفع کی امید نہ رکھے بلکہ محض ثواب کی نیت ہو تو وہ مثل اس شہید کے ہے جو خون میں تڑپتا ہو۔ مرنے کے بعد اس کا بدن محفوظ رہے گا۔ یعنی اس کے بدن کو زمین نہ کھائے گی۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ قیامت کے دن میدان حشر میں مؤذن کی گردن سب سے بلند رہے گی اور قبر میں اس کا بدن محفوظ رہے گا اور ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد پاک فرمایا کہ جب حافظ قرآن انتقال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ زمین کو حکم دیتا ہے کہ اس کا گوشت نہ کھائے زمین کہتی ہے کہ اللہ میں اس کا کیسے گوشت کھا سکتی ہوں؟ یہ تو تیرا کلام پاک سینے میں رکھے ہوئے ہے۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ جس شخص نے کبھی گناہ نہیں کیا ہے۔ زمین اس کا گوشت نہیں کھاسکتی۔ (عذاب قبر سے بچو ص ۱۲۰)

یہ سب کچھ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ منکرین حیات وسماع جو لوگوں کو یہ دھوکہ دیتے ہیں کہ جسم گل سڑ جاتا ہے۔ حیات پھر کس میں ہو؟ روح کا تعلق پھر کس میں ہو؟ چلو جو سڑ گل گئے وہ تو خدا کے سپرد۔ لیکن جن کا جسم محفوظ ہے۔ ان کی حیات مان لیں۔

عذاب قبر کے منکر کا شرعی حکم

۱...... علامہ طاہر بن احمد الحنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جو شخص آپ ﷺ کی شفاعت کا منکر ہے اور کراماً کاتبین کا اور قبر، کا اور رؤیت باری تعالیٰ کا تو اس کے پیچھے نماز درست نہیں کیونکہ وہ کافر ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ص ۱۴۹)

۲...... حافظ ابن ہمام الحنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "ولا تجوز الصلوٰۃ خلف منکر الشفاعۃ... الخ" اور اللہ تعالیٰ کے دیدار اور عذاب قبر اور کراماً کاتبین کے انکار کرنے والے کی اقتداء میں نماز درست نہیں ہے۔ کیونکہ وہ کافر ہے۔ اس لئے کہ یہ کام شرع سے تواتر کے ساتھ ثابت ہیں۔ (فتح القدیر ج۱ ص ۲۴۷)

۳...... امام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن بکر الانصاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اے بھائیو! خوب جان لو کہ قبر کا عذاب اور اس کی راحت برحق ہے۔ جیسا کہ صحیح احادیث صراحت سے اس پر دلالت کرتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جنوں اور انسانوں کی آنکھوں اور کانوں سے قبر کے عذاب اور راحت کو اوجھل رکھتا ہے۔ کیونکہ حکمت الٰہی کا تقاضا بھی یہی ہے اور جو شخص اس کا انکار کرے وہ ملحد ہے۔ (بے دین ہے) (مختصر تذکرۃ القرطبی لعبدالوہاب اشعرانی ص ۳۶)

۴...... علامہ ابوشکور السالمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عذاب قبر مومنوں کے لئے جائز اور کافروں کے لئے واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا" یہ فرمان دلالت کرتا ہے کہ عذاب قبر صحیح ہے جس جگہ میں ہو اور جس حالت میں ہو جو اس کا منکر ہو۔ سو وہ کافر ہے۔ (تمہید ص ۱۲۵)

۵...... مولانا عبدالعلی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اہل کبائر کے لئے شفاعت، رؤیت باری تعالیٰ، عذاب قبر اور کراماً کاتبین کا انکار کرنے والا شخص کافر ہے۔

۶...... حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مردوں کے ادراک وشعور کا انکار کرتا ہے۔ اگر (تاویل کی وجہ سے) کافر نہ ہو تو اس کے ملحد (بے دین) ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔
(فتاوی عزیزیہ ج۱ ص ۹۳)

۷...... حضرت مولانا علی محمد رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں فتویٰ دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ راحت وعذاب قبر، روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے، ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں۔ جب کہ معتزلہ وروافض کا عقیدہ ہے کہ راحت وعذاب صرف روح پر ہے۔ (الجواب الصحیح علی محمد عفی عنہ مہتمم دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا ۵ / ذوالقعدہ ۱۳۹۸ھ)

۸...... قبر میں راحت وعذاب اور سوال وغیرہ کچھ نہیں ہوتا۔ کیونکہ جب میت میں حیات ہی نہیں ہوتی تو پھر یہ امور جو حیات پر متفرع ہیں۔ کیونکر ثابت ہو سکتے ہیں۔ یہ مسلک ملاحدہ، خوارج، بعض معتزلہ اور مرجیۂ وغیرہ کا ہے۔
(تسکین الصدور ص ۴)

عذاب وثواب قبر واقعات کی روشنی میں

قارئین کرام! اب ان واقعات کو ذکر کیا جاتا ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ واقعتاً اسی جسم عنصری کو عذاب وثواب راحت وآرام دکھ وسکھ ہوتا ہے اور جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ مؤمن کی قبر ۷۰ گز طول اور ۷۰ گز عرض میں کشادہ کی جاتی ہے اور اس میں جنت کے بستر لگائے جاتے ہیں اور کافروں کی قبر جب کہ کافر قبر میں رکھا جاتا ہے تو قبر تنگ ہو کر آپس میں مل جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کی ہڈیاں اور پسلیاں آپس میں مل جاتی ہیں۔ ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ اژدہے، سانپ اور بچھو قبر میں چھوڑے جاتے ہیں وغیرہ یہ سب کچھ آپ حضرات واقعات سے کی روشنی سمجھیں۔ تاکہ ایمان بالغیب کی صفت میں ایمان کی زیادتی ہو اور ایمان بالغیب کے ساتھ ساتھ ایمان بالعین بھی حاصل ہو جائے، جو واقعات آپ حضرات پڑھ آئے ہیں۔ وہ بھی عذاب وثواب پر دلالت کرتے ہیں۔ آنے والے واقعات مزید دلالت کریں گے۔

واقعہ نمبر ۱...... قبر کا کشادہ ہونا "بصرہ" جو عراق کا مشہور شہر ہے۔ وہاں کا واقعہ ہے کہ ایک بزرگ تھے اور ان کا ایک نوجوان بھتیجا نالائق تھا۔ گانے والی عورتوں کی محفلوں میں آتا جاتا تھا۔ یہ بزرگ اپنے اس بھتیجے کو نصیحت کرتے تھے۔ مگر وہ مانتا نہیں تھا۔ اچانک اس کا انتقال ہو گیا۔ اس بزرگ نے اس کی لاش کو قبر میں رکھا۔ تختہ برابر کر کے مٹی ڈالنے لگے۔ کسی بات میں ان کو شک ہوا۔ دوبارہ قبر کی ایک اینٹ کھول لی۔ دیکھا تو کیا دیکھا؟ سبحان اللہ! اس کی قبر بصرہ کی عیدگاہ سے بھی بہت زیادہ کشادہ ہے اور وہ نوجوان اس میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس بزرگ نے فوراً مٹی برابر کر دی اور قبر بند کر کے اس کی بیوی کے پاس تشریف لے گئے اور پوچھا؟ کہ اس کا کونسا عمل ایسا تھا کہ وہ قبر میں تو مزے اڑا رہا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جب وہ اذان میں یہ کلمات سنتا "اشھدان لا الہ الا اللہ" اور "اشھد ان محمداً رسول اللہ" تو کہتا تھا کہ اے مؤذن جس بات کی تو گواہی دیتا ہے۔ ہم بھی اسی بات کی گواہی دیتے ہیں اور جو آدمی اذان کی آواز نہیں سنتا۔ ہم اس کو بھی گواہی سکھا دیتے ہیں۔ حضرت عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں احنف کے جنازہ میں شریک ہوا اور اس کو قبر میں اتارنے کے لئے میں بھی قبر میں اترا۔ جب تختہ برابر کرنے لگا تو جہاں تک میری نگاہ جاتی تھی قبر کو کشادہ دیکھتا تھا۔ (عذاب قبر سے بچو ص ۹۲ بحوالہ ذکر الموت ابن ابی الدنیا)

قبر کا ٹیڑھا ہونا

واقعہ نمبر ۲......۲۷ جمادی الاوّل ۱۴۱۱ھ میں ایک پولیس افسر کا جنازہ قبرستان میں لایا گیا۔ جب اسے قبر میں اتارا جانے لگا تو اس کی قبر یکا یک ٹیڑھی ہوگئی۔ پہلے تو لوگوں نے قبر کھودنے والوں کا قصور بنایا۔ پھر دوسری جگہ قبر کھودنے پر لگادیا۔ (اب سب وہاں موجود لوگ دیکھ رہے ہیں کہ قبر صحیح صحیح کھودی جارہی ہے) جب جنازہ دوسری قبر میں اتارنے لگے تو قبر پھر ٹیڑھی ہوگئی۔ مل گئی۔ اب لوگوں میں خوف و ہراس پھیلنے لگا کہ یہ کیا ہمارے ساتھ ہونے لگ گیا ہے؟ دوسری قبر کو بھی چھوڑ کر اب تیسری قبر بنانا شروع کردی۔ بناتے رہے۔ بناتے بناتے خوب کشادہ کی۔ جتنی کر سکتے تھے۔ تیسری دفعہ پھر وہ جنازہ اتارنے لگے تو قبر پھر مل گئی اور پہلے سے بھی زیادہ تنگ ہوگئی اور ٹیڑھی ہوگئی۔ آخر لوگوں نے سمجھ لیا کہ یہ کوئی خدائی عذاب ہے کہ قبر اسے جگہ نہیں دے رہی۔ اب سب نے مل کر دعاء وقرآن تلاوت استغفار، کلمہ وذکر وغیرہ شروع کردیا اور پانچویں دفعہ یہ فیصلہ کیا گیا کہ رات بھی ہونے کو ہے۔ بستی اور شہر والے دوڑے دوڑے آرہے ہیں کوئی اور مصیبت نہ نازل ہوجائے۔ جلدی سے جیسے بھی ہودفن کر کے جان چھوڑاؤ۔ جب پانچویں دفعہ قبر میں اتارنے لگے تو وہ قبر پھر اسی طرح ہوگئی۔ اب لوگوں نے باوجود ٹیڑھا ہونے کے زبردستی اس کو ڈالنے کی کوشش کی۔ جیسے ہی آدھا یا کچھ حصہ اس کے جسم کا قبر میں اترا تو فوراً اوپر مٹی ڈال دی اور توبہ استغفار کرتے ہوئے گھروں کو لوٹے۔ اس میت کے رشتہ داروں سے پوچھا کہ کونسا ایسا عمل کرتا تھا جس کی وجہ سے دوسروں کو عذاب بھگتنا پڑا؟ انہوں نے بتایا کہ جو تمہاری پولیس یا افیسر کام کرتے ہیں سارا دن وہ بھی وہی کرتا تھا۔ یعنی رشوت وغیرہ لیتا تھا۔ (اللہ تعالیٰ معاف فرمائے) (ناقابل یقین سچے واقعات ص ۱۳۲)

عمل کے اعتبار سے قبر کا کشادہ ہونا

واقعہ نمبر ۳......حضرت عمرو بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک شخص قبر کھودنے والا اپنی زندگی کا واقعہ اس طرح بیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ تین مردوں کے لئے لگا تار قبریں کھودنی پڑگئیں۔ میں دو قبروں کو کھود کر تیسری قبر تیار رہا تھا کہ مجھے اچانک شدید گرمی محسوس ہونے لگی۔ میں نے قبر پر کمبل چادر وغیرہ بطور سائے کے ڈال دی اور خود اسی سایہ میں بیٹھ گیا۔ بیٹھتے ہی میں نے بڑا عجیب وغریب منظر دیکھا کہ دو شخص بڑے بہترین گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔ جو میں نے پہلی قبر کھودی تھی اس پر کھڑے ہوگئے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ لکھو۔ دوسرے نے کہا کہ کیا لکھوں؟ پہلے نے کہا کہ ایک فرسخ طول، اور ایک فرسخ عرض (یعنی اتنی قبر کشادہ ہوگی جو اس قبر میں میت آئے گی) پھر یہ دونوں شخص دوسری بنی ہوئی قبر پر پہنچ گئے، ایک نے کہا دوسرے سے کہا کہ لکھ دوسرے نے کہا کہ کیا لکھوں؟ اس نے کہا حد بصر۔ یعنی تاحد نگاہ۔ پھر تیسری قبر کے پاس آئے۔ میں بھی اسی کے اندر سائے میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک نے دوسرے کو کہا کہ لکھ۔ دوسرے نے کہا کہ کیا لکھوں؟ پہلے نے بتایا کہ شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کے درمیان کا فاصلہ۔ یہ لکھ کر وہ شہسوار چلے گئے۔ میں نے جب یہ ساری باتیں سنیں تو انتظار کرنے لگا کہ جنازے آئیں اور میں دیکھوں تو صحیح کہ کونسا جنازہ کس قبر میں رکھا جاتا ہے؟ چنانچہ ایک جنازہ آیا۔ اس کے ساتھ لوگ بہت کم تھے۔ تھوڑے سے تھے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کس کی میت ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ایک غریب آدمی ہے جس کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ ہم نے اس کی تجہیز وتکفین کی ہے۔ میں نے یہ سن کر قبر کھودنے کی مزدوری نہ لی

اور واپس کر دی کہ اس کے گھر والوں پر خرچ کر دینا پھر اسے قبر میں دفن کر دیا گیا۔ اس کے بعد دوسرا جنازہ آیا۔ اس جنازے کے ساتھ صرف چارپائی اٹھانے والے آدمی تھے اور بس یعنی صرف چار آدمی یہ جنازہ اس قبر کے پاس لایا گیا جس کے بارے میں دونوں سواروں نے تا حد نگاہ لکھا تھا۔ میں نے پوچھا کہ کس کا جنازہ ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ ایک مسافر غریب آدمی کا ہے۔ نہایت بیکسی میں ایک گھوڑے پر مرا پڑا تھا۔ یعنی گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں جا رہا ہوگا اور موت آ گئی ہوگی۔ میں نے اس کی قبر کھودنے کی مزدوری بھی نہ لی۔ پھر اسے بھی دفن کر دیا گیا۔ اس کے بعد تیسرا جنازہ آیا۔ کسی ملک صاحب، رانا صاحب کی بیوی کا۔ آیا بھی عشاء کے بعد۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کس کا جنازہ ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ مشہور فلاں خاندان کی معتبر عورت کا جنازہ ہے۔ اس جنازہ میں کافی رش تھا۔ یہ عورت اس تیسری قبر میں دفن کر دی گئی جس کے بارے میں دونوں سواروں نے یہ کہا تھا کہ دو انگلیوں کے فاصلے کے برابر اس کی قبر کشادہ کر دی جائے گی۔ (کتاب الدیباج شرح الصدور)

واقعہ نمبر ۴...... ڈاکٹر نور محمد مدظلہ فرماتے ہیں کہ احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور میں ایک نیک خاتون مدرسہ کی مہتمم تھی۔ اس بیچاری کو لاعلاج مرض لاحق ہو گیا۔ میرے پاس بہاول پور، وکٹوریہ ہسپتال میں داخل ہوئی اور وہیں وفات پا گئی۔ ان کے علاج وغیرہ پر جو خرچ ہوا۔ وہ میرے سسر پروفیسر حاجی صاحب جو کراچی میں رہائش پذیر تھے۔ انہوں نے برداشت کیا۔ بڑے نیک آدمی تھے۔ جب حاجی صاحب کو کراچی میں اطلاع ہوئی کہ وہ عورت فوت ہو گئی ہے تو وہ تشریف لائے اور سیدھا اس بی بی کی قبر پر گئے۔ واپس آ کر سب سے پہلے مجھے خوشخبری دی کہ اللہ تعالیٰ نے اس نیک خاتون کی قبر میں اپنی خاص رحمتیں نازل فرمائی ہیں۔ اگلے دن حاجی صاحب پھر قبرستان تشریف لے گئے۔ واپس لوٹے تو بہت غمگین تھے۔ تین دن کھانا پینا چھوڑ دیا۔ جس کی وجہ سے کمزور ہو گئے۔ مجھے (نور محمد کو) وہاں لے جایا گیا۔ میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ حاجی صاحب مسجد میں پڑے ہوئے ہیں اور آہستہ آہستہ اللہ سے استغفار اور آہ وزاری کر رہے ہیں آواز میں اتنا درد وسوز تھا کہ پاس بیٹھنے والے پر گریہ طاری ہو جاتا تھا۔ میں نے انہیں اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی۔ میرے بار بار اصرار اور پوچھنے پر انہوں نے فرمایا کہ حضرت مولانا شیخ التفسیر احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے کشف قبور کا (یعنی قبر میں کیا ہو رہا ہے) وظیفہ بتایا تھا۔ میں نے پہلے دن اسے پڑھا تو اس نیک خاتون کی قبر سے نہایت اچھی خبر ملی۔ بڑے اچھی حالت میں تھیں۔ دوسرے دن وہی وظیفہ دوسری ساتھ والی قبروں پر پڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سب قبریں آگ سے بھری پڑی ہیں اور مردے آگ میں تڑپ رہے ہیں۔ کسی قبر میں آگ کم ہے، کسی میں زیادہ ہے۔ حتیٰ کہ پورے قبرستان میں صرف تین قبریں اس آگ سے محفوظ نظر آئی ہیں؟ حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ میں یہ منظر دیکھ کر روؤں نہ تو اور کیا کروں؟ اب اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے عذاب کے ہلکا ہونے کی دعا کر رہا ہوں۔ ایسا دردناک عذاب ہے کہ اگر آپ دیکھ لیں تو ذہنی توازن کھو بیٹھیں اور پاگل ہو جائیں یا دہشت اور خوف سے مر جائیں۔ (قبر کی زندگی، پروفیسر ڈاکٹر نور محمد نشتر کالج ملتان)

ہر مردہ گل سڑ نہیں جاتا

واقعہ نمبر ۵...... گاؤں فتح گڑھ میں مسجد کے قریب ایک اللہ والے کی مزار کی نئی تعمیر لوگوں نے شروع کی تو اچانک توڑ پھوڑ کے نتیجے میں قبر کی شمال والی جانب کی دیوار کی کئی اینٹیں گر گئیں اور قبر میں دفن اللہ تعالیٰ کے نیک

بندے کی نعش مبارک اپنی اصلی حالت میں نظر آئی۔ یہ نعش لکڑی کے ایک صندوق میں رکھی گئی تھی۔ لکڑی کے صندوق کو مٹی اور دیمک کھا چکی تھی۔ لیکن پیر صاحب کی نعش صحیح وسلامت تر وتازہ تھی جس کو دفن ہوئے تقریباً ستاون سال ہو چکے تھے۔ (سنت نبوی اور جدید سائنس ص ۳۱۸)

قبر کا بے حد وسیع وکشادہ ہونا

واقعہ نمبر ۶......ڈاکٹر نور محمد مدظلہ اپنا کانوں سنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۵۳ء میں، میں ایم، بی، بی، ایس، کے دوسرے سال میں تعلیم حاصل کر رہا تھا ہمیں ''تشریح البدن'' (اناٹومی) کا مضمون پڑھنے کے لئے انسانی ہڈیوں کی ضرورت پڑتی تھی۔ کالج ابھی نیا نیا بنا تھا۔ انسانی ہڈیوں کا ذخیرہ کالج میں بہت محدود تھا۔ چنانچہ میرے ساتھیوں نے نشتر کالج کے ساتھ والے قبرستان (جو قلعہ والا قبرستان مشہور تھا) کی طرف رجوع کیا۔ قبرستان کے مجاور سے جا کر بات کی۔ کچھ بحث ومباحثہ کے بعد وہ مجاور بائیس روپے میں پورا انسانی ڈھانچہ دینے پر تیار ہو گیا۔ ہمارے ساتھی رات کو بوری اور پیسے لے جاتے مجاور کو دے آتے۔ اگلے دن ان کو پورا انسانی ڈھانچہ مل جاتا۔ مجاور کا کاروبار چلتا رہا۔ ہمارا کام بنتا رہا۔ کچھ عرصے کے بعد مجھے انسانی کھوپڑی کی ضرورت پیش آئی۔ میں بھی قبرستان گیا اور مجاور کو پیسے دکھلائے اور کھوپڑی کا مطالبہ کیا۔ یہ مجاور مسجد میں بیٹھا تھا۔ اب تو بات سننا بھی گوارا نہیں کرتا تھا۔ میری کوشش اور اصرار نے اسے مجبور کر دیا کہ وہ کوئی عذر بتلائے کہ بات کیوں نہیں سنتا؟ انسانی ہڈی دینے سے اب کیوں انکار کر رہا ہے۔ جب کہ پہلے دیتا رہا۔ اب اس نے بتایا کہ ڈاکٹر صاحب چند دن پہلے جب میں نے ایک قبر کھولی تو قبر سے آگ کا ایک شعلہ نکلا جس نے میرا پیچھا کرنا شروع کر دیا۔ میں آگے آگے بھاگتا رہا۔ وہ میرے پیچھے پیچھے۔ میں پوری تیزی کے ساتھ جان بچانے کے لئے جلدی جلدی مسجد میں داخل ہو گیا تو پھر وہ آگ کا شعلہ واپس قبر میں چلا گیا۔ اس لئے میں (مجاور) نے پکی توبہ کر لی ہے کہ آئندہ کبھی ایسا کام نہیں کروں گا۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ پھر میں نے اس سے پوچھا کہ کوئی اور واقعہ اس قسم کا آپ کے ساتھ پیش آیا ہو تو وہ بھی بتاؤ؟ تو اس مجاور نے بتایا کہ پیسوں کی لالچ میں جب میں قبریں کھول کر ڈھانچہ بیچتا تھا تو ایک دن ایسا ہوا کہ ایک قبر کھولی تو میں نے بڑا عجیب منظر دیکھا کہ وہ قبر بے حد کشادہ اور وسیع ہے خوشبو سے مہک رہی ہے اور اس میں ایک بزرگ بیٹھے تلاوت کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر میں نے فوراً قبر کو بند کر دیا۔ (قبر کی زندگی ڈاکٹر نور محمد نشتر کالج ملتان ص ۱۰)

قبروں کا کھل جانا

واقعہ نمبر ۷......حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض بزرگوں نے بیان کیا ہے کہ ان بزرگوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ یا اللہ! قبر والوں کے حالات ہم پر ظاہر کر دے۔ چنانچہ ایک رات ان کے لئے ایک قبرستان کی قبریں کھول دی گئیں۔ انہوں نے دیکھا کہ بعض مردے سندس پر بعض حریر پر بعض دیباج پر اور بعض ریحان پر اور بعض تختوں پر آرام فرما رہے ہیں اور کچھ مردے رو رہے ہیں اور بعض صرف ہنس رہے ہیں۔ ان بزرگوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ! یہ تمام مردے اگر تو چاہتا تو برابر کے مرتبے کے ہوتے۔ یہ سن کر ایک قبر سے آواز آئی۔ اے شخص! یہ مرتبے کم زیادہ جو نظر آ رہے ہیں۔ یہ سب اعمال کے اعتبار سے ہیں۔ سندس پر سونے والے اچھے اخلاق رکھتے تھے۔ حریر ودیباج پر سونے والے شہید ہیں۔ ریحان پر سونے والے روزہ

دار ہیں۔ تختوں پر سونے والے اللہ کے لئے ایک دوسرے سے محبت رکھنے والے ہیں۔ رونے والے بیچارے گنہگار ہیں۔ ہنسنے والے گناہوں سے توبہ کرنے والے ہیں۔ (روض الریاحین)

واقعہ نمبر ۸...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مقام بدر کے قریب سے گزر رہا تھا کہ اچانک ایک شخص ایک قبر سے نکلا جس کے گلے (گردن) میں زنجیر تھی۔ اس نے مجھے پکار کر کہا کہ اے عبداللہ! مجھے پانی پلا دو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اسے میرا نام آتا تھا اس نے مجھے پہچان کر آواز دی ہے یا عرب کے دستور کے مطابق اسے عبداللہ (یعنی اللہ کا بندہ) کہہ کر پکارا ہے۔ کیونکہ اہل عرب کی عادت ہے جس کا نام معلوم نہ ہو اسے عبداللہ کہہ کر پکارتے ہیں۔ اتنے میں ایک اور شخص اسی قبر سے اس کے پیچھے نکلا جس کے ہاتھ میں ایک کوڑا تھا۔ اس نے مجھے پکار کر کہا کہ اس کو پانی نہ پلانا۔ یہ کافر ہے۔ پس وہ پہلے شخص کو کوڑے مار مار کر قبر کی طرف واپس لے گیا۔ میں جلدی سے (خوف کی وجہ سے) آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور سارا واقعہ سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو نے واقعی اس کو دیکھا ہے؟ میں نے عرض کی جی ہاں یارسول اللہ واقعی میں نے دیکھا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ابوجہل تھا اور قیامت تک اس کی یہی سزا رہے گی۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۷)

واقعہ نمبر ۹...... حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ جب بوڑھے ہو گئے تو اکثر اٹھتے بیٹھتے فرماتے تھے کہ بھائیو! اب تو جوانی ختم ہو گئی۔ اب تو صرف جوانی جنت میں ہی ملے گی۔ انشاء اللہ! جوان ہو کر ہی جنت میں جائیں گے۔ جب ان کی وفات مبارک ہوئی تو سینکڑوں ہزاروں لوگوں نے دیکھا کہ حضرت جو بوڑھاپے کی وجہ سے کمزور ہو گئے تھے، صرف ہڈیاں باقی تھیں۔ اب مرنے کے فوراً بعد سارا جسم جوانوں جیسا قوت والا ہو گیا۔ داڑھی جو سفید تھی وہ اب سیاہ ہو چکی ہے۔ ایسے لگتا تھا جیسے تیس پینتیس سال کا جوان اچھے خاصے جسم والا ہوتا ہے۔ وہ اس کمزوری کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جوانی فوت ہوتے ہی عطاء کر دی تھی۔ (مجالس حکیم العصر ص ۱۲۲)

مسئلہ سماع موتیٰ (مردوں کا سننا)...... تیرھواں اختلاف

اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کا عقیدہ

اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کا عقیدہ عام مردوں کے سننے کے بارے میں یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کی قبر کے قریب جا کر سلام کرے تو مردہ اس کے سلام کو سنتا ہے اور اس کا جواب بھی دیتا ہے۔ اگر پہلے سے جان پہچان ہے تو مردہ آواز سے اس شخص کو پہچان بھی لیتا ہے کہ کون آیا ہے اور اس کے آنے سے وہ خوشی بھی محسوس کرتا ہے۔ اگر بلند آواز سے تلاوت کی جائے تو تلاوت کو بھی سنتا ہے اور خوش بھی ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ سماع فی الجملہ ثابت ہے اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ابن کثیر کے مطابق سلف صالحین کا اسی سننے والے مسئلہ پر یعنی سماع فی الجملہ پر اجماع ہے اور تواتر سے ثابت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۴)

منکرین حیات کا عقیدہ

منکرین کا عقیدہ تمام مردوں کے بارے میں یہ ہے کہ جب کوئی شخص قبر کے قریب آ کر سلام وکلام وغیرہ کرتا ہے تو مردہ کچھ بھی نہیں سنتا۔ کیونکہ جب روح کا اس قبر میں رکھے ہوئے جسم سے تعلق نہیں تو یہ کیسے سن سکتا ہے؟

اور جو شخص مردوں کے سننے کا قائل ہے وہ مشرک ہے۔ قرآن کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے۔ جب سنتا ہی نہیں تو جواب دینا یا اسے پہچان لینا یا خوش ہونا۔ یہ سب سننے پر موقوف ہیں۔ جب سننا ثابت نہیں تو یہ چیزیں بطریق اولیٰ ثابت نہیں۔

منکرین کے عقائد ان کی کتب سے

۱...... سماع مافوق الاسباب عند القبر کا نظریہ شرک ہے۔ قانون یہ ہے کہ آپ ﷺ عند القبر نہیں سنتے۔

(القول المسند مولوی عبدالکریم ص ۹)

۲...... قائلین حیات وسماع عند القبر "یحملون کمثل الحمار" کا مصداق ہیں۔ یعنی حیات کے قائلین گدھے کی طرح کتابوں کا بوجھ اٹھانے والے ہیں۔ (حوالہ ایضاً)

۳...... سماع انبیاء زیادہ ہی مستبعد ہے۔ یعنی عقل میں آنے والا نہیں، جب انبیاء کا سماع مستبعد ہے تو باقیوں کا بطریق اولیٰ۔ (مسلک الاکابر ص ۳۱)

۴...... سماع موتیٰ شرک وکفر ہے اور شرک کا ذریعہ ہے۔ قائلین سماع مشرک، کافر، ملحدین ہیں۔ (یعنی بے ایمان ہیں) (شفاء الصدور ص ۱۰۷، کیا مردے سنتے ہیں؟ ص ۴۹)

۵...... سماع موتیٰ کا عقیدہ قرآن کریم کے خلاف اور صریح شرک ہے۔

(رسالہ نغمہ توحیدی ۱۵ ۱۴۱ھ ذوالحجہ رجوع الی الحق ۱۶)

۶...... حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع میں مردوں کے سننے کا انکار کرنا ہوگا اور اسی طرح حنفی بننے کے لئے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع میں سماع موتیٰ کا انکار کرنا ہوگا، یعنی مردوں کے سننے کا قائل نہ تو ملت ابراہیمی پر ہے اور نہ ہی حنفی ہے۔ ملت ابراہیمی اور حنفیت میں داخل ہونے کے لئے فوت شدہ کے سننے کا اور دیکھنے کا انکار ضروری ہے۔ جس کا عقیدہ ہے کہ مردہ دیکھتا ہے اور سنتا ہے تو مندرجہ بالا بیان کے مطابق ایسا شخص نہ تو ملت ابراہیمی کا متبع ہے اور نہ ہی ایسا شخص حنفی ہے۔ (عقیدۃ الامت ص ۱۳۷، ۱۳۸)

۷...... عدم سماع موتیٰ پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا تھا۔ (ندائے حق ص ۱۵۱)

۸...... عدم سماع موتیٰ دراصل معتزلہ میں سے ایک فرقہ صالحہ کا مذہب ہے۔ (ندائے حق)

۹...... علماء سوء بھی ان کو تعلیم دیتے ہیں کہ (مردے) اگرچہ دور سے نہیں سنتے تو قبر کے اوپر جا کر اگر پکارا جائے اور سفارش کروائی جائے اور درخواستیں بھیجی جائیں تو مردے سنتے اور جانتے ہیں۔ معاذ اللہ، معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ، اللہ! ایسے غلط عقائد اور شرکیہ خیالات اور بدعیہ حرکات وسکنات سے بچائے۔ (شفاء الصدور ص ۱۰۶)

۱۰...... قبر پرستی اور فوت شدہ بزرگوں کی پوجا پاٹ کی بنیاد اور شرک کا چور دروازہ مردوں کے سننے کا عقیدہ ہے۔

(کیا مردے سنتے ہیں ص ۱۰)

۱۱...... باب پنجم ملحدین ومبتدعین سماع موتیٰ۔ (یہ عنوان قابل مطالعہ ہے دیکھئے شفاء الصدور ص ۱۰۷)

خلاصہ! منکرین حیات وسماع کے گیارہ اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص مردے کے سننے کا قائل ہے اور یہ کہتا ہے کہ مردے سنتے ہیں وہ شخص (۱) بے ایمان ہے۔ (۲) بدعتی ہے (۳) مشرک ہے۔ (۴) علماء سوء یعنی برے عالموں میں شامل ہے۔ (۵) معتزلی ہے۔ (۶) صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع کا منکر ہے۔ (اور جو اجماع کا منکر ہو وہ کافر

ہے)(۷)ملت ابراہیمی میں داخل ہی نہیں ہے۔(یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین جو آپ ﷺ کی شریعت ہے۔ اس میں داخل نہیں ہے)(۸)ایسا شخص حنفی نہیں ہے۔(۹)قرآن کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے۔(۱۰)عقل سے ماوراء عقیدہ رکھتا ہے۔(یعنی پاگلوں والا عقیدہ رکھتا ہے)(۱۱)ایسا عقیدہ رکھنے والا گدھے کی طرح بوجھ اٹھانے والا ہے۔ یہ صرف گیارہ اقوال ان حضرات کے نقل کئے ہیں۔ جو اپنے آپ کو توحید وسنت کے علمبردار کہلاتے ہیں انہوں نے گیارہ اقوال میں جو فتوے لگائے ہیں اور توحید وسنت اس طرز پر پھیلایا ہے آپ نے انہیں ملاحظہ فرمالیا ہے۔

گہر جو دل میں پنہاں ہیں خدا دے تو کھلیں اسی کے پاس ہے چابی اس خزانے کی

اللہ تعالیٰ ہدایت عطاء فرمائے۔آمین!

منکرین حیات وسماع کے اکابرین کا عقیدہ

اب آپ حضرات ان منکرین کے اکابرین کی بھی عبارات ملاحظہ فرمائیں۔تاکہ آپ کو یقین ہوجائے کہ کس حد تک اصاغرین منکرین اپنے بڑے حضرات کی بات پر اعتماد کرتے ہیں اور کتنی موافقت رکھتے ہیں۔

۱...... ”سماع سلام عند القبر“ ہم (یعنی منکرین لوگ) تسلیم کرتے ہیں۔ (مسالک العلماء ص ۲۲۴)

۲...... مزار اقدس کے پاس سلام باعث دعا اور جواب ہوتا ہے۔ (مسالک العلماء ص ۲۲۵)

۳...... حضرت مولانا محمد طاہر پنج پیری سے سوال کیا گیا کہ جو لوگ سماع موتی کے قائل ہیں۔ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں سماع موتی کے قائلین کو کافر تو درکنار گمراہ بھی نہیں کہتا۔

(ماہنامہ تعلیم القرآن جولائی ۱۹۸۴ء)

۴...... سلام عند قبر النبی ﷺ ہزار سعادت ہے۔ (مسالک العلماء ص ۲۴۷)

۵...... فی الجملہ مردہ سنتا ہے کسی نہ کسی کی کلام کو......لیکن دنیا والوں کے کلام وسلام سننے کا قانون تو نہیں صرف اتنی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ جس فوت شدہ ہستی کو دنیا والوں کا کلام وسلام سنانا چاہے تو سنا دیتا ہے۔اس صورت کا امت میں کوئی انکار نہیں کرتا۔ (اعلان حق مفتی امیر عبداللہ نوجوانان توحید وسنت ڈیرہ اسماعیل خان ص ۲۱)

۶...... کئی اکابر نے تصریح کی ہے کہ عند القبر انبیاء علیہم السلام کا سماع بلاشبہ ثابت ہے۔خصوصاً سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام تو بہت بلند ہے اور آپ کے سماع میں تو کچھ شبہ ہی نہیں۔(ملفظہ)

(مفتی عبدالرشید دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی، الجواب صحیح لاشئ غلام اللہ خان ۲۷ ر صفر ۱۳۷۹ھ)

۷...... حضرت مولانا غلام اللہ خان فرماتے ہیں کہ کتب فقہ اور احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ عند القبر بذات خود آپ ﷺ درود وسلام سنتے ہیں۔سلف اہل سنت والجماعت میں اس کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ایسے عقیدے والے کو کافر اور مشرک کہنا بہت بڑی دلیری ہے۔العیاذ باللہ! اللہ تعالیٰ ایسی جہالت سے ہر ایک کو محفوظ فرمائے اور سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

(ہذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی، الجواب صحیح لاشئ غلام اللہ ۲۲ ر صفر ۱۳۹۶)

نوٹ: یہ فتوی پہلے فتوے سے تقریباً سترہ سال بعد کا ہے۔ پہلا فتوی ۱۳۷۹ھ کا ہے دوسرا فتوی ۱۳۹۶ھ کا ہے۔

۸...... حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلہ پر تائیدی دستخط، عبارت کا متن، وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بتعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضۂ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ ﷺ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ احقر محمد طیب (بمقام راولپنڈی) نور محمد قلعہ دیدار سنگھ۔

محمد علی جالندھری، لاشیٔ غلام اللہ خان ۱۸ ر محرم ۱۳۸۲ھ از تعلیم القرآن ماہ اگست ۱۹۶۲ء

اس فیصلہ پر دستخط کرنے والے حضرات میں سے حضرت مولانا نور محمد قلعہ دیدار سنگھ ہیں۔ جو اشاعت التوحید والسنۃ کے صدر اور امیر تھے۔ ان کے بعد ان کی جگہ امیر بنایا گیا تھا سید عنایت اللہ شاہ گجراتی کو، جب سید عنایت اللہ شاہ گجراتی کو امیر بنانے کے لئے علماء کو دعوت دی گی تو تقریباً ۸۴ علماء کرام اس اجلاس میں شریک ہوئے۔ جو سب کے سب جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے اہم کارکن تھے۔ اس اجتماع میں حیات النبی ﷺ کے فیصلہ کی (جو قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا) بات چلی تو یہ عنوان لگا کر اس فیصلہ کی تصدیق وتوثیق کی گئی جس کو سب حضرات نے منظور کیا۔ وہ یہ ہے جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کا یہ اجتماع اس بات کا فیصلہ کرتا ہے اور اپنی تمام جماعت کو اس کی پابندی کرنے کی درخواست کرتا ہے کہ حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دار العلوم دیوبند کی تجویز کردہ عبارت پر فریقین کے درمیان جو صلح ہوئی ہے اسے قائم رکھا جائے اور اسے ہرگز توڑا نہ جائے (مگر یہ کہ فریق ثانی (یعنی قائلین حیات) صلح کے خلاف کسی قسم کا اقدام نہ کرے) جب ۸۴ علماء کرام بمع سید عنایت اللہ شاہ گجراتی کے حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلے کی تصدیق کر رہے ہیں۔ اس میں صلوٰۃ وسلام سننے کی وضاحت ہے تو گویا سماع کے مسئلہ پر اتفاق ہوگیا کہ واقعتاً آپ علیہ السلام حیات ہیں اور سنتے ہیں اور حضرت مولانا نور محمد تو خود اس فیصلہ میں موجود تھے اور دستخط بھی کئے ہیں۔ سو جب اتنے حضرات اشاعت التوحید والسنۃ کے اہم اور بڑے کارکن بمع امیر جماعت کے سماع کے مسئلہ کا اقرار کرنے والے ہیں۔ جب انہوں نے سماع کے مسئلہ کا اقرار کرلیا ہے تو اس مسئلہ میں یہ حضرات گویا قائلین حیات کے ساتھ متفق ہیں۔ جب ان کے ساتھ ہیں تو آج باقی ماندہ اشاعتی اس فیصلہ کیوں منحرف ہو رہے ہیں یا تو انہیں سچا جان کر ان کی اتباع کریں یا صاف اعلان کریں کہ ہمارا نہ ان اکابرین سے تعلق ہے اور نہ ہم علماء دیوبند سے کسی قسم کا تعلق رکھتے ہیں۔

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

منکرین حیات کے جملہ فتوے اپنے اکابرین پر

اب قارئین! آپ حضرات خود فیصلہ کرلیں کہ گیارہ فتوے جو منکرین نے لگائے تھے وہ کن پر لگتے ہیں یقیناً وہ سارے فتوے پہلے ان کے اپنے اکابرین پر لگتے ہیں۔ کیونکہ آدمی جب بھی کوئی کام کرتا ہے تو اس کی ابتداء اپنے گھر سے ہی کرتا ہے۔ تاکہ کوئی اعتراض نہ کرسکے، اس لئے پہلے یہ سب فتوے ہم ان کے اپنے اکابرین کی طرف لوٹائیں گے۔ دوسری بات یہ بھی خود بخود ثابت ہوگئی کہ جب ان کے اکابرین ایسے ہیں تو فتوے لگانے والے حضرات تو بطریق اولیٰ ایسے ہی ہوں گے۔ گویا جنہوں نے یہ لکھا ہے کہ جو شخص مردے سننے کا قائل ہے۔ وہ بے ایمان ہے۔ بدعتی ہے، مشرک ہے۔ معتزلی ہے۔ اجماع کا منکر ہے۔ ملت ابراہیمی میں داخل نہیں ہے، حنفی نہیں ہے۔ قرآن کا مخالف ہے۔ پاگل ہے۔ "یحملون کمثل الحمار" کا مصداق ہے، یہ سارے فتوے خود لکھنے

والوں پر لوٹ جاتے ہیں جب لکھنے والے ان فتوؤں کا کامل مصداق ہیں۔ تو "المرء یقیس علی نفسہ" (کہ انسان ہر کسی کو اپنے جیسا خیال کرتا ہے) انہوں (یعنی لکھنے والوں) نے اپنے اوپر سب کو قیاس کرلیا۔ حالانکہ ان کا یہ قیاس قیاس مع الفارق ہے۔ لہٰذا صرف لکھنے والے ہی اصل مصداق ہوئے نہ کہ کوئی اور۔ تیسری بات یہ بھی ثابت ہوگئی ان کو اپنے اکابرین کے مسلک کا بھی علم نہیں اور اپنی غلطی کا بھی علم نہیں کہ یہ فتوے ہماری طرف بھی لوٹیں گے۔ چوتھی بات یہ ثابت ہوئی کہ ایسے جاہلوں کی کسی بات کا کوئی اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔ جب ان کی عام بات کا اعتبار نہیں تو قرآن وحدیث کی کی ہوئی تفسیر بالرائے کا کیا اعتبار ہوگا۔

عقیدہ عدم سماع موتی پر منکرین کے کمزور استدلالات

ناظرین کرام! اب ان دلائل کو ذکر کیا جائے گا جن سے منکرین حیات غلط استدلال کرکے ناجائز فتوے لگاتے ہیں۔ تاکہ یہ بات واضح ہوجائے کہ ان کی پیش کردہ دلیل ان کے مسلک پر کس حد تک پوری آتی ہے پوری آتی بھی ہے یا نہیں؟ اور اس دلیل سے شرک یا کفر کے فتوے لگائے بھی جاسکتے ہیں یا نہیں؟ دلائل سے پہلے چند باتیں ذہن نشین کرلیں۔ تاکہ مسئلہ کا سمجھنا آسان ہوجائے۔

منشاء اختلاف

۱...... اس بات میں سب کا اتفاق ہے کہ زندہ انسان قریب سے سن سکتا ہے اور دور سے نہیں سن سکتا۔

۲...... اور اس بات پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ پتھر یا جمادات جیسی چیزیں جن سے روح کے تعلق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا نہ قریب سے سنتے ہیں۔ نہ بعید سے سنتے ہیں، وجہ فرق وہی ہے کہ زندہ کے ساتھ روح کا تعلق ہے اور پتھر وغیرہ کے ساتھ روح کا تعلق نہیں۔

اب قائلین حیات اور منکرین حیات کا اختلاف اس چیز میں ہے کہ قبر والے کو بت کے ساتھ ملایا جائے اس طرح کہ سارے احکام غیر جاندار چیزوں کے ان پر لاگو کریں اور قبر والے سے ایسا سلوک کریں۔ جیسے غیر جاندار چیزوں سے کیا جاتا ہے یا قبر والے کو زندوں کے ساتھ ملایا جائے کہ اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے۔ جیسے زندہ انسان کے ساتھ کیا جاتا ہے تو یہ سارا دارومدار اس بات پر ہوگا کہ روح کا تعلق اگر قبر والے کے ساتھ ثابت ہوجائے تو زندوں والے احکام ثابت ہوں گے اور اس کے ساتھ زندوں جیسا سلوک ہوگا۔ اگر روح کا تعلق قبر والے کے ساتھ ثابت نہ ہو تو پھر قبر والے کو پتھر، بت وغیرہ غیر جاندار کے ساتھ ملایا جائے گا اور اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے گا۔ جیسے غیر جاندار چیزوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اس تفصیل سے اتنی بات تو بالکل واضح ہوگئی کہ صرف احکام اور سلوک کے اعتبار سے فرق پڑے گا کہ اگر روح کا تعلق مان لیا جائے تو صرف اتنا ثابت ہوگا کہ جس طرح زندہ قریب سے سنتا ہے، دور سے نہیں سنتا۔ بالکل اسی طرح قبر والا بھی قریب سے سنے گا اور دور سے نہیں سنے گا۔ اب زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مردے کو زندوں کے ساتھ ملادیا یعنی مردہ زندہ انسان کے ساتھ سننے میں شریک ہوگیا۔ یہ بات تو نہیں کہی جاسکتی کہ صرف قریب سے سننے سے خدا کا شریک بنادیا ہے۔ کیونکہ خدا کا شریک تو تب بناتے کہ یہ عقیدہ رکھتے کہ مردہ ہر وقت، ہر کسی کی، ہر جگہ سے، ہر بات سنتا ہے۔ جب کہ یہ عقیدہ کسی نے نہیں رکھا جس نے رکھا ہے ہم بھی اس کو مشرک اور کافر کہتے ہیں۔ لیکن ہمارا عقیدہ تو مردے کے بارے میں

صرف اتنا ہے کہ روح کا تعلق قبر والے کے ساتھ ہے اور مردہ صرف قریب والے کی بات سنتا ہے اور سننے میں بھی خدا کا محتاج ہے۔ کیونکہ اتنا نیچے رہ کر سننا اس کے بس کی بات نہیں۔ خدا سناتا ہے۔ لیکن یہ سنانا قانون بنا کر انسانوں کو اللہ نے رسول ﷺ کی زبان مبارک سے بتا دیا کہ جب بھی جا کر قریب سے سلام، کلام، تلاوت وغیرہ کرو گے۔ وہ سنے گا۔ بہر حال اتنی بات تو سورج کی روشنی کی طرح واضح ہوگئی کہ سماع موتی کا قائل ہونا شرک سے خالی ہے۔ شرک یا کفر بالکل لازم نہیں آتا۔ کیونکہ اس بارے میں وہ عقیدہ قائم نہیں کیا جاتا جو خدا کے بارے میں کیا جاتا ہے۔ لہٰذا صرف اسی بات سے فتوے لگانا کہ یہ سننے کے قائل ہیں۔ لہٰذا مشرک، کافر، بدعتی، معتزلی ہوئے۔ یہ پرلے درجے کی جہالت ہے۔ علم سے ناواقفیت کی قوی دلیل ہے اور دوسروں پر بہتان تراشی ہے۔

مردوں کے ساتھ زندوں والا سلوک کیا جائے

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ سماع اور سننے کا قائل ہونا شرک نہیں۔ تو اب یہ دیکھنا ہے۔ کہ قبر والے کے ساتھ سلوک کس طرح کرنا ہے؟ غیر جاندار چیزوں والا یا جاندار چیزوں والا؟ یہ ہم نے احادیث سے فیصلہ کرنا ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ:

۱...... جب قبر والے کے پاس سے گزرو تو اس کو سلام کرو۔ کیونکہ وہ تمہارے سلام کا جواب دیں گے۔

(احکام القرآن)

۲...... کسی مردے کی ہڈیاں توڑنا ایسا ہے۔ جیسے کسی زندہ کی ہڈیاں توڑنا۔

۳...... جب میت کو دفن کر چکو تو اس کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرو۔ (مشکوۃ ص ۲۶)

۴...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فوت ہونے کے بعد روضۂ اقدس پر پردہ کر کے جایا کرتی تھیں۔ جیسے زندوں سے پردہ کیا جاتا ہے۔

۵...... حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے قبر پر تکیہ لگائے ہوئے ٹیک لگائے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ قبر والے کو تکلیف مت دو۔ (مشکوۃ ص ۱۴۹)

۶...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد پاک فرمایا کہ اپنے مردوں کو اچھے کپڑوں میں دفن کیا کرو۔ بے شک وہ اس پر فخر کرتے ہیں اور اپنی قبروں میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں۔

(کتاب الروح ص ۳۶، التذکرہ للقرطبی ص ۸۱)

<u>فائدہ</u>! ان چھ احادیث سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ مردہ کے ساتھ زندوں جیسا سلوک کیا جائے۔ گویا مردہ زندہ انسان کا شریک ہے۔ احکام میں، سلوک میں، ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ میں، اتنا تو کہا جا سکتا ہے کہ مردہ انسان کو زندہ انسان کے ساتھ شریک کر دیا۔ یہ تو بالکل نہیں کہا جا سکتا کہ اس کو خدا کے ساتھ شریک کر دیا ہے۔ دوسری بات یہ بھی ثابت ہوگئی کہ جب سلوک زندوں جیسا کرنا ہے تو ہوگا بھی زندہ۔ یعنی اس مردے کی روح کا اس کے جسم عنصری سے تعلق ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی چیز کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ ہر بات، ہر کسی کی۔ ہر جگہ سے، ہر وقت سنتا ہے۔ یہ عقیدہ شرک والا عقیدہ ہے۔ اس عقیدہ سے انسان مشرک بن جاتا ہے۔ چاہے یہ عقیدہ فرشتوں میں سے کسی فرشتے کے متعلق رکھا جائے یا انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی کے متعلق رکھا جائے

(جیسے بعض جہال یہ عقیدہ آپ ﷺ کے متعلق رکھتے ہیں) چاہے زندہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا جائے یا کسی مردے کے بارے میں رکھا جائے۔ ہر صورت میں انسان مشرک بن جاتا ہے۔ الحمد اللہ! ایسا عقیدہ علماء دیو بند میں سے کسی نے بھی، کسی شئ کے متعلق نہیں رکھا اور جو ایسا عقیدہ رکھتے ہیں۔ ان کے ساتھ علماء دیو بند اہل سنت والجماعت کا کوئی تعلق نہیں۔ ایسا عقیدہ مشرکین اپنے معبودوں کے متعلق رکھتے تھے جس کا قرآن پاک نے خوب رد کیا ہے اور یہ عقیدہ رکھنا مردوں کے متعلق اور فوت شدہ گان کے متعلق کہ کسی کی نہیں سنتے کوئی بات، نہیں سنتے کسی جگہ سے، نہیں سنتے، نہ قریب سے نہ بعید سے کسی وقت نہیں سنتے ایسا عقیدہ رکھنا بھی گمراہی ہے۔ بدعت ہے۔ معتزلہ والا عقیدہ ہے۔ یہ شخص اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔ اس نے تفریط کی راہ لے لی ہے۔ افراط کی راہ لینے والے بھی مشرک ہے اور تفریط کی راہ لینے والے بھی بدعتی اور گمراہ ہیں۔ لیکن مشرک نہیں۔ جیسے منکرین حیات عقیدہ رکھتے ہیں۔ یہ عقیدہ بھی قرآن وحدیث کے خلاف ہے اور یہ عقیدہ رکھنا کہ قریب سے سنتے ہیں۔ دور سے نہیں سنتے، کسی وقت سنتے ہیں، کسی وقت نہیں بھی سنتے، کسی کی بات کو سنتے ہیں اور کسی کی بات کو نہیں بھی سنتے اور اللہ کے سنوانے سے سنتے ہیں اپنی مرضی سے نہیں یہ عقیدہ عین قرآن وحدیث کے موافق ہے اور یہی عقیدہ ''خیر الامور اوسطھا'' کا کامل مصداق ہے۔ اسی عقیدہ کی بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ سماع فی الجملہ ثابت ہے۔

سماع فی الجملہ کا مطلب

سماع فی الجملہ کا دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے، کہ عام مردوں کے لئے سننا صرف اتنا ثابت ہے۔ جتنا احادیث سے ثبوت ملتا ہے۔ جیسے سلام، تلقین، تلاوت وغیرہ اور باقی حال وغیرہ اللہ کے سپرد ہے۔ چاہے تو سنادے، چاہے تو نہ سنائے، یعنی اللہ ہی خوب جاننے والا ہے۔

مردوں کے نہ سننے کا مطلب

قارئین! یہ بات بھی ذہین نشین کرلیں کہ اگر آپ حضرات اکابرین میں سے کسی کی کتاب میں یہ لکھا ہو ادیکھیں اور پڑھیں یا کسی بزرگ کا قول یا کسی مفتی صاحب کا فتویٰ دیکھیں یا کسی روایت میں یہ بات ملے کہ عام مردے نہیں سنتے اور میت کو کوئی فہم نہیں ہوتا یا اس جیسی کوئی اور بات جس سے اندازہ ہو کہ شاید مردہ نہیں سنتا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر وقت، ہر بات نہیں سنتا۔ ہاں! جو احادیث سے ثابت ہے۔ وہ یقینا سنتا ہے۔ جو حدیث سے ثابت نہیں وہ اللہ کے سپرد ہے۔ اسی کو بعض کہہ دیتے ہیں کہ عام مردہ نہیں سنتا یعنی ہر وقت ہر کسی کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہوتا کہ بالکل ہی نہیں سنتے۔ پتھر کی طرح ہیں جیسے کہ منکرین حیات کہتے ہیں کہ انسان کی قدرت میں نہیں ہے مردے کو سنانا۔

سماع، اسماع اور استماع کا مطلب

''اسماع'' (سنانا) زندہ انسان دنیا میں رہتے ہوئے دیوار کی اوٹ میں بیٹھے ہوئے انسان کو آہستہ آواز سے نہیں سنا سکتا اور زور لگا کر بھی مشکل سے کچھ نہ کچھ صرف سنا سکتا ہے پورا پھر بھی نہیں سنا سکتا۔ اسی طرح لوگوں کے مکان ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ لیکن پھر بھی ایک دوسرے کی بات نہیں سن سکتے۔ کیونکہ درمیان میں دیوار ہے۔ اسی طرح چھت پر بیٹھا انسان۔ کمرے والے کو اور کمرے والا چھت والے انسان کو کچھ نہیں سنا سکتا۔ اتنی

آواز سے جتنی آواز سے انسان قبرستان میں جا کر سلام کرتا ہے۔ جب صرف اتنی آڑ سے ہم ایک دوسرے کو نہیں سنا سکتے تو قبر والے کو جو کہ کئی من مٹی کے نیچے ہیں کیسے سنا سکتے ہیں۔ اپنی قدرت سے اور اپنی ہمت سے، جب ہم قدرت نہیں رکھتے تو اسی کو اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ دیا کہ:''انک لا تسمع الموتی، وما انت بمسمع من فی القبور'' کہ آپ ﷺ ان مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ اپنی طاقت اور قدرت سے۔

استماع (اپنی مرضی اور طاقت سے سننا)

اسی طرح مردے بھی اتنی طاقت اور قدرت نہیں رکھتے کہ وہ کان لگا کر بذات خود سن لیں۔ اگرچہ پوری طرح اس کے جسم میں روح لوٹا دی جائے۔ خلاصہ یہ کہ استماع یعنی مردہ بذات خود اپنی طاقت سے کچھ نہیں سن سکتا۔ اب نہ سنانے والا اپنی قدرت سے سنا سکتا ہے۔ نہ ہی سننے والا اپنی قدرت سے اتنی آہستہ آواز کو جو قبرستان میں ہوتی ہے سن سکتا ہے۔ دونوں بے بس ہیں اسماع بھی نہیں اور استماع بھی نہیں صرف ہے سماع۔

سماع یعنی سننا

اب مردے کے سننے کا صرف مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مردے کو اپنی قدرت سے زندہ کی آواز سنا دیتا ہے۔ اس میں نہ سنانے والے کا کچھ دخل ہے۔ نہ سننے والے کا کچھ دخل ہے۔ سارا کام اللہ کی قدرت کا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسی قدرت کو قانون بنا کر لوگوں کے سامنے رکھ دیا ہے اور اپنے پیارے حبیب ﷺ کی زبان مبارک سے لوگوں کو بتا دیا ہے کہ جب سلام کرو گے وہ سلام سنیں گے۔ تلقین کرو گے وہ بھی سنیں گے۔ تلاوت کرو گے، وہ انس حاصل کریں گے وغیرہ وغیرہ! جتنی باتیں احادیث سے ثابت ہیں وہ جب بھی قبرستان میں جا کر انسان بجا لاتا ہے تو مردہ یقیناً سن لیتا ہے اور آواز کو بھی پہچان لیتا ہے۔ اگر پہلے سے جان پہچان ہو تو یہی بات اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کہتے ہیں کہ مردہ کا سننا قدرت خداوندی کے ذریعہ بہرحال ثابت ہے۔

فائدہ! اب جن آیات میں یہ بات آئی ہے کہ تم نہیں سنا سکتے یا احادیث میں کہیں نفی کی بات آئی کہ تم نہیں سنا سکتے اور مردہ نہیں سنتا۔ اس سے مراد صرف اسماع کی نفی ہے کہ تم اپنی قدرت سے نہیں سنا سکتے اور مردہ اپنی قدرت سے نہیں سن سکتا۔ سماع کی نفی ہرگز نہیں کہ اللہ تعالیٰ بھی اس مردے کو زندہ کی بات نہیں سناتے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱ ص ۶۵) اس تشریح سے ہر اس دلیل کا جو منکر حیات یا کوئی رافضی، خارجی، معتزلی مردے کے نہ سننے پر پیش کرے جواب واضح ہو گیا۔

سماع موتی کے قائل کو کسی صحیح العقیدہ سنی نے کبھی بھی مشرک نہیں کہا

اس بات پر تو تمام علماء اہل سنت والجماعت متقدمین اور متاخرین کا اتفاق ہے کہ کسی نہ کسی درجہ میں مردوں کا سننا ثابت ہے جو سماع کے قائل تھے ان کا تو عقیدہ یہی تھا کہ مردے سنتے ہیں۔ لیکن جو سماع موتی کا انکار کرتے تھے۔ وہ عدم سماع کو ترجیح دیتے ہوئے بھی ان مقامات کا استثناء کرتے تھے۔ جہاں جہاں صریح احادیث میں یہ بات آئی ہے کہ مردے سنتے ہیں۔ مثلاً: (۱) سلام سنتے ہیں۔ (۲) دفنانے کے بعد جوتوں کی آہٹ سنتے ہیں۔ (۳) انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع کے بارے میں سرے سے کوئی اختلاف ہی نہیں تھا۔ سب کا اس پر اجماع اور اتفاق تھا کہ انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً آپ ﷺ بذات خود سنتے ہیں۔ بہرحال کچھ علماء حضرات نے عام مردوں کے بارے اختلاف کیا

ہے اور یہ کہا ہے کہ مردے نہیں سنتے۔ لیکن یہ قول کر کے بھی انہوں نے ان مقامات کو نکال دیا ہے۔ جن میں یہ بات آتی ہے کہ مردے سنتے ہیں۔ گویا یوں کہہ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ نفس سماع اور سماع فی الجملہ دونوں فریقوں نے مان لیا ہے۔ لیکن اس سماع سے سماع کلی کا کوئی بھی فریق قائل نہیں یعنی مردے ہر بات سنتے ہیں۔ اس کا کوئی قائل نہیں اور پوری امت کا اس بات پر بھی اتفاق ہو گیا کہ سماع موتی کا عقیدہ شرک نہیں ہے۔ یعنی جو لوگ مردوں کے سننے کے قائل نہیں تھے۔ وہ بھی اس بات پر متفق تھے کہ سماع موتی والا عقیدہ شرک نہیں ہے۔ کیونکہ اگر شرک ہوتا تو استثناء نہ کرتے اور جو شرک والا عقیدہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے اس اختلاف کو خود ہی کفر وایمان، مشرک اور موحد کا اختلاف بنایا ہے۔

عدم سماع موتی پر منکرین حیات کے شبہات

شبہ نمبر ۱...... زیادہ تر منکرین حیات درج ذیل آیت پڑھ کر سیدھی سادھی عوام کو گمراہ کرتے ہیں اور آیت کے معنی میں تحریف کر کے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ مردہ نہیں سنتا حالانکہ آیت کا یہ معنی کسی نے نہیں کیا کہ مردہ نہیں سنتا۔ اصل معنی یہ ہے کہ آپ (ﷺ) سنا نہیں سکتے۔ وہ آیت یہ ہے ''انک لا تسمع الموتیٰ'' کہ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔

و ما انت بمسمع من فی القبور سے غلط استدلال

شبہ نمبر ۲...... نہیں ہیں آپ (ﷺ) سنانے والے ان حضرات کو جو قبروں میں ہیں۔ یعنی آپ ﷺ اور قیامت تک آنے والے تمام انسان مردوں کو اپنی قدرت سے نہیں سنا سکتے۔ ان آیات سے زیادہ تر منکرین حیات یوں گمراہ کرتے ہیں کہ جب سنا نہیں سکتے تو ثابت ہو گیا کہ وہ سن بھی نہیں سکتے۔ یہ استدلال اور دلیل ان کے مسلک پر کبھی بھی نہیں بن سکتی۔ کیونکہ آیت سے صرف اتنی بات ثابت ہو رہی ہے کہ تم سنا نہیں سکتے۔ یہ بات بالکل ثابت نہیں ہو رہی کہ وہ سن بھی نہیں سکتے۔

خلاصہ...... یہ کہ جس آیت یا حدیث سے جتنی بات ثابت ہو رہی ہے اتنی ہی ثابت رکھو۔ اس سے زائد ثابت کرنا فاسد ہے۔ بالکل اسی طرح ''انک لا تسمع الموتی'' اور ''وما انت بمسمع من فی القبور'' سے صرف اتنی بات ثابت ہو رہی ہے کہ آپ سنا نہیں سکتے مردوں کو۔ یہ بالکل ثابت نہیں ہو رہا کہ وہ سنتے بھی نہیں۔ جب یہ ثابت نہیں ہو رہا تو اس آیت سے یہ ثابت کرنا کہ وہ سنتے بھی نہیں ضعیف ہے۔ ہم ضعیف استدلال سے کسی مسئلہ کو ثابت نہیں کرنے دیتے۔ چہ جائے کہ کسی کو ضعیف دلیل سے کوئی عقیدہ ثابت کرنے دیں۔ پھر وہ بھی حنفی کہلوانے والے کو۔ اگر آپ اپنے آپ کو حنفی کہتے ہو تو اس آیت سے یہ ثابت کرنا کہ وہ مردے نہیں سنتے صحیح نہیں ہے۔ اسی بات کو علامہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو سب سے بہتر جانتا ہے ہمیں جو بات نصوص سے حاصل ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ مردوں کا سننا، مردوں کا سماع فی الجملہ بہت سی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ باقی رہا زندہ انسانوں کا مردوں کو سنانا۔ وہ تو قرآن کے سیاق سے منفی ہے اس کی تحقیق جیسا کہ حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب میں کی ہے۔ (فتح الملہم ص ۴۷۹، ج ۲)

حضرت مولانا محمد امین صفدر اکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دلچسپ مکالمہ

حضرت مولانا محمد امین صفدر اکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ درسگاہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرے پاس دو پروفیسر آ گئے۔ آتے ہی کہنے لگے کہ مولوی صاحب قرآن میں سینکڑوں آیات ہیں کہ مردے نہیں سنتے حضرت فرماتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ایسے نہیں کہا جاتا بلکہ یوں کہو کہ ہم قرآن پر سینکڑوں جھوٹ بولتے ہیں کہ مردے نہیں سنتے۔ پورے قرآن میں ایک آیت بھی نہیں جس کا یہ ترجمہ ہو کہ مردے نہیں سنتے اور نہ ہی پورے ذخیرۂ احادیث میں کوئی ایسی حدیث ہے جس میں یہ بات ہو کہ مردے نہیں سنتے۔ کہنے لگے کہ نہیں جی! وہ تو پڑھتے ہیں۔ آیتیں میں نے کہا کہ (منکرین حیات سے) لکھوا کر لائی تھیں۔ کہتا ہے کہ یاد تو آپ کو بھی ہوں گی۔ آپ ہی سنا دیں میں نے کہا کہ (منکرین حیات) یہی پڑھتے ہوں گے ''انک لا تسمع الموتیٰ'' کہتا ہے کہ ہاں ہاں! بالکل یہی پڑھتے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے ترجمے والا قرآن پاک اٹھایا کھول کر سامنے رکھ دیا۔ میں نے کہا پڑھو کیا لکھا ہے؟ اس کا ترجمہ یہ تو نہیں کہ مردے نہیں سنتے۔ بلکہ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ مردوں کو سنا نہیں سکتے۔ ارے جب نہیں سنا سکتے تو یہ کیسے ثابت ہو گیا؟ یہ کیسے پتہ چلا کہ وہ سنتے بھی نہیں۔ اگر میں تم کو کہوں کہ میں نے آج تمہیں ناشتہ نہیں کرایا ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ آپ نے کیا بھی نہیں؟ پھر میں نے کہا کہ خود ترجمہ پڑھ لو اور مجھے بتاؤ کہ کن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں سناتے؟ اور کن کو سناتے ہیں؟ یہ بھی تو آیت میں ہے کن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سناتے ہیں ''ان تسمع الا من یومن بآیتنا فھم مسلمون'' جی مسلمانوں کو سناتے ہیں تو پتہ چلا کہ جن کو نہیں سناتے مردہ کہا وہ کافر ہوئے نا؟ پھر میں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب وعظ ونصیحت فرماتے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آواز سنتے تھے؟ ابوجہل کیا خیال ہے سنتا بھی نہیں تھا؟ اگر زندہ کافر سنتا ہی نہیں تھا تو ان کو پھر کافر کہنا بھی جائز نہیں۔ دیکھو نا؟ اس دیوار کو کوئی کافر نہیں کہتا۔ کیونکہ اس نے سنا ہی نہیں۔

ہاں! اگر سنتا ہے اور سننے کے بعد انکار کرے گا۔ تب تو کافر کہا جائے گا نا؟ پتھر کو کوئی کافر نہیں کہتا تو اگر وہ زندہ کافر سنتے ہی نہیں تھے تو ان کو کافر کیوں کہا جا ہے؟ سنا ہی نہیں بے چاروں نے تو میں نے کہا کہ جب تشبیہ مردوں سے دی ہے تو تشبیہ میں کوئی وجہ تشبیہ بھی تو ہوتی ہے؟ وجہ تشبیہ کیا ہے؟ عدم سماع تو یقیناً نہیں تھا کیونکہ سارے کافر سنتے تھے آپ علیہ السلام کی بات کو۔ اس لئے وجہ تشبیہ عدم انتفاع ہے کہ سن کر فائدہ نہیں اٹھاتے تھے، مانتے نہیں تھے۔

ہاں! مسلمان مان جاتے تھے۔ اب جیسے زندہ کافر سنتے تھے۔ لیکن مانتے نہیں تھے۔ فائدہ نہیں اٹھاتے تھے۔ اسی طرح اس آیت سے یہ بھی پتہ چلا کہ مردے سنتے ہیں۔ لیکن فائدہ نہیں اٹھائے۔ اب وہ توبہ وغیرہ نہیں کر سکتے۔ پھر میں نے کہا کہ آیت پوری ماننی چاہیے یا ادھوری؟ پوری ماننی چاہیے نا؟ تو پہلا سوال میں نے آیت پر کیا کہ کن کو سناتے تھے؟ کن کو نہیں سناتے تھے؟ سناتے مسلمانوں کو تھے؟ کن کو نہیں سناتے تھے تو پتہ چلا کہ وہ کافر ہیں۔ اب کیا کافروں کو نہیں سناتے تھے؟ حالانکہ اللہ نے نبی کو سنانے کے لئے بھیجا ہے نہیں بلکہ اتنا سناتے تھے کہ بار بار اللہ تعالیٰ کو ترس آ گیا کہ شاید اپنے آپ کو مار ڈالے گا، ''لعلک باخع نفسک'' اور دوسرا سوال میں نے کیا کہ کیا سناتے تھے؟ اور کیا نہیں سناتے تھے؟ اور ان کو کیا سناتے تھے؟ ایمان کی باتیں پھر میں نے کہا کہ کب نہیں سناتے تھے؟ ''اذا ولو مدبرین'' جب وہ مردے پیٹھ پھیر کر جا رہے ہوں، بھاگ رہے ہوں، تو یہ قبرستان والے

بھاگ جاتے ہیں؟ پیٹھ پھیر کر؟ اگر وہاں ہی لیٹے ہوں تو پھر تو سنتے ہیں نا؟ ''اذاولو مدبرین'' یہ کس کے بارے میں ہے؟ کافر بھاگا کرتے تھے؟ یا قبر والے بھاگا کرتے تھے؟ کہتا ہے جی ہاں اب سمجھ میں آیا کہ یہ منکرین حیات دھوکہ دیتے ہیں۔ (یادگار خطبات ص ۳۱۵)

فائدہ! اصل آیت میں کافروں کو مردوں سے نفع نہ اٹھانے کے بارے میں تشبیہ دی گئی ہے۔ اس آیت سے مردوں کا نہ سننا تو بالکل ثابت ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہاں مردوں سے مراد زندہ کافر ہیں قبر والے مردے مراد ہی نہیں کہ آپ ان قبر والے مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ کیونکہ ساری بات تو وعظ ونصیحت کی چل رہی ہے تو وعظ ونصیحت کافر کو ہوتا تھا۔ نہ کہ قبرستان والے مردوں کو۔ بہرحال اس آیت کی ذریعے منکرین حیات عوام کو دھوکہ دیتے ہیں اور قرآن میں تحریف کرتے ہیں ان سے بچ کر رہنا بے حد ضروری ہے۔ اس بات کی تائید کہ اس آیت کا سرے سے قبرستان والے مردوں سے تعلق ہی نہیں کہ اس آیت سے صرف سماع کی نفی کی جائے جس کے اثبات کے درپے سماع موتی کے قائلین ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''وماانت بمسمع من فی القبور'' اس آیت کا سیاق دلالت کرتا ہے کہ اس سے مراد ایسا کافر ہے جو مردہ دل ہو۔ یعنی مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ ایسے شخص کو اس طرح نہیں سنا سکتے کہ اس سننے سے نفع اٹھائے۔ جیسا کہ آپ ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں اس طرح نہیں سنا سکتے کہ وہ اس سے نفع حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کی یہ مراد نہیں کہ قبر والے قطعاً کوئی چیز سنتے ہی نہیں۔ یہ مراد کیسے ہوسکتی ہے؟ جب کہ آپ ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ مردے رخصت ہونے والوں کی جوتیوں کی آواز سنتے ہیں۔ (کتاب الروح ص ۵۵)

فائدہ! حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کے اس مدلل بیان سے صاف طور پر معلوم ہوگیا کہ آیت سے اللہ تعالیٰ کی ہرگز یہ مراد نہیں کہ مردے نہیں سنتے اگر ایسا ہوتا تو آپ ﷺ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے پیغام پہنچانے والے ہیں ہرگز سماع موتی کی خبر نہ دیتے۔ (سماع موتی ص ۲۶۷)

شبہ نمبر ۲...... مدینہ شریف کی طرف ہجرت کرنے کے دوسال بعد یعنی ۲ھ میں غزوۂ بدر پیش آیا جس میں تقریباً ۷۰ کافروں کے سردار مارے گئے تھے آپ علیہ السلام غزوۂ ختم ہونے کے تین دن بعد دوبارہ اسی جنگ والی جگہ یعنی بدر کے مقام پر تشریف لائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جانثار بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان بدبودار لاشوں کو کنوئیں میں پھینک دیا جائے جب کنویں میں پھینک دیئے گئے تو آپ علیہ السلام نے کنویں پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ مجھ سے کیا تھا وہ تو پورا ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کامیابی عطاء فرمائی۔ تمہارے ساتھ جو عذاب کا وعدہ کیا تھا وہ پورا ہوگیا یا نہیں؟ یعنی بطور ڈانٹ اور سرزنش کے آپ علیہ السلام نے ان کو یہ بات کہی یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آپ علیہ السلام کے ساتھ موجود تھے۔ وہ بولے کہ یارسول اللہ! آپ ﷺ ایک مردہ قوم سے خطاب فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ تم اس بات کو جو میں ان مردوں سے کہہ رہا ہوں زیادہ نہیں سنتے (یعنی وہ مردے تم سے زیادہ سن رہے ہیں) لیکن وہ جواب دینے کی قدرت نہیں رکھتے۔ (مسلم شریف ص ۳۸۷، ج ۲، نسائی شریف ص ۲۹۳، ج ۱، مسند احمد ص ۲۷ ج ۱، بخاری شریف ص ۵۶۶، ج ۲)

اس حدیث کو منکرین حیات آڑ بنا کر عوام الناس کو گمراہ کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ (معاذ اللہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ مردوں کے سننے کے قائل نہیں تھے اور اسی حدیث کو جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے پیش کیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

آپ علیہ السلام نے یوں نہیں فرمایا ہوگا: ''ماانتم باسمع لما اقول منھم ولکنھم لا یستطیعون ان یجیبوا'' (کہ نہیں ہو تم زیادہ سننے والے اس کو جو میں کہتا ہوں ان مردوں سے لیکن یہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے) یہ نہیں فرمایا ہوگا بلکہ آپ علیہ السلام نے یوں فرمایا ہوگا:

۱...... ''انھم لیعلمون الآن ان ما اقول لھم حق (بخاری ص ۱۸۳ ج ۱)''

۲...... ''ماانتم بافھم لقولی منھم اولھم افھم لقولی منکم (مسند احمد ص ۲۴۴، ج ۷)''

۳...... ''لقد علموا ان ما وعدھم حق'' یہ مختلف الفاظ احادیث کی کتابوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ جن کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مردوں کے سننے والی حدیث سنی تو فوراً روک دیا کہ یہ حدیث ''انک لا تسمع الموتی'' سے ٹکرا رہی ہے۔ لہٰذا یہ الفاظ نہیں ہوں گے جو تم کہتے ہو بلکہ یہ الفاظ ہوں گے کہ وہ کافر مردے اب جان گئے ہیں (انہوں نے خوب جان لیا ہے) کہ جو کچھ میں (آپ صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو کہا کرتا تھا وہ حق اور سچ ہے۔ اب منکرین حیات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگاتے ہوئے اور اس حدیث کا سہارا لیتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی مردوں کے سننے کی قائل نہیں تھیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی سننے کے قائل نہیں تھے۔ اگر قائل ہوتے تو سوال نہ کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف یہی حدیث منکرین حیات کے ہاتھ آئی ہے اسی سے کمزور استدلال کر کے عوام کو گمراہ کرتے ہیں۔ اب آپ حضرات اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب

جہاں تک بات ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال کی کہ انہوں نے سوال کیوں کیا؟ اس کے متعلق تو کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں۔ کیونکہ یہ ۲ھ کا واقعہ ہے۔ ہوسکتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ابھی تک اس مسئلہ کی مکمل تحقیق نہ ہوئی ہو۔ اس لئے انہوں نے ظاہر کو دیکھ کر کہ یہ لاشیں پھٹی ہوئی ہیں جن سے بو آ رہی ہے۔ سوال کر دیا ہو کہ یا رسول اللہ! کیا یہ سنتے ہیں؟ جب آپ علیہ السلام نے جواب دے دیا تو پھر مکمل یقین ہو گیا کہ واقعتاً سنتے ہیں اور یہی سننے والی روایت ''ماانتم باسمع لما اقول منھم ولکنھم لا یستطیعون ان یجیبوا'' خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی چلی آ رہی ہے۔ (دیکھئے مسلم شریف ص ۳۸۷، ج ۲، نسائی ص ۲۹۳، ج ۱، مسند احمد ص ۲۷، ج ۱، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۷۹، ج ۷) دوسرا ان کا سوال کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت مسلمہ پر رحمت خاصہ کے لئے تھا کہ تمام مسلمانوں پر یہ بات واضح ہو جائے کہ مرنے کے بعد انسان کے جسم سے روح کا تعلق ہوتا ہے اور وہاں روح کی پوری توجہ و ادراک کرنے کی طرف ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہاں عالم قبر و برزخ میں احساس اور ادراک تیز ہو جاتا ہے۔ ہم دنیا میں رہتے ہوئے اس کا ادراک اور شعور کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اس لئے فرمایا کہ وہ تم سے زیادہ سنتے ہیں۔ (یادگار خطبات ص ۳۱۶) اس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے بات ڈال دی کہ سوال کرو۔ تاکہ قیامت تک کے لئے مسئلہ واضح ہو جائے۔ ورنہ کئی دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قبرستان گئے ہیں اور جا کر ان کو سلام کیا اور ان کو خطاب کیا تو اندر سے آواز آئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود سنی۔ جیسے ایک نوجوان کا واقعہ پہلے گزر چکا ہے کہ وہ فوت ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو خطاب کر کے پوچھا کہ اللہ سے خوف کرنے والے کے لئے دو باغ ہوتے ہیں؟ تو اندر سے اس نے جواب دیا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دو باغ عطاء فرما دیئے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۲۷۹، ج ۲۲)

اس کے علاوہ اور بھی بہت سارے واقعات ہیں۔ ان سب دلائل کے ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ''عدم سماع موتی'' کا بہتان لگائے تو سوائے، ضد، تعصب، گمراہی کے اور کیا ہوسکتا ہے؟ لہٰذا منکرین حیات کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کا سہارا لینا باطل ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا علم میت اور فہم میت کی قائل تھیں

اب رہی یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کہ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کیوں کہا کہ یہ حدیث قرآن پاک کی اس آیت: ''انک لا تسمع الموتی'' سے ٹکراتی ہے؟ اس کا جواب بھی آیا چاہتا ہے۔ لیکن پہلے ہمارا ان منکرین سے یہ سوال ہے کہ اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مسلک کو اگر واقعتاً دل و جان سے قبول کرتے ہو تو صرف اس سماع والی بات کو قبول نہ کرو۔ بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول سب باتوں کو قبول کرو۔ مثلاً:

۱...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا: عذاب وثواب میت کی قائل ہیں کہ اسی جسم عنصری کو اسی دنیا والی قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ جیسے حدیث میں آیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: کہ کافر پر دو سانپ چھوڑے جاتے ہیں۔ جو اس کو کاٹتے ہیں۔ (مسند احمد) اسی طرح (بخاری شریف ص ۱۸۱ ج ۱) پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے: کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میت کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کئی حدیثوں میں یہ بات آئی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قبر میں عذاب وثواب والی روایات کو نقل کیا ہے۔ ان سب سے معلوم ہوا کہ وہ عذاب میت کی قائل تھیں اور عذاب میت روح کے تعلق کے ساتھ ہوتا ہے۔ نہ کہ روح کے بغیر اے منکرو! تم بھی قائل ہو جاؤ۔

۲...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا علم میت کی بھی قائل ہیں جیسے کہ فرمایا ''انھم لیعلمون الآن (بخاری ص ۱۸۳ ج ۱)'' وہ بدر میں جو کافر سردار جو مارے گئے تھے۔ وہ اب تم سے زیادہ جان رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ علم میت کی قائل ہیں اور علم میت بھی سوائے روح کے تعلق اور سننے کے حاصل نہیں ہوتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روح کے تعلق اور سماع اور علم اور عذاب کو مانتی ہیں۔ جیسے اہل سنت والجماعت کا قول ہے۔ اے منکرو تم بھی مانو۔

۳...... فہم میت کی بھی قائل تھیں۔ یعنی مردے کے سمجھنے کی بھی قائل تھیں کہ مردہ بات کو سمجھتا ہے۔ جیسے حدیث میں آیا ''ما انتم بافھم منھم'' آپ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ تم ان مردوں سے زیادہ سمجھنے والے نہیں ہو۔ یعنی مردے زیادہ سمجھتے ہیں۔ (مسند احمد ص ۲۴۴ ج ۷) اب یہ سمجھنا بھی سماع پر موقوف ہے کہ مردہ سنے گا تو سمجھے گا بھی۔

خلاصہ یہ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا علم اور فہم میت کی قائل تھیں تو منکرین حیات کو چاہیے کہ وہ بھی قائل ہو جائیں۔ اگر سچے دعویدار ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اقوال کو ماننے میں ورنہ ہم یہی سمجھیں گے کہ یہ لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام سے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ گمراہ کرتے ہیں۔ ان کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حقیقتاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان باتوں سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ احضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سماع کی قائل تھیں۔ کیونکہ علم سے سماع خود بخود ثابت ہو جاتا ہے۔ جیسے علامہ داؤد بن سلمان البغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء امت نے یہ کہا ہے کہ علم (یعنی جاننا) سماع کو لازم ہے۔ اس کے منافی نہیں۔ (المنحۃ الوہبیہ ص ۹)

جواب...... اب اس حدیث کا جواب دیکھو کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ: ''قالت عائشة انما قال النبی ﷺ: انهم لیعلمون الان ان ماکنت اقول لهم حق وقد قال

اللہ تعالیٰ: انک لاتسمع الموتی (بخاری شریف ص ۱۸۳، ج ۱) "آپ علیہ السلام نے یوں فرمایا تھا کہ وہ مردے اب جان رہے ہیں کہ میں جو ان کو کہہ رہا ہوں وہ حق ہے تو اس کے بارے میں گزارش یہ ہے کہ یہ واقعہ ۲ھ کا ہے۔ اس وقت تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے صرف یہ آیت تھی اسی کو سامنے رکھ کر ان کا اپنا مسلک یہ تھا کہ مردے نہیں سنتے۔ باقی آپ علیہ السلام سے مردوں کے سننے کے بارے میں ابھی کچھ نہیں سنا ہوگا۔ اس لئے آیت کی وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو فرما دیا کہ میرا خیال یہ ہے کہ یوں نہیں کہا ہوگا کہ وہ مردے تم سے زیادہ سن رہے ہیں۔ بلکہ یوں کہا ہوگا کہ وہ اب عذاب کو زیادہ جان رہے ہیں یا سمجھ رہے ہیں۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنا خیال تھا کہ یوں کہا ہوگا۔

حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے ایسے ہی فرمایا تھا جیسے خود حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "ماانتم باسمع لما اقول منھم" کیونکہ یہی الفاظ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے (صحیح بخاری ص ۵۶۶، ج ۲ اور مسلم ص ۳۸۷، ج ۲ پر اور مسند احمد ص ۲۹، ج ۴ پر) مروی ہیں اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے (طبرانی کبریٰ ص ۱۹۸، ج ۱۰، مجمع الزوائد ص ۹۱، ج ۶ اور فتح الباری ص ۳۰۵، ج ۶ میں) یہی الفاظ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما والے مروی ہیں۔ اب ایک طرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنا خیال ہے۔ کیونکہ وہ مقام بدر پر موجود نہیں تھیں اور ایک طرف بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو خود مقام بدر میں اس قول کو اپنے کانوں سے سن رہے تھے تو ان کا قول زیادہ راجح ہوگا اور زیادہ قبول ہوگا بنسبت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول کے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی وہی حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما والے الفاظ منقول ہیں "انھم یسمعون الآن" (طبرانی کبیر ص ۱۹۷، ج ۳، مجمع الزوائد ص ۹۱، ج ۶) ان سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول سے واضح ہو رہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنا خیال تھا بات اصل وہی ہے جو حضرت عمر اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابوطلحہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت انس رضی اللہ عنہم نے نقل کی ہے اسی لئے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جمہور اہل اسلام نے مسئلہ سماع موتی کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما سے مخالفت کی ہے اور انھوں (جمہور) نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو قبول کیا ہے۔ کیونکہ دوسرے حضرات کی روایتیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے موافق ہیں (فتح الباری ص ۲۷۷، ج ۳،) اور یہ بات ہم نے جو کہی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اپنا خیال تھا۔ اس کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ یہ واقعہ ۲ھ کا ہے (یعنی بدر والہ واقعہ) اس وقت تک ابھی پوری تفصیل اماں جان کے سامنے نہیں آئی تھی اور یہودیہ عورتوں والا واقعہ کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں اور چلتے چلتے جب عذاب قبر کی بات آئی تو یہودیہ عورتوں نے کہا کہ عذاب میت کو قبر میں دیا جاتا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو جھٹلا دیا کہ نہیں۔ تمہارا یہ قول صحیح نہیں جب وہ چلی گئیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ علیہ السلام سے پوچھا کہ یارسول اللہ! میرے پاس، اس اس طرح عورتیں آئیں تھیں اور یوں بات کرتی تھیں کہ قبر میں عذاب ہوتا ہے، تو کیا وہ سچ کہتی تھیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں! وہ سچ کہتی تھیں۔ یقیناً قبر والوں کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے جس کو تمام جاندار سنتے ہیں سوائے جن وانس کے (مسلم ص ۲۱۷) تو جیسے اماں صاحبہ رضی اللہ عنہا کو پہلے عذاب قبر کے متعلق پوری تفصیل معلوم نہیں تھی اور ان کو جھٹلا دیا بالکل اسی طرح اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کو مردوں کے سننے کے بارے میں ابھی مکمل تفصیل معلوم نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو روک دیا کہ ایسا نہ کہو کہ وہ مردے تم سے زیادہ سن رہے ہیں۔

جواب نمبر ۲......اماں عائشہ رضی اللہ عنہا پہلے مردوں کے عدم سماع کی قائل تھیں۔ جب بہت سارے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مردوں کے سننے کے متعلق احادیث سنیں تو اپنے عدم سماع والے قول سے رجوع فرمالیا۔ جیسے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں "ومن الغریب ان فی المغازی لابن اسحاق، روایة یونس بن بکیر باسناد جید عن عائشه رضی اللہ عنہا مثل حدیث ابی طلحة رضی اللہ عنہ، وفیه ماانتم باسمع لما اقول منهم واخرجه احمد باسناد حسن، فان کان محفوظاً فکانها رجعت عن الانکار لماثبت عندها من روایات هؤلا الصحابة لکونها لم تشهد القصة۔ (فتح الباری ص ٣٠٥)" بڑی نرالی اور خوشی کی بات یہ ہے کہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے مغازی میں یونس بن بکیر رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے جید اسناد کے ساتھ حضرت اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت منقول ہے۔ جیسے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جس میں یہ الفاظ "ماانتم باسمع لما اقول منهم" موجود ہیں اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حسن اسناد کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے۔ سو اگر یہ لفظ محفوظ ہوں تو گویا یہ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے سماع موتی کے انکار سے رجوع کر لیا تھا۔ کیونکہ ان کے نزدیک ان جلیل القدر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایتیں ان کے سامنے آگئی تھیں (جو بدر والے مقام میں موقع پر حاضر تھے) اس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سماع موتی کی روایت بیان کرنے میں صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے فرزند حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اکیلے ہی نہیں بلکہ حضرت ابوطلحہ، حضرت ابن مسعود اور حضرت عبداللہ بن سیدان رضی اللہ عنہم بھی اس قصہ اور واقعہ کے بیان کرنے میں ان کے مؤید ومصدق ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ خود حضرت اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے بقول حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ باسناد جید اور باسناد حسن سماع موتی کی روایت مروی اور ثابت ہے۔ اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت میں سماع کا لفظ محفوظ ہے اور جب بقول ان کے سند جید اور حسن ہے تو قرین قیاس یہی ہے کہ یہ لفظ محفوظ ہیں تو پھر یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انکار سماع موتی سے رجوع کر لیا تھا۔ کیونکہ جب ان کے نزدیک دوسرے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات ثابت ہو گئیں جو اصل موقع پر موجود تھے اور وہ خود موجود نہ تھیں تو انھوں نے اپنے سابق نظریہ سے رجوع فرمالیا تھا اور اس مسئلہ میں ان کی ہمنوا ہو گئیں۔ کیونکہ اکثریت دوسری طرف تھی۔ (سماع موتی ص ۲۸۸)

جواب نمبر ۳......اب پہلے دو جوابوں سے جمہور اہل سنت والجماعت یہی کہتے ہیں کہ سیدہ طاہرہ طیبہ اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مسلک وموقف سے رجوع فرمالیا تھا۔ اس کے باوجود اگر منکرین سماع موتی ضد پر اتر آئیں تو صرف یہی کہا جائے گا کہ اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی عدم سماع والی روایت قابل قبول نہیں۔ کیونکہ ان کا اپنا عمل اپنی روایت کے خلاف ہے اور قاعدہ ہے کہ کوئی راوی (یعنی صحابی) اپنی ہی روایت کردہ حدیث کے خلاف کوئی قول کرے اور فتویٰ دے یا اپنی ہی روایت کردہ حدیث کے خلاف کوئی عمل کیا کی اور اس (صحابی) راوی کی یہ مخالفت یقین کے درجہ میں ہو تو اس حدیث پر بالاتفاق عمل کرنا ساقط ہو جاتا ہے اور وہ قاعدہ اصول فقہ کی کتاب حسامی شریف میں جو عربی مدارس کے درجہ خامسہ میں پڑھائی جاتی ہے موجود ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں: "ویسقط العمل بالحدیث اذا ظهر مخالفته قولا او عملا من الراوی بعد الروایة او من غیره من ائمة الصحابة والحدیث ظاهر لا یحتمل الخفاء علیهم ویحمل علی الا نتساخ (الحسامی ص ١٥٢)" اور

حدیث پر عمل ساقط ہو جائے گا۔ جب روایت کرنے کے بعد راوی کی طرف سے یا ائمہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے اس کی قولاً یا عملاً مخالفت ظاہر ہو جائے اور حدیث بھی ایسی ظاہر ہو، جو ان پر خفاء کا احتمال نہ رکھتی ہو (یعنی جنہوں نے مخالفت کی ہے ان کو یقین ہونا چاہیے کہ ہمارا یہ قول اور عمل فلانے کی حدیث کے خلاف ہے اور وہ حدیث ہمیں خوب معلوم ہے) تو اس حدیث کو منسوخ ہونے پر محمول کیا جائے گا۔ اب اس قاعدہ سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی راوی اپنی ہی حدیث کے خلاف کوئی قول کرے یا عمل کرے یا ائمہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے اس کی مخالفت کی ہے تو اس کی بیان کردہ روایت بالاتفاق ساقط ہو جائے گی تو اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنی عدم سماع والی روایت کے خلاف خود قول بھی کیا ہے، عمل بھی کیا ہے اور ائمہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی مخالفت کی ہے اس کے ہوتے ہوئے پہلی روایت عدم سماع والی بالکل ساقط ہو جائے گی اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہوگا۔ اب آپ حضرات یہ دیکھیں کہ اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنی روایت کے خلاف کیسے قول اور عمل کیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اپنی ہی روایت کے خلاف قول

''عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت: کان رسول اللہ ﷺ کلما کان لیلتھا من رسول اللہ ﷺ یخرج آخر اللیل، الی البقیع، فیقول: السلام علیکم دار قوم مؤمنین واتاکم ماتوعدون غدا مؤجلون وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اللھم اغفر لاھل بقیع الغرقد (صحیح ابن حبان ج۷ص۴۲۷، مسلم شریف ج ۱ ص ۳۱۳، مؤطا امام مالک ص ۲۲)'' (اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کی جس رات میرے پاس رہنے کی باری ہوتی تو آپ علیہ السلام رات کے آخری حصہ میں جنت البقیع کے قبرستان میں چلے جاتے اور فرماتے۔ اے قوم مومنین کے گھر والے تم پر سلام ہو۔ ہمارے اور تمہارے پاس کل قیامت کا وعدہ آنے والا ہے جس کی ابھی ہمیں مہلت دی گئی ہے اور بے شک ہم آپ کے ساتھ ملنے والے ہیں۔ اے اللہ! بقیع الغرقد والوں کی مغفرت فرما)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اپنا ذاتی عمل

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں ۵۳ھ میں جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا مکہ مکرمہ کے قریب حبشی کے مقام پر وصال ہوا تو ان کو وہاں سے منتقل کر کے مکہ مکرمہ لایا گیا اور وہاں ان کو دفن کیا گیا جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حج کے موقع پر مکہ مکرمہ آئیں تو اپنے بھائی عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی قبر پر بھی تشریف لے گئیں اور وہاں ان کو مخاطب کر کے کچھ اشعار بھی پڑھے پھر فرمایا کہ اللہ کی قسم! اگر میں تیری وفات کے وقت موجود ہوتی تو تجھے وہاں ہی دفن کیا جاتا جہاں تیری وفات ہوئی تھی اور اگر میں اس وقت موجود ہوتی تو اب تیری قبر کی زیارت کے لئے نہ آتی۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۶۰)

فائدہ! اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قبر پر جانا پھر ان کو خطاب کرنا یہ سارا عمل اس حدیث کے خلاف ہے جو عدم سماع پر دلالت کرتی ہے۔ اب ان کا اپنی ہی روایت کے خلاف عمل کرنا اس بات پر قوی دلیل ہے کہ عدم سماع والی روایت ساقط ہے قابل قبول نہیں اور قاعدہ کی رو سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اماں صاحبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مسلک سے رجوع فرما لیا تھا اور اس رجوع پر یہ بھی قوی دلیل ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجرہ مبارک میں دفن ہوئے تو اماں

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اب پورے کپڑے وغیرہ سنبھال کر جاتی تھی۔ حیاء من عمر! عمر رضی اللہ عنہ کے حیاء کی وجہ سے۔ ان کا یہ عمل بھی اپنی روایت کے خلاف جاتا ہے جو عدم سماع پر دلالت کرتی ہے۔

اعتراض...... منکرین حیات وسماع اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ محض افسوس اور غم کے اظہار کے لئے تھا۔ نہ کہ اس کو سنانے اور خطاب کرنے کے لئے اور اسی طرح سلام سے مراد بھی صرف دعا ہے کہ سلام سے مردے کو دعا کرنا اصل مقصود ہوتا ہے نہ کہ خطاب۔

جواب...... یہ افسوس اور غم کا اظہار اور دعا یہ سب کچھ مردے کے لئے ہر جگہ سے ہوسکتا ہے۔ انسان جہاں بھی ہو ان کے لئے دعا بھی کرسکتا ہے اور اپنے غم کا اظہار بھی کرسکتا ہے ان کے لئے قبرستان میں جانے کی ضرورت ہی نہیں۔ اگر صرف یہی مراد لیا جائے تو پھر حضرت اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو قبر پر حاضر ہوکر یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ تو مدینہ طیبہ میں دور سے ہی ایسا کرلیتیں۔ ان کا قبر پر جانا اور پھر ان کو خطاب کرنا اور آپ کا قبرستان میں جا کر سلام کرنا، صرف اور صرف اس لئے تھا کہ وہ سنتے ہیں اور یہ ساری باتیں سماع میت پر دلیل ہیں۔ باقی ائمہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول اور عمل تو اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت عدم سماع والی کے خلاف واضح ہے اور بیان بھی ہو چکا ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے کسی صورت میں بھی عدم سماع والی روایت قبول نہیں۔

جواب نمبر ۲...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو اس لئے روکا تا کہ قرآن وحدیث میں ظاہری تعارض نہ ہو۔ حضرت مولانا محمد امین صفدر اکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت اماں عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا کا ذوق وتحقیق یہ تھی کہ قرآن وحدیث میں اس طرح تطبیق دیدی جائے کہ دونوں میں کسی قسم کا تعارض باقی نہ رہے۔ نہ لفظی، نہ معنوی۔ اس لئے ظاہری تعارض کو ختم کرنے کے لئے انہوں نے یہ صورت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو بتائی کہ سماع کی جگہ علم کا لفظ بول دیا جائے (تو بہتر ہوگا، کیونکہ علم بھی سماع کے بعد ہی ہوتا ہے۔ اس لئے اگر ”ماانتم باسمع بمااقول لھم“ کی جگہ یہ الفاظ کہے جائیں گے۔ ”انھم یعلمون الآن ان مااقول لھم حق“ تو قرآن وحدیث میں مطابقت بھی ہوجائے گی اور معنی ومفہوم بھی ایک ہی رہے گا۔ (تسکین الاتقیاء ص ۲۹۹)

سماع موتی (مردوں کا سننا) احادیث کی روشنی میں

اب سماع موتی کو ثابت کیا جائے گا احادیث کی روشنی میں لیکن اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ ہمارا مقصد سماع موتی والی جملہ احادیث کا احاطہ کرنا نہیں اور نہ ہی یہ ہمارے بس کی بات ہے۔ بلکہ بعض احادیث پیش کرکے یہ بتانا مقصود ہے کہ جو لوگ سماع موتی کے قائل ہیں۔ وہ بھی قرآن وحدیث کے موافق عقیدہ رکھتے ہیں۔ ان کا کوئی اپنا بنایا ہو عقیدہ انہیں ان کے دعویٰ اور دلیل کو کلیۃً رد کردینا فہم وبصیرت، علم وانصاف سے کوسوں دور ہے۔ ہاں! اختلاف مسائل میں اپنے پسندیدہ مسلک کو دلائل سے ثابت کرنا اور انصاف اور دیانت کے ساتھ علم وتحقیق کی روشنی میں فریق ثانی کو جواب دینا ایک خالص علمی ودینی خدمت ہے جس کو اہل علم حضرات وقتاً فوقتاً انجام دیتے رہتے ہیں۔

مردہ جوتیوں کی آہٹ سنتا ہے

حدیث نمبر ۱...... ”عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال العبد اذا وضع فی قبرہ وتولیٰ وذھب

اصحابه حتی انه لیسمع قرع نعالهم اتاه ملکان الخ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۸، سنن کبری ج ۲ ص ۸۰، ابو دائود ص ۹۸۲، ج ۲، شرح السنة ص ۴۱۵، ج ۵) ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندے کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی (اس کو دفنانے والے) واپس آ رہے ہوتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آہٹ سن ہی رہا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے پاس دو فرشتے (منکر نکیر) آ جاتے ہیں۔

فائدہ! ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے قسم اٹھا کر فرمایا ”والذی نفسی بیده انه یسمع خفق نعالهم حین یولون عنه“ (قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ وہ مردہ ان کی جوتیوں کی آہٹ کو سنتا ہے جس وقت لوگ واپس ہوتے ہیں) (مستدرک حاکم ص ۳۸۰، ج ۱) صحیح احادیث میں آپ علیہ السلام قسم اٹھا کر بتا رہے ہیں۔ تا کہ سننے والا کسی قسم کا کوئی شک نہ کرے کہ مردہ کیسے سنتا ہے؟ بلکہ یقین رکھے کہ مردہ آواز کو سنتا ہے۔ جب جوتوں کی آواز سن لیتا ہے تو انسانوں کی آواز کو بطریق اولیٰ سنتا ہوگا۔ اس کی مثال ایسے سمجھو:

مردے کے سننے کی مثال

بعض مکانوں کی چھت لوہے وغیرہ کی چادروں سے بنائی جاتی ہے۔ اب جب آدمی اس لوہے وغیرہ کی چھت کے نیچے بیٹھا ہو۔ اس کو بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اگر چھت کے اوپر کوئی تنکا بھی گرے یا کوئی درخت چھت کے قریب ہو تو اس کے پھول، پتے پھل وغیرہ اس پر گریں تو اندر والے کو فوراً پتہ چل جاتا ہے کہ اوپر کوئی شئ گری ہے۔ اسی طرح بارش کے قطرات بھی اگر گریں تو فوراً پتہ چل جاتا ہے کہ بارش شروع ہوگئی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی انسان اس چھت پر چلے تو فوری طور پر بیٹھنے والے کو پتہ چل جاتا ہے کہ کوئی اوپر چل رہا ہے جیسے جیسے وہ چلتا جائے گا اس کو پتہ چلتا جائے گا کہ اب وہ کہاں پہنچا ہے۔ بالکل اسی چھت کی طرح مردے کے لئے اوپر والی مٹی ہوتی ہے۔ اگر کوئی سلام کرے یا چلے پھرے یا اس قبر پر تکیہ لگائے تو اس کو پتہ چل جاتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ٹیک لگانے کے ساتھ مردہ کو تکلیف مت دو۔ باقی جوتیوں کی آواز کا سننا یہ حقیقت پر محمول ہے کہ واقعتاً جب انسان چلتا ہے تو اس کی جوتی کی آہٹ وہ مردہ سنتا ہے جیسا کہ ملا علی قاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ علامہ ابن الملک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے کہ قرع نعال سے جوتیوں کی زمین پر پڑنے کی آواز مراد ہے اور اس حدیث میں مردہ کے قبر میں زندہ ہونے کی دلیل ہے۔ • (مرقات ص ۱۹۸، ج ۱)

نوٹ: حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مردہ سچ مچ دفن کر کے واپس جانے والوں کی جوتیوں کی آہٹ سنتا ہے۔ اس حدیث کا یہی مطلب اور صحیح مراد ہے اور جمہور شراح حدیث سے بھی یہی مطلب بیان کیا ہے۔ (سماع موتی ص ۱۵۰)

حدیث نمبر ۲...... حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو رزین رضی اللہ عنہ نے آپ علیہ السلام سے پوچھا کہ ”یا رسول الله! ان طریقی علی الموتی فهل من کلام اتکلم به اذا مررت علیهم قال: قل السلام علیکم یا اهل القبور من المسلمین و المؤ منین انتم لنا سلف ونحن لکم تبع وانا ان شاء الله بکم لاحقون قال ابو رزین

یارسول اللہ هل یسمعون؟ قال یسمعون ولکن لا یستطیعون ان یجیبوا، قال یا ابارزین الا ترضی ان یرد علیک بعددهم من الملائکة (شرح الصدور ص ۸۴)'' (حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ نے آپ علیہ السلام سے پوچھا؟ کہ یارسول اللہ! میرا راستہ مردوں کے پاس (یعنی قبرستان) سے گزرتا ہے۔ پس کوئی کلام ہے کہ میں گزرتے ہوئے کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم یہ کہا کرو سلامتی ہو تم پر اے قبروں والے، جو مسلمان اور مومن ہو تم ہمارے پیش رو ہو (یعنی امام) اور ہم تمہارے تابع ہیں اور ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔ حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ نے (تعجب سے) عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا وہ سنتے ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا ہاں! وہ سنتے ہیں۔ مگر وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے (ایسا جواب جس کو انسان اور جنات سن سکیں) آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابورزین رضی اللہ عنہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں؟ کہ تم جتنے مردوں کو سلام کرو۔ اتنی تعداد میں فرشتے تمہیں جواب دیں)

حدیث نمبر ۳...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد پاک فرمایا کہ ''ما من رجل یمر بقبر اخیه المؤمن کان یعرفه فیسلم علیه الاعرفه ورد علیه السلام (کتاب الروح ص ۱۳، جامع صغیر ص ۱۵۱، ج ۲)'' (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بھی اپنے (مسلمان) بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے۔ جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا۔ وہ جب بھی اسے سلام کہتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے)

فائدہ! یہ انس حاصل کرنا اور آنے والے کے ساتھ مانوس ہو جانا۔ یہ سب کچھ سلام و کلام سننے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ گویا سماع موتی کی واضح دلیل ہے۔ جتنی احادیث بیان کی گئی ہیں ان میں واضح طور پر یہ الفاظ موجود ہیں کہ میت سنتی ہے۔ جو اہل سنت والجماعت کا راجح اور اقوی قول ہے۔ اب آپ حضرات ذرا اجماع کی صورت میں یہ مسئلہ پڑھیں کہ سماع موتی پر ائمہ اسلاف کا بھی اجماع ہو چکا ہے اور ''سماع سے مراد سماع فی الجملہ'' ہے۔

حدیث نمبر ۴...... حضرت ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مرسل سند کے ساتھ عبید بن مرزوق سے نقل کیا ہے کہ ایک عورت مدینہ منورہ میں رہتی تھی اور مسجد کی صفائی وغیرہ کا اہتمام رکھتی تھی۔ اچانک وہ فوت ہو گئی۔ آپ علیہ السلام کو اس کا علم نہ ہوا۔ جب آپ علیہ السلام اس کی قبر کے پاس سے گزرے (تو قبر کو نیا نیا دیکھ کر) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا؟ کہ یہ قبر کس کی ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ ام محجن کی ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو مسجد میں (صفائی وغیرہ کے لئے) رہا کرتی تھی؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی جی ہاں! ''فصف الناس، فصلی علیها، ثم قال: ای عمل وجدت افضل؟ قالوا یا رسول اللہ أ تسمع؟ قال ما انتم باسمع منها، فذکرانها اجا بته قم المسجد (شرح الصدور ص ۹۸)'' پس لوگوں نے صفیں بنائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر (اس عورت کو مخاطب کر کے) فرمایا تو نے کس عمل کو افضل پایا ہے؟ لوگوں نے پوچھا کہ یارسول اللہ! کیا وہ سن رہی ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم سے زیادہ سن رہی ہے اور آپ علیہ السلام نے بتایا کہ اس نے جواب دیا ہے کہ مسجد میں رہنے والا عمل سب سے افضل ہے۔

فائدہ! منکرین حیات وسماع اسی حدیث کو آدھا نقل کر کے عوام کو گمراہ کرنے کی یوں کوشش کرتے ہیں کہ دیکھو آپ علیہ السلام نے اس عورت کا جنازہ پڑھا۔ اگر وہ زندہ ہوتی تو نماز جنازہ نہ پڑھاتے یہ ان کے نام نہاد علامہ فہامہ کی بات نقل کی ہے جس کو اتنا پتہ بھی نہیں کہ کس زندگی کے بارے میں ہمارا اختلاف ہے اور کس زندگی کی وجہ سے جنازہ وغیرہ پڑھا جاتا ہے تو اس کو علم ہونا چاہئے کہ جنازہ ہے دنیا والی زندگی ختم ہونے کی وجہ سے اور زندگی

ہے۔ عالم برزخ والی، دونوں کے علیحدہ علیحدہ محل ہیں۔ ان کا یہ استدلال انتہائی ناقص و جاہلانہ ہے اور یہ حدیث ہمارے مسلک کے عین مطابق ہے کہ مردہ سنتا بھی ہے اور جواب بھی دیتا ہے۔ قارئین دیکھو ہم نے جو دعویٰ کیا ہے کہ مردہ سنتا ہے اسی کے عین مطابق احادیث آرہی ہیں جن میں صراحتاً یہ لفظ موجود ہے کہ قبر والا سنتا ہے اور منکرین حیات کے پاس کوئی قول تک نہیں ہے جس نے کہا ہو کہ مردہ کلیۃً نہیں سنتا۔

حدیث نمبر ۵...... حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام طبرانی نے معجم کبیر میں اور اسی طرح حافظ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوامامہ سے یہ روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تمہارے بھائیوں میں سے کوئی فوت ہوجائے اور تم اس پر مٹی ڈال کر قبر درست کر چکو ”فلیقم احدکم علی راس القبر ثم لیقل یافلاں بن فلانة فانه یسمعه ولا یجیب (شرح الصدور ص ۴۴، قرطبی ص ۳۱)“ تو تم میں سے ایک آدمی اس قبر کے سرھانے کھڑا ہوجائے اور یہ کہے اے فلاں فلاں عورت کے بیٹے پس بے شک وہ سنتا ہے۔ لیکن وہ جواب نہیں دے سکتا (ایسا جواب جس کو تم سن سکو)

حدیث نمبر ۶...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲ھ میں غزوۂ بدر کیا جس میں کفار کے بڑے بڑے ستر سردار مارے گئے۔ ان میں سے چوبیس کافروں کی لاشوں کو بدر کے کنویں میں ڈال دیا گیا تھا تو آپ علیہ السلام تیسرے دن اس کنویں کے پاس تشریف لے گئے اور وہاں کھڑے ہوئے ارشاد فرمایا ایک ایک کافر کو اس کے باپ کے نام کے ساتھ۔ کیا تمہیں یہ بات خوش کرتی ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی؟ ہمارے ساتھ اللہ نے جو وعدہ کیا تھا وہ تو پورا ہوگیا۔ کیا جو (عذاب وسزا والا) وعدہ تم سے کیا تھا۔ وہ بھی پورا ہوگیا یا نہیں؟ اس گفتگو کو سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ! ایسی قوم کو آپ خطاب کررہے ہیں جن میں ارواح ہی نہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ قسم ہے۔ اس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ”ماانتم باسمع لمااقول منهم“ ”نہیں ہو تم زیادہ سننے والے اس بات کو جو میں ان سے کہہ رہا ہوں (یعنی تم سے زیادہ یہ مردے سن رہے ہیں۔ کیونکہ روح کی تمام توجہات صرف اجسام کی طرف ہیں۔ اس لئے وہ زیادہ سن رہے ہیں۔ (بخاری ص ۵۶۶، ج ۱، مسلم ص ۳۸۷، ج ۲، مسند احمد ص ۱۰۴، ج ۳)

حدیث نمبر ۷...... ”روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال آنس مایکون المیت فی قبره اذازاره من کان یحبه فی دار الدنیا (شرح الصدور ص ۲۰۳)“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب میت کی کوئی ایسا شخص زیارت کرتا ہے جس کو وہ دنیا میں محبوب رکھتا تھا تو میت اس کی زیارت سے انس حاصل کرتی ہے۔

سماع موتی اجماع کی روشنی میں

۱...... حافظ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے امت کے لئے یہ حکم ثابت ہے کہ وہ جب اہل قبور کو سلام کریں تو اس طرح سلام کریں جس طرح مخاطب سے (سامنے والے سے) سلام کیا جاتا ہے۔ سو سلام کہنے والا کہے ”السلام علیکم دار قوم مؤمنین“ ”اے مؤمنوں کی بستی میں رہنے والو تم پر سلام ہو اور یہ خطاب اس کو ہے جو سنتا ہے اور جانتا ہے۔ اگر ان کو یہ خطاب نہ ہوتا تو اس میں (یعنی سننے میں) وہ ایسے ہوتے جیسے معدوم و جماد (یعنی پتھر وغیرہ کی طرح ہوتے)“ والسلف مجمعون علی هذا وقد تواترت الاثار عنهم بان المیت یعرف بزیارة الحی ویستبشر به۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۴۳۸، ج ۳) ”اور سلف صالحین نے اس پر اجماع کیا ہے اور

تواتر کے ساتھ ان سے آثار مروی ہیں کہ جب کوئی زندہ مردہ کی زیارت کے لئے آتا ہے (اور اسے سلام کہتا ہے تو اس کی آواز سے) مردہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے آنے سے وہ خوش ہوتا ہے۔ اس کے بعد حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ نے اپنے اسی مذکورہ دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے کئی روایات اور آثار نقل کئے ہیں اور پھر اس بحث کے اختتام پر لکھتے ہیں: ''فهذا السلام والخطاب والنداء لموجود يسمع ويخاطب ويعقل ويرد وان لم يسمع المسلم الرد، والله تعالىٰ اعلم (تفسیر ابن کثیر ص ۴۳۹ ج ۳)'' (پس یہ سلام اور خطاب اور ندا اس موجود کو ہے جو سنتا ہے اور اس سے خطاب کیا جا سکتا ہے اور جو سمجھتا ہے اور سلام کا جواب دے سکتا ہے۔ اگرچہ سلام کہنے والا میت کے جواب کو (عادتاً) سن نہیں سکتا اور اللہ تعالیٰ خوب اور بہتر جاننے والا ہے)

فائدہ! حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ان صحیح احادیث اور سلف صالحین کے اجماع اور اتفاق کے پیش نظر حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ کا یہ بیان اور تشریح خالص حق ہے اور شرعی طور پر اس میں ذرہ بھر بھی افراط اور تفریط نہیں۔ (سماع موتی ص ۱۵۶)

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ کا قول کہ سماع موتی پر سلف نے اجماع کیا ہے

۲...... حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ لکھتے ہیں تحقیق سے آپ ﷺ نے اپنے امتیوں کے لئے یہ مشروع قرار دیا ہے کہ وہ جب اہل قبور کو سلام کریں تو ان سے ایسے انداز سے سلام کریں جیسے مخاطب سے کیا جاتا ہے اور خطاب ان سے ہے جو سنتے اور سمجھتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ خطاب معدوم اور جماد سے ہوتا۔'' والسلف مجمعون على هذا وقد تواترت الاخبار عنهم بان الميت يعرف زيارة الحي له ويستبشر به (کتاب الروح ص ۴)'' حالانکہ سلف صالحین کا اسی پر اجماع ہو چکا ہے اور تواتر کے ساتھ ان سے یہ خبریں منقول ہیں کہ مردہ اس زندہ کو (آواز سے) پہچان لیتا ہے جو اس کی زیارت کے لئے آتا ہے اور مردے کو اس سے خوشی بھی حاصل ہوتی ہے۔

فائدہ! سرمایۂ اہل سنت والجماعت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ اور حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ اپنے دور کے اندر موحدین کے سربراہ اور امام تھے جس چیز کے بارے میں ان بزرگوں کو ادنیٰ سا وہم بھی ہو جاتا تھا کہ یہ چیز شرک یا ذریعہ شرک (یا شیۂ شرک) ہے اس کا صاف اور صریح الفاظ میں اور جاندار الفاظ کے ساتھ بے باک قلم سے ''بغیر خوف لومۃ لائم'' رد کر دیتے تھے اور اس میں کسی مصلحت یا خطرہ کو دل میں بالکل نہیں لاتے تھے، ان موحدین حضرات کا یہ اقرار ہی نہیں۔ بلکہ واضح عقلی اور نقلی دلائل سے یہ ثابت کرنا کہ سماع موتی حق ہے اور پھر اس پر اجماع پیش کرنا اس بات کی کھلی اور واضح دلیل ہے کہ (مسئلہ سماع موتی نہ شرک ہے۔ نہ ذریعۂ شرک ہے، نہ شائبۂ شرک ہے) بلکہ شرعی دلائل کے پیش نظر اس سماع موتی کے انکار کی گنجائش ہی نہیں۔ (سماع موتی ص ۱۶۰)

علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ کا قول کہ مردہ جانتا ہے اس پر اجماع ہو چکا ہے

۳...... ''قال التفتازانی: فی شرح المقاصد: ان علم الميت مجمع عليه ولكنه لا حركة له: اقول ان نقل اجماع التفتازانی فی حيز الخفاء'' علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ شرح مقاصد میں لکھتے ہیں کہ میت کے علم پر سب کا اتفاق ہے لیکن مردہ حرکت نہیں کرتا میں (حضرت علامہ مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ) کہتا ہوں کہ علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ کا اجماع نقل کرنا حیز خفاء میں ہے۔

فائدہ! میت کے علم پر اجماع ہو گیا ہے اور علم بغیر سننے کے آ نہیں سکتا لہذا سننا خود بخود اجماع سے ثابت ہو گیا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

۴...... سوال: کیا موت کے بعد انسان کے لئے ادراک وشعور باقی رہتا ہے؟ اور وہ اپنی زیارت کرنے والوں کو پہچانتا ہے اور ان کا سلام وکلام سنتا ہے یا نہیں؟

جواب...... ''انسان را بعد موت ادراک باقی می ماند برایں معنی شرع شریف وقواعد فلسفی اجماع دارند امادر شرع شریف پس عذاب قبر و تنعیم بتواتر ثابت است . . . الی ان قال بالجملہ انکار شعور وادراک اموات اگر کفریہ نباشد درالحاد بودن او شبہ نیست (فتاوی عزیز ص۸۸، ج ۱ فارسی، ۱۵۸، ج ۱ اردو ترجمہ)'' (حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ موت کے بعد انسان کا ادراک باقی رہتا ہے اس نظریہ پر شرع شریف اور قواعد فلسفہ کا اجماع ہے رہا شرع شریف کا معاملہ تو قبر کا عذاب وراحت تواتر سے ثابت ہے...... (پھر آخر میں فرمایا کہ) بالجملہ اموات کے شعور اور ادراک کا انکار اگر کفر نہیں تو اس کے الحاد ہونے میں (بے دین ہونے میں) تو شک وشبہ ہی نہیں ہے)

فائدہ! مردوں کے لئے احادیث مبارکہ اور اجماع سے ثابت ہو چکا ہے کہ سماع فی الجملہ ثابت ہے اور ان کو شعور وادراک ہوتا ہے اس کا انکار اگرچہ کفر نہیں لیکن بے دینی وگمراہی والحاد ضرور ہے جس سے (یعنی عدم ادراک وشعور کے قول سے) توبہ ضروری ہے۔ ورنہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب لازم آئیگا اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حق وسچ سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین!

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہ سماع موتیٰ ضروریات دین میں سے ہے

۵...... علامہ داؤد بن سلیمان البغدادی لکھتے ہیں کہ حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے قلیب بدر کے کفار کے سماع کا جو انکار کیا ہے وہ اس میں بے قصور ہیں، معذور ہیں کیونکہ وہ اس بدر والے موقع پر موجود نہ تھیں اور ان کو یہ ارشاد نہیں پہنچا اور دوسرے ان کی طرح معذور نہیں ہو سکتے ''لان ھذہ المسئلۃ (سماع موتیٰ) صارت معلومۃ من الدین بالضرورۃ (المنحۃ الوھبیہ ص ۱۳۰)'' اس لئے کہ سماع موتیٰ کا مسئلہ ضروریات دین سے معلوم ہو گیا ہے۔

فائدہ! اس سے معلوم ہوا کہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سماع موتیٰ کے مسئلے کو ضروریات دین کے مسائل میں شمار کرتے ہیں اور ضروریات دین کے مسئلہ کا بغیر تاویل کے انکار کرنا کفر ہے اور تاویل وتحریف کے ساتھ انکار الحاد اور بے دینی ہے۔

سماع موتیٰ فتاویٰ کی روشنی میں

فتویٰ نمبر ۱...... حضرت مفتی کبیر امام الفقہاء حسن بن منصور المعروف قاضی خان (المتوفی ۵۹۲ھ) لکھتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے قبروں کے پاس اس نیت سے قرآن پاک پڑھا کہ اس قرآن کریم پڑھنے کی آواز (سننے) سے مردہ انس حاصل کرتا ہے اور مانوس ہوتا ہے تو بلا شک وہ (قبر پر) پڑھے اور اگر یہ نیت (مردہ کو سنانے والی) نہ ہو تو اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ سے قرأت قرآن کو سنتا ہے (قبر کے پاس پھر پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟) (فتاویٰ قاضی خان ۱۹۱ ج ۴)

فتویٰ دارالعلوم دیوبند کہ تلقین جائز ہے

فتوی نمبر ۲...... سابق مفتی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی عزیزالرحمن صاحب سے یہ سوال ہوا کہ میت کو دفن کرنے بعد تلقین کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... تلقین بعد الدفن کو فقہاء نے جائز رکھا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۳۹۲ ج ۵)

فائدہ! تلقین یہ ہوتی ہے کہ قبر کے پاس بیٹھ کر لا الہ الا اللہ پڑھنا، یا ذکر کرنا، قرآن کی تلاوت کرنا، میت کے لئے استغفار کرنا، ثابت قدمی کی دعا کرنا اور قبر والے کو مخاطب کر کے یوں کہنا کہ "من ربک" کا جواب کہو ربی اللہ، وغیرہ یہ سب تلقین میں شامل ہے یہ اس لئے کی جاتی ہے۔ تاکہ میت منکر نکیر کے، سوال کا جواب صحیح دے سکے اور بعض سلف حضرات خود اس کی وصیت کرتے تھے کہ مجھے دفنانے کے بعد کچھ دیر کے لئے میری قبر پر بیٹھ کر ذکر وغیرہ ضرور کرنا۔

میت تلقین کو سنتی ہے

فتوی نمبر ۳...... سوال؟ "هل يسمع الميت التلقين" کیا میت تلقین کو سنتی ہے؟

جواب...... حضرت امام ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روح کے جسم سے تعلق کی وجہ سے تلقین کو (میت) سنتی ہے۔ (فتاویٰ ابن الصلاح ص ۴۰)

میت کو تلقین کرنے سے منع نہ کیا جائے

فتوی نمبری ۴...... علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فتوی دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دفن کرنے کے بعد تلقین کرنے سے منع نہ کیا جائے۔ اس لئے کہ اس میں کوئی نقصان نہیں بلکہ نفع ہی ہے۔ اس لئے کہ میت ذکر سے انس حاصل کرتی ہے۔ جیسا کہ آثار میں وارد ہوا ہے۔ (شامی ص ۱۸۱ ج ۳)

فائدہ! علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میت قبر پر حاضرین سے انس حاصل کرتی ہے اور خوش ہوتی ہے۔ (کتاب الروح ص ۱۸) دوسری کتاب میں فرماتے ہیں کہ احادیث اور آثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ میت زیارت کرنے والے کا علم رکھتی ہے اور اس کے کلام کو سنتی ہے اور اس سے انس حاصل کرتی ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتی ہے او یہ ساری چیزیں شہداء اور دوسروں کے حق میں عام ہیں اور اس میں کسی وقت کی کوئی قید نہیں۔ (طحطاوی ص ۶۲۰)

سماع موتی ثابت ہے

فتوی نمبر ۵...... شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ سماع موتی صحیح ہے یا نہیں؟ مردے زندہ کی پکار (آواز) کو سنتے ہیں یا نہیں؟ اگر سنتے ہیں تو جواب دے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب...... یہاں تین چیزیں غور طلب ہیں (۱) اسماع (۲) استماع (۳) سماع اور استماع کی نفی ہے (سنانے اور اپنی قدرت سے سننے کی) قبرستان میں جا کر سلام کرنا سنت ہے، مسنون ہے، اتنی زیادہ مٹی کے نیچے

میت تک آواز پہنچانا تو آواز والے کی قدرت میں نہیں۔ لیکن اس کے باوجود مردوں کے لئے سماع سننا ثابت ہے، جن روایات سے نفی معلوم ہوتی ہے وہاں استماع کی نفی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۶۵ ج ۱)

فتوی نمبر ۶...... حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے سماع موتی کے بارے میں کئی فتوے جاری کئے ہیں۔ ان میں سے ایک فتوی یہ ہے کہ اعدل الاقوال اور اصح ومختار یہ ہے کہ جن جن مواقع میں میت کا کلام وغیرہ سننا منصوص ہے وہاں بغیر سوچے سمجھے بلا تأمل یقین کیا جائے (کہ میت کلام وسلام سنتی ہے) باقی نص کے علاوہ عام کلام کے متعلق کوئی ضابطہ تو ہے نہیں کہ ضرور سنتے ہیں۔ لیکن یہ نہ سننا بھی ضروری نہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو سنا دے...... ہذا ہو التحقیق۔ (امداد المفتیین ص ۲۹۱)

فائدہ! ان تمام فتاویٰ جات سے معلوم ہوا کہ اہل تحقیق کے نزدیک سماع فی الجملہ میت کے لئے ثابت ہے جو اس کا قائل ہے وہ حق پر ہے اور جو اس کو برا بھلا کہے وہ گمراہی اور ضلالت کی راہ چل رہا ہے۔

عقیدہ سماع موتی علماء اسلام کی نظر میں

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہ مردہ جوتیوں کی آواز سنتا ہے

۱...... حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جمہور کے مسلک کے مطابق احادیث سے ثابت ہیں۔ مثلاً یہ کہ مردہ دفن کرنے والوں کی واپسی پر ان کی جوتیوں آہٹ سنتا ہے اور یہ کہ قبر کی تنگی کی وجہ سے اس کی پسلیاں آر پار ہو جاتی ہیں اور یہ کہ جب ہتھوڑے سے پیٹا جاتا ہے تو اس کی آواز سنی جاتی ہے اور یہ کہ جب اس کے دو کانوں کے درمیان گرز مارا جاتا ہے اور یہ کہ منکر نکیر اس کو بیٹھاتے ہیں' وکل ذلک صفات الاجسام'' اور یہ تمام (مذکور) کام اجسام کی صفات ہیں (نہ کہ روح کی)۔ (فتح الباری ص ۱۸۲ ج ۳)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہ مردہ کلام وسلام سنتا ہے

۲...... حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''فان سائر الاموات ایضا یسمعون السلام والکلام'' کہ بے شک تمام مردے بھی سلام وکلام سنتے ہیں (یعنی یہ سماع صرف حضرات انبیاء کرام علیہم السلام ہی کی خصوصیت نہیں ہے) بلکہ عام مردے بھی سلام وکلام سنتے ہیں۔ (مرقات ص ۲۱۰ ج ۲)

علامہ محمد بن اسماعیل کا قول کہ مردہ سلام سنتا ہے

۳...... علامہ محمد بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۸۲ھ) السلام علیکم یا اہل القبور کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
''وفیہ انھم یعلمون بالمار بھم وسلامہ علیھم والالکان اضاعۃ'' کہ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ مردوں کے قریب سے گزرنے والوں اور ان کو سلام کہنے والوں کو مردے (ان کی آواز سے) پہچانتے ہیں۔ ورنہ انہیں سلام کرنا ایک بیہودہ حرکت ہوگی لغو کام ہوگا۔ (سبل السلام ص ۱۵۷ ج ۲)

فائدہ! اس قول سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ سلام والی حدیثوں میں تاویل کرتے ہیں کہ مردے کو سلام کرنے کا مطلب ہے دعا کرنا وہ غلط ہے، ان کی تاویل نہیں بلکہ تحریف ہے۔ کیونکہ مذکورہ قول اس طرف مشیر

ہے کہ اگر کوئی تاویل کی گنجائش ہوتی تو حضرت یہ نہ فرماتے کہ اگر وہ مردے سلام وکلام اور آنے والوں کو نہ پہچانیں، تو یہ کام لغو اور بیہودہ حرکت ہوتی، بلکہ یہ فرماتے کہ ٹھیک ہے اور دعا میں یہ چیزیں شمار ہو جاتی ہیں۔

علامہ محمد بن احمد الانصاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہ مردہ جوتوں کی آواز سنتا ہے

۴...... علامہ محمد بن احمد الانصاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں سماع موتی پر بحث کرتے ہوئے کہ قبر پر سلام کہنے والی روایات اور وہ جو روایت کیا گیا ہے کہ روحیں بعض اوقات قبروں کے کنارے پر ہوتی ہیں اور یہ کہ میت واپس جانے والوں کی جوتیوں کی آواز سنتی ہے۔ پس اگر مردہ نہ سنتا ہو تو اس کو سلام نہ کہا جاتا اور یہ بالکل واضح ہے اور ہم نے اپنی کتاب تذکرہ میں اس کو صراحت سے بیان کیا ہے۔ (تفسیر قرطبی ص ۲۳۳ ج ۱۳)

علامہ آلوسی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہ مردہ سلام سنتا ہے

۵...... حضرت علامہ آلوسی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مردے سلام تو سنتے ہیں۔ لیکن جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے طاقت نہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس معہود (رائج) طریقے پر رد نہیں کرتے کہ اس کا جواب زندہ لوگ سن سکیں۔ (روح المعانی ص ۵۱ ج ۲۱)

عقیدہ سماع موتی علماء دیوبند کی نظر میں

حجۃ اللہ علی العالمین مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

۱...... حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۹۷ھ) بانی دار العلوم دیوبند تحریر فرماتے ہیں کہ میں اپنے خیال نارسا کے موافق سمع اموات، حد اسماع سے پرے ہے (دور ہے) لیکن استماع اموات (اللہ کی قدرت کے ساتھ) ممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے ''انک لا تسمع الموتی'' فرمایا (اسماع کی نفی کی ہے) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اس آیت کے سلام اہل قبور مسنون کر دیا۔ اگر استماع ممکن نہیں تو پھر یہ (سلام) بیہودہ حرکت یعنی سلام اہل قبور ملحدوں کی (منکرین حیات کی) زبان درازی کے لئے کافی ہے۔ (جمال قاسمی ص ۸)

حضرت علامہ مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہ مردہ سنتا ہے

۲...... میں (انور شاہ) کہتا ہوں کہ مردوں کے سننے کی احادیث درجۂ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں اور ایک حدیث میں آتا ہے جس کی تصحیح امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے کہ جب مردہ پر سلام کیا جاتا ہے۔ تو وہ اس کا جواب دیتا ہے اور اگر وہ اس کو دنیا میں پہچانتا تھا تو پہچان بھی لیتا ہے۔ اس روایت کو امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان کیا ہے۔ پس سماع موتی کا انکار بالکل بے موقع ہے، خاص طور پر جب کہ ہمارے احناف میں سے کسی سے یہ منقول نہیں تو ضروری ہے فی الجملہ سماع کا التزام کیا جائے۔ (فیض الباری ص ۴۶۷ ج ۲)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہ سماع موتی ثابت ہے

۳...... حضرت فرماتے ہیں کہ اکثر حضرات فی الجملہ سماع موتی کے قائل ہیں۔ یہی حق ہے جو قبول کے لائق ہے اور قرآن کریم کا صیغہ اور شان نزول بھی اسی طرف رہنمائی کرتا ہے اور اسی سے ان روایات میں توافق پیدا ہو جاتا

ہے جو آپ علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دیو بند دامت برکاتہم کا بھی یہی مختار قول ہے۔ (احکام القرآن ص ۱۰۴)

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہ مردہ سنتا ہے

۴...... حضرت فرماتے ہیں کہ درست بات یہ ہے کہ مردہ مطلقاً خطاب کا اہل ہے کیونکہ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ جو شخص بھی اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو دنیا میں وہ پہچانتا تھا اور وہ (گزرنے والا) اسے سلام کہتا ہے تو مردہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (فتح الملہم ص ۵۰۸ ج ۲) دوسری جگہ حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو چیزیں ہمیں مجموعۂ احادیث سے حاصل ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی خوب جانتا ہے۔ وہ چیزیں یہ کہ سماع موتی فی الجملہ احادیث کثیرہ صحیحہ سے ثابت ہے۔ (فتح الملہم ص ۴۷۹ ج ۲)

عقیدہ سماع موتی واقعات کی روشنی میں

واقعہ نمبر ا...... مصر کے شہر اسکندریہ میں شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا ۷۰۹ھ کو "شارح ھدایہ" ان کی قبر پر تشریف لے گئے اور سورۃ ھود کی تلاوت شروع کی ایصال ثواب کی نیت سے جب اس آیت پر پہنچے "فمنهم شقی وسعید" تو قبر کے اندر سے آواز آئی کہ "یاکمال لیس فینا شقی" (کہ اے کمال ہمارے قبرستان میں کوئی بد بخت نہیں ہے) (مقدمہ اکمال الشیم از شارح ابی داؤد مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ)

فائدہ! اس واقعہ سے جہاں یہ بات معلوم ہوئی کہ میت آنے والے کا سلام وکلام سنتی ہے اور اس کو پہچانتی ہے۔ وہاں یہ بات بھی معلوم ہوئی گزشتہ زمانے کے لوگ ماشاء اللہ اکثر نیک ہوتے تھے۔ نہ یہ کہ آج کل کی طرح اکثر بد ہوتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قبر والوں کا خبر دینا

واقعہ نمبر ۲...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ جنت البقیع میں تشریف لے گئے تو آپ نے قبر والوں کو سلام کیا پھر یہ ارشاد فرمایا کہ ہماری دنیا والوں کی خبر تو یہ کہ تمہاری بعض بیواؤں نے دوسرے خاوندوں سے نکاح کر لیا اور تمہارے گھروں میں دوسرے لوگ آباد ہو گئے اور تمہارے مال تقسیم کر دیئے گئے۔ اندر سے آواز آئی اور یوں آپ کو جواب دیا گیا کہ اے خطاب کے بیٹے ہماری خبر یہ ہے کہ جو اعمال ہم نے کئے تھے۔ ان کا اجر مل گیا اور جو مال اللہ کے نام دیا تھا۔ اس میں ہمارا نفع رہا اور جو چھوڑ آئے تھے۔ اس میں نقصان ہی نقصان رہا۔ (تفسیر قرطبی سورۃ بقرہ ص ۱۶۹)

فائدہ! معلوم ہوا کہ مردے سنتے ہیں سلام وکلام کرنے والوں کو پہچانتے بھی ہیں۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے وضاحت ہوئی۔

حضرت سلطان الاولیاء کا فوت ہونے کے بعد ہاتھ کا اشارہ کرنا

واقعہ نمبر ۳...... حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی جب وفات ہوئی اور ان کا جنازہ لوگ لے کر قبرستان کو چلے تو ان کے ایک مرید پر ایک خاص قسم کی حالت طاری ہو گئی۔ کیونکہ شیخ کے انتقال کا صدمہ مرید کو بہت زیادہ تھا غرض جنازہ جا رہا تھا کہ اس مرید نے جنازہ کو مخاطب کر کے یہ شعر پڑھے:

اے سرو سیمنار (یہ نام ہے) کہاں جنگل میں تو جا رہا ہے نہایت عدم محبت کا ثبوت ہے کہ ہمارے بغیر آپ جا رہے ہیں
اے وہ ذات کہ ترا چہرہ عالم کے لئے تماشا گاہ بنا رہا آپ کہاں تماشے کے لئے جا رہے ہیں

یہ فارسی میں شعر پڑھے تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت سلطان الاولیاء کا کفن میں سے ہاتھ اونچا ہو گیا (جیسے کسی کو روکنے کے لئے کیا جاتا ہے) لوگوں نے مرید صاحب سے کہا کیا غضب کرتے ہو چپ رہو، اولیاء اللہ میں عام لوگوں سے حیات برزخی کچھ زیادہ ہوتی ہے کہ مرنے کے بعد بھی وجد میں آ جاتے ہیں۔

(اشرف الجواب کامل ص ۵۰۳ از حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

قبر سے درد بھری آواز

واقعہ نمبر ۴...... حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت صفوان بن امیہ ایک قبرستان میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک جنازہ آیا انہوں نے کسی دوسری قبر سے ایک غمگین شخص کی آواز سنی جو یہ کہہ رہا تھا "اے امینہ! اللہ تیری وجہ سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرمائے۔ اے امینہ! ہمارے پاس تو آ قبر کے اندھیرے سے نہ گھبرا اگرچہ تجھ کو مٹی ہی کیوں نہ لگ جائے۔" جب لوگوں کو یہ واقعہ سنایا گیا تو لوگ اتنا روئے اتنا روئے کہ داڑھیاں تر ہو گئیں۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ یہ امینہ کون ہے؟ تو پتہ چلا کہ امینہ وہی عورت ہے جس کا جنازہ آ رہا تھا۔ حضرت صفوان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں سمجھتا تھا کہ مردہ شاید نہیں بولتا۔ لیکن اب تو آواز کی وجہ سے یقین ہو گیا کہ مردے بولتے ہیں۔ (شرح الصدور، ص ۹۶)

فائدہ! علماء دیو بند کا مسلک اظہر من الشمس ہے کہ واقعتا مردہ آنے والوں کو پہچانتا بھی ہے۔ بولتا بھی ہے۔ سلام وکلام کا جواب بھی دیتا ہے۔

نور کی وجہ سے میت کی آنکھوں کا چندھیا جانا

واقعہ نمبر ۵...... ایک عورت کا انتقال ہو گیا۔ اس کا بیٹا روزانہ والدہ کی قبر پر جاتا اور قرآن شریف پڑھتا۔ ایک بزرگ صاحب کشف اس عورت کی قبر پر ایک دن پہنچے تو کشف کی صورت میں عورت سے بات ہوئی تو اس عورت نے کہا میرے بیٹے کو کہو کہ جب وہ میری قبر کے پاس آیا کرے تو ذرا دیر ٹھر جایا کرے۔ پھر اس کے بعد تلاوت شروع کیا کرے کیونکہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اپنے بیٹے کو ایک نظر دیکھوں۔ لیکن جب وہ آتا ہے تو آتے ہی فوراً قرآن پاک پڑھنا شروع کر دیتا ہے۔ اس کے قرآن پڑھنے کی وجہ سے اس کے منہ سے اتنا نور نکلتا ہے کہ میری آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں اور میں اس کو دیکھ نہیں سکتی۔ (جیسے سورج کو دیکھنے سے آنکھیں بند ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور انسان دیکھ نہیں سکتا) (ملفوظات فقیہ الامت قسط نمبر ۵ ص ۶۹)

فائدہ! اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ میت ہر آنے والے کو پہچانتی ہے۔ اس کے کلام سنتی ہے اور خوشی محسوس کرتی ہے اور مزے کی بات یہ کہ میت دیکھتی بھی ہے۔ یہ دیکھنا اس طرح سمجھو جیسے قبر کی اوپر والی مٹی کو اللہ تعالیٰ نے میت کے لئے کالے شیشے کی طرح بنا رکھا ہے کہ شیشے کے اندر والا باہر والے کو دیکھتا ہے اور باہر والا اندر والے کو نہیں دیکھ سکتا۔ نیز واقعہ سے اس حدیث کا مطلب بالکل واضح ہو گیا کہ آنے والے کو میت پہچانتی ہے۔ یہ پہچاننا کبھی آواز کے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی دیکھنے کے ساتھ۔

ایک مردہ زندہ کو تلقین کر رہا ہے

واقعہ نمبر ۷...... شیخ نجم الدین اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ میں ایک بزرگ کے جنازہ میں شریک ہوئے جب لوگ ان کو دفن کر چکے تو تلقین کرنے والے نے قبر کے قریب بیٹھ کر تلقین شروع کر دی۔ شیخ نجم الدین ہنسنے لگے جب کہ ان کی عادت شریفہ ہنسنے کی بالکل نہیں تھی۔ بعض خدام نے پوچھا کہ حضرت کس لئے ہنس رہے تھے؟ حضرت شیخ نے جھڑک کر روک دیا کہ یہ پوچھنے کی باتیں نہیں ہوتیں کئی دن کے بعد خود ہی فرمانے لگے کہ اس لئے ہنسا تھا کہ جب تلقین کرنے والا قبر پر تلقین کے لئے بیٹھا تھا تو میں نے اس دفن ہونے والے بزرگ سے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے دیکھو جی حیرانگی کی بات ہے کہ ایک مردہ زندہ کو تلقین کر رہا ہے۔ (فضائل حج ص ۲۳۳)

فائدہ! حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میت کو دفن کر دیتے ہیں تو ایک شخص اس کی قبر کے پاس بیٹھ کر کلمہ طیبہ ذکر وغیرہ پڑھتا ہے اور منکر نکیر کے سوال و جواب دہراتا ہے۔ اس کو تلقین کہتے ہیں اور بزرگ کا یہ ارشاد کہ مردہ زندہ کو تلقین کر رہا ہے ظاہر ہے کہ مرنے والا اللہ تعالیٰ کے عشق کی وجہ سے زندہ ہے اور جو تلقین کر رہا تھا۔ وہ اللہ کے عشق والی دولت سے محروم ہے۔

ایک نیک عورت کا واقعہ

واقعہ نمبر ۸...... ایک عورت بڑی عبادت گزار جب مرنے لگی تو اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کی "یا اللہ! مجھے مرتے وقت رسوانہ کرنا اور قبر میں مجھے وحشت میں نہ رکھنا۔" جب وہ انتقال کر گئی تو اس کے بیٹے نے ہر جمعہ کو اس کی قبر پر جانے کا معمول بنالیا اور قرآن پاک پڑھ کر اس کو ثواب بخشتا تھا اور سب قبرستان والوں کے لئے دعا بھی کرتا تھا۔ ایک دن اس لڑکے نے اپنی ماں کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اماں جان تمہارا کیا حال ہے؟ ماں نے جواب دیا کہ موت کی سختی بڑی سخت چیز ہے۔ میں اللہ کی رحمت سے قبر میں بڑی راحت کے ساتھ ہوں۔ ریحان میرے نیچے بچھی ہوئی ہے۔ ریشم کے تکئے لگے ہوئے ہیں۔ قیامت تک میرے ساتھ یہی برتاؤ رہے گا۔ بیٹے نے کہا کہ کوئی خدمت میرے لائق ہو تو حکم کریں۔ تو اماں نے کہا کہ تو ہر جمعہ کو میرے پاس آ کر جو قرآن پاک پڑھتا ہے اس کو نہ چھوڑنا۔ جب تو آتا ہے تو سارے قبرستان والے خوش ہو کر مجھے خوشخبری دینے آتے ہیں کہ تیرا بیٹا آ گیا ہے۔ مجھے بھی تیرے آنے سے بڑی خوشی ہوتی ہے اور ان سب کو بھی بہت خوشی ہوتی ہے۔ وہ لڑکا کہتا ہے میں اسی سابقہ طریقے پر ہر جمعہ کو اہتمام سے جایا کرتا تھا۔ (عذاب قبر سے بچو ص ۳۳۳)

فائدہ! دلائل، فتوے، اقوال اور علماء دیوبند کی عبارات اور واقعات سے مسئلہ سماع موتی اتنا واضح ہو گیا ہے کہ اب انکار کی گنجائش ہی نہیں۔

عقیدہ ایصال ثواب...... چودھواں اختلاف

اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کا عقیدہ

اہل سنت علماء دیوبند کا عقیدہ یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی کو ایصال ثواب کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور اس کے ایصال ثواب کا فائدہ اس شخص کو ہوتا ہے جس کیلئے ایصال ثواب کیا گیا ہے یعنی ایصال ثواب برحق ہے یہی مذہب

احناف کا ہے۔ خواہ ایصال ثواب زندہ کو کریں یا مردہ کو کریں۔ اگر مردہ کو ایصال ثواب کیا گیا اس کو اگر قبر میں عذاب ہو رہا تھا تو یقیناً اس کو قبر میں ثواب پہنچے گا اور اس کا عذاب ہلکا ہو گا یا بالکل ختم ہو جائے گا اور اگر وہ نیک آدمی ہے تو اس کے درجات بلند و بالا ہوں گے۔ ایصال ثواب چاہے عبادت مالیہ کے ذریعے کیا جائے جیسے کپڑے یا جوتا یا نقد پیسے یا کتابیں یا قرآن پاک یا حدیث یا کوئی ایسی چیز خرید کر کے دے دیں جس کا وہ حاجت مند ہے۔ احادیث میں بھی اس کی صراحت ہے جیسا کہ آنے والے واقعات میں آپ پڑھ لیں گے یا ایصال ثواب، عبادت قولیہ کے ذریعے ہو جیسے تلاوت قرآن یا ذکر اللہ، یعنی تسبیح وغیرہ، یا ایصال ثواب، عبادت بدنیہ کے ذریعے ہو۔ جیسے نفلی نماز وغیرہ کا ثواب یا حج وعمرہ کا ثواب، یا روزہ کا ثواب جس طریقے سے بھی آپ ایصال ثواب کریں۔ انشاء اللہ! اگر یہ سنت کے مطابق بدعات و رسوم سے ہٹ کر کیا گیا ہے تو ضرور اس کے ثواب سے مردے کی روح اور جسم دونوں کو فائدہ ہوتا ہے۔

منکرین حیات کا عقیدہ

یہ ہے کہ اگر ایصال ثواب کیا گیا مردے کو جو زمینی قبر میں ہے تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ قبر میں تو جسم عنصری کے ساتھ روح کا تعلق نہیں۔ یہ جسم عنصری تو مثل لکڑی اور پتھر کے ہے۔ اس کو ثواب یا عذاب کچھ بھی نہیں ہوتا۔ یہ جسم عنصری تو کچھ دنوں کے بعد ریزہ ریزہ ہوتا ہے۔ قبر میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ جب قبر میں کچھ نہیں تو اس قبر والے کو ایصال ثواب کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ خواہ مخواہ وقت ضائع کرنا ہے۔ اس لئے منکرین حیات وسماع کہتے ہیں کہ ایصال ثواب کرنا جائز نہیں۔ نہ ہی ایصال ثواب کی نیت سے قبرستان میں جانا جائز ہے۔

بدنی، مالی طریقہ پر ایصال ثواب کا حکم

حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جمہور اہل اسلام اس امر پر متفق ہیں کہ میت کے لئے ایصال ثواب درست جائز ہے۔ خواہ بدنی عبادت کے ساتھ ہو، خواہ مالی عبادت کے ساتھ ہو، حق اور اقرب الی الصواب یہی بات ہے کہ بدنی اور مالی ہر قسم کی عبادت کا ثواب میت کو پہنچایا جا سکتا ہے۔ مگر اس ایصال ثواب کے لئے چند بنیادی اور اصولی شرطیں ہیں جب تک وہ شرطیں نہ ہوں تو ایصال ثواب کا کوئی فائدہ نہیں۔

ایصال ثواب کرنے کے لئے بنیادی اصول اور شرطیں

ا...... میت مومن اور مسلمان اور صحیح العقیدہ ہو چاہے کتنی گنہگار ہی کیوں نہ ہو اسی طرح ایصال ثواب کرنے والا بھی مومن اور مسلمان صحیح العقیدہ ہو۔ ورنہ سب محنت و روپیہ رائیگاں جائے گا۔

فائدہ! پہلے اصول میں تین شرطیں لگائیں: (۱) مسلمان ہو، (۲) صحیح العقیدہ ہو، یعنی ایصال ثواب کرنے والے کا بھی عقیدہ قرآن وحدیث کے مطابق ہو اگر اس کا عقیدہ غلط ہے تو اس کو کسی شے کا کچھ ثواب نہیں ملے گا، تو یہ آگے ثواب کیا پہنچائے گا۔ ایصال ثواب کا فائدہ تب ہوگا جب عقائد بالکل ٹھیک ہوں۔ ورنہ تلاوت وغیرہ کا اس کو کچھ ثواب نہیں ملے گا۔ (۳) جو میت ہے جس کو ایصال ثواب کیا جا رہا ہے وہ بھی صحیح العقیدہ ہو۔ یعنی مرنے والے کی جب موت آئی تھی، اس وقت اس کے سارے عقائد صحیح ہوں، قرآن وحدیث کے مطابق ہوں، اگر اس مرنے والے کے عقائد ٹھیک نہیں تھے۔ تو جتنا بھی ایصال ثواب کرتے رہو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

چاہے جتنا بڑا بزرگ اس کو ایصال ثواب کرتا رہے۔ کیونکہ سارے اعمال کا اور ثواب کا دارومدار عقائد پر ہے۔ عقائد دونوں کے ٹھیک ہونے چاہئیں ورنہ کچھ ثواب نہیں ہوگا۔

۲...... ایسی کسی عبادت میں ریا، نام ونمود، شہرت اور اپنی مصنوعی عزت اور ناک کی حفاظت کا ہرگز سوال نہ ہو اور نہ ہی لوگوں کے طعن وتشنیع سے بچنے کا خیال دل میں ہو (یعنی لوگوں کے طعنوں سے بچنے کے لئے قل خوانی اور جمعراتیں کرتا ہے۔ اگر نہ کی تو لوگ کیا کہیں گے؟) اور خیرات من واذی سے پاک ہو (یعنی کسی پر احسان نہ ہو اور نہ ہی کسی کو تکلیف دینا مقصود ہو)۔

۳...... جو مال صدقہ، خیرات میں دیا جائے وہ حلال اور پاک ہو خبیث، ناپاک اور غلول (خیانت والا) غیر طیب ہرگز نہ ہو، جیسا کہ قرآن کریم، صحیح احادیث اور اقوال حضرات فقہائے کرام سے یہ بالکل واضح ہے۔

۴...... جس مال کا صدقہ وخیرات دیا جائے، اس میں کوئی وارث غائب اور نابالغ بچہ نہ ہو، ورنہ اس کا صدقہ کرنا بغیر کسی اختلاف کے حرام ہے اور عذاب خداوندی کا سبب ہے۔

فائدہ! جس مال سے ایصال ثواب کرنا ہے۔ اس میں کسی غائب آدمی کا حصہ نہ ہو کہ اس کو پتہ ہی نہ ہو اور ادھر ایصال ثواب کر دیں۔ ہاں! اگر غائب آدمی کے مال کے حصے سے ایصال ثواب کرنا ہے تو پھر اس کی اجازت اور دل کی خوشی لازمی ہے۔ ورنہ عذاب کا سبب تو ہوگا۔ ایصال ثواب کچھ نہیں ہوگا۔ اسی طرح جس مال سے ایصال ثواب کیا جارہا ہے۔ وہ کسی بچے کا مال نہ ہو جو ابھی نابالغ ہے۔ اگر کسی نابالغ بچے کے مال سے ایصال ثواب کیا جارہا ہے۔ تو اس کا بھی گناہ تو ہوگا۔ ثواب کچھ نہ ہوگا۔

۵...... جو قرآن کریم میت پر پڑھا جائے اور بخشا جائے۔ وہ بغیر معاوضہ اور اجرت کے ہو۔

فائدہ! یعنی قرآن پڑھنے والا کسی قسم کی کوئی طمع اور لالچ اور پیسے طے نہ کرے فی سبیل اللہ! خالصتاً اللہ کی رضا کے لئے پڑھ کر مردے کو بخش دے۔ ورنہ پڑھنے کا کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا۔ اگر اجرت اور پیسے کے لالچ کے لئے پڑھا ہے۔ جیسے آج کل جاہلوں کے ہاں رواج ہے۔ اس کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔

۶...... اپنی ظرف سے دنوں اور خاص کیفیتوں کی تعین نہ کی جائے اور نہ کھانے کی اقسام میں تعین ہو۔

فائدہ! کوئی دن ایصال ثواب کے لئے متعین کرلینا کہ صرف انہی دنوں میں ایصال ثواب ہوگا ورنہ نہیں۔ جیسے تیسرے دن، چالیسویں دن، جمعراتیں اور سال کے بعد۔ بالکل جائز نہیں۔ کچھ بھی ثواب نہیں ملتا۔ شریعت نے اجازت دی ہے جب مرضی ایصال ثواب کرو۔ متعین کرنا یہ شریعت کے خلاف ہے اور جو چیز شریعت کے خلاف ہو۔ اس پر عذاب تو ہوتا ہے۔ ثواب کچھ نہیں ہوتا اور کیفیات کا تعین کہ ایصال ثواب میں صرف مخصوص آیات پڑھنی ہیں اور اسی طرح کھانے کے اقسام کا تعین کرنا کہ دودھ وغیرہ سامنے ہوگا تو ایصال ثواب ہوگا ورنہ نہیں۔ یہ سب کچھ شریعت کے خلاف ہے۔ جائز نہیں۔

۷...... یہ کھانا صرف فقراء اور مساکین کو دیا جائے اور کھلایا جائے۔ اپنی ہی برادری اور اغنیاء کو صرف کھلانا جائز نہیں۔

ان سب اصولوں کا ثبوت قرآن وحدیث سے بخوبی واضح ہے جیسا کہ قرآن پاک میں آتا ہے۔ (راہ سنت ۲۴۹)

۱...... ''لاتیمموا الخبیث'' کہ خبیث اور ناپاک چیز اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی کوشش نہ کرو۔

فائدہ! یہ تیسری شرط کا ثبوت ہے۔ پہلی دو شرطیں واضح تر ہیں۔ کسی ادنیٰ کلمہ گو کو بھی شک و شبہ نہیں ہو سکتا کہ پہلی دو شرطوں کے بغیر بھی ایصال ثواب کرنا جائز ہے۔

۲...... "لا یقبل اللہ صدقۃ من غلول (ترمذی ص ۲ ج ۱)" اللہ تعالیٰ حرام مال سے صدقہ قبول نہیں کرتا اس میں بھی تیسری شرط کا ثبوت ہے۔

۳...... امام قاضی خان لکھتے ہیں کہ اگر میت کے ترکہ سے فقراء کے لئے کھانا تیار کیا جائے تو اچھا ہوگا۔ جب کہ وارث سب بالغ ہوں اگر وارثوں میں ایک بھی نابالغ ہو تو ترکہ سے یہ کھانا تیار نہیں کیا جا سکتا۔ اس میں چوتھی شرط کا ثبوت ہے کہ سب موجود ہوں اور بالغ ہوں۔

۴...... قرآن پڑھنا ایک بہت عمدہ عبادت ہے اور پڑھ کر اس کا ثواب میت کو بخشا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ ایصال ثواب کے لئے جو قرآن پڑھا گیا ہے اس پر اجرت نہ لی گئی ہو۔ مگر چونکہ عرف عام اور رسم و رواج یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ اجرت ضرور لی اور دی جاتی ہے۔ "لان المعھود کالمشروط" کے تحت جائز نہیں ہے۔ چنانچہ تاج الشریعت محمود بن احمد الحنفی رحمۃ اللہ (المتوفی ۶۷۳ھ) شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں کہ جو قرآن میت پر پڑھا جاتا ہے تو اس کا ثواب نہ میت کو پہنچتا ہے اور نہ ہی پڑھنے والے کو۔ (بحوالہ انوار ساطعہ ص ۱۰۷) اور علامہ عینی الحنفی لکھتے ہیں کہ: "قرآن کریم کی تلاوت پر اجرت لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار ہوتے ہیں۔ حاصل یہ کہ ہمارے زمانہ میں جو قرآن کریم کے پاروں کا اجرت کے ساتھ پڑھنا رائج ہو چکا ہے۔ وہ جائز نہیں۔ (بنایہ شرح ہدایہ ص ج ۳ ص ۶۵۵) اس میں پانچویں شرط کا ثبوت ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ پس جو کچھ ملاؤں کو دیا جاتا ہے۔ وہ اجرت ان کے پڑھنے کی ہے اور جو پڑھائی اجرت پر ہوتی ہے اس کا ثواب پڑھنے والے کو ہوتا ہے اور نہ ہی مردہ کو۔ لہٰذا ان کا یہ فعل باطل ہے اور لینا دینا دونوں حرام ہیں اور ثواب کا سبب نہیں۔ بلکہ عذاب کا سبب ہے۔ مردہ کو اس کا ثواب نہیں ہوتا ہے۔ دینے والے اور لینے والے دونوں گنہگار ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس کام کا ترک واجب ہے۔ اگر اللہ کی رضا کے لئے ثواب پہنچانا مقصود ہے تو ہر شخص اپنے مکان پر پڑھ کر ثواب پہنچا دے اور تیسرے دن کا کیوں انتظار کیا جاوے؟ نفس ایصال ثواب سے کوئی منع نہیں کرتا۔ اگر بلاتعین ہو۔ مگر ان قیود و خصوصیات کے ساتھ بدعت بھی ہے اور ثواب بھی نہیں پہنچتا۔ (راہ سنت ص ۲۵۵، فتاویٰ رشیدیہ ص ۸۴)

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں خاص یہ رسم سوم (یعنی قل خوانی تیسرے دن والی) کی ہے اور کسی ولایت حکومت میں کوئی جانتا بھی نہیں۔ سو یہ ہنود کے تیجہ کو دیکھ کر وقوع ہوا ہے۔ (البراہین القاطعہ ص ۱۱۱)

فائدہ! یہی سب کچھ کلمہ پڑھنے والے کرتے ہیں۔ افسوس صد افسوس کہ ان تمام غیر اسلامی رسموں نے اسلامی شکل اختیار کر لی ہے۔ اب اس پر تنقید کرنا گویا اسلام پر تنقید کرنا ہے۔ جاہلوں نے خوب اپنے جاہلانہ کام کی جاہل عوام میں تشہیر کی ہے۔ اب یہ جاہلوں کا طبقہ "خسر الدنیا والآخرۃ" کا کامل مصداق ہے کہ دنیا میں بھی خوب خرچ اور ضائع ہو رہی ہے گناہ علیحدہ اعمال نامے میں پڑ رہے ہیں۔ یہاں بھی کچھ فائدہ نہ ہوا سوائے ذلت و رسوائی کے۔ وہاں! آخرت، قبر میں تو خوب خبر لی جائے گی۔ میت کے گھر جمع ہونا اور کھانا پکانا حدیث و فقہ کے اندر یہ بات آتی ہے کہ جب کسی کی وفات ہو جائے تو اس کے گھر والے چونکہ صدمہ میں، غم میں ڈوبے ہوتے ہیں۔ اس لئے محلہ

والے، بستی والے، یا قریبی رشتہ دار میت کے گھر والوں کا کھانا تیار کر لیں اور جو نماز جنازہ میں شریک نہ ہو سکا، ہو وہ تعزیت بھی کر سکتا۔ لیکن میت کے گھر اجتماع اور اہل میت کا لوگوں کے لئے کھانا تیار کرنا، ایک بہت بڑا گناہ ہے (جیسے قل خوانی کے لئے) اور بہت سارے علاقے اس غلط وقبیح حرکت کا شکار ہو کر مقروض ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات سود پر قرض لیا جاتا ہے اور یتیموں کا اور وارثوں کا مال برباد کیا جاتا ہے۔ (راہ سنت ص ۲۶۱) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ (التوفی ۵۱ھ) فرماتے ہیں کہ: ''کنا نری الاجتماع الی اهل المیت و صنعة الطعام من النیاحة (ابن ماجه ص ۱۱۷، مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۴)'' کہ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میت کے گھر جمع ہونے کو اور میت کے گھر کھانا تیار کرنے کو نوحہ سمجھتے تھے اور مرفوع حدیث میں آیا ہے کہ میت پر آواز کے ساتھ رونا، نوحہ کرنا، بین کرنا، اہل جاہلیت کا کام ہے اور نوحہ کرنا جمہور سلف وخلف کے نزدیک حرام ہے۔ جیسے امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ نوحہ کی حرمت پر اجماع ہو چکا ہے۔ (شرح مسلم ج ۱ ص ۳۰۳)

فائدہ! آج کل مرگ (فوتگی) ہو جانے پر جو رسم و رواج چل رہے ہیں۔ تقریباً سب کے سب اگر انہیں دین سمجھ کر کرتا ہے اور نہ کرنے والوں کو برا سمجھتا ہے تو بدعتی اور ملحد ہے۔ غیر شرعی اور سنت کے مقابلہ میں بدعات ہیں جن سے بچنا ضروری ہے۔ ورنہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہوگا۔ کیونکہ یہ ساری رسمیں خیر القرون کے طریقے کے خلاف ہیں۔ خیر القرون میں یہ طریقہ ہوتا تھا کہ جب بھی جس کا جی چاہتا تھا حسب موقع تلاوت قرآن نفلی نماز، نفلی روزہ حج وغیرہ کر کے یا صدقہ وخیرات نقدی کے ذریعے، یا کھانا مساکین و یتامیٰ کو کھلا کر، باغ وغیرہ وقف کر کے اور یا اس کے علاوہ کچھ بھی پڑھ کر اپنے اعزہ واقارب یا بزرگان کو بغیر کسی رسم ورواج کے ایصال ثواب کر دیتے تھے۔ آج کے لوگوں کی طرح نہیں کرتے تھے کہ جب تک کوئی دن متعین نہ کر لیا جائے تو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید ایصال ثواب مردے کو نہیں ہوا ہی نہیں یہ سب غلط اور بدعت ہے۔

ایصال ثواب کرنے کا طریقہ

ایصال ثواب کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب بھی ایصال ثواب کرنا ہو، رات، ہو یا دن ہو چوبیس گھنٹوں میں جب دل کرے، جتنی اللہ تعالیٰ توفیق دے دے کچھ پڑھ کر، یا وہ چیز جس کا فائدہ دیر تک رہے۔ جس کو صدقہ جاریہ کہا جاتا ہے۔ جیسے تعمیر مدرسہ یا مسجد وغیرہ، یہ سب کچھ کر کے صرف اتنی نیت دل سے کر لیں کہ یا اللہ! میں فلاں چیز یا فلاں عمل کا ثواب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل والدین کو یا اس کے علاوہ جس کو ثواب پہنچانا مقصود ہو اس کو پہنچانا چاہتا ہوں، تو قبول فرما کر اس کو پہنچا دے۔ ایصال ثواب کرنے والا اس طرح ایصال ثواب کرے گا تو انشاء اللہ ثواب پہنچ جائے گا یا آپ حضرات نے تلاوت کی ہے کچھ پڑھا ہے یا کچھ نیک عمل کیا ہے اب بھی آپ یوں کہہ دیں کہ یا اللہ تعالیٰ جو کچھ پڑھا ہے اس کا ثواب میرے والدین یا اساتذہ، یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دے تو ان شاء اللہ! اگر اللہ تعالیٰ نے قبول کر لیا تو ضرور پہنچ جائے گا۔ اصل طریقہ تو یہ ہے ایصال ثواب کا باقی اس کے علاوہ سب خرافات ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر کہا جائے کہ ہیں یا اللہ کہ اس کا ثواب فلاں کی روح کو پہنچا دے یہ بھی بالکل ٹھیک ہے۔ کوئی حرج نہیں۔ جب روح کو پہنچ جائے گا۔ چونکہ عالم برزخ میں روح اصل ہوتی ہے اور جسم اس کے تابع ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اکثر و بیشتر روح کا ذکر کر کے ایصال ثواب کر دیا جاتا ہے۔ بالکل ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ صحیح سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!

ایصال ثواب دلائل کی روشنی میں

اب دلائل کی روشنی میں یہ بات سمجھیں کہ ایصال ثواب کا فائدہ روح مع الجسد دونوں کو ہوتا ہے۔

دلیل نمبر ا...... ''عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ :اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الامن ثلثة: الا من صدقة جارية، او علم ينتفع به، او ولد صالح يدعوله (رواه مسلم مشكوٰة ص ۳۲)''
(حضرت ابو ہریرة رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے پاک ارشاد فرمایا کہ جب انسان مرجاتا ہے، تو اس کے اعمال کا سلسلہ بھی ختم ہوجاتا ہے، سوائے تین چیزوں کے (جن کا ثواب اسے ملتا رہتا ہے) (۱) صدقہ جاریہ (کنواں، نلکا، تعمیر مسجد و مدرسہ وغیرہ) (۲) وہ علم جس سے نفع اٹھایا جائے۔ (جیسے کسی کو حافظ قاری یا عالم بنادیا، یا کتاب لکھی ہے) (۳) نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہتی ہے)

فائدہ! معلوم ہوا کہ تین چیزوں کا ثواب انسان کو قبر میں پہنچتا رہتا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے حدیث مبارکہ میں لفظ ''یدعولہ'' فرمایا ہے اور ''ہ'' ضمیر کا مرجع انسان ہے۔ نہ کہ روح اور انسان روح مع الجسم کو کہتے ہیں۔ روح کو بھی فائدہ ہوا اور جسم کو بھی جو قبر میں رکھا ہے۔ نہ کہ صرف روح کو اگر صرف روح کو فائدہ ہوتا جیسا کہ منکرین حیات کہتے ہیں تو حدیث میں ''ہ'' ضمیر کا ذکر ہی نہ کیا جاتا ''ہ'' ضمیر کو ذکر کرنا ہی اس بات پر واضح دلیل ہے کہ انسان کو قبر میں ثواب پہنچتا ہے۔

دلیل نمبر ۲...... ''عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ : ان مما يلحق المومن من عمله و حسناته بعد موته علماً علمه و نشره، او ولداً صالحاً تركه، او مصحفاً ورثه، او مسجداً بناه، او بيتاً لا بن السبيل، بناه، او نهراً اجراه، او صدقة اخرجها من ماله فى صحته و حياته تلحقه من بعد موته (مشكوة ص ۳۶)'' (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد پاک فرمایا کہ بے شک وہ چیزیں جن کا ثواب مومن کو پہنچتا رہتا ہے یعنی اس کے کئے ہوئے عمل سے اور اس کی نیکیوں سے، اس کے مرنے کے بعد (وہ یہ ہیں) (۱) علم کہ اس کو سکھایا اور (کتابوں وغیرہ کے ذریعہ سے اسے پھیلایا (۲) نیک اولاد جس کو چھوڑ کر گیا ہے۔ (۳) یا قرآن پاک کہ کسی کو وارث بنادیا (یعنی اپنے شاگرد تیار کرگیا جو پڑھا رہے ہیں) (۴) مسجد بنائی ہو۔ (۵) مسافروں کے لئے کوئی مکان یا جگہ وغیرہ بنائی ہے (یعنی مسافر خانہ) (۶) یا کوئی نہر جاری کی ہے (لوگوں کے نفع کے لئے) (۷) یا صدقہ نکالا ہے اپنے مال سے اپنی صحت اور زندگی کے زمانہ میں، ''تلحقه من بعد موته'' ان سب چیزوں کا ثواب اس کو اس کی موت کے بعد پہنچتا ہے)

فائدہ! حدیث کے اندر لفظ مومن آیا ہے کہ ایمان والے شخص کو مذکورہ بالا اشیاء کا ثواب مرنے کے بعد بھی پہنچتا رہتا ہے اور مومن کا لفظ روح مع الجسد پر بولا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ قبر میں رکھے ہوئے جسم کو بھی ثواب پہنچتا ہے اور فائدہ ہوتا ہے۔ نہ کہ صرف روح کو کیونکہ روح کا لفظ حدیث میں نہیں آیا۔ اگر صرف روح کو فائدہ ہوتا تو آپ ﷺ بھی روح کا تذکرہ فرماتے نہ کہ مومن کا اور حدیث مبارکہ میں ''ہ'' ضمیروں کا مرجع بھی مومن ہے تو مسئلہ بالکل واضح اور صاف ہوگیا کہ روح مع الجسد دونوں کو ایصال ثواب پہنچتا ہے۔

دلیل نمبر ۳...... "عن عبدالله بن عباس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ: ما الميت في القبر الا كالغريق المتغوث، ينتظر دعوة تلحقه من اب او ام، او اخ او صديق فاذا لحقته كان احب اليه من الدنيا و مافيها، و ان الله تعالىٰ ليدخل على اهل القبور، من دعاء اهل الارض امثال الجبال و ان هدية الاحياء الى الاموات الاستغفار لهم (مشكوٰة ص ٢٠٦)" (حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رحمت کائنات ﷺ نے ارشاد پاک فرمایا کہ میت مردہ ہونے کی حالت میں قبر کے اندر ڈوبتے ہوئے فریاد کرنے والے کی طرح ہوتی ہے۔ گویا وہ انتظار کرتا ہے کہ اس کے باپ، یا ماں، یا بھائی، یا دوست کی طرف سے اس کو دعا پہنچے اور جب (کسی اہل ایمان کی) دعا پہنچتی ہے، تو وہ دعا کا پہنچنا اس کو دنیا اور جو کچھ دنیا کے اندر ہے، سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ اہل زمین کی دعاؤں کو اہل قبور پر پہاڑوں کی طرح (بڑھا چڑھا کے رحمت اور بخشش اور ہوسکتا ہے کہ ہدیہ کی شکل وصورت بنا کے) قبروں میں پہنچا دیتا ہے اور بے شک زندوں کا تحفہ ہدیہ، مردوں کے لئے یہی ہے کہ ان کے بخشش کی دعا کریں)

فائدہ! اس حدیث کے اندر تو صراحت آ گئی ہے اس بات کی کہ مردے کو قبر میں دعا وغیرہ کا فائدہ ہوتا ہے اور قبر میں یہی جسم رکھا ہے نہ کہ روح۔ گویا جسم کو فائدہ پہنچا تو روح کو خود بخود پہنچ گیا۔ اور حدیث میں "ان اللہ تعالیٰ" لفظ "ان" تاکید کے ساتھ بیان فرمایا تا کہ کسی کو شک وشبہ کی گنجائش ہی نہ رہے اور اکثر و بیشتر جہاں کہیں بھی آپ ﷺ نے قبر کے اندر کے حالات وغیرہ بتائے، تو لفظ "انّ" کے ساتھ اور اسی طرح تاکید کے دوسرے الفاظ کے ساتھ بیان فرمائے ہیں تا کہ بات پختہ ہو جائے اور کسی کو دھوکہ نہ لگے جیسے لیدخل میں لام بھی تاکید کے لئے ہے اور شاید کہ کسی کو یہ دھوکہ لگے کہ آپ ﷺ نے لفظ میت بولا ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ وہ تو مردہ ہے۔ بے جان ہے، لکڑی اور پتھر کی طرح ہے، اس کو کہاں فائدہ ہوگا۔ تو خوب سن لو کہ میت کا لفظ دنیاوی زندگی کے لحاظ سے بولا گیا ہے کہ دنیاوی زندگی جب ختم ہو گئی ہے۔ تو وہ دنیا کے لحاظ سے مردہ ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر جسم کا تعلق روح کے ساتھ قائم کر دیا ہے۔ اب اس کو ایک قسم کی زندگی حاصل ہے۔ لہٰذا یہ پتھر اور لکڑی کی طرح نہیں ہے جیسے پوری حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس کو دعا وغیرہ کا فائدہ پہنچے گا۔ معلوم ہوا کہ پتھر نہیں۔ یہ فقط منکرین حیات وسماع کا اشکال اور دھوکہ ہے جس سے بچنا ضروری ہے اور اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ اہل زمین خصوصیت کے ساتھ اہل قبور کے لئے دعا کریں۔ آپ دوسروں کے لئے کریں گے پھر دوسرے آپ کے لئے دعا کریں گے۔

دلیل نمبر ۴...... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت، امت مرحومہ ہے (یعنی رحمت کی ہوئی ہے) وہ قبروں میں گناہوں کے ساتھ داخل ہوتی ہے۔ پھر جب قبروں سے نکلے گی تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مومنین کے استغفار کی وجہ سے اس کو گناہوں سے پاک کر دے گا۔ (شرح الصدور ص ۱۲۸)

فائدہ! معلوم ہوا کہ قبروں میں رکھے ہوئے جسم کو فائدہ پہنچتا ہے۔ کیونکہ اسی جسم نے گناہ کئے تھے تو اسی جسم سے دعا کی وجہ سے گناہ معاف ہوں گے۔ جو جسم زمین والی قبر میں رکھے ہوئے ہیں نہ کہ صرف روح کو فائدہ ہوگا۔ بلکہ روح مع الجسد کو اکٹھا فائدہ ہوگا۔ کیونکہ امت کا لفظ روح مع الجسم کے لئے بولا گیا ہے۔ صرف روح کو امت نہیں کہتے اور نہ ہی صرف جسم کو کہ اس کا تعلق ہی روح کے ساتھ نہ ہو بلکہ جسم متعلق روح یہ امت ہے۔

دلیل نمبر ۵...... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ ہم اپنے مردوں کے لئے جو صدقات، خیرات کرتے ہیں اور ان کے لئے دعا مانگتے ہیں۔ کیا اس کا ثواب ان مردوں کو پہنچتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے

تاکید کے ساتھ فرمایا کہ بیشک پہنچتا ہے (اس میں شک کی کیا بات ہے؟) اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ مردے اسی طرح خوش ہوتے ہیں جس طرح تمہارے اعلیٰ، عمدہ اور مرغوب تحفوں سے زندہ خوش ہوتے ہیں۔ (مسند احمد)

دلیل نمبر ۶...... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا ہے کہ جب بھی کوئی مرتا ہے تو پھر اس کے ورثاء اس کے لئے صدقہ خیرات کرتے ہیں تو حضرت جرائیل علیہ السلام اس صدقہ کو ایک طبق (برتن وغیرہ) میں رکھ کر اس مردے کی قبر کے کنارے پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حضرت جرائیل علیہ السلام کہتے ہیں، آواز دیتے ہیں کہ اے قبر والے یہ ہدیہ آیا ہے تیرے اہل کی طرف سے۔ پس وہ مردہ اسے قبول کرتا ہے۔ پھر قبر میں داخل ہوتا ہے۔ خوش ہوتا ہے اور بشارت دیا جاتا ہے اور دوسرے مردے جن کے اہل نے ہدیہ نہیں کیا۔ وہ اس کو دیکھ کر غمگین ہوتے ہیں۔ (شرح الصدور ص ۱۲۹)

فائدہ! ان تمام روایات سے صراحت کے ساتھ یہ معلوم ہو رہا ہے کہ میت کو ایصال ثواب قبر میں پہنچتا ہے۔ لہٰذا خوش دلی سے کرنا چاہئے بغیر کسی تردد کے۔

دلیل نمبر ۷...... ”عن علی مرفوعا من مر علی المقابر، و قرا قل ھو اللہ احد عشر مرۃ ثم وھب اجرہ للاموات اعطی من لاجر بعدد الاموات“ (حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص قبرستان سے گزرے اور دس مرتبہ ”قل ھو اللہ احد“ پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخشے تو اسے بھی مردوں کی تعداد کے برابر ثواب دیا جائے گا)

فائدہ! اس حدیث سے تو یہ ثابت ہو رہا ہے کہ جو شخص ان مردوں کو اگر ایصال ثواب کرے تو خود کرنے والے کو بھی ثواب ہوتا ہے اور یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ قبر یہی زمینی قبر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص قبرستان سے گزرے وہ ایصال ثواب کرے ہم اسی زمینی قبرستان سے گزرتے ہیں نہ کہ علیین یا سجین والے قبرستان سے، منکرین حیات سے یہ پوچھیں کہ اگر یہ مردہ ہیں۔ ایسے کہ روح کا تعلق بھی نہیں ہوتا تو آپ ﷺ نے یہ کیوں فرمایا؟ کہ اسی مردہ کو ایصال ثواب کرو۔ جب روح کا تعلق ہی نہیں تو کیا آپ ﷺ نے العیاذ باللہ لغو کام کا حکم دیا ہے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اس لئے صراحت کے ساتھ یہ واضح ہو گیا کہ اسی مردہ کو جس کو ہم دنیا کے لحاظ سے مردہ کہتے ہیں۔ لیکن اسے روح کے تعلق کی وجہ سے فائدہ اور ثواب پہنچتا ہے۔

دلیل نمبر ۸...... ”عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: من دخل مقابر ثم قر أفاتحۃ الکتاب، و قل ھو اللہ احد، و ألھکم التکاثر، ثم قال انی جعلت، ثواب ھذا ما قرأت لاھل المقابر من المومنین و المومنات کانوا شفعآئہ الی اللہ تعالیٰ“ (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد پاک فرمایا کہ جو شخص قبرستان میں داخل ہو کر فاتحہ، سورۃ اخلاص، سورۃ التکاثر پڑھے۔ پھر کہے کہ اے اللہ میں نے جو تیرا کلام پڑھا اس کا ثواب اس قبرستان کے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بخشتا ہوں تو وہ سب اس کی شفاعت کریں گے)

دلیل نمبر ۹...... ”عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال: من دخل المقابر فقرأ سورۃ یسین خفف اللہ عنھم وکان بہ بعدد من فیھا حسنات“ (حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد عالی فرمایا کہ بے شک کہ جو شخص قبرستان میں داخل ہوا اور اس نے سورۃ یسین کی تلاوت کی تو مردوں سے اللہ تعالیٰ عذاب ہلکا فرما دیں گے اور اس پڑھنے والے کو مردوں کی تعداد کے برابر نیکیاں ملیں گی)

فائدہ! منکرین حیات زیادہ زور اس بات پر لگاتے ہیں کہ قبر سے مراد شرعی قبر ہے اور وہ علیین میں ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ قرآن وحدیث سے یہی قبر مراد ہے اور شریعت کا دارومدار بھی اسی قرآن وحدیث پر ہے تو ان کی شرعی قبر پتہ نہیں کس شریعت سے ثابت ہے۔ اگر یہی شریعت ہے قرآن وحدیث تو پھر تو صراحت ہے کہ قبر یہی قبر ہے۔ اگر کوئی اور ان کی شریعت ہے اور اس شریعت سے شرعی قبر مراد لیتے ہوں، تو پھر اعلان کر دیں کہ ہمارا قائلین حیات کے ساتھ قرآن وحدیث میں بھی اتفاق نہیں۔ کیونکہ قرآن وحدیث میں یہی قبر مراد ہے اور ہم کوئی اور قرآن مانتے ہیں جس میں یہ بات ہے کہ قبر شرعی علیین ہے۔ تاکہ عوام بے چاری مغالطہ میں نہ پڑی رہے کہ یہ بھی قرآن وحدیث مانتے ہیں۔ واقعات سے مشاہدہ اب ذرا واقعات سے مشاہدہ کریں اس بات کا کہ عذاب وثواب اسی جسم عنصری کو زمینی قبر میں ہوتا ہے پھر ایصال ثواب کے ذریعے اللہ تعالیٰ عذاب کو ختم فرما دیتے ہیں۔

عقیدہ ایصال ثواب واقعات کی روشنی میں

واقعہ نمبر ا...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف گئے۔ جب کہ وہ وفات پاچکے تھے تو آپ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازہ کے بعد جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو قبر کے اندر رکھ دیا گیا اور مٹی ڈال دی گئی تو آپ ﷺ نے (اچانک) تسبیح (یعنی سبحان اللہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ) پڑھنا شروع کر دی۔ ہم نے بھی تسبیح شروع کر دی۔ کافی دیر تسبیح پڑھتے رہے۔ پھر تکبیر (یعنی اللہ اکبر) پڑھنا شروع کر دی۔ تو ہم نے بھی تکبیر شروع کر دی (کچھ دیر بعد جب آپ ﷺ نے تسبیح وتکبیر بند کی) تو آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! آپ نے تسبیح کیوں کی؟ پھر تکبیر کیوں پڑھی؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس نیک بندے پر قبر تحقیق تنگ ہو رہی تھی (ہمارے پڑھنے سے) اللہ تعالیٰ نے قبر کو کشادہ کر دیا ہے۔ (مشکوۃ ص ۲۶)

فائدہ! معلوم ہوا کہ اسی قبر کے اندر مردے کو قبر دباتی ہے پھر ایصال ثواب سے فائدہ بھی ہوتا ہے۔ جیسے آپ نے واقعہ پڑھ لیا۔ یہ سب کچھ علیین میں نہیں ہو رہا تھا نہ ہی روح کو دبایا جا رہا تھا۔ بلکہ حدیث کے الفاظ پر غور کرو "العبد" کا لفظ بتا رہا ہے کہ بندے پر قبر تنگ ہو گئی تھی اور "عبد" کا لفظ جسم مع الروح پر بولا جاتا ہے اور یہاں پر بھی آپ ﷺ نے "لقد" دو تاکیدوں کو ذکر کیا ہے۔ ایک "لام" اور دوسرا "قد" تاکہ کسی قسم کا کوئی شک نہ ہو۔ یہ سب کچھ اسی قبر میں ہو رہا ہے۔ اگر مردہ پتھر یا لکڑی کی طرح ہوتا، تو یہاں کچھ بھی نہ ہوتا۔

واقعہ نمبر ۲...... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ کی پیاری صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ ہم صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دفنانے کے لئے آپ ﷺ کے ساتھ حاضر ہوئے۔ ہم قبر پر پہنچے آپ ﷺ نہایت مغموم وپریشان تھے۔ ہم میں سے کوئی بھی آپ ﷺ سے بات کرنے کی ہمت نہ کر سکتا تھا۔ قبر کی لحد بنانے میں ابھی کچھ معمولی دیر تھی۔ آپ ﷺ قبر کے پاس تشریف فرما ہوئے اور ہم لوگ آپ ﷺ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ ہم سب پر ایک قسم کی حیرانی کا عالم طاری تھا۔ اسی اثناء میں آپ ﷺ کو اطلاع دی گئی کہ قبر تیار ہو گئی ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ قبر کے اندر تشریف لے گئے (اور کچھ پڑھتے رہے) تھوڑی دیر کے بعد آپ ﷺ قبر سے باہر تشریف لے آئے۔ اب آپ ﷺ کا چہرہ انور نور سے کھلا ہوا تھا۔ غمگینی کے آثار ختم ہو چکے تھے۔ طبیعت مبارک ایسی ہشاش بشاش (جیسے تازہ نرم ونازک نور سے بنا ہو خدائی پھول) تو

طبیعت کو خوش دیکھ کر ہم نے عرض کی کہ یارسول اللہ! ہم پہلی حالت کے متعلق کلام کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے (یعنی ہم پوچھنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے کہ آپ ﷺ کچھ پریشان اور غمگین ہیں) اب آپ ﷺ کی طبیعت میں بشاشت ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ (یعنی پہلے پریشان کیوں؟ اور اب اتنے خوش کیوں؟) تو آپ ﷺ نے ارشاد مبارک فرمایا کہ قبر کی تنگی اور خوفناکی میرے سامنے تھی اور زینب رضی اللہ عنہا کا ضعف اور کمزوری بھی مجھے معلوم تھی۔ یہ بات مجھے بہت ناگوار گزر رہی تھی (جس کی وجہ سے پریشانی تھی) پس میں نے اللہ عزوجل سے (قبر کے اندر) دعا کی ہے کہ یا اللہ عزوجل زینب رضی اللہ عنہا کے لئے اس حالت کو آسان فرمادے تو اللہ تعالیٰ نے منظور فرمالیا ہے اور زینب رضی اللہ عنہا سے اس مشکل کو دور کردیا گیا۔ (بنات اربعہ مؤلفہ: حضرت مولانا محمد نافع، محمدی شریف ص ۱۵۶ بحوالہ مجمع الزوائد للہیثمی ج ۳ ص ۴۷، کنز العمال ج ۸ ص ۱۲۰، اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۸)

فائدہ! وضاحت کے ساتھ معلوم ہوا کہ یہی قبر تنگ ہوتی ہے اور جسم عنصری کو تکلیف پہنچتی ہے۔ تبھی تو آپ ﷺ پریشان ہورہے تھے۔ اگر قبر میں کچھ نہ ہوتا، تو آپ ﷺ پریشان بھی نہ ہوتے اور قبر مبارک میں اتر کر دعا وغیرہ بھی نہ کرتے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ تلاوت و دعا وغیرہ کے ذریعے قبر کی تنگی دور ہوجاتی ہے۔ جیسے آپ ﷺ نے بتایا کہ اللہ عزوجل سے میں نے کشادگی قبر کا سوال کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے منظور فرمالیا ہے۔ یہی ایصال ثواب کا مقصد ہوتا ہے کہ قبر میں رکھے ہوئے جسم کو راحت پہنچے اور تیسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ قبر میں ہوتا ہوا سب کچھ نظر آتا ہے لیکن ہر کسی کو نظر نہیں آتا۔

واقعہ نمبر ۳...... یہ واقعہ پہلے بھی گزرا ہے کہ قبر میں مردے کے جسم کو بھی عذاب ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزر رہے تھے تو آپ ﷺ نے دو قبروں سے عذاب کی آواز سنی تو فرمایا ان کو عذاب ہورہا ہے۔ لیکن بڑی وجہ سے نہیں۔ ایک ان میں سے پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا۔ پھر آپ ﷺ نے کھجور کی ایک شاخ لی اس کو بیچ سے چیرا ایک ایک کر کے دونوں قبروں پر رکھ دیا اور پوچھنے پر فرمایا کہ شاید ان کے عذاب میں تخفیف ہوجائے۔ جب تک یہ شاخیں خشک نہ ہوں۔ (بخاری ج ۱ ص ۳۵)

اعتراض...... اس قسم کے واقعات اور بھی حدیثوں میں آتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی قبر تنگ ہوجاتی تھی اور ذکر و دعا اور ایصال ثواب کے ذریعے وہ تنگی ختم ہوجاتی تھی۔

اب اعتراض یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تو مغفور ہیں۔ بخشے بخشائے ہیں۔ یہ قطعی عقیدہ ہے تو عذاب کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، تو پھر قبر کیوں تنگ ہوئی؟

جواب نمبر ۱...... یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم واقعی مغفور ہیں۔ بخشے بخشائے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود انسانوں سے کچھ ایسی خطائیں ہوجاتی ہیں۔ جس کا خود انسان کو پتہ بھی نہیں چلتا اور انسان ان غلطیوں کی طرف توجہ ہی نہیں کرتا جس کی وجہ سے وہ ذمہ میں باقی رہ جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ قبر میں ہی اس کو اس خطا کی سزا دے دیتا ہے۔ تاکہ کل قیامت والے دن بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل فرمادے اور اگر حساب ہوا بھی تو اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ جس کی وجہ سے قیامت کے روز کسی قسم کے عذاب میں مبتلا نہیں ہوگا (اور دوسری بات یہ ہے کہ برزخ من وجہ دنیا ہے۔ یعنی دنیا کے زیادہ قریب ہے۔ کیونکہ اس کا بدن اسی دنیا والی زمین میں کچھ نیچے مدفون ہے تو جس طرح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو دنیا میں رہتے ہوئے، بھول چوک کرنے پر تنبیہ ہوتی تھی ایسے ہی قبر میں تنبیہ ہوتی ہوگی۔ (خطبات حکیم ج ۴ ص ۱۵۱)

جواب نمبر ۲......قبر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایسے دباتی تھی جیسے ماں پیار سے اپنے بیٹے کا سر دباتی ہے اور سر دبانے سے جس طرح راحت ملتی ہے اور تھکاوٹ اترتی ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی قبر تھکاوٹ اتارنے کے لئے اور دوسروں کو عبرت دلانے کے لئے دباتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی شخصیات کو اگر قبر میں اس طرح ہوتا ہے تو ہم کس باغ کے پھول ہیں؟ کہ توکل کر کے گناہوں میں مصروف رہیں۔

واقعہ نمبر ۵......شیخ ابو یزید قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات سنی کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھے اس کو دوزخ کی آگ سے نجات ملے گی تو میں نے یہ خبر سن کر ستر ہزار مرتبہ ''لا الہ الا اللہ'' اپنے لئے بھی کئی دفعہ پڑھا اور اپنی بیوی کے لئے بھی پڑھا اور ذخیرۂ آخرت بنا لیا۔ ابو یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جس کے متعلق یہ بات مشہور تھی کہ اس کو کشف بہت ہوتے ہیں اور یہ صاحب کشف ہے۔ حتیٰ کہ اس کو جنت و دوزخ کا بھی کشف ہوتا ہے۔ مجھے اس کی صحت کے بارے میں شک تھا۔ ایک مرتبہ وہ ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا کہ اچانک اس نے ایک چیخ ماری اور اس کا سانس پھولنے لگا اور کہنے لگا کہ میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے۔ مجھے اپنی ماں کی حالت نظر آئی ہے۔ حضرت قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس کی گھبراہٹ پریشانی دیکھ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب ستر ہزار والا اس کی ماں کو بخش دوں تو میں نے چپکے سے بخش دیا۔ اس کو بھی پتہ نہ چلا۔ حضرت قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے اس پڑھنے کی خبر بھی اللہ کے سواء کسی کو نہ تھی۔ (یعنی میں نے جو نصاب پڑھا ہوا تھا۔ اس کا علم کسی کو نہیں تھا اور نہ ہی میں نے کسی کو بتایا ہوا تھا) تو وہ نوجوان اب کہنے لگا کہ چچا میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹا دی گئی ہے۔ حضرت قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کے دو فائدے ہوئے۔ ایک فائدہ تو اس برکت کا جو میں نے ستر ہزار والا سنا ہوا تھا۔ اس کا تجربہ ہوا کہ وہ بالکل ٹھیک ہے۔ دوسرا اس نوجوان کے کشف کی سچائی کا۔ (فضائل اعمال حضرت شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ ص ۴۸۴)

واقعہ نمبر ۶......حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے علمائے دیوبند کے بڑے حضرات میں سے گزرے ہیں اور دارالعلوم دیوبند کے سرپرست بھی رہے ہیں اور بڑے فقیہ اور بزرگ عالم دین بھی تھے۔ مستقل خانقاہ بھی تھی۔ حضرت مولانا شیخ الہند مولانا محمود الحسن حضرت مولانا حسین احمد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور جتنے بھی دیوبند کے اندر بڑے بڑے علماء گزرے ہیں۔ ان میں سے اکثر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء اور مرید تھے اور دیوبندی نسبت اصل کے اعتبار سے ان کی طرف ہی منسوب ہے۔ حضرت کی خانقاہ کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ خانقاہ میں گھڑے کے ساتھ جو برتن پانی پینے کے لئے رکھے جاتے تھے۔ وہ پانی پینے کے برتن بھی مٹی کے بنے ہوئے تھے۔ ان کو مٹی کا پیالہ بھی کہتے ہیں اور مٹی کا گلاس بھی کہتے ہیں۔ ایک دفعہ یہ مٹی کا گلاس خانقاہ میں نیا لایا گیا۔ جب اس میں لوگ پانی ڈال کر پیتے تو پانی بہت کڑوا ہوتا اور ذائقہ بہت بدمزہ ہوتا۔ اسی پانی کو اگر کسی دوسرے برتن میں ڈال کر پیتے تو پانی بالکل صحیح خوش ذائقہ اور ٹھیک ہو جاتا، دوبارہ پھر اس پانی کو اسی نئے مٹی والے گلاس میں ڈالتے تو وہ پھر کڑوا، بدذائقہ ہو جاتا، لوگ بڑے حیران اور تعجب میں مبتلا کہ بھائی یہ کیا واقعہ ہے؟ اس طرح کیوں ہوتا ہے؟ تو صوفیاء حضرات جو اس خانقاہ میں جمع تھے۔ انہوں نے اس واقعہ کی خبر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو دی کہ حضرت معاملہ اس طرح ہے۔ تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے مراقبہ کیا۔ مراقبہ کے بعد بتایا کہ یہ گلاس مٹی کا جس مٹی سے بنا ہوا ہے۔ یہ مٹی قبرستان کی ہے اور کسی قبر کی ہے اور اس قبر والے کو عذاب ہو رہا ہے اور اس عذاب کے

اثرات ہیں۔اس برتن میں اس وجہ سے جب پانی اس میں ڈالا جاتا ہے،تو یہ اثرات پانی میں بھی آ جاتے ہیں۔جس کی وجہ سے وہ بدمزہ ہو جاتا ہے۔تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ نے خانقاہ والوں کو کہا کہ ستر ہزار دفعہ کلمہ پڑھو(لا الہ الا اللہ) کیونکہ روایات میں آتا ہے کہ لا الہ الا اللہ ستر ہزار دفعہ پڑھ کر ایصال ثواب کیا جائے۔تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے مردے کو بخش دیتے ہیں۔جب کلمہ پڑھ لیا گیا،تو اس کا ثواب اسی قبر والے کو جس کی قبر کی مٹی سے برتن بنا ہوا تھا،ایصال ثواب کروادیا اور ایصال ثواب کے بعد دعا کرائی۔اس کی مغفرت کے لئے جب دعا ہوگئی تو اب حضرت نے فرمایا کہ اب اس برتن میں پانی ڈال کر چیک کرو اور پانی کو چکھو تو اب لوگوں نے چکھا تو پانی بالکل ٹھیک اور خوش ذائقہ تھا،کڑواہٹ ساری ختم ہوگئی تھی۔(الحمد اللہ) (خطبات حکیم العصر ج۶ ص ۱۳۱)

فائدہ! اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اسی قبر میں عنصری جسم کو روح کے تعلق کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے اور اس عذاب کے اثرات مٹی میں بھی ہوتے ہیں۔جن کو اللہ تعالیٰ کبھی کبھی ظاہر کر دیتے ہیں۔پھر ایصال ثواب سے اسی جسم عنصری کو قبر میں راحت بھی ملتی ہے اور عذاب ہلکا،یا بالکل ختم بھی ہو جاتا ہے اور پھر جو اثرات مٹی وغیرہ میں ہوتے ہیں۔وہ بھی ختم ہو جاتے ہیں۔یہ ساری چیزیں صراحت کے ساتھ معلوم ہو رہی ہیں۔ان کا انکار عقل میں آنے والی بات نہیں۔دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے علماء دیوبند کو بہت اونچی شان دی ہے۔یہ ہمارے اکابر ہیں۔اگر ان جیسے کسی فرقے کے اکابر ہوں تو سامنے لائے۔

اولا ئک آبائی فجئنی بمثلھم اذا اجمعتنا یاجریر المجامع

تیسری یہ بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ قبر میں رکھے ہوئے جسم عنصری کے ساتھ روح کا تعلق قوی ہوتا ہے۔یہ جسم مثالی جسم نہیں اور نہ ہی صرف عذاب روح کو دیا جاتا ہے بلکہ روح مع الجسد کو دیا جاتا ہے۔

واقعہ نمبر ۷......حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ کے پاس ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ حضور میری بیٹی کا انتقال ہو گیا ہے۔اب میں چاہتی ہوں کہ اس کو خواب میں دیکھوں۔تاکہ اداسی ہلکی ہو جائے۔آپ مجھے کوئی عمل بتا دیں جس سے میں اپنی بیٹی کو دیکھ سکوں۔حضرت نے کوئی عمل بتا دیا۔رات کو اس نے خواب میں اپنی بیٹی کو دیکھا کہ وہ بے چاری عذاب میں مبتلاء ہے۔تارکول (لُک کا لباس پہن رکھا ہے۔گردن میں زنجیر ہے اور پاؤں میں بیڑیاں ہیں۔اس عورت نے یہ خواب حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ کو بتایا کہ اس طرح میں نے دیکھا۔حضرت نے دعا وغیرہ کی ہوگی۔خیر کچھ عرصہ بعد وہی لڑکی حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ کے خواب میں آئی۔حضرت نے دیکھا کہ وہ بڑی خوش وخرم،سر پر تاج،لڑکی نے کہا کہ اے حسن رحمۃ اللہ تم نے پہچانا؟ میں اسی عورت کی بیٹی ہوں جو آپ کے پاس آئی تھی۔آپ رحمۃ اللہ نے فرمایا اس نے تو کچھ اور بتایا تھا۔آپ کو یہ مقام کیسے مل گیا؟ تو وہ کہنے لگی کہ ایک بار ایک شخص قبرستان کے قریب سے گزر رہا تھا،تو اس نے آپ ﷺ کی ذات اقدس پر درود شریف پڑھا اور قبرستان والوں کو بخش دیا۔اس قبرستان میں پانچ مردوں کو عذاب ہو رہا تھا۔آواز آئی کہ آدمی کے درود شریف پڑھنے کی وجہ سے اور درود پاک برکت سے ان مردوں سے عذاب ہٹادو۔

فائدہ! معلوم ہوا کہ اس قبرستان میں جسم عنصری کو عذاب ہوتا ہے۔کیونکہ درود پاک پڑھنے والا شخص اسی قبرستان سے گزر رہا تھا۔نہ کہ علیین والے قبرستان سے (جو منکرین حیات کا نظریہ ہے) گزرتے ہوئے درود پاک پڑھا اور بخش دیا اور اس لڑکی نے یہ بھی بتایا کہ قبرستان میں پانچ مردوں کو عذاب ہو رہا تھا۔معلوم ہوتا ہے کہ ان کی روحیں

آپس میں ملاقات بھی کرتی ہیں اور ایک دوسرے کے حالات بھی دیکھتی اور سنتی ہیں اور ان روحوں کا جسم عنصری کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے جسم بھی عذاب وراحت کو محسوس کرتے ہیں اور ایصال ثواب کا فائدہ بھی پہنچتا ہے۔

عذاب قبر کا عبرت انگیز واقعہ اور ایصال ثواب

واقعہ نمبر ۸...... حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے تھے کہ میرے ایک ملنے والے تھے جن کا نام مولوی مصطفیٰ صاحب ہے۔ انہوں نے ایک بڑا عجیب واقعہ سنایا ہے کہ ہندوستان کے شہر دلی میں دریائے جمنا کے اندر سیلاب آ گیا۔ جس کی وجہ سے ایک قبرستان میں کچھ قبریں اکھڑ گئیں۔ ایک قبر کھلی تو کچھ لوگوں نے دیکھا کہ مردہ پڑا ہوا ہے۔ اور اس کی پیشانی پر ایک چھوٹا سا کیڑا ہے۔ جب وہ ڈنگ مارتا ہے تو پوری لاش لرز جاتی ہے۔ تھرتھرا جاتی ہے اور اس کا رنگ بدل جاتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ لاش اپنی اصلی کیفیت پر آ جاتی ہے۔ تو وہ کیڑا پھر ڈنک مارتا ہے۔ لاش کی پھر وہی کیفیت ہو جاتی ہے۔ سب لوگ دیکھ بھی رہے ہیں اور حیران و پریشان اور خوف زدہ بھی ہو رہے ہیں۔ ایک آدمی دھوبی کا کام کرتا تھا۔ وہ جمنا کے گھاٹ پر آیا ہوا تھا۔ وہ بھی اس واقعہ میں شامل تھا۔ اس سے رہا نہ گیا۔ اس نے ایک کنکری اس بچھو نما کیڑے کو ماری۔ وہ کیڑا اچھل کر باہر آیا اور اس دھوبی کی پیشانی پر اڑ کر ڈنگ مار دیا۔ پھر دوبارہ وہیں جا کر بیٹھ گیا۔ بس پھر کیا تھا کہ وہ دھوبی چلانے لگا اور تڑپنے لگا۔ ہائے ہائے درد کی وجہ سے برا حال۔ لوگوں نے پوچھا کیا ہو گیا؟ نظر تو کچھ نہیں آ رہا تو اس نے جواب دیا کہ مجھے ایسی تکلیف ہے کہ مجھے صرف ایک بچھو نے اور ایک سانپ نے نہیں ڈنگ مارا، بلکہ میرے بدن کے ایک ایک عضو میں بلکہ ایک ایک رونگٹے اور بال میں گویا ہزاروں بچھوؤں کا زہر اور آگ کی چنگاریاں بھر دی گئی ہیں۔ ایسی کیفیت ہے۔ چنانچہ وہ تین دن تک یوں ہی ہسپتالوں میں تڑپتا رہا بالآخر وہ مر گیا۔ تو مولوی مصطفیٰ صاحب فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ یہ اس دنیا کا کیڑا نہیں۔ بلکہ دوزخ کے عذاب کی ایک شکل ہے تو میں نے سوچا کہ اس کا دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے۔ ہمت کر کے میں قریب جا کر اس مردے کے پاس بیٹھ گیا۔ اور کچھ سورتیں یٰسین شریف، سورۃ اخلاص وغیرہ پڑھنا شروع کر دیا۔ جب میں نے قرآن کی تلاوت شروع کی تو وہ کیڑا چھوٹا ہونا شروع ہو گیا اور ہوتے ہوتے بالآخر ختم ہو گیا تو ہم لوگ بڑے خوش ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مردے کو عذاب سے نجات دے دی ہے۔ اس کا کفن وغیرہ برابر کر کے قبر بند کر دی گئی اور لوگ توبہ توبہ کرتے ہوئے واپس لوٹ گئے۔ (ماہنامہ لولاک ذوالقعدہ ص ۳۰، ۱۴۳۲ھ)

فائدہ! قارئین آپ حضرات نے بخوبی جان لیا ہوگا کہ اس زمینی قبر میں جسم عنصری کو گناہوں کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔ پھر ایصال ثواب کے ذریعے وہ عذاب ہلکا یا بالکل ختم بھی ہو جاتا ہے۔

عجیب وغریب میت کا دنیا کے اندر واقعہ اور ایصال ثواب

واقعہ نمبر ۹...... ایک تبلیغی ساتھی نے ہندوستان کا ایک واقعہ سنایا کہ ایک علاقہ میں ہماری جماعت گئی۔ ہم ایک مسجد میں اپنے تبلیغی کاموں میں مصروف تھے کہ اچانک محلہ کے کچھ لوگ گھبرائے ہوئے خوف زدہ آئے اور آ کر کہا کہ ذرا جلدی سے آپ حضرات ہمارے گھر چلیں کیونکہ ہمارے گھر میں ایک فوتگی ہو گئی ہے اور اس کے ساتھ بڑا عجیب

معاملہ ہو رہا ہے۔ چنانچہ ہم جماعت والے سب ساتھی جلدی سے چلے گئے۔ جا کر کیا دیکھتے ہیں؟ کہ ایک عورت کی لاش کمرے میں رکھی ہے۔ اور بہت بڑے کن کھجورے (یہ ایک قسم کا زمین پر چلنے والا کیڑا ہے جس کے پاؤں دائیں بائیں بہت زیادہ ہوتے ہیں اور بڑا خوفناک ہوتا ہے) دائیں بائیں منہ کھولے کھڑے ہیں اور اتنی خوفناک شکل کے ساتھ تھے کہ ان کو دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ قریب جانے کی تو کسی کو ہمت نہ ہوئی۔ سارے گھر والے بھی بے چارے خوف کے مارے پریشان ایک علیحدہ کمرہ میں جمع تھے۔ دہشت کی وجہ سے اس کے قریب بھی کوئی نہیں جاتا تھا۔ اب گھر والوں نے کہا کہ ہم آپ کو اس وجہ سے بلا کر لے آئے ہیں کہ آپ لوگ نیک انسان ہیں۔ ہمارا تو خوف سے برا حال ہے۔ آخر اس میت کو قبر میں پہنچانا بھی ہے۔ غسل اور کفن، نماز جنازہ بھی پڑھنی ہے۔ اس کو اس جگہ سے ہم کیسے اٹھائیں؟ چاروں طرف سے وہ کیڑے بڑے بڑے گھیرے ہوئے ہیں۔ آپ مہربانی فرما کر کچھ قرآن پاک کی تلاوت اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کوئی آسانی والا معاملہ فرمائے اور اس مصیبت سے ہماری جان چھوٹے۔ کم از کم اتنا موقع تو مل جائے کہ ہم اس کو قبرستان تک تو پہنچا دیں اور اپنی ذمہ داری سے چھٹکارا حاصل کریں۔ جماعت والے ساتھیوں نے سوچا کہ یہ عذاب اس کے گناہ کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو عبرت دلانے کے لئے ظاہر فرما دیا ہے۔ کیوں نہ ہم سارے مل کر اس لاش کے لئے استغفار کریں اور دعا کریں اور ایصال ثواب کریں۔ اللہ تعالیٰ انشاء اللہ مہربانی فرمائے گا۔ چنانچہ ہم سب مل کر ایک جگہ پر بیٹھ کر استغفار اور دعا اور قرآن وغیرہ پڑھا اور اللہ سے یوں دعا کی کہ یا اللہ اتنی دیر کے لئے تو اس سے عذاب کو دور کر دے کہ ہم اپنا فرض ادا کریں اور اس کو قبر تک پہنچا سکیں۔ روتے رہے۔ آنسو گرتے رہے اللہ تعالیٰ کے سامنے۔ کافی دیر بعد دیکھا کہ وہ سب کنکھجورے میت کا محاصرہ چھوڑ کر ایک کونہ میں جمع ہو گئے ہیں۔ ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہو گئی ہے۔ اب جلدی سے اس کو غسل دو اور جنازہ پڑھ کر قبر میں اتار دو۔ انہوں نے جلدی سے یہ سارے کام مکمل کئے اور قبرستان لے گئے۔ جب قبر میں اتارنے لگے تو دیکھا کہ وہ سب کنکھجورے قبر کے اندر ایک کونہ میں جمع ہیں (ہم نے جلدی سے وہ قبر بند کی اور توبہ توبہ کرتے ہوئے واپس لوٹ آئے) اب اس گھر والوں سے پوچھا گیا کہ کیا گناہ کرتی تھی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ٹی وی بہت دیکھتی تھی۔

(ٹی وی اور عذاب قبر، از مولانا عبدالرؤف دار العلوم کورنگی کراچی ص ۲۳)

عقیدہ نبوت...... پندرھواں اختلاف

(انکار حیات النبی ﷺ دراصل انکار نبوت ہے)

اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کا عقیدہ

ختم نبوت کے بارے میں یہ ہے کہ آپ علیہ السلام پر ہر قسم کی نبوت اور وحی کا اختتام ہو چکا ہے اور آپ ﷺ کا آخری نبی و رسول ہونا اسلام کے ان بدیہی مسائل اور عقائد میں سے ہے، جن کو تمام عام و خاص، عالم و جاہل شہری و دیہاتی، صرف مسلمان ہی نہیں۔ بلکہ غیر مسلم بھی بخوبی جانتے ہیں اور سب مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ آپ علیہ السلام کے بعد کوئی نیا نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ ہر قسم کی نبوت و رسالت آپ ﷺ پر ختم ہو چکی ہے اور یہ مسئلہ اتنا بدیہی ہے کہ اس میں شک و شبہ کرنے والا بھی کافر اور زندیق ہے۔ اس کے کفر و ارتداد میں بھی کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔ جس طرح یہ عقیدہ بالکل واضح ہے اور اس پر ایمان لانا فرض سے بڑھ کر فرض ہے۔

عقیدہ نبوت

اسی طرح یہ عقیدہ رکھنا بھی فرض ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام خاص کر آپ ﷺ وفات کے بعد بھی اپنی اپنی مزار مقدسہ میں اسی طرح حقیقتہً نبی اور رسول ہیں جس طرح وفات سے پہلے ظاہری حیات کے ساتھ تھے۔ یعنی آپ ﷺ اپنے روضۂ اطہر میں، اسی طرح وصف نبوت اور وصف رسالت کے ساتھ حقیقتہً موصوف ہیں جس طرح دنیا کے اندر نبوت اور رسالت کے ساتھ موصوف تھے مثلاً علم، شعور، فہم، ادراک حیات، رسالت ونبوت، سماع یعنی سننا، احساس، یعنی انبیاء کرام علیہم السلام اپنی مزارات میں اور بالخصوص آپ علیہ السلام کو روضۂ اطہر کے اندر جو حیات حاصل ہے۔ وہ خود ان کے حق میں حسی ہے اس طور پر کہ وہ اپنے جسم مبارک کے تمام اعضاء میں حیات کے آثار وعلامات محسوس کرتے ہیں۔ جس طرح دنیا میں ایک تندرست انسان روح کا اثر اپنے تمام اعضاء میں محسوس کرتا ہے بعینہ اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام دنیا سے رخصت ہونے کے بعد۔ اپنے اپنے بدن مبارک میں زندگی کی علامات دنیاوی زندگی سے بھی زیادہ محسوس کرتے ہیں۔ یہی عقیدہ علماء اہل سنت والجماعت کا اتفاقی واجماعی عقیدہ ہے اس پر ایمان رکھنا فرض ہے۔

منکرین حیات کا عقیدہ نبوت

یہ ہے کہ موت آنے کے بعد کسی بھی فرد بشر کے جسم عنصری میں کسی قسم کی کوئی حیات نہیں۔ نہ ہی روح کا تعلق ہے جسم عنصری سے، نہ روح جسم عنصری میں آتی ہے۔ اس بارے میں سب انسان فوت ہونے کے بعد برابر ہوتے ہیں۔ خواہ انبیاء کرام علیہم السلام ہوں، یا کوئی عام انسان خاص کر انبیاء کرام علیہم السلام اور آپ علیہ السلام کو اپنی اپنی مزارات کے اندر کسی قسم کا کوئی علم نہیں۔ نہ ہی کچھ سنتے ہیں۔ نہ کچھ حیات ہے۔ نہ کچھ احساس۔ نہ ہی جسم عنصری نبوت ورسالت سے موصوف ہے۔ غرض زندگی کی کوئی علامت جسم عنصری کو حاصل نہیں۔ اپنے اعضاء مبارک میں زندگی کے کوئی آثار محسوس نہیں کرتے۔ بے جان، بے حس اور بے شعور ہیں۔ گویا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ دنیا کے اندر تو جسم بھی نبوت ورسالت کے ساتھ موصوف تھا روح کے ساتھ۔ لیکن روح کے نکلنے کے بعد جسم عنصری کو کسی قسم کی کوئی نبوت ورسالت حاصل نہیں۔ کیونکہ نبوت ورسالت کے لئے حس وعلم اور حیات سے موصوف ہونا لازم ہے اور یہ چیزیں جسم عنصری کو حاصل نہیں۔ جب یہ حاصل نہیں تو اس پر حقیقی اعتبار سے رسول اللہ کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ بلکہ یہ سب چیزیں روح کو حاصل ہیں وہی روح حقیقی طور پر رسول اللہ اور نبی اللہ ہے۔ جسم کو اس میں کسی قسم کا کوئی دخل نہیں۔ اس لئے کہ بغیر تعلق روح کے ابدان مدفونہ مثل جمادات کے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک! جیسے صاحب ندائے حق کہتا ہے کہ بات تو ثابت اور محقق ہو چکی ہے کہ رسالت اور نبوت دراصل روح کی صفت ہے۔ نہ کہ جسم عنصری مع الروح کی اور موت کا روح کے ساتھ کوئی تعلق نہیں یعنی روح نہیں مرتی۔ لہٰذا رسالت ونبوت بھی بقائے روح کی وجہ سے اپنے حال پر حقیقی طور پر قائم ہے (یعنی روح باقی ہے کہ اس پر موت نہیں آئی۔ لہٰذا نبوت ورسالت بھی باقی ہے۔ لیکن جسم عنصری کو موت آتی ہے لہٰذا وہ نبوت ورسالت سے ختم ہو گیا ہے) (ندائے حق ص ۵۰۸ ج ۱)

فائدہ! نبوت ورسالت کا سارا دارومدار حیات ابدان پر ہے اور حیات ثابت ہوتی ہے روح کے بدن مبارک کے ساتھ تعلق کی وجہ سے۔ جب روح کا بدن سے قوی تعلق مانیں گے تو حیات، علم وشعور، نبوت ورسالت

غرض سب چیزیں خود بخود ثابت ہو جائیں گی۔ گویا یہ عقیدہ رکھنا ضروری اور فرض ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو وفات کے بعد بھی روح کے تعلق کی وجہ سے ادراک وشعور وغیرہ حاصل ہے۔ منکرین حیات چونکہ حیات ابدان نہیں مانتے اور روح کا جسم عنصری سے تعلق نہیں مانتے۔ علم وشعور وغیرہ بھی نہیں مانتے۔ تو ان چیزوں سے خود بخود ثابت ہو گیا ہے کہ نبوت ورسالت بھی جسم کے لئے نہیں مانتے۔ کیونکہ نبوت ورسالت کے لئے، علم وفہم، شعور وادراک ضروری ہے۔ یہ نہیں مانتے تو نبوت ورسالت بھی نہیں۔ ہاں! اگر یہ منکرین حیات اس چیز کا اقرار کریں کہ روضۂ اطہر میں جو شخصیت مدفون وموجود ہے۔ اس کو رسول اللہ بھی مانتے ہیں اور نبی اللہ بھی مانتے ہیں لیکن ہے العیاذ باللہ بے شعور، بے حس وبے حیات تو ان کی یہ بات بڑی جسارت اور گستاخی پر مبنی ہوگی۔ کیونکہ ایک ذات کو نبی ورسول بھی کہنا اور ساتھ ساتھ بے علم وبے احساس بھی کہنا نہایت مکروہ اور نازیبا وگستاخانہ الفاظ ہیں۔ جو گناہ کبیرہ ہیں۔ ان سے توبہ فرض ہے۔ اگر اس کو صحیح سمجھتے ہیں تو پھر اپنے ایمان کی خیر منائیں۔ کیونکہ جس طرح حرام کو حلال سمجھنے والا دائرۂ اسلام سے خارج ہے اسی طرح ایسا بدعقیدہ آدمی بھی اگر توبہ نہ کرے تو دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ بہر حال علماء اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق واتحاد واجماع ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبور مبارکہ میں جسم عنصری کے ساتھ نبوت ورسالت والی صفت کے ساتھ موصوف ہیں حقیقۃً جو شخص وفات کے بعد نبوت اور رسالت والی صفت حقیقۃً جسم عنصری کے لئے نہیں مانتا۔ وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (قبر کی زندگی ص ۴۳۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم عنصری نبوت ورسالت سے موصوف ہے

قارئین! اب آپ حضرات دلائل پڑھیں اس بات پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم عنصری بھی نبوت ورسالت کے ساتھ اسی طرح موصوف ہے جس طرح دنیا کے اندر موصوف تھا۔ جتنی ختم نبوت پر دلیلیں پیش کی جاتی ہیں۔ وہ ساری کی ساری اسی جسم عنصری کے لئے ہیں اکیلی روح کے لئے نہ کوئی لفظ آیا ہے نہ ہی اکیلی روح صرف نبی ہو سکتی ہے۔ روح اور جسم دونوں کے مجموعے کا نام ہے رسول اللہ، نبی اللہ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

عقیدہ نبوت دلائل کی روشنی میں

دلیل نمبر ۱...... ”ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النّبیین (الاحزاب: ۴۰)“ اس آیت میں رسول اللہ کا لفظ اور خاتم کا لفظ روح اور جسم دونوں کے مجموعے کے لئے بولا گیا ہے۔ جس طرح قرآن پاک کی اس آیت کا حکم آپ علیہ السلام کی زندگی میں تھا کہ رسول اللہ اور خاتم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو کہا جاتا تھا۔ بالکل اسی طرح قیامت تک یہ حکم جاری رہے گا اور آپ علیہ السلام کی ذات اقدس کو یعنی جسم مبارک اور روح مبارک دونوں کے مجموعے کو رسول اللہ کہیں گے۔ جو یہ نہیں مانتا وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ کفر میں داخل ہو چکا ہے۔

دلیل نمبر ۲...... ”ومامحمد الا رسول (آل عمران: ۱۴۴)“

دلیل نمبر ۳...... ”محمد رسول اللّٰہ والذین معه اشداء علی الکفار (فتح: ۲۹)“ اور جہاں کہیں رسول اور نبی کے لفظ آئے ہیں۔ اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے جسد مع الروح کے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان آیات کے اترتے وقت اللہ تعالیٰ کے رسول تھے۔ اسی جسم عنصری کے ساتھ رسالت ونبوت والی صفت اکمل طور پر قائم

تھی۔ بالکل اسی طرح قیامت تک یہی حکم رہے گا کہ آپ علیہ السلام کی ذات اقدس جس طرح دنیا میں جسم عنصری کے ساتھ نبوت ورسالت کے ساتھ موصوف تھی۔ اب بھی ہے روضۂ اطہر میں قیامت تک اور قیامت کے بعد ابدال آباد تک۔ خوب سمجھ لینا چاہیے یہی عقیدہ علماء دیوبند کا ہے۔ (الحمد للہ) اور اسی طرح احادیث مبارکہ کے اندر بھی جہاں کہیں نبی اور رسول کے الفاظ آئے ہیں ان سے مراد بھی آپ ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ یعنی نبی اور رسول کا لفظ جس طرح آپ علیہ السلام کے لئے دنیا میں اپنے جسم مع الروح پر بولے جاتے تھے۔ اسی طرح دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی وہ الفاظ آپ کے جسم مع الروح پر بھی بولے جائیں گے نہ کہ صرف اکیلی روح پر جیسے کہ منکرین حیات کہتے ہیں۔

عقیدہ نبوت احادیث کی روشنی میں

حدیث نمبر ۱......"قال رسول اللہ ﷺ لانبی بعدی ولاامته بعد امتی (رواہ البیہقی)" آپ ﷺ نے ارشاد مبارک فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور میری امت کے بعد کوئی امت نہیں ہوگی)

فائدہ! جہاں اس حدیث سے مرزائیوں کا بطلان واضح ہو رہا ہے۔ وہاں ان کے چھوٹے بھائیوں کا بھی بطلان واضح نظر آ رہا ہے کہ نبی سے مراد جیسے دنیا کے اندر آپ کی ذات اقدس تھی اب بھی ذات اقدس ہی مراد ہے نہ کہ صرف اکیلی روح۔

دلیل نمبر ۲......"وعن انس رفعه ان الرسالة والنبوة قد انقطعت ولا نبی بعدی ولا رسول (اخرجه ابو یعلی من الفتح ص ۲۳۲ ج ۱۲)" (حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد پاک فرمایا کہ رسالت اور نبوت ختم ہوگئی ہے۔ میرے بعد نہ کوئی نبی ہوسکتا ہے نہ رسول ہوسکتا ہے)

فائدہ! قادیانیوں اور منکرین حیات کی ان احادیث سے جڑ ہی ختم ہو جاتی ہے کہ ان کا عقیدہ کسی صورت میں بھی صحیح نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ لفظ "بعدی" میں یا ضمیر متکلم کی روح مع الجسد پر دلالت کرتی ہے نہ کہ صرف روح پر۔

دلیل نمبر ۳......"عن عقبة بن عامر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لوکان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب (رواہ الخطیب)" "حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوتے۔

فائدہ! اس حدیث میں بھی لفظ نبی جس طرح آپ ﷺ کی ذات پر دنیا میں بولا جاتا تھا۔ اب بھی بعینہ اسی طرح بولا جائے گا۔ اس لفظ نبی ورسول کا آپ ﷺ کی ذات پر بولا جانا مستقل حیات کی دلیل ہے۔ کیونکہ اللہ کا نبی ورسول زندہ ہوتا ہے۔ اس کو مردہ کہنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے والی بات ہے۔

دلیل نمبر ۴......"عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ انا احمد وانا محمد، والحاشر، والمقفی والخاتم (رواہ الخطیب، وابن عساکر من الکنز ص ۱۱۶ ج ۲)" (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد مبارک فرمایا کہ میں احمد ہوں اور محمد ہوں اور حاشر ہوں اور مقفی اور خاتم ہوں)

فائدہ! جتنے نام حدیث مبارک میں آئے ہیں جیسے آپ ﷺ کی ذات اقدس پر دنیا میں بولے جاتے تھے۔ اسی طرح اب بھی آپ ﷺ کی ذات پر ہی بولے جائیں گے۔ جیسے دنیا میں روح کا جسم کے ساتھ بدخول روح تعلق تھا۔ اب بھی ایسے ہی ہے بلکہ اس دنیا سے بھی قوی تعلق ہے۔

دلیل نمبر ۵...... حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ بات صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ فرط محبت میں آ کر آپ ﷺ کی قبر مبارک پر اپنا چہرہ مبارک رکھ دیا۔ (یعنی قبر مبارک کو چمٹ گئے جیسے بچہ پیار سے ماں کو چمٹ جاتا ہے) کسی شخص نے دیکھ کران پر نکیر فرمائی (کہ ایسے کرنا صحیح نہیں ہے) انہوں نے جواب دیا کہ میں اینٹ یا پتھر کے پاس نہیں آیا بلکہ میں تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں۔

فائدہ! حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں کسی اینٹ یا پتھر کی پاس نہیں آیا۔ جو بے جان اور بے شعور ہوتے ہیں ان میں کسی قسم کی حیات نہیں ہوتی بلکہ میں تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں جو وصف نبوت ورسالت سے موصوف ہیں اور حیات ہیں اور سارا میرا معاملہ دیکھ رہے ہیں۔ یہ فرما کر قائلین حیات ومنکرین حیات کو الگ الگ کر دیا کہ قائلین حیات شعور، علم، احساس والے ہیں اور منکرین حیات بے شعور، بے علم، بے حس بے حیات ہیں اگر بالفرض والمحال روضۂ اطہر میں کچھ حیات آپ علیہ السلام کے لئے ثابت نہ ہوتی جیسے کہ منکرین کہتے ہیں تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کبھی بھی ایسے الفاظ نہ کہتے اور نہ ہی ایسا فعل کرتے جیسے کیا ہے۔

قارئین! سینکڑوں ہزاروں دلیلیں اس لفظ رسول اور نبی پر پیش کی جاسکتی ہیں کہ جس طرح دنیا میں یہ لفظ جسم مع الروح کے لئے بولا جاتا تھا۔ اب بھی ویسے ہی بولا جاتا ہے اور جتنے مسلمان درودوسلام پڑھتے ہیں دور سے یا قریب روضۂ اطہر سے وہ بھی سب کے سب الفاظ عقیدۂ حیات النبی ﷺ پر واضح ثبوت ہیں اور اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی ذات اقدس میں موت کی وجہ سے کسی قسم کا کوئی تغیر نہیں آیا جیسے قرآن پاک میں آیا ''وللآخرة خیر لک من الاولیٰ'' آپ ﷺ کی اخرت دنیا سے بہتر ہے۔ یعنی ہر آنے والی گھڑی آپ ﷺ کے لئے بہتر ہوگی، پچھلی گھڑی سے مزید دلائل کی ضرورت نہیں سمجھنے والوں کے لئے اشارہ کافی ہوتا ہے۔

آپ ﷺ کے جسد اطہر کا روضۂ اطہر میں نبوت ورسالت سے موصوف ہونا

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حقوق نبوت میں سے چھ حق ایسے ہیں اور اس قدر اعلیٰ اور اشرف اور ضروری ہیں کہ ان پر ایمان لانا ضروری اور فرض ہے۔ اس کے بغیر انسان مسلمان ہی نہیں رہ سکتا۔

حق نمبر ۱...... نبوت کے ابدی ہونے پر ایمان لانا۔ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ کے ایک سچے رسول پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اس طرح یہ ماننا بھی ضروری ہے کہ وہ آج بھی نبی ہیں (جسد اطہر نبوت اور رسالت سے موصوف ہے) جیسے علماء اسلام نے فرمایا کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ اگر بالفرض والمحال نبی سے اگر کوئی خلاف اولیٰ کام سرزد ہو جائے تب بھی اس سے نبوت کو نہیں چھینا جاتا۔ اسی طرح جب کہ آپ ﷺ پر موت طاری ہوگئی تو اس موت سے نبوت پر کسی قسم کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ بلکہ وہ اب بھی اسی طرح نبی اور رسول ہیں جس طرح اس دنیا میں نبی اور رسول تھے جیسا کہ نیند کے وقت بھی نبی، نبی ہی رہتا ہے موت کو بھی نیند کا بھائی کہا گیا ہے۔ یعنی جس طرح آپ ﷺ کی نینداور عام انسانوں کی نیند بظاہر ایک طرح کی نیند ہے، کوئی فرق ظاہراً نظر نہیں آتا۔ مگر لیکن درحقیقت زمین وآسمان کا فرق ہے اس طرح کہ عام لوگوں کا نیند کی حالت میں وضوٹوٹ جاتا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کا وضو باقی رہتا ہے۔ اس پر نیند کچھ اثر نہیں کرتی اس لئے انبیا کرام علیہم السلام نیند کے بعد وضو کی ضرورت محسوس نہیں کرتے بالکل اسی طرح عام انسانوں اور انبیاء کرام علیہم السلام پر موت آجاتی ہے۔ ظاہراً سب کو ایسے لگتی ہے جیسے سب موت میں برابر

ہوں۔لیکن عام انسانوں کے موت کی وجہ سے سب کمالات ختم ہوجاتے ہیں سلب ہوجاتے ہیں۔مگر اللہ کا نبی، نبی ہی رہتا ہے موت سے نبوت اور رسالت والی صفت ختم نہیں ہوتی۔اسی طرح باقی رہتی ہے جس طرح پہلے تھی اس لئے موت کی وجہ سے انبیاء کرام علیہم السلام کو نبوت اور رسالت سے معزول سمجھ لینا ''فرقہ متقشفہ'' کا مذہب ہے اور یہ واضح کفر ہے(جس کے صحیح جانشین منکرین حیات بنے ہوئے ہیں) (التمہید ص ۸۰، رحمت کائنات ص ۳۵۷)

فائدہ! اگر نبوت اور رسالت موت کی وجہ سے معاذ اللہ ختم ہوجاتی تو ہم کلمہ میں جو رسالت کا اقرار کرتے ہیں کہ حضرت محمد اللہ ﷺ کے رسول ہیں، یہ عقیدہ صحیح نہ ہوتا بلکہ ایک گزشتہ بات کی خبر ہوتی کہ معاذ اللہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول تھے اب نہیں ہیں اللہ تعالیٰ ایسے گندے عقیدے رکھنے سے نجات عطا فرمائے۔

نوٹ: ابونصر وائلی (المتوفی ۴۴۴ھ) نے یہ انکار حیات والا عقیدۂ باطلہ شائع کرنے اور پھیلانے کی کوشش کی تھی کہ جب کوئی نبی علیہ السلام دنیا سے سفر کر جاتا ہے تو اس کی نبوت والی صفت ہی جسد اطہر سے ختم ہوجاتی ہے اور اس کی دعوت بھی ختم ہوجاتی ہے۔دوسرے الفاظ میں یوں سمجھیں کہ اس لعین کا یہ عقیدہ تھا کہ اب آپ ﷺ اللہ کے نبی اور رسول نہیں رہے۔اس لئے اس وقت کے علماء کرام نے اس باطل عقیدہ کی پرزور تردید کی اور امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ نے اس بحث کو بیان کرنے کے بعد لکھا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے ابدی نبی ہیں۔یہی اہل حق کا مذہب ہے جو اس کے خلاف دوسرا عقیدہ رکھے یا اپنے غلط عقیدے کو علماء حق کی طرف منسوب کرے (جیسے منکرین حیات کرتے ہیں) فعلیہ لعنت اللّٰہ والملا ئکۃ والناس اجمعین اس پر اللہ اور اس کے فرشتوں اور لوگوں کی لعنتیں ہوں۔(حاشیہ السیف الصقیل از علامہ کوثری مصری ص ۵۴) مفسر قرآن علامہ عبدالرحیم بن علی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام رسول اور نبی علیہم السلام جب اس دنیا والے گھر سے انتقال کر جاتے ہیں تو پھر بھی وہ حقیقی نبی اور رسول رہتے ہیں ہمارے حنفی مشائخ کا یہ مذہب ہے کہ سب انبیاء کرام علیہم السلام اس جہاں سے تشریف لے جانے کے بعد اسی طرح رسول اور نبی ہوتے ہیں (جیسے پہلے تھے) اور دلیل اس پر دیتے ہوئے فرماتے ہی کہ:''لا نفرق بین احد من رسلہ'' یہ آیت امام الانبیاء پر نازل ہوئی جس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ سب انبیاء کرام علیہم السلام دور فانی سے جا چکے ہیں۔وہ آج بھی اس طرح وصف رسالت اور نبوت سے موصوف ہیں جس طرح اپنے اپنے زمانہ میں تھے۔اگر یہ عقیدہ نہ رہا تو آپ علیہ السلام کے متعلق بھی یہی کہا جاسکے گا کہ آپ بھی اس دنیا سے تشریف لیجانے کے بعد حقیقی نبی اور رسول نہ رہے۔بلکہ حکماً (نہ کہ حقیقتاً) آپ ﷺ کو رسول ماننا پڑے گا۔(جو سراسر کفر ہے) (نظم الفرائد فریدہ نمبر ۳۳ ص ۶۶، رحمت کائنات ص ۳۵۹)

فائدہ! جس عقیدے کو سراسر کفر کہا گیا ہے یہی عقیدہ منکرین حیات کا ہے اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

اعتراض...... منکرین حیات کا یہ اعتراض بڑے زور شور سے کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر صرف روحوں کو نبی کہا ہے جیسے:''واذ اخذ اللّٰہ میثاق النّبیین لما آتیتکم من کتاب وحکمۃ ... الخ (آل عمران)''(اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد و میثاق لیا کہ البتہ جو کچھ میں تمہیں کتاب اور حکمت میں سے دوں) اسی طرح حدیث پاک کے اندر بھی لفظ نبی صرف اور صرف روح کے لئے بولا گیا ہے۔جیسے''رای الانبیاء فیھم مثل السراج علیھم النور (الحدیث)'' یعنی حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی اولاد کی روحوں میں انبیاء کرام علیہم السلام کو دیکھا (یعنی ان کی روحوں کی دیکھا) کہ وہ چراغ کی طرح چمک رہی ہیں اسی طرح دوسری حدیث میں لفظ آتے ہیں:

''کنت نبیا و آدم بین الماء والطین '' کہ'' میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام ابھی مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔(یعنی ابھی تک مکمل تیار نہیں ہوئے تھے کہ میں نبی بنا دیا گیا تھا۔

اب اعتراض یہ ہے کہ ان سب حدیثوں میں صرف روح کو نبی کہا جا رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نبوت اور رسالت اصل میں روح کی صفت ہے نہ کہ جسم کی اس لئے ہم نے یعنی منکرین حیات نے کہا ہے کہ نبوت اور رسالت درحقیقت روح کی صفت ہے۔

جواب......اگر منکرین حیات علم وفہم رکھتے تو یہ اعتراض ہی نہ کرتے۔ کیونکہ جب روحوں کو اللہ تعالیٰ نے ابھی پیدا ہی نہیں کیا تھا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت بھی نبی تھا۔ یعنی روح ابھی پیدا ہی نہیں ہوئی تھی اور آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ میں نبی تھا جیسے حدیث مذکور میں آیا ہے کہ میں اس وقت نبی تھا جب آدم ابھی مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔ ابھی آدم علیہ السلام ہی مکمل تیار نہیں ہوئے اور روح بھی آدم کی پیدا نہیں ہوئی کہ آپ ﷺ نبی بنا دیئے گئے تھے۔ اب قائلین حیات کا منکرین حیات پر اعتراض یہ ہے کہ یہاں تو روح ہی نہیں پھر نبی کس چیز کو بنا دیا گیا؟ معلوم ہو رہا ہے کہ جہاں قرآن وحدیث میں انبیاء کرام علیہم السلام کی روحوں پر لفظ نبی یا رسول کا اطلاق ہوا ہے۔ اس لفظ سے صرف فیصلہ مراد ہے۔ یعنی جن کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے اندر نبی یا رسول بنانا تھا اور ان کے بارے میں نبی اور رسول کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ ان کی روحوں سے اللہ تعالیٰ نے عہد وغیرہ لیا آخری نبی کے لئے تو مسئلہ صاف واضح ہو گیا کہ صرف روحوں پر نبی ورسول کا اطلاق نہیں کیا گیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی روحوں کو اللہ نے نبی اور رسول کہہ دیا ہو۔ بلکہ جنھوں نے دنیا میں نبی بننا تھا اور رسول بننا تھا انہی کو کہہ دیا گیا۔ نبی اور رسول تھے۔ جیسے ''کنت نبیا'' والی حدیث سے واضح ہو رہا ہے۔

جواب نمبر ۲......منکرین حیات کا قیاس کرنا قیاس مع الفاروق ہے۔ یعنی منکرین حیات کا یوں کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے جب کہ ابھی ابدان مبارک نہیں بنے تھے روح کو نبی اور رسول کہا ہے۔ لہٰذا اب موت کے بعد بھی صرف روح کو نبی اور رسول کہیں گے ان کا یہ قیاس کرنا صحیح نہیں۔ کیونکہ اس وقت عالم ارواح میں ابدان مبارک بالکل نہیں تھے۔ اب تو ابدان مبارک موجود ہیں اور قیامت تک موجود رہیں گے پہلے ابدان تھے نہیں اب موجود ہیں دونوں کا حکم ایک طرح نہ ہوا جب حکم ایک طرح نہ ہوا تو ایک دوسرے پر قیاس کرنا بھی صحیح نہیں۔

جواب نمبر ۳......روح کو تو سارے اعزاز واکرام ملے ہی جسم کی وجہ سے ہیں۔ کیونکہ جب تک جسم نہیں تھا۔ اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے اکیلی روح کا کوئی اعتبار نہیں کیا اور فرمایا:''ھل اتیٰ علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا'' اور دوسری جگہ فرمایا:''کنتم امواتا فاحیاکم '' (کہ تم مردہ تھے پھر تم کو زندہ کیا) تو دیکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم مردہ تھے۔ پیدائش سے پہلے حالانکہ پیدائش سے پہلے روح موجود تھی۔ اب اگر روح کا جسم سے تعلق نہ مانا جائے تو پھر ترجیح بلا مرجح لازم آئے گا۔ یعنی پیدائش سے پہلے تعلق نہیں تھا تو روح کا کچھ اعتبار نہیں کیا۔ اب موت آنے کے بعد بھی تعلق نہیں۔ لیکن اعتبار ہے۔ یہ کیوں؟ حالانکہ جسم کے ساتھ تعلق نہ ہونے میں دونوں صورتیں برابر ہیں جب دونوں صورتیں برابر ہیں تو اب ایک کا اعتبار کرنا اور ایک کا اعتبار نہ کرنا یہ ناانصافی ہے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ روح کو جتنے اعزاز واکرام اعلیٰ علیین میں مل رہے ہیں اور رزق دیا جا رہا ہے وہ صرف اور صرف اکیلی روح کے لئے نہیں بلکہ روح کے واسطہ سے اصل جسم کا اعزاز واکرم ہے۔ اس لئے اس روح کا بدنوں سے تعلق ماننا اور بتعلق روح جسد اطہر کو

نبی ورسول ماننا ضروری ہو اور نہ امت کے اجماعی فیصلہ سے انحراف لازم آئے گا جو ضلالت وگمراہی ہے۔

عقیدہ نبوت واقعات کی روشنی میں

واقعہ نمبر ا......حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب روس میں خدا کا انکار کرنے والے پیدا ہوئے تو مصر میں ایک اجلاس بلایا گیا۔ اس اجلاس میں سب مذہب والے اکھٹے ہوئے جو کسی نہ کسی نام سے یا کسی صورت میں بھی خدا کو مانتے تھے جمع ہونے کا مقصد یہ تھا کہ سب مل کر خدا کے منکرین کا مقابلہ کریں۔ ان میں سے ایک آدمی نے کہا سب سے پہلے ایک آدمی کو صدر منتخب کر لیا جائے۔ تاکہ اس کی اجازت سے بات شروع ہو اور ایک شخص کی بات سب خموشی سے سن سکیں۔ چنانچہ ایک شخص صدر منتخب کر لیا گیا۔ صدر صاحب نے اپنی بات شروع کرتے ہوئے سب سے پہلے یہ کہا کہ میں چند باتیں صاف طور پر کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ آپ سب لوگ روس کے دھریوں کے خلاف جمع ہوئے ہیں جو خدا کو نہیں مانتے۔ لیکن بات یہ ہے کہ تم سب کے دین بھی تو الگ الگ ہیں۔ یہ تمارا اتحاد کب تک رہے گا۔ آج نہیں تو کل ختم ہو جائے گا۔ اس لئے پہلے ضروری ہے کہ آپس میں غور وفکر کر لیں کہ ہمارے دینوں میں سے کونسا دین حق اور سچ ہے۔ اس سلسلہ میں میرے چار اصول ہیں۔ اس پر سب حضرات غور فرمائیں۔ اس کے بعد آگے کاروائی شروع کریں گے۔

اصول نمبر ا......آپ سب مانتے ہیں کہ ساری دنیا کا رب اور خدا ایک ہی ہے۔ ساری دنیا والے اس کے بندے اور غلام ہیں۔ پہلے زمانہ میں جب اتنے وسائل موجود نہیں تھے تو ایک نبی کی تعلیمات کا ساری دنیا میں پہنچ جانا ایک مشکل کام تھا۔ اس لیئے ان زمانوں میں تو عقل یہی مانتی ہے کہ مشرق اور مغرب، شمال اور جنوب، میں علیحدہ علیحدہ نبی ہو۔ تاکہ سب خدا کے بندوں کو خدا کے احکام پہنچ سکیں۔ لیکن پریس، ریڈیو، ہوائی جہاز، (اور آج کل خبر دینے والی تمام چیزوں) نے ساری دنیا کو ایک شہر اور ایک علاقہ کی صورت دے دی ہے اب تو خبر چند سیکنڈوں اور منٹوں میں پوری دنیا میں پھیل جاتی ہے۔ اس لیئے اب الگ الگ نبی کی ضرورت نہیں۔ اب تو چاہیے کہ ساری دنیا کے لوگ ایک ہی شریعت کے مطابق ایک ہی خدا کی بندگی کریں۔ اب اگر بات امتیوں پر چھوڑی جائے تو ہر امتی کہے گا کہ میرے نبی کی شریعت ساری دنیا میں پہلے اس لئے بحث لمبی چوڑی ہو جائے گی۔ فیصلہ اور نتیجہ شاید نہ نکل سکے۔ اس لئے آسان طریقہ یہ ہے کہ یہ پتا چلایا جائے کہ کونسا نبی ایسا ہے جس نے یہ اعلان کیا ہو کہ میں ساری دنیا کا نبی ہوں۔ اب یہودیوں سے سوال کیا گیا کہ کیا تمہارے نبی نے یہ اعلان کیا ہے کہ میں ساری دنیا کا نبی ہوں۔ اسی طرح عیسائیوں اور دوسرے مذہب والوں سے سوال کیا گیا کہ تم میں سے کسی کے نبی نے ساری دنیا کے لئے نبی بننے کا اعلان کیا ہو۔ کوئی نہ بولا نہ کسی نے کوئی جواب دیا۔ سب عاجز آ گئے۔ کیونکہ کسی نبی نے بھی سوائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساری دنیا کے لئے نبی بننے کا اعلان نہیں کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف اتنا کہا کہ میں بنی اسرائیل کا نبی ہوں اور بس اس طرح باقیوں نے بھی صرف اپنی ہی قوم کے لئے نبی ہونے کا اعلان کیا اور بس۔ اب صدر مجلس نے کہا کہ جب خود حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی بھی یہ بات نہیں کہی کہ میں ساری دنیا کا نبی ہوں۔ اب اگر یہودی اور عیسائی یہ چاہیں کہ ساری دنیا موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے والی بن جائے اور ان کی اتباع کرنے والی بن جائے تو یہ ایسے ہوا کہ مدعی سست اور گواہ چست۔ اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام تو پوری دنیا کے نبی ہی نہیں اور یہ یہودی اور عیسائی ناکام کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ ساری دنیا ان کو ماننے والی بن

جائے۔ایسے ہو ہی نہیں سکتا۔ بالآخر صدر مجلس نے سب کے آخر میں مسلمانوں کے عالم سے یہ بات پوچھی کہ کیا آپ کے نبی ﷺ نے یہ دعویٰ کیا تھا؟ کہ میں ساری دنیا کا نبی ہوں تو اس پوچھنے پر مسلمان عالم نے قرآن ہاتھ میں لیا اور کھڑے ہو کر یہ اعلان کیا کہ جس طرح قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو رب العالمین کہا ہے اسی طرح آپ ﷺ کو بھی رحمۃ العالمین کہا ہے تو جس طرح اللہ تعالیٰ تمام کائنات کے رب ہیں کے ایسے ہی ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ تمام کائنات کے نبی ہیں اور جس طرح قرآن نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں رب الناس کہا ہے تو اسی طرح آپ ﷺ کے لئے ''کافۃ للناس بشیرا و نذیرا'' کہا ہے تو صدر مجلس نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ کسی دین والا، کسی مذہب سے تعلق رکھنے والا، کھڑا ہو اور اپنے نبی کے بارے میں اپنی الہامی کتاب میں سے یہ دکھائے کہ انہوں نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ میں ساری دنیا کا نبی ہوں۔لیکن بار بار اعلان کرنے کے باوجود ہر طرف سے موت کی سی خاموشی چھائی رہی بال آخر مجلس کو مجبوراً کھڑا ہونا پڑا اور یہ اعلان کرنا پڑا کہ سارے نبیوں میں صرف ایک ہی نبی ایسے ہیں جنہوں نے عالمگیر نبوت کا دعویٰ کیا ہے اگر ایسے دعویٰ کرنے والے دو نبی مل جاتے پھر تو الیکشن کی ضرورت ہوتی۔لیکن اب تو سیٹ ہی ایک ہے اور امیدوار بھی ایک ہی ہے تو فیصلہ خود بخود ہو گیا کہ عالمگیر نبی ساری دنیا کے لئے صرف اور صرف ایک ہی ہیں اور وہ آپ ﷺ ہیں اور بس۔

<u>دوسرا اصول</u>......صدر مجلس نے کہا کہ اب اسلام کے خلاف کسی کو لب کشائی کا حق ہی باقی نہ رہا۔لیکن میں بات کو مکمل کرنا چاہتا ہوں کہ آج کل لوگ اپنے آپ کو بڑے دانشور اور سمجھدار اور عقل مند کہتے ہیں اور بغیر دلیل کے بات نہیں مانتے۔نبیوں کو ماننے والے تمام لوگ اس بات پر اتفاق و اتحاد رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نبیوں کے ہاتھ پر معجزات ظاہر فرماتا ہے اور یہی معجزات ان کی نبوت کی دلیل ہوتے ہیں۔اب اگر یہ کہوں اور سب سے پوچھوں کہ سب لوگ اپنے اپنے نبیوں کے معجزات سنائیں تو وقت بھی بہت خرچ ہوگا اور فیصلہ بھی مشکل ہو جائے گا کہ ان معجزات میں سے کس کا معجزہ زیادہ شان والا ہے۔اس لئے میں یوں نہیں سوال کرتا کہ معجزات سناؤ بلکہ میرا سوال یہ ہے کہ کوئی امتی اپنے نبی کا ایسا معجزہ پیش کرے جو آج بھی دنیا کو دکھایا جا سکے اور آج بھی ساری دنیا اس معجزہ کے سامنے عاجز آ جائے۔مجمع میں سے کوئی بھی نہ بولا۔کیونکہ کسی کے پاس کوئی اپنے نبی کا معجزہ نہیں تھا کہ لوگوں کو دیکھا یا جا سکے۔نہ یہودیوں کے پاس ہے، نہ عیسائیوں کے پاس ہے۔سب کے سب ایسے بیٹھے تھے جیسے ''صم بکم'' والی آیت انہی لوگوں کے لئے اتری ہے۔آخر ہر طرف سے خاموشی دیکھ کر مسلمان عالم کھڑا ہوا اور اس کے ہاتھ میں قرآن پاک تھا۔اس نے کہا کہ میرے نبی ﷺ کا آج بھی معجزہ من وعن اسی طرح موجود ہے۔صرف آج تک نہیں۔بلکہ قیامت تک اس کے مقابلہ سے دنیا عاجز رہے گی۔مسلمان عالم نے فرمایا کہ ساری دنیا کا اتفاق ہے کہ خدا کا کام وہ ہوتا ہے جو ساری دنیا بھی مل کر وہ کام نہ کر سکے۔جیسے آنکھ، کان، ناک غرض جاندار چیزوں میں سے کسی چیز کا بنانا بالکل یہی پہچان اللہ تعالیٰ کے کلام مقدس کی ہے۔ساری دنیا بلکہ ساری مخلوق بھی مل کر اس کی مثال لانے سے عاجز ہے۔تو یہاں بھی کوئی آپ ﷺ کے مقابلہ میں کھڑا نہ ہو سکا اور یہ بات سب پر واضح ہو گئی کہ پہلے وہ نبی جس کے ہاتھ پر معجزات ظاہر ہوئے تھے۔وہ برحق تھے۔لیکن ان کا کوئی معجزہ دنیا میں موجود نہیں ہے جس سے پتہ چلا کہ ان کی نبوت کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔آج اس نبی کی نبوت کا زمانہ ہے جس کی نبوت کا معجزہ قرآن پاک سورج کی طرح ہر جگہ پر سامنے موجود ہے۔لیکن جس طرح ساری دنیا خدا کے سورج بنانے سے عاجز ہے۔اسی طرح ساری دنیا خدا کے قرآن کی ایک سورت لانے سے بھی عاجز ہے تو یہاں بھی الیکشن کی ضرورت نہ پڑی۔

تیسرا اصول......ہم نے وہ پیغمبر تو تلاش کر لیا۔ جس کا دعویٰ تھا کہ میں عالمگیر نبی ہوں اور اس دعویٰ میں اس کا کوئی شریک نہیں اور وہی ایک نبی ایسا ہے جس کی دلیل نبوت آج بھی دنیا میں موجود ہے۔ اب تیسرا میرا سوال آپ سے یہ ہے کہ پیغمبر کو اس لئے مانا کہ اس کی لائی ہوئی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو کون کون سے نبی ایسے ہیں جنکی مکمل تعلیمات آج بھی دنیا کے اندر موجود ہوں جس طرح پہلے تھیں۔ صدر مجلس نے یہودیوں اور عیسائیوں سے کہا کہ کھولو تورات اور انجیل بتاؤ ہمیں کہ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کونسی تسبیح پڑھا کرتے تھے؟ صبح و شام سجدے اور رکوع میں کیا پڑھتے تھے؟ فلاں فلاں لیکن یہودیوں اور عیسائیوں نے ایسی خاموشی اختیار کی کہ زبان منہ میں ہے ہی نہیں۔ جب وہ کچھ نہ بتا سکے تو صدر مجلس نے کہا کہ ہم تو پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ بات کہتے ہیں کہ آج اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام محفوظ ہے تو وہ بھی قرآن ہی کی برکت سے ہے۔ ورنہ کتنے نبی ایسے گزرے ہیں۔ جن کا نام قرآن میں نہیں آیا۔ تو دنیا ان کا نام تک نہیں جانتی۔ بھول چکی ہے۔ ان انبیاء کرام علیہم السلام کا صرف ایک فقرہ جو اصل ہو زبان سے نکلا ہو تواتر اور شہرت سے کجا خبر واحد سے بھی ثابت نہیں۔ بلکہ اس سے بڑھ کر ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی زبانوں کو جو وہ زبان بولتے تھے سریانی، عبرانی وغیرہ مردہ کر دیا ہے۔ جن زبانوں میں تورات انجیل نازل ہوئی تھی۔ ان میں سے کوئی زبان بھی آج بطور زندہ زبان کے کسی ملک میں بھی نہیں بولی جاتی۔ اب خدا کے پنکارے ہوؤں کو ساری دنیا مل کر بھی زندہ نہیں کر سکتی۔ پھر جب مسلمان عالم سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات موجود و محفوظ ہیں۔ تو اس نے کہا کہ آپ عبادت کی بات کر رہے ہیں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تو آج تک عادات بھی محفوظ ہیں کہ جوتا پہنتے وقت کونسا جوتا پہلے پہنتے تھے اور کونسا بعد میں پہنتے تھے اور کھانا کیسے کھاتے تھے۔ وغیرہ وغیرہ اور مسلمان عالم نے کہا کہ الحمدللہ! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا ایک ایک نکتہ بھی آج موجود ہے۔ ہم سے اوجھل نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات، ہر عمل ہر عادت موجود و محفوظ ہے۔ پھر انہوں نے نماز کے شرائط اور ارکان، مستحبات و فرائض و واجبات غرض ایک ایک بات کی مکمل تفصیل بتائی اور باقی سارے ادیان والے اپنے نبی کی تعلیمات بتانے سے عاجز رہے۔ صدر مجلس نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ ایک نبی کی تابعداری ممکن ہے۔ جن کی تعلیمات محفوظ ہیں اور جن کی تعلیمات محفوظ نہیں۔ ان کی تابعداری ہو ہی نہیں سکتی۔ پھر مسلمان عالم سے پوچھا گیا کہ آپ کے نبی کی تعلیمات کی تشریح اور تفصیل کسی کتاب میں موجود ہے؟ کیا آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مکمل کتاب لکھی ہے۔؟ تو مسلمان عالم نے جواب دیا کہ ہمارے نبی تو امیؐ تھے۔ وہ لکھ نہیں سکتے تھے۔ پھر پوچھا گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے کوئی کتاب لکھی ہے جس میں نبی کی تعلیمات و تشریحات موجود و محفوظ ہوں تو مسلمان عالم نے جواب دیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں تو تبلیغ اور جہاد میں خرچ ہوئی ہیں۔ اس لئے ان کو تو کوئی موقع نہیں ملا لکھنے کا۔ پھر لوگوں نے پوچھا کہ پھر کون سے ایسے بزرگ ہیں؟ جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور طریقوں کو مکمل طور پر مدون کیا ہو؟ لکھا ہو جس کی وجہ سے مسلمانوں کا سر فخر سے بلند ہے تمام ادیان کے مقابلہ میں تو مسلمانوں نے جواب دیا کہ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اس بات کو سن کر ایک یہودی کھڑے ہو کر رونے لگ گیا اور روتے ہوئے کہا کہ اے اللہ! کاش! تو ایک ابوحنیفہ موسیٰ علیہ السلام کی امت میں بھی پیدا کر دیتا تو ہمیں آج یہ ذلت و رسوائی والا دن نہ دیکھنا پڑتا۔ یہی بات ایک عیسائی پادری نے بھی کہی۔ صدر مجلس نے ان کو روکتے ہوئے کہا کہ رونے دھونے کی بات نہیں ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ضرورت صرف اور صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں

تھی۔ کیونکہ اس شریعت کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک باقی رکھنا تھا اور پہلے والی تمام شریعتیں۔ چونکہ ہمیشہ کے لئے نہیں آئی تھیں۔اس لئے ان میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے شخص کی ضرورت بھی نہ پڑی۔

چوتھا اصول......اب صدر مجلس نے یہ کہا کہ مسئلہ تو ان تینوں سوالوں سے حل ہو گیا۔لیکن تھوڑا سا خدشہ باقی ہے۔وہ یہ کہ جب لوگ ایک نبی پر ایمان لے آتے ہیں تو جب تک اس نبی کا زمانہ باقی رہتا ہے۔وہ مومن اور خدا کے فرمانبردار کہلاتے ہیں۔لیکن اس کے بعد جب کوئی دوسرا نبی آجاتا ہے۔تو اگر لوگ اس کو نبی نہ مانیں اور اس پر ایمان نہ لے آئیں تو کافر ہو جاتے ہیں۔کہیں ایسا نہ ہو کہ جس نبی پر ہم ایمان رکھتے ہیں۔ان کے بعد دوسرا نبی آجائے اور ہم اس کو پہچان نہ سکیں اور ایمان نہ لا سکیں تو ہم بھی اسی طرح کافر ہو جائیں۔جیسے یہودی اور عیسائی خدشہ ظاہر کرتے ہیں۔دل سے یہ خدشہ تب ہی نکل سکتا ہے کہ جب ایسے نبی پر ایمان لایا جائے کہ جس نے یہ اعلان کر دیا ہو کہ میں خدا کا آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو سب ادیان والے اپنے اپنے نبی کا اعلان دکھائیں کہ کس نبی نے یہ دعویٰ کیا ہے؟ کہ میں آخری نبی ہوں۔آخر یہ حقیقت کھل کر سورج کی طرح ظاہر ہوئی کہ ایک لاکھ کم و بیش چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام اس دنیا میں تشریف لائے۔لیکن یہ اعلان صرف ایک ہی نبی نے کیا ہے" انا خاتم النّبیین لا نبی بعدی "اور کسی نبی نے یہ اعلان نہیں کیا۔صدر مجلس نے کہا کہ اب اس کے بارے میں کوئی خدشہ باقی نہ رہا کہ دین حق صرف اور صرف اسلام ہی ہے اور نجات صرف اسی سے مل سکتی ہے اور بس۔اللہ تعالیٰ نے بھی جتنے انبیاء کرام علیہم السلام دنیا میں مبعوث فرمائے ہیں کسی کے بارے میں یہ نہیں فرمایا کہ وہ خاتم النّبیین ہے۔لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا ہے کہ:" ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النّبیین " (انوارت صفدر ص ۱۲)

فائدہ! جہاں قادیانیوں اور تمام باطل مذاہب کی بنیادیں۔اس واقعہ سے ختم ہوئی ہیں۔وہاں ان کے جانشین منکرین حیات و سماع کی بنیادیں بھی ختم ہوئی ہیں کہ دین اسلام جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت اور رسالت کے ساتھ موصوف تھے۔بعینہٖ آج بھی اسی طرح دین اسلام قائم و دائم ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت اور رسالت والی صفت کے ساتھ موصوف ہیں۔

عقیدہ نبوت پر عجیب وغریب واقعہ

واقعہ نمبر ۲......ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ اور ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اپنی تاریخ کی کتابوں میں ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے کہ ابوالحسن علی بن عبداللہ الہاشمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ہندوستان کے بعض شہروں میں گیا۔ میں نے اس شہر کے ایک گاؤں میں سیاہ رنگ کے عجیب وغریب گلاب کے پھول دیکھے کہ گلاب کے بوٹے پر گلاب کا بڑا پھول کھلتا تھا۔اس کی خوشبو نہایت عمدہ اور رنگ سیاہ ہوتا تھا۔جس پر سفید رنگ میں لکھا تھا۔لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ،ابوبکر الصدیق،عمر الفارق،مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرانگی ہوئی اور میں نے یہ خیال کیا کہ شاید یہ کوئی مصنوعی پھول ہے،ہاتھ سے بنایا اور لکھا گیا ہے۔مگر جب میں نے دوسرے غنچہ کو جو ابھی کھلا نہیں تھا،توڑ کر دیکھا،تو اس کے اندر بھی یہی لکھا پھول نکلا اور میں نے دیکھا کہ اس شہر اور گاؤں کے لوگ سب کے سب بتوں کی پوجا کرتے تھے۔کوئی اللہ کو جانتا بھی نہ تھا۔ (کذا فی الخصائص الکبریٰ للسیوطی رحمۃ اللہ علیہ ص ۸ ج ۱،منقول از ختم نبوت کامل ص ۳۱۰)

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُونَ (القرآن)

الأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ (الحدیث)

حیات

شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہم

مؤلف:

مولانا محمد امین مدظلہ
مدرس مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر

وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ (القرآن)

حیات شہداء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ

پسند فرمودہ

مناظر اسلام شاہین ختم نبوت

مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ

مرکزی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

مولانا محمد امین مدظلہ

استاذ الحدیث مدرسہ جامعہ عربیہ ختم نبوت چناب نگر

مکتبہ نافع بہاولپور
0301-7755153

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(حرفے چند)

مولانا محمد امین مبارکپوری مدظلہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام مدرسہ عربیہ ختم نبوت چناب نگر کے مایہ ناز استاد مولانا محمد امین صاحب جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا کے فاضل ہیں۔ آپ تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف کو بھی لے کر چل رہے ہیں اور دونوں میں کامیابیاں حاصل کر رہے ہیں۔ آپ نے ۲۰۲۱ء میں ''حیات شہداء کرام رحمہم اللہ'' کے نام سے کتاب شائع کی۔ اس سے قبل عقیدہ حیات النبی ﷺ پر ''التحقیق المتین فی حیات النبی الامین'' کے نام سے شائع کی۔ حیات شہداء کرام رحمہم اللہ سے اس مضمون کو حذف کرنے کے بعد جو پہلی کتاب میں آچکا ہے، اس مجموعہ میں شامل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی الہ واصحابہ وعلماء امتہ اجمعین امین۔ امابعد!

عن ابن عباس، قال قال عمر انہ سیکون ناس یکذبون بالدجال، ویکذبون بطلوع الشمس من مغربھا، ویکذبون بعذاب القبر، ویکذبون بالشفاعۃ، ویکذبون بالحوض، ویکذبون بقوم یخرجون من النار بعد ما امتحشوا۔ (کنزالعمال ج ۱۴ ص ۳۸۷ مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۸۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ عنقریب بہت سارے لوگ ایسے آئیں گے (جو قرب قیامت کی علامات میں سے بہت ساری چیزوں کو تاویل باطل کے ذریعے یا مکمل انکار کرنے کے ذریعے جھٹلائیں گے) (۱) دجال کے آنے کو جھٹلائیں گے۔ (۲) سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کو جھٹلائیں گے۔ (۳) عذاب قبر کو جھٹلائیں گے۔ (۴) قیامت والے دن کی شفاعت کو جھٹلائیں گے۔ (۵) حوض کوثر پر لوگوں کے آنے کو جھٹلائیں گے۔ (۶) جہنم میں جل بھن کر نجات پانے والوں کو جھٹلائیں گے۔ یوں کہیں گے جو جہنم میں چلا گیا وہ کبھی اس سے نجات پانے والا نہیں ہوگا جیسے معتزلہ وغیرہ کا مسلک ہے۔

غیر مدرک بالقیاس صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول حکماً مرفوع ہوتا ہے گویا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یوں فرمانا چاہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب قیامت کے فتنوں میں سے ان چھ فتنوں کا بھی تذکرہ کیا ہے بعض فتنے فرقے ایسے ایسے آئے ہیں اور موجود ہیں اور قیامت تک آتے رہیں گے جو ان چھ کی چھ علامات کا مکمل انکار کرتے ہیں اور بعض فتنے ایسے ہیں جو ان چیزوں میں سے بعض کا انکار کرتے ہیں بعض کا نہیں جیسے منکرین حیات کا فتنہ یہ عذاب قبر کا مکمل طور پر انکار کرتا ہے کسی قسم کی کوئی گنجائش حیات کی اس زمینی قبر میں جسم عنصری کے لئے باقی نہیں رکھتا۔

اس اشاعتی ومماتی نام کا کوئی مستقل فتنہ آج تک ان کے علاوہ کوئی اور نہیں آیا جو عذاب قبر کا اس حد تک انکار کرتا ہو کہ عذاب قبر ماننے والوں پر کفر کے فتوے لگائے ہوں اس نام کے فتنے کی ابتداء خالصتاً پاکستان میں ہوئی ہے۔ ان کے علاوہ بھی موجودہ دور میں بہت سارے مسلک والے ایسے لوگ موجود ہیں جو جسم عنصری کے لئے حیات خاص کر انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات قبور کا انکار کرتے ہیں جیسے غیر مقلدین کیپٹن عثمانی والا فرقہ، باطل فرقے تقریباً سارے حیات قبر کے سلسلہ میں افراط وتفریط کا شکار ہیں۔ کوئی مکمل طور پر انکار کرتے ہیں اور کوئی مرنے والوں کو خدائی درجہ دے کر سجدے شروع کئے ہوئے ہیں، اعتدال والا مسلک صرف اور صرف جمہور اہلسنت علماء دیوبند کا ہے جو نہ سجدوں، چڑھاووں، چادروں، عرسوں، درباروں کے قائل ہیں نہ انسان کی موت کے بعد اس جسم عنصری کے عدم ختم اور فنا ہونے کے قائل ہیں بلکہ جو قرآن وحدیث سے ثبوت ملتا ہے کہ موت کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام، شہدا کرام، اولیاء کرام رحمہم اللہ عوام الناس کی دنیا والی زندگی ختم ہوگئی ہے اور اب قبر میں یا جہاں کہیں انسان کا جسدِ عنصری ہو جس شکل میں مرضی ہو زمین کے ذرات کی صورت میں ہو یا چرند پرند کھا گئے ہوں روح کا تعلق دوبارہ اسی جسم عنصری کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے جس سے وہ مرنے والا انسان جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا

رہتا ہے یا کافر فاسق جہنم کا دکھ درد محسوس کرتا رہتا ہے یہ قیامت تک سلسلہ جاری رہے گا ان فرقوں میں سے جو مکمل طور پر حیات قبر فی الارض کا انکار کرتے ہیں وہ احادیث میں وارد شدہ وعیدات سے بچنے کے لئے لوگوں کو یوں دھوکہ دیتے رہتے ہیں کہ ہم بھی عذاب وثواب قبر مانتے ہیں لیکن روحانی، برزخی، جنت والی، دوٹوک اپنا عقیدہ کبھی بیان نہیں کریں گے کہ ہم روح کو صرف زندہ مانتے ہیں جسم عنصری کو فنا ہونے والا ختم ہونے والا لکڑی کی طرح عدم ہونے والا مانتے ہیں ان کا یہ دھوکہ لوگوں کے سامنے تو شاید چل جائے لیکن علیم بذات الصدور کے سامنے نہیں چل سکے گا۔

ان کا یہ دھوکا بعینہٖ قادیانیوں والا دھوکہ ہے جیسے قادیانی کہتے ہیں کہ ہم بھی حیات عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہیں براہین احمدیہ حصہ پنجم میں مرزا لکھتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر جانا اور وہاں جسم کے ساتھ زندہ رہنا یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے میں نے اس کا کبھی انکار نہیں کیا لیکن ان مولویوں سے میرا اختلاف ہو گیا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ عیسیٰ علیہ السلام جسم مثالی اعلیٰ، اولی جسم کے ساتھ زندہ ہیں۔ (جنت میں روحانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں) لیکن یہ مولوی کہتے ہیں کہ نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسم عنصری دنیا والے جسم کے) ساتھ زندہ ہیں اب کون مانتا ہے مرزے کی اس بات کو کہ میں بھی حیات عیسیٰ علیہ السلام کا قائل ہوں؟ جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے جس طرح مسلمان عوام الناس مرزائیوں کے اس دھوکے میں نہیں آتے کہ وہ بھی حیات عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہو سکتے ہیں بالکل اسی طرح منکرین حیات فی القبر کے دھوکے میں بھی نہیں آنا چاہئے۔ جب وہ یہ کہیں کہ ہم بھی حیات قبر کو جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے مانتے ہیں لیکن ہم روحانی جنت، برزخ اعلیٰ علیین والی حیات مانتے ہیں اس زمینی مٹی گڑھے والی قبر کی حیات کو نہیں مانتے جو جسم عنصری کو حاصل ہے جیسے ایک منکر حیات لکھتا ہے کہ حیات شہداء میں کسی کا اختلاف نہیں قرآن مجید اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے اس حیات ثانیہ برزخیہ کا انکار قطعیات ومحکمات کا انکار ہے۔ لیکن اس حیات کے ساتھ اپنی ناصواب دانش سے عنصریہ (جسم عنصری حیات فی القبر) کی قید بڑھانا اور یہ کہنا کہ اللہ کے راستہ میں جو قتل ہوا ہے وہ جسم ہے چونکہ قتل شہید کا جسم ہوتا ہے لہذا جسم ہی زندہ ہے۔ یہ عقلی ڈھکوسلہ بازی ہے کہ قتل جسم ہوتا ہے تو زندہ بھی جسم ہوتا ہے۔ (حیات شہداء فی الجنۃ، مولوی مصطفی مینگل مقدمہ)

اب اس نے کیسے دھوکہ دیا کہ حیات شہداء میں کسی کا اختلاف نہیں قرآن مجید اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ اس حیات ثانیہ برزخیہ کا انکار قطعیات ومحکمات کا انکار ہے۔ گویا یہ کہنا چاہتا ہے کہ ہم بھی مرزے کی طرح حیات ثانیہ برزخیہ بغیر جسم عنصری کے مانتے ہیں۔ قطعیات ومحکمات میں گویا صرف اسی روح والی حیات کا تذکرہ ہے جسم عنصری کا اشارہ تک کہیں نہیں ملتا اور جو جسم عنصری کے حیات کے قائل ہیں وہ ناصواب دانش وفہم رکھتے ہیں عقلی ڈھکوسلہ بازی ہے۔ اس کے اس فتوے میں تمام مفسرین محدثین فقہاء عظام تابعین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آتے ہیں جو اس جسم عنصری کی حیات فی القبر کے قائل ہیں آنے والے تمام تر دلائل صرف اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہی جسم عنصری ہی قبر میں روح کے تعلق کے ساتھ زندہ ہوتا ہے اور یہی قبر ہی جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے اور تمام منکرین حیات آنے والے تمام دلائل کا کلی طور پر انکار کرنے والے ہیں یا تاویل باطل کرنے والے ہیں یا یہ کہہ کر کہ یہ سب احادیث ضعیف ہیں جان چھڑوانے والے ہیں ہم تمام تر منکرین حیات فی القبر کو خیر خواہانہ مشورہ دیتے ہوئے دست بستہ عرض کرتے ہیں کہ اپنے باطل عقائد میں نظر ثانی کرتے ہوئے اتنی لچک ضرور رکھیں کہ کم از کم انسان اہل سنت والجماعت سے خارج نہ ہو۔

منکرین حیات فی القبر کو خیر خواہانہ مشورہ

منکرین حیات سے گزارش ہے کہ جب آپ خود دل سے یہ باتیں تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن وحدیث اور اجماع میں جہاں کہیں قبر والا لفظ آتا ہے اس سے مراد یہ دنیا والی زمینی قبر ہی مراد ہوتی ہے قبر والی حیات قرآن واحادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ مطلقاً انکار کرنوالے کو کافر کہتے ہیں۔ اس کا انکار قطعیات ومحکمات کا انکار ہے۔ وغیرہ وغیرہ! جب عذاب وثواب قبر کا تمہیں اتنا یقین ہے تو پھر صرف اتنی بات سے کہ یہ زمین والی قبر عرفی قبر ہے شرعی قبر نہیں۔ حالانکہ یہ تقسیم عرفی وشرعی بھی صرف تمہاری ہے ورنہ قرآن وحدیث اجماع یا کسی محدث مفسر سنی عالم کی تحریر میں ذکر تو جہاں رہ گیا کہیں اشارہ تک نہیں ملتا تو عرفی وشرعی قبر کا بہانہ بنا کے اس دنیا والی زمینی قبر کا بالکلیہ انکار مناسب نہیں کم از کم یوں عقیدہ رکھو اور لوگوں کو بتاؤ کہ قرآن وحدیث میں جو قبر مراد ہے ہم اسی میں حیات مانتے ہیں چاہے اس قبر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مراد یہی زمینی قبر ہو جس میں جسم عنصری کو رکھا جاتا ہے یا علیین سجین والی قبر ہو جسم میں روح ہوتی ہے یا کوئی اور ہو جو ان دونوں کے علاوہ ہو جو اللہ، اس کے رسول ﷺ کی مراد ہے ہم اسی میں حیات مانتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مراد حیات سے اسی جسم عنصری کی ہی حیات ہے تو ہم بھی اسی کے قائل ہیں اگر جسم عنصری اور روح دونوں کی یا صرف روح کی حیات مراد ہے تو ہم بھی اسی کے قائل ہیں۔ یہ معتدل راہ ہے۔ یہ زور لگانا کہ قرآن وحدیث میں حیات سے مراد روح کی روحانی، جنت والی علیین سجین والی حیات ہی مراد ہے۔ زمینی قبر والی حیات جسم عنصری کی مراد ہو ہی نہیں سکتی جو اس حیات عنصری کا قائل ہے وہ مشرک کافر ہے بالکل مناسب نہیں اور نہ ہی آپ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ قطعی طور پر کسی آیت یا حدیث کی مراد متعین کرسکیں۔ اگر بالفرض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مراد حیات سے حیات جسم عنصری اور روح دونوں کی ہوئی تو پھر کیا بنے گا آپ حضرات کا؟ اس لئے مناسب یہی ہے کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردو کہ جو اللہ تعالیٰ کی مراد وہی ہماری مراد۔ نہ یہ کہ جو ہماری مراد وہی اللہ تعالیٰ کی مراد۔

تمام فرقوں سے گزارش

منکرین حیات کے علاوہ باقی تمام فرقوں سے گزارش ہے کہ اپنے باطل عقائد کو ثابت کرنے کے لئے خود ہی قرآن کی آیت یا حدیث پڑھ کر خود ہی ترجمہ کرنا اور خود ہی اپنے عقیدے پر استدلال کر لینا اور یہ زور لگانا کہ بس اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی یہی مراد ہے اس کے علاوہ ہو ہی نہیں سکتی جو اس معنی اور استدلال کو نہیں مانتا وہ کافر، گستاخ، وہابی، قرآن وحدیث کا منکر ہے بالکل مناسب نہیں یا پھر یوں لوگوں کو گمراہ کرتے رہنا کہ ہمارے عقیدے یا ہمارے کسی عمل کی نفی واضح لفظوں میں کہیں نہیں آتی۔ لہٰذا ہمارے عقائد واعمال بدعۃ ثابت ہو گئے بالکل جائز نہیں۔ صرف ان عقائد واعمال کی نفی کا واضح لفظوں میں کہیں تذکرہ نہ آنا یہ کونسی دلیل ہے آپ کے عقائد واعمال کے ثبوت کی۔ دعوی اپنے عقائد واعمال پر آپ خود کرتے ہیں تو دلیل بھی آپ کے ذمے ہے ہم سے نفی کا مطالبہ ہرگز جائز نہیں۔ آپ حضرات سے بھی یہی گزارش ہے کہ اپنے آپ کو اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ کے سپرد کردو کہ جو قرآن وحدیث کی مراد مطلب ہے ہم بھی وہی مانتے ہیں اگر ہمارے انہی عقائد واعمال والی مراد ہے تو ہم

مانتے ہیں اگر یہ مراد نہیں اور واقعی مراد نہیں تو ہم ان عقائد و اعمال سے برأت حاصل کرتے ہیں یہ کہنا کہ جو ہم نے کہہ دیا ہے وہی مراد ہے اور بس۔ دوسرا کوئی احتمال ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید کی مراد کی تعیین کا اختیار ہمیں حاصل ہے ہی نہیں۔

عوام الناس سے درخواست

تمام مسلمانوں سے گزارش کی جاتی ہے کہ کل قیامت والے صرف یہ کہہ دینے سے جان نہیں چھوٹ جائے گی کہ یا اللہ مولویوں میں اختلاف بہت زیادہ ہو گیا تھا حق باطل خلط ملط ہو گیا تھا ہمیں پتا ہی نہیں چل سکا۔ کون سی جماعت اہلسنت والجماعت ہے اور کون سی نہیں ہم کدھر جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھیجا ہی اسی حق و باطل کو پہچاننے کے لئے ہے ہم پر فرض ہے کہ جس کام کے لئے آئے ہیں وہ پورا کر کے جائیں، وہاں عقائد و فرائض کے حوالے سے کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا ہر کسی نے جو عقیدے رکھے ہیں اور جو ساری زندگی عمل کئے ہے اپنا اپنا حساب و کتاب دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ جاہلانہ باتیں نہیں چلیں گی کہ بندہ کو صرف مسلمان ہونا چاہئے اور بس۔

میرے نزدیک سب مسلمان سب فرقے والے صحیح ہیں۔ یہ باتیں کافروں کے مقابلہ میں کہی جاتی ہیں کہ بندہ کو کم از کم مسلمان ہونا چاہئے۔ مسلمانوں کے سامنے یہ کہنا چاہئے کہ کم از کم بندے کو اہلسنت میں سے ہونا چاہئے۔

کیونکہ آپ ﷺ نے فرمادیا ہے کہ بہتر یا تہتر فرقوں میں سے صرف ایک جماعت جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر چلے گی (ابتداء) نجات پائے گی اور وہ ہے اہلسنت والجماعت اگر سب کے پیچھے چلنا صحیح ہوتا تو یہ فرمان کبھی جاری نہ ہوتا نجات پانے والی جماعت کے ساتھ چلنا ہر فرض سے بڑھ کر فرض ہے ورنہ فرائض کا اعتبار ہی نہیں اس لئے کہ جب ہم دنیا میں کسی دنیاوی کام میں کسی سے ساری زندگی دھوکہ نہیں کھاتے کہ ساری زندگی ہی غلط کام ہوتے رہیں تو دین کے معاملے میں ساری زندگی کیوں ہم کسی کے دھوکے میں پڑے رہیں۔ اہلسنت والجماعت والے عقائد اور اعمال پر زندگی گزارنا ہی کامیابی کا سبب ہے اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں، وہ اہلسنت چاہے حنفی علماء ہوں، یا شافعی، یا حنبلی، و مالکی مسلک کے علماء ہوں ان میں اصولی، اور عقائد کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ اگرچہ فروعی مسائل میں اختلاف پایا جاتا ہے، ان سب کے عقائد کی کتابوں کے نام درج کر دیئے ہیں انہیں کے مطابق چل کر زندگی گزارنے کی اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطاء فرمائیں۔ بندہ اپنی ان گزارشات کے آخر میں ان سب حضرات کا تہہ دل سے شکر گزار ہے جنہوں نے میری کسی بھی قسم کی رہنمائی فرمائی ہے ان سب حضرات کو اللہ تعالیٰ اپنی شایان شان جزائے خیر عطاء فرمائے۔

قارئین کرام! سے التماس ہے کہ اگر کہیں کوئی کمی کوتاہی نظر آئے کسی بھی لحاظ سے تو بندہ کو ضرور اس پر مطلع فرمائیں بندہ آپ کا بے حد مشکور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس حقیر سی کاوش کو اپنی بارگاہ عالیہ میں قبول و منظور فرمائے، بندہ اور اس کے تمام متعلقین کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین ثم آمین!

محمد امین غفرلہ...... مدرسہ عربیہ ختم نبوت چناب نگر

۲۶ رجب المرجب ۱۴۴۲ھ بمطابق ۱۱ مارچ ۲۰۲۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نوٹ: اس کتاب کے کچھ صفحات (ص ۱۵ تا ۲۸) مصنف کی کتاب ''التحقیق المتین فی حیات النبی الامین'' میں آ چکے ہیں۔ اس وجہ سے یہاں سے تکرار سے بچتے ہوئے ان کو حذف کیا جاتا ہے۔

حیات شہدا کے متعلق اہلسنت علماء دیو بند کا عقیدہ

اہلسنت والجماعت علماء دیو بند کا شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے متعلق عقیدہ یہ ہے کہ جو مسلمان صحیح العقیدہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے اپنی جان کا نذرانہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کر دے۔ میدان جہاد میں تو وہ حقیقتاً شہید ہے، شہید کے جو فضائل قرآن وحدیث میں آئے ہیں۔ ان سب کا ان شاء اللہ یہ مستحق ہوگا۔ خصوصاً شہید ہونے کے بعد، جو اس کو زندگی ملے گی وہ روح کے تعلق، واسطے سے حقیقتاً بدن کے لئے ہوگی، جو بدن (جسم عنصری) شہید، قتل ہوا ہے تمام تر اعزاز و کرام جو روح کو ملتے ہیں جنت میں، عرش کے نیچے، سبز پرندوں کے پوٹوں کی شکل میں، جنت میں سیر و سیاحت اور عمدہ سے عمدہ لذیذ نعمتوں کا کھانا، پینا یہ سب کچھ روح کے واسطے سے درحقیقت اسی بدن کے لئے ہوتا ہے اور بدن بھی روح کے ساتھ جنت کی تمام نعمتوں سے پوری طرح تلذذ حاصل کرتا ہے۔ شہید کا بدن قبر میں ہو، اس کو درندے کھا جائیں، سمندر میں ڈوب جائے یا اس کے بدن کو آگ میں جلا کر راکھ کر دیا جائے، جہاں کہیں مرضی چلا جائے۔ جس صورت میں ہو اس کا ہر ہر ذرہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ اسی نے ہی روح کے واسطے بدن کو راحت، دینی ہے اور وہ اس بات پر پوری پوری قدرت رکھتا ہے۔ قرآن وحدیث میں جہاں کہیں شہید کی حیات کا ذکر ہے کہ شہید زندہ ہوتے ہیں۔ اس حیات سے مراد اسی قبر والے جسم کی حیات مراد ہوتی ہے، اسی حیات کے مختلف نام ہیں۔ حیات جسمانی، حیات حسی، حیات روحانی، حیات دنیوی، حیات برزخی، حیات قبر، نام مختلف ہیں مطلب سب کا ایک ہی ہے کہ شہید کا یہی جسم عنصری روح کے تعلق سے جہاں کہیں ہے زندہ ہے۔ لیکن شہید کی اس زندگی کا اس شخص کو پتا نہیں چل سکے گا جو اس فانی زندگی کے ساتھ دنیا میں زندہ ہے اور ابھی اس پر موت نہیں آئی۔ کیونکہ شہید کی قبر والی زندگی اس شخص کی فانی زندگی سے اتنی اعلیٰ، افضل، عمدہ ہے کہ یہ دنیا میں رہتے ہوئے محسوس بھی نہیں کر سکتا۔ عام آدمی کے لئے تو بالکل محال ہے، شہید کی زندگی کا شعور وادراک۔ ہاں! انبیاء کرام علیہم السلام معجزات کے ذریعے اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کشف وکرامات کے ذریعے محسوس کر لیں اور دیکھ لیں تو کوئی بعید نہیں۔ جب شہداء کرام کے لئے حیات جسمانی ثابت ہے تو انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے بطریق اولیٰ ثابت ہوئی۔

حیات شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہم کا ثبوت علماء دیو بند کی عبارات کی روشنی

۱...... حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ پس آپ کا قبر شریف میں زندہ رہنا ثابت ہوا اور یہ رزق اس عالم (برزخی) کے مناسب ہوتا ہے وہ شہداء کے لئے بھی حیات اور مرزوقیت وارد ہے مگر انبیاء کرام علیہم السلام میں ان سے اکمل واقویٰ ہے۔ (نشر الطیب ص ۱۴۵)

۲...... حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات خصوصاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات، شہداء کی حیات سے افضل واعلیٰ ہے۔'' (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند ج ۵ ص ۱۷۴)

۳...... حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: ''ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات (قبر والی) مخصوص ہے۔ آپ علیہ السلام تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور تمام شہداء کے ساتھ۔'' (المہند علی المفند، سوال نمبر پانچ کا جواب)

۴...... حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: ''شہداء کو مردہ نہ سمجھو جیسا کہ اس آیت میں ہے بلکہ وہ تو زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے۔'' (رحمت کائنات ص ۲۱۰)

۵...... حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: ''بلا شبہ مرنے کے بعد بھی اجزائے بدن سے روح کا تعلق رہتا ہے گو نیکوں کی روحیں علیین میں اور بروں کی روحیں سجین میں ہوتی ہیں لیکن روحوں کا روحانی تعلق ابدان کے ذرات کے ساتھ رہنا ضروری ہے خواہ کسی کو قبر میں دفن کریں، خواہ جلا دیں، خواہ ڈوب جائے۔ ذرے ذرے کے ساتھ روح کا تعلق بالاتر از فہم رہتا ہے۔'' (احکام اسلام عقل کی روشنی میں، ص ۲۰۵)

حیات شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق منکرین حیات کا عقیدہ

اہلسنت والجماعت کے بالمقابل منکرین حیات شہداء کا عقیدہ یہ ہے کہ جس انسان کو موت آ گئی ہے روح جسم سے نکل گئی ہے تو اس روح کا جسم سے اب کوئی تعلق باقی نہیں رہا اور قیامت تک اس جسم عنصری سے روح الگ تھلگ رہے گی، نہ جسم عنصری میں دوبارہ کبھی داخل ہوگی نہ کبھی اس سے واسطہ ہوگا۔ یہ جسم عنصری جیسے ظاہراً مردہ، بے جان، لکڑی، پتھر کی طرح نظر آ رہا ہے ایسے ہی قبر میں، برزخ میں، مرنے کے بعد جسم، جہاں مرضی چلا جائے۔ سمندر میں غرق ہو جائے، آگ میں جلا دیا جائے، درندے، پرندے کھا جائیں، جسم محفوظ ہو، غیر محفوظ ہو، اس میں کسی قسم کی کوئی حیات نہیں اس جسم میں اور لکڑی، پتھر، مٹی، بے جان چیزوں میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں، جیسے لکڑی پتھر ذرے ذرے ہو کر ختم اور معدوم ہو جاتے ہیں یہ جسم بھی ذرے ذرے ہو کر ختم اور معدوم ہو جاتے ہیں سوائے انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کے کہ وہ قیامت تک محفوظ رہیں گے، لیکن ہوں گے بے جان، ان کی بھی صرف اور صرف روح زندہ ہے جیسے لکڑی، پتھر کو راحت، ثواب کا کوئی شعور، ادراک احساس نہیں ہوتا ایسے ہی مرنے کے بعد اس جسم عنصری کو کوئی راحت، ثواب کا ادراک، شعور، احساس کچھ نہیں ہوتا۔ عام ہے کہ مرنے والے انبیاء کرام علیہم السلام ہوں یا اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہ ہوں، عام آدمی ہو، کافر ہو، مسلمان ہو، موت کے بعد جسم عنصری کے لحاظ سے سب برابر ہیں، بے جان، لکڑی پتھر کی طرح ہیں۔ کسی کی روح کا کسی لحاظ سے بھی کوئی اس جسم عنصری سے تعلق نہیں ہوتا۔ جیسے دیکھنے والا شخص اس میت میں کچھ نہیں محسوس کر رہا بالکل ایسے ہی میت بھی کسی قسم کا کچھ نہیں محسوس کر رہا۔ قرآن وحدیث میں جہاں کہیں حیات کی بات آتی ہے، عذاب یا ثواب کی بات آتی ہے، یا جو بھی فضائل، اعزاز و اکرام، یا رذائل جس کے لئے جو ثابت ہیں وہ سب کچھ روح کے لئے ہوتا ہے یا جسم مثالی کے لئے ہوتا ہے جو جسم مثالی روح کو دیا جاتا ہے۔ جنت کی سیر و سیاحت ہو یا نعمتوں سے تلذذ حاصل کرنا ہو وہ سب کچھ روح کو ہی حاصل ہوتا ہے اور جسم عنصری مٹی کے ذروں کی طرح معدوم اور ختم ہو جاتا ہے۔ اس روح کی حیات کے مختلف نام ہیں۔ حیات برزخی، حیات روحانی، جنت والی حیات یعنی حیات انبیاء کرام علیہم السلام کا مسئلہ ہو یا حیات شہداء کا مسئلہ ہو دونوں کی حیات سے صرف اور صرف حیات روحانی مراد ہے کہ روح زندہ ہے جسم عنصری میں کسی قسم کی کوئی حیات نہیں ہوتی۔

منکرین حیات شہداء کا عقیدہ ان کی عبارت کی روشنی میں

۱...... کتاب اللہ اور احادیث نبویہ سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ شہید فی سبیل اللہ کی روح تو فوراً جنت میں داخل ہوجاتی ہے رہا جسم تو شہید کا جسم، روح اور جان کے بغیر رہ جاتا ہے اسی لئے تو اسے جثہ کہا گیا ہے۔
(اکابر کے باغی کون؟ مولوی خضر حیات بھکروی ص ۲۱۹)

۲...... کسی صحابی سے بھی یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا جس میں حیات شہداء کا یہ مطلب بیان کیا ہو کہ شہید کا دنیا والا جسم زندہ ہوتا ہے یا روح دنیا والے جسم میں موجود ہوتی ہے۔ (اکابر کے باغی کون؟ ص ۲۲۲)

۳...... واضح ہوگیا کہ حضرات شہداء کی روحیں نہ تو جنت سے واپس دنیا میں آئیں نہ عنصری جسموں میں داخل ہوئیں۔ لہٰذا ان کی حیات جنت میں روحانی حیات ہے۔ (اکابر کا باغی کون؟ ص ۲۱۶)

۴...... شہداء کی حیات برزخی، روحانی، جنت والی ہے بایں طور کہ ارواح شہداء کو جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے اور جنت کی نعمتوں میں ارواح شہداء بسیرا کرتی ہیں اور وہاں ہی ان کو رزق دیا جاتا ہے ارواح شہداء ابدان عنصری میں ہرگز نہیں لوٹائی جاتی۔ (المسلک المنصور فی احوال من فی القبور مولوی خضر حیات ص ۱۰۴)

۵...... معلوم ہوا کہ عالم برزخ میں شہداء کی حیات محض روحانی اور برزخی ہے جسمانی نہیں۔ (المسلک المنصور ص ۱۲۹)

۶...... حیات برزخی کے لئے روح کا جسد عنصری میں ہونا کوئی ضروری نہیں اور نہ ہی روح کا تعلق جسد عنصری کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔ (المسلک المنصور ص ۱۳۸)

۷...... ہم اہلسنت والجماعت (منکرین حیات) کا عقیدہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہم کو ایک قسم کی برزخی حیات عطاء فرمائی ہے۔ اسی طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو بالخصوص آپ ﷺ کو بھی موت کے بعد ایک مخصوص اور ممتاز حیات برزخی عطاء فرمائی ہے جو شہداء کی حیات سے ممتاز، اعلیٰ وافضل ہے، مگر یہ حیات نہ دنیاوی ہے اور نہ لفظ میت کے اطلاق کے منافی ہے اور نہ ارواح مبارکہ اجساد عنصری میں داخل ہیں اور نہ ارواح مبارکہ کا اجساد عنصریہ کے ساتھ تعلق ہے۔ (المسلک المنصور ص ۱۳۹)

۸...... یہ بات بھی قابل غور ہے کہ شہداء کی روحیں عنصری بدنوں سے تعلق کی درخواست کرتی ہیں لیکن ان کی یہ درخواست منظور نہیں کی جاتی۔ (اقامۃ البرہان، ابواحمد سجاد بخاری، ص ۱۰۶)

۹...... حیات شہداء کی جس کیفیت کو بیان فرمایا ہے اس میں شہداء کے عنصری بدنوں کو کوئی دخل نہیں اور ان کی ارواح کے ابدان کے ساتھ تعلق کی طرف اشارہ تک نہیں بلکہ آپ ﷺ نے واضح فرمادیا کہ شہداء کی حیات روحانی ہے اور ان کی روحوں کو یہ حیات اجساد مثالیہ کی وساطت سے حاصل ہے۔ اگر حیات شہداء سے ان کے قبروں میں مدفون بدنوں کی حیات مراد ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اسے ضرور بیان فرماتے اور ہرگز اسے نظر انداز نہ کرتے۔
(اقامۃ البرہان ص ۱۰۹)

۱۰...... اگر ان (شہداء) کی روحیں پہلے ہی سے ان کے بدنوں میں موجود ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ سے روحوں کو بدنوں میں لوٹانے کی آرزو ہرگز نہ کریں۔ (اقامۃ البرہان، ص ۱۰۶)

۱۱...... دنیا والے بدنوں کے بدلہ میں برزخ میں جو بدن شہیدوں کو ملتے ہیں محققین انہی بدنوں کو مثالی بدن کہتے

ہیں اور دنیا والے جسم جیسا جسم ہے جس کے ساتھ تمام معاملات، کھانا، پینا، آرام، راحت، لذت، والم وغیرہ سب اسی جسم مثالی برزخی کو حاصل ہوتے ہیں وہاں دنیا والا جسم نہیں ہوتا۔ (عقیدۃ الامت، مولوی شہاب الدین خالدی ص ۴۱)

۱۲...... شہداء کی حیات سے اگر حقیقت حیات یعنی روح کا تعلق انہیں ابدان کے ساتھ جو پہلے تھے یعنی ابدان عنصر یہ لیا جائے تو یہ بات واقع کے بھی خلاف ہے اور شرع شریف کے بھی خلاف ہے۔ (ندائے حق ص ۳۲۶)

۱۳...... اجساد عنصری کی قید مبتدعین کی خود ساختہ اور خانہ ساز قید ہے کسی آیت کریمہ یا احادیث نبویہ میں جسم عنصری کا کوئی ذکر نہیں۔ (تحقیق حق ۶)

۱۴...... مولوی عطاء اللہ بندیالوی لکھتا ہے کہ اس حقیقت پر کتنے دلائل اور کتنے حوالے پیش کروں کہ شہید کی زندگی دنیاوی قبر والی جسمانی زندگی نہیں ہے بلکہ یہ جنت والی عظیم روحانی زندگی ہے اور شہداء کی روحوں کا ان کے جسموں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ (ماہنامہ ضیائے توحید ص ۱۷ بابت ماہ نومبر ۲۰۱۳ء)

منکرین حیات کی عبارات کا خلاصہ یہ ہے:

۱...... شہداء کرام رحمہم اللہ کا جسم، روح اور جان کے بغیر رہ جاتا ہے۔

۲...... ان کی حیات جنت میں حیات روحانی ہے۔

۳...... حیات برزخی ہے۔

۴...... جنت والی حیات۔

۵...... روح جسم عنصری میں داخل نہیں۔

۶...... روح کا جسم عنصری کے ساتھ تعلق نہیں۔

۷...... روحوں کو جنت میں جسم مثالی ملتا ہے۔

۸...... اسی جسم مثالی کے ساتھ تمام معاملات برتے جاتے ہیں کھانا، پینا، آرام، راحت، لذت والم وغیرہ۔

۹...... قبر والے جسموں سے روح کا تعلق مان لیا جائے تو شریعت کے خلاف کرنا لازم آئے گا۔

۱۰...... جو جسم عنصری کے زندہ ہونے کے قائل ہیں وہ بدعتی ہیں۔

۱۱...... تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو حیات برزخی، روحانی، حاصل ہے نہ کہ اجساد مطہرہ کو۔

منکرین حیات کے دلائل دعوے کے مطابق نہیں ہوتے

۱...... منکرین حیات کا دعویٰ یہ ہے کہ جسم عنصری کے ساتھ روح کا کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہوتا اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ روح جنت میں ہوتی ہے۔ حالانکہ اپنے عقیدے کے مطابق کوئی ایسی حدیث یا آیت یا کسی محدث ومفسر کا قول دکھاتے کہ روح جنت میں ہے اور اس کا تعلق اس جسم کے ساتھ نہیں ہے۔ یعنی ان کے پاس اپنے عقیدے کے مطابق ایسی کوئی دلیل نہیں جس میں اشارۃً یا کنایۃً یا صراحتاً یہ بات ثابت ہو کہ روح کا جسم عنصری کے ساتھ تعلق نہیں۔ جب دلیل دعویٰ کے مطابق نہیں تو گویا دعویٰ بے دلیل ہے۔ جب دعوی بلا دلیل ہے تو وہ ہرگز قابل قبول نہیں ہوگا۔

۲...... جب یہ حضرات اس بات کو مانتے ہیں کہ روح جنت میں ہوتی ہے اور شہید کو اللہ تعالیٰ ان الفاظ سے مخاطب کرتا ہے: ''یا عبادی وتشتھون فازیدکم'' اے میرے بندوں تم اور کیا چاہتے ہو کہ میں زیادہ کروں۔

پس وہ شہید کہتے ہیں: ”انا نختار ان تردار واحنافی اجسادنا ثم تردنا الی الدنیا“ ہم پسند کرتے ہیں کہ تو ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دے اور ہمیں دنیا میں بھیج دے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جن جسموں سے مخاطب ہوتا ہے۔ وہ جسم یہی دنیا والے جسم ہیں جن کو کہا ”یا عبادی“ اے میرے بندو! اور بندے یعنی شہیدوں کا تمنا کرنا تو اس بات کی دلیل ہے کہ ان جسموں میں حیات ہے۔ کیونکہ تمنا وہی چیز کرتی ہے جس میں حیات ہو اور یہ بالاتفاق مسئلہ ہے کہ یہی جسم عنصری تمنا کرتا ہے۔ کیونکہ جسم مثالی تمنا نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ اس میں تو پہلے سے روح ہے۔ وہ کیسے تمنا کرے کہ روح کو میرے اندر لوٹا اور میں دوبارہ قتل ہو کر آؤں۔ حالانکہ پہلے یہ قتل نہیں ہوا۔ قتل وہ جسم عنصری ہوا ہے اور وہ جسم عنصری یہ تمنا کر رہا ہے کہ روح ہمارے جسموں میں لوٹا دے۔ تاکہ ہم دوبارہ پہلے کی طرح شہید ہو کر آئیں۔ اس جسم عنصری کا تمنائے شہادت کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہی جسم عنصری حیات ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی یہی کہا کہ اے میرے بندو! اور بندہ روح مع الجسد کو کہتے ہیں اور جسد سے مراد بھی جسد عنصری ہے۔

۳...... موت کے بعد شہیدوں کو جو زندہ کہا گیا ہے۔ اس زندگی سے اگر صرف جنت میں جسم مثالی والی زندگی مراد لیں اور جسم عنصری کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہ مانیں تو عام مومنین اور شہید میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ کیونکہ عام مومنین جو شہید نہیں ہوئے۔ وہ بھی تو جنت میں جسم مثالی کے ساتھ رہتے ہیں اور خوب مزے اڑاتے ہیں۔ جب فرق نہیں تو پھر ”بل احیاء“ کیوں کہا۔ گویا ”بل احیاء“ کہنے کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ جیسا کہ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر شہدا کی اس حیات سے مرنے کے بعد فوری حیات مراد نہ لی جائے تو معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کی خبر سچی نہیں رہتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ خبر دی ہے کہ شہداء زندہ ہیں۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ فی الحال جسم عنصری کے ساتھ زندہ ہوں۔ چونکہ روح پر تو موت آتی نہیں۔ اس لئے موت اور پھر حیات یہ اجسام ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ یعنی موت چونکہ اسی جسم عنصری پر وارد ہوئی ہے۔ شہید یہی جسم عنصری ہوا ہے اور تمنا بھی یہی کرتا ہے۔ لہٰذا حیات بھی اس کی ثابت ہوگی۔ اسی کے بارہ میں کہا کہ وہ زندہ ہے اور شک اسی جسم عنصری کے بارہ میں ہے۔ کیونکہ قتل یہی ہوا ہے۔ اب جن لوگوں نے اس آیت کی تاویل یہ کی ہے کہ ”احیاء“ سے مراد قبر اور برزخ میں زندہ نہیں۔ بلکہ جنت میں زندہ ہیں تو ان کی اس تاویل سے اللہ تعالیٰ کے اس ”احیاء“ والے ارشاد کا فائدہ ہی باطل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مسلمانوں میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں جو اس پر یقین نہ رکھتا ہو کہ شہداء دیگر اہل جنت کی طرح زندہ ہوں گے۔ کیونکہ جنت میں سرے سے موت ہے ہی نہیں۔　　　(تسکین الصدور ص ۲۶۱)

یعنی جب مسلمان اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ جنت میں ہر کوئی زندہ ہوتا ہے۔ وہاں کوئی مردہ نہیں ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ نے کیوں بتا دیا کہ وہ جنت میں زندہ ہیں۔ ہاں! اس وقت بتاتے جہاں کوئی شک کرتا۔ لہٰذا جنت والی زندگی کے بارے میں کسی نے شک نہیں کیا تو اللہ نے اس کے بارہ میں بتایا بھی نہیں۔ جس کے بارہ میں شک کیا ہے۔ اس کے بارہ میں بتایا بھی ہے اور وہ ہے قبر والا جسم اس میں شک کی گنجائش تھی۔ اللہ تعالیٰ نے شک کو دور کر دیا کہ نہیں وہ اسی جسم عنصری کے ساتھ زندہ ہیں۔

۴...... ”بل احیاء عند ربہم یرزقون“ وہ شہید اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ یہ رزق اسی جسم عنصری کے لئے ملتا ہے۔ کیونکہ روح کو اس کھانے پینے، آرام و راحت والے رزق کی ضرورت ہی نہیں۔ کیونکہ روح ایک اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور قائم بالغیر ہے۔ اس کا تو جسم ہی نہیں عین ہی نہیں صرف وجود ہے۔

جس طرح کہ ہوا وغیرہ کا وجود ہے جسم نہیں۔ جب یہ عین اور جسم والی چیز نہیں تو اس کو کھانے پینے کی ضرورت ہی نہیں۔ جیسے کہ روح المعانی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ شہداء کو خدا کے پاس رزق دیا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ رزق جسم کے لئے ہوتا ہے۔ (روح المعانی ص ۱۷ ج ۲) اور حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: ''ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا'' حیات بمعنی افعال حیات ہیں۔ ورنہ ارواح سب زندہ ہیں۔ اسی لئے قرآن وحدیث میں جہاں بھی حیات کا ذکر آیا ہے۔ اس کے ساتھ فعل کو بھی افعال حیات میں سے ضرور ذکر کیا گیا ہے ''بل احیاء عند ربھم یرزقون'' میں ان کا مرزوق ہونا ذکر فرمایا ہے جو زندوں کا فعل ہے۔ یعنی اگرچہ دوسرے بھی زندہ ہیں۔ مگر ان لوگوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ یہ زندوں کی طرح کھاتے پیتے ہیں۔ ان کو زندہ کہنا زیادہ مناسب ہے۔ (ملفوظات کشمیری ۱۲۱)

حیات شہداء کرام رحمۃ اللہ قرآن کی روشنی میں

قارئین اب وہ دلائل آئیں گے جس سے معلوم ہوگا کہ شہید کا یہی جسم زندہ ہوتا ہے۔

دلیل نمبر ۱...... ''ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لاتشعرون (بقرہ: ۱۵۴)'' (جو اللہ کے راستہ میں مارے گئے ہیں۔ ان کو مردہ نہ کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ لیکن تم کو شعور نہیں) چند قرائن سے یقین ہوجاتا ہے کہ شہداء کی حیات اجسام عنصریہ کو ہی حاصل ہے۔ کیونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے روح اور بدن عنصری سے مرکب کیا ہے۔ قتل والا فعل روح اور جسد عنصری کے مجموعے پر واقع ہوتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ روح اپنی لطافت کی وجہ سے زندہ صحیح سلامت بچ نکلتا ہے اور جسد عنصری قتل ہوجاتا ہے۔ اس لئے مقتول فی سبیل اللہ جسد عنصری ہے اور اللہ تعالیٰ نے مقتول فی سبیل اللہ کو ہی مردہ کہنے سے منع کیا ہے اور یہ ممانعت محض ادب کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بل احیاء ای بل ھم احیاء'' کہ وہ مقتول فی سبیل اللہ یعنی اجساد عنصریہ زندہ ہیں۔ وہ قرائن یہ ہیں:

۱...... مقتول فی سبیل اللہ کو زندہ کہا گیا ہے اور مقتول فی سبیل اللہ نہ روح ہے بلکہ اجساد عنصریہ ہیں۔

۲...... بل احیاء میں مبتدا محذوف ہے بل ہم احیاء ہم ضمیر کا مرجع من یقتل فی سبیل اللہ ہے اور قاعدہ ہے کہ مبتداء خبر کا محل ایک ہوتا ہے۔ مبتداء یعنی ہم ضمیر کا مرجع من یقتل فی سبیل اللہ ہے اور احیاء اس کی خبر ہے۔ ان دونوں کا محل ایک ہی ہوگا چونکہ مقتول فی سبیل اللہ اجساد عنصریہ کا محل قبر ہے تو احیاء کا محل بھی قبر ہوگا۔ معلوم ہوا کہ شہداء کے اجسام عنصریہ اپنے محل یعنی قبور میں زندہ ہیں۔

۳...... موت اور حیات میں تقابل، تضاد یا تقابل عدم وملکہ ہو تو متقابلین میں شرط یہ ہے کہ دونوں کا محل ایک ہو اور جب موت کا محل اجساد عنصریہ ہیں تو حیات کا محل بھی اجساد عنصریہ ہوں گے۔ اگر موت کا محل اجساد عنصریہ ہوں اور حیات کا محل روح یا بدن مثالی ہو تو یہ موت وحیات کے درمیان تقابل کے خلاف ہے۔

۴...... اس حیات کے بارے میں کہا گیا ہے کہ: ''ولکن لاتشعرون'' شہداء یعنی مقتول فی سبیل اللہ زندہ ہیں، لیکن تم اس کا شعور نہیں رکھتے۔ ان کی حیات غیر شعوری ہے جب کہ ارواح کی حیات شعوری ہے۔ یعنی وہ شعور میں آتی ہیں۔

فائدہ! حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ: اس آیت کریمہ سے شہداء کی حیات مرنے

کے بعد عبارت النص سے ثابت ہے اور اسی جسم کو حیات حاصل ہے۔ کیونکہ "یقتل" فعل مضارع کا صیغہ ہے اور فعل حدث پر دلالت کرتا ہے یعنی فعل اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ شہداء کو جو قتل کیا جاتا ہے۔ وہ قتل والا کام ختم ہو جاتا ہے۔ قتل کرنا ختم ہو گیا۔ ایسے نہیں کہ شہید کو ابھی تک قتل کر رہے ہیں اور شہید ہمیشہ قتل ہوتے رہیں گے۔ جب موت آگئی تو قتل کرنا ختم اور ظاہر ہے کہ قتل جسد عنصری ہوا ہے۔ نہ کہ جسم مثالی اور اسی جسد عنصری کو لوگ مردہ کہتے ہیں۔ جسم مثالی کو کوئی مردہ نہیں کہتا اور نہ ہی روح کو کوئی مردہ کہتا ہے تو جب اسی جسم کے بارے میں لوگوں نے کہنا تھا کہ مردہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے شہید کے اعزاز و اکرام کی وجہ سے فوراً روک دیا کہ اس کے جسم کو مردہ نہ کہو "بل احیاء" بلکہ یہی جسم روح کے تعلق کی وجہ سے زندہ ہے۔ اب ان جسموں کو نہ مردہ کہنا ہے۔ نہ مردہ خیال کرنا اور نہ مردہ ہونے کا عقیدہ رکھنا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ موت تو ان پر یقیناً آئی۔ لیکن اس موت کو دوام نہیں۔ اب دوام ہے کس چیز کو تو آگے فرمایا: "بل احیاء" احیاء خبر ہے اس کا متبداء ہم ضمیر ہے جو من کی طرف لوٹ رہی ہے اور جملہ اسمیہ ہے (یعنی "بل ہم احیاء" اور جملہ اسمیہ استمرار کے لئے آتا ہے۔ یعنی ان کی یہ زندگی جو مرنے کے بعد عطاء ہو گئی ہے وہ ہمیشہ رہے گی) اب ان منکرین حیات کا یہ کہنا کہ قتل تو شہید کا جسم ہوا۔ لیکن "بل" کے بعد "احیاء" سے مراد جو حیات ہے۔ وہ صرف روح کے لئے حیات ہے۔ یہ بالکل وہی بات ہے جو قادیانی کہتے ہیں کہ: "وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ" قتل کا تعلق تو یقیناً جسم مسیح کے ساتھ ہے۔ لیکن رفع اور آسمانوں پر اٹھانا صرف روح کا ہے۔ ہم کہتے ہیں جس جسم کو یہودی قتل کرنا چاہتے تھے۔ اسی جسم کو خدا نے قتل سے بچا کر آسمانوں پر اٹھا لیا۔ اس طرح شہید کا جو جسم قتل ہوا۔ اسی جسم کو اللہ تعالیٰ نے حیات عطاء فرمائی ہے۔ کیونکہ "بل" سے پہلے اسی جسم عنصری کے قتل کا ذکر ہے تو بل کے بعد بھی لازمی طور پر اسی جسم عنصری کے احیاء کا ذکر ہے، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ بل اپنے ماقبل سے حکم ختم کر کے اپنے مابعد کے لئے حکم کو ثابت کرتا ہے۔ جیسے "جاءنی زید بل عمرو" آیا میرے پاس زید بلکہ عمرو یعنی زید نہیں آیا بلکہ عمرو آیا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شہید کو مردہ نہ کہو۔ بلکہ وہ شہید زندہ ہے۔ لیکن ایسی زندگی کے ساتھ جو ہمارے شعور میں نہیں آئے گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ احیاء سے مراد اکیلی روح جسم مثالی والی ہو ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ اکیلی روح کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کہا ہی نہیں کہ مردہ نہ کہو بلکہ اس جسم کے متعلق مردہ نہ کہنے کا حکم فرمایا ہے جو اللہ کے راستہ میں شہید ہوا ہے۔ کیونکہ روح تو نہ کبھی مری ہے اور نہ اس پر موت آئے گی۔ وہ تو ہمیشہ سے ہمیشہ تک زندہ رہے گی۔ اس لئے سارے اعزاز و اکرام اسی جسم عنصری کے لئے ہیں جو مقتول فی سبیل اللہ ہوا ہے۔ اس لئے احیاء کا تعلق اجسام کے ساتھ ہوگا۔ نہ کہ روح جسم مثالی والی کے ساتھ۔ (فافہم)

اعتراض...... بظاہر ایک اعتراض ہوتا ہے کہ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے ادب کی وجہ سے روک دیا ہو کہ شہداء کو مردہ نہ کہو۔ کیونکہ اس میں ان کی بے ادبی ہے۔ بلکہ ان کا ادب کرتے ہوئے یوں کہو وہ زندہ ہیں۔ اب ان کا زندہ ہونا عقیدہ کی وجہ سے نہیں، (حقیقتاً نہیں) بلکہ ادباً ہے، جیسے کہ منکرین حیات عقیدہ رکھتے ہیں۔ مردہ نہ کہنے کا کہ ظاہر اور ادب کی وجہ سے مردہ نہیں کہتے۔

جواب...... "ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون (آل عمران: ۱۶۹)" اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس وہم کی بھی تردید کر دی کہ دل میں خیال بھی نہیں لانا کہ وہ مردہ ہیں۔ جب دل میں خیال تک کو روک دیا گیا تو عقیدہ رکھنا کیسے صحیح ہوگا؟ یعنی اللہ تعالیٰ نے تاکید کے ساتھ روک دیا

کہ ہرگز ہرگز گمان نہ کرو ان کے بارہ میں جو شہید ہوئے تو ان شہیدوں کے جسم کو مردہ کہنا اور خیال کرنا گناہ کبیرہ ہے تو ان کے مردہ ہونے کا عقیدہ رکھنا تو قریب من الکفر ہے۔

شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہ کو رزق ملنے کا مطلب

اب یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ رزق ملتا ہے۔ لیکن اس کی کیفیت وصورت کیا ہوگی۔ اس کے بارے میں دو قول ہیں:

۱...... اصلی کیفیت تو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔ لیکن یہ رزق ایسا بھی ملتا ہے جیسا کہ کبھی کبھی آپ ﷺ اس عالم دنیا میں بھی غیبی رزق سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ جو بدن میں قوت تو پیدا کرتا تھا۔ لیکن منہ سے کھانے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ جیسا کہ حدیث میں ہے: "لستُ کاحَدِکم انی یُطعمُنی ربی ویَسقِینِی" (بخاری ص ۲۶۳ ج۱) میں تم میں سے کسی ایک کی طرح نہیں۔ مجھے میرا رب کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔

۲...... اور دوسرا قول یہ ہے کہ جس طرح عادتاً رزق انسان کو ملتا ہے اور وہ کھاتا پیتا ہے منہ سے، ایسے ہی شہید کو ملتا ہے واقعات سے اندازہ ہو جائے گا۔

شہیدوں کے جسم عنصری کو زندہ نہ ماننے کے نقصانات

جسم عنصری کے متعلق آپ نے مکمل مسئلہ پڑھا کہ سب کچھ اسی جسم عنصری کے لئے ہے تو جو شخص جسم عنصری کو زندہ نہیں مانتا اس کے نقصانات کیا کیا ہیں؟ ملاحظہ فرمائیں۔ دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے نہی کا صیغہ استعمال فرمایا ہے: "ولا تقولوا، ولا تحسبن، ولا تقولوا" جمع مذکر نہی حاضر کا صیغہ ہے۔ ولا تحسبن واحد مذکر حاضر نہی بانون ثقیلہ کا صیغہ ہے۔ جب یہ نہی کے صیغے ہیں تو نہی کے صیغوں سے وجوب ثابت ہوتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جسم کو مردہ کہنے، خیال کرنے اور عقیدہ رکھنے سے منع فرما دیا ہے۔ اب اس عقیدہ سے رکنا اور اس عقیدے کو چھوڑنا واجب ہے اور جو نہیں رکے گا واجب کو چھوڑنے والا ہے۔ گناہ کبیرہ کرنے والا ہے۔ اگر کوئی جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے بھی مردہ ہونے کا عقیدہ رکھے یا خیال کرے تو بھی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والا شمار ہوگا۔ کیونکہ شریعت میں جہالت کا کوئی اعتبار نہیں اور اگر کوئی جان بوجھ کر یہ عقیدہ رکھے۔ جیسے منکرین حیات رکھتے ہیں۔ تو یہ بھی گناہ کبیرہ ہے۔ اب اگر اس گناہ کو گناہ سمجھ کر یہ عقیدہ رکھے تو اس کو توبہ کی توفیق ہوتی ہے اور اگر اس کو ثواب سمجھ کر عقیدہ رکھا جائے تو توبہ کی توفیق بھی نہیں ہوتی۔ الٹا کئی گناہ اور بھی ساتھ ہوتے ہیں۔ "نیکی برباد گناہ لازم" کے مترادف ہونا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جو بھی یہ عقیدہ رکھے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہ، اپنی اپنی قبروں میں اسی جسم عنصری والے جسم کے ساتھ زندہ نہیں اور روح کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تو یہ عقیدہ رکھنا تقریباً دس گناہوں کا مجموعہ ہے اور گناہ بھی گناہ کبیرہ ہیں اور وہ یہ ہیں:

(۱) ایسا عقیدہ رکھنے سے اللہ کے حکم کو نہ ماننا لازم آتا ہے جو گناہ کبیرہ ہے۔ (۲) پھر نہ ماننے پر اصرار اور ضد یہ بھی گناہ کبیرہ ہے۔ (۳) اللہ نے حکم دیا تھا کہ مردہ خیال بھی نہیں کرنا، ان لوگوں نے خیال سے بڑھ کر عقیدہ رکھ لیا، گمان کا علیحدہ گناہ عقیدے کا علیحدہ گناہ۔ (۴) ان کے نزدیک یہ عقیدہ رکھنا ثواب ہے، اگر ثواب نہ سمجھتے تو عقیدہ نہ رکھتے، اس کو ثواب سمجھنا یہ بھی کبیرہ گناہ ہے۔ (۵) اس کی تبلیغ کرنا اور لوگوں کو گمراہ کرنا، یہ بھی کبیرہ گناہ ہے۔ (۶) جو یہ

عقیدہ نہیں رکھتے ان کو مشرک کہنا، یہ بھی کبیرہ گناہ ہے۔(۷) پھر ان تمام گناہوں کو علی الاعلان کرنا سب کے سامنے بیان کرنا، یہ بھی کبیرہ گناہ ہے۔(۸) پھر اس پر فخر کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے۔(۹) پھر ان تمام گناہوں کو گناہ نہ سمجھنا، سب سے بڑا گناہ ہے۔(۱۰) پھر ان سب گناہوں کو توحید وسنت کا نام دینا، یہ بھی کبیرہ گناہ ہے (تلک عشرۃ کاملۃ) یہ منکرین حیات والا عقیدہ رکھنا جس کے اتنے نقصانات ہیں۔ان کے ہوتے ہوئے منکر حیات سویا ہوا ہو یا جاگتا ہو، نماز پڑھتا ہو یا تلاوت کرتا ہو۔غرض جو بھی نیک کام کرے، اس عقیدے کی وجہ سے دس گناہوں کو بھی بیک وقت کر رہا ہے، چوبیس گھنٹے دس گناہوں میں ملوث ہے، جو آدمی اتنے گناہ کرے اس پر اللہ کی رحمت کیا برسے گی۔

علماء کرام کے اقوال کہ شہید کا جسم عنصری زندہ ہے

۱...... قرآن پاک میں جو شہداء کو زندہ کہا گیا ہے تو اس کی دلیل میں یرزقون بھی فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''بل احیاء'' یہ دلیل ہے ان شہداء کی حیات (جسمانی) پر اور بے شک وہ شہداء رزق دیئے جاتے ہیں اور رزق اس کو ملتا ہے جو زندہ ہو۔ (تفسیر قرطبی ص ۲۷۲ ج ۲)

۲...... حیات شہداء کے بارے میں حضرت امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حیات شہداء کی آیت کے معنی جمہور کے نزدیک یہ ہیں کہ وہ حیات حقیقی کے ساتھ زندہ ہیں۔آگے لکھا کہ اس کی حیات فی القبر حقیقی حیات ہے اور رزق سے مراد وہی رزق ہے جسے عادتاً رزق کہا جاتا ہے۔جیسا کہ جمہور کا مسلک ہے۔(نیل الاوطار ص ۳۱۱ ج ۳) ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ قرآن حکیم میں شہداء کے بارے نص وارد ہوئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ وہ زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں اور ان کی یہ حیات جسدی حیات ہے۔وان الحیاۃ فیھم متعلقۃ بالجسد! (نیل الاوطار ص ۲۲۱ ج ۳)

۳...... حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ میرے مرشد حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں کشف والی نگاہ سے دیکھ رہا ہوں کہ شہداء پر اللہ تعالیٰ کی ذاتی تجلیات پڑ رہی ہیں۔آگے لکھا کہ یہ عنایات صرف شہداء تک ہی محدود ہیں۔کیونکہ مقربین فرشتوں پر بھی خداوند تعالیٰ کی ذاتی تجلیات نہیں پڑتیں۔ان پر صفاتی تجلیات ہی پڑتی ہیں۔ذاتی تجلیات صرف انسانوں کے لئے خاص ہیں۔ (معالم العرفان ص ۵۲۷ ج ۴)

۴...... حضرت مولانا محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شہداء کو اللہ کی طرف سے جنت کا رزق ملتا ہے اور رزق زندہ آدمی کو ملا کرتا ہے۔معلوم ہوا کہ دنیا سے منتقل ہوتے ہی شہید کے لئے رزق جنت کا جاری ہوجاتا ہے۔ (بحوالہ قرطبی ۲۷۳ ج ۲)

۵...... حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''الشھید لا یبلی فی القبر ولا یاکلہ الارض وھذا اثر من اثر حیاتہ'' (تفسیر مظہری ص ۱۷۰ ج ۲) (شہید قبر میں بوسیدہ نہیں ہوتا اور اس کو زمین کھاتی نہیں۔یہ اس کی زندگی کی علامت ہے کہ وہ زندہ ہے)

۶...... ''وعن الحسن البصری رحمۃ اللہ علیہ ان الشھداء احیاء عند ربھم تعرض ارزاقھم علی ارواحم، فیصل الیھم (ای الشھداء) الروح والفرح، کما تعرض النار علی ارواح آل فرعون غدوا و عشیا، فیصل الیھم الوجع (حاشیہ شیخ زادہ محی الدین علی التفسیر البیضاوی ص ۳۹۲، سورۃ بقرہ)'' (حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بے شک شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں۔ان کے رزق ان کی روحوں پر پیش کئے

جاتے ہیں۔ پھر ان روحوں کے واسطہ سے شہداء کی طرف راحت اور فرحت یعنی خوشی پہنچتی ہے۔ جیسا کہ آل فرعون کی روحوح پر آگ پیش کی جاتی ہے۔ صبح وشام۔ پھر آل فرعون کے جسموں کی طرف عذاب پہنچتا ہے)

فائدہ! اس قول سے تمام ان احادیث کا مطلب واضح ہوگیا۔ جن میں یہ بات موجود ہے کہ روحیں علیین میں ہیں اور سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں۔ سیر کرتی ہیں۔ چلتی پھرتی ہیں۔ جنت میں عرش کے نیچے بسیرا کرتی ہے۔ یہ سب کچھ اس روح کے واسطے سے اسی جسم عنصری کے لئے ہوتا ہے۔ اس جسم عنصری کو فرحت وخوشی پہنچتی ہے۔ کیونکہ روح کو بذات خود کسی شیئ کی ضرورت نہیں۔ اس واسطے کہ وہ ایک اللہ کا حکم ہے جو قائم بالغیر ہے۔ دوسری دلیل اس بات پر کہ یہ سب کچھ جسم عنصری کے لئے ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ انسان کی پیدائش سے پہلے بھی تو روح عرصہ دراز سے تھی۔ اس وقت تو اس کا اتنا اعزاز واکرام بالکل نہیں تھا۔ جیسا کہ اب ہے معلوم ہوا۔ یہ سب کچھ اس جسم عنصری کے لئے ہے۔ اگر روح کے لئے ہوتا تو انسان کے پیدا ہونے سے پہلے بھی ہوتا۔ پہلے نہ ہونا اس بات پر قوی دلیل ہے کہ اب جسم عنصری کے لئے مل رہا ہے۔ جیسا کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

۷...... تفسیر بیضاوی میں یہ بات صراحت کے ساتھ لکھی ہوئی ہے کہ جن لوگوں نے شہداء کے جسم عنصری کے لئے حیات کو ثابت کیا ہے انہوں نے اس بات میں کچھ اختلاف کیا ہے کہ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ شہداء کے اجسام عنصریہ ہی کو آسمانوں کی طرف لے جاتا ہے اور عرش کے نیچے قندیلوں میں یہ رہائش اختیار کرتے ہیں اور احادیث سے ثابت شدہ تمام اعزاز واکرام انہی اجسام کے لئے ہوتے ہیں اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ ان کے اجسام عنصریہ کو زمین میں ہی رکھا جاتا ہے اور اسی کو زندہ کردیا جاتا ہے اور تمام اعزاز واکرام اسی جسم عنصریہ کی طرف پہنچتے ہیں (اور یہی جمہور کا مسلک ہے) (شیخ زادہ محی الدین علی البیضاوی سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۶۹ ج ۳)

قارئین! اگر دونوں قول مان لئے جائیں تو اس میں کوئی حرج ہی نہیں ہے اور یوں تطبیق بھی دی جاسکتی ہے کہ جو شہداء اعلیٰ درجہ کی شہادت کو پالتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو عرش کے نیچے جگہ دیتے ہیں اور باقی انہی قبروں میں مزے کرتے ہیں خوشی اور فرحت راحت وآرام کرتے ہیں۔ یہی ان کے لئے جنت الفردوس ہے۔

۸...... حضرت مولانا سید نورالحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شہید جسمانی طور پر بھی زندہ ہے۔ اسے مردہ نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ ''لمن یقتل فی سبیل اللہ'' میں مردہ کہنے کی ممانعت ہے اور یہ حقیقت ہے کہ: ''قتیل وشہید فی سبیل اللہ'' وجود اور جسم ہے۔ لہٰذا شہید کے وجود اور جسم کو مردہ نہیں کہہ سکتے۔ وہ زندہ ہے۔ ایک تو اکراماً دوسرا جسم کے ساتھ روح کے تعلق ہونے کی وجہ سے۔ (حیات الاموات ۸۸)

۹...... محمد بن علی بن محمد المعروف قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں صراحت سے شہدا کے بارے میں آیا ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ان کو رزق ملتا ہے اور بلاشبہ یہ حیات ان کے جسم سے متعلق ہے تو حضرات انبیاء کرام ومرسلین علیہم السلام کی حیات بطریق اولیٰ اجسام سے متعلق ہوگی۔ (نیل الاوطار ص ۲۶۴ ج ۳)

نوٹ:...... نصوص قطعیہ سے شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے اجسام عنصریہ کی حیات ثابت ہے جیسے مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ شہداء کے لئے بنص قرآن حیات حاصل ہے۔ نیز انبیاء کرام علیہم السلام کا درجہ عام شہداء سے اعلیٰ وارفع ہے تو بدلالۃ النص یا بالاولیٰ خود قرآن سے ان کی حیات ثابت ہوئی۔ جب مرتبہ اعلیٰ وارفع ہے تو حیات بھی اقویٰ واکمل ہوگی۔ (تسکین الصدور ص ۲۴)

منکرین حیات قطعیت کے ساتھ ثابت شدہ حیات کا جب انکار کر رہے ہیں تو باقی عام مسلمان، کافر کی حیات عنصریہ کا بطریق اولیٰ انکار کرنے والے ہوئے۔

منکرین حیات کی چال بازیاں

قارئین کرام! آپ حضرات ان کی عبارات کی روشنی میں یہ یقین کر لیں کہ منکرین حیات کے نزدیک اس قبر والے جسم میں کسی قسم کی کوئی حیات نہیں ہوتی، انبیاء کرام علیہم السلام، شہداء کرام رحمہم اللہ سمیت، تو جب کبھی آپ کو منکرین حیات یہ دھوکہ دینے کی کوشش کریں کہ ہم بھی حیات قبر مانتے ہیں، ہم عذاب وثواب قبر کے قائل ہیں، عذاب قبر حق ہے، اس کا انکار قرآن وسنت کا انکار ہے، مطلقاً عذاب وثواب مابعد الموت کا منکر عند الجمہور گمراہ اور عند البعض کافر ہے، عذاب وثواب قبر میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں، قرآن کریم اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ وغیرہ وغیرہ! ان سب دھوکوں و چال بازیوں سے مراد صرف اور صرف روح کی ہی حیات لیتے ہیں، قبر والے لفظ سے کبھی دھوکہ نہ کھائیں یہ قبر شرعی کہتے ہی علیین وسجین کو ہیں اس دنیا والی قبر کو عرفی قبر اور گڑھا کہتے ہیں اس میں جسم کو بالکل معدوم ختم ہونے والا بغیر حیات کے مانتے ہیں۔ دو دلیلوں کی وجہ سے ان کے اس دھوکہ میں نہیں آنا کہ یہ بھی شاید اسی دنیا والی قبر کی حیات کے قائل ہوں، ایک دلیل تو گزشتہ عبارات ہیں جن سے صراحت کے ساتھ ثابت ہو گیا ہے کہ یہ منکرین حیات کسی بھی انسان کے لئے کسی بھی صورت میں جسم عنصری کے لئے حیات کے بالکل قائل نہیں۔ دوسری دلیل آنے والی عبارات ہیں جو اس بات پر واضح دلالت کر رہی ہیں کہ یہ دنیا والی قبر شرعی قبر نہیں، بلکہ ایک عرفی گڑھا ہے، عذاب وثواب اس گڑھے میں نہیں ہوتا بلکہ شرعی قبر میں ہوتا ہے اور شرعی قبر سے مراد یہ علیین وسجین لیتے ہیں۔

منکرین حیات کے نزدیک شرعی قبر ان کی عبارات کی روشنی میں

۱...... عذاب قبر، وثواب قبر میں اہلسنت والجماعت میں سے کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ قرآن کریم اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے، عذاب قبر کا انکار قطعیات ومحکمات کا انکار ہے۔ لیکن عذاب وثواب قبر کو اپنی ناصواب دانش وفہم سے کسیوں کے ذریعے کھودے گئے گڑھے کے ساتھ کرنا اور یہ کہنا کہ مردہ اس گڑھے میں اٹھتا ہے، بیٹھتا ہے، کھاتا ہے، پیتا ہے، یہی گڑھا جنت ہے، جہنم ہے، جو لوگ عذاب وثواب قبر کے لئے گڑھے کو اور عذاب وثواب قبر کے لئے اعادہ روح کو جسد عنصری میں یا روح کا تعلق حیات بایں معنی کہ بدن عنصری میں حیات حقیقی پیدا ہو جائے شرط قرار دیتے ہیں وہ دراصل قرآن وسنت سے اور مذاہب اہلسنت سے ناواقف ہیں۔

(حقیقت عذاب قبر، مفتی عزیز الرحمن نوشکوی، مقدمہ)

۲...... اصل بات یہ ہے کہ قبر اس گڑھے کا نام نہیں ہے جسے لوگ اپنے ہاتھوں سے کسیوں کے ذریعے کھود کر اس میں میت کو دفن کرتے ہیں بلکہ قبر کسی اور چیز کا نام ہے جہاں جزا سزا ہوتی ہے ہاں اس گڑھے کو عرفی قبر کہتے ہیں، عرفی قبر کے احکام جدا ہیں جو اہل دنیا کے ساتھ متعلق ہیں۔ مثلاً اس قبر کو وسیع بنانا، اس میں میت کو دفن کرنا اور اس پر مٹی ڈالنا وغیرہ وغیرہ اور شرعی قبر کے احکام جدا ہیں جو اہل دنیا کی نظر سے عموماً غائب رہتے ہیں۔ (حقیقت عذاب قبر، مقدمہ)

۳...... حالانکہ ہم عذاب قبر کے قائل ہیں مطلقاً انکار کرنے والوں کو ہم کافر کہتے ہیں۔

(عذاب قبر اور اشاعۃ التوحید والسنۃ، ص ۴ مولف محمد قائد اعوان)

۴...... منکر نکیر سوال و جواب، قبر کی تنگی و وسعت علیین، سجین میں سب کچھ ہوتا ہے۔ (المسلک المنصور ص ۲۱۷)

۵...... عرفی قبر میں سوال و جواب نہیں، عرفی اور شرعی قبر کا اجتماع ممکن ہی نہیں۔ (حیات جاوداں مولوی مظہر رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۶)

عبارات کا خلاصہ

(۱) ہم عذاب قبر وثواب قبر کے قائل ہیں۔ (۲) عذاب قبر قرآن کریم اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ (۳) اس کا انکار قطعیات ومحکمات کا انکار ہے۔ (۴) جو شخص اسی دنیا والی قبر میں عذاب وثواب کا قائل ہے۔ وہ ناصواب دانش وفہم رکھتا ہے۔ (۵) قرآن وسنت اور مذاہب اہلسنت سے ناواقف ہے۔ (۶) قبر اس گڑھے کا نام نہیں۔ (۷) اس گھڑے کو عرفی قبر کہتے ہیں۔ (۸) عرفی قبر اور شرعی قبر کے احکام جدا جدا ہیں۔

معلوم ہوا کہ منکرین حیات، جہاں کہیں یہ بات کر رہے ہوں کہ ہم بھی حیات برزخی کے قائل ہیں، عذاب وثواب قبر کو مانتے ہیں اس کے انکار کو کفر سمجھتے ہیں۔ اس سے مراد صرف اور صرف روح کا زندہ ہونا، روح کا عذاب وثواب کو محسوس کرنا ہوتا ہے قرآن کریم اور احادیث متواترہ سے صرف اور صرف روح کو ہی زندہ کرنا ثابت کرتے ہیں۔ جہاں حیات کا لفظ تقریروں، تحریروں میں بولتے ہیں مراد صرف روح کی حیات ہوتی ہے۔

منکرین حیات کا شیعوں کی طرح تقیہ کرنا

قارئین کرام! جب کبھی آپ حضرت ان سے یہ سوال کریں کہ انبیاء کرام علیہم السلام، شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہ قبروں میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں؟ تو تقیہ کرتے ہوئے منکر حیات یہ جواب دے گا کہ برزخ میں زندہ ہیں، حیات روحانی ان کو حاصل ہے شرعی قبر میں زندہ ہیں صاف جواب کبھی نہیں دے گا کہ جسد عنصری کو اسی دنیا والی قبر میں کچھ حیات حاصل نہیں اور صرف روح زندہ ہے۔ بلکہ سائل کو چکر اور تاثر دینے کی کوشش کرے گا کہ میں بھی تیری طرح حیات کا قائل ہوں۔ حالانکہ سوال کرنے والا قبر کی حیات جسد عنصری مانتا ہے اور یہ بدعتی بالکل نہیں مانتا۔

منکرین حیات سے چند سوالات

سوال نمبر ۱...... اہلسنت علماء دیوبند منکرین حیات سے یہ سوال کرتے ہیں کہ تم حضرات جو اتنے عرصے سے روح کی حیات ثابت کرنے پر زور لگائے جا رہے ہو کہ انبیاء کرام علیہم السلام، شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہ کی روح زندہ ہے، حیات روحانی، جسد مثالی کے ساتھ حاصل ہے۔ اس روح کے زندہ ہونے کا آج تک کسی مسلمان نے انکار کیا ہے کہ اس پر زور لگائے جا رہے ہو اگر جواب نفی میں ہے تو پھر اس کو ثابت کرنے کی ضرورت کیا ہے؟

سوال نمبر ۲...... اہلسنت علماء دیوبند کا اور تمہارا اختلاف کیا روح کے زندہ ماننے یا نہ ماننے پر ہے یا جسد عنصری کے زندہ ماننے یا نہ ماننے پر ہے۔ اگر اختلاف صرف جسد عنصری کے زندہ ماننے یا نہ ماننے پر ہے تو پھر اسی جسد عنصری کا بار بار نام لے کر وضاحت کے ساتھ، علی الاعلان یوں کیوں نہیں کہتے کہ انبیاء کرام علیہم السلام وشہداء کرام رحمۃ اللہ علیہ سمیت سب مرنے والوں کے جسم بے جان ہیں۔ اس قبر میں کچھ نہیں، حیات روحانی، اور روح کی کیوں

رٹ لگائی ہوئی ہے۔ یہ زور لگاؤ کہ جسم عنصری لکڑی، پتھر کی طرح بے جان ہے۔ حیات روحانی، و برزخی کا نام ہی نہ لیا کرو کیونکہ اس کا کوئی انکاری نہیں۔

سوال نمبر ۳...... شرعی قبر کی تعریف کیا ہے؟ کیا شریعت قرآن وحدیث، اجماع کا نام نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے کہ واقعی شریعت قرآن وحدیث، اجماع کا نام ہے تو پھر ان تینوں میں جہاں کہیں قبر کا لفظ آیا ہے وہ شرعی قبر کیوں نہیں؟ حالانکہ شریعت نے تو اسی کو قبر کہا ہے تو یہی شرعی قبر ہونی چاہئے۔ آپ اس کو شرعی قبر کیوں نہیں مانتے؟

سوال نمبر ۴...... علیین یا سجین کا قرآن وحدیث، اجماع امت کسی محدث، مفسر، فقیہ نے، اشارۃً یا کنایۃً کبھی کسی موقع پر قبر کے لفظ سے تذکرہ کیا ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے تو پھر آپ اس کو شرعی قبر کیوں کہتے ہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو کوئی ایک عبارت دکھائیں جس میں یہ لکھا ہو کہ علیین یا سجین شرعی قبر ہے۔

سوال نمبر ۵...... قرآن وحدیث، اجماع امت میں کہیں کسی موقع پر کسی بھی طریقے سے اس بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ اس جسم عنصری میں حیات نہیں، اس کو عذاب وثواب کا ادراک وشعور نہیں ہوتا۔ سوال کی طرف دوبارہ غور کریں یہ نہیں پوچھا جا رہا کہ روح جسم عنصری سے نکلی ہے یا نہیں، اس میں دوبارہ لوٹ کر آئی ہے یا نہیں۔ جو سوال ہو رہا ہے اس کا واضح جواب دیں کہ شریعت میں یا علماء دیوبند کی تحریرات میں کہیں کوئی اس طرح کا اشارہ پایا جاتا ہے کہ اس جسم عنصری میں حیات نہیں اس جسم عنصری کو عذاب وثواب کا ادراک وشعور نہیں ہوتا اگر جواب نفی میں ہے تو پھر آپ اس جسم عنصری کو بے جان، لکڑی، پتھر کی طرح بے شعور و بے ادراک کیوں مانتے ہیں۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو پھر آج تک جتنی تحریرات آپ حضرات کی موجود ہیں اس میں اس بات کا تذکرہ کیوں نہیں کیا۔ صرف روح کے حیات برزخی، یا حیات روحانی کے الفاظ کیوں ہمیں دیکھتے ہو، ہمیں واضح یہ الفاظ دکھائیں کہ اس جسم عنصری میں کوئی شعور وادراک نہیں ہوتا۔

سوال نمبر ۶...... آپ حضرات خود یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں جہاں کہیں قبر کا لفظ آیا ہے اس سے مراد تو یہی دنیا والی اور عرفی قبر ہے جیسے (ندائے حق ص ۸۳) پر موجود ہے جہاں قرآن وحدیث میں قبر کا لفظ ہے سب جگہ یہی گڑھا مراد ہے عرف کے لحاظ سے تو پھر آپ شرعی قبر قرآن وحدیث سے تو ثابت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس سے تو عرفی قبر ہی ثابت ہوگی تو جس کی عبارت سے شرعی قبر ثابت کرنے کی ناکام کوشش کریں گے وہ شرعی قبر ہوگی کیسے؟ تمہارے نزدیک کیا شریعت اسی کا نام ہے جس کی عبارت سے ثابت کر رہے ہو؟ اگر جواب نفی میں ہے تو شرعی قبر ثابت ہی نہیں ہوگی اگر جواب اثبات میں ہے تو پھر اپنے ایمان کی خیر مناؤ۔

حیات دنیوی، برزخی، جسمانی، حسی وحیات روحانی کا مطلب

حیات دنیوی کا مطلب یہ ہے کہ موت کے بعد، حضرات انبیاء کرام علیہم السلام، شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہم کو جو حیات دنیوی یا حیات دنیا کی سی حاصل ہے وہ یہ کہ موت کے بعد یہ حضرات اس دنیا والے جسم عنصری کے ساتھ اپنی اپنی مزارات مقدسہ میں زندہ ہیں، جیسے دنیا میں جسموں کے ساتھ روح کا تعلق قائم تھا، اسی تعلق کی وجہ سے جسم اور روح دنیاوی نعمتوں سے تلذذ حاصل کرتے تھے۔ بعینہٖ اسی طرح موت کے بعد بھی روح کا جسم عنصری کے ساتھ دوبارہ تعلق قائم کر دیا جاتا ہے اور اسی تعلق کی وجہ سے اب یہ دونوں جنت کی نعمتوں سے تلذذ حاصل کرتے ہیں یا کافر،

فاسق جہنم کے عذاب سے تکلیف محسوس کرتے ہیں۔فرق صرف اتنا ہے کہ دنیا میں راحت والم سب کو نظر آتا تھا اور مرنے کے بعد صرف ہمیں نظر نہیں آتا میت سب کچھ دیکھ اور محسوس کررہا ہوتا ہے جیسے کسی آدمی کو جنات کا اثر ہوجائے تو اس کو جنات اوران کی تکالیف سب کچھ نظر آتا ہے لیکن ہمیں کچھ بھی نظر نہیں آتا۔

منکرین حیات کا اہلسنت علماء دیوبند پر بہتان والزام لگانا

والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبو افقد احتملوا بھتانا واثما مبینا (احزاب ۵۸)

اور وہ لوگ جو تکالیف دیتے ہیں مومنین مردوں اور مومنات عورتوں کو بغیر کسی قصور وجرم کے پس تحقیق انہوں نے اٹھایا بہت بڑے بہتان (کے بوجھ) کو اور واضح گناہ کو۔تمام تر باطل فرقے اس آیت کا کامل مصداق ہیں جو اہلسنت علماء دیوبند پر عرصہ دراز سے بہتان،الزام تراشی اور جھوٹ منسوب کرتے آرہے ہیں،مثلاً کوئی فرقہ کہتا ہے کہ یہ درودوسلام نہیں مانتے ایصال ثواب نہیں مانتے۔حضور ﷺ کے گستاخ ہیں ان کے عقائد وہابیوں والے عقائد ہیں۔سراسر جھوٹ،غلط بیانی ہے،ہمارے اکابرین میں سے کسی کی عبارت سے یہ قیامت تک نہیں دیکھا سکتے کہ انہوں نے لکھا ہو یا کسی نے کہا ہو کہ ہم درود وسلام کو ناجائز کہتے ہیں،نہیں مانتے یا ہمارے عقائد وہابیوں غیر مقلدوں والے ہیں۔اسی طرح کچھ فرقے یہ الزام لگاتے ہیں کہ یہ صرف اور صرف فقہ مانتے ہیں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال مانتے ہیں۔قرآن وحدیث نہیں مانتے۔واضح جھوٹ،غلط بیانی،بہتان طرازی ہے ہم امام اعظم کے اقوال اور فقہ کی روشنی میں اصل قرآن وحدیث ہی کو مانتے ہیں،کچھ لوگ کہتے یہ اہل بیت،پنجتن پاک،علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نہیں مانتے سراسر الزام تراشی،جھوٹ،بہتان باندھنا ہے ہم ان سب حضرات سے دل وجان سے بھی زیادہ محبت کو عین ایمان،باعث نجات،سمجھتے ہیں۔

بالکل اسی طرح منکرین حیات عرصہ دراز سے یہ کہتے چلے آرہے ہیں کہ یہ قائلین حیات انبیاء کرام علیہم السلام،شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہ کی موت کو نہیں مانتے یا حیات دنیوی کے قائل ہیں۔یعنی موت کے بعد دوبارہ یہی دنیا والی زندگی شروع ہوگئی ہے۔موت کے بعد حیات کو ایسے سمجھتے ہیں جیسے نیند سے بیدار ہونے کے بعد وہی پہلے والی زندگی شروع ہے جو سونے سے پہلے تھی یہ سراسر غلط بیانی ہے،بہت بڑا ایک جھوٹ ہے جو جمعہ والے دن مسجد کے اندر منبر رسول ﷺ پر بیٹھ کر یہ لوگ عوام کو اہلسنت سے بدظن کرتے ہیں۔حالانکہ ہم کہتے ہیں دنیا والی زندگی موت کی وجہ سے ختم ہے۔یہ دوبارہ کبھی نہیں شروع ہوسکتی موت کو برحق سمجھتے ہیں،صرف اتنی بات ہم کہتے ہیں کہ عالم قبر میں جو جسم عنصری کو زندگی ملی ہے وہ دنیا والی زندگی کی طرح ہے جیسے دنیا میں روح اور جسم کے ساتھ حیات تھی وہاں مرنے کے بعد بھی ایسے حیات ہے۔یہ تو صرف ایک قسم کی تشبیہ ہے کہ قبر والی حیات دنیا والی حیات کے مشابہ ہے جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ زید شیر کی طرح ہے تو کوئی پاگل یہ نہیں سمجھتا کہ زید ایک شیر ہے درندہ ہے اس کو پوچھ لگی ہے۔اب یہ جنگل میں چل گیا ہوگا۔ایسے ہی جب علماء اہلسنت یہ کہیں کہ قبر والی حیات دنیا والی حیات کی سی ہے تو یہ سمجھ کر کہ دوبارہ دنیا والی حیات شروع ہوگئی ہے۔یہ سوال کرنا کہ اس کو زندہ درگور کیا ہے،نکالتے کیوں نہیں ہو۔پیشاب وغیرہ کہاں کرتا ہوگا۔وغیرہ وغیرہ!یہ بے وقوفی اور تجاہل عارفانہ ہوگا،جب کسی بھی چیز کو کسی چیز کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے تو من کل الوجوہ تشبیہ مراد نہیں ہوتی بلکہ کسی ایک وجہ میں تشبیہ مراد ہوتی ہے۔یہاں صرف اس بات میں تشبیہ دینا مراد ہے

کہ جس طرح روح کا جسم کے ساتھ دنیا میں تعلق ہوتا ہے موت سے پہلے، چاہئے روح جسم میں موجود ہو جیسے بیداری کی حالت میں یا جسم سے روح خارج ہو جیسے سونے کی حالت میں۔

بالکل اسی طرح مرنے کے بعد بھی روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے چاہے روح جسم میں داخل ہو یا خارج ہو کر جنت میں علیین میں ہو۔علماء اہلسنت موت کے بعد قبر میں دنیا والی زندگی کے دوبارہ جاری ہونے کے ہرگز قائل نہیں۔جیسا کہ ایک منکر حیات لکھتا ہے کہ موت کے بعد حیات النبی ﷺ کے متعلق دیوبند کے دو گروہ ہیں۔(گویا اپنے آپ کو دیوبندی گروہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے جب ان منکرین حیات کے دیوبند والے نظریات ہی نہیں تو یہ منکرین حیات والا گروہ دیوبندی گروہ کیسے ہوا) ایک گروہ حیات برزخی، روحانی مثالی کا معتقد ہے (واضح کیوں نہیں کہا کہ ایک گروہ صرف روح کو زندہ مانتا ہے اور جسم عنصری کو لکڑی، پتھر کی طرح مرنے کے بعد بے جان مانتا ہے) جب کہ دوسرا گروہ حیات جسمانی، عنصری، دینوی کا قائل ہے (یہاں بھی یہی دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ گروہ مرنے کے بعد دوبارہ حیات دنیوی کا قائل ہو گیا ہے۔بالکل غلط بات علماء دیوبند کی طرف منسوب کی گئی ہے) ان گروہوں کے درمیان تقریباً پچاس سے شدید اختلاف چلا آ رہا ہے۔

(حیات بعد الممات، مولوی تخی داد خوستی)

حیات برزخی کا مطلب

اہلسنت علماء دیوبند کے نزدیک مرنے کے بعد سے لے کر قیامت تک کا جو وقت ہے وہ عالم برزخ کہلاتا ہے، عام ہے کہ روح اور جسم عنصری جہاں مرضی ہوں، جب کسی کو موت آ گئی ہے تو اس کا عالم برزخ شروع ہو گیا ہے۔موت کے بعد جب دوبارہ روح اور جسم عنصری کا عالم برزخ میں تعلق قائم ہو گیا ہے تو اسی تعلق کی وجہ سے ہر مرنے والے کو حیات برزخی حاصل ہے۔حیات برزخی کا یہ بالکل مطلب نہیں کہ صرف روح زندہ ہے اور عالم برزخ میں ہے۔

اہلسنت علماء دیوبند کے نزدیک حیات روحانی کا مطلب

موت کے بعد عالم برزخ میں راحت، ثواب، جزاء وغیرہ پہلے پہل روح پر وارد ہوتے ہیں۔سب اعزاز و کرام پہلے پہل روح کو حاصل ہوتے ہیں پھر اس کے واسطے سے جسم تک پہنچاتے ہیں، جو در حقیقت اعزاز و کرام ہوتے ہی جسم عنصری کے لئے ہیں۔لیکن جیسے دنیا میں اوّلیت جسم کو حاصل ہے، سب کچھ پہلے جسم پر جاری ہوتا ہے پھر روح کو تکلیف یا راحت محسوس ہوتی ہے اسی طرح عالم برزخ میں اوّلیت روح کو حاصل ہے عذاب و ثواب پہلے روح کو ہوتا ہے پھر جسم تکلیف یا راحت محسوس کرتا ہے جیسے دنیا میں روح جسم کے تابع ہے۔اسی طرح موت کے بعد قیامت سے پہلے جسم روح کے تابع ہے۔چونکہ روح کو اصل درجہ دیا گیا ہے۔اس لئے اس موت کے بعد والی حیات کو حیات روحانی کہتے ہیں۔

نوٹ:...... علماء دیوبند کی عبارات میں یا کسی محدث، مفسر کی عبارت میں حیات روحانی یا حیات برزخی کا لفظ آ جائے تو اس کا مطلب صرف اور صرف یہی ہوتا ہے جو حیات روحانی کا مطلب بیان کیا گیا ہے۔یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ حیات روحانی سے مراد صرف روح زندہ ہے۔

اہلسنت علماء دیوبند کے نزدیک حیات حسی کا مطلب

موت کے بعد انبیاء کرام شہداء کرام کو جو حیات حسی حاصل ہے اس کا صرف اور صرف یہ مطلب ہوتا ہے کہ روح کے تعلق کی وجہ سے اجسام عنصریہ کے تمام اعضاء حیات کے آثار محسوس کرتے ہیں، جس طرح دنیا میں ایک تندرست، انسان اپنے تمام اعضاء کے ہر حصے میں حیات محسوس کرتا ہے اور پورے بدن کے کسی حصے کو کوئی تکلیف یا راحت حاصل ہو تو محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح مرنے کے بعد بھی انبیاء کرام علیہم السلام، شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہ اپنے بدن کے ہر ہر حصے میں مکمل حیات، راحت و آرام محسوس کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے کہہ دیا جاتا ہے کہ میت کو حیات حسی حاصل ہوتی ہے۔

اگر میت کو جلا دیا جائے تو حیات کس جسم میں ہوگی؟

سوال نمبر ۱...... منکرین حیات اکثر و بیشتر عام آدمی کو گمراہ کرتے ہوئے یوں علماء اہلسنت پر اعتراض کرتے ہیں کہ اگر کسی انسان کو چرند، پرند کھا جائیں، سمندر میں ڈوب کر غرق ہو جائے، آگ لگا کر اس کو راکھ کر دیا جائے، قبر کی مٹی اس جسم کو کھا جائے تو پھر اس جسم کو عذاب و ثواب کیسے ہوگا؟

جواب! مرنے کے بعد انسان کا جسم جس صورت میں مرضی ہو اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت سے باہر نہیں جہاں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ روح کے تعلق اور واسطے سے اس تک راحت والم پہنچا دیتے ہیں چاہے اس کو مٹی کھا گئی ہو یا چرند پرند کھا گئے ہوں، ہماری نظروں سے یہ جسم غائب ہو کر مٹی کے ذرات میں تبدیل ہو گیا ہو یا چرند پرند کی غذا بن گیا ہو۔ مٹی کے ذرات معدوم نہیں ہوں گے یہ مٹی تو آخر قیامت تک کسی نہ کسی شکل میں باقی رہے گی۔ اسی طرح چرند، پرند نے بھی آخر مر کر مٹی ہونا ہے تو انہی مٹی کے ذرات اور آگ کی راکھ میں یہ جسم قیامت تک موجود رہے گا، اور عذاب و ثواب محسوس کرے گا۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اکثر علماء کے نزدیک اس جسم میں اس قدر حیات ڈال دی جاتی ہے جس سے وہ تکلیف کا احساس کر سکتا ہے اور ڈھانچے کا باقی رہنا اہلسنت کے نزدیک شرط نہیں بلکہ یہ حیات ایسے اجزائے متفرقہ میں پیدا کی جاتی ہے جن کو نگاہیں محسوس نہیں کر سکتیں۔ (شامی ج ۳ ص ۲۰۱)

سوال نمبر ۲...... میت اگر ڈوب گئی ہے تو اس کے عذاب کو تو سمندر کا پانی ٹھنڈا کر دے گا اگر نعمتیں ملیں گیں تو پانی خراب کرے گا پھر کیسے عذاب و ثواب ثابت کریں گے۔

جواب! مرنے کے بعد میت کا دوسرا جہاں عالم برزخ شروع ہو چکا ہے اس عالم برزخ کے حالات پر دنیا کی کوئی چیز بھی اثر انداز نہیں ہوتی۔

سوال نمبر ۳...... میت کو اگر چرند پرند یا انسان کھا جائیں تو جب میت پر عذاب ہوتا ہے تو چرند پرند یا زندہ انسان اس عذاب کو کیوں نہیں محسوس کرتے حالانکہ وہ میت ان کے جسم کا جز بن گیا ہے۔

جواب...... یہ سب اس دنیا والی زندگی میں موجود ہیں اور میت پر قبر والی زندگی کے حالات طاری ہیں برزخ والی زندگی کے اثرات دنیا والی زندگی کی چیزیں نہ برداشت کر سکتی ہیں نہ محسوس کر سکتی ہیں یعنی ایک جہان کے حالات دوسرے جہان پر اثر انداز نہیں ہوتے اسی وجہ سے مرنے کے بعد آپ کسی میت کو کاٹیں، ماریں، جلائیں وہ

میت اس دنیا والے حالات اور تکالیف بالکل محسوس نہیں کرے گا کیونکہ اس کا دوسرا جہاں شروع ہو چکا ہے تو جیسے دنیا والی تکالیف وہ میت محسوس نہیں کرسکتا اسی طرح جو وہ برزخ والی تکلیف محسوس کر رہا ہیوہ دنیا والی چیزیں بھی محسوس نہیں کریں گی کیونکہ اس کا جہان اور ہے ان کا جہان اور ہے۔

سوال نمبر ۴......انبیاء کرام علیہم السلام، شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہ اگر موت کے بعد بھی زندہ ہیں تو پھر ان کو میت کیوں کہا جاتا ہے یوں کیوں کہتے ہو مردے، زندہ ہیں۔ مردہ بھی کہا، زندہ بھی کہا مردہ زندہ ہے یہ تضاد ہے، دفن کیوں کرتے ہو زندہ لوگوں کو وغیرہ وغیرہ۔

جواب...... ان کو میت کہنا، مردہ کہنا، دفن کرنا یہ سب دنیا کی زندگی ختم ہونے کی وجہ سے ہے، موت آنے کی وجہ چونکہ دنیا والی زندگی ختم ہوگئی ہے اس لیئے میت، مردہ کہا، دفن کیا، پھر چونکہ موت کے بعد روح کا تعلق دوبارہ جوڑ دیا گیا ہے اس لیئے اب وہ قبر والی زندگی میں ہیں، لہٰذا اس کا اعتبار کرتے ہوئے زندہ کہا، گویا میت، کہنے کا اعتبار دنیا کی زندگی کے لحاظ سے ہے اور زندہ کہنے کا اعتبار قبر والی زندگی کے لحاظ سے ہے۔ لہٰذا یہ کہنا بالکل صحیح ہوا کہ میت زندہ ہے۔

منکرین حیات مرزائیوں کی طرح دھوکہ دیتے ہیں

مرزائی، قادیانی عام لوگوں کو یہ دھوکہ دیتے ہیں کہ ان مسلمانوں کا حال دیکھو ادھر کہتے ہیں کہ ختم نبوت، یعنی نبوت ختم، ادھر کہتے ہیں زندہ آباد یعنی نبوت ختم بھی ہوگئی اور زندہ آباد بھی ہوگئی یہ تضاد ہے لہٰذا ختم نبوت زندہ آباد کا نعرہ صحیح نہیں؟

جواب......آپ ﷺ کے بعد چونکہ کسی نئے نبی نے نئی شریعت لے کر نہ آنا ہے نہ پیدا ہونا ہے، آپ ﷺ ہی آخری اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے نبوت والا جاری تھا وہ آپ ﷺ پر آ کر ختم ہوگیا ہے، اس بات کا لحاظ کرتے ہوئے کہا جاتا ہے ختم نبوت، یعنی نبوت والا سلسلہ جاری ہونا ختم اور چونکہ آپ ﷺ کی نبوت ہی تا قیامت جاری رہے گی اس کا لحاظ کرتے ہوئے کہا جاتا ہے زندہ آباد، یعنی یہ عقیدہ بالکل حق سچ ہے۔ لہٰذا یہ کہنا صحیح ہوا ختم نبوت زندہ آباد، اسی طرح منکرین حیات دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ میت کیسے زندہ ہے، مردہ کیسے زندہ ہے، مردہ ہونے کے باوجود۔

ایک منکر حیات سے مناظرہ

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مناظرہ میں میں نے یونس نعمانی سے پوچھا کہ آپ ذرا موت کا معنی واضح کریں تو اس نے فوراً کہا کہ روح جسم سے نکل جائے اور اس کا تعلق جسم سے نہ ہو۔ حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اب حیات کا معنی بھی واضح کرو تو وہ اس پر تین دفعہ کانپا۔ کیونکہ اس نے حیات کا معنی بھی یہ بتانا تھا کہ روح سبز پرندوں میں ہے یا علیین میں ہے اور اس جسم کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں تو یہی موت کا معنی ہے نہ کہ حیات کا۔ اب وہ تین دفعہ یوں لرزا۔ جب میں نے بار بار اصرار کیا کہ اب حیات کا معنی بھی سمجھا دیں۔ کیونکہ انبیاء اور شہید میں موت کے بعد حیات بھی تو ثابت ہے۔ لہٰذا اس کا معنی بھی معلوم ہونا چاہئے۔ اب جب وہ زیادہ مجبور ہوا تو کہنے لگا کہ حیات کا ایک معنی وہی ہوتا سبز پرندوں میں ہے یا علیین میں

ہے اور اس جسم کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ تو یہی موت کا معنی ہے نہ کہ حیات کا۔ تو اب وہ تین دفعہ یوں لرزا۔ جب میں نے بار بار اصرار کیا کہ اب حیات کا معنی بھی سمجھا دیں۔ کیونکہ انبیاء اور شہید میں موت کے بعد حیات بھی تو ثابت ہے۔ تو لہٰذا اس کا معنی بھی معلوم ہونا چاہئے۔ اب جب وہ زیادہ مجبور ہوا تو کہنے لگا کہ حیات کا ایک معنی وہی ہوتا ہے جو موت کا ہے۔ حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اس پر کہا کہ اس کا مطلب صاف نکل آیا کہ جو شخص جسم کے ساتھ روح کے تعلق کا انکار کرتا ہے کہ اللہ نے کہا کہ ان کو مردہ نہ کہو۔ اب اگرچہ اس نے لفظوں میں تو مردہ نہیں کہا۔ لیکن معنی وہی کیا کہ جسم کے ساتھ روح کا تعلق نہیں ہے۔ تو اس آیت کا انکار کر گیا۔ اب جب اس کے ساتھیوں نے دیکھا کہ یہ پھنس چکا ہے۔ تو انہوں نے شور ڈالنا شروع کر دیا کہ اندھیرا ہو رہا ہے۔ بس کرو۔ باقی مناظرہ صبح ہوگا۔ (تسکین الاذکیاء فی حیات الانبیاء ص ۷۴)

حیات شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہ احادیث کی روشنی میں

علماء دیوبند اہلسنت والجماعت کے نزدیک چونکہ شہید کی شہادت کے بعد تمام تر اعزاز و کرام اسی جسم عنصری کے لئے ہی ہوتے ہیں نہ کہ صرف روح کے لئے جیسا کہ قرآن پاک سے وضاحت کے ساتھ ثابت کیا جا چکا ہے تو اب وہ احادیث پیش کرنے کی کوشش کریں گے جو صراحتاً شہید کے جسم عنصری کے زندہ، جاوید ہونے پر دلالت کرتی ہیں تا کہ منکرین حیات پر حجت تام ہو جائے، تاویل کی کوئی گنجائش ہی نہ رہے کہ منکرین حیات یہ کہ سکیں کہ اس سے مراد روح ہے۔

<u>حدیث نمبر ا</u>...... عن جابر بنِ عبدِ اللهِ قالَ لَمّا كانَ يومُ أحدٍ جِيئَ بأبي مُسَجًّى و قد مُثِّلَ به قال فأرَدتُ ان أرفَعَ الثوبَ فنهاني قومي ثم ارَدتُ ان ارفعَ الثوب فنهاني قومي فرفعه رسولُ اللهِ ﷺ او اَمَرَ به فرُفِعَ فسمِعَ صوتَ باكيةٍ او صائحةٍ فقال منْ هذه؟ فقالوا ابنتُ عَمرٍو أو اختُ عَمرٍو فقال وَلِمَ تَبكي فمازالتِ الملائكةُ تظِلّه بأجنحتِها حتى رُفِعَ وفي روايةٍ اخرىٰ حتى رَفَعتموه (صحیح مسلم باب من فضائل عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ احد والے دن میرے والد صاحب کو آپ ﷺ کے سامنے) کپڑے میں ڈھانپے ہوئے کفن دی ہوئی حالت میں لایا گیا اور ان کا مثلہ کیا ہوا تھا (ناک، کان، ہونٹ کٹے ہوئے تھے) پس میں نے ارادہ کیا کہ کپڑا اٹھا کر اپنے والد صاحب کو دیکھوں تو لوگوں نے مجھے روک دیا تھوڑی دیر کے بعد پھر میں نے ارادہ کیا کہ کپڑا اٹھا کر اپنے والد کو دیکھوں تو لوگوں نے پھر مجھے روک دیا تو حضور ﷺ نے خود میرے والد صاحب کے چہرے سے کپڑا اٹھایا کسی کو کپڑے ہٹانے کا ارشاد فرمایا (میری پھوپھی بھی کہیں سے دیکھ رہی تھی تو اس نے رونا شروع کر دیا) آپ ﷺ نے رونے کی آواز سنی تو پوچھا کون رو رہی ہے، بتایا گیا حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا روتے (اور غم کرنے) کی بات نہیں ہے (بلکہ خوشی کی بات ہے تیرے بھائی پر) فرشتوں نے اپنے پروں کے ساتھ سایہ کیا ہوا ہے جب تک کہ یہ یہاں سے اٹھا نہیں لیئے جاتے (یعنی دفن کرنے تک رحمت کے فرشتوں نے اسے پروں سے سایہ کئے رہنا ہے، ان فرشتوں کو آپ ﷺ دیکھ رہے تھے لیکن وہ فرشتے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نظر نہیں آ رہے تھے۔ لیکن کسی نے اعتراض بھی نہیں کیا۔ کہ ہمیں نظر نہیں آ رہے یا اس جسم عنصری پر سایہ کرنے کی کیا ضرورت ہے یہ تو مردہ، بے جان، لکڑی، پتھر کی طرح ہے۔ کیونکہ وہ صحابہ سمجھتے تھے

کہ شہید ہونے کے بعد اسی جسم عنصری کو اعزازات حاصل ہوتے ہیں۔
فائدہ! اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے شارح مسلم لکھتے ہیں: یحتمل ان ذلک لتزاحمهم علیه لبشارته بفضل الیه ورضاه عنه، وما اعدله من الکرامة علیه ازدحموا علیه اکراما به وفرحا به او اظلوه من حر الشمس لئلا یتغیر ریحه او جسمه۔ (المنہاج شرح مسلم)
شارح مسلم لکھتے ہیں کہ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد صاحب کو اللہ تعالیٰ کے فضل، خوشنودی اور جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اعزاز واکرام تیار کیا ہوا ہے، اس کی خوشخبری اور بشارت دینے کے لئے اتنے سارے فرشتے آئے ہوں کہ ان کے رش کی وجہ سایہ ہو گیا ہو۔ ان فرشتوں نے ان کا اکرام کیا ہوا ہو کہ یہی جسم عنصری فرشتوں کو دیکھ کر خوش ہو جائے، اسی لیئے کثیر تعداد میں فرشتے اترے، یا یہ بھی احتمال ہے کہ فرشتوں نے اس لیئے سایہ کیا ہو تا کہ سورج کی دھوپ، گرمی لگنے کی وجہ ان کے جسم سے یا خون پسینے سے کوئی سمیل نہ آئے۔ بہر حال حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ یہی جسم عنصری، تمام اعزاز واکرام کا مستحق ہوتا ہے اور اسی کو حیات حسی، وبرزخی حاصل ہوتی ہے کیونکہ فرشتے اس جسم عنصری کو ہی اللہ تعالیٰ کے فضل اور خوشنودی کی بشارت دینے کے لئے آئے تھے اور رش کی وجہ سایہ ہو گیا تھا۔ نیز شارح نے جو یہ کہا ہے کہ دھوپ کی وجہ سے جسم متغیر نہ ہو جائے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جسم چونکہ اسی دنیا والے جہان میں موجود ہے۔ لہٰذا متغیر ہو بھی جائے تو قبر والی حیات کے منافی نہیں، کیونکہ وہ حیات دوسرے جہان کی ہے۔
حدیث نمبر ۲...... عن أبی هريرة قال ذُكِرَ الشهيدُ عندَ النبیِّ ﷺ، فقال لا تَجِفُّ الأرضُ من دمه (وفی روایة من دم الشهید) حتی تَبْتَدِرَهُ زَوْجَتاهُ، كأنّهما ظئران أضلّتا فصيلیهما فی براحٍ من الأرض فی يد كلِّ واحدةٍ منهما حُلَّةٌ، هی خيرٌ من الدنیا وما فیها (مسند احمد باب مسند ابی ہریرۃ، ابن ماجہ باب فضل الشہادۃ)
حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ ﷺ کے سامنے شہید کا تذکرہ ہوا تو آپ ﷺ نے شہید کی فضیلت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ شہید کا خون ابھی زمین پر خشک نہیں ہوتا کہ اس کی دو بیویاں (جنت کی حوریں) ایسے جلدی، جلدی آ پہنچتی ہیں جیسے یہ اس بچے کی دائیاں (بچوں کو دودھ پلانے والی دائی ماں) ہیں جنھوں نے اپنا دودھ پیتا بچہ زمین کے کسی جنگل میں گم کر دیا ہو (اور پھر ان کو کہیں سے نظر آ جائے تو بھاگتے ہوئے خوشی سے اس کو جا ملتی ہیں ایسے ہی یہ دو حوریں، شہید کی بیویاں خوشی سے اس شہید کو بھاگتے ہوئے آ ملتی ہیں) اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں (جنت کا) ایک ایک جوڑا ہوتا ہے جو دنیا اور دنیا میں جو کچھ موجود ہے۔ سب سے قیمتی، بہترین ہوتا ہے۔ (وہ آ کر اس کو دفن ہونے سے بھی پہلے پہنا دیتی ہیں) معلوم ہوا کہ یہی جسم عنصری شہید کا زندہ ہوتا ہے جس کے لئے حوریں جنت سے جوڑا لے آ کر اس جسم عنصری کو پہناتی ہیں۔
لیکن یہ سارا معاملہ دوسرے جہان عالم برزخ میں جسم عنصری کے ساتھ پیش آتا ہے اور ہم دنیا والے فانی جہان میں ہوتے ہیں۔ اس لیئے ہمیں اس کا شعور وادراک نہیں ہوتا اور نہ ہی ہم ان آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔ ہاں! انبیاء کرام علیہم السلام معجزات کے ذریعے اس جہان برزخ کا سب کچھ محسوس کر سکتے ہیں اور دیکھ سکتے ہیں، لیکن منکرین حیات کو حق سچ بات کبھی نہیں سمجھ آئے گی، وہ ہر جگہ روح کی ہی تاویل باطل کرتے رہیں گے، کہ یہ سب معاملات روح کے ساتھ پیش آرہے ہیں۔

شہید اُحد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اللہ نے براہ راست بات کی

حدیث نمبر ۳......عَن جابِرِ بنِ عَبدِ اللهِ، يَقُولُ: لَقِيَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وسَلَّم، فقال لِي: يَا جَابِرُ مَا لِي أَرَاكَ مُنكَسِرًا؟ قُلتُ: يَا رَسُولَ اللهِ استُشهِدَ أَبِي، وَتَرَكَ عِيَالًا وَدَينًا، قَالَ: أَفَلَا أُبَشِّرُكَ بِمَا لَقِيَ اللهُ بِهِ أَبَاكَ؟ قَالَ: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: مَا كَلَّمَ اللهُ أَحَدًا قَطُّ إِلَّا مِن وَرَاءِ حِجَابٍ، وَأَحيَا أَبَاكَ فَكَلَّمَهُ كِفَاحًا. فَقَالَ: يَا عَبدِي تَمَنَّ عَلَيَّ أُعطِكَ. قَالَ: يَا رَبِّ تُحيِينِي فَأُقتَلَ فِيكَ ثَانِيَةً. قَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ: إِنَّهُ قَد سَبَقَ مِنِّي أَنَّهُم إِلَيهَا لَا يُرجَعُونَ قَالَ: وَأُنزِلَت هَذِهِ الآيَةُ: (وَلَا تَحسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَموَاتًا) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سے میری ملاقات ہوئی (ان دنوں میں جن دنوں میں غزوہ اُحد کے اندر میرے والد صاحب شہید ہو چکے تھے) تو آپ ﷺ نے پوچھا جابر پریشان دیکھ رہا ہوں تجھے (کئی دنوں سے، خیریت تو ہے کیوں اتنے اداس ہو) تو میں نے جواب دیا یارسول اللہ میرے والد صاحب غزوہ اُحد میں شہید ہو گئے ہیں اور پیچھے (چھ) بیٹیاں اور بہت سارا قرض چھوڑ گئے ہیں۔ اب صورت حال یہ ہے کہ نہ کھانے پکانے کے لئے کچھ ہے، نہ قرض اتارنے کے لئے کچھ ہے۔ تسلی کے لئے) آپ ﷺ نے فرمایا میں تجھے ایک خوشخبری نہ سناؤں اس حال کی جس حال میں اللہ تعالیٰ نے تیرے والد صاحب سے پہلی پہلی ملاقات کی ہے تو میں نے کہا کیوں نہیں یارسول اللہ! (ضرور سنایئے) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج تک اللہ تعالیٰ نے کسی ایک سے براہ راست بات نہیں کی۔ جب بھی کی ہے تو حجاب، پردے کے پیچھے بات کی ہے (آمنے سامنے بات کسی سے نہیں کی) اور تیرے باپ کو اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمایا ہے اور براہ راست آمنے سامنے بات کی ہے۔ (بغیر ترجمان فرشتے کے بغیر پردے کے) اور یہ بات اللہ تعالیٰ نے پوچھی ہے کہ اے میرے بندے مجھ سے مانگ جو مانگنا چاہتا ہے میں تجھے دینے کے لئے تیار ہوں تو تیرے والد صاحب نے جواب دیا ہے اے میرے پالنے والے پروردگار مجھے زندہ فرمادیں تاکہ میں دوبارہ تیرے راستے میں جان قربان کر آؤں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میری طرف سے یہ بات پہلے طے ہو چکی ہے کہ جو فوت ہو چکے ہیں وہ دوبارہ لوٹ کر (دنیا میں) نہیں جائیں گے۔ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۳۰، ابواب تفسیر القرآن)

ایک روایت میں یوں الفاظ آتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد صاحب نے فرمایا۔ اے رب میرے پیچھے والوں کو یہ خوشخبری سنادیں تو اللہ تعالیٰ نے پھر یہ آیت نازل فرمائی۔ (وَلَا تَحسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَموَاتًا) "جو حضرات اللہ کے راستے میں شہید ہو چکے ہیں تو ان کو مردہ بھی گمان نہیں کرنا" (چہ جائے کہ عقیدہ بنالیا جائے کہ قبر میں شہیدوں کو کوئی حیات نہیں معلوم ہوا کہ شہید اسی دنیا والی قبر میں زندہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اسی قبر مبارک میں دفن کیا گیا تھا، اور حدیث میں الفاظ آرہے ہیں، "أحيى اباك" "تیرے باپ کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا" یعنی روح واپس اسی جسم میں لوٹادی، یا روح کا قوی تعلق جسم کے ساتھ جوڑ دیا گیا یہاں یہ معنی ہو ہی نہیں سکتے کہ روح کو زندہ کیا کیونکہ روح تو پہلے سے زندہ ہے وہ تو فوت ہوئی ہی نہیں، شہید ہوئی ہی نہیں۔ اس کے بارے میں کیسے آسکتا ہے کہ اس کو زندہ کیا یہ معنی کرنا کہ روح کو زندہ کیا تحصیل حاصل ہے۔ ہاں جو فوت ہوا ہے، شہید ہوا ہے جسم، تو زندہ بھی اسی جسم کو ہی کیا گیا ہے۔

شہید ہوتے ہی صحابی کو دو حوروں نے آلیا

حدیث نمبر ۴......عَنْ أَبِی الأَسْوَدِ عَنْ عُرْوَۃَ قَالَ وَجَاءَ عَبْدٌ حَبَشِیٌّ أَسْوَدُ مِنْ أَھْلِ خَیْبَرَ کَانَ فِی غَنَمٍ لِسَیِّدِہٖ فَلَمَّا رَأَی أَھْلَ خَیْبَرَ قَدْ أَخَذُوا السِّلَاحَ سَأَلَھُمْ، قَالَ مَا تُرِیْدُوْنَ؟ قَالُوا نُقَاتِلُ ھٰذَا الرَّجُلَ الَّذِی یَزْعَمُ أَنَّہٗ نَبِیٌّ فَوَقَعَ فِی نَفْسِہٖ ذِکْرُ النَّبِیِّ فَأَقْبَلَ بِغَنَمِہٖ حَتّٰی عَمَدَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِلٰی مَا تَدْعُوْ؟ قَالَ أَدْعُوْکَ إِلَی الْإِسْلَامِ إِلٰی أَنْ تَشْھَدَ أَنْ لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَأَنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ وَأَنْ لَا تَعْبُدُوْا إِلَّا اللّٰہَ قَالَ فَقَالَ الْعَبْدُ فَمَاذَا یَکُوْنُ لِی أَنْ شَھِدْتُ بِذٰلِکَ وَآمَنْتُ بِاللّٰہِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ الْجَنَّۃُ إِنْ مِتَّ عَلٰی ذٰلِکَ فَأَسْلَمَ الْعَبْدُ فَقَالَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ إِنَّ ھٰذِہِ الْغَنَمَ عِنْدِی أَمَانَۃٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَخْرِجْھَا مِنْ عَسْکَرِنَا وَارْمِھَا بِالْحَصَا فَإِنَّ اللّٰہَ سَیُؤَدِّی عَنْکَ أَمَانَتَکَ فَفَعَلَ فَرَجَعَتِ الْغَنَمُ إِلٰی سَیِّدِھَا فَعَرَفَ الْیَھُوْدِیُّ أَنَّ غُلَامَہٗ قَدْ أَسْلَمَ... وَقُتِلَ مَعَ عَلِیٍّ ذٰلِکَ الْعَبْدُ الْأَسْوَدُ فَاحْتَمَلَہُ الْمُسْلِمُوْنَ إِلٰی عَسْکَرِھِمْ فَأُدْخِلَ فِی الْفُسْطَاطِ فَزَعَمُوْا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اطَّلَعَ فِی الْفُسْطَاطِ ثُمَّ اطَّلَعَ عَلٰی أَصْحَابِہٖ فَقَالَ لَقَدْ أَکْرَمَ اللّٰہُ ھٰذَا الْعَبْدَ وَسَاقَہٗ إِلٰی خَیْرٍ قَدْ کَانَ الْإِسْلَامُ فِی قَلْبِہٖ حَقًّا وَقَدْ رَأَیْتُ عِنْدَ رَأْسِہٖ اثْنَتَیْنِ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ۔

وَفِی رِوَایَۃٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا أَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، إِنِّی رَجُلٌ أَسْوَدُ اللَّوْنِ، قَبِیْحُ الْوَجْہِ، مُنْتِنُ الرِّیْحِ، لَا مَالَ لِی، فَإِنْ قَاتَلْتُ ھٰؤُلَاءِ حَتّٰی أُقْتَلَ، أَدْخُلُ الْجَنَّۃَ؟ قَالَ نَعَمْ فَتَقَدَّمَ فَقَاتَلَ حَتّٰی قُتِلَ، فَأَتٰی عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ مَقْتُوْلٌ، فَقَالَ لَقَدْ حَسَّنَ اللّٰہُ وَجْھَکَ، وَطَیَّبَ رِیْحَکَ، وَکَثَّرَ مَالَکَ وَقَالَ لَقَدْ رَأَیْتُ زَوْجَتَیْہِ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ یَتَنَازَعَانِ جُبَّتَہٗ عَنْہُ، یَدْخُلَانِ فِیْمَا بَیْنَ جِلْدِہٖ وَجُبَّتِہٖ (البدایہ والنہایہ، غزوہ خیبر، ج ۴ ص ۲۰)

۷ ہجری میں غزوہ خیبر پیش آیا ہے۔ اس غزوہ میں تقریباً بیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جام شہادت نوش فرمایا ہے بعض حضرات نے چودہ اور پندرہ کی تعداد بھی نقل کی ہے اور ترانوے کافر جہنم رسید ہوئے ہیں، بیس شہداء کرام میں وہ خوش نصیب شہید صحابی رسول ﷺ بھی شامل ہیں جس نے سوائے کلمہ پڑھنے کے اور کوئی نیکی نہیں کی اور سیدھے جنت میں پہنچ گئے۔ جن کا نام نامی اسم گرامی، اسود راعی رضی اللہ عنہ ہے ان کا واقعہ کچھ یوں ہے کہ یہ صحابی خیبر کے یہودیوں میں سے کسی یہودی کے غلام تھے یا مزدور تھے، اجرت پر بکریاں چرایا کرتے تھے جب آپ ﷺ نے خیبر کے قلعوں کا محاصرہ فرمایا تو ان کو دنیا جہاں کی کوئی خبر نہیں تھی، ایک دن قلعے والوں سے پوچھا یہ کیا شور شرابا ہے اور کس وجہ سے یہ جنگی تیار ہو رہی ہیں انہوں نے ان کو بتایا ایک شخص جو نبوت کا دعوی کرتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں، اس سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں، ان کے دل میں خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کی زیارت کرنی چاہئے۔ دیکھیں کیسے اللہ تعالیٰ کا نبی ہوتا ہے۔ چنانچہ کسی دن چھپ چھپا کر بکریاں چرانے کے بہانے سے قلعے سے باہر نکلے اور سیدھا آپ ﷺ کے پاس جا پہنچے (سلام، دعا، حال احوال کے بعد) آپ ﷺ نے اس کو اسلام کی دعوت دی کہ مسلمان ہو جاؤ مزے کرو گے، انہوں نے پوچھا اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو کیا مزے ہوں گے اور کیا بدلہ ملے گا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت ملے گی۔ انہوں نے کہا کہ میں تو بالکل کالے رنگ کا ہوں، بدشکل ہوں، میرے جسم سے بدبو پھوٹ رہی ہے، غریب ادمی ہوں، اس کے باوجود بھی اسلام لانے کی بدولت جنت مل

جائے گی، آپ ﷺ نے فرمایا بالکل ملے گی (کیونکہ اللہ تعالیٰ مالداری، شکل وصورت کونہیں دیکھتے بلکہ دلوں کو دیکھتے ہیں، اعمال صالحہ کو دیکھتے ہیں اگر آپ نے اسلام قبول کرلیا تو) اللہ تعالیٰ تمہیں حسین، خوبصورت بنادیں گے اور تمہارے جسم کوخوشبو سے معطر کردیں گے، اور تمہیں مالدار بنادیں گے یہ سب سن کر فوری کلمہ پڑھ لیا اور مسلمان ہو گئے اس کے بعد پوچھا کہ اب ان بکریوں کا کیا کروں! جن کو چرانے لے آیا تھا وہ سامنے پھر رہی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا تھوڑا سا آگے لے جا کر قلعے کی طرف ہانک دو، بھگادو، وہ سب خود بخود قلعے کی طرف چلی جائیں گی اس کے بعد آ کر حضرت اسود راعی رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جہاد میں شریک ہو گئے جنگ ختم ہونے کے بعد جب شہداء خیبر کو آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو ان میں حضرت اسود راعی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت یہ اسود رضی اللہ عنہ جنت کی دوحوروں کے ساتھ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے چہرے کو حسین، خوبصورت بنادیا ہے اور جسم کو خوشبو سے مہکا دیا ہے اور مال دار بنادیا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں اس کی دو بیویوں، حورعین کو کہ وہ جھگڑ رہی ہیں آپس میں کہ کون اس کو جنت کا سوٹ پہنائے۔ (اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بطور رشک کے فرمایا کرتے تھے کہ کیسا خوش نصیب صحابی رضی اللہ عنہ تھا کہ نماز ایک نہیں پڑھی گئے سیدھا جنت میں ہیں۔

(عیون الاثر لابن سید الناس ج ۲ رص ۱۸۴)

معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد انسان ایک ایسے جہاں میں چلا جاتا ہے، جو جہاں اس دنیاں والے جہان سے الگ تھلگ ہے جس کا نام برزخ والا جہان ہے، اس کے حالات اس جہان فانی میں رہتے ہوئے نہیں دیکھے جاسکتے، قانون یہی ہے، ہاں! اللہ تعالیٰ جس کو دکھادیں تو کوئی مانع نہیں۔ جیسے یہاں آپ ﷺ کو سب کچھ دکھادیا کہ چہرہ خوبصورت ہوگیا ہے۔ خوبشو مہک رہی ہے حوریں ساتھ ہیں لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کچھ بھی نہیں دیکھ رہے تھے ان کو سب کچھ پہلے کی طرح نظر آرہا تھا چہرہ بھی کالا ہے خوشبو بھی نہیں البتہ کسی صحابی رسول ﷺ نے انکار بھی نہیں کیا اور اعتراض بھی نہیں کیا کہ ہمیں تو کچھ نظر نہیں آرہا۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ صحابی اسود رضی اللہ عنہ اگلے جہان میں پہنچ چکا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا "بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ" سب کچھ ہے صحیح لیکن تمہیں ان کا پتا نہیں چل رہا۔ بالکل ایسے ہی معاملہ ہوگا اگر آپ کسی نیک انسان کی قبر کھولیں تو وہ دکھائی ایسے دیں گے کہ کفن کے اندر سوئے ہوئے ہیں لیکن درحقیقت ان کی قبر کشادہ بھی ہوگی، ہوسکتا ہے وہ کھڑے ہو کر نماز بھی پڑھ رہے ہوں یا تلاوت قرآن میں مصروف ہوں۔ قبر کے اندر جنت کی کھڑکی بھی کھلی ہوئی ہوگی لیکن ہمیں کچھ خوشبو وغیرہ نہیں آئے گی۔ جیسے یہاں آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ ان کا جسم خوشبو سے مہک رہا ہے لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کوئی خوشبو نہیں آرہی تھی، البتہ ایمان بالغیب کامل تھا اس لئے کوئی شبہ نہیں ہوا۔ ہاں جن کا ایمان بالغیب ناقص ہوتا ہے وہ ایسے ہی اعتراض کرتے ہیں جیسے مشرکین مکہ کرتے تھے کہ حضور ﷺ کو سب کچھ نظر آتا ہے ہمیں تو کچھ بھی نظر نہیں آتا۔

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کے جسم عنصری کی حفاظت شہادت کے بعد

حدیث نمبر ۵......عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةً عينا. وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ... فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ أَيُّهَا الْقَوْمُ أَمَّا أَنَا فَلَا أَنْزِلُ فِي ذِمَّةِ كَافِرٍ، ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ أَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوا عَاصِمًا،... وَأَخْبَرَ أَصْحَابَهُ يَوْمَ

أَصِيبُوا خَبَرَهُمْ، وَبَعَثَ نَاسٌ مِنْ قُرَيْشٍ إِلَى عَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ حِينَ حُدِّثُوا أَنَّهُ قُتِلَ أَنْ يُؤْتَوْا بِشَيْءٍ مِنْهُ يُعْرَفُ، وَكَانَ قَتَلَ رَجُلًا عَظِيمًا مِنْ عُظَمَائِهِمْ، فَبَعَثَ اللهُ لِعَاصِمٍ مِثْلَ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ، فَحَمَتْهُ مِنْ رُسُلِهِمْ، فَلَمْ يَقْدِرُوا أَنْ يَقْطَعُوا مِنْهُ شَيْئًا (بخاری شریف، باب غزوۃ الرجیع)

وفی روایۃ فَاسْتَجَابَ اللهُ لِعَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ فَأَخْبَرَ رسوله خَبَرَهُ... وفی روایۃ فقال عاصم اللّٰهُمَّ إِنِّي أَحْمِي لَكَ الْيَوْمَ دِينَكَ فَاحْمِ لِي لَحْمِي... وفی روایۃ بعث اللہ علیهم الدَّبْرَ تطیر فی وجوههم وتلدغهم فحالتَ بینهم وبین ان یعطعوه... وفی روایۃ کان عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ اعطی اللہ عهدا ان لا یمسه مشرک ولا یمس مشرکا ابدا فکان عمر رضی اللہ عنہ یقولُ لما بَلغهُ خبره یحفظ اللہ العبد المؤمن بعد وفاته کما حفظه فی حیاته (فتح الباری شرح بخاری)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا اور ان پر امیر مقرر فرمایا حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو (صفر المظفر کے مہینے ۴ ہجری میں کچھ لوگ قبیلہ عضل اور قارہ کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہمارے قبیلہ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ آپ مہربانی فرمائیں کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمارے قبیلہ میں بھیج دیں تاکہ یہ ان کو دین و اسلام پڑھائیں، سکھائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھیج دیئے جن پر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا۔ جب یہ لوگ مقام رجیع جو مکۃ المکرمہ اور مقام عسفان کے درمیان ہے پر پہنچے تو انہوں نے بدعہدی کی بنولحیان کے لوگوں کے ساتھ مل کر ان سب کو شہید کرنے کا منصوبہ بنالیا، یہ صحابہ کرام بھاگ کر ایک ریت کے ٹیلہ پر چڑھ گئے تو بنولحیان والوں نے منافقت کے طور پر کہا کہ نیچے اتر آؤ ہم تمہیں امن وامان اور پناہ دیتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں مشورہ کیا) حضرت عاصم رضی اللہ عنہ فرمانے لگے میں تو کسی کافر کی پناہ اور امان میں نہیں آؤں گا، پھر اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کی اے اللہ تعالیٰ ہمارے حال کی خبر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دیجئے اس کے بعد ان کو شہید کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے اطلاع فرما دی۔ دوسری دعا حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے یہ کی کہ اے اللہ جیسے میں آج تیرے دین کی حفاظت کر رہا ہوں پس آپ بھی میرے (شہید ہونے کے بعد میرے جسم کے) گوشت کی حفاظت فرمائیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے واقعہ کی اطلاع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرما دی۔ (جس وقت یہ خبر مکۃ المکرمہ کے مشرکین کو پہنچی تو ان کو اپنا غصہ تھا خاص کر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ پر کیونکہ انہوں نے ایک تو سلافہ نامی عورت کے دو لڑکوں کو غزوہ احد میں جہنم واصل کیا تھا۔ جس کی وجہ سے اس عورت نے یہ منت مان رکھی تھی کہ میں اس حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کے سر کا پیالہ بنا کے شراب اس میں پیئوں گی اور انعام مقرر کر رکھا تھا سر لانے کے لئے سو اونٹ، دوسرا قریش کے ایک سردار کو بھی حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے جہنم واصل کیا تھا) تو قریش کو جب پتا چلا کہ حضرت عاصم شہید ہو گئے ہیں تو انہوں نے چند لوگ بھیجے تاکہ وہ کچھ نہ کچھ (حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کے جسم سے) کاٹ کے لے آئیں (خاص کر ان کا سر مبارک، تاکہ پھر انعام وصول کریں، ادھر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے ایک تیری دعا اور عہد معاہدہ کر رکھا کہ یا اللہ میں کبھی کسی مشرک کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا (نجس ہونیکی وجہ سے) نہ سلام دعا کے لئے، نہ یاری دوستی کی بناء پر، نہ بطور مہمانی کے، نہ اور کسی طریقہ پر تو یا اللہ آپ بھی میری حفاظت فرمائیں کہ کوئی مشرک میرے جسم کو ہاتھ نہ لگائے۔ نہ موت سے پہلے نہ مرنے کے بعد تو اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کی یہ دعا بھی قبول فرمائی) پس بھیج دیئے

اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کے لیے بھڑ، (شہد کی مکھیاں، یا ڈینبوں) مثل سائے کے (انہوں نے آ کر ہر طرف سے ان پر سایہ کرلیا، اور رکاوٹ بن گئے کسی چیز کے جسم سے کاٹنے کے لئے، بلکہ ان مشرکین کے چہروں کو بھاگ بھاگ کے کاٹتے تھے) پس ان بھڑوں نے مکمل حفاظت کی حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کے جسد اطہر کی۔ ان لوگوں سے یہاں تک کہ جسد اطہر سے کوئی شئی کاٹ نہ سکے (بلکہ وہ مشرک قریب بھی نہ آ سکے، سارا دن یوں ذلیل وخوار ہوتے رہے رات کے ٹائم اللہ تعالیٰ نے ان کے جسد اطہر کو ہی بغرض حفاظت غائب کر دیا آج تک نہیں ملے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ پتا نہیں آسمانوں پر چلے گئے ہیں یا زمین نے اپنے اندر چھپا رکھا ہے)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مؤمن بندہ کی موت کے بعد بھی ایسے ہی حفاظت فرماتے ہیں جیسے زندگی میں اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔ (معلوم ہوا کہ سب اعزازات شہید کے اسی جسد خاکی کے لئے ہوتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی العبد المؤمن کے الفاظ فرمائیں کے مؤمن بندے کی حفاظت ہوتی ہے اور عبد کا لفظ بالاتفاق جسد اطہر کے لئے ہوتا ہے۔

<u>حدیث نمبر ۶</u>......عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ انْصَرَفَ مِنْ أُحُدٍ مَرَّ عَلَى مُصْعَبِ بْنِ عُمَيْرٍ، وَهُوَ مَقْتُولٌ عَلَى طَرِيقِهِ، فَوَقَفَ عَلَيْهِ فَدَعَا لَهُ ثُمَّ قَرَأَ (مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللهَ عليه) قَالَ أَشْهَدُ أَنَّ هَؤُلَاءِ شُهَدَاءُ عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَأْتُوهُمْ وَزُورُوهُمْ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ أَحَدٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا رَدُّوا عَلَيْهِ (البدایہ والنہایہ ذکر قتلیٰ احد، ج ۴ ص ۲۲۲)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک آپ ﷺ جب غزوہ احد سے واپس لوٹنے لگے تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے جو شہید ہوئے تھے اسی راستہ پر (جن کی قبر مبارک اسی راستہ میں آتی تھی) پس یہاں ٹھہر گئے، پھر ان کے لئے (رحمت ومغفرت کی) دعا کی پھر یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔ مومنین مردوں میں سے بہت ساروں نے اپنا اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا وعدہ سچ کر دکھایا، پھر فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں قیامت والے دن شہید (شمار) ہوں گے۔ پس تم ان کے پاس ضرور آیا کرو اور ان کی زیارت کیا کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جو شخص بھی آ کر ان کو سلام کرے گا، یہ شہداء اس کو جواب دیں گے قیامت تک، (یہ سلسلہ چلتے رہے گا)

<u>فائدہ!</u> آپ ﷺ جب بھی ایسی بات کی خبر دیتے جس کا تعلق ایمان بالغیب کے ساتھ ہو، تو اس کو ایسے الفاظ کے ذریعے اداء فرماتے جو الفاظ تاکید کے لیئے آتے ہیں، مثلاً اِنَّ، اَنَّ، قد، لام تاکید، قسم وغیرہ۔ تاکہ سامع کو کسی قسم کا خبر میں شک نہ رہے۔ جیسے یہاں حدیث میں فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ لیکن شومئی قسمت ان لوگوں کی جو اتنے واضح الفاظ میں بھی ہیری پھیری کر جاتے ہیں اور تاویل باطل کی مکمل کوشش میں لگے رہتے ہیں، اب پتا نہیں یہاں کیا تاویل کریں گے۔ کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ضرور آیا کرو ان شہداء کی مزارات مقدسہ پر اور ان کی زیارت کیا کرو، اور ان کو سلام کیا کرو وہ تمہیں سلام کا جواب دیں گے، اگر قبر میں جسم عنصری میں حیات نہ ہوتی تو کیوں یوں فرمایا جاتا۔ اتنے واضح سے الفاظ بھی کسی کو سمجھ نہ آئیں تو یہی کہا جا سکتا ہے (ومن یضلل فلن تجد له ولیا مرشدا) جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیں پس ہرگز آپ ﷺ اس کے لئے کوئی ولی، مرشد، (جو اس کو سیدھے راہ پر لگا دے۔

حضرت عطاف تابعی رحمۃ اللہ علیہ کی خالہ کا واقعہ

عن عطاف بن خالد حدثتنی خالتِی قالتْ رکبتُ یوماً الی قبورِ الشہداءِ و کانتْ لا تزالُ تأتیہم فنزلتُ عندَ حمزۃَ فصَلیتُ ما شاء اللہ أن اُصلِّیَ و ما فی الوادی داعٍ و لامجیبَ الا غلاماً قائماً آخذاً برأس دابتِی فلما فرغتُ مِن صلاتی قلتُ ھکذا بیدی السلام علیکم قالتْ فسمعتُ رَدَّ السلامِ عَلَیَّ یَخرُجُ مِنْ تحتِ الارضِ اَعْرِفُہٗ کما اَعْرِفُ ان اللہَ عزو جل خَلقنِی و کما اَعرِفُ الیلَ من النہار فاقْشعرتْ کلُّ شعرۃ منی

(البدایہ والنہایہ، ج ۴ ص ۲۲۱)

حضرت عطاف بن خالد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے میری خالہ نے یہ واقعہ سنایا کہ میں ایک دن سواری پر شہداء احد کی مزارات مقدسہ پر گئی اور میں ہمیشہ ان کی قبروں پر جایا کرتی تھی، تو میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کے پاس بیٹھ گئی، اور جتنی دیر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اتنی دیر، میں ان کے لئے دعائے مغفرت کرتی رہی، آس پاس کوئی شخص بولنے والا کوئی جواب دینے والا نہیں تھا صرف میرا ایک غلام میری سواری کی لگام پکڑے کھڑا تھا۔ جب میں ایصال ثواب اور دعا وغیرہ سے فارغ ہوئی تو میں نے اس طرح ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا (جیسے جاتے ہوئے کوئی شخص ہاتھ کا اشارہ کر کے کہتا ہے) السلام علیکم تو وہ فرماتی ہیں کہ میں نے سلام کا جواب سنا جو زمین کے نیچے (قبر مبارک) سے آیا، اور میں نے اس سلام کو اس طرح پہچانا جیسے میں اللہ تعالیٰ کو پہچانتی ہوں کہ اس نے مجھے پیدا کیا ہے، اور میں نے اتنا یقین کیا جیسے رات کا دن کے مقابلہ میں یقین کرتی ہوں پس میرے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ (کہ یہ کیا واقعہ ہو گیا)

فائدہ! حضرت عطاف تابعین میں سے ہیں، سن ۹۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ھ میں وفات پائی ہے، ان کی خالہ نے جو واقعہ بتایا ہے اس سے بھی جمہور اہلسنت کے مسلک کی بھرپور تائید ہوتی ہے۔

حدیث نمبر ۷...... عن طلحۃَ بنِ عبیدِ اللہِ قال ارَدتُ مالی بالغابَۃِ فادرکنی الیلُ فأویتُ الی قبرِ عبدِ اللہِ بنِ عمرِو بن حرام فسمعتُ قرأۃً من القبر ما سمعتُ احسن منہا فجئتُ الی رسول اللہ ﷺ فذکرتُ ذالک لہ فقال ذاک عبدُ اللہ الم تعلمْ ان اللہ اروَاحہم فجعلہا فی قنادیل من زبرجد ویاقوت ثم علقہا وسط الجنۃِ فاذا کان الیلُ رُدَّتْ الیہم اروَاحُہم فلا تزالُ کذالک حتی اذا اطلع الفجر رُدَّتْ ارواحہم الی مکانہا التی کانت فیہا قبض۔ (تفسیر مظہری آیت ولاتقولوا لمن یقتل پ ۲)

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے مال (بکریاں، زمین، جانور وغیرہ) کے پاس گیا جو غابہ جگہ میں تھے، پس وہاں رات ہو گئی، تو میں حضرت عبداللہ بن حرام رضی اللہ عنہ شہید کی قبر کے پاس لیٹ گیا، تو پھر قبر مبارک سے قرآن پاک پڑھنے کی آواز میں نے سنی جو اتنی اچھی تھی کہ آج تک نہیں سنی تھی، پس میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور سارا واقعہ سنایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ تو عبداللہ رضی اللہ عنہ (شہید) تھے کیا تم جانتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو قبض کر کے زبرجد اور یاقوت کی قندیلوں میں داخل فرما دیتا ہے اور ان قندیلوں کو جنت کے وسط میں لٹکوا دیتا ہے۔ پھر جب رات ہوتی ہے تو وہ روحیں ان کے جسموں کی طرف واپس لوٹ آتی ہیں پس وہ ان کے پاس صبح صادق تک رہتی ہیں (تو وہ ساری رات قبر میں ذکر، تلاوت وغیرہ میں معروف رہتے ہیں) پھر اپنی جگہ چلی جاتی ہیں۔

فائدہ! منکرین حیات شہداء کرام علیہم السلام کی روحوں کو صرف جنت میں مان کر آدھی حدیث مانتے ہیں، اور آدھی حدیث کو بالکل مانتے ہی نہیں۔ جیسے اس حدیث میں آ رہا ہے کہ دن کے ٹائم تو روحیں جنت میں واپس چلی جاتی ہیں (اوران کا تعلق باقی رہتا ہے) لیکن رات کے ٹائم واپس انہیں جسموں میں آ جاتی ہیں۔ اب اس آخری جملے کو مانتے ہوئے منکرین حیات کو موت آتی ہے۔ کیونکہ یہ آدھے مشرک ہیں، مکمل مشرک وہ ہوتا ہے جو جسم اور روح دونوں کو فنا، ختم، عدم، مانتا ہے، لیکن یہ صرف ایک چیز جسم عنصری کو فنا، ختم، عدم مانتے ہیں، لہٰذا آدھے مشرک ہوئے اور آدھی ہی حدیث مانی، کیونکہ ان کا جتنا ایمان ہے اتنا تو قبول کر رہے ہیں، جمہور اہلسنت کا مکمل ایمان ہے اس لئے وہ دونوں کو زندہ مانتے ہیں اور دونوں کو جنت میں مانتے ہیں کیونکہ قبر بھی جنت کا ہی ٹکڑا ہے (القبر روضة من رياض الجنة الحديث) منکرین حیات اپنا شرک چھپانے کے لئے دوسروں کو مشرک کہتے ہیں۔ جیسے مثال مشہور ہے۔ چور مچائے شور۔

حدیث نمبر ۸......اخرج ابن منده عن جابر رضی اللہ عنہ بن عبد الله قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اذا مات حاملُ القران، اوحی الله الی الارض ان لا تأكُلَ لَحمَهٗ فيقول الارض ای رب كيف آكلُ لَحمَهٗ و كلامک فی جوفه

(تفسير مظهری تحت اية ولا تقولوا لمن يقتل پ ۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب قرآن پڑھنے والے کو موت آتی ہے (قرآن پر عمل کرنے والا، تلاوت کرنے والا اسی کے مطابق زندگی گزارنے والا، اہلسنت کے عقائد رکھنے والا وغیرہ وغیرہ) تو اللہ تبارک وتعالیٰ زمین کی طرف پیغام بھیجتے ہیں کہ اس کے جسم کو کھانا نہیں ہے پس وہ زمین جواب دیتی ہے اے پروردگار میں کیسے اس کے گوشت کو کھاؤں حالانکہ اس کے تو دل میں قرآن پاک ہے۔

فائدہ! جب عام آدمی، قرآن پر عمل کرے، تو اس کو یہ اعزاز مل جاتا ہے کہ اس کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی، تو شہداء کرام علیہم السلام کو بطریق اولیٰ یہ اعزاز ملتا ہے۔ گویا زمین پر حرام ہو جاتا ہے۔ اس کو کھانا اب اس کا جسم قیامت تک محفوظ رہے گا، لیکن منکرین حیات اسی جیسی احادیث کو بالکل نہیں مانتے کیونکہ ان کے نزدیک سوائے انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد کے باقی سب کے اجسام عنصریہ فنا، ختم، عدم ہو جاتے ہیں اہلسنت علماء دیوبند کے نزدیک چونکہ نیک، ولی، بزرگ آدمی حامل قرآن قبر میں روح کے تعلق یا دخول کی وجہ سے زندہ ہوتا ہے اس لیئے زمین پر اس کا کھانا حرام ہو جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۹......عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال كنا مع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فدخل دَار آمن دُورِ بنی النَّجَارِ فخرج الينا مُنتقِعاً لونه فقال مَنْ اهل هذه القبور قالوا ماتوا فی الجاهلية قال ثم اقبل علينا فقال تعوَّذُوا باللهِ مِنْ عذابِ القبرِ، فو الذی نفسی بيده لقد رَايتُ ابدا انهم يعذَّبونَ فی قبورهم (مسند ابو يعلىٰ، ج ۷ ص ۲۷۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے بنی نجار کے محلے میں پس آپ ایک گھر میں ہمارے پاس (باہر سے) تشریف لائے تو پریشانی کے آثار آپ کے چہرہ اقدس پر نمایاں تھے، آتے ہی پوچھا یہ قبروں والے کون ہیں؟ (قریب ہی قبرستان تھا) تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ جاہلیت کے زمانے کے لوگ ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ سے قبر کے عذاب سے پناہ مانگو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، میں نے ان کے بدنوں کو دیکھا ہے کہ وہ عذاب دیئے جا رہے ہیں اپنی قبروں میں۔

فائدہ! جس طرح جمہور اہلسنت علماء دیوبند اپنے عقیدہ حیات قبر پر واضح، صریح دلائل پیش کر رہے ہیں۔ جو دعویٰ کے عین مطابق ہیں کہ یہی جسد خاکی عذاب وثواب کا محل ہوتا ہے قبروں میں، تو ہمارا مطالبہ ہے کہ منکرین حیات بھی اسی طرح لفظ ابدان، عبد، جسد، وغیرہ کسی حدیث میں دکھائیں کہ ان کو عذاب وثواب نہیں ہوتا۔ جیسے ہم نے دکھایا ہے لقد رأیت ابدانہم بعد بون فی قبورہم!

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے — یہ بازو ہمارے آزمائے ہوئے ہیں

حدیث نمبر ۱۰...... قال رسول اللہ ﷺ مَنْ ماتَ فقَدْ قَامَتْ قِيامتُه۔ (والفاء فائ التعقیب تدلّ علی اَنَ قیامةَ کلِ احَد حاصلةٌ بعدموتِه واماالقیامةُ الکبری فَهِیَ حاصلةٌ فی الوقتِ المعلومِ عنداللّٰہ۔) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص فوت ہو گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی۔ فاء تعقیب کے لئے آتی ہے اور اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ ہر شخص کو موت کے بعد اس کی قیامت مل جاتی ہے۔ (جب قیامت قائم ہو گئی اس کی۔ تو روح اس کے جسم میں لوٹ آئی کیونکہ قیامت کے بعد روح کا لوٹنا بالاتفاق ہے۔ اگرچہ مکمل فائدہ روح کے لوٹنے کا قیامت کبریٰ کے بعد ہوگا) جس کس کا وقت اللہ کو معلوم ہے۔ (تفسیر کبیر ج۹ ص۷۵ پ۴ ولاتحسبن الذین قتلوا)

فائدہ! منکرین حیات کے اُن تمام دلائل کا جواب آ گیا جن میں یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ موت کے بعد قیامت کے دن میں اٹھایا جائے گا اور پھر روح جسم میں داخل ہوگی اس سے پہلے نہیں۔

شہید حضرت عامر بن فہیرۃ رضی اللہ عنہ کو فرشتوں نے آسمان کی طرف اٹھالیا

حدیث نمبر ۱۱...... عَنْ أَبِي أُسَامَةَ قَالَ قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ فَأَخْبَرَنِي أَبِي، قَالَ لَمَّا قُتِلَ الَّذِينَ بِبِئْرِ مَعُونَةَ وَأُسِرَ عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيُّ قَالَ لَهُ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ مَنْ هَذَا؟ فَأَشَارَ إِلَى قَتِيلٍ. فَقَالَ لَهُ عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ هَذَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ، فَقَالَ لَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدَ مَا قُتِلَ رُفِعَ إِلَى السَّمَاءِ، بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْأَرْضِ، ثُمَّ وُضِعَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرُهُمْ فَنَعَاهُمْ، فَقَالَ إِنَّ أَصْحَابَكُمْ قَدْ أُصِيبُوا وَإِنَّهُمْ قَدْ سَأَلُوا رَبَّهُمْ، فَقَالُوا رَبَّنَا أَخْبِرْ عَنَّا إِخْوَانَنَا بِمَا رَضِينَا عَنْكَ وَرَضِيتَ عَنَّا، فَأَخْبَرَهُمْ عَنْهُمْ (بخاری شریف باب غزوۃ الرجیع)

حضرت ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب غزوہ بیر معونہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا گیا، سوائے ایک صحابی حضرت عمرو بن امیۃ الضمری رضی اللہ عنہ کے جن کو زندہ ہی قید کر لیا گیا تھا۔ تو اس صحابی سے عامر بن طفیل نے پوچھا حضرت عامر بن فہیرۃ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے (کہ اس صحابی رسول کو پہچانتے ہو) یہ کون ہے، تو حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا (کہ ہاں پہچانتا ہوں) یہ حضرت عامر بن فہیرۃ رضی اللہ عنہ ہیں۔ تو پھر عامر بن طفیل کہنے لگا کہ (میں اس لئے اس کا تعارف پوچھ رہا ہوں اس کے متعلق بڑا عجیب و غریب واقعہ) میں نے دیکھا ہے ان کے شہید ہونے کے بعد ان کے جسم عنصری کو زمین کے درمیان آسمان کی طرف اٹھایا گیا پھر (تھوڑی دیر کے بعد دوبارہ زمین پر) رکھ دیا گیا، پس ان سب شہداء کی خبر آپ ﷺ کو (حضرت جبرئیل کے ذریعے) پہنچائی گئی تو آپ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتایا کہ تمہارے ساتھی شہید کر دیئے گئے ہیں، (شہید ہونے کے بعد جب رب تعالیٰ سے ان شہداء کا مکالمہ ہوا ہے تو) ان شہداء نے اللہ تعالیٰ سے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ اے ہمارے پروردگار ہماری خبر ہمارے زندہ بھائی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پہنچا دے کہ ہم سب

(شہید ہونے والے) آپ سے راضی ہیں اور آپ ہم سب سے راضی ہیں تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہداء کا (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) پیغام پہنچا دیا۔

فائدہ! اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے شارح لکھتے ہیں: فاشارَ عامر بن طفیل الی رجل فقال هذا طَعنهٔ برمحِه ثم انتزعَ رمحَه فذهب بالرجل علوا الی السماء حتی ما أراه... وفی ذالک تعظیم لعامر بن فهیرة وترهیب للکفار وتخویف۔ (فتح الباری شرح بخاری)

عامر بن طفیل نے اپنے نیزے سے اشارہ کرتے ہوئے حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ سے حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا کہ یہ کون ہے؟ کہ اس آدمی کو اتنا آسمانوں کی بلندیوں کی طرف لے جایا گیا کہ میری نظروں سے غائب ہو گیا تھا۔ (گویا آسمانوں کے اوپر لے جایا گیا) شارح لکھتا ہے کہ اس سارے واقعہ کو اس لیئے ظاہر کیا گیا۔ تاکہ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کی عظمت، شان کا لوگوں کو پتا چلے اور کفار کے دلوں میں مسلمانوں کی ہیبت ورعب ڈالا جائے اور طبری کی روایت میں یوں لفظ ہیں۔ رأیته رفع بین السمآء والارض حتی رأیت السمآء من دونه۔ (رواہ الطبری، ج ۳، ص ۳۵)

عامر بن طفیل کہنے لگا میں نے حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے کہ وہ آسمان وزمین کے مابین اٹھائے گئے یہاں تک کہ آسمان نیچے رہ گیا (اور وہ اوپر چلے گئے) اور اسی واقعہ کو بیان کرتے ہوئے حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت جبار بن سلمیٰ جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے فرماتے ہیں کہ میرے اسلام لانے کا واقعہ یہ بنا کہ میں نے بھی حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آسمان کی بلندیوں کی طرف اٹھا لیئے گئے ہیں۔ وَدَعَانِیْ ذَالِکَ مَارَأیتُ مِنْ عَامِرِ بنِ فُهیرة رضی اللہ عنہ من رَفْعِهِ اِلیٰ السَّمآء عُلوًا۔ (سیرۃ مصطفی، غزوہ بیر معونہ)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ لکھ کر آپ ﷺ کو اطلاع دی تو آپ علیہ السلام نے ارشاد مبارک فرمایا کہ: ''اِنَّ الْمَلَائِکَةَ وَارَتْ جثَتَه فِی عِلِّیِّین'' پکی بات یہ ہے کہ فرشتوں نے عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کے جثہ مبارک کو (پہلے پہل مشرکین کی نظروں سے) چھپالیا اور علیین میں اٹھا کر لے گئے۔ (الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۲۲۳)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: وَذَکَرَ الوَاقِدِی فی رِوَایتِهِ أنَّ المَلَائِکَةَ وَارَتْه وَلَمْ یَرَه الْمُشرِکُوْن حضرت امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی روایت میں فرماتے ہیں کہ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کی نعش مبارک کو فرشتوں نے چھپالیا، اور پھر مشرکین نے نہیں دیکھا کہ وہ نعش مبارک کہاں چلی گئی۔ (فتح الباری، شرح بخاری)

اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ثم وُضِع کا لفظ بعض طرق میں آیا ہے لیکن اکثر طرق اور اسانید میں یہ لفظ موجود نہیں بلکہ یہ الفاظ ہیں کہ ان کی نعش مبارک آسمانوں میں جا چکی۔ (سیرت المصطفیٰ ج ۲ ص ۲۲۱)

اور حضرت موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کی نعش مبارک کہیں نہیں ملی لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ فرشتے ان کی نعش مبارک کو آسمانوں میں چھپالے گئے۔ (الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۲۲۴)

ان سب عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ شہید ہونے کے بعد حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کے جسم عنصری کو فرشتے آسمانوں میں علیین کی طرف لے گئے اور وہیں جا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت میں ٹھہرا دیا۔ معلوم ہوا کہ یہی جسد

اطہر ہی شہید کا فائز الحیات ہوتا ہے اور سب اعزازات و انعامات اسی جسد اطہر کے لئے ہوتے ہیں اور جن محدثین ومفسرین نے یہ بات کہی ہے کہ شہید کو رزق حسی دیا جاتا ہے ان کی اس وقعہ سے اچھی طرح تائید ہوگی واقعی رزق حسی جیسے ہمیں دنیا میں دیا جاتا ہے ایسے ہی شہداء کو کھانے پینے کے لئے جنت سے رزق دیا جاتا ہے۔

قارئین کرام! آپ حضرات خود فیصلہ فرمائیں کہ شہید کے جسم عنصری میں حیات کے مسئلے میں کوئی خفا، باقی رہ جاتا ہے اور یہاں کسی قسم کی روح کی تاویل باطل کی جاسکتی ہے کہ یہ سب کاروائی روح کے ساتھ کی گئی ہرگز نہیں لیکن ہدایت اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے وہ اپنے محبوب بندوں کا ہی انتخاب کرتا ہے۔

غزوہ بیر معونہ کا مختصر تعارف

صفر الخیر کے مہینہ ۴ھ میں ایک شخص ابو براء عامر بن مالک آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہدیہ پیش کرنے لگا لیکن آپ ﷺ نے قبول نہیں فرمایا اس کو اسلام کی دعوت دی لیکن اس نے خاموشی اختیار کی نہ اسلام قبول کیا نہ انکار کیا بلکہ جاتے ہوئے کہنے لگا، اگر آپ چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو میرے ساتھ اہل نجد کی طرف دعوت اسلام کے غرض سے بھیج دیں تو میں امید کرتا ہوں کہ اہل نجد دعوت اسلام قبول کرتے ہوئے مسلمان ہوجائیں گے آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے نجد والوں سے خطرہ ہے کہ کہیں دھوکا نہ کریں یہ کہنے لگا کہ میں ضامن ہوں اور ان کی ذمہ داری دیتا ہوں آپ علیہ السلام بھیج دیں کچھ نہیں ہوگا آپ ﷺ نے ان ستر صحابہ کا مشورے سے انتخاب فرمایا جو قراء حضرات کہلاتے تھے نہایت ہی مقدس، پاک باز، خدمت گزار، لوگ تھے جو سارا سارا دن لکڑیاں چن کر شام کو اصحاب صفہ کے لئے کھانے پینے کا انتظام فرماتے تھے اور رات تعلیم قرآن اور تہجد وغیرہ میں گزار دیتے تھے۔ حضرت منذر بن عامر الساعدی رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر فرما کے روانہ فرمادیا یہ حضرات جب بیر معونہ جو مکہ اور مقام عسفان کے درمیان پہنچے تو وہ خط اور پیغام جو آپ ﷺ نے قوم بنی عامر کے سردار کے نام بھیجا تھا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ماموں حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو دے کر عامر بن طفیل قوم کے سردار کے پاس بھیجا اس عامر بن طفیل نے غداری کرتے ہوئے خط دیکھنے پڑھنے سے پہلے ہی ایک شخص کو اشارہ سے کہا کہ اس خط لانے والے کو قتل کردے اس نے پیچھے سے ایک نیزہ مارا جو آر پار ہوگیا حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ یہ الفاظ کہتے ہوئے شہید ہوگئے فزت ورب الکعبہ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا اس کے بعد عامر بن طفیل نے قبیلہ عصیہ، رعل، ذکوان ان تینوں کی مدد سے بقیہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بغیر قصور کے شہید کرادیا صرف ایک صحابی حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو زندہ گرفتار کرکے لوگ عامر بن طفیل کے پاس لے گئے اس نے ان کے سر کے بال کاٹے اور پھر یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی نذر مانی تھی تجھے اسی نظر کے بدلہ میں آزاد کرتا ہوں۔ (سیرۃ المصطفیٰ ج ۲ ص ۲۲۰)

طفیل بن عمرو دوسی کا اپنے ساتھی کو خواب میں دیکھنا

حدیث نمبر ۱۲......عن جابر ان الطفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ اتی النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ ھل لک فی حصن حَصِینٍ و منعۃ؟ قال حصن کان الدوس فی الجاھلیۃ۔ (صحیح مسلم، باب الدلیل علی ان قاتل نفسہ لا یکفر)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ (ہجرت سے پہلے مکۃ المکرمہ میں

مسلمان ہونے کے لئے) تشریف لائے آپ ﷺ کے پاس اور درخواست کی کہ یا رسول اللہ (مکۃ المکرمہ کے مشرکین آپ ﷺ کو تنگ کرتے ہیں تو آپ ﷺ ہمارے ہاں علاقہ دوس میں ہجرت کر کے تشریف لے آئیں تو ہم) آپ ﷺ کے لئے قلعوں میں سے ایک مضبوط قسم کا حفاظتی قلعہ (خالی کرا کے) تیار کرا دیں؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کے پاس زمانہ جاہلیت میں دوس کا ایک قلعہ قبضے میں تھا (اسی طرف اشارہ کر رہے تھے، کہ ہم آپ ﷺ کی مکمل حفاظت کریں گے) لیکن آپ ﷺ نے انکار فرمادیا کیونکہ یہ سعادت اللہ تعالیٰ نے حضرات انصار کے مقدر میں کر رکھی تھی۔ (حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کچھ عرصہ مکۃ المکرمہ میں رہنے کے بعد اپنے علاقہ واپس چلے گئے) جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینۃ المنورہ تشریف لے آئے تو حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے بھی آپ ﷺ کی طرف ہجرت فرمائی ایک اور ساتھی نے بھی حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کی (جب یہ دونوں حضرات مدینۃ المنورہ پہنچ گئے تو دوسرے ساتھی کو مدینۃ المنورہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی جس کی وجہ سے بیچارہ سخت قسم کا) بیمار ہو گیا۔ بیماری جب حد سے بڑھی (تو قابل برداشت نہ رہی سارے جسم میں درد شروع ہو گیا خاص کر ہاتھوں میں تو چونکہ نیا نیا مسلمان ہوا تھا احکام اسلام کا اتنا علم نہیں تھا علاج کے طور پر) اپنے تیر کے پھل سے ہاتھوں کی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے خون جو بہنا شروع ہوا (سارے جتن کرنے کے باوجود رک نہ سکا وہی خون ہی) بالآخر موت کا سبب بنا اور جان لیوا ثابت ہوا (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کفن دفن کا انتظام فرمادیا کچھ دنوں کے بعد) حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ نے خواب میں اسے دیکھا تو بہت ہی اچھی اور خوبصورت حالت میں تھے مگر اپنے ہاتھوں کو کپڑے سے ڈھانکے ہوئے تھے حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے پوچھا بتایئے کیسے گزری اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسا معاملہ فرمایا تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف ہجرت کرنے (اور مسلمان ہونے) کی برکت سے مکمل طور پر معاف فرما دیا ہے حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے پوچھا ہاتھ کس لیئے چھپائے ہوئے ہیں اور کپڑا کیوں ڈالا ہوا ہے، تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے کہا گیا ہے کہ چونکہ یہ ہاتھ توں نے خود اپنی مرضی سے کاٹے تھے (لہٰذا ان کو ٹھیک نہیں کیا جائے گا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم اس کو درست نہیں کریں گے، (اس لئے ہاتھوں کو عیب کی وجہ سے چھپایا ہوا ہے کیونکہ یہ کٹی ہوئی انگلیوں والے ہیں صبح کو) حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے سارا خواب آپ ﷺ کو بتایا تو آپ نے اس آدمی کے ہاتھوں کے لئے یوں دعا فرمائی اللھم وَلِیَدَیْہِ فَاغفِر اے اللہ اس کے ہاتھوں کو بھی معاف فرما اور ٹھیک کر دے۔ اب یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا قبول فرما کے اسے معاف فرما دیا ہوگا۔

قارئین کرام آپ حضرات خود اندازہ لگائیں کہ اگر موت کے بعد صرف اور صرف روح کے ساتھ کاروائی ہوتی اور جسم مثالی کے ساتھ سب معاملات ہونے ہوتے تو خواب میں یوں ہاتھ چھپائے ہوئے وہ صحابی رسول نظر نہ آتے، کیونکہ روح یا جسم مثالی کے تو ہاتھ کٹے ہی نہیں کہ وہ خواب میں نظر آئیں ورنہ یہ کہنا پڑے گا کہ جسد مثالی بھی ویسے ہی ملتا ہے جیسا دنیا والا جسم موت کے وقت تھا تو پھر شہید کو بھی ٹکڑے شدہ جسد مثالی ملے گا اور وہ بھی جنت میں جو کسی بھی لحاظ سے اعزاز نہیں، ہاں جسم عنصری کے ہاتھ کٹے ہیں اور وہ کٹے ہوئے نظر آ رہے ہیں جس سے صاف طور پر یہ بات سامنے آ گئی کہ روح کے تعلق سے سب کچھ جسم عنصری کے ساتھ پیش آتا ہے اور روح اور جسم دونوں دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں جب ایک عام آدمی کی حیات جسم عنصری کے لئے ثابت ہوگئی تو شہید اس سے کئی درجے راحت و ثواب کے لحاظ سے بڑھا ہوا ہوتا ہے تو اس کے جسم عنصری کے لئے حیات بطریق اولیٰ ثابت ہوگی۔

حدیث نمبر ۱۳ ......عن فَضَالَةَ بن عُبَيدٍ قال، قال رسول الله ﷺ أنّه قَالَ كُلُّ مَيّتٍ يُختَمُ عَلَى عَمَلِهِ إلّا الّذِى مَاتَ مُرَابِطًا فِى سَبِيلِ اللهِ، فَإنّهُ يُنمى لَهُ عَمَلُهُ إلى يَومِ القِيَامَةِ، وَيَأمَنُ مِن فِتنَةِ القَبرِ۔ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر میت کے عمل پر ختم ہونے کی مہر لگا دی جاتی ہے۔ (کہ اس کے نامہ اعمال میں اب قیامت تک کا اضافہ نہ ہوگا) مگر وہ مجاہد فی سبیل اللہ جس کو پہرہ دیتے ہوئے (سرحد، باڈر پر) موت آئی، پس بے شک اس کا یہ پہرہ دینے والا ثواب قیامت تک جاری رہے گا، اور وہ میت قبر کے فتنہ سے امن میں رہے گا۔ (ترمذی، باب فی فضل من مات مرابطا)

فائدہ! اس حدیث شریف میں لفظ مات اور لفظ یامن کی ھو کی ضمیر الذی کے واسطہ سے لفظ میت کی طرف لوٹ رہی ہے کہ وہی میت ہی قبر کے عذاب سے محفوظ رہے گا قیامت تک۔ منکرین حیات کے نزدیک میت کو عذاب وثواب قبر میں ہوتا ہی نہیں۔ کیونکہ وہ لکڑی ہے، پتھری ہے، تو پھر یامن کی ھو ضمیر کا یہ لوگ مرجع کس کو بنائیں گے؟ روح، یا جسد مثالی کو تو بنا نہیں سکتے کیونکہ اس کا ماقبل میں تذکرہ ہی نہیں جس کی طرف ضمیر لوٹائی جاسکے، لامحالہ میت کی طرف ہی لوٹانا ضروری ہے، کیونکہ ماقبل میں اس کا تذکرہ آیا ہے۔ تو جب یہی شہید قبر میں امن سے رہے گا۔ تو خود بخود ثابت ہو گیا کہ اس میں حیات ہوتی ہے، اور اسی جسم عنصری کو ہی عذاب وغیرہ کا اندیشہ ہوتا ہے جس کے بارے میں اس حدیث میں خوشخبری آرہی ہے۔

حدیث نمبر ۱۴ ......عَن رَاشِدِ بنِ سَعدٍ، عَن رَجُلٍ مِن أصحَابِ النّبِيّ ﷺ أنّ رَجُلًا، قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ، مَا بَالُ المُؤمِنِينَ يُفتَنُونَ فِى قُبُورِهِم إلّا الشّهِيدَ، قَالَ كَفَى بِبَارِقَةِ السّيُوفِ عَلَى رَأسِهِ فِتنَةً۔ حضرت راشد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ صحابی رسول سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ سے یہ سوال کیا کہ یارسول اللہ اس کی کیا وجہ ہے کہ تمام مؤمنوں کو، ان کی قبروں میں (منکر نکیر کے سوالوں کے ذریعے) امتحان میں ڈالا جاتا ہے سوائے شہید کے (کہ وہ ان تین سوالوں سے محفوظ رہتا ہے) تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ (میدان جنگ میں) تلواروں کی چمک، اور ان کے سائے اس کی ذات کے لئے مستقل امتحان ہوتے ہیں (وہ اس تلوار والے امتحان کی وجہ سے اس قبر والے امتحان سے بچالیا جاتا ہے کیونکہ اس کا اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دینا ہی مستقل دلیل ہے کہ یہ پکا سچا مسلمان ہے یہی چیز اس کے ایمان کی دلیل ہے۔ سوال کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔

(سنن النسائی کتاب الجنائز، کنز العمال، ج ۴ ص ۳۸۷)

معلوم ہوا کہ جو جسم عنصری تلواروں کے سائے میں دنیا کے اندر امتحان سے گزر کر آیا ہے وہی منکر نکیر کے سوالات سے محفوظ رہتا ہے اور باقی سب لوگوں سے اسی قبر میں سوالات ہوتے ہیں، سوالات کا ہونا جسم عنصری کی قبر والی زندگی پر دلالت کر رہا ہے۔

حدیث نمبر ۱۵ ......عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ مَن مَاتَ مُرَابِطًا مَاتَ شهيدا أو وُقِيَ فِتنَةَ القَبرِ وَغُدِيَ وَرِيحَ عليه بِرِزقِهِ من الجنة۔ (کنز العمال، ج ۴ ص ۲۶)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص پہرہ دیتے ہوئے فوت ہو جائے وہ شہید ہے اور اس کو قبر کی آزمائش سے بچالیا جاتا ہے اور صبح وشام اس کے پاس اس کا رزق جنت سے لایا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جنت سے رزق جسم عنصری کے لئے لایا جاتا ہے جس سے حیات فی القبر ثابت ہوئی یہاں روح مراد ہو ہی نہیں سکتی

کیونکہ وہ تو ہے ہی جنت میں اور کھاتی پیتی بھی جنت میں ہی ہے تو پھر جنت سے رزق آنے کا کیا مطلب ہوگا۔

حدیث نمبر ۱۶...... عن عبد اللہ بن عباس قال قال رسول اللہ الشھداء علی بارقٍ نھرٍ بباب الجنۃ فی قبۃ خضراء یخرج علیھم رزقھم من الجنۃ بکرۃً وعشیًا (مسند احمد، باب مسند عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شہداء، جنت کے دروازے کے پاس نہر بارق پر جمع ہوتے ہیں، (بہت بڑے) سبز قسم کے خیمہ وقبہ میں، نکالا جاتا ہے ان کے لئے ان کا رزق جنت سے صبح وشام، (اس حدیث میں بھی لفظ شہداء تو شہداء کے جسم عنصری پر ہی دلالت کر رہا ہے کیونکہ شہید تو ہوئے ہی جسم عنصری ہیں نہ کہ روح یا جسد مثالی۔ تو جو شہید ہوئے انہیں مراد لیا جائے گا۔ باقی رہی یہ بات کہ جنت کے دروازے کے پاس شہداء کے جسم عنصریوں کو کیوں جمع کیا جاتا ہے تو جواب یہ ہے کہ ان کے اعزاز واکرام اور آپس میں ملاقات گپ شپ کے لئے اور پھر دعوت کے طور پر فرشتے جنت سے اعلیٰ قسم کا رزق وانعامات لے آتے ہیں۔ مکمل طور پر دخول جنت قیامت کے بعد ہوگا جسم عنصری کے لئے، اس لیئے ہوسکتا ہے کہ جنت کے دروازے کے پاس ہی خیمہ، نما محل تیار کرا کے وہیں اجساد مقدسہ کو صبح وشام جمع ہونے کی اجازت دی جاتی ہو اور حدیث میں یخرج کا لفظ بھی اسی احتمال پر دلالت کر رہا ہے، کیونکہ روحیں تو ہیں ہی جنت میں۔ ان کے لئے یہ معنیٰ کرنا کہ رزق نکالا جاتا ہے جنت سے یہ صحیح نہیں، نیز یَخرج کا لفظ اس پر بھی دلالت کر رہا ہے کہ وہ نہر بارق جنت سے باہر ہے۔ لیکن جنت کے دروازے کے پاس ہی۔ اگر شہداء سے روحیں مراد لی جائیں تو روحوں کو جو اعزاز واکرام جنت کے اندر مل رہا ہے وہ جنت سے باہر اتنا نہیں ملے گا تو یہ ان کا مکمل اعزاز نہ ہوا بلکہ اعزاز میں کمی آنے کا احتمال ہے، اور ہوسکتا ہے کہ جن شہداء کے اجسام عنصریہ کو آسمانوں پر اٹھالیا گیا ہے جیسے حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ ان کو بھی اسی سبزہ خیمہ نما محل میں ٹھہرایا گیا ہو۔ باقی جہاں کہیں شہداء کی ارواح کا تذکرہ ہے وہاں شہداء کی ارواح ہی مراد ہوتی ہیں اور جہاں جسم عنصری مراد ہوتا ہے وہاں لفظ شہید یا شہداء احادیث میں استعمال ہوا ہے اگر حدیث میں بھی روحیں مراد ہوتیں تو الفاظ یہ آتے ارواح الشھداء علی بارق نھر، ان سب احتمالات کے باوجود اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مراد الشھداء علی بارق نھر سے روحیں ہی ہیں تو پھر بھی ہمارے مسئلہ حیات شہداء پر ذرا فرق نہیں پڑے گا کیونکہ روحوں کا سب اعزاز واکرام ہوتا ہی جسد عنصری کے لیئے ہے اور جن حضرات نے روحیں ہی مراد لی ہیں ان سے ہمارا کوئی اختلاف نہیں دونوں احتمال ہوسکتے ہیں۔

جیسا کہ تفسیر کبیر والے لکھتے ہیں: "فقال بعضھم انہ تعالیٰ یصعد اجساد ھؤلاء الشھداء الی السماوات والی قنادیل تحت العرش ویوصل انواع السعادۃ والکرامات الیھا، ومنھم من قال یترکھا فی الارض ویحسبھا ویوصل ھذہ السعادات الیھا" بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان شہداء کے اجسام عنصریہ کو آسمانوں کی طرف اٹھا لیتے ہیں، اور عرش کے نیچے قنادیل کی طرف بھی، اور حاصل کرتے ہیں یہ تمام قسم کی سعادتیں، اور اعزازات وکرامات، اور بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ اجسام عنصریہ کو زمین میں ہی (قبروں کے اندر) رکھا جاتا ہے اور ان کو زندگی دی جاتی ہے، اور کرامات وسعادات ان تک پہنچتی رہتی ہے۔

(تفسیر کبیر آیت ولا تقولوا لمن یقتل، ج ۹ ص ۷۶)

حدیث نمبر ۱۷...... عن أبی رافع قال کانَ رسولُ اللہ ﷺ إذا صلّی العصرَ، ذَھَبَ إلی بَنی عبدِالأشھلِ فیتحدَّثُ عندَھم حتّی ینحَدرَ للمَغربِ قالَ أبو رافع فبینَما النّبیُّ یسرعُ إلی المغربِ مَرَرنا بالبقیعِ فقالَ أفٍ لکَ أفٍ لکَ قالَ فکَبُرَ ذٰلکَ فی ذَرعی، فاستأخَرتُ وظننتُ أنّہُ یریدُنی فقالَ مالکَ امشِ فقلتُ أحدَثتُ حدثًا؟ قالَ ما ذاکَ؟ قلتُ أفّفتَ بی؟ قالَ لا ولٰکِن ھذا فلانٌ بَعثتُہُ ساعیًا علی بَنی فلانٍ فغلَّ نَمِرۃً فلُدِرِعَ الآنَ مثلَھا نارًا۔ (سنن نسائی، کتاب الامامۃ) دوسری روایت میں یوں الفاظ آتے ہیں، فقلتُ بابی انت وامی، قال صاحب ھذہ الحفرۃِ اِستَعمَلتُہُ علی بنی فلانٍ فخان بزۃً فأریتُھا تلتھب (کنزالعمال ج ۴ ص ۴۴۸)

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ ﷺ عصر کی نماز پڑھانے کے بعد قبیلہ بنوعبدالاشہل والوں کے پاس تشریف لے گئے پس ان کے پاس باتیں ہوتی رہیں یہاں تک مغرب کی نماز کا ٹائم بہت قریب ہو گیا، اس کے بعد آپ ﷺ جلدی جلدی وہاں سے لوٹے مغرب کی نماز کے لئے تو جب آپ جنت البقیع (قبرستان) کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے کہا اف ہو تیرے لئے، اف ہو تیرے لئے (افسوس کرنے کے انداز میں کہا) میرے علاوہ آپ ﷺ کے ساتھ اور کوئی نہیں تھا حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کہتے کہ یہ بات مجھ پر بڑی بھاری گزری کہ شاید مجھے فرما رہے ہیں کہ اف ہو تیرے لئے تو میں تھوڑا سا آپ ﷺ سے پیچھے ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا جلدی چلو کیوں پیچھے ہو گئے ہو، تو پھر میں نے پوچھا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں یہ افسوس کے کلمات میرے لئے کہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں تیرے لیئے نہیں کہے جس کی قبر کے پاس سے گزرے ہیں اس کے لئے کہے ہیں، میں نے اس قبر والے کو ایک دفعہ فلاں قبیلہ والوں کے پاس عامل بنا کر بھیجا تھا (زکوٰۃ، عشر وغیرہ لینے کے لئے) تو اس نے ایک چادر زکوٰۃ کے مال سے چھپالی تھی تو اب میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ چادر اس پر جہنم کی آگ بنا کر پہنائی ہوئی ہے۔ جو اس پر آگ کے شعلے مار رہی ہے۔

فائدہ! آپ ﷺ اسی دنیا والے قبرستان جنت البقیع کے پاس سے گزر رہے تھے اور اسی دنیا والی قبر میں اس شخص پر آگ دیکھی جس قبر کو منکرین حیات عرفی قبر کہتے ہیں، شرعی قبر ماننے کے لئے تیار نہیں، اور اسی قبر میں ہی میت کا جسم عنصری رکھا جاتا ہے اور اسی کا ہی عذاب دکھایا گیا تھا۔ معلوم ہوا اسی جسم عنصری کے ہی روح کا تعلق یا دخول روح سے عذاب وثواب ہوتا ہے، بعض دفعہ منکرین حیات یوں ان جیسی حدیثوں کی تاویل باطل کرتے ہیں کہ یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا۔ تو جواب یہ ہے کہ معجزہ صرف اس بات میں ہے کہ آپ ﷺ نے گزرتے ہوئے عذاب دیکھ لیا ہے، ورنہ عذاب تو پہلے سے جاری تھا عذاب کا ہونا معجزہ نہیں وہ حقیقت میں پہلے سے عذاب جاری تھا، تو آپ ﷺ نے یقیناً اس کے لئے دعا کی ہوگی اور وہ عذاب ختم ہو گیا ہوگا۔

حدیث نمبر ۱۸...... عن البراء بن عازب قال کنّا مع رسولِ اللہِ فی جِنازۃٍ، فجلس علی شفیرِ القبرِ، فبکی حتی بلَّ الثّری، ثمّ قال یا إخوانی لمثلِ ھذا فأعِدّوا۔ (ابن ماجہ، باب الحزن)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں تھے پس آپ ﷺ نے قبر کے کنارے پر بیٹھتے ہی رونا شروع فرما دیا اور خوب روئے یہاں تک آنسو مبارک مٹی پر گر رہے تھے، پھر تھوڑی دیر کے بعد ارشاد فرمایا اے میرے بھائیو! اس (اندھیری، تاریک قبر) جیسی جگہ کے لئے اچھی طرح تیاری کرو۔

فائدہ! حدیث شریف میں لمثل ھذا، ھذا کا مشار الیہ جس کی طرف اشارہ فرمار ہے ہیں وہ یہی دنیا والی قبر ہے نہ کہ علیین، سجین والی قبر، جس کو کسی نے بھی قبر نہیں کہا اور اسی قبر کے کنارہ پر بیٹھ کر رو رہے ہیں اور اسی کے متعلق فرمار ہے ہیں کہ دنیا والی قبر کے لئے نیک اعمال کے ذریعے تیاری میں لگے رہو۔

حدیث نمبر ۱۹...... عن یحیٰ سمع علیاً یقول، قالَ رَسولُ اللّٰہِ ﷺ یومَ الأحزابِ، وَھو قاعِدٌ علی فُرضَۃٍ مِن فُرَضِ الخَندَقِ شَغَلُونا عَنِ الصَّلاۃِ الوُسطی حتی غَرَبَتِ الشَّمس، مَلأَ اللّٰہُ قُبورَ ھُم وَبُیوتَھُم، أو قالَ قُبورَ ھُم وَبُطونَھُم نارًا۔ حضرت یحیٰ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ غزوہ خندق کے موقع پر آپ ﷺ خندق کے کسی داخلی راستہ پر بیٹھے ہوئے یہ ارشاد فرما رہے تھے، کہ (ان مشرکوں نے) ہماری نماز عصر قضا کرادی ہے۔ حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھرے یا فرمایا کہ ان کی قبروں اور پیٹوں کو آگ سے بھرے۔ (صحیح مسلم، باب صلوٰۃ الوسطیٰ)

فائدہ! قبورہم سے مراد یہی دنیا والی قبریں ہی ہیں کیونکہ منکرین حیات کی بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں جہاں لفظ قبر آتا ہے اس سے مراد یہی دنیا والی قبر ہے، اور اسی قبر کو جہنم کی آگ سے بھرنے کی بددعا کی جارہی ہے، اور اسی قبر میں ہی میت کے جسم عنصری کو رکھا جاتا ہے۔ اگر ان قبروں میں عذاب وثواب نہ ہوتا تو یوں بے فائدہ بددعا کرنا اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ سے کبھی منقول نہ ہوتا۔ نیز سجین والی قبر جو منکرین حیات مراد لیتے ہیں وہ مراد ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ وہ تو ہے ہی جہنم تو اس کو جہنم کی آگ سے بھرنے سے کیا مراد ہوگا۔

حدیث نمبر ۲۰...... عن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال إنَّ المَیِّتَ یَعرِفُ مَن یَحمِلُہ، ومَن یَغسِلُہ، ومَن یُدَلِّیہِ فی قبرِہ (مسند احمد، مسند ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک میت وہ پہچانتی ہے اس شخص کو جو اس کو (کندھوں پر) اٹھائے اور اس شخص کو بھی جو اس کو غسل دے اور اس شخص کو بھی جو اس کو قبر میں اتارے اور دفنائے۔

حدیث نمبر ۲۱...... عن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال، قال رسول اللّٰہ ﷺ إذا وُضِعت الجِنازۃُ فاحتملھا الرِّجالُ علی أعناقِھم، فإن کانت صالحۃً قالت قَدِّمونی قَدِّمونی، وإن کانت غیرَ صالحۃٍ قالت یا ویلھا أین تذھبون بھا یسمعُ صوتَھا کلُّ شیءٍ إلّا الإنسانُ، ولو سمِعھا غیرُ الإنسانِ لصُعِق۔ (بخاری، باب کلام المیت) مسند احمد کی روایت میں یوں الفاظ ہیں إذا وُضِعَ الرجلُ الصالحُ علی سریرِہ قال قَدِّمونی قَدِّمونی، وإذا وُضعَ الرجلُ السوئُ علی سریرِہ قال یا وَیلَہُ أین تذھبون بی؟ (مسند احمد، باب مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب جنازہ (میت) کو رکھ دیا جاتا ہے اس کی چارپائی پر (یعنی غسل، کفن وغیرہ دے کر تیاری کرا کے چارپائی پر رکھ دیا جاتا ہے) پھر اٹھاتے ہیں اس جنازہ کو لوگ اپنے کندھوں پر (قبرستان دفنانے کے لئے) پس اگر وہ نیک جنازہ ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے جلدی لے چلو، مجھے جلدی لے چلو (میرے رب کی طرف، اور میری قبر والی جنت کی طرف) اور اگر وہ کسی فاسق کا جنازہ ہوتا ہے تو وہ چیخ چیخ کر کہتا ہے اے میری تباہی، بربادی کہاں مجھے تم چھوڑنے کے لئے جارہے ہو۔ اس کی چیخ و پکار کو انسان کے علاوہ ہر شئی سنتی ہے اور اگر انسان اس کو سن لیں تو بے ہوش ہو جائیں۔

فائدہ! ایک حدیث میں یہ الفاظ آتے ہیں: "اذا وضع المیت علی السریر (فتح الباری شرح بخاری) جب میت کو چارپائی پر رکھ دیا جاتا ہے میت سے مراد تو منکرین حیات کے نزدیک بھی یہی جسد عنصری ہے جس کو لوگوں نے کندھے پر اٹھایا ہوا ہے شارح اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتا ہے: (وظاهره ان قائل ذلک هو الجسد المحمول علی الاعناق) کہ ظاہر یہی ہے کہ یہ کلام کرنے والا یہی جسم عنصری ہے جس کو لوگوں نے اٹھایا ہوا ہے۔ (فتح الباری شرح بخاری)

اب حدیث میں لفظ میت بھی آ گیا لفظ جنازہ بھی آ گیا ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جنازہ آ گیا ہے لوگوں نے کندھے پر بھی اسی میت کو اٹھایا ہوا ہے اور حدیث میں یہ لفظ بھی آ رہے ہیں کہ انسان کے علاوہ ہر شئے اس کی چیخ و پکار کو سنتی ہے وہ ہر شئے بھی اسی دنیا میں رہتی ہے اور یہ لفظ بھی آ گئے کہ اگر انسان سن لیں تو بے ہوش ہو جائیں وہ انسان بھی اسی دنیا میں رہتے ہیں۔ شارحین کا بھی تقریباً اتفاق ہے کہ یہی جسم عنصری ہی کلام کرتا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ نے بھی باب کلام المیت باندھا اسی میت کا کلام کرنا تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اسی جسم عنصری میں ہی حیات ہوتی ہے اسی جسم عنصری کے ساتھ ہی روح کا تعلق یا دخول ہوتا ہے اور جب ہر اچھے اور برے آدمی کا موت کے بعد یہی جسم عنصری ہی کام کرتا ہے تو شہداء کے بارے میں تو خود قرآن پاک نے کہہ دیا: "بل هم احیاء" تو وہ کتنی قوی حیات میں ہوں گے اس کا اندازہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی لگا ہی نہیں سکتا اور پھر انبیاء کا تو کہنا ہی کیا جن کی وساطت سے شہداء کو حیات ملی ہے لیکن ان سب قرائن کے باوجود منکرین حیات کا روح کی ہی رٹ لگانا اور یہ کہنا کہ روح ہی مراد ہے تو اس کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ: "من یضلل اللہ فلا هادی له" جس کو اللہ تعالیٰ ہی گمراہ کر دیں اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

حدیث نمبر ۲۲......عن انس بن مالک اَنَّ رسولَ اللہ ﷺ قال اِنطَلِقوا بسم اللہِ و باللہِ و علی سنۃِ رسول اللہ فَقَاتِلوا اَعداء اللہِ فی سبیل اللہ قَتلاکُم احیاء مرزقُونَ فی الجَنانِ و قَتلاهم فی النارِ. حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے (ایک جہاد کے موقع پر) فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کا نام لے کر چلو اور اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کے ساتھ چلو (یعنی بسم اللہ اور دعائیں پڑھتے ہوئے رجوع الی اللہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے مدد اور نصرت مانگتے ہوئے چلو) اور رسول اللہ کی سنت پر چلتے ہوئے چلو (اپنے سفر میں سنن کا خوب اہتمام کرتے ہوئے چلو) پھر دشمن کے ساتھ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے خوب جہاد کرو تو تمہارے مقتول و شہداء زندہ ہوں گے رزق دیئے جائیں گے باغوں میں اور ان کفار کے مقتول و مردود جہنم میں ہوں گے۔ (معرفۃ السنن والاثار حدیث نمبر ۱۸۰۹)

فائدہ! قتلاکم سے مراد وہی شہداء ہیں جو اسی دنیا میں جسم عنصری کے ساتھ شہید ہوئے ہیں اور انہیں جسم عنصری کے متعلق کہا جا رہا ہے کہ وہ زندہ ہوں گے رزق دیئے جائیں گے باغوں میں یعنی ہر کسی کو اپنی اپنی قبر والی جنت کے باغ میں رزق دیا جائے گا اور کفار کے مقتول و مردود قبر والے جہنم کے گڑھے میں عذاب دیئے جائیں گے۔

حدیث نمبر ۲۳......عن زید بن ثابت قال بینما النبیُ فی حائطٍ لِبنی النَّجارِ، علی بَغلَۃٍ له وَ نَحنُ معهُ، اِذ حادَت به فَکادَت تُلقِیه، واِذا اَقبُرٌ سِتَّۃٌ، اَو خَمسَۃٌ، اَو اَربَعَۃٌ، قال کَذا کانَ یقولُ الجُرَیرِیُ، فَقالَ مَن یَعرِفُ اَصحابَ هذِهِ الاَقبُرِ؟ فَقالَ رَجلٌ اَنا، قالَ فَمَتی ماتَ هَؤلاءِ؟ قالَ ماتوا فی الاِشراکِ، فَقالَ اِنَّ هذِهِ الاُمَّۃَ تُبتَلی فی قُبورِها، فَلَو لا اَن لا تَدافَنوا، لَدَعَوتُ اللہَ اَن یُسمِعَکُم مِن عَذابِ القَبرِ الذی اَسمَعُ منه ثُمَّ اَقبَلَ عَلَینا بوَجهِهِ،

فَقَالَ تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ قالوا نعوذ باللّٰہِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ، فَقَالَ تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قالوا نعوذ باللّٰہِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، قَالَ تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ، ما ظَهَرَ منها وَ ما بَطَنَ قالوا نعوذ باللّٰہِ مِنَ الْفِتَنِ ما ظَهَرَ منها وَ ما بَطَنَ، قَالَ تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ قالوا نعوذ باللّٰہِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ (صحیح مسلم، باب عرض مقعد المیت من الجنۃ)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ بنو نجار کے علاقہ میں تھے آپ ﷺ اپنے خچر مبارک پر سوار تھے اچانک وہ اتنی بدکی اور ڈری کہ قریب تھا کہ آپ کو نیچے گرا دیتی اور وہاں قریب کوئی چھ، یا پانچ، یا چار قبریں تھیں تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ ان قبروں والوں کو کوئی پہچانتا ہے کہ یہ کن لوگوں کی قبریں ہیں ایک آدمی نے کہا جی ہاں میں پہچانتا ہوں آپ ﷺ نے پوچھا یہ لوگ کب فوت ہوئے ہیں تو اس آدمی نے جواب دیا کہ شرک کے زمانہ میں مشرک ہو کر فوت ہوئے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا یہ جماعت عذاب قبر میں مبتلا ہوئی پڑی ہے اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ تم اپنے مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے (خوف کی وجہ سے قبرستان آنا بند کر دو گے) تو میں ابھی ابھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تمہیں بھی وہ عذاب قبر سنا دے جو میں سن رہا ہوں پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ یوں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو عذاب جہنم سے تو ہم نے دعا مانگی اے اللہ جہنم کے عذاب سے ہمیں محفوظ فرما پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یوں بھی دعا مانگو کہ اے اللہ قبر کے عذاب سے محفوظ فرما تو ہم نے دعا مانگی اے اللہ ہمیں عذاب قبر سے محفوظ فرما پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یوں بھی دعا مانگو کہ اے اللہ تمام ان فتنوں سے ہماری حفاظت فرما جو ظاہر ہو چکے ہیں اور جو، ابھی چھپے ہوئے ہیں (جو بعد میں ظاہر ہوں گے منکرین حیات قبر جیسے فتنے) تو ہم نے دعا مانگی اے اللہ تمام ان فتنوں سے ہماری حفاظت فرما جو ظاہر ہو چکے ہیں اور جو چھپے ہوئے ہیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یوں بھی دعا کرو کہ یا اللہ دجال کے فتنوں سے ہمیں بچا لے (جو قیامت سے پہلے لوگوں کے عقائد خراب کرنے کے لئے مختلف ناموں سے آئیں گے) تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ ہم نے پھر دعا کی یا اللہ دجال کے تمام فتنوں سے ہم پناہ مانگتے ہیں۔

فائدہ! اس حدیث شریف سے مسئلہ حیات فی القبر اور ثواب وعذاب قبر بالکل واضح ہو گیا روز روشن کی طرح (۱) آپ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی دنیا والے قبروں سے گزر رہے تھے (۲) اور انہیں دنیا والے قبروں سے ہی اس خچر سواری نے عذاب سن کر بدکنا شروع کیا (۳) اور اسی دنیا والی قبروں کے متعلق ہی آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ جو میں عذاب قبر سن رہا ہوں (۴) اور اسی قبروں کے متعلق ہی فرما رہے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ سے دعا کروں تو تمہیں بھی ابھی ابھی عذاب قبر سنا دے (۵) دعا مانگتے ہوئے جہنم کے عذاب سے الگ پناہ مانگی جا رہی ہے اور قبر کے عذاب سے الگ پناہ مانگی جا رہی ہے اگر قبر اور جہنم ایک چیز ہوتی تو کبھی بھی الگ الگ دعا نہ کی جاتی (۶) یہ مشرکین کی جماعت عذاب قبر میں مبتلا کی جا رہی ہے جن قبروں پر ہم کھڑے ہیں جب ان مشرکین کے لئے اسی دنیا والے قبروں میں روح کے تعلق کی وجہ سے جسم عنصری کے لئے عذاب ثابت ہو رہا ہے تو عذب کسی پتھر یا بے جان چیز کو دینے کا کوئی فائدہ نہیں لامحالہ ان میں حیات ہے اور دکھ درد کو وہ محسوس کر رہے ہوں گے تو جو نیک لوگ ہیں خاص کر شہداء کرام رحمہم اللہ اور انبیاء کرام علیہم السلام تو ان کے لئے راحت تلذذ وحیات بطریق اولیٰ ثابت ہو گی۔

منکرین حیات کا احادیث کی تاویل باطل کرنا

قارئین کرام اس جیسی احادیث جس میں روح کی تاویل باطل منکرین حیات سے نہ ہو سکے تو وہاں

پھر یوں تاویل کرتے ہیں کہ یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے یا بغیر اعادہ روح اور بغیر تعلق روح کے بعض اوقات اہل دنیا کی عبرت کے لئے جسم پر کچھ حالات ظاہر ہوتے ہیں جیسے ایک منکر حیات اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھتا ہے البتہ بعض اوقات اہل دنیا کی عبرت کے لئے جسم عنصری پر کچھ حالات ظاہر ہوتے ہیں بغیر اعادہ روح کے۔(حقیقت عذاب قبر) اس کا جواب یہ ہے کہ بالفرض والمحال آپ ﷺ کا معجزہ ہی ہو تو آپ ﷺ کی سواری مبارک کی کرامت تو نہیں ہو سکتی تو پھر وہ کیوں اتنا بدکا اور ڈرا کہ آپ ﷺ گرنے کے قریب ہو گئے اور اس کتاب والے نے تو یہ لکھا ہے کہ اہل دنیا کی عبرت کے لئے جسم پر حالات ظاہر ہوتے ہیں تو اہل دنیا سے مراد ان کے نزدیک کیا جانور ہیں یا انسان؟ اگر انسان ہیں تو پھر وہ خچر مبارک کے لئے ظاہر کرنے کا کیا مطلب؟ اگر معجزہ ہے بھی تو صرف اتنی بات معجزہ کی ہے کہ آپ ﷺ نے عذاب قبر سن لیا ہے عذاب قبر کا شروع ہونا جسم کے لئے یہ تو معجزہ نہیں وہ تو پہلے سے ہی عذاب قبر ہو رہا ہے جسم کو اور یہی امر مطلوب ہے کہ جسم عنصری کو ہی دنیا والی قبر میں عذاب ہوتا ہے اگر دنیا والوں کے لئے عذاب قبر ظاہر ہو عبرت کے لئے تو عبرت تو تب بنے گی جب جسم کو عذاب کی تکلیف بھی ہو ورنہ بغیر اعادہ روح کے جسم پر عذاب کا ظاہر ہونا تو ایسے ہے جیسے کسی لکڑی، یا پتھر کو آگ لگی ہو اور لکڑی، پتھر کو آگ لگنے سے کون عبرت حاصل کرتا ہے وہ تو ایک معمول کے مطابق آگ لگی ہوئی ہے پھر دنیا والی قبر کا جسم عنصری پر عذاب ظاہر کرنے کا فائدہ؟

حدیث نمبر ۲۴......عن عمر بن الخطاب قال لَمَّا كانَ يَوْمُ خَيْبَرَ، أَقْبَلَ نَفَرٌ مِن صَحابَةِ النبيِّ فقالوا فُلانٌ شَهِيدٌ، فُلانٌ شَهِيدٌ، حتَّى مَرُّوا على رَجُلٍ، فقالوا فُلانٌ شَهِيدٌ، فقالَ رَسولُ اللهِ كَلَّا، إنِّي رَأَيْتُهُ في النَّارِ۔ (مسلم شریف، باب تحریم الغلول)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ خیبر کے موقع پر چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت یہ کہتے ہوئے (میدان جنگ میں) چکر لگا رہی تھی کہ فلاں صحابی بھی شہید ہو گیا، فلاں بھی شہادت کا درجہ پا گیا یہاں تک کہ وہ ایک آدمی کے پاس سے گزرے تو ایسے ہی کہا کہ یہ بھی شہید ہو گیا، (قریب کہیں آپ ﷺ بھی سن رہے تھے) تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ آدمی ہرگز شہید نہیں، بے شک میں دیکھ رہا ہوں اس کو جہنم میں۔ ایک چادر کی وجہ سے جس کو اس نے (مال غنیمت سے) خیانت کرتے ہوئے اٹھا لیا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ جاؤ لوگوں میں اعلان کر دو کہ جنت میں (ابتدائی طور پر صرف کامل) مومن ہی جائے گا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جا کر لوگوں میں اعلان کر دیا کہ جنت میں مؤمن ہی جائے گا۔

فائدہ! حدیث شریف سے معلوم ہو رہا ہے کہ جسم عنصری کے متعلق ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ یہ بھی شہید ہے تو آپ ﷺ نے فوراً کہا کہ میں نے اس کو جہنم میں دیکھ رہا ہوں تو کیا سجین میں دیکھ کر بتا رہے تھے؟ کہ اس کی روح وہ جہنم میں جل رہی ہے جو سجین ساتوں زمینوں کے نیچے ہے۔ ہرگز نہیں، اسی جسم عنصری کو جہنم میں دیکھ رہے تھے یعنی اسی پر جہنم کی آگ لگی ہوئی تھی جو صرف آپ ﷺ کو ہی نظر آ رہی تھی۔ نیز چونکہ غیب کا معاملہ تھا اس لیئے آپ ﷺ نے بڑی تاکید کے ساتھ فرمایا: "انی رَأَيْتُه" بے شک میں نے دیکھ لیا ہے۔ یا دیکھ رہا ہوں، اتنی تاکید اس لیئے فرمائی تا کہ قیامت تک آنے والے کامل مؤمنوں کے لئے شک کی گنجائش ہی نہ رہے۔ پھر آپ ﷺ نے لازماً اس آدمی کے لئے دعا کی ہو گی جہنم سے نجات کی اور اللہ تعالیٰ نے یقیناً قبول فرما لیا ہو گا۔ لوگوں کی عبرت کے لئے کچھ دیر ایسے معاملات ظاہر ہوتے تھے پھر دعاؤں سے معافی تلافی ہو جایا کرتی تھی۔

حدیث نمبر ۲۵......عن أبی ہریرۃ قال خرجنا مع النبیِّ إلی خَیبَرَ، فَفَتَحَ اللہُ علینا فَلَمْ نَغنَمْ ذَھَبًا ولا ورقًا، غَنِمنا المَتاعَ والطَّعامَ والثِّیابَ، ثُمَّ انطَلَقنا إلی الوادِی، ومع رَسولِ اللہِ عَبدٌ لہ، وَھَبَہُ لہ رَجُلٌ مِن جُذامٍ یُدعی رِفاعَۃَ بنَ زَیدٍ مِن بَنِی الضُّبَیبِ، فَلَمّا نَزَلنا الوادِیَ، قامَ عبدُ رَسولِ اللہِ یَحُلُّ رَحلَہُ، فَرُمِیَ بِسَھمٍ، فکانَ فیہ حَتفُہُ، فَقُلنا ھَنِیئًا لہ الشَّھادَۃُ یا رَسولَ اللہِ، قالَ رَسولُ اللہِ کَلّا والذی نَفسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہِ، إنَّ الشَّملَۃَ لَتَلتَھِبُ علیہ نارًا أخَذَھا مِنَ الغَنائِمِ یومَ خَیبَرَ لَمْ تُصِبھا المَقاسِمُ، قالَ فَفَزِعَ النّاسُ، فَجاءَ رَجُلٌ بِشِراکٍ، أو شِراکَینِ فقالَ یا رَسولَ اللہِ، أصَبتُ یومَ خَیبَرَ، فقالَ رَسولُ اللہِ شِراکٌ مِن نارٍ، أو شِراکانِ مِن نارٍ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ غزوہ خیبر کے لئے نکلے پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح نصیب فرمائی اور مال غنیمت میں صرف سامان کھانے، پینے کی چیزیں ہی ہاتھ آئیں تھیں۔ سونا، چاندی کہیں نظر نہیں آیا۔ پھر ہم آپ ﷺ کے ساتھ ایک وادی کی طرف گئے تو آپ ﷺ کے ساتھ ایک خدمت گزار خادم بھی تھا جو قبیلہ جزام کے آدمی نے آپ علیہ السلام کو ہدیتاً دیا تھا جس کا نام رفاعہ بن زید تھا جو قبیلہ ضبیب سے بھی تعلق رکھتا تھا۔ پس جب ہم وادی میں اترے۔ تو یہ غلام آپ کا سامان (اونٹ سے کجاوہ وغیرہ) اتارنے لگا۔ اتنے میں کہیں سے تیر آیا اور سیدھا اسی کو جالگا جس سے وہ بچارہ فوت ہو گیا تو ہم نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ مبارک ہو مبارک ہو شہادت یارسول اللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے بے شک وہ چادر اس پر آگ کا شعلہ بنی ہوئی ہے جس چادر کو اس نے خیبر کی مال غنیمت کی تقسیم ہونے سے بھی پہلے اٹھالیا تھا۔ پس لوگ یہ بات سن کر بہت گھبرا گئے جس نے کوئی معمولی شئی بھی اٹھائی تھی تو وہ بھی واپس کر دی اور کہنے لگے یارسول اللہ (ہم نے تو معمولی سمجھ کر اٹھایا تھا کہ اس پر کوئی پوچھ نہیں لیکن معاملہ تو بہت سنگین ہے) یہ لیں واپس لے لیں، آپ ﷺ نے فرمایا جوتے کا ایک تسمہ دو تسمے بھی جہنم کا سبب بن سکتے ہیں (خیانت کرنا معمولی چیز کی بھی معمولی نہیں بیت المال کا بہت خیال رکھا کرو، جو چیز لینی ہو اجازت سے لے لیا کرو۔ (مسلم شریف باب تحریم الغلول)

فائدہ! یہ حدیث بھی چمکتے سورج کی طرح دلالت کر رہی ہے کہ اسی جسم عنصری پر ہی وہ چادر آگ کا شعلہ بنا کے پہنائی ہوئی ہے، روح کا دور دور تک نام ونشان نہیں۔ کہ روح کو ہی علیین میں وہ چادر آگ بنا کے پہنائی گئی ہو اور نہ ہی آپ ﷺ یہ بتا رہے ہیں کہ میں علیین میں، یا علیین والی قبر میں اس کی روح دیکھ رہا ہوں۔ بلکہ یہ فرما رہے ہیں کہ اسی دنیا میں رکھے ہوئے جسم عنصری کو دیکھ رہا ہوں کہ اس پر آگ شعلے مار رہی ہے۔ تو اسی جسم عنصری کی تکلیف سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عبرت حاصل کی اور اور معمولی چیزیں بھی واپس کر دیں۔

شہداء کی ارواح کا جنت میں ٹھکانہ

حدیث نمبر ۲۶......عن مسروق، عن عبداللہ بن مسعود فی قولہِ وَلا تَحسَبَنَّ الَّذِینَ قُتِلُوا فِی سَبِیلِ اللہِ أَموٰاتًا بَل أَحیاءٌ عِندَ رَبِّھِم یُرزَقُونَ قالَ أما إنّا سألنا عن ذٰلِکَ، فقالَ أرواحُھُم کَطَیرٍ خُضرٍ تَسرَحُ فی الجَنَّۃِ فی أَیِّھا شاءَت، ثُمَّ تَأوِی إلی قَنادِیلَ مُعَلَّقَۃٍ بالعرشِ، فبینَما ھم کذٰلِکَ، إذِ اطَّلَعَ علیھم رَبُّکَ اطِّلاعَۃً، فیقولُ سَلُونی ما شِئتُم، قالوا رَبَّنا، ماذا نسألُکَ ونحنُ نَسرَحُ فی الجَنَّۃِ فی أَیِّھا شِئنا؟ فلمّا رأَوا أَنَّھم لا یُترَکُونَ مِن أن یَسأَلُوا، قالوا نسألُکَ أن تَرُدَّ أرواحَنا فی أجسادِنا إلی الدُّنیا حتّی نُقتَلَ فی سبیلِکَ، فلمّا رأی أَنَّھم لا یَسألُونَ إلّا ذٰلِکَ، تُرِکُوا (ابن ماجہ باب فضل الشہادۃ)

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ و لا تحسبن الذین قتلوا والی آیت کے متعلق ہم نے آپ ﷺ سے پوچھا تھا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ شہداء کی روحیں مثل سبز پرندوں (کی سواریوں) میں ہوتی ہیں کھاتی پیتی ہیں جنت میں جہاں سے چاہتی ہیں، اور آرام کرتی ہیں عرش سے لگی ہوئی قلندیلوں میں، پس دیکھا ان کی طرف آپ کے رب نے اچھی طرح جھانکتے ہوئے پھر پوچھا (کیا تمہیں کچھ زائد اعزازات چاہییں کہ پس میں اضافہ کردوں) مانگو مجھ سے جو مرضی آئے، وہ کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم کیا زیادتی طلب کریں ہم تو جنت میں جہاں مرضی مزے کرتے ہیں ایک روایت میں یوں ہے کہ پھر (کچھ دیر کے بعد رب تعالیٰ نے دیکھا ان کی طرف دوسری مرتبہ، پھر فرمایا، ہاں کسی چیز میں اضافے کا شوق ہے کہ پس میں اور مزے کرادوں) پس جب دیکھتے ہیں وہ کہ نہیں جان چھوٹے گی جب تک کہ کوئی چیز مانگ نہ لیں۔ تو اتنے میں کہ کہا ہم مانگتے ہیں آپ سے اپنی روحیں، کہ ہماری روحیں ہمارے جسموں میں لوٹا دے تا کہ دنیا میں جا کر تیرے راستہ میں دوبارہ شہید ہوں، پس جب اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ یہ تو جان چھڑوانے والی بات ہے کہ ایسے سوال کریں کہ وہ پورے نہ ہوسکیں، تو اللہ تعالیٰ پوچھنا ہی چھوڑ دیتے ہیں۔

حدیث نمبر ۲۷......عن حمید قال سمعت انس رضی اللہ عنہ یقول أصیبَ حارثةُ یومَ بدرٍ وھو غلام، فجاءتْ أُمّهُ إلی النبیِّ فقالَتْ یا رَسولَ اللہِ، قد عَرَفتَ مَنزلةَ حارثةَ مِنّی، فإن یکُنْ فی الجنةِ أصبِرْ و أحتَسِبْ، وإن تکُ الأُخری تریٰ ما أَصنَعُ، فقالَ ویحَکِ، أو هبِلتِ، أوَ جَنّةٌ واحدةٌ هی، إنها جِنانٌ کثیرةٌ، وإنّه فی جنّةِ الفِردوسِ. حضرت حمید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں جوانی میں ہی شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوگئے (کنویں پر پانی بھر رہے تھے کہ اچانک کہیں سے تیر آلگا جس سے شہید ہوگئے، یہ بھی پتا نہ چلا کہ تیر کسی مسلمان کا غلطی سے آلگا ہے یا کسی کافر نے جان بوجھ کر مارا ہے اس لیئے ان کی ماں پریشان تھی کہ پتا نہیں شہیدوں والا مقام و مرتبہ ملا ہے یا نہیں) پس اس کی ماں آپ ﷺ کے پاس آئی اور آکر کہنے لگی کہ یا رسول اللہ آپ کو تو پتا ہے کہ میں حارثہ رضی اللہ عنہ سے کتنا پیار کرتی تھی۔ (اب مجھے یہ پتا نہیں چل رہا کہ اس کو شہیدوں والا مقام و مرتبہ ملا ہے یا نہیں اگر ملا ہے اور) وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی اور میں بھی ثواب کی امید رکھوں گی (کہ میں بھی شہید کی ماں ہوں اور مجھے بھی اللہ تعالیٰ بہت نوازیں گے) اور اگر وہ کہیں دوسری طرف ہے (جہنم وغیرہ میں) تو پھر آپ ﷺ دیکھیں گے کہ میں (جزع، فزع) کرتی کیسے ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا او مریں شالا، یا فرمایا او ڈوبیں شالا، (پانی میں ڈوبنا مراد ہے یہ رحمت، شفقت بے تکلفی ہنسی، مذاق والے لفظ ہیں بددعائیہ کلمات ہرگز نہیں) تو، کیا سمجھتی ہے کہ صرف ایک ہی جنت ہے (اور ایک ہی جنت کا مقام ہے) بہت ساری جنتیں ہیں (مقام و مرتبہ کے لحاظ سے، ہر ایک کو ملیں گیں) تیرے بیٹے کو تو اللہ تعالیٰ نے (بہت اونچے مقام والی) جنت الفردوس عطا فرمائی ہے۔ (پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو) (بخاری شریف، باب فضل من شہد را)

اجسام کو ارواح شہداء کے ذریعے جنت سے رزق پہنچتا ہے

حدیث نمبر ۲۸......عن کعب بن مالک قال، قال رسول اللہ ﷺ إنّما نسمةُ المؤمنِ طیرٌ یَعلَقُ فی شجرِ الجنةِ، حتی یرجِعَهُ اللہُ إلی جسدِهِ یومَ یبعثُهُ۔ (مؤطا امام مالک، کتاب الجنائز)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومنوں کی روحیں اڑتی پھرتی رہتی ہیں (جنت میں) جنت کے درختوں میں آرام کرتی ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو قیامت والے دن ان کے اجسام عنصریہ میں داخل فرمادیں گے۔

حدیث نمبر ۲۹......عن عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک عن ابیہ قال لما حضرت کعبا الوفاۃ أتتہ أم بشر بنت البراء بن مَعرور، فقالت یا أبا عبد الرحمن، إن لقیتَ فلانا، فاقرأ علیہ منی السلام، قال غفر اللہ لک یا أمَّ بشرٍ، نحن أشغَلُ من ذلک، قالت یا أباعبد الرحمن، أما سمعتَ رسول اللہ یقول إنَّ أرواح المؤمنین فی طَیرٍ خضرٍ، تعلقُ بشجرِ الجنۃ؟قال بلی، قالت فھو ذاک۔ (ابن ماجہ، باب ماجاء عند المریض)

حضرت عبدالرحمٰن بن کعب رضی اللہ عنہ اپنے باپ حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جب میں مرض الموت میں پہنچا تو حضرت ام بشر بنت براء بن معرور رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور کہنے لگیں کہ اے ابوعبدالرحمٰن اگر آپ کی (موت کے بعد) فلانے سے ملاقات ہوجائے تو اسے میرا اسلام دینا تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے، اللہ تعالیٰ آپ کی بخشش فرمائے، یاام بشر ہمیں کہاں ٹائم ملے گا (ملاقات کا یعنی پتا نہیں ملاقات ہوتی بھی ہے کہ نہیں) تو وہ فرمانے لگیں اے عبدالرحمٰن آپ نے حدیث سنی نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمنین کی روحیں سبز پرندوں میں ہوں گیں جو جنت کے درختوں پر بسیرا کریں گیں، تو انہوں نے فرمایا کیوں نہیں یہ بات تو بالکل صحیح ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ توں نے سچ کہا اور میں اپنی بات پر استغفار کرتا ہوں۔

اہلسنت علماء دیوبند پر تہمت والزام نہ لگائیں

قارئین کرام! وہ تمام احادیث جواس بات پر دلالت کرتی ہیں، کہ شہداء کرام رحمہم اللہ اور ہر نیک، انسانوں کی روحیں جنت میں رہتی ہیں، عرش کے نیچے یا درختوں پر بسیرا کرتی ہیں مثل سبز پرندوں کے ان کو سواریاں ملی ہوئی ہیں جمہور اہلسنت علماء دیوبند کے نزدیک یہ سب احادیث برحق ہیں۔ جو کچھ ان سے ثابت ہورہا ہے وہ سب برحق ہے۔ یہاں تک تمام منکرین حیات اور علماء اہلسنت کا اتفاق ہے، کوئی بھی اس بات کا انکاری نہیں کہ اس کے نزدیک روحوں کا جنت میں ہونا ثابت نہ ہو۔ جب اس مسئلے کا کوئی انکاری نہیں، تو اب اس کو ثابت کرنے کے لئے دلائل دینے پر زور لگاتے رہنا کہ روحیں جنت میں ہوتی ہیں خوامخواہ وقت کا ضیاع اور عوام الناس کو پریشان کرنا ہے، ایک لاحاصل بحث ہوگی، اور جب ہم نے شہداء کرام کی روحوں کو شہادت کے بعد جنت میں ہونا مان لیا ہے تو ان کی موت کو بھی علی الاعلان کہہ رہے ہیں کہ ہم نے مان لیا ہے اور شروع سے مانتے چلے آرہے ہیں، ان شہداء کرام رحمہم اللہ اور انبیاء کرام علیہم السلام پر "کل نفس ذائقۃ الموت" والا وعدہ پورا ہو چکا ہے۔ دنیاوالی زندگی جو پیدائش سے شروع ہوئی تھی۔ وہ اب موت کے بعد بالکل ختم ہوگئی ہے۔ اب اسی دنیا والی زندگی کے موت آنے کے بعد دوبارہ شروع ہونے و جاری ہونے کے ہم بالکل قائل نہیں، نہ ہی کوئی ایسا عقل مند انسان، حضرت آدم علیہ السلام کے دور سے لے کر آج تک ملے گا جو ایک دفعہ موت آنے کے بعد دوبارہ اسی زندگی کے شروع ہونے کا قائل ہوا ہو۔ ہم منکرین حیات سے دس بستہ عرض کرتے ہیں کہ ہماری اس بات کو مان لو، اہلسنت علماء دیوبند کے اوپر، تہمت لگانا، الزام لگانا، جھوٹ ان کی طرف منسوب کرنا، اپنی تقریروں میں اور اپنی تحریروں میں، بند کرو، چھوڑ دو، ہمارے اوپر یہ تہمت مت لگاؤ

کہ یہ جدید دیوبندی ہیں، جو حیات دنیوی کے قائل ہیں، اور اسی دنیا والی زندگی کے دوبارہ شروع ہونے کی وجہ سے حیات جسمانی کے قائل ہیں، ہم دنیاوی زندگی کے دوبارہ شروع ہونے کے قائل نہیں اور شریعت کا اصول بھی یہی ہے کہ اگر کافر بھی ایک دفعہ زبان سے کہہ دے کہ میں مسلمان ہوں اور میرے عقائد مسلمانوں والے ہیں، ہمیں ظاہری زبان پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی بات کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔ ہم تو چیخ، چیخ کر دل سے کہہ رہے ہیں، کہ ہم موت کے بعد دوبارہ دنیاوالی زندگی کے قائل نہیں۔

جن عقائد میں اختلاف ہے کھل کر بیان کریں

ہاں تمہارا، ہمارا جس بات میں اختلاف ہے اس کو صاف، شفاف، بغیر گول، مول کرنے کے کھل کر لوگوں کے سامنے یوں بیان کرو کہ ہم منکرین حیات صرف اور صرف انسانوں کی موت کے بعد ان کی روحوں کو جنت میں زندہ مانتے ہیں اور دنیاوالی قبروں میں رکھے ہوئے جسموں کے اندر کسی قسم کی کسی بھی وقت کوئی حیات نہیں مانتے، یہ اجسام مطہرہ چاہے انبیاء کرام علیہم السلام کے ہوں یا شہداء عظام رحمۃ اللہ علیہم کے ہوں یا کسی مسلمان یا کافروں کے ہوں سب کے سب موت کے بعد سے لے کر قیامت کے قائم ہونے تک۔ لکڑی پتھر کی طرح بے جان و بے حس ہیں۔ اسی کو ہم منکرین حیات، حیات روحانی، حیات برزخی، اعلیٰ، افضل، علیین اور جنت والی، حیات کہتے ہیں اور یہ بات بھی بالکل صاف، شفاف پورے یقین کے ساتھ کھل کر یوں بیان کرو، کہ ہمارے جو مد مقابل ہیں قائلین حیات، وہ قبروں میں رکھے ہوئے اجسام مطہرہ کے روحوں کے تعلق، یا دخول کی وجہ سے، زندہ ہونے کے قائل ہیں۔ لیکن وہ دنیاوالی زندگی نہیں بلکہ موت کے بعد ہر انسان کو ایک نئے جہان کی نئی زندگی ملتی ہے جس زندگی کو قبر والی زندگی کہتے ہیں اس کے قائل ہیں اور اس زندگی کو حیات جسمانی کا نام بھی دیتے ہیں لیکن صرف اس لیئے دیتے ہیں کہ موت کے بعد پھر سے روح کا اسی دنیاوالے جسم سے تعلق ہو جاتا ہے، اسی طرح یہ بھی واضح لفظوں میں لوگوں کو بتاؤ کہ قائلین حیات اسی قبر والی زندگی کو کبھی کبھی یہ نام بھی دیتے ہیں کہ ان قبروں میں رکھے ہوئے اجسام عنصریہ کو حیات دنیوی یا دنیا کی سی، یا دنیاوالی زندگی کی طرح زندگی حاصل ہے جیسے دنیا میں روح کے تعلق کی وجہ سے جسم، ہر دکھ، سکھ، کو محسوس کرتا تھا بالکل ایسے ہی موت کے بعد جب قبر والی دوسری زندگی شروع ہوتی ہے تو یہی دنیاوالا جسم ہی روح کے تعلق کی وجہ سے ہر دکھ، سکھ کو محسوس کرتا ہے، گویا اسی زندگی کو قائلین حیات، حیات قبر، حیات جسمانی، حیات دنیوی کہتے ہیں، یوں جب کھل کر ایک اختلاف کو لوگوں کے سامنے بیان کرو گے، تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی سامنے آ جائے گا۔

منکرین حیات اصولاً آدھے مشرک ہونے چاہئیں

قارئین کرام! یہ بات ذرا ذہن میں رکھیں کہ مشرکین مکہ ہوں یا دنیا کا کوئی کافر ہو جو عقیدہ آخرت کا قائل نہیں، وہ موت کے بعد ہر شئی کو فنا سمجھتا ہے۔ نہ روح کو زندہ مانتا ہے، نہ جسم کو زندہ مانتا ہے، نہ قیامت مانتے ہیں، بس وہ کافر یہ سمجھتا ہے کہ موت کے بعد جیسے گدھے، کتے، جانور بالکل ختم ہو جاتے ہیں اور بالکل فنا ہو جاتے ہیں، گل، سڑ جاتے ہیں کوئی شئی کسی جانور کی باقی نہیں رہتی بالکل ایسے ہی انسان ہے۔ کہ وہ بھی مرنے کے بعد بالکل جانوروں کی طرح فنا ہو جاتا ہے گل سڑ جاتا ہے، کوئی شئی اس کی باقی نہیں رہتی، بندہ ختم، اس کا تذکرہ ختم، دعا ایصال

ثواب ختم، بس جانوروں کی طرح ختم ہی ختم، یہ تو تھا کافروں کا عقیدہ، اب اشاعت والے لوگوں کا عقیدہ بھی دیکھ لیں، جن کو باقی سب مسلمان مشرک نظر آتے ہیں اور ان کی ہر تحریر کے ہر صفحہ میں مشرک، کافر کے فتوے لگے ہوئے ہیں جو دن رات اہلسنت علماء دیوبند سے لوگوں کو یہ کہہ کر متنفر کرتے ہیں کہ ہم اعلیٰ، افضل جنت والی حیات مانتے ہیں اور یہ لوگ خاکی قبر والی، ادنیٰ اور گھٹیا حیات مانتے ہیں، ذرا ان کا عقیدہ بھی غور سے دیکھ لیں، تاکہ فیصلہ کرنا آسان ہو جائے، اب کافر لوگ تو دونوں چیزوں کو فنا سمجھتے ہیں روح کو بھی، اور اجسام کو بھی، اور یہ تمام منکرین حیات، انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کے علاوہ باقی، تمام اجسام کو فنا سمجھتے ہیں بیجان، بے حس سمجھتے ہیں، گدھوں، کتوں کی طرح گل، سڑ جانے والا سمجھتے ہیں، کسی انسان کی کوئی شئی باقی نہیں رہتی یہ سمجھتے ہیں۔ گویا جانوروں کی طرح، موت کے بعد، بندہ ختم، اس کے جسم کا تذکرہ ختم، اس کے جسم کے لئے دعا ختم، ایصال ثواب ختم، قبرستان میں جا کر زیارت ختم، کوئی شئی نہیں، (کُلّ من علیہا فان) والی آیت گویا انہی اجسام کے لئے جو فوت ہو گئے اتری ہے، بس یہ جسم، ختم ہی ختم، خلاصہ یہ نکلا کہ کافرین دونوں چیزوں کو فنا سمجھتے ہیں، اور یہ منکرین حیات ایک چیز کو فنا سمجھتے ہیں یعنی اجسام کو، اور ایک چیز کو زندہ سمجھتے ہیں یعنی روح کو اب اگر یہ دونوں کو فنا سمجھتے تو کافروں میں اور ان میں ذرہ کا بھی فرق نہ ہوتا، اور ان کے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہوتا، لیکن صورت حال یہ ہے کہ یہ ایک چیز اجسام کو فنا سمجھتے ہیں، اور ایک چیز روح کو زندہ سمجھتے ہیں، اصول کے مطابق تو پورے آدھے کافر ہوئے اور جس میں کفر کا ذرہ برابر بھی عقیدہ پایا جائے تو وہ مکمل کافر ہوتا ہے، اور جس میں کفر کے ذرہ کی بجائے پورا آدھا کفر پایا جائے آپ خود فیصلہ فرما دیں وہ کیا ہونا چاہئے، یہ اسی آدھے کفر کو نام دیتے ہیں، کہ ہم قرآن مانتے ہیں، حدیث مانتے ہیں، اعلیٰ، افضل، مزکی جنت والی حیات مانتے ہیں، کچھ عبارتیں ان کی ملاحظہ فرمائیں۔

نام نہاد مناظرین اسلام کی عبارات

۱...... مولوی خضر حیات بھکروی لکھتا ہے کہ ہم اہلسنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ جس طرح حق تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ نے شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہم کو ایک قسم کی برزخی حیات عطاء فرمائی ہے، اسی طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو بالخصوص امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی موت کے بعد ایک مخصوص اور ممتاز حیات برزخی عطا فرمائی ہے جو شہداء کرام کی حیات سے مقام ومرتبہ ودرجہ میں، ممتاز، اور بلند و بالا، ارفع، انفع، اوقع، اعلیٰ، اولیٰ، احلیٰ، اقویٰ، اجلیٰ، اصفی، ازکیٰ، اسنی، اشہی، احظی، اجلی، افضل، اکمل، ادوم، اقوم، اتم، اہم، اعظم، اطیب واقدس ہے مگر یہ حیات نہ دنیاوی ہے (گویا قائلین حیات پر تہمت لگا رہا ہے کہ یہ حیات دنیاوی مانتے ہیں) اور نہ لفظ میت کے اطلاق کے منافی ہے اور نہ ارواح مبارکہ اجساد عنصریہ میں داخل ہوتے ہیں اور نہ ارواح مبارکہ کا اجساد عنصریہ کے ساتھ تعلق تصرف ہوتا ہے۔ (المسلک المنصور، ص ۱۳۹)

قارئین کرام! فیصلہ فرمائیں اس آدھے کفر کو یہ سب نام دیئے ہیں:

۱...... بدقسمتی سے ان (قائلین حیات) کو قرآن وسنت نہیں المہند ہی نظر آتی۔ (البرہان علی من اعرض عن القرآن)

۲...... قرآن وسنت کے مقابلہ میں المہند تمہیں ضرور مبارک ہو۔ (البرہان ص ۱۱۰)

۳...... جو بغیر تعلق کے اکیلی روح کے لئے عذاب کے قائل نہیں وہ معتزلہ ہیں۔ (حیات الاموات، ص ۳۲)

۴...... اعادہ روح کتاب وسنت کے نصوص صریحہ اور جمہور کے مسلک کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل مردود ہے۔ (اقامۃ البرہان ص ۱۶۱)

آپ حضرات خود فیصلہ فرمالیں کہ اسی آدھے کفر کو نام دے رہے ہیں، جمہور کا مسلک، قرآن وحدیث کی تصریح۔ وغیرہ وغیرہ!

منکرین حیات، بہت غلط فیصلے کرتے ہیں

اب ذرا جمہور اہلسنت علماء دیوبند کا بھی عقیدہ ونظریہ ملاحظہ فرمائیں کہ ہر انسان کو موت کے بعد اسی جسم عنصری میں روح کے تعلق یا دخول کے ساتھ قبر کے اندر اتنی حیات لازمی دی جاتی ہے کہ اس میں شعور، ادراک، دکھ، سکھ کا احساس ہو سکے گویا روح کو بھی اپنی جگہ زندہ مانتے ہیں جہاں مرضی ہو اور جسم عنصری کو بھی زندہ مانتے ہیں جہاں مرضی ہو، خواہ قبر میں ہو یا چرند پرند کھا جائیں، دونوں کو زندہ مانتے ہیں اب دونوں کو زندہ ماننا نہ مشرکین کا عقیدہ ہے نہ کسی کافر یا باطل کا عقیدہ ہے اب انصاف فرمائیں کہ جو دونوں کو زندہ مانتا ہے وہ ان کے نزدیک مشرک ہے اور جو مشرکوں کا آدھا سے بھی زائد عقیدہ رکھتا اور مانتا ہے وہ پکا سچا سنی مسلمان ہے۔ سبحان اللہ اسی طرح جو شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہ اور انبیاء کرام علیہم السلام کی مزارات مقدسہ کو بھی جنت کا ٹکڑا اور باغ مانتا ہے، اور روح کو بھی اعلیٰ علیین میں مانتا ہے، یعنی دونوں کی جنت ہی جنت مانتا ہے وہ تو ان کے نزدیک معتزلی ہے اور جو صرف روح کو علیین میں مانے اور شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہ کی مزارات مقدسہ کو ایک گڑھا اور ایک کھڈا مانے، جیسے جانوروں کے لئے کھڈے اور گھڑے ہوتے ہیں وہ ان کے نزدیک یہودیوں کے دعوے کی طرح (نحن ابناء اللہ) خدا کے سب سے زیادہ محبوب ہیں، اور جو ہر حدیث کو مانتا ہے وہ ہے غلط اور جو شخص ہر حدیث کی جو جسم عنصری کی حیات پر دلالت کرے، تاویل باطل کرے یا بالکل نہ مانے، یا ضعیف کہہ کر منہ پھیر لے وہ ہے ان کے نزدیک دنیا میں چلتا پھرتا جنتی ہے یہ کیسا انصاف ہے اور جو حضرات اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ مانتے ہیں، کہ وہی ذات ہی قادر ہے جسم عنصری کے ذرہ ذرہ میں حیات پیدا کرنے پر، اور قبر مبارک کو تاحدِ نگاہ کشادہ کرنے پر، اور روح کا تعلق جسم عنصری کے ساتھ جوڑنے پر، وہ تو ہیں ان کے نزدیک ''کمثل الحمار یحمل اسفارا'' کے مصداق، اور جو بات، بات پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کو صرف اتنا سمجھتے ہوئے جتنا کہ انسان کی قدرت ہے یہ کہے کہ ذرہ ذرہ میں کیسے حیات پیدا کریگا۔ جس کو چرند پرند کھا گئے کیسے اس کو عذاب وثواب دے گا۔ قبریں تو ساتھ ساتھ ملی ہوئی ہیں جگہ تو ہے نہیں وہ اللہ تعالیٰ کیسے کشادہ کریگا۔ روح تو اعلیٰ علیین میں ہے یا سجین میں ہے اتنی دور سے کیسے تعلق جوڑے گا وغیرہ وغیرہ، وہ ہے ان کے نزدیک چلتا پھرتا توحیدی، توحید وسنت کا پرچار کرنے والا، واعجباہ، ''الاساء ما یحکمون'' بہت برے وہ فیصلے کرتے ہیں۔ کہ جو سب کچھ مانتے ہیں وہ ان کے نزدیک کافر مشرک ہوئے اور جو مشرکوں کی طرح جسم عنصری کو، فنا، ختم، عدم ہونے والا مانے وہ ان کے نزدیک توحیدی مسلمان ہوے۔

عقیدہ توحید کی وضاحت

۱...... توحید کا حقیقی معنی یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ عم نوالہ کی قدرت کاملہ، اتنی ہے کہ اگر بالفرض ایک ذرہ کے کروڑں حصے کرو پھر کروڑں حصے کے بھی اربوں کھربوں حصے کرو اس آخری حصے سے بھی بغیر کسی محنت مشقت کے

صرف ارادے کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس جیسی اربوں کھربوں کائناتیں پیدا کرنے اور بنانے پر کامل قدرت رکھتا ہے اسی طرح اگر اس آخری درجے کے حصے کو بڑھانا چاہیں تو اس سے کھربوں کائناتیں بنادیں اور اگر اس حصے میں کسی چیز کو بند کرنا چاہیں تو اربوں کھربوں کائناتیں اس میں بند کردیں اس کے سامنے کوئی چیز بھی مشکل نہیں۔

۲...... اللہ تبارک وتعالیٰ ہر جگہ پر چاہے وہ عرش ہو یا عرش کے بھی اوپر لامحدود مکاں ہو، تحت الثریٰ ہو یا ساتویں زمین کے بھی نیچے لامحدود کوئی زماں، مکاں ہو سب جگہوں پر برابر کا حاضر ناظر ہے جیسے آسمانوں کے اوپر یا عرش کے اوپر کی چیزیں اللہ تعالیٰ کے بالکل سامنے ہیں کوئی ذرہ بھی پوشیدہ نہیں، بالکل اسی طرح ساتوں زمینوں کے نیچے کی چیزیں بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے ہیں کوئی ذرہ بھی اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں، اسی بات کی طرف حدیث شریف میں اشارہ ہے۔

حدیث نمبر ۳۰......والذی نفس محمد بیدہ لو انکم دلیتم بحبلٍ الی الارضِ السفلی لھبط علی اللہ ثم قرأ الاوّلُ والآخِرُ والظَّاھِرُ والبَاطِنُ وھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیم ﴿ (ترمذی شریف، تفسیر سورۃ حدید)

"آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے اگر تم کوئی رسی زمینوں کے بھی نیچے چھوڑ دو تو وہاں بھی اللہ تعالیٰ (کا علم، قدرت، سلطنت، ذات) کو ہی پاؤ گے وہی اول، آخر، ظاہر، باطن (ابتدا، انتہا مشرق، مغرب، شمال، جنوب) ہر چیز کو مکمل طور پر جاننے والا ہے" ایسے نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں والی چیزوں کے تو زیادہ قریب ہو اور زمین والی چیزوں سے بعید ہو ہر چیز کے ذرہ ذرہ کے ساتھ برابر کا تعلق ہے تو روح اور جسم اس کے سامنے ایسے ہیں جیسے ایک ہاتھ میں کوئی شئی ہو تو روح کا جسم کے ساتھ تعلق یا دخول کیا مشکل ہوا؟ باقی رہی یہ بات کہ یوں پھر کیوں کہا جاتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہیں یا آسمانوں پر ہیں یا ہر کوئی آسمانوں کی طرف ہی نگاہیں اٹھاتا ہے، وغیرہ وغیرہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا بالکل نہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھے ہوں، اور عرش کے نیچے شہداء کی روحوں کو ایسے جھانکتے ہوں جیسے انسان چارپائی پر بیٹھے نیچے جھانکے، بلکہ اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت بلند و بالا ہیں عظیم الشان ہیں، ان کی عظمت و مقام مرتبہ بہت ہی اونچا ہے اس کی شان، رفعت کسی کے تصور میں نہیں آسکتی وہ لامحدود، لامکاں ہے، ازل سے ابد تک کی شان والا ہے، لیکن اس بلندی شان پر عرش اور آسمان ہی دلالت کرتے ہیں کیونکہ وہ خود بہت اونچے اور لامحدود ہیں، تو اللہ تعالیٰ کی شان، عظمت کو ایک معقولی وحسی چیز کی شان کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ورنہ جو کچھ ہمیں محسوس ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا ہر جگہ موجود ہونا اور ہر چیز پر قادر ہونا اور ہر کسی کے ساتھ ہونا، بالکل ایسے ہی آسمانوں پر موجود فرشتے یا جنت کی چیزیں بھی یہی کچھ محسوس کرتے ہیں پس ان کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ البتہ انبیاء کرام علیہم السلام، شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہ، فرشتے، جنت میں موجود حور وغلمان اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور مقام ومرتبہ کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے بہت ہی نزدیک ہیں، قیامت کے بعد جنت میں اللہ تعالیٰ دیدار برحق ہے لیکن کیفیت کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا یہ عقیدہ رکھنا ہر انسان پر فرض ہے، ورنہ ایمان معدوم یا ناقص شمار ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا خطاب شہداء کے اجسام عنصریہ کو ہی ہوتا ہے

جہاں کہیں یہ بات آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہداء کو جھانکتے ہوئے یہ فرمایا کہ اے میرے بندو کچھ چاہتے ہو، اس کا مطلب سمجھنے کے لئے چند باتیں ذہن میں رکھنا ضروری ہیں:

۱...... ماقبل میں جب عقیدہ توحید کی وضاحت میں یہ بات آ گئی ہے کہ آسمان وزمین میں ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے میں برابر ہے کوئی فرق نہیں ہر چیز برابر کی اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے، تو شہداء کی ارواح ہوں یا شہداء کے اجسام عنصر یہ ہوں دونوں اللہ تعالیٰ سے قریب کے لحاظ سے بالکل برابر سرابر ہیں جو فرق کرتا ہے اس کے عقیدہ توحید میں فرق ہوگا۔

۲...... کسی حدیث میں اس بات کا تذکرہ ہے ہی نہیں کہ روحوں کی طرف رب تعالیٰ نے دیکھا ہے اور یوں ارشاد فرمایا ہے کہ اے شہداء کی روحیں کچھ چاہیئے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ اگر کہیں احادیث میں روح کا تذکرہ ہے تو واضح الفاظ دکھایئے کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہو"یاارواح الشہدا" لہٰذا جب روحوں کی طرف جھانکنے کا تذکرہ ہی کہیں نہیں ملتا، تو تحریروں اور تقریروں میں یہ ترجمہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے روحوں کی طرف دیکھا، یہ اپنی رائے سے ترجمہ کرنا ہوگا، اور جھوٹ بولنا ہوگا۔ اگر اللہ تعالیٰ کے خطاب کو روحوں کی طرف منسوب کیا جائے تو ترجمہ سرے سے ہوتا ہی غلط ہے، مثلاً یوں ترجمہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے روحوں کو خطاب کیا کہ اے روحو کسی چیز کی تمنا ہے۔ تو وہ روحیں یہ جواب دیتی ہیں کہ ہاں اے رب ہماری روحوں کو ہمارے جسموں کی طرف لوٹا دے، اب درخواست کرنے والی بھی روحیں ہیں اور درخواست بھی روحوں کی ہے، گویا یوں درخواست ہوئی روحیں کہتی ہیں کہ ہماری روحوں کو جسموں میں لوٹا دے، اب روحوں کی روحیں کونسی ہیں جس کی یہ درخواست کر رہی ہیں۔ بالکل معنی درست نہیں، اس لحاظ سے کلام لغو ہوگی، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لغو کلام منسوب کرنا بے دینی ہے، جیسا کہ تمام منکرین حیات جہاں کہیں اس قسم کی احادیث آتی ہیں وہ اسی معنی پر زور دیتے ہیں جیسے ایک منکر حیات لکھتا ہے کہ:

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے شہداء کی زندگی کے بارہ میں پوچھا تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہی بات آپ ﷺ سے پوچھی گئی تھی آپ ﷺ نے حیات شہداء کی تفصیل میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پوٹوں میں داخل کر کے جنت میں آزاد چھوڑ دیتے ہیں وہ جہاں سے دل چاہے کھاتی پیتی ہیں اور سیر کرتی ہیں، بالآخر اللہ تعالیٰ ان شہداء کی ارواح سے تین بار پوچھتے ہیں۔ (عبارت پر ذرا غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ارواح سے تین بار پوچھ رہے ہیں) کہ اے شہداء کرام (کیا ارواح شہید ہوئیں ہیں کہ ان کو کہا جا رہا ہے کہ اے شہداء کرام جب ارواح شہید ہی نہیں ہوئیں تو پھر ان کو کیوں کہا جا رہا ہے اے شہداء کرام) کچھ اور بھی چاہتے ہو تو تیسری بار پوچھنے پر شہداء کی ارواح جواب دیتی ہیں "ان تردّ ارواحنا فی اجسادنا الخ" ترجمہ یہ کہ لوٹا دے ہماری روحوں کو ہمارے (دنیا والے) جسموں میں (یعنی ان کے نزدیک خطاب بھی روحوں کو ہے، درخواست کرنے والی بھی روحیں ہیں تو معنی یہ بنے گا کہ روحیں کہتی ہیں کہ ہماری روحوں کو لوٹا دے جسموں کی طرف، اب روحوں کی روحیں کونسی ہیں جس کی یہاں درخواست ہو رہی ہے، جب روحوں کی روحیں ہیں ہی نہیں تو معنی بالکل غلط اور لاحاصل ہوا، یوں معنی کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ایک لغو کلام منسوب کرنے کی بہت بڑی جسارت ہے تو بہرحال وہ روحیں کہتی ہیں کہ لوٹا دے ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں) یہاں تک کہ تیرے راستہ میں پھر قتل ہو جائیں۔

آگے منکرین حیات لکھتا ہے، قارئین کرام حدیث رسول اللہ کے ان عربی کے الفاظ پر بنظر انصاف نگاہ ڈالیں اور جواب دیں (ہم نے انہی کی درخواست پر بنظر انصاف نگاہ ڈالی ہے اور جواب بھی دے دیا ہے اب انہی سے ہمارا مطالبہ ہے کہ خدارا اپنے ترجمہ اور عقیدے پر آپ خود بھی بنظر انصاف نگاہ ڈالیں آگے لکھتا ہے کہ) کیا روحیں اجساد عنصریہ میں ہیں؟ یعنی دنیا والے جسموں میں ہیں؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ وہ تو جنت میں ہیں اور رب تعالیٰ سے درخواست کر رہی ہیں کہ ہماری روحوں کو ہمارے دنیا والے جسموں میں لوٹا دو، تو پھر ہم جہاد کریں گے (بنظر انصاف عبارت پر غور فرمائیں کہ کیا درخواست صحیح بنتی ہے۔ اس نے جو لکھا ہے کہ رب تعالیٰ سے روحیں درخواست کر رہی ہیں کہ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دو تو پھر ہم جہاد کریں گے) مگر یہ درخواست قبول نہیں ہوئی، (نتیجہ یہ نکلا کہ) لہٰذا قیامت تک یہ روحیں اس دنیا والے جسم میں نہیں آ سکتی ہیں (اب یہ سارا غلط معنی رسول اللہ ﷺ کے ذمے لگاتے ہوئے یوں لکھا) تو آپ ﷺ کے پاک ارشاد سے ثابت ہوا کہ شہداء کرام کی زندگی جنت کی روحانی زندگی ہے، فیا حسرتاہ! (ناجی فرقہ بجواب مماتی فتنہ ص ۱۹ مولوی غلام مرتضیٰ ڈاور)

ان منکرین حیات کے پاس سب سے جو قوی اور مضبوط دلیلیں ہیں وہ تقریباً یہی شہداء کی روح والی احادیث ہیں، جن میں یہ تذکرہ آتا ہے کہ شہداء کی روحیں جنت میں ہوتی ہیں اب ان قوی دلیلوں کا یہ حال ہے تو اس کے علاوہ جن دلیلوں سے یہ اپنے عقیدہ ممات پر استدلال کرتے ہیں ان کا کیا حال ہوگا وہ آپ حضرات خود قیاس کر لیں، اب شروع اختلاف سے لے کر اب تک ان کے شیوخ الاحادیث ہوں، یا شیوخ القرآن ہوں، وہ سارے کے سارے اپنی عوام کو یہی ترجمہ کر کر کے گمراہ کرتے رہتے ہیں اور انہیں احادیث کو لے کر یہ لڑتے ہیں ساری زندگی اہلسنت والجماعت علماء دیوبند کے ساتھ جو اپنے دور کے مجددین حضرات تھے۔

۴...... یہ منکرین حیات کبھی یہ معنی کر ہی نہیں سکتے کہ اللہ تعالیٰ شہداء کرام رحمہم اللہ کے اجسام عنصریہ کو خطاب کر کے پوچھتے ہیں، کیونکہ اگر یہی معنی کریں پھر تو اختلاف ہی ختم ہو جائے گا، پھر تو انہوں نے بھی جسم عنصری میں حیات کو مان لیا کیونکہ خطاب ہوگا ہی اسی کو جس میں خطاب سمجھنے اور جواب دینے کی صلاحیت ہو اور یہ چیز اس کی حیات پر دلالت کرتی ہے۔ اس لئے یہ حضرات کبھی بھی جسم عنصری سے خطاب والا معنی نہیں کریں گے، اور روحوں کو خطاب والے معنی کا حال آپ کے سامنے آ گیا ہے۔

۵...... اب ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ جب روحیں اور جسم عنصری اللہ تعالیٰ سے قرب کے لحاظ سے بالکل برابر سرابر ہیں تو خطاب ہوتا ہی اجسام عنصریہ کو ہے، نہ کہ روحوں کو کیونکہ احادیث میں عبادی، یا عبدی کا تذکرہ ہے، اے میرے بندو، اور بندہ ہوتا ہے اجسام عنصریہ والا ہے دیکھئے احادیث مبارکہ۔

احادیث میں اجسام عنصریہ کا تذکرہ

عن جابر قال... قال رسول اللہ ﷺ ما کلّم اللہ أحداً قطّ إلا من وراءِ حجابٍ، و احیا أباک فکلمہ کفاحاً، فقال یا عبدی تمنّ علیّ أعطک، الی آخرہ۔ (ترمذی شریف، ج ۲ ص ۱۳۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب بھی اللہ تعالیٰ کسی سے بات کرتے ہیں تو پردے

کے پیچھے سے کرتے ہیں اور تیرے باپ کو زندہ فرمایا اور اس سے براہ راست بات کی، پھر فرمایا یا عبدی اے میرے بندے مجھ سے تمنا کر میں پوری کروں، معلوم ہوا کہ جسم عنصری کو خطاب ہے عبدی سے کیونکہ عبد کا لفظ بالاتفاق جسم عنصری پر ہی بولا جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۱......عن أنس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ یؤتی بالرجل من أھل الجنۃ فیقول لہ یا ابنَ آدمَ، کیف وجدتَ منزلکَ؟ فیقولُ ای ربِّ، خیرَ منزلٍ، فیقولُ سَلْ وتَمَنّ، فیقولُ ما أسألُ وأتمنی، إلّا أن تردّنی إلی الدنیا، فأقتَلُ فی سبیلکَ عشرَ مرّاتٍ، لما یری من فضل الشّھادۃ ویؤتی بالرّجل من اھل النار فیقولُ لہ یاابنَ آدمَ کیف وجدتَ منزلکَ فیقولُ ای ربِّ شرَّ منزلٍ فیقولُ لہ اتفتدی منہ بطلاع الارض ذھباً فیقولُ ای ربِّ نعمْ فیقولُ کذبت قدسالتُکَ اَقَلَّ من ذالک وایسرَ فلمْ تفعلْ فیرَدّ الی النار۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک جنتی آدمی (شہید) کو لایا جاتا ہے (اللہ تعالیٰ کے سامنے) تو اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں اے ابن آدم کیسے پایا اپنے محل کو وہ جواب دیتا ہے اے میرے پروردگار۔ بہت بہترین محل ہے پھر اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ ہاں مزید مانگو اور آرزو کرو، تو وہ جواب دیتا ہے میں اور تو کچھ نہیں مانگتا اور تمنا کرتا مگر صرف یہی دلی آرزو ہے کہ مجھے دنیا میں دوبارہ واپس بھیج دو تا کہ آپ کے راستہ میں دس مرتبہ شہید ہو کر آؤں (یہ آرزو، ان عزازات وکرامات کی وجہ سے کر رہا ہے) جو وہ شہادت کے انعامات دیکھ چکا ہے اور ایک جہنمی آدمی کو بھی (اللہ تعالیٰ کے سامنے) لایا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ ہاں اے ابن آدم کیسے پایا اپنے ٹھکانے کو تو وہ جواب دیتا ہے اے میرے رب بہت تکلیف دہ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کیا تو زمین کے بھراؤ کے برابر سونا دے کر چھوٹنا چاہتا ہے وہ جواب دیتا ہے۔ بالکل اے میرے رب (میں تیار ہوں) تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تو بڑا جھوٹا ہے میں نے تجھ سے تھوڑا سا مال لگا تھا۔ (اور بہت آسانی کی صورت میں مانگا تھا کہ سال کے بعد مال کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ نکالا کرو، اور پوری فصل اٹھانے کے بعد بیسواں حصہ عشر نکالا کرو) اس پر تو تم نے عمل کیا نہیں (اور اب کہتے ہو کہ زمین کے بھراؤ کے برابر سونا دینے کے لئے تیار ہوں اس کے بعد) اسے پھر جہنم میں لوٹا دیا جاتا ہے۔ (مسند احمد باب مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، نسائی شریف، باب ما یتمنی اہل الجنۃ)

فائدہ! حدیث شریف میں ''یؤتی بالرجل'' اور یاابن آدم کے الفاظ ہیں اسی جسم عنصری پر واضح دلالت کر رہے ہیں، نیز حدیث شریف میں جنت اور جہنم سے مراد قبر والی جنت اور جہنم ہے کیونکہ رجل، ابن آدم اسی قبر میں ہے۔

حدیث نمبر ۳۲......عن أبی ذر الغفاری قال قال رسول اللہ ﷺ إن اللہَ عز وجلّ یقولُ یا عبدی، ما عبدْتنی ورجوْتنی فإنّی غافرٌ لکَ علی ما کان فیکَ، ویا عبدی إن لقیتنی بقُراب الأرضِ خطیئۃً ما لم تشرکْ بی، لقیتُکَ بقُرابھا مغفرۃً۔ (مسند احمد باب مسند الانصار)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ عزوجل فرماتے ہیں (موت کے بعد) اے میرے بندے تو نے جو میری عبادت کی ہے اور مجھ سے امید رکھی ہے پس میں تجھے اسی عبادت اور امید کی وجہ سے معاف کر رہا ہوں اور اے میرے بندے اگر تیرے گناہ زمین کی بھراؤ کے برابر بھی ہوتے تو میں بھی زمین کی بھراؤ کے برابر تیری بخشش کر دیتا، سوائے شرک والے گناہوں کے۔

فائدہ! اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر نیک بندے کو موت کے بعد جسم عنصری کے ساتھ زندہ کر کے خطاب کیا جاتا ہے۔ کیونکہ الفاظ ہیں یا عبدی اور عبد جسم عنصری ہے نہ کہ اکیلی روح، تو شہداء کرام تو بطریق اولیٰ جسم عنصری کے ساتھ زندہ ہوں گے، تو ان سب قرائن سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا خطاب شہداء کرام رحمہم اللہ کے اجسام عنصریہ کو ہوتا ہے نہ کہ روحوں کو جیسا کہ منکرین حیات کا وہم ہے، نیز شروع سے ذکر کردہ تمام احادیث اجسام عنصریہ پر ہی دلالت کر رہی ہیں۔ اب ذرا احادیث شہداء کے معنیٰ کر کے دیکھیں کوئی معنیٰ میں خرابی ہے۔ اب معنیٰ ہوگا، کہ اللہ تعالیٰ شہداء کے اجسام عنصریہ کی طرف متوجہ ہو کر پوچھتے ہیں کہ کوئی آرزو ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہماری روحوں کو تعلق کی بجائے ہمارے جسموں میں مکمل داخل فرما دیں اور ہمیں واپس دنیا میں بھیج دیں تاکہ ہم دوبارہ جہاد کریں اور شہادت پائیں، سب احادیث ایک دوسری کے موافق ہوگئیں۔

اللہ تعالیٰ کا شہداء کے اجسام عنصریہ کو جھانکنے کا مطلب

احادیث شریف میں یہ جو بات آ رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ شہداء سے پوچھتے ہیں یا ان کی طرف جھانکتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ رحمت کے فرشتوں کے ذریعے پوچھتے ہیں اور وہ رحمت کے فرشتے ان کی طرف جھانکتے ہیں اور ان کے پاس پہنچتے ہیں، یا اللہ تعالیٰ براہ راست خود ان سے بات کرتے ہیں لیکن اس کی کیفیت کیا ہوتی ہے اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا، یا جنت کے رضوان اور نگران فرشتے پوچھتے ہیں، لیکن یہ مطلب لینا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھے ہوئے نیچے کی طرف جھانکتے ہیں ایسے جیسے آدمی چارپائی پر بیٹھا ہو یہ نظریہ کفر کے مترادف ہے۔

بَل احیاء عندَ رَبِّھِم یرزقون کا صحیح مطلب

قارئین کرام! منکرین حیات یہ آیت پڑھ پڑھ کر عوام کو یہ تأثر دینا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھے ہیں اور شہداء کی روحیں عرش کے نیچے سونے کی قندیلوں میں بسیرا کرتی ہیں اور انہی روحوں کو رب تعالیٰ کے پاس وہیں جنت میں رزق دیا جاتا ہے۔ اب اس طرح معنیٰ کرنے میں کیا کیا خرابیاں ہیں وہ ذرا ملاحظہ فرمائیں:

۱...... عقیدہ توحید میں سب سے بڑا خلل آ رہا ہے کہ روحیں تو رب کے قریب ہیں اور اس کے پاس ہیں لیکن اجسام عنصریہ زمین میں ہونے کی وجہ سے رب تعالیٰ سے دور ہیں۔ حالانکہ عقیدہ توحید یہ ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ سے قرب کے لحاظ سے برابر ہے، ایسا ہرگز نہیں کہ روحیں تو اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوں اور اجسام عنصریہ قبروں میں ہونے کی وجہ سے دور ہوں بلکہ جتنا روحوں کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہے اس سے کہیں زیادہ مقام و مرتبہ کے لحاظ سے اجسام عنصریہ کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہے۔ اب عوام کو یوں گمراہ کرنا کہ روحیں تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور اجسام عنصریہ قبروں میں ہونے کی وجہ سے دور ہیں اور پاس نہیں یہ عقیدہ توحید میں کتنا بڑا خلل ہے گویا جو اپنے آپ کو توحیدی کہلاتے ہیں وہ عوام کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں پر تو حاضر و ناظر ہیں لیکن زمین اور قبروں میں حاضر و ناظر نہیں کیا عقیدہ توحید یہی ہے اس لیئے آیت کا یوں معنیٰ کرنا جو منکرین حیات کرتے ہیں پرلے درجہ کی جہالت یا دجالیت ہے یا پھر تجاہل عارفانہ ہے۔

۲...... دوسری خرابی عقیدہ توحید میں یہ آ رہی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے مکان کو ثابت کیا کہ وہاں

اللہ تعالیٰ عرش پر ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ زماں و مکاں دونوں سے پاک ہیں، گویا جنہوں نے اپنا نام ہی یہ رکھا ہوا ہے توحید کی اشاعت کرنے والے، وہ درحقیقت توحید کا حلیہ بگاڑ رہے ہیں، اور اس کا انکار کر رہے ہیں۔

علماء دیوبند کے عقائد و اعمال پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں

جمہور اہلسنت علماء دیوبند کے علاوہ منکرین حیات سمیت تمام باطل فرقوں کے عقائد اور اعمال پر علماء دیوبند کو قرآن و حدیث کی روشنی میں اعتراضات ہیں، اور یہ اعتراض صرف اعتراض برائے اعتراض نہیں۔ بلکہ ہم نے جن کے عقائد پر اعتراضات کئے ہیں کہ تمہارے یہ عقائد قرآن و حدیث، اجماع اور صدیوں سے لکھی ہوئی عقائد کی کتابوں میں نہیں ملتے، سوائے معتزلہ کی کتابوں کے اس کو یہ خود بھی تسلیم کرتے ہیں یعنی ہمارے ان سب اعتراضات کو ہر فرقہ تسلیم بھی کرتا ہے کہ واقعی ہمارے یہی عقائد ہیں، اور ان فرقوں میں سے کسی فرقے کو علماء دیوبند کے کسی عقیدہ پر کوئی اعتراض نہیں۔

ہاں! صرف یہ اعتراض ہے کہ جو ہم نے عقیدے گڑھے ہیں وہ آپ تسلیم کیوں نہیں کرتے، ہم نے ان کو چیلنج کیا ہوا ہے کہ آ دل کر بیٹھ جاتے ہیں جس فرقے کے جو عقائد ہیں، مثلاً کسی فرقے کے یہ عقائد ہیں کہ آپ ﷺ حاضر و ناظر ہیں، مختار کل ہیں، عالم الغیب ہیں، یا جنس نور سے ہیں، یا کسی کے یہ عقائد ہیں کہ اہلبیت کے سوا سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نعوذ باللہ راہ راست سے دور ہو گئے تھے۔ یا کسی فرقے کے منکرین حیات والے عقائد ہیں، یا کوئی کہتا ہے ائمہ مجتہدین نے فقہ لکھ کر خرافات مچائی ہیں تو آؤ پہلی صدی سے بارہویں، تیرہویں صدی تک جو سنی مسلمانوں کی مشہور و معروف قرآن پاک کی تفسیریں ہیں یا صحاح ستہ کی احادیث کی کتابوں سے لے کر تیرہویں صدی تک جتنی احادیث کی شروحات ہیں یا مسلمہ احادیث کی کتابیں ہیں جن کو ہر زمانہ میں سنی مسلمانوں نے پڑھا پڑھایا ہے وہ لے کر بیٹھ جاتے ہیں۔

ہر باطل فرقہ ایک ایک صدی کی تفسیر اور حدیث کی کتاب کھولتا آئے اور جس آیت یا حدیث کے تحت جس مفسر یا محدث نے آپ کے عقیدہ کو واضح طور پر لکھا ہو دکھاتے آئیں، ایسے ہرگز نہیں کرنے دیں گے کہ خود ہی قرآن کی آیت پڑھو اور اس کا معنی، مطلب اپنے اپنے عقیدے کے مطابق کرتے آؤ ایسے تو پھر قادیانی بھی اپنے عقائد قرآن و حدیث کا نام لے کر ثابت کرتے ہیں، ایسے ہی احادیث کی کتابیں اور ان کی عربی شروحات لے کر اپنے اپنے عقیدے واضح طور پر عوام کو دکھائیں کہ کس محدث یا مفسر نے اپنی حدیث کی کتاب یا قرآن کی تفسیر میں یا کسی آیت یا حدیث سے استدلال کر کے یہ لکھا ہے کہ اس آیت سے یا حدیث سے آپ ﷺ کا حاضر و ناظر ہونا، عالم الغیب ہونا، مختار کل ہونا، مزارت مقدسہ میں زندہ نہ ہونا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا خلیفہ اول ہونا لکھا ہے، یا جو آپ نے عقیدے بنائے ہوئے ہیں یہ آپ کے عقائد، کون سی عقائد کی کتابوں سے ثابت ہیں جو عقائد کی کتابیں، ہر زمانہ میں مسلم رہی ہیں اور ہر زمانہ کے مشہور و معروف سنی علماء نے ان عقائد کی کتابوں کو تسلیم کرتے ہوئے پڑھا پڑھایا ہے۔ ہر زمانہ کے مشہور و معروف اہلسنت سنی علماء کی عقائد کی کتابیں جو عند اللہ بھی مقبول ہیں، اور عند العلماء بھی مقبول ہیں اور ہر زمانہ کے صحیح العقیدہ لوگوں کے ہاں بھی مقبول ہیں، ان میں لکھے گئے عقائد پر صحیح العقیدہ تمام مسلمانوں کا اتفاق رہا ہے اور اتفاق ہے، الحمد للہ اہلسنت علماء دیوبند کے تمام عقائد انہی کتابوں سے موافقت

رکھتے ہیں، اصولی عقائد میں لکھی گئیں عقائد کی کتابوں سے مکمل اتفاق ہے، عقیدہ توحید ہو، عقیدہ رسالت ہو، عقیدہ معاد ہو، مابعد الموت کے عقائد ہوں، صحابہ کرام، اہلبیت، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کے متعلق عقائد ہوں، یا ائمہ مجتہدین، اکابرین، سلف صالحین، بزرگان دین کی فقہ وتصوف کے مسائل وعقائد ہوں، یہ سب ہمارے عقائد، عقائد کی کتابوں سے من وعن موافقت ومطابقت رکھتے ہیں، ہاں کہیں کہیں کوئی فروعی اور جزوی مسئلہ نہ کہ عقیدہ میں کوئی تھوڑا بہت اختلاف پایا بھی جائے تو وہ کالمعدوم شمار ہوگا، اصول عقائد میں ان کتابوں سے کوئی اختلاف نہیں، یہی چیلنج تمام باطل فرقوں کو کیا جاتا ہے کہ آپ بھی ذرا ہمت کریں۔

ہر مدرسہ میں، اور کوئی کتاب بھی عقائد کی نہ ملے تو عقیدہ طحاویہ، اور شرح عقائد تو درساً وسبقاً پڑھی، پڑھائی جاتی ہیں یہ تو مل ہی جائیں گے، انہی سے ہر فرقہ اپنے عقائد جو گڑھے ہوئے، بنائے ہوئے ہیں دکھا دیں۔ کیونکہ یہ عقائد کی کتابیں بہت پہلے کی لکھی ہوئی ہیں۔ آج کے اس پرفتن دور میں موجود ہر باطل فرقے کی ابتداء سے بھی پہلے کی ہیں ان تمام فرقوں کا ظہور، وجود، انگریزوں کے ہندوستان آنے کے بعد کا ہے، اور عقائد کی کتابیں انگریزوں سے پہلے کی لکھی ہوئی ہیں، ان تمام باطلین کا علماء اہلسنت دیوبند سے اختلاف، مخالفت انگریز کے زمانہ کی ہے، تو ان حضرات سے دلی درخواست ہے کہ آپ کا اختلاف اور مخالفت تو علماء دیوبند سے اس وقت شروع ہوئی ہے جب سے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی گئی ہے، لیکن اس ڈیڑھ، دوصدیوں سے پہلے والے علماء، مفسرین، محدثین سے تو کوئی اختلاف نہیں آپ بھی انہی عقائد کی کتابوں میں درج شدہ عقائد جو قرآن وحدیث کی روشنی میں مرتب کیئے گئے ہیں دستخط کر دیں۔

رہی علماء دیوبند کی بات ان کی تو عقائد کی کتابیں بہت چھپ چکی ہیں، جن سب کا مرجع المہند علی المفند، کتاب ہے جو مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے۔ اس کو اٹھالیں اور جس مرضی سنی مسلّم عالم کی تفسیر، حدیث اور عقائد کی کتابوں میں لکھے گئے ایک ایک عقیدہ میں دیکھ بھال کرتے آئیں ان شاء اللہ کہیں اصولی چیزوں میں اختلاف نظر نہیں آئے گا آپ بھی ذرا اپنے مسلک کے تمام نام نہاد علماء کے دستخط والی عقائد کی کتابیں لائیں جس پر سب کا اتحاد واتفاق ہو ان شاء اللہ ایک کتاب بھی کسی مسلک والے کو ایسی نہیں ملے گی جس پر اس فرقے کے تمام مشہور ومعروف، نام نہاد علماء کے دستخط موجود ہو جیسا کہ المہند پر اس وقت کے مشہور ومعروف علماء کے دستخط موجود ہیں اور اس وقت کے تمام علماء اہلسنت کا اس میں تحریر کیئے گئے عقائد کے ساتھ اتفاق ہے۔

عقائد کی چند مشہور ومسلم کتابیں

(۱) فقہ اکبر، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ۔ (۲) عقیدہ طحاویہ، امام ابوجعفر الطحاوی۔ (۳) الاعتقاد، حضرت امام بیہقی (۴) الفرق بین الفرق علامہ ابومنصور (۵) شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، علامہ لاکائی (۶) تبیین کذب المفتری، علامہ ابن عساکر (۷) البدایہ فی اصول الدین، علامہ صابونی (۸) شرح مقاصد، علامہ تفتازانی (۹) المسایرہ، علامہ ابن ہمام (۱۰) طوالع الانوار، علامہ بیضاوی (۱۱) غایۃ الاحکام، علامہ محب الدین طبری (۱۲) شرح عقائد، علامہ تفتازانی (۱۳) غایۃ المرام فی علم الکلام علامہ آمدی (۱۴) التبصیر علامہ طاہر اسفرائنی (۱۵) لمع الادلہ، امام الحرمین۔ (۱۶) الاقتصاد، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

اس کے علاوہ بھی بہت ساری عقائد کی کتابیں موجود ہیں، ہر فرقے کے علماء سے مطالبہ ہے کہ اپنے عقائد مذکورہ کتابوں میں سے کسی ایک میں دکھادیں:

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

تمام فرقے اپنے عقائد اپنی رائے سے ثابت کرتے ہیں

قارئین کرام! ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ قرآن وحدیث اجماع سے ثابت شدہ عقائد شروع سے چلے آرہے ہیں اور ذکر کردہ تمام علماء اصولیین نے عقائد کی کتابوں میں ایک ایک کرکے درج کردیئے ہیں۔اب نئے سرے سے عقائد ثابت کرنے کی نہ ضرورت ہے نہ ثابت کیئے جاسکتے ہیں، جب کسی کا کوئی بھی عقیدہ چیک کرنا ہو تو اس سے یہ مطالبہ کریں کہ اپنا عقیدہ ان مسلّم شدہ کتابوں میں دکھائیں، اگر وہ کسی عقائد کی کتاب سے نہ دکھا سکے اور خود ہی قرآن یا حدیث پڑھ کر اپنے عقیدہ پر استدلال کرے تو سو فیصد یقین کرلیں کہ اس کا یہ عقیدہ باطل ہے، کیونکہ جب یہ ماہرین، مفسرین اپنے اپنے وقت کے مجددین، محدثین ومحققین، مسلّم سنی علماء کی لکھی ہوئی عقائد کی کتابوں میں اپنا عقیدہ نہیں دکھا سکتا تو معلوم ہو گیا کہ اس نے خود اپنا عقیدہ گڑھا، بنایا ہے۔ نیز اگر یہ اپنا عقیدہ عقائد کی کتابوں سے نہیں دکھا سکتا اور خود ہی قرآن کی آیت یا حدیث پڑھ کر استدلال کررہا ہے تو اس کی کسی بات پر یقین نہیں کرنا۔ کیونکہ یہ اپنی رائے اور اپنی عقل سے قرآن وحدیث کی تشریح کرنے کی کوشش کررہا ہے اور اس کی عقل ورائے کا ذرہ کے برابر بھی اعتبار نہیں۔اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں اس مولوی کے سپرد نہیں کیا بلکہ ''اولی الامر'' سپرد کیا ہے اور ''اولی الامر'' ہر زمانہ کے دارالافتا میں بیٹھے ہوتے ہیں، جو عقیدہ دارالافتاء سے قرآن وحدیث واجماع کی روشنی میں مفتیان دین، اکابرین، سلف صالحین کی فتاویٰ کی کتابوں اور عقائد کی کتابوں سے دکھائیں گے دل وجان سے تسلیم ہوگا ورنہ نہیں،

جب آپ حضرات ایک چھوٹے سے مسئلہ کے لئے دارالافتا سے رجوع کرتے ہیں تو جو دین کی بنیادی چیزیں ہیں اس میں مفتیان دین، اور جمہور علمائے حقہ کی طرف رجوع کیوں نہیں کرتے۔ یہ حضرات تو قرآن و حدیث کو اپنے عقائد کے تابع کرنا چاہتے ہیں حالانکہ قرآن وحدیث اور اجماع سے ثابت شدہ عقائد کے اپنے آپ کو تابع کرنا ضروری ہے جو کہ شروع سے علمائے حقہ لکھتے چلے آرہے ہیں۔

مناظرہ کے بعد منکر حیات کا صحیح العقیدہ ہوجانا

گکڑ ہٹہ یہ علاقہ کبیر والہ ضلع خانیوال کے قریب ہے مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں سب سے پہلے تقریر کرنے کے لئے گکڑ ہٹہ گیا تو دارالعلوم کبیر والا کے شیخ الحدیث مفتی عبدالقادر، اور مہتمم مفتی محمد انور صاحب اور مولانا عبدالستار تونسوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی مولانا احسان صاحب یہ تمام حضرات میرے ساتھ تشریف لے گئے۔ رات کے وقت تقریر تھی جب میں نے تقریر شروع کی تو کچھ دیر کے بعد اشاعت التوحید والسنۃ گکڑ ہٹہ کا صدر کھڑا ہو گیا اور اس نے مجھے کہا کہ آپ واپس نہ جائیں بلکہ کل کو ہمارا آپ سے مناظرہ ہوگا۔ میں نے کہا پھر اور کیا چاہیئے۔ چنانچہ مولانا محمد انور صاحب رحمۃ اللہ علیہ واپس آکر دارالعلوم کبیر والا سے کتابیں لے گئے اور میں

نے رات وہیں قیام کیا۔ چنانچہ صبح کی نماز کے بعد بھی درس دیا اب ان کے بھی پانچ سات آدمی پیچھے آ کر درس میں بیٹھ گئے اور درس سنتے رہے۔ جب میرا درس ختم ہوا تو ان کا صدر جس کا نام حق نواز تھا اور جس نے مناظرہ کا چیلنج دیا تھا کھڑا ہوا اور کہا ہم نے آپ کو مناظرہ کا چیلنج دیا تھا۔ لیکن جب احمد سعید نے سنا کہ کل مناظرہ کرنا ہے تو وہ بھاگ کر کہیں گندم کے کھیت میں چھپ گیا ہے، ہم ساری رات سوئے بھی نہیں ہیں اسے تلاش کرتے رہے ہیں مگر وہ ملا نہیں۔ چنانچہ اب آپ کو احمد سعید کے استاذ اللہ بخش سے مناظرہ کرنا پڑے گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے کوئی تو آئے۔

اب ہم سب حق نواز کی حویلی میں چلے گئے مناظرہ شروع ہونے سے پہلے میں نے لوگوں سے پوچھا آپ میں سے کوئی عربی پڑھا ہوا ہے؟ کہنے لگے نہیں۔ میں نے کہا پھر آپ ہماری گفتگو کا کیسے فیصلہ کریں گے؟ آپ کو کیا پتا چلے گا کہ کون ترجمہ صحیح کر رہا ہے اور کون غلط کر رہا ہے۔ آپ میں تین قسم کے لوگ ہیں ایک جو میرے ساتھی ہیں، وہ مجھے ہی زندہ باد کہیں گے خواہ میں کچھ بھی کہوں۔ ایک ان کے ساتھی ہیں وہ ان کو ہی زندہ باد کہیں گے خواہ میں جتنے دلائل دوں اور وہ کچھ بھی کہے اور ایک تیسرا طبقہ ہوگا جو نہ ان کے ساتھ ہوگا اور نہ ہمارے ساتھ ہوگا، وہ درمیان میں ہوگا اور پریشان ہو رہا ہوگا کہ پتا نہیں کیا ہو رہا ہے۔

<u>لطیفہ</u>...... ایک آدمی حج کرنے گیا پنجاب سے، اب وہاں کسی عربی دکاندار سے لڑ پڑا۔ اب یہ پنجابی میں گالیاں دیتا رہا اور وہ عربی میں گالیاں دیتا رہا۔ جب واپس خیمے میں آیا تو اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ عرب والوں کو حوصلہ بہت بڑا دیا ہے اللہ نے میں گالیاں دیتا تھا اور وہ قرآن ہی پڑھتا تھا۔ میں نے کہا اس پنجابی والا حال تمہارا ہوگا۔

تو آپ فیصلہ کیسے کریں گے اس پر وہ لوگ متفکر ہو گئے اور کہنے لگے پھر اس کا کیا حل ہے میں نے کہا اگر آپ مسئلہ سمجھنا چاہتے ہیں تو میرے ذہن میں بہترین حل ہے کہ علماء دیوبند کے تراجم اور تفاسیر موجود ہیں اسی طرح حدیث کی کتابیں بھی موجود ہیں۔ پہلے میں اپنی دلیل نکالوں گا لیکن خود نہیں پڑھوں گا۔ بلکہ آپ کے اردو خواندہ ساتھی کو دوں گا اور وہ حوالہ پڑھ کر آپ کو سنا دے گا۔ اسی طرح میں حدیث نکالوں گا اسے دے دوں گا وہ حدیث بھی پڑھے اور ساتھ ہی اس کا ترجمہ بھی پڑھ کر سنا دے گا اور اس پر جو تشریح ہوگی کہ محدثین کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف وغیرہ وہ بھی آپ کو پڑھ کر سنا دے گا۔ اسی طرح جو آپ کے مولوی صاحب کی جو دلیل ہوگی وہ بھی اگر قرآن پاک کی آیت ہوگی تو اردو ترجمہ اور تفسیر اور اگر حدیث ہوئی تو اس کا اردو ترجمہ ہمارا آدمی وہ حوالہ پڑھ کر سنا دے گا۔ مناظر کا کام صرف اتنا ہوگا کہ وہ حوالہ نکال کر دے گا۔ آپ اس کو سنیں اور اچھی طرح دیکھیں تاکہ آپ اس کو سمجھیں۔ کیونکہ آپ اردودان ہیں اور اردو کو آپ آسانی سے سمجھ سکیں گے اس طریقے سے تو کوئی فیصلہ ہو جائے گا اور آپ کے پلے بھی کوئی بات پڑ جائے گی اور اگر مرغوں کی لڑائی آپ نے دیکھنی ہے کہ وہ کچھ کہتے رہیں، ہم کچھ کہتے رہیں پھر اس کا فائدہ کوئی نہیں ہوگا چنانچہ مہر حق نواز جو مناظرہ کروا رہا تھا وہ کہنے لگا ٹھیک ہے چنانچہ مناظرہ شروع ہو گیا۔ میں نے معارف القرآن کی پہلی جلد اٹھائی اور اس سے آیت شہداء کی تلاوت کی۔ اب اس آیت کے نیچے حیات انبیاء کا ذکر تھا۔ چنانچہ میں نے معارف القرآن حق نواز کو دے دی۔ حق نواز نے آیت پڑھی اور ساری تشریح بھی پڑھی کہ اس سے انبیاء کی موت کے بعد قبور میں حیات ثابت ہے۔ اب میں نے کہا مولوی صاحب آپ بھی کوئی آیت نکالیں اس نے نکالی۔ اب اس نے پڑھی اور کہا جو مسئلہ ہم سمجھنے آئے ہیں وہ تو اس میں ہے ہی نہیں جو آیت مولوی صاحب نے نکال کر دی ہے۔ کیونکہ آیت میں شہداء کی حیات کا لفظ ہے اور مفسرین نے اس کی

تفسیروں میں حیات انبیاء کا ذکر بھی فرمایا ہے اور اس مولوی صاحب کی نکالی ہوئی آیت میں کسی شئی کا ذکر نہیں۔ پھر میں نے ترجمان السنہ سے حدیث نکال کر دکھائی۔ ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلّون'' میں نے کہا اعراب لگے ہوئے ہیں خود ہی عبارت پڑھو اور خود ہی ترجمہ کرو۔ اب میں نے کہا پہلے تو قرآن پاک کی آیت مبارکہ پڑھی تھی جس میں سندوں کی بحث نہیں تھی۔ اب حدیث مبارکہ ہے اور یہاں سندوں کی بحث چلے گی۔

چنانچہ مناسب یہ ہے کہ اس سے قبل کہ مولوی صاحب اس کی سندوں پر بحث کریں یہ بھی ایک حدیث سنا دیں تا کہ سندوں کی بحث بعد میں چلے کیونکہ اگر فقط میں نے حدیث پڑھی تو مولوی صاحب صحیح سے صحیح حدیث کی سند پر بھی اعتراض کر دیں گے۔ کیونکہ کوئی بڑے سے بڑا راوی بھی ایسا مشکل سے ملے گا جس کو کسی نے ضعیف نہ کہا ہو اور ضعیف ترین راویوں کی بھی کسی نہ کسی نے تعریف کی ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت نے فرمایا جب میں نے یہ حدیث پڑھی تو اس حق نواز نے اس مولوی اللہ بخش سے کہا کہ آپ اس کا جواب دیں اس نے کہا کہ یہ قائل ہیں دنیاوی زندگی کے اور اس میں دنیاوی کا لفظ آیا ہی نہیں۔ میں نے کہا کوئی اور لفظ برزخی وغیرہ آیا ہے اس نے کہا نہیں میں نے کہا حدیث تو بے فائدہ ہوئی، نہ تیرے کام کی نہ میرے کام کی۔ تیرے اعتبار سے اللہ کے پیغمبر نے ایسی بات فرمائی جو نہ تیرے کام کی نہ میرے کام کی۔ گویا کہ معاذ اللہ تیرا یہ عقیدہ ہے کہ حدیث فضول بات ہوتی ہے۔ میں نے کہا حدیث کے الفاظ ہیں: ''الانبیاءُ احیاءُ فی قبورِھم یصلّون'' اور یہ متواتر حدیث ہے اس میں حضرت محمد ﷺ کی قبر کا ذکر ہے۔ مسلمان تو مسلمان کافر بھی یہ بات مانتے ہیں کہ حضرت پاک کی قبر مطہر مدینہ منورہ میں ہے۔ اگر کسی کو انکار ہے تو مجھے بتا دو سب کہنے لگے وہیں قبر ہے میں نے کہا مسلمان تو مسلمان کافر بھی یہ بات مانتے ہیں کہ جو مدینہ پاک کی قبر میں آنحضرت ﷺ کا جسد اطہر ہے وہ دنیا والا ہے، وہی جسد اطہر جو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ سے پیدا ہوا، وہی جس نے ہجرت کی، وہی جس نے جہاد کیا، وہی جسم جو معراج پر گیا، جب اس حدیث میں قبر کی حیات کا تذکرہ ہے تو دنیا والا جسم ہی حیات سے فیض یاب ہوا۔ آنحضرت کی حیات فی القبر کو حیات دنیوی کہنے کا مطلب اتنا ہی ہے کہ یہی دنیا والا جسم فائز الحیات ہے۔ مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت کو معراج جسمانی ہوا تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ یہ جسم ہی معراج پر گیا۔ اسی طرح جب ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت کو حیات دنیاوی حاصل ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ دنیا والا جسم ہی فائز الحیات ہے۔ پھر میں نے کہا اس سے یہ پتہ چلا کہ تینوں باتیں یقینی ہیں:

(۱) حدیث متواترات میں سے ہے (۲) حضرت کی قبر مبارک بھی مدینے میں ہے (۳) اور اس قبر میں جو جسد اطہر ہے وہ دنیاوالا ہے، خواب خیال والا نہیں۔

جب یہ تینوں باتیں یقینی ہیں تو یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ اسی جسد اطہر کو حیات حاصل ہے۔ پھر میں نے کہا آپ بھی کوئی حدیث ''الانبیاء اموات فی قبورھم لا یصلّون'' پیش کریں۔ اس پر مولوی اللہ بخش کہنے لگا۔ مہر حق نواز نے زیادتی کی ہے، مجھے یہ نہیں بتایا کہ امین سے مناظرہ کروانا ہے۔ اگر بتلا دیتے تو میں تیاری کر کے آتا۔ اب میری تیاری نہیں ہے چناچہ وہ مناظرہ ختم ہو گیا۔ اب حق نواز جس نے مناظرہ کروایا تھا مجھے کہنے لگا کہ ابھی آپ واپس نہ جائیں چائے تیار ہو رہی ہے۔ وہ پی کر جائیں یہ کہہ کر وہ باہر چلا گیا، کچھ دیر بعد واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں نوٹوں کے دو ہار تھے اس نے وہ ہار مجھے پہنا دیئے۔ مہر حق نواز پھر چلا گیا ہم نے چائے وغیرہ پی اس کے بعد ہمارے ساتھیوں نے جلوس کی شکل میں مجھے علاقہ میں نعروں کی گونج عقیدہ حیات النبی ﷺ زندہ آباد پھرایا۔ وہ حق

نواز ساتھ نہیں تھا۔ ہم واپس آ کر پھر وہیں بیٹھ گئے۔ میں نے ہار وغیرہ بھی اتار دیئے۔ کچھ دیر کے بعد ایک بوڑھا جس کا نام مہر غلام محمد تھا لاٹھی ٹیکتا ہوا آیا اس نے آ کر لوگوں سے پوچھا مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کہاں ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ ہیں وہ رو رہا تھا اور مجھے کہا آپ مجھے ملیں میں جب اٹھا اس نے مجھے اتنا پکڑا کہ چھوڑنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا اور ساتھ ساتھ رو بھی رہا تھا۔ جب بیس منٹ کے قریب گزر گئے اس نے مجھے کہا یہ حق نواز میرا چھوٹا بھائی ہے اور میں اس کا بڑا بھائی ہوں اس دنیا میں ہم دو ہی بھائی ہیں۔ یہ مماتی ہے میں حیاتی ہوں۔ اس وجہ سے پندرہ سال سے ہماری آپس میں بول چال بند تھی کہ احمد سعید نے فتویٰ دیا ہوا تھا کہ جو حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل ہیں ان کے ساتھ بولنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ یہ مجھے کہتا تھا کہ تو کافر ہے اس لئے میں تجھ سے نہیں بولتا۔ پندرہ سال میں میرے دو نوجوان بیٹے فوت ہوئے سارے لوگ مجھے تسلی دینے کے لئے آئے لیکن یہ نہیں آیا۔ اس نے کہا تو مسلمان ہی نہیں ہے۔ ان پندرہ سالوں کے دوران میں نے چار حج کئے اور ہمارے ہاں رواج ہے کہ حج پر جاتے وقت بھی کئی دیگیں خیرات کی اتارتے ہیں اور واپسی پر بھی لمبا چوڑا خیرات کا پروگرام بنتا ہے، لیکن یہ نہ کبھی جاتے وقت میرے پاس آتا اور نہ میرے واپس آنے پر ملاقات کے لئے آتا البتہ اتنا پیغام بھیج دیتا تھا کہ ابھی تو نے ابوجہل جتنے حج نہیں کئے۔ ابوجہل نے تجھ سے زیادہ حج کئے ہوئے تھے۔ میں انہی دکھوں میں بیمار ہوں کہ اللہ نے مجھے ایک ہی بھائی دیا تھا وہ بھی مولویوں نے مجھ سے چھین لیا۔ کیونکہ میں مریض ہوں اس لئے مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ رات یہاں کوئی مناظرہ تھا یا نہیں۔ آج پندرہ سال کے بعد میرا بھائی میرے گھر گیا اور جاتے ہی مجھ سے لپٹ گیا اور رو رو کر مجھے کہہ رہا تھا کہ جن مولویوں نے ہمیں پندرہ سال آپس میں لڑایا آج مناظرہ میں کہتے ہیں کہ ہماری تیاری نہیں۔ ہمیں پندرہ سال بغیر تیاری کے لڑاتے رہے۔ اس کے بعد وہ حق نواز جو پہلے مماتی تھا وہ پکا سچا حیاتی بن گیا ہے۔ (تسکین الاذکیا مولانا محمود عالم، ص ۳۵۴)

اپنی رائے سے قرآن وحدیث کی تشریح کرنے کا مطلب

حدیث شریف میں، اپنی ہی رائے سے قرآن وحدیث کی تشریح کرنے پر بڑی وعیدات آئی ہیں اب سمجھنا یہ ہے کہ اپنی رائے سے قرآن وحدیث کی تشریح کہتے کسے ہیں:

۱...... واضح اور صاف مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک کی کسی بھی آیت کا یا احادیث میں سے کسی بھی حدیث کا ایسا معنی ومطلب بیان کرنا کہ یہ معنی اور مطلب جمہور علماء حقہ کے عقائد سے ٹکرائے اور اکابرین، سلف صالحین کی لکھی ہوئی تفاسیر شروحات احادیث اور عقائد کی کتب میں وہ معنی اور مطلب کہیں نہ پایا جائے۔

۲...... جس زمانہ میں وہ معنیٰ اور مطلب، قرآن وحدیث سے نکالا جا رہا ہے اس زمانہ کے مشہور ومعروف اہلسنت علماء، جمہور مفتیان دین اور درس وتدریس میں زندگیاں کھپانے والے شیوخ القرآن وشیوخ الاحادیث اس مطلب کشید کرنے والے کی مخالفت کریں اور علی الاعلان یہ کہیں کہ اس معنی اور مطلب کی شرعی لحاظ سے کوئی گنجائش نہیں۔

۳...... کوئی بھی شخص کسی بھی آیت یا حدیث کو پڑھ کر اپنے کسی عمل، بدعت، عقیدہ پر پیش کرے کہ عام سنی علماء کرام سنتے ہی یہ کہیں کہ یہ کیا بات ہوئی؟ تو سمجھ لیں کہ اس نے اپنی رائے سے اپنی بدعت پر قرآن وحدیث سے مطلب نکالا ہے۔ جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات شرح مشکوۃ تفسیر بالرائے کی تشریح اس طرح کی ہے۔ ''من

تکلم فی معناہ او فی قراتہ من تلقاء نفسہ من غیر تتبع اقوال الائمۃ من اھل اللغۃ والعربیۃ المطابقۃ للقواعد الشرعیۃ بل بسبب مایقتضیہ عقلہ وھو مما یتوقف علی النقل (مرقاۃ)''

(ترجمہ)''جو شخص قرآن کا معنی ومطلب یا اس کی قرأت اپنی طرف سے بیان کرے اور اس میں ائمہ لغت کے اقوال کی جو قواعد شرعیہ کے موافق ہیں، رعایت نہ کرے بلکہ جو کچھ اس کی عقل میں ہے وہی معنی بیان کرے اور باوجود نقل کی احتیاج کے اس کی طرف توجہ ہی نہ کرے ایسا آدمی قرآن کی تفسیر اپنی عقل اور اپنی رائے سے کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ قواعد شرعیہ کی رعایت نہ کرتے ہوئے جو قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں۔ قرآن کے معنی ومطلب بیان کرنا تفسیر بالرائے کہلاتا ہے۔''

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا فرمان مبارک

عن یزید بن عمیرۃ وکان من اصحاب معاذ قال کان لا یجلس مجلسا للذکر حین یجلس إلا قال اللہ حکم قسط ھلک المرتابون فقال معاذ بن جبل یوما إن من ورائکم فتنا یکثر فیھا المال ویفتح فیھا القرآن حتی یأخذہ المومن والمنافق والرجل والمرأۃ والصغیر والکبیر والعبد والحر فیوشک قائل أن یقول ما للناس لا یتبعونی وقد قرأت القرآن ما ھم بمتبعی حتی أبتدع لھم غیرہ فإیاکم وما ابتدع فإن ما ابتدع ضلالۃ وأحذرکم زیغۃ الحکیم فإن الشیطان قد یقول کلمۃ الضلالۃ علی لسان الحکیم وقد یقول المنافق کلمۃ الحق قال قلت لمعاذ ما یدرینی رحمک اللہ أن الحکیم قد یقول کلمۃ الضلالۃ وأن المنافق قد یقول کلمۃ الحق؟ قال بلی اجتنب من کلام الحکیم المشتھرات التی یقال ما ھذہ؟ ولا یثنینک ذلک عنہ فإنہ لعلہ أن یراجع وتلق الحق إذا سمعتہ فإن علی الحق نورا (سنن ابوداؤد، باب لزوم السنۃ)

حضرت یزید بن عمیرۃ رضی اللہ عنہ جو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جب بھی وعظ کے لئے بیٹھتے یہ کلمات ضرور فرماتے اللہ تعالیٰ فیصلہ کرنے والا انصاف کرنے والا ہے۔ شک میں پڑنے والے ہلاک ہوئے (اپنے عقائد واعمال میں جن کو شک ہے) ایک دن حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارے بعد بہت سے فتنے پیدا ہوں گے اس زمانہ میں مال بہت ہوگا اور قرآن (ہر ایک کے لئے) کھلا ہوا ہوگا جس سے مؤمن بھی دلیل پکڑے گا اور منافق بھی، بڑا بھی اور چھوٹا بھی (بڑے سے مراد علماء چھوٹے سے مراد ہر عامی آدمی) غلام بھی اور آزاد بھی، بعید نہیں کہ کوئی کہنے والا یوں کہے کیا بات ہے؟ میں نے قرآن پڑھ (کر استدلال کر) لیا پھر بھی لوگ میری پیروی نہیں کرتے (لگتا ہے کہ) لوگ اس وقت تک میری پیروی نہیں کریں گے جب تک میں ان کے سامنے کوئی نئی بات (عقیدہ، بدعات) پیش نہ کروں (حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دین میں) جدت طرازی سے بچتے رہنا کیونکہ یہ گمراہی ہے اور میں تمہیں عالم کی لغزش سے ڈراتا ہوں کیونکہ شیطان کبھی گمراہی کی بات عالم کے منہ سے بھی نکلوا دیتا ہے اور کبھی منافق آدمی بھی سچی بات کہہ سکتا ہے (راوی کہتے ہیں کہ) میں نے پوچھا کہ حضرت مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ صاحب علم نے گمراہی کی بات کہی ہے اور منافق کے منہ سے کلمہ حق نکلا ہے۔ (آخر حق اور باطل کی پہچان کیا ہوگی) تو فرمایا ہاں اس کی علامت یہ ہے کہ صاحب علم کی ایسی مشتبہ (خلط ملط) بات سے پرہیز کرو جس کے بارے میں (عام اہل علم سنی حضرات کی جانب سے) کہا جائے یہ کیا بات ہوئی؟ (ایسی صورت میں یقین کرلو کہ یہ بات، مسئلہ

غلط ہے) لیکن صرف اس غلطی کی بنا پر تمہیں اس سے لاتعلق نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ہوسکتا ہے وہ اپنی غلطی سے رجوع کر لے (ہاں حق واضح ہوجانے کے بعد بھی وہ اپنی غلطی پر اصرار کرے اور ڈٹ جائے تو ایسا شخص عالم ہی نہیں بلکہ جاہل ہے اس سے بچنا ضروری ہے) اور حق بات جس سے سنو اسے قبول کرلو کیونکہ حق نور سے روشن ہوتا ہے۔

اپنی رائے سے قرآن وحدیث کی تشریح کرنے پر وعیدات

قرآن وحدیث کی ایسی تشریح کرنا جو جمہور اہلسنت علماء حقہ، سلف صالحین، ائمہ مجتہدین کے کسی مسئلہ عقیدہ وعمل، قول وفعل سے نہ ٹکرائے تو اس کی کسی نہ کسی درجہ میں گنجائش ہے۔ اگر چہ اس میں بھی افضل یہی ہے کہ یہ تشریح بھی بحوالہ ہونی چاہئے۔ ہاں!! اگر اس کی ہوئی تشریح کہیں جا کر ٹکرا جاتی ہے تو اس کی قطعاً گنجائش نہیں اور وہ اپنی رائے سے ہی مطلب نکالنا ہوگا اور اپنی رائے سے قرآن وحدیث یا کسی بھی مسئلہ کی تشریح کرنا بہت ہی خطرناک اور ایمان کے لحاظ سے نقصان دہ ہے تفسیر وتشریح کی یہ گنجائش بھی صرف ان حضرات کے لئے ہے جو اس فن کے ماہر ہوں۔ صرف اردو کتابیں، اردو قرآن پاک کا ترجمہ اور اپنے مطالعہ کے زور پر مجتہد بننا مناسب نہیں۔ فقہ، احادیث پر خوب دسترس حاصل ہو اور شریعت کا مزاج بھی سمجھتا ہو ورنہ صراط مستقیم سے پھسلنے کے قوی امکانات ہیں اور خوب تجربہ شاہد ہے۔ ہر عام آدمی کو جو اس فن تفسیر وحدیث کا ماہر نہیں قرآن وحدیث کی تشریح ومطلب کشید کرنے کی قطعاً اجازت نہیں اب جو آدمی ان قیودات کے باوجود مفسر ومحدث بنا ہوا ہے اور اپنی ہی رائے کو جمہور اہلسنت علماء حقہ کی رائے پر ترجیح دیتا ہے وہ سب سے بڑا بدعتی ہے، سنت کی مخالفت کرنے والا ہے، تمام تر ان وعیدات کا مستحق ہے جو ایک بدعتی کے متعلق آتی ہیں تاجی جماعت جمہور اہلسنت نے اجتماعی طور پر اگر فتویٰ دیا ہے۔ اس کے گمراہ وبددین ہونے یا کافر ہونے کا تو یہ بالکل ایسے ہی سمجھا جائے گا علماء سوء کے متعلق جو احادیث آئی ہیں ان کا یہ کامل مصداق ہوگا۔

حدیث نمبر ۳۳...... عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ علم الناس سنتي وإن كرهوا ذلك وإن أحببت أن لا توقف على الصراط طرفة عين حتى تدخل الجنة فلا تحدثن في دين الله حدثا برأيك۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے طریقے پر (چلنے کی) لوگوں کو دعوت دو اگر چہ وہ اس کو ناپسند کریں اور اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ پل صراط پر آپ کو آنکھ جھپکنے کے برابر جتنی دیر بھی نہ روکا جائے یہاں تک آپ جنت میں داخل ہو جائیں تو پھر ہرگز، ہرگز اپنی رائے سے اللہ تعالیٰ کے دین میں کوئی بات بیان نہ کریں۔ (اور اپنی رائے سے تفسیر وتشریح نہ کریں) (الالبانی شرح طحاوی اخرجہ الخطیب فی تاریخ البغداد، ج ۴ ص ۳۸۰)

حدیث نمبر ۳۴...... عن أبي هريرة قال، قال رسول الله ﷺ ما من داع يدعو إلى شيء وقف يوم القيامة لازما لدعوته ما دعا اليه وإن دعا رجل رجلا (ابن ماجہ، باب من سن سنة)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے بھی کسی انسان کو کسی بھی چیز کی طرف بلایا (ہدایت، یا ضلالت کی طرف) تو اس کو اس کی دعوت کی وجہ سے لازماً قیامت والے دن روکا جائے گا جو بھی اس نے دعوت دی (نیکی کی یا برائی کی) اگر چہ (ساری زندگی میں) ایک ہی آدمی کو کیوں نہ بلایا ہو۔

حدیث نمبر ۳۵...... عن مالك بن انس انه بلغه، ان رسول الله ﷺ قال ما من داع يدعو إلى

هدى، إلا كان له مثل أجر من اتبعه لا ينقص ذلك من أجورهم شيئا، وما من داع يدعو إلى ضلالة، إلا كان عليه مثل أوزارهم، لا ينقص ذلك من أوزارهم شيئا (موطاامام مالک، کتاب الصلوٰۃ العمل فی الدعا)

حضرت مالک ؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے کسی بھی شخص کو نیکی کی طرف دعوت دی تو جس جس نے اس کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے اس کی پیروی کی تو اس بلانے والے کو برابر سرابر اجر ملے گا جو جو انہوں نے نیک اعمال کئے اور ان کے اُجر میں بھی کسی قسم کی کمی نہیں آئے گی اور جس شخص نے کسی بھی شخص کو گمراہی کی طرف دعوت دی تو جس نے بھی اس کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے اس کی بات مانی تو اس بلانے والے کو برابر سرابر گناہ ہوگا۔ جو جو انہوں نے گمراہی اختیار کی (اور غلط کام کیئے) اور ان کے گناہوں میں بھی کسی قسم کی کمی نہیں ہوگی۔

اہل بدعت کے رذائل احادیث کی روشنی میں

حدیث نمبر ۳۶......عن حذيفة بن اليمان قال، قال رسول الله ﷺ لا يقبل الله لصاحب بدعة صوما، ولا صلاة، ولا صدقة، ولا حجا، ولا عمرة، ولا جهادا، ولا صرفا، ولا عدلا، يخرج من الإسلام كما تخرج الشعرة من العجين۔ (ابن ماجہ، باب اجتناب البدع والجدل)

حضرت حذیفہ ؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کسی بدعتی کا نہ روزہ قبول فرماتے ہیں، نہ نماز، نہ صدقہ قبول فرماتے ہیں، نہ حج یا عمرہ، نہ جہاد قبول فرماتے ہیں، نہ فرض ونفل، وہ اسلام سے ایسے باہر نکل جاتا ہے جیسے بال آٹے سے باہر نکال لیا جائے (یعنی جیسے بال آٹے سے باہر نکال لیں تو کوئی پتہ نہیں چلتا اور آٹے کو کوئی فرق نہیں پڑتا بالکل اسی طرح بدعتی بھی اسلام سے باہر نکلے ہوئے ہوتے ہیں لیکن نہ ان کو خود کو پتا ہوتا ہے کہ میں باہر نکل چکا ہوں نہ لوگوں کو اندازہ ہوسکتا ہے کہ یہ اسلام سے باہر نکل گیا ہے کہ اس سے اپنا دین وایمان بچا سکیں)

حدیث نمبر ۳۷......عن عبدالله بن عباس عن النبي ﷺ قال اتقوا الحديث عني إلا ما علمتم فمن كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار، ومن قال في القرآن برأيه، فليتبوأ مقعده من النار حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (بغیر تحقیق کے) میری طرف منسوب احادیث بیان کرنے سے بچتے رہو، مگر وہی جن کا تمہیں یقین ہو (سنداً، متناً، حدیث کے صحیح ہونے کا یقین ہو) پس جس شخص نے بھی جان بوجھ کر میری طرف سے جھوٹی حدیث بیان کی پس اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جس شخص نے بھی قرآن پاک کی تفسیر اپنی رائے سے کی اس کا ٹھکانہ بھی جہنم ہے۔ (یعنی ایسا ترجمہ کیا۔ ایسا معنیٰ ومطلب قرآن کا بیان کیا جو آج تک کسی سنی عالم مفسر نے نہ کیا ہو، تو وہ تفسیر بالرائے کہلائے گی۔ (ترمذی شریف، باب الذی یفسر القرآن برأیہ)

حدیث نمبر ۳۸......عن جندب بن عبدالله قال قال رسول الله ﷺ من قال في القرآن برأيه فأصاب فقد أخطأ۔ (ترمذی شریف، ایضاً)

حضرت جندب ؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے بھی قرآن پاک میں (معنی ومطلب، تفسیر میں) اپنی رائے سے کوئی بات کہی پھر (اتفاقاً) وہ درست بھی نکل آئی تو بھی اس نے غلط کام کیا (کیونکہ وہ اس فن کا ماہر نہیں جیسے کوئی ڈاکٹری والے فن کا ماہر نہ ہوتے ہوئے کسی کو انجیکشن لگادے تو وہ مجرم ہے ایسے ہی یہ شخص بھی مجرم ہے۔

حدیث نمبر ۳۹...... قال رسول اللہ ﷺ من نظرَ الی صاحب بدعة بغضاً له فی الله ملأالله قلبه امنا و ایمانا و من انتهر صاحب بدعة بغضاً له فی الله امنه الله یوم القیامة و من استحقر بصاحب بدعة رفعه الله فی الجنة مائة درجة و من لقیه بالبشر او بمایسر فقد استخف بما انزل الله علی محمد ﷺ۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی بدعتی کو (جو عقیدہ یا عمل کے لحاظ سے بدعتی ہے) اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لئے (کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو خراب کر رکھا ہے) اپنا دشمن سمجھے۔ (۱) اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن و ایمان سے بھر دے گا۔ (۲) اور جو کسی بدعتی کو نفرت سے ڈانٹے تو اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کو سلامتی عطاء فرمائے گا۔ (۳) اور جو شخص کسی بدعتی کو حقارت سے دیکھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیئے جنت میں سو درجات بلند فرمائے گا۔ (۴) اور جو اس سے خندہ پیشانی سے ملے یا اسے خوش کرے (ہدیے تحفے دے کر یا خدمت کر کے) تو گویا اس نے آپ ﷺ پر نازل ہونے والے کلام اللہ کو حقیر سمجھا۔ (غنیۃ الطالبین، العقائد و الفرق الاسلامیہ ص ۱۶۵)

حدیث نمبر ۴۰...... عن عبدالله بن عباس قال، قال رسول الله ﷺ أبی الله أن یقبل عمل صاحب بدعةٍ حتی یدع بدعته (ابن ماجہ، باب اجتناب البدع)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کے اعمال قبول کرنے سے انکار فرما دیتے ہیں جو (اعتقاداً) بدعتی ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی بدعت کو چھوڑ دے۔

حدیث نمبر ۴۱...... قال رسول الله ﷺ إنّ الله تعالی ملکاً ینادی کلّ یوم من خالف سنّة رسول الله ﷺ لم تنله شفاعتی (قوت القلوب، کتاب العلم ج ۱ ص ۴۷۹)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہر روز اعلان کرتا ہے کہ جس نے بھی رسول اللہ ﷺ کے طریقے کی مخالفت کی (یعنی اہل سنت کے علاوہ، اعمال اور عقائد اختیار کئے) اس شخص کو میری شفاعت حاصل نہیں ہوگی۔

اہل سنت کے فضائل احادیث کی روشنی میں

حدیث نمبر ۴۲...... قال رسول الله ﷺ اللّٰهم ارحم خلفائی قلنا یا رسول الله و من خلفائک؟ قال رسول الله ﷺ الّذین یأتون من بعدی، یروون أحادیثی و سنّتی، و یعلّمونها النّاس (شرف اصحاب الحدیث ص ۳۱)

آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے یوں دعا فرمائی کہ اے اللہ میرے خلیفوں پر رحمت فرما۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے خلیفہ کون لوگ ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جو میرے بعد میری احادیث روایت کریں گے (پڑھنے پڑھانے اور لکھنے کے ذریعے) اور میری سنت کو پھیلائیں گے (لوگوں کو صحیح عقائد و اعمال بتائیں گے) اور لوگوں کو سکھائیں گے۔ (عمل کر کے دکھائیں گے)

حدیث نمبر ۴۳...... قال رسول الله ﷺ من حفظ سنّتی أکرمه الله تعالی بأربع المحبة فی قلوب البررة و الهیبة فی قلوب الفجرة و السعة فی الرزق و الثقة فی الدین، (شرح شرعۃ الاسلام لسید علی زادہ، ج ۱ ص ۸)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے میرے سنت طریقے کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ اس کو چار انعامات سے نوازیں گے۔ (۱) نیک لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دیں گے۔ (۲) اور فاجر لوگوں کے دلوں میں اس

کی ہیبت، رعب ڈال دیں گے۔(۳)اور رزق میں وسعت عطا فرمائیں گے۔(۴)اور دین میں مضبوطی عطاء فرمائیں گے(کہ خاتمہ بالخیر ہوگا)

علماء حق کے فضائل

حدیث نمبر ۴۴......عن الاحوص بن حکیم عن ابیہ قال سأل رجل النبیﷺ عن الشر فقال۔ لاتسألونی عن الشر، وسألونی عن الخیر، یقولھا ثلاثا، ثم قال ألا إن شر الشر شرار العلماء، وإن خیر الخیر خیار العلماء۔ حضرت احوص اپنے باپ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ سب سے بدترین چیز کیا ہے اس آدمی نے یہی سوال تین دفعہ کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے شر کے بارے میں نہ پوچھا کرو بلکہ خیر کے متعلق پوچھا کرو تو پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بدترین لوگ علماء سوء ہیں اور سب سے بہترین لوگ علماء حق ہیں۔ (سنن دارمی باب التوبیخ)

حدیث نمبر ۴۵......عن مکحول قال قال رسول اللہﷺ فضل العالم علی العابد کفضلی علی أدناکم ثم تلا ھذہ الآیۃ(إنما یخشی اللہ من عبادہ العلماء)ثم قال إن اللہ وملائکتہ وأھل سماواتہ وأرضیہ والنون فی البحر یصلون علی الذین یعلمون الناس الخیر (سنن دارمی باب من قال العلم الخشیۃ)

حضرت مکحول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے تم میں سے ادنیٰ صحابی پر میری فضیلت، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی سوائے اس کے نہیں اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے علماء ہی خشیت رکھتے ہیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ رحمت کاملہ نازل فرماتے ہیں اور اس کے فرشتے اور ساتوں آسمانوں والی تمام مخلوق اور ساتوں زمین والی تمام مخلوق اور مچھلیاں سمندروں میں(اور ایک روایت میں ہے کہ چونٹیاں اپنی بلوں میں)ان لوگوں کے لئے رحمت اور بخشش کی دعائیں کرتی ہیں جو لوگوں کو خیر(اہلسنت کے عقائد واعمال، سنت طریقہ)کی تعلیم دیتے ہیں۔

حدیث نمبر ۴۶......عن أنس بن مالک یقول قال النبیﷺ إن مثل العلماء فی الأرض کمثل النجوم فی السماء یھتدی بھا فی ظلمات البر والبحر، فإذا انطمست النجوم أوشک أن تضل الھداۃ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ علماء(حق)کی مثال زمین میں ایسے ہے جیسے آسمان میں ستارے ان ستاروں سے(جیسے)خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں رہنمائی حاصل کی جاتی ہے(بالکل ایسے ہی علماء حق سے رات، دن، خشکی، سمندر ہر جگہ ان سے ہدایت ملتی رہتی ہے) (مسند احمد، باب مسند انس بن مالک)

پس جب ستارے بجھ جائیں تو قریب ہے کہ راستہ گم ہو جائے۔(بالکل ایسے ہی اگر علمائے حق کمزور، بزدل، دنیادار، خواہش پرست بن جائیں تو پھر قریب ہے کہ عوام سیدھے راستے سے بھٹک جائے)

علماء سوء کے رذائل

عن ھشام صاحب الدستوائی، قال قرأت فی کتاب بلغنی أنہ من کلام عیسی علیہ السلام تعملون للدنیا، وأنتم ترزقون فیھا بغیر عمل، ولا تعملون للآخرۃ، وأنتم لا ترزقون فیھا إلا بالعمل، ویلکم علماء السوء ا

لأجر تأخذون، والعمل تضيعون، يوشك رب العمل أن يطلب عمله، وتوشكون أن تخرجوا من الدنيا العريضة إلى ظلمة القبر وضيقه الله ينهاكم عن الخطايا كما أمركم بالصلاة والصيام، كيف يكون من أهل العلم من سخط رزقه واحتقر منزلته، وقد علم أن ذلك من علم الله وقدرته؟ كيف يكون من أهل العلم من اتهم الله فيما قضى له، فليس يرضى شيئا أصابه؟ كيف يكون من أهل العلم من دنياه آثر عنده من آخرته، وهو في الدنيا أفضل رغبة؟ كيف يكون من أهل العلم من مصيره إلى آخرته، وهو مقبل على دنياه، وما يضره أشهى إليه أو قال أحب إليه مما ينفعه؟ كيف يكون من أهل العلم من يطلب الكلام ليخبر به، ولا يطلبه ليعمل به؟ حضرت ہشام الدستوائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان مبارک پڑھا ہے (کہ انہوں نے علماء سوء کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے علماء سوء) تم کام کرتے ہو (دین کا) دنیا کمانے کے لئے حالانکہ تمہیں رزق دیا جاتا اس دنیا میں بغیر (دین کا) کام کیئے بھی، (جیسے دنیاداروں کو مل رہا ہے بغیر دین کا کام کئے یعنی انہوں نے دین کو کاروبار نہیں بنایا پھر بھی ان کو رزق مل ہی رہا ہے تم بھی اگر دین کو کاروبار نہ بھی بناتے تو رزق مل ہی جاتا لیکن تم نے اس کے دین کو کھانے پینے کا ذریعہ بنا کے بہت برا کیا) اور نہیں تم کام کرتے (دین کا) آخرت کے لئے (اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے دین کا کام نہیں کرتے) حالانکہ تمہیں آخرت میں رزق نہیں دیا جائے گا (جنت والا) مگر (دین کا) کام کرنے کی وجہ سے، (اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے) اور بربادی ہو تمہارے لئے اے علماء سو تم لیتے ہو پیسہ (اور کھانے پینے کی چیزیں ختم وغیرہ کے ذریعے) اور ضائع کر دیتے ہو تم (ثواب نیک) عمل کا، عنقریب تم چلے جاؤ گے وسیع اور عریض دنیا سے، تنگ اور تاریک قبر کی طرف اللہ تعالیٰ تمہیں روکتا ہے گناہوں سے (بدعات، خواہشات، بداعمال سے) جیسے کہ تمہیں حکم دیتا ہے نماز پڑھنے کا اور روزے رکھنے کا، کیا بنے گا اس عالم کا جس نے ناراض کر دیا (اپنے آخرت والے) رزق کو اور حقیر بنالیا اس نے اپنی (علم والی) قدر و منزلت کو حالانکہ وہ جانتا ہے کہ بے شک وہ (دنیا والا رزق) اللہ تعالی کے علم اور قدرت میں ہے یا وہ خود، کیا بنے گا اس عالم کا جس نے متہم کیا اللہ تعالی کو اس چیز میں جس کا اللہ تعالی نے فیصلہ کر رکھا تھا اس کے لئے، پس یہ راضی نہیں ہوا (اللہ تعالیٰ کی قضاء پر) اجو اس کو ملا (حلال کا اور اس نے مال کمانے کے چکر میں دین کو آڑ بنائے رکھا) کیا بنے گا اس عالم کا جس کی دنیا زیادہ راجح ہے اس کے نزدیک اس کی آخرت سے، حالانکہ وہ دنیا میں زیادہ لائق تھا اعراض کرنے کے لحاظ سے (دنیا سے) کیا بنے گا اس عالم (سوء) کا جس کا اصل ٹھکانہ آخرت ہے حالانکہ وہ ابھی متوجہ ہے اپنی دنیا کی طرف اور وہ چیز جو اس کو نقصان دے گی (آخرت میں) وہ زیادہ محبوب ہے (یعنی دنیا بدعات ناجائز خواہشات، بدعملیاں، غلط عقائد یہ اس کو زبردست قسم کا آخرت میں نقصان دیں گے لیکن پھر بھی اس کو دنیا میں اچھی لگ رہی ہیں) ان چیزوں سے جو اس کو نفع دیں گیں (آخرت میں اچھے عقائد و اعمال وغیرہ) کیا حال ہوگا اس عالم (سوء) کا جو سیکھتا ہے کلام (قرآن وحدیث) تا کہ اس کے ذریعے تقریر کرے، اس لئے نہیں سیکھتا تا کہ اس پر وہ خود بھی عمل کرے، (پتہ نہیں اس کا بنے گا کیا قیامت والے دن اور مرنے کے بعد۔　　　(داری باب التوبیخ)

<u>نوٹ</u>: اصل کتاب کے (ص ۱۲۸ تا ۱۳۴) مصنف صاحب کی کتاب ''التحقیق المتین فی حیات النبی الامین'' میں آچکا ہے۔ تکرار سے بچنے کی خاطر حذف کیا جاتا ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (القرآن)

الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون (الحديث)

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مصنف:

حضرت مولانا فصیح اللہ دامت برکاتہم العالیہ

استاذ جامعہ بنوریہ العالمیہ کراچی

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف

حضرت مولانا فصیح اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ

استاذ جامعہ بنوریہ العالمیہ

تصدیق

شیخ الحدیث حضرت اقدس مفتی محمد نعیم صاحب دامت برکاتہم

مدیر الجامعۃ البنوریۃ العالمیۃ

بیت الاشاعت کراچی

0321-7556284

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفِ چند)

مولانا فصیح اللہ صاحب مدظلہ

آپ جامعہ بنوریہ العالمیہ سائٹ کراچی کے مدرس ہیں۔ آپ نے ''عقیدہ حیات النبی ﷺ'' کے نام سے کتاب شائع کی۔ جس کے آخر میں حضرت علامہ بیہقیؒ اور حضرت علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے رسائل بابت حیات الانبیاء کو بھی شامل کیا۔ وہ دونوں اس مجموعہ میں پہلے سے شامل ہیں، اس لئے یہاں سے حذف کر دیا۔ البتہ مولانا فصیح اللہ صاحب مدظلہ کی کتاب عقیدہ حیات النبی ﷺ کو مکمل و اکمل اس مجموعہ میں شامل اشاعت کرلیا ہے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

استاذ العلماء شیخ الحدیث ورئیس الجامعۃ العوریۃ العالیہ سائٹ کراچی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم!

ہمارے علماء دیو بند اور اکابر مشائخ کرام کا حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں متفقہ عقیدہ ہے کہ ''حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔''

اس موضوع پر مدلل کتاب حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے عقائد علماء دیو بند پر مشتمل کتاب المہند علی المفند میں یہ عقیدہ مشائخ دیو بند کے دستخطوں کے ساتھ مذکور ہے۔

ہمارے جامعہ کے شعبہ دار التصنیف کے رفیق اور جامعہ کے استاذ مفتی سید فصیح اللہ شاہ نے بھی اس موضوع پر ایک جامع اور مدلل کتاب تیار کرنے کی کوشش کی ہے جس میں اہل سنت والجماعت، علماء دیو بند کے اس عقیدے کی آسان زبان میں ترجمانی کی گئی ہے۔ دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ان کے علم وعمل میں برکت عطاء فرمائے۔ شیخ الحدیث مفتی محمد نعیم دامت برکاتہم العالیہ

تقریظ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم!

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا اس دار فانی سے رحلت فرما جانے کے بعد اپنے اجسام عنصریہ مادیہ کے ساتھ اپنی قبروں میں زندہ ہونا اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ مگر بعض ناعاقبت اندیشوں نے امت مسلمہ کے اس اجماعی عقیدہ سے نہ صرف یہ کہ انحراف کیا بلکہ اپنی باطل تاویلوں کے ذریعہ امت میں گمراہی پھیلانے کی بھی بھرپور کوشش کی۔

اگرچہ ہر دور میں اس موضوع پر اہل حق نے قلم اٹھا کر امت کی راہنمائی فرمائی اور خدمت دین اور اپنی ذمہ داری کا حق ادا کیا۔ چنانچہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی برخوردار مفتی سید فصیح اللہ شاہ صاحب سلمہ اللہ کا زیر نظر یہ رسالہ بھی ہے۔ موصوف نے اپنے اس رسالے میں ا   ربان میں عام فہم اور سادہ انداز میں اس موضوع پر کام کیا ہے، جو چھوٹے چھوٹے عنوانات، مختصر پیرایوں میں اکابرین امت کی شہادتوں اور آراء سے مزین ہونے کی بناء پر ہر عام وخواص کے لئے مفید اور خاص کر اہل علم طبقہ کے لئے گراں قدر ذخیرہ ہے۔

دعا ہے کہ رب کریم موصوف کی اس کاوش اور محنت کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطاء فرمانے کے ساتھ ساتھ اس کے لئے صدقہ جاریہ اور نجات اخروی کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین!

فقط: بندہ عبداللہ شوکت کان اللہ لہٗ

رئیس دار الافتاء جامعہ بنوریہ العالیہ سائٹ کراچی ۱۶

۱۳ / ربیع الاول ۱۴۳۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مؤلف

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو تا قیامت معتبر دین ٹھہرایا اور اسی میں جن وانس کی دنیوی واخروی کامیابی کو مضمر رکھا ہے۔ دین، عقائد اور احکام کے مجموعے کا نام ہے، قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں ان دونوں چیزوں (عقائد واحکام) کو بھرپور انداز میں واضح کیا گیا اور ان میں اٹل فیصلہ مذکور ہے کہ جو دین اسلام سے انحراف کرے گا وہ کسی طرح کامیابی نہیں پاسکتا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی امت کو یہ اعزاز اور خاصیت بخشی کہ یہ امت گمراہی پر متفق نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا جن عقائد پر امت کا اجماع ہوگا وہ حق اور صحیح ہوں گے اور جو امت محمدیہ کے اجماعی موقف سے ہٹے گا وہ گمراہ اور جہنمی ہوگا۔

تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جب بھی کج رو قسم کے عناصر نے اسلامی عقائد میں تحریف کی کوشش کی اسی زمانہ کے مقتدر علماء ومشائخ نے ان کی تحریفات کی قلعی کھولی اور انہی سر بازار رسوائی اٹھانی پڑی۔ اس کی مشہور مثال ''خلق قرآن'' کا فتنہ ہے۔ معتزلہ نے کلام الٰہی کو مخلوق کہا اور اس کے صفت الٰہی ہونے کا انکار کیا اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے عالم باعمل امام اہلسنت والجماعت حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو کھڑا فرمایا اور ان کے ذریعے سے اس فتنہ کو ایسا دبایا کہ آج تک کسی کو دوبارہ اس طرح کی فتنہ انگیزی کی ہمت نہ ہوسکی۔

''انبیاء کرام علیہم السلام کا وفات کے بعد قبروں میں اپنی اجسام عنصریہ مادیہ کے ساتھ زندہ ہونا'' انہی اجماعی عقائد میں سے ہے اس مسئلہ میں اہل السنۃ والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ دنیوی موت آنے کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام قبروں میں زندہ اور متصف بصفت نبوت ہیں۔ جب کہ ایک گمراہ فرقہ ''کرامیہ'' کا عقیدہ ہے کہ وفات کے بعد نبوت باقی نہیں رہی۔ اس لئے انہوں ۴۲۵ھ میں یہ عقیدہ گھڑا کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ نہیں بلکہ مردہ ہیں اور مردہ نبی نہیں کہلایا جاتا اور اس کی نسبت امام اہل سنت ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کردی کہ وہ انبیاء کرام کی حیات کے قائل نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس فتنے کی سرکوبی کا جھنڈا علماء وقت کے سرخیل مشہور محدث ومحقق حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کو سونپا۔ انہوں نے اس فتنہ پرور گروہ کا تعاقب کیا، عقیدہ حیات کے متعلق تمام احادیث کو اکٹھا کر کے ایک مجموعہ تیار کیا اور احادیث کی روشنی میں اس عقیدہ کی وضاحت کر کے امت کی رہنمائی فرمائی۔ اسی طرح امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام اہل سنت ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی ترجمانی فرمائی اور عوام الناس کے سامنے کرامیہ کے جھوٹ کی حقیقت کھول دی اور فرمایا کہ امام اہل سنت کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں ہے جو ان کی طرف کرامیہ منسوب کرتے ہیں۔ بلکہ وہ انبیاء کرام کی حیات اور نبوت کے قائل ہیں۔ چنانچہ بڑی مشکل سے یہ فتنہ دبا اور امت کو صحیح ڈگر ملی۔

مگر سوء قسمت کہ ۱۹۵۸ء میں ایک مرتبہ پھر کرامیہ کی بوسیدہ ہڈیوں میں روح بھرنے کے لئے کچھ عناصر اٹھ کھڑے ہوئے اور توحید کی چادر اوڑھ کر دیدہ دانستہ اس اجماعی عقیدہ کا نہ صرف انکار کیا بلکہ اسے شرک کی بنیاد قرار دیا اور اس بات کی قطعاً پرواہ نہ کی کہ ہم فرقہ ضالہ کرامیہ کی ترجمانی کررہے ہیں یا امت مرحومہ کا بیڑا غرق کررہے ہیں۔ جس طرح معتزلہ نے توحید کی آڑ میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار کیا اور صفات کے متعلق وارد نصوص

میں تحریف کی۔ بعینہ اسی طرز پر کچھ کج قلموں اور کج رہوں نے اس مسئلہ میں غلو اختیار کر کے حیات انبیاء جیسے اجماعی عقیدہ سے امت کو منحرف کرنے کی ناپاک جسارت کی اور حیات انبیاء کے متعلق نصوص میں باطل تاویلیں کیں۔

اللہ تعالیٰ نے حق کے دفاع، امت کی رہنمائی اور اہلسنت والجماعت کے اصل مؤقف وعقیدہ کی ترجمانی کے لئے علماء دیوبند کو ہمت عطا فرمائی۔ ان کی مساعی جمیلہ کی برکت اور اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت سے تھوڑے ہی عرصہ میں اس فرقہ کی حقیقت اور گمراہی عوام الناس کے سامنے آشکارا ہوگئی۔ بعض علماء حق بھی فتنہ انگیزوں کے فریب کا نشانہ بنے اور معتزلیوں نے پس پشت انہیں ہوا بھی دی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ (فرزندار جمند حضرت قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ) کے ہاتھ انہیں عقیدہ حق کی طرف رجوع کی توفیق بخشی، چنانچہ انہوں نے تحریری طور پر اس فرقہ سے برأت کا اعلان بھی کیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ عقیدہ حیات الانبیاء پر اکابر اور دیگر مقتدر علماء نے اجمالی، تفصیلی بے شمار کتابیں لکھی ہیں اور وہ منظر عام پر بھی آ چکی ہیں۔ اب یہ عقیدہ کسی بھی وضاحت کا مزید محتاج نہ رہا۔ لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ موجودہ دور کس تیزی سے انحطاط کی طرف جا رہا ہے، دن بدن جس سرعت سے علمی استعداد اور معیار گھٹتا جا رہا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ درس نظامی کی کتابیں جن میں اساتذہ کی محنت، اداروں کا نظم ونسق اور وفاق المدارس بورڈ کی خدمات قابل ستائش ہیں جب کہ اس کے امتحانی نتائج پر افسوس ہوتا ہے۔ پھر خارجی مطالعہ اور مذاہب وفرق ضالہ کے متعلق معلومات کا کیا کہنا۔ عام طور پر ہمارے طلبہ کو اہل سنت کے عقائد، ان کے اصل مؤقف، پھر دلائل، اہل ضلالت کے شبہات اور ان کے جوابات کا علم ہی نہیں ہوتا۔ بعض طلباء اپنے ذوق سے تھوڑی بہت معلومات جمع کر بھی لیتے ہیں، لیکن جب کبھی دشمنان اسلام کا سامنا ہوتا ہے تو ان کے ڈھکوسلوں اور کھوکھلی تاویلوں کے سامنے پریشان ہو جاتے ہیں۔

پھر جب اساتذہ (اگر ناراض نہ ہوں تو) کی طرف رجوع کیا جاتا ہے تو اکثر وبیشتر ایک ہی جواب ملتا ہے کہ یہ (عقیدہ حیات) اختلافی مسئلہ ہے اس کے متعلق خاموشی بہتر ہے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ انہیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ہم نے طالب علم کو ایک اچھی نصیحت فرمائی یا اہل زیغ کے ہاتھ تھما دیا۔ اس لئے کہ عقیدہ حیات انبیاء پوری امت کا اجماعی عقیدہ ہے جو متواتر چلا آ رہا ہے۔ مگر کج رہوں کا پروپیگنڈہ ہے کہ اس عقیدہ کو بھی دیگر فروعی اختلافی مسائل کی طرح اختلافی متعارف کرایا جائے تا کہ سادہ لوح مسلمانوں کو شکار کرنے میں آسانی ہو۔

اس صورت حالت کو دیکھ کر کئی سالوں سے راقم کی دلی تمنا تھی کہ موجودہ دور کی استعداد کے مطابق اس مسئلہ پر ایسا کام ہونا چاہئے جس سے اس عقیدہ کی آسان الفاظ میں وضاحت ہو جائے اور عام فہم انداز میں اہل سنت کے دلائل، مخالفین کے شبہات ووساوس اور ان کے جوابات کو سمجھا جا سکے تا کہ مجھ جیسے طلبہ بھی مسئلہ کی حقیقت سمجھنے کے ساتھ ساتھ فتنہ پروروں کے شکار سے محفوظ رہ سکیں، بلکہ دفاع کے قابل بن جائیں۔ امید واثق ہے کہ اس کوشش کے بعد اکابر کی علمی کاوشوں سے استفادہ کرنا بھی آسان ہوگا۔ گویا میری یہ بے ربط اور انشاء وادب سے عاری تحریر، نورانی قاعدہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان شاء اللہ اس کو پڑھ لینے کے بعد اکابرین کی کتابوں سے استفادہ کرنے میں سہولت ہوگی۔

نیز آخر میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ بنام ''حیاۃ الانبیاء فی قبورہم'' اور ''الحاوی للفتاویٰ'' سے ماخوذ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا مقالہ ''انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء'' مع ترجمہ وعنوانات ملحق کیا گیا، جس کے دو مقصد ہیں:

١...... ایک یہ کہ اکابر کی کتابوں میں اکثر ان دو رسالوں کے حوالے پائے جاتے ہیں مگر عام طور پر اصل رسالے میسر نہ ہونے کی وجہ سے ہم طلباء کو اہل زیغ صرف یہ کہہ کر خاموش بلکہ شک میں ڈال دیتے ہیں کہ پتہ نہیں یہ کتابیں دنیا میں موجود بھی ہیں کہ نہیں؟ ان شاء اللہ ترجمہ اور وضاحتی عنوانات سمیت یہ رسالے ہر عام وخاص کو میسر ہوجائیں گے تو ایک طرف استفادہ کا موقع ملے گا اور دوسری طرف وسوسہ اندازوں سے حفاظت ہوجائے گی۔

٢...... دوسری غرض یہ ہے کہ منکرین حیات انبیاء جیسے متعصب ٹولے کے لئے یہ دونوں رسالے ایک فیصلہ کن چیلنج اور سادہ لوح عوام کے لئے دعوت حق ہیں۔ کیونکہ منکرین کی طرف سے دن رات جلسوں، جمعہ کی تقریروں، خصوصاً درس قرآن میں یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ قبروں میں انبیاء کرام علیہم السلام کے زندہ نہ ہونے پر اور دیوبندیوں کے موقف (جو المہند میں مذکور ہے) کے خلاف ہمارے پاس کم ازکم پانچ سو آیات اور اٹھارہ سو احادیث ہیں اور پھر غیر متعلقہ آیات سنا سنا کر اپنے فن کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ جن آیات اور احادیث سے آج استدلال کیا جارہا ہے، کیا سلف صالحین میں سے کسی ایک نے بھی ان آیات اور احادیث کو جمع کرکے حیات النبی ﷺ کی تردید کا عنوان باندھا ہے؟ کسی ایک محدث نے ان احادیث کو جمع کرکے محض پانچ سے دس صفحات پر ہی مشتمل کوئی جز تیار کیا ہے؟ حالانکہ رفع الیدین وغیرہ فروعی مسائل میں محض ترجیح کا اختلاف ہے، پھر بھی محدثین نے متعلقہ مسئلہ میں احادیث کی اجزاء تیار کیں اور عنوان لکھ کر ان کے تحت احادیث کو جمع فرمایا۔ لیکن جس مسئلہ کے مان لینے سے (بقول منکرین) امت کا کئی شرکیہ عقائد واعمال میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اتنے اہم مسئلہ سے تمام محدثین کیوں کر غافل رہے؟ اگر سلف صالحین میں سے کسی ایک محدث کا چھوٹا سا رسالہ بھی دکھایا جائے جو منکرین حیات کے نظریے کی تائید کرتا ہو، تو میں دعویٰ کرتا ہوں کہ پوری دیوبندیت نہیں تو کم ازکم میں اپنا موقف چھوڑ دوں گا، مگر لاکھوں کی تعداد میں لکھی جانی والی اسلامی کتابوں میں ایک بھی نظیر نہیں ملتی اور نہ ہی ملے گی جس سے منکرین کی تائید ہو۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ اس میں فرقہ کا عقیدہ بھی خانہ ساز ہے اور اس پر پیش کئے جانے والے استدلالات بھی خود ساختہ ہیں۔

جہاں تک اہل سنت والجماعت مسلک دیوبند کے عقیدے اور نظریے کا تعلق ہے۔ الحمد للہ اس کے لئے کسی مجمل اور غیر متعلقہ آیات یا احادیث میں کسی قسم کی تاویل کا سہارا لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ محدثین نے جس طرح دیگر مسائل کے دلائل جمع کئے ہیں۔ اسی طرح عقیدہ حیات انبیاء پر بھی متعدد کتابیں لکھی ہیں اور اس کے متعلق وارد ہونے والی احادیث کو اجزاء کی شکل میں جمع فرماکر تاقیامت امت مسلمہ کی رہنمائی فرمائی ہے۔ لہٰذا آخر میں ملحقہ رسالوں کو پڑھ لینے کے بعد فریق مخالف کو بھی اپنی خود رائی سے توبہ کرلینی چاہئے اور سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنے کا عزم کرلینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو حق کا سایہ نصیب فرمائے اور خود پسندی اور اکابر سے بداعتقادی جیسے روحانی امراض سے نجات عطاء فرمائے۔ آمین!

دعاؤں کا طالب
مفتی سید فصیح اللہ شاہ عفی عنہ
فاضل جامعہ بنوریہ عالمیہ سائٹ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عقیدہ حیات الانبیاء کی اہمیت اور مرتبہ

اسلامی عقائد کی دو اقسام ہیں پہلی قسم کے وہ عقائد ہیں جن کا ثبوت قرآن کریم اور احادیث متواترہ سے ایسا قطعی اور یقینی ہے کہ جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے اور ہر دور میں ان کو تواتر اور شہرت کا ایسا درجہ حاصل رہا ہے جس کی وجہ سے ان عقائد میں کسی بھی تاویل کی قطعاً اجازت نہیں، جیسے توحید و رسالت، حشر و قیامت، جنت و دوزخ، قرآن کریم کا کتاب اللہ ہونا اور حضرت محمد ﷺ کا خاتم الانبیاء ہونا وغیرہ وغیرہ۔ ایسے عقائد کو ضروریات دین کا اصطلاحی نام دیا جاتا ہے۔ ان میں سے کسی ایک بات کا انکار اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ اگرچہ یہ انکار کسی تاویل کی آڑ لے کر کیوں نہ ہو۔

دوسرے درجے کے عقائد میں عذاب قبر، شفاعت اور رؤیت باری تعالیٰ جیسے مسائل ہیں ان کا ثبوت بھی قطعی ہے جو متواتر چلے آرہے ہیں لیکن ان کی قطعیت پہلی قسم کے مقابلے میں تھوڑی سی کم ہے اسی وجہ سے ان مسائل سے تاویل کے ذریعے انکار اگرچہ کفر نہیں ہے لیکن ضلالت اور گمراہی ضرور ہے۔ چنانچہ عقائد کی کتابوں میں معتزلہ کو ان عقائد سے انکار کی وجہ سے گمراہ اور اہلسنت والجماعت سے خارج لکھا گیا ہے۔ عقیدہ حیاۃ الانبیاء اسی دوسری قسم کے عقائد میں سے ہے۔

ایک ضروری وضاحت

اکثر اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ کیا یہی ایک عقیدہ اہل سنت کا معیار ہے؟ دیگر مسائل کیا کم ہیں؟ کہ صرف عقیدہ حیات النبی سے انکار پر اہل سنت اور مسلک دیوبند سے خروج کا فتویٰ لگا دیا جاتا ہے۔ کیا دیوبندیت کا معیار یہی ایک عقیدہ ہے؟ یہاں اس بات کی وضاحت انتہائی ضروری معلوم ہوتی ہے۔ لہٰذا مختصراً یہ اصول سمجھ لینا چاہئے کہ کبھی کبھی ایک فروعی مسئلہ بھی اپنی اہمیت اور وقت کی ضرورت کے پیش نظر معیار شمار ہونے لگ جاتا ہے اور محض اس ایک مسئلہ کا انکار بھی اہل سنت سے خروج متصور کیا جاتا ہے جیسا کہ امام صاحب رحمہ اللہ کے زمانے میں اہل رفض نے مسح علی الخفین کا انکار اور اس میں غلو سے کام لیا تو اس زمانے میں مسح علی الخفین کو اہل سنت کی علامت قرار دیا گیا۔ حالانکہ یہ ایک فروعی مسئلہ ہے۔ چنانچہ جب امام صاحب سے کسی نے پوچھا کہ اہل سنت کی کیا تعریف ہے؟ تو امام صاحب نے جواب میں فرمایا: شیخین کی فضیلت کا اعتراف، ختنین سے محبت کا اظہار اور مسئلہ علی الخفین کا جواز۔ اسی طرح ہمارے زمانے میں ایک مخصوص فرقے نے عقیدہ حیاۃ الانبیاء کا نہ صرف انکار کیا بلکہ اس کے قائلین کو مشرک یا کم از کم بدعتی کہنے لگے۔ پھر اس کے لئے قرآن کریم کی آیات کی خود ساختہ تشریحات گھڑلی اور جن احادیث کا اس عقیدے سے دور کا بھی تعلق نہیں ان احادیث کو اپنے نظریے کے دلائل بنا دیئے۔

ایسی صورت حال میں اس عقیدہ کا اعتراف حق کی علامت بن گئی۔ یعنی جو اکابر کی تشریحات کے موافق اس عقیدے کا قائل ہوگا وہ اہل سنت میں سے ہوگا اور جو اس کا انکار کرے گا یا اکابر کی وضاحت سے ہٹ کر اس میں تاویل و تحریف سے کام لے گا وہ اہل سنت اور مسلک دیوبند سے خارج اور بدعتی قرار پائے گا۔

ذیل میں اہل حق کا عقیدہ، اس کی تائید میں قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور اکابرین امت کی عبارات، ان پر منکرین کی طرف سے وارد ہونے والے وساوس اور ان کے جوابات پیش کئے جاتے ہیں تاکہ حق وباطل میں تمیز ہو۔

اہل السنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ

اہل السنت والجماعت (چاروں مسالک) کے معتبر محققین، اکابر علماء اور ان تمام مسلمانوں (جو قرآن وحدیث کی ان تشریحات کی روشنی میں عمل کرنے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں جو ائمہ مجتہدین، سلف صالحین اور اکابر علماء حق نے امت مسلمہ کے لئے اپنی اپنی کتب میں جمع کیں اور ان کی تشریحات سے ہٹ کر اختیار کئے گئے خود ساختہ نظریات اور مفہومات کو گمراہی کی سیڑھی سمجھتے ہیں) کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو ان کی وفات اور وعدہ الٰہی کے موافق موت طاری ہونے کے بعد اپنی قبروں میں اجساد عنصریہ کے ساتھ ایسی حیات حاصل ہے کہ دنیوی حیات کے بعض احکام بھی ان پر لاگو ہوتے ہیں۔ مثلاً ان کی قبروں کے پاس پڑھا جانے والا سلام وہ خود سنتے ہیں، قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں، ان کی میراث تقسیم نہیں کی جاسکتی، ان کی ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ اس عقیدہ پر قرآن کریم کی متعدد آیات، کثیر احادیث اور اکابرین امت کی عبارات شاہد ہیں۔

قرآنی آیات اور عقیدہ حیات الانبیاء

قرآن کریم میں بیشتر مقامات پر حیات الانبیاء کا ثبوت ملتا ہے۔ ذیل میں چند آیات پیش کی جارہی ہیں۔

آپ ﷺ کی ملاقات دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ

"واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن الهة يعبدون" (الزخرف: ۴۵)

ترجمہ: اور آپ ﷺ ان سب پیغمبروں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے پوچھ لیجئے کہ کیا ہم نے خدائے رحمن کے سوا دوسرے معبود ٹھہرائے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے؟

اس آیت کے ذیل میں مشہور مفسر علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "لما اسرى برسول الله ﷺ من المسجد الحرام الى المسجد الاقصى وهو مسجد بيت المقدس بعث الله له آدم ومن ولد من المرسلين وجبرئيل مع النبى ﷺ فأذن جبرئيل علیہ السلام ثم اقام الصلاة ثم قال يا محمد! تقدم فصل بهم فلما فرغ رسول الله ﷺ قال لى جبرئيل علیہ السلام سل يا محمد من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن الهة يعبدون فقال رسول الله ﷺ لا اسئل قد اكتفيت" ترجمہ: "جب آنحضرت ﷺ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اور جو ان کی اولاد میں سے انبیاء تھے سب کو اکٹھا فرمایا، جبرئیل علیہ السلام بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے، جبرئیل علیہ السلام نے اذان اور اقامت کہی اور عرض کیا۔ اے محمد! آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا۔ آپ ﷺ سوال کیجئے، ان رسولوں سے جو آپ ﷺ سے پہلے بھیجے گئے تھے کہ کیا ہم نے اللہ کے علاوہ معبود بنائے تھے جن کی پوجا کی جاتی تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے سوال کی ضرورت نہیں کیونکہ میرے لئے وہی کافی ہے (جو مجھے وحی کے ذریعے بتادیا گیا) (تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۸۳)

آیت کی اس تفسیر کے مطابق یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو مرنے کے بعد حیات حاصل ہے، تب ہی تو انہوں نے آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی اور آپ ﷺ کو ان سے پوچھنے کا کہا گیا۔ چنانچہ اسی آیت سے حیات الانبیاء پر استدلال کرتے ہوئے خاتمۃ المحدثین علامہ انور سید شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''یستدل به علی حیاۃ الانبیاء'' ترجمہ: اس سے حیاۃ الانبیاء پر استدلال کیا گیا ہے۔'' (مشکلات القرآن ص ۲۳۴)

شہداء کی حیات

''ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون'' اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں لیکن تم حواس سے ادراک نہیں کر سکتے۔ (البقرہ: ۱۵۴)

دوسری جگہ ارشاد ہے: ''بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما آتھم اللہ من فضلہ'' (آل عمران: ۱۶۹)

ترجمہ: بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں ان کو رزق بھی ملتا ہے وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطاء فرمائی ہے۔

حیات شہداء سے حیات انبیاء کا ثبوت

ان دونوں آیتوں کے پیش نظر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''واذا ثبت انھم احیاء من حیث النقل فانه یقویه من حیث النظر کون الشھداء احیاء بنص القرآن والانبیاء افضل من الشھداء'' ترجمہ: جب نقل کے اعتبار سے یہ بات ثابت ہو چکی کہ شہداء زندہ ہیں تو عقل کے اعتبار سے بھی یہ بات پختہ ہو جاتی ہے کہ وہ زندہ ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام چونکہ شہداء سے ہر حال میں افضل ہیں۔'' (اس لئے ان آیات سے ان کی حیات بطریق اولیٰ ثابت ہوتی ہے) (فتح الباری ج ۶ ص ۳۷۹)

غور فرمائیں کہ حافظ الدنیا کس قدر قوت کے ساتھ آیت کریمہ سے بطریق دلالۃ النص حیات الانبیاء کو ثابت فرما رہے ہیں۔

سوال: یہ مسئلہ جب عقیدہ کے متعلق ہے تو اس میں قیاس حجت نہیں بن سکتا لہٰذا حیات انبیاء کو حیات شہداء پر قیاس کیوں کیا گیا؟

جواب: یہاں حیات انبیاء دلالۃ النص سے ثابت ہوتی ہے، نہ کہ قیاس سے، کیونکہ انبیاء افضل ہیں اور شہداء ان سے ادنیٰ ہیں جب ادنیٰ کو ایک فضیلت حاصل ہے تو اعلیٰ کو ضرور حاصل ہوگی۔ پس دلالت النص اور قیاس میں التباس کرنا منکرین کا دھوکہ ہے۔

حیات جسمانی وروحانی

اب یہ حیات جسم اور روح دونوں کو حاصل ہے یا ان میں سے کسی ایک کو تو اس حوالے سے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: ''اختلف فی ھذہ الحیاۃ ذھب کثیرۃ من السلف الی انھا حقیقة بالروح والجسد ولکن لا ندر کھا فی ھذہ النشاۃ'' شہداء کی اس حیات کی کیفیت میں اختلاف ہے سلف صالحین کی کثیر تعداد کا مذہب یہ ہے کہ یہ حیات روح اور جسد دونوں کو حاصل ہے۔ البتہ ہمیں اس دنیا میں اس کا ادراک نہیں ہوتا۔ (تفسیر روح المعانی ج ۲ ص ۱۷)

سوال: بعض دفعہ منکرین کہتے ہیں کہ ہم بھی حیات انبیاء کو مانتے ہیں، مگر یہ حیات صرف روح کو حاصل ہے نہ کہ جسم کو اور اس کو روحانی حیات کا نام دیتے ہیں؟

جواب: ان کا یہ طریقہ عین مرزا قادیانی کے طریقے کے موافق ہے، کیونکہ قرآن پاک کی آیت: ''وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ'' سے تمام اہل اسلام نے یہ عقیدہ سمجھا ہے کہ یہودی جس جسم کو قتل کرنے کے لئے آئے تھے اسی جسم کو اللہ تعالیٰ نے اوپر آسمانوں پر اٹھایا، لیکن مرزا کہتا ہے کہ یہود تو قتل کرنے اسی جسم کو آئے تھے مگر اللہ نے مسیح کی روح کو آسمانوں پر اٹھایا۔ اس مسئلہ میں بھی تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ جس جسم کو راہ خدا میں شہادت ملی اسی جسم کو روح کے ملابس (تعلق) کے ساتھ قبر میں حیات ملتی ہے۔ مگر منکرین کا کہنا ہے کہ شہادت تو جسم کو ملی۔ مگر حیات روح کو ملتی ہے۔ جب کہ یہ تفریق امت کے اجماعی عقیدے کے بالکل خلاف ہے جیسا کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں بصراحت مذکور ہے کہ سلف صالحین کی اکثریت کا مذہب یہ ہے کہ حیات کا تعلق جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

سوال: اس آیت میں کہا گیا ہے کہ ''عند ربھم'' اس سے معلوم ہوا کہ شہداء اللہ تعالیٰ کے ہاں آسمانوں کے اوپر جنت میں زندہ ہیں مٹی کے گڑھے میں پڑے ہوئے جسم کو حیات حاصل نہیں؟

جواب: اگر اللہ تعالیٰ کے پاس حیات حاصل ہونے سے زمین میں مدفون جسم سے حیات کی نفی ہوتی ہے، اور ''عند ربھم'' کا یہی مفہوم ہے تو ان حضرات کو ''ان الدین عند اللہ الاسلام'' کا بھی یہی مفہوم مان لینا چاہئے کہ دین اسلام آسمانوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، زمین پر دین اسلام کا کوئی واسطہ نہیں، حالانکہ ایسا نہیں، لہٰذا ''عند ربھم'' کا تعلق ''احیاء'' کے ساتھ نہیں بلکہ ''یرزقون'' کے ساتھ ہے اور مطلب یہ ہے کہ شہداء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق دیا جاتا ہے۔

بالفرض اگر سوال میں مذکور تشریح مان لی جائے تو اس سے تجسیم کے باطل عقیدے کی طرف اشارہ ہوگا اس لئے کہ اس صورت میں عند کا مفہوم مکان کا بنتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے مکان ثابت کرنا فرقہ مجسمہ کا عقیدہ ہے۔ جب کہ اہل سنت کے نزدیک یہاں عند مکان کے لئے نہیں بلکہ مکانۃ یعنی مرتبہ کے بیان کے لئے ہے۔ چنانچہ مفسر ابوحیان الاندلسی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: ''ومعنی عند ربھم بالمکانۃ الزلفی لا بالمکان'' یعنی عند ربھم سے مراد مرتبہ اور درجہ ہے نہ کہ مکان اور جگہ۔ (تفسیر البحر المحیط ج ۳ ص ۱۵۸)

سوال: مسلم شریف کی روایت ہے کہ مذکورہ بالا آیت کی وضاحت نبی اکرم ﷺ سے پوچھی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ارواحھم فی جوف طیر خضر لھا قنادیل معلقۃ بالعرش تسرح من الجنۃ حیث شاءت'' ترجمہ: کہ ان کی ارواح سبز پرندوں کے پیٹوں میں ہیں ان کے لئے عرش کے ساتھ قنادیل لٹک رہی ہیں وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ شہداء کی ارواح جنت میں ہوتی ہیں۔ لہٰذا قبر والے اجسام بغیر روح کے مردہ ہیں؟ (مسلم ج ۲ ص ۱۳۵)

جواب ا: حیات شہداء کے متعلق دو آیات ہیں:

(ا) ''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات۔ بل احیاء ولکن لا تشعرون'' (البقرۃ: ۱۵۴)

(۲) ''بل احیاء عند ربهم یرزقون فرحین بمآاتهم الله من فضله'' (آل عمران:۱۶۹)

مذکورہ بالا حدیث پہلی آیت کی تفسیر میں نہیں بلکہ دوسری آیت کی تفسیر میں وارد ہوئی ہے۔ لہٰذا پہلی آیت کے بارے میں اگر منکرین حیات فی الجنۃ کی بات کریں گے تو بلا دلیل ہوگی بلکہ حدیث کو بے محل استعمال کرنا ہوگا۔

رہی بات دوسری آیت کی تو اس حوالے سے عرض یہ ہے کہ اہل السنۃ والجماعت آیت اور حدیث دونوں کو مانتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ آیت میں جسم شہید کی حیات کا ذکر ہے اور حدیث میں جنت کے اندر روح شہید کی روحانی سیر کا ذکر ہے۔ اب اس سے یہ ثابت کرنا کہ روح وجسم کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے، اس بات کا آیت میں کوئی ذکر نہیں ہے، نیز اس طرح آیت کا مفہوم بے فائدہ ہو جاتا ہے۔

چنانچہ امام جصاص رازی ؒ فرماتے ہیں: ''وقال جمهور ان الله تعالى يحييهم بعد الموت فينيلهم من النعيم بقدر استحقاقهم الى ان يفنيهم الله تعالى عند فناء الخلق ثم يعيدهم في الآخرة ويدخلهم الجنة لانه اخبر انهم احياء وذالک يقتضى انهم احياء في هذاالوقت ولان تاويل من تآول على انهم احياء في الجنة يؤدى الى ابطال فائدته لان احدا من المسلمين لايشک انهم سيكون احياء مع سائر اهل الجنة اذالجنة لايكون فيهاميت'' (احکام القرآن لجصاص ج ۲ ص ۴۳ سہیل اکیڈمی لاہور)

ترجمہ: جمہور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ موت کے بعد ان کو زندہ کر دیتے ہیں سو ان کو ان کے استحقاق کے مطابق راحت پہنچتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کو فنا کرتے وقت ان کو بھی فنا کر دیں گے پھر ان کو آخرت میں لوٹائیں گے اور ان کو جنت میں داخل کر دیں گے یہ اس بات کا مقتضی ہے کہ وہ اس وقت زندہ ہیں۔ لہٰذا جن لوگوں نے اس آیت کی یہ تاویل کی ہے کہ وہ جنت میں زندہ ہیں ایسے لوگ اس آیت کے فائدے کو باطل کرنے کے درپے ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں میں سے کسی ایک کو بھی اس میں شک نہیں کہ عام اہل جنت کی طرح حضرات شہداء بھی زندہ ہوں گے، کیونکہ جنت میں تو کوئی بھی مردہ نہ ہوگا (تو شہداء کی خاص فضیلت آیت سے کیسے ثابت ہوگی۔ حالانکہ مذکورہ آیت شہداء کی خاص فضیلت بیان کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے)

ایک مثال: مثال سے اس کی وضاحت یوں سمجھیں مثلاً کسی نے رات سوتے میں خواب دیکھا کہ وہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہے۔ ظاہر ہے خواب میں جو کچھ پیش آتا ہے، وہ روح کے ساتھ پیش آتا ہے۔ صبح کسی کے سامنے یہ خواب سنایا گیا۔ کیا وہ یہ فتویٰ لگائے گا کہ اس شخص کا جسم بستر پر مردہ پڑا تھا کیونکہ روح کا جسم کے ساتھ جو تعلق نہ رہا، اس کی روح خانہ کعبہ میں تھی؟ اس بات کو ادنیٰ شعور رکھنے والا انسان بھی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔ بلکہ یہی کہا جائے گا کہ اگرچہ روح سیر کر رہی تھی لیکن اس کے باوجود جسم کے ساتھ اس کا تعلق تھا جس کی وجہ سے جسم حیات تھا۔ پس شہید کی روح بھی اگرچہ جنت میں سیر کر رہی ہوتی ہے لیکن جسم کے ساتھ اس کا ایک گونہ تعلق رہتا ہے اور اسی تعلق کی بناء پر جسم زندہ ہوتا ہے اور اس کو مردہ کہنا قرآنی تعلیم کے خلاف قرار دیا گیا۔

جواب ۲: مذکورہ بالا حدیث کے الفاظ سے ظاہری معنی مراد نہیں ہے کہ شہداء کو پرندوں کی صورت دی جاتی ہے۔ بلکہ اس عبارت میں ارواح کو پرندوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

چنانچہ اسی بات کو سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ صاحب تحریر فرماتے ہیں: ''باب ثواب الشهيد (قوله) فی طير خضر الخ قيل ان حديث الباب يدل على التناسخ وأجابوا بأن التناسخ تدبير الروح الخارج من جسم فی جسم وأما مانحن فيه من الحديث فالمراد به أن أرواح المؤمنين فی طير خضر الظروف فيها مثل الماء فی الآنية اقول: لا يحتاج الى هذه التوجيهات بل يستقر الاحاديث وفی مؤطا مالک (ص ۸۱) عن كعب بن مالک انما نسمة المؤمنين طير يعلق فی شجر الجنة حتى يرجعه الله فی جسده يوم القيامة الخ فدل على ان الارواح مثل طير خضر فی العيش وسرعة السير والطير ان لا انها فی طير خضر فيكون الحاصل تشبيه الأرواح بالطيور'' (العرف الشذی تحت الترمذی ج ۱ ص ۴۲۶ مکتبہ رحمانیہ)

ترجمہ: یہاں یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ حدیث الباب عقیدہ تناسخ (جو ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ ایک ہی روح کو متعدد اجسام دیئے جاتے ہیں) اس پر دلالت کرتی ہے؟ تو علماء کرام نے اس کا جواب دیا ہے کہ تناسخ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ روح کو ایک جسم سے نکال کر دوسرے جسم میں ڈال دیا جائے۔ جب کہ حدیث میں اس طرح کی کوئی بات نہیں ہے بلکہ ارواح شہداء کا سبز پرندوں میں ہونے کا مفہوم صرف اس حد تک ہے کہ ارواح مظروف اور پرندے ان کے لئے ظرف ہیں۔ جیسا کہ پانی کا کسی برتن میں ہونا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ ان توجیہات کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ حدیث اپنی جگہ درست ہے۔ چنانچہ مؤطا مالک میں کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس طرح کے الفاظ ہیں کہ اہل ایمان کی ارواح پرندوں کی طرح جنت کے درختوں سے چگ رہی ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اجسام میں دوبارہ ڈال دے گا۔ الخ پس حدیث کا مدلول اور مفہوم یہ ہے کہ مؤمنین کی ارواح عیش وعشرت کے لحاظ سے، تیزی کے ساتھ سیر کرنے اور اڑنے میں سبز پرندوں کی طرح ہوتی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ارواح کو پرندوں کے ساتھ محض تشبیہ دی گئی ہے۔

راقم الحروف بھی یہی عرض کرتا ہے کہ حدیث کو تشبیہ ہی پر محمول کرنا بہتر ہے کیونکہ اگر حدیث کو ظاہر الفاظ پر محمول مانا جائے تو خرابی لازم آئے گی وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی صورت کو ''احسن تقويم'' قرار دیا ہے تو کیا شہادت کا درجہ پانے کے باوجود شہید ''احسن تقويم'' والی صورت سے محروم ہو جاتا ہے اور ایک عام پرند کی صورت اس کو دی جاتی ہے؟ ہرگز ایسا نہیں بلکہ ''احسن تقويم'' میں رہ کر اس کا حسن اور دوبالا ہونا چاہئے۔ معلوم ہوا کہ مذکورہ حدیث سے جسم مثالی جو پرندوں کی صورت میں ہوتا ہے اس کو ثابت کرنا درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس میں بجائے فضیلت کے توہین کا شبہ پیدا ہوتا ہے۔

سوال: مذکورہ بالا حدیث میں اس طرح کے الفاظ آتے ہیں کہ ارواح اللہ تعالیٰ سے عرض کرتی ہیں: ''ترد ارواحنا فی اجسادنا حتى نقتل فی سبيل الله مرة اخرى'' اے اللہ! ہماری روحیں ہمارے جسموں میں دوبارہ لوٹا دے تاکہ ہم تیرے راستے میں دوبارہ قتل ہو جائیں۔ (مسلم شریف ج ۲ ص ۱۳۶)

اگر ارواح کا تعلق اجساد کے ساتھ باقی رہتا ہے تو دوبارہ روح لوٹانے کی اس عرض وگزارش کا کیا معنی؟

جواب: جسم کی طرف روح لوٹانے کی اس درخواست کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں دوبارہ دنیا کی حیات

تکلفیہ کی طرف لوٹایا جائے۔ چنانچہ ان کا یہ مطالبہ آخرت یعنی جنت میں جانے کے بعد بھی ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے: ”عن انس عن النبی ﷺ قال مامن نفس تموت لھا عنداللہ خیر سیریھا انھا ترجع الی الدنیا و لا ان لھا الدنیا و مافیھا الا الشھید یتمنی ان یرجع فیقتل فی الدنیا لمایزی من فضل الشھادۃ“ (مسلم ج۲ ص ۱۳۴)

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہر مرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس جو خیر مقرر ہے وہ اسے دیکھ کر یہ خواہش نہیں کرے گا کہ وہ دنیا کی طرف دوبارہ لوٹے اور نہ یہ خواہش کرے گا کہ اس کو دنیا اور اس کا مال ومتاع مل جائے، سوائے شہید کے، کہ وہ آخرت میں شہادت کا بدلہ دیکھ کر تمنا کرے گا کہ دنیا کی طرف لوٹ جائے اور وہاں دوبارہ اسے شہید کردیا جائے۔

اس حدیث کے ذکر کرنے کے بعد یہ بات عیاں ہوگئی کہ جنت میں شہداء جس حیات کا مطالبہ کررہے ہیں وہ حیات تکلیفی یعنی دنیوی حیات ہے اس سے برزخی واخروی حیات کی نفی تو نہ ہوئی۔

اصل اعتراض کا ایک جامع اور مسکت جواب

ماقبل میں جو دعویٰ کیا گیا تھا کہ شہداء کی حیات روحانی ومثالی ہے۔ یہ اس لئے کہا جاتا ہے تاکہ انبیاء کی حیات کو شہداء کی حیات پر قیاس کرکے یہ کہا جائے کہ انہیں بھی شہداء کی طرح روحانی ومثالی حیات حاصل ہے۔ اس وہم کو رد کرنے کی غرض سے ہم شیخ الاسلام حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ رشید حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں جو پوری بات سمجھنے کے لئے کافی ہے اور حیات انبیاء پر مذکورہ بالا اعتراضات میں سے کوئی اعتراض وارد نہ ہوگا۔

حضرت لکھتے ہیں: ”پیش نظر رہے کہ حیات شہداء طیور خضر کی شکل میں ہونا روایات پر موقوف ہے، قرآن عزیز نے شہداء کی مطلق حیات جسدی کو بیان کیا ہے اور یہی مطلق حیات جسدی دلالت النص سے انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے ثابت ہوگی۔ حیات جسدی کی جملہ تفاصیل انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات جسدی کے لئے لازم نہ ہوں گی، شہداء کے لئے اگر طیور خضر کی صورت میں ہے تو انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات جسدی ان کے اجساد عنصریہ قبریہ میں ہی ہے۔ حدیث صحیح ہے: ”الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون“ شہداء جیسی حیات جسدی کو ہی انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے لازم مبنی بر قیاس ہے اور قیاس صحیح حدیث کے سامنے قائم نہیں رہ سکتا، قرآنی آیت کی حیات انبیاء کرام علیہم السلام پر دلالت مطلق حیات جسدی میں ہے، جس کی تفصیل اپنے اپنے مقام پر اپنی اپنی ہوگی، شہداء کی حیات کے لئے طیور خضر کی روایات اور انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے حیات قبریہ کی روایات اس باب میں کافی، وافی ہیں۔ یہ توجیہ محض اس صورت میں ہے کہ حیات شہداء کے روحانی ہونے کے مرجوح قول کو اختیار کیا جائے اور اگر حیات شہداء کے مع الجسد ہونے کے مشہور وراجح اور مختار عندالجمہور قول کا اعتبار کیا جائے تو پھر ارواح شہداء کا طیور خضر کی صورت میں متشکل بھی ہونا ابدان مقتولہ کی حیات کی ہرگز نفی نہیں کرتا۔ اگر ہمیں اس کا ادراک نہیں ہوتا تو یہ امر دیگر ہے جو حقائق پر اثر انداز نہیں۔“ (ہدایۃ الحیران ص ۶۸، ۶۹)

یہ عبارت اگر سامنے رکھی جائے تو منکرین کے مذکورہ بالا شبہات اور وساوس کا حیات انبیاء کے ساتھ کوئی

تعلق نہیں بنتا۔ اس لئے کہ آیت سے مطلق حیات جسدی ثابت ہوتی ہے اور پھر اس کی تفصیل حدیث سے ہو جاتی ہے کہ انبیاء کرام کی حیات ایسی ہے کہ وہ قبروں میں نمازوں میں مصروف ہوتے ہیں۔ لہٰذا جو کچھ وساوس (روحانی حیات، اور جسم مثالی وغیرہ کے) ہیں وہ حیات شہداء پر تو وارد ہو سکتے ہیں وہ بھی قول مرجوح کی صورت میں۔ راجح قول کے لحاظ سے حیات شہداء کے بارے میں بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ محض روحانی حیات ہے جو کہ جسم مثالی کے ساتھ ان کو دی جاتی ہے۔ نیز اس پر بھی غور کیا جائے کہ یہاں مسئلہ حیات انبیاء کا ہے جس کے بارے میں کسی طرح نہیں کہا جاسکتا کہ ان کو جسم مثالی عطاء کیا جاتا ہے کیونکہ کسی حدیث میں اس طرح وارد نہیں ہوا ہے۔ اب منکرین حیات کو چاہئے کہ وہ حیات انبیاء پر اس طرح کے اعتراضات وارد کرنے کے لئے کوئی صریح صحیح حدیث لائیں جس میں صاف طور پر لکھا ہو کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح جسم مثالی کے ساتھ زندہ ہوتی ہیں اور اجسام عنصریہ مادیہ بغیر تعلق روح کے قبروں میں (نعوذ باللہ) مردہ پڑے ہیں۔ جیسا کہ وہ شہداء کی حیات کو محض روحانی قرار دینے کے لئے مسلم شریف کی روایات کا سہارا لیتے ہیں، اسی طرح انبیاء کے متعلق بھی نص صریح دکھائیں۔ حیات انبیاء پر دلالت کرنے والی صریح نصوص کے مقابلے میں محض قیاس آرائیاں نہ کریں۔

نبی اکرم ﷺ سے دعا کرانے کی درخواست

"ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جآؤک فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما" ترجمہ: "اور اگر جس وقت اپنا نقصان کر بیٹھے تھے اس وقت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے پھر اللہ سے معافی چاہتے اور رسول ان کے لئے اللہ سے معافی چاہتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو قبول کرنے والا، رحمت والا پاتے۔" (النساء: ۶۴)

علماء امت کی تصریحات سے ثابت ہے کہ نبی علیہ السلام کی تکلیفی حیات مکمل ہو جانے کے بعد بھی جو مؤمن بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے گا وہ حضور ﷺ کی دعا کا مستحق ہوگا۔

چنانچہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں: "عن علی قدم علینا اعرابی بعد ما دفنا رسول الله ﷺ بثلاثة ایام فرمی بنفسه علی قبر رسول الله ﷺ وحثا علی رأسه من ترابه فقال قلت یا رسول الله فسمعنا قولک ووعیت عن الله فوعینا عنک وکان فیما انزل الله علیک ولو انهم اذ ظلموا انفسهم الآیة وقد ظلمت نفسی وجئتک تستغفر لی فنودی من القبر انه قد غفر لک" ترجمہ: یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دفن کئے جانے کے تین دن بعد ایک دیہاتی نے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر اس آیت کریمہ کے حوالہ سے طلب مغفرت کی درخواست کی تو مرقد اطہر سے صدا آئی کہ تیری مغفرت ہو گئی۔

(تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۲۵۵)

اس معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ آپ ﷺ کی قبر والی حیات کا تھا ورنہ قبر کے پاس آ کر عرض کرنے اور اس سے آواز آنے کا کوئی اور مفہوم نہیں بن سکتا۔

احادیث مبارکہ اور عقیدہ حیات الانبیاء

قبروں میں انبیاء علیہم السلام کی حیات اور نماز

''حدثنا ابو الجهم الارزق بن علي حدثنا يحيىٰ بن ابي بكير حدثنا المستلم بن سعيد عن الحجاج عن ثابت البناني عن انس قال: قال رسول الله ﷺ الانبياء احياء في قبورهم يصلون'' ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ (مسند ابی یعلی ج ٦ ص ١٤٧ رقم الحدیث ٣٤٢٥، حیات الانبیاء للبیہقی ص ١)

مذکورہ بالا روایت کی تصحیح

علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''رجال ابی یعلی ثقات'' ابو یعلی کے تمام راوی ثقہ ہیں۔''
(مجمع الزوائد ج ٨ ص ٢١١)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وصححه البيهقي'' امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی تصحیح فرمائی ہے۔ (فتح الباری ج ٦ ص ٣٥٢)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''صح خبر الانبياء احياء في قبورهم'' کہ ''الانبياء احياء في قبورهم'' حدیث صحیح ہے۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ ج ٣ ص ٢٤١ مکتبہ امدادیہ)

حدیث مذکور کے متعلق منکرین کی وسوسہ اندازی

اس روایت کی صحت اور تلقی بالقبول کو نظر انداز کرتے ہوئے منکرین حیات اس پر عقلی سوالات کر کے کہتے ہیں کہ اگر قبر میں نماز پڑھنے کو مان لیا جائے تو قرآن کریم کی آیت ''واعبد ربك حتى يأتيك اليقين'' آپ ﷺ اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ ﷺ کو موت آجائے۔ کی مخالفت لازم آئے گی اس لئے کہ عبادت کا حکم موت تک ہے تو موت کے بعد عبادت کہاں سے آ گئی؟

جواب ١: تمام انبیاء علیہم السلام نے معراج کی رات آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی تھی جیسا کہ روایات میں آتا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طویل روایت میں ہے ''فحانت الصلوة فأممتهم'' ترجمہ: پس نماز کا وقت ہو گیا تو میں نے ان کو نماز پڑھائی۔ (صحیح مسلم ج ١ ص ٩٦)

نیز قیامت کے دن حضور ﷺ سجدہ فرمائیں گے جسے قبول کر کے اللہ تعالیٰ جن وانس کا حساب شروع فرما دیں گے۔ (صحیح بخاری ج ٢ ص ٦٤٣)

منکرین حیات کے نزدیک سارے انبیاء علیہم السلام طبعی موت آنے کے بعد زندہ ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں جیسا کہ ان کا عقیدہ ہے تو ان کی معراج کی رات والی نماز چونکہ ان کی طبعی موت کے بعد کی تھی اور حضور ﷺ کا قیامت کے دن والا سجدہ اور دعا بھی لامحالہ وفات طبعی کے بعد ہی کی ہوگی۔ اب کیا منکرین یہ بھی فرمانے کی جسارت کریں گے کہ معراج والی نماز بھی باطل ہے اور نبی ﷺ کا اخروی سجدہ و دعا بھی باطل ہے؟ جب یہ نماز اور سجدہ مذکورہ آیت کے خلاف نہیں تو قبروں میں نماز پڑھنے والی روایت کو اس آیت سے متصادم کیوں قرار دیا جا رہا ہے؟

دراصل منکرین اس قسم کے اعتراضات اس لئے کرتے ہیں کیونکہ ان کے اور پچھلے زمانے کے خوارج کے مزاج میں یکسانیت پائی جاتی ہے، وہ ایسے کہ جو حدیث اپنے مزاج کے خلاف ہو، اسے قرآن کے مخالف اور معارض ٹھہرا کر باطل قرار دے دیا جائے۔ اس طرح اپنا مقصد بھی حاصل ہو جاتا ہے اور عوام میں واہ واہ اور داد فہم وفراست بھی مل جاتی ہے کہ اب تک پوری امت اس حدیث کو مان کر قرآن فہمی سے محروم رہی ہے۔ لیکن ان نام نہاد خدام قرآن نے آکر قرآن بھی سمجھا اور حدیث کو غلط قرار دینے کا عظیم کارنامہ بھی سرانجام دیا۔ (اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ابلیس کی ان فریب کاریوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین!)

جواب ۲: آیت: "واعبد" میں عبادت تکلیفی کا حکم ہے اور حدیث میں جس نماز کا ذکر ہے اس کی اجازت انبیاء علیہم السلام کو قبور میں بطور تلذذ عنایت کی گئی ہے اور یہ کوئی محال بات نہیں ہے، لہٰذا کوئی تعارض نہ رہا۔

انبیاء علیہم السلام کے اجساد مطہرہ کی حفاظت وحیات

"حدثنا عمرو بن سواد المصری قال حدثنا عبداللہ بن وھب عن عمرو بن الحارث عن سعید بن ابی ھلال عن زید ابن ایمن عن عبادۃ بن انس عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ اکثروا الصلوۃ علی یوم الجمعۃ فانہ مشھود تشھدہ الملائکۃ وان احدا لن یصلی علی الا عرضت علی صلوتہ حتی یفرغ منھا قال قلت وبعدالموت؟ قال: وبعدالموت ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق"

ترجمہ: "حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ اس لئے کہ جمعہ کے دن ملائکہ درود کو لے کر (میرے پاس) حاضر ہوتے ہیں اور جب تم میں سے کوئی شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اس کے فارغ ہوتے ہی اس کا پڑھا ہوا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، کیا موت کے بعد بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (ہاں) موت کے بعد بھی (مجھ پر درود پیش کیا جائے گا کیوں کہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر اس بات کو حرام فرما دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مبارکہ کو کھائے۔ اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے، اسے رزق دیا جاتا ہے۔" (سنن ابن ماجہ ص ۱۱۸)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ درود وسلام جسد اور روح دونوں پر پیش ہوتا ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: "فیہ اشارۃ الی ان العرض علی مجموع الروح والجسد منھم" ترجمہ: اس میں اشارہ ہے کہ درود کی پیشی انبیاء علیہم السلام کی ارواح اور اجسام کے مجموعہ پر ہوتی ہے۔

(مرقات ج ۳ ص ۲۴۱ مکتبہ امدادیہ)

حدیث کی صریح عبارت اور اس پر مزید ملا علی قاری حنفی محدث رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح نے کسی شک اور شبہ کی گنجائش نہیں چھوڑی، اب کوئی یہ وسوسہ نہیں ڈال سکتا کہ "درود وسلام کا پیش کیا جانا، صرف روح پر ہے، جسم سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے" کیونکہ کہ اس وسوسہ کے پیدا ہونے سے پہلے صحابی رسول کے سوال اور آپ ﷺ کے جواب نے اس کو دور فرما دیا کہ "بلاشبہ زمین اجسام انبیاء کو نہیں کھا سکتی" لہٰذا اجسام انبیاء ہی پر درود وسلام پیش کیا جاتا ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق دیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ زندہ ہوتے ہیں۔

مذکورہ بالا حدیث کی توثیق

ملا علی قاری فرماتے ہیں: ''باسناد جید نقله میرک عن المنذری وله طرق کثیر'' علامہ میرک رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ منذری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ حدیث صحیح سند سے نقل کی ہے اور اس حدیث کے کثیر طرق ہیں۔'' (جن سے حدیث کی سند کو مزید تقویت ملتی ہے) (مرقات ج ۳ ص ۲۴۲)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''رجاله ثقات'' اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۹۸)

نبی اکرم ﷺ کا سلام کرنے والے کو جواب دینا

''عن محمد بن عوف عن مقری عن حیوة عن ابی صخر حمید بن زیاد عن یزید بن عبداللہ بن قسیط عن ابی هریرة ان رسول اللہ ﷺ قال ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیه السلام''

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹا دیتے ہیں یہاں تک کہ میں اس سلام کہنے والے کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

(ابوداؤد ج ۱ ص ۲۷۹، مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۷)

حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''حدیث کے ظاہری الفاظ ''الا رد اللہ علی روحی'' سے یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ آپ کی روح مبارک جسد اطہر سے الگ رہتی ہیں جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے جسد اطہر میں روح مبارک کو لوٹا دیتا ہے تاکہ آپ ﷺ سلام کا جواب دے سکیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بات کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتی، اگر اس کو تسلیم کرلیا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ ایک دن میں لاکھوں کروڑوں دفعہ آپ ﷺ کی روح مبارک، جسم اقدس میں ڈالی اور نکالی جاتی ہے، کیونکہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ کے لاکھوں، کروڑوں امتی آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام نہ بھیجتے ہوں، روضہ اقدس پر حاضر ہوکر سلام عرض کرنے والوں کا بھی ہر وقت تانتا بندھا رہتا ہے، اور عام دنوں میں بھی ان کا شمار ہزاروں سے کم نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبور میں زندہ ہونا ایک مسلم حقیقت ہے۔ اگرچہ اس حیات کی نوعیت کے بارے میں علماء امت کی رائیں مختلف ہیں، لیکن اتنی بات سب کے نزدیک مسلم اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء ﷺ کو اپنی قبور میں حیات حاصل ہے۔ اس لئے حدیث کا یہ مطلب کسی طرح نہیں ہوسکتا کہ آپ ﷺ کا جسد اطہر روح سے خالی رہتا ہے اور جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دلوانے کے لئے اس میں روح ڈال دیتا ہے۔ اس بنا پر اکثر شارحین نے ''رد روح'' کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ ﷺ کی روح مبارک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی جمالی وجلالی تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف رہتی ہے (اور یہ بات بالکل قرین قیاس ہے) پھر جب کوئی امتی سلام عرض کرتا ہے اور وہ فرشتہ کے ذریعہ یا براہ راست آپ ﷺ تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے آپ ﷺ کی روح اس طرف بھی متوجہ ہوتی

ہے اور آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ بس اس روحانی توجہ والتفات کو ردّ روح سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

(معارف الحدیث ج ۲ ص ۲۳۸)

حضرت نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا تشریح سے حاصل ہونے والے چند امور بار بار توجہ سے پڑھنے کے لائق ہیں کہ انہوں نے حدیث کی بے غبار تشریح کرتے ہوئے عقیدہ حیات انبیاء کی وضاحت کے ساتھ ساتھ وارد ہونے والے اعتراضات کا ازالہ بھی فرمایا ہے۔ ہم ذیل میں اولاً مستفاد امور کی وضاحت کرتے ہیں اور پھر جن وساوس کو رد کیا گیا ہے ان کی نشاندہی بھی کرتے ہیں تاکہ ہر ذکی وغبی کو مسئلہ سمجھ میں آجائے، ملاحظہ کیجئے:

۱...... انبیاء کرام علیہم السلام کا اپنی قبروں میں زندہ ہونا ایک مسلم حقیقت ہے۔

۲...... یہ حیات دلائل شرعیہ سے ثابت ہے۔

۳...... آپ ﷺ کی روح مبارک کا جسم اطہر سے الگ رہنا اور صرف سلام کے جواب کے لئے اس کا لوٹایا جانا، یہ بات کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتی۔

۴...... امر ثالث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا جسد اطہر روح سے خالی یا اس کے تعلق وتلبس کے بغیر نہیں رہتا۔ بلکہ دونوں میں مسلسل تعلق برقرار رہتا ہے۔

۵...... سلام عرض کرنے والوں کو نبی اکرم ﷺ خود جواب عنایت فرماتے ہیں (اور نبی کا اطلاق محض روح پر منحصر نہیں بلکہ نبی جسم وروح کے مجموعے کا نام ہے)۔

جو وساوس مذکورہ بالا تشریح سے دور ہوتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱...... اگر یہ مانا جائے کہ صرف سلام کے وقت آپ ﷺ کی طرف روح لوٹائی جاتی ہے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اس سے پہلے جسد اطہر روح کے بغیر تھا اور خالی عن الروح تھا؟

۲...... اور اگر یہ مانا جائے کہ سلام کے وقت روح، جسد اطہر کی طرف لاٹائی جاتی ہے تو روزانہ لاکھوں، کروڑوں امتی درود وسلام عرض کرتے ہیں تو کیا روزانہ بار بار روح نکالی اور داخل کی جاتی ہے اس سے تو معلوم ہوا کہ ایک ہی دن میں کئی بار جسد اطہر پر موت وحیات طاری ہوتی ہے؟

یہ شبہات اس لئے وارد نہیں ہو سکتے کہ حدیث اپنے ظاہری معنی پر محمول ہی نہیں ہے کہ جسد اطہر، روح سے خالی ہو اور سلام کے وقت روح لوٹائی جاتی ہو یہ مطلب لینا کسی طرح درست نہیں بلکہ ''ردروح'' امتیوں کے سلام کی طرف متوجہ ہونے سے کنایہ ہے۔ جیسا کہ تشریح میں وضاحت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

حدیث پر ایک عقلی اشکال

دن میں لاکھوں، کروڑوں امتی آپ ﷺ پر درود وسلام عرض کرتے ہیں تو سب کو جواب دینا امر محال نظر آتا ہے نیز اس طرح تو یہ لازم آتا ہے کہ آپ ﷺ ہر وقت امتیوں کے سلام کے جواب میں مصروف ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کے بجائے امتیوں کی طرف متوجہ رہتے ہیں جو کسی طرح درست معلوم نہیں ہوتا؟

جواب: مذکورہ بالا حدیث کی تشریح کرتے ہوئے اکابر علماء نے جہاں اس اشکال کو ذکر فرمایا ہے۔ وہاں اس کا جواب بھی دیا ہے۔

چنانچہ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''وقد اشکل ذالک من جھۃ اخری وھو انہ یستلزم استغراق الزمان کلہ فی ذالک لاتصال الصلوۃ والسلام علیہ فی اقطار الارض ممن لایحصی کثرۃ واجیب بان امور الآخرۃ لاتدرک بالعقل واحوال البرزخ اشبہ باحوال الآخرۃ واللہ اعلم'' (فتح الباری ج۶ ص۳۵۲)

ترجمہ: اور اس حدیث میں ایک اور طرح کا اشکال ہوتا ہے وہ یہ کہ آپ ﷺ کا سارا وقت تو سلام کا جواب دینے میں صرف ہوتا ہے اس لئے کہ زمین کے چاروں اطراف سے اتنی کثرت سے آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجا جاتا ہے جو شمار سے باہر ہے تو اس اشکال کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ آخرت کے احوال اور معاملات عقل وقیاس سے نہیں پہچانے جاتے اور قبر و برزخ کے احوال آخرت کے احوال کے مشابہ ہیں۔'' (کیونکہ یہ آخرت کی پہلی سیڑھی ہے ایسے امور میں نقل پر اعتماد کیا جاتا ہے عقل کا اعتبار نہیں ہوتا۔ پس جب نقل سے سلام کا جواب دینا ثابت ہے تو تقاضائے ایمان یہی ہے کہ اس کو تسلیم کیا جائے۔

عیسیٰ علیہ السلام کا سلام اور خاتم النبیین ﷺ کا جواب

''عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول والذی نفس ابی القاسم بیدہ لینزلن عیسی ابن مریم اماما مقسطا وحکما عدلا لیکسرن الصلیب ویقتلن الخنزیر ولیصلحن ذات البین ولیذھبن الشحناء ولیعرضن المال فلا یقبلہ احد ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد ! لاجبتہ'' ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں ابوالقاسم (آپ ﷺ کی کنیت ہے) کی جان ہے بلاشبہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ضرور نازل ہوں گے، وہ صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے، لوگوں کو آپس میں صلح کن بنا کر دلی عداوتوں کو ختم کر دیں گے، مال کو صدقہ کریں گے، مگر کوئی لینے والا نہ ہوگا۔ پھر وہ میری قبر پر آ کر عرض کریں گے یا محمد! تو میں ان کو جواب دوں گا۔'' (مسند ابی یعلیٰ ج۱۱ ص۴۶۲، رجالہ رجال الصحیح، مجمع الزوائد، باب ذکر الانبیاء ج۸ ص۲۷۶، رقم الحدیث ۱۳۸۱۳، دارالکتب العلمیہ مستدرک حاکم ج۳ ص۱۹۷، رقم الحدیث ۱۲۵۳، دارالفکر)

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے فوائد

۱..... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نظریہ بھی یہ ہوگا کہ قبر مبارک میں جو جسد اطہر تشریف فرما ہے وہی خاتم النبیین ﷺ ہے نہ کہ کوئی اور جسم مثالی جس کا ٹھکانہ کہیں اور ہے۔

۲..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام قبر اطہر پر حاضر ہو کر سلام عرض کریں گے اور آپ ﷺ جواب عنایت فرمائیں گے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سلام کرنے والے کا سلام سنتے ہیں، تب ہی تو جواب دیتے ہیں، اس سے آپ ﷺ کی حیات بھی ثابت ہوئی۔ کیوں کہ سلام کا سننا اور جواب دینا حیات کے لوازمات میں سے ہے۔ یعنی بدون حیات ان چیزوں کا صدور ممکن نہیں۔

۴..... آپ ﷺ نے فرمایا: "لاجیبنہ" میں انہیں ضرور جواب دوں گا۔"

ظاہر ہے کہ یہ ارشاد مبارک آپ ﷺ نے اپنی حیات مبارک میں فرمایا تھا جب کہ آپ جسد مع الروح موجود تھے اس کا تقاضا یہی ہے کہ جب آپ ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قبر سے جواب عنایت فرمائیں گے تو بھی اسی جسد مع الروح والی کیفیت کے ساتھ ہوں گے۔ اگر وفات کے بعد روح سلام سنتی ہے اور روح ہی جواب دیتی ہے تو آپ ﷺ یوں فرمادیتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو میری روح ضرور جواب دے گی۔ حالانکہ الفاظ حدیث اس طرح نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا

"عن انس بن مالک ان رسول اللہ ﷺ قال مررت علی موسی لیلة اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ" (مسلم ج ۲ ص ۲۶۸ مسند احمد ج ۵ ص ۵۹ سنن نسائی ج ۱ ص ۲۴۲)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو وہ سرخ ٹیلے کے قریب واقع اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

۱..... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں اور نماز اور حیات کے درمیان لزوم ہے۔ لہٰذا اس سے حیات بھی ثابت ہوئی۔

۲..... حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سرخ ٹیلے کے پاس تھی لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس نماز کو محض روحانی قرار دینا حدیث کے ظاہر سے بلاوجہ عدول ہوگا۔

معجزہ کہہ کر دھوکہ دینا

اس مقام پر منکرین کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ یہ تو معجزہ تھا اور معجزہ کو دلیل بنانا درست نہیں؟

جواب: اس حدیث میں محل استدلال حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا ہے جو قبروں میں انبیاء کرام علیہم السلام کی عمومی حالت ہے اور یہی محل استدلال ہے۔ جب کہ ہمارے نبی ﷺ کا باہر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ لینا معجزہ اور خاص موقع ہے جو کہ محل استدلال نہیں۔

التکشف سے دھوکہ دینا

بعض دفعہ کہا جاتا ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی کتاب "التکشف" میں لکھا ہے کہ معراج میں جو کچھ پیش آیا وہ عالم مثال میں تھا؟

جواب: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ معراج کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "یہاں سے ان لوگوں کی غلطی معلوم ہوگئی جو حضور کے عروج صوری یعنی عروج آسمانی کا انکار کرتے ہیں اور اس معراج کو منامی یا کشفی بتلاتے ہیں سو یہ بالکل نصوص کے خلاف ہے۔" (خطبات حکیم الامت الرفع والوضع ج ۵ ص ۲۷۷)

نیز کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں: "غرض اس میں شک نہیں کہ حضور کو معراج جسمانی ہوئی اور آپ اس جسم

سے آسمانوں پر تشریف لے گئے اس کا انکار ہرگز نہیں ہوسکتا اور یقیناً یہ صورت عروج ظہور کا بہت بڑا کمال ہے۔"

(خطبات حکیم الامت الرفع والوضع ج ۵ ص ۳۸۰)

حضرت حکیم الامت کی یہ دونوں عبارتیں بالکل واضح ہیں کہ معراج کا واقعہ جسمانی اور حسی تھا۔ منامی یا کشفی سمجھنا غلط اور نصوص کے خلاف ہے۔ جہاں تک التکشف کی بات ہے تو تطبیق کی راہ اختیار کرتے ہوئے یوں کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ معراج میں رونما ہونے والے واقعات عالم مثال کے مشابہ تھے عالم حس میں عام طور پر اس طرح نہیں ہوا کرتا۔ لیکن یہ حضور ﷺ کا معجزہ تھا کہ عالم حس میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ عالم مثال جیسے واقعات پیش آئے۔ اس اعتبار سے عالم مثال کے مشابہ کہنا درست ہے اگرچہ حقیقت وہی ہے جو عرض کیا گیا۔

بخاری شریف کی حدیث سے حیات الانبیاء کا ثبوت

"قال النبی ﷺ لا تخیرونی علی موسی فان الناس یصعقون یوم القیامة فاصعق معهم فاکون اول من یفیق فاذا موسی باطش جانب العرش فلا ادری کان فیمن صعق فأفاق قبلی او کان ممن استثنی اللہ"

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فوقیت نہ دو۔ اس لئے کہ قیامت کے دن تمام لوگوں پر بے ہوشی طاری ہوگی۔ چنانچہ مجھ پر بھی طاری ہوگی پھر سب سے پہلے مجھے افاقہ ہوگا تو موسیٰ علیہ السلام عرش کی ایک جانب کھڑے ہوں گے میں نہیں جانتا کہ وہ بھی بے ہوش ہونے والوں میں سے ہوں گے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آئیں گے یا اللہ تعالیٰ نے ان کو بے ہوشی سے مستثنیٰ رکھا ہوگا۔ (بخاری ج ۱ ص ۳۲۵، ۴۸۱)

امام بیہقی اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "وھذا انما یصح علی ان اللہ جل ثناءہ رد الی الانبیاء ارواحهم فهم احیاء عند ربهم کالشهداء" ترجمہ: اس حدیث کا مفہوم تب درست بن سکتا ہے جب کہ یہ مانا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی طرف ان کی ارواح لوٹا دی ہیں پس وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس جیسا کہ شہداء زندہ ہیں۔ (اس لئے کہ مردہ بے ہوش نہیں آسکتی)

نیز علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: "اما صعق غیر الانبیاء فموت واما صعق الانبیاء فالاظهر انه غشی فاذا نفخ فی الصور نفخة البعث فمن مات حیّ ومن غشی علیه أفاق" ترجمہ: انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ لوگوں کا صعق موت ہوگی اور انبیاء علیہم السلام پر بیہوشی طاری ہوگی۔ پھر صور پھونکا جائے گا تو مردے زندہ ہوجائیں گے اور جو بے ہوش ہوں گے وہ ہوش میں آکر (قبروں سے نکل) آئیں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۵۱)

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنی اپنی قبروں میں حیات حاصل ہے قیامت کے دن صور پھونکے جانے سے تمام زندہ لوگ مرجائیں گے، لیکن انبیاء کرام علیہم السلام باوجود حیات کے نہیں مریں گے اس لئے کہ ان کے لئے صرف ایک دفعہ کی موت مقرر ہے جو واقعہ ہوچکی ہے اور "لایذیقک اللہ الموتتین" (بخاری) کے مطابق انہیں دوبارہ موت نہیں آئے گی۔ لہٰذا انبیاء علیہم السلام اس نفخ صور سے محض بے ہوش ہوں گے اور پھر نفخہ ثانیہ سے دیگر لوگ زندہ ہوکر محشور ہوں گے اور انبیاء کرام علیہم السلام ہوش میں آکر اپنی قبروں سے نکل آئیں گے۔

حیات الانبیاء میں وارد ہونے والی روایات کی حیثیت

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”حیاۃ النبی ﷺ فی قبرہ ھو وسائر الانبیاء معلومۃ عندنا علماً قطعیاً لما قام عندنا من الادلۃ فی ذالک وتواترت بہ الاخبار الدالۃ علی ذالک“ ترجمہ: آپ ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا اپنی قبروں میں زندہ ہونا ہمارے نزدیک علم قطعی سے ثابت ہے، اس لئے کہ اس سلسلہ میں ہمارے نزدیک دلائل واخبار درجہ تواتر تک پہنچے ہوئے ہیں۔“ (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۴۷)

منکرین حیات اکثر یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ عقیدہ کے اثبات کے لئے خبر متواتر کا ہونا ضروری ہے، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی اس وضاحت سے ان کا یہ مطالبہ پورا ہوجاتا ہے۔ لہٰذا انصاف کا تقاضا ہے کہ اب یہ لوگ اپنی ضد وعناد سے توبہ کرکے اس عقیدہ کو تسلیم کرلیں۔ اہل السنت والجماعت دیوبند میں شرکت کرلیں اور اسی کو باعث فخر ونجات سمجھیں۔

منکرین کا تواتر پر متعصبانہ اعتراض اور اس کا جواب

لیکن منکرین کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ اہلسنت والجماعت کے پاس علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی اس صراحت کے علاوہ ہے ہی کیا؟ اور صرف ایک آدمی کے کہہ دینے سے تواتر ثابت نہیں ہوتا؟

جب کہ خود ان کے پاس ان کے عقیدہ ممات پر ایسی ایک عبارت تک نہیں کہ جس میں یہ صراحت ہو کہ انبیاء علیہم السلام کی ”ممات فی القبر“ میں وارد ہونے والی روایات متواتر ہیں۔ بلکہ ایک خبر واحد ضعیف تک اس بات پر پیش نہیں کی جاسکتی جو اس بات میں صریح ہو کہ انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد قبروں میں (نعوذ باللہ) مردہ ہیں اور وہ قبروں میں نماز نہیں پڑھتے۔ یہاں تک کہ اس سے بڑھ کر بھی یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ آج تک اس طرح کی موضوع روایت بھی کسی نے نہیں بنائی۔ ان کا یہ اعتراض بالکل فضول اور متعصبانہ ہے اس لئے کہ تواتر کے لئے امت کے ہر ہر فرد کی گواہی کا لکھا ہوا ہونا شرط نہیں ہے ورنہ اس طرح تو قرآن کریم کی آیات بھی غیر متواتر بن جائیں گی۔ اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک ہر ہر آیت پر ہر ہر مسلمان کی گواہی کہیں بھی تحریراً موجود نہیں ہے۔ پھر احادیث کے مجموعہ میں متواتر کے وجود کا کیا کہنا وہ تو ممکن ہی نہ ہوگا۔ بلکہ علماء کرام اور محدثین عظام کے قول پر اعتماد کرکے احادیث کو متواتر مانا جاتا ہے۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حیات انبیاء کے عقیدے کو متواتر کہا ہے۔ اگر وہ اس دعویٰ میں متفرد یا غلط ہوتے تو کم از کم کوئی ایک محدث ان کی تردید تو کرتا لیکن سب نے ان کی اس بات پر خاموشی اختیار کرکے گویا تائید فرمادی کہ بلاشبہ حیات انبیاء متواتر اور قطعی عقیدہ ہے۔

اعتقاد الصدیق لحیاۃ الرفیق

”حدثنا یحیی بن بکیر قال حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شھاب قال اخبرنی ابو سلمۃ ان عائشۃ رضی اللہ عنہا اخبرتہ ان ابابکر اقبل علی فرس من مسکنہ بالسخ حتی فدخل المسجد فلم یکلم الناس حتی دخل علی عائشۃ فتیمم رسول اللہ ﷺ وھو مغشی بثوب حبرۃ فکشف عن وجھہ ثم اکب علیہ فقبلہ وبکی

ثم قال بأبی انت و امی و اللہ لا یجمع اللہ علیک الموتتین اما الموتۃ التی کتبت علیک فقد متھا'' ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی قیام گاہ جو مقام سخ میں تھی، وہاں سے تشریف لائے سواری سے اترے اور مسجد کے اندر گئے کسی سے آپ نے کوئی بات نہیں کی۔ اس کے بعد آپ میرے یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تشریف لائے اور حضور اکرم ﷺ کے قریب گئے، جسد مبارک ایک یمنی چادر سے ڈھکا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے چہرہ کھولا اور جھک کر چہرہ مبارک پر بوسہ دیا اور رونے لگے۔ پھر کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ پر دو مرتبہ موت طاری نہیں کرے گا۔ جو ایک موت آپ ﷺ کے مقدر میں تھی وہ آپ پر طاری ہو چکی ہے۔'' (صحیح بخاری کتاب المغازی ج ۲ ص ۶۴۰)

بخاری شریف میں ایک اور جگہ اس حدیث کے الفاظ اس طرح منقول ہیں: ''بأبی انت و امی طبت حیاً و میتاً و الذی نفسی بیدہ لا یذیقک اللہ الموتیین ابداً'' (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۷)

علامہ عینی حنفی شارح بخاری دو موتوں کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اراد بالموتتین الموت فی الدنیا و الموت فی القبر ھما الموتتان المعروفتان المشھورتان فلذالک ذکرھما بالتعریف و ھما الموتتان الواقعتان لکل احد غیر الانبیاء علیہم السلام فانھم لا یموتون فی قبورھم بل احیاء و اما سائر الخلق فانھم یموتون فی القبور ثم یحیون یوم القیامۃ و مذھب اھل السنۃ و الجماعۃ ان فی القبر حیاۃ و موتا فلابد من ذوق الموتتین لکل احد غیر الانبیاء و قد تمسک بقولہ (لا یذیقک اللہ الموتتین) من أنکر الحیاۃ فی القبر و ھم المعتزلۃ و من نحا نحوھم'' (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۸۵، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ترجمہ: دو موتوں میں سے ایک وہ موت مراد ہے جو دنیا میں آتی ہے اور دوسری وہ ہے جو قبر میں آتی ہے یہی دو معروف و مشہور موتیں ہیں، اس لئے انہیں الف و لام حرف تعریف کے ساتھ ذکر کیا گیا ہاں حضرات انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں، وہ اپنی قبروں میں نہیں مرتے بلکہ وہ زندہ ہی رہتے ہیں بخلاف دوسرے لوگوں کے کہ (سوال و جواب کے بعد) وہ قبروں میں مرجاتے ہیں اور پھر قیامت کے دن زندہ ہوں گے اور اہل السنۃ والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ قبر کے اندر بھی موت طاری ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ ہر ایک کو دو موتوں کا ذائقہ ضرور چکھنا ہے اور جو لوگ حیات فی القبر کے منکر ہیں۔ انہوں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قول (لا یذیقک اللہ الموتتین) سے استدلال کیا ہے کہ قبر میں حیات نہیں ہوتی۔ ایسے لوگ معتزلہ اور ان کے پیروکار ہیں۔

خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منکرین کی دھوکہ دہی

منکرین حیات اپنے شبہات کو بزعم خود دلائل سمجھ کر اکثر دلیل کے طور پر خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیش کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے فوراً بعد آپ رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے یہ آیت تلاوت فرمائی ''افائن مات او قتل انقلبتم'' (الایۃ) اور فرمایا کہ جو محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو وہ سن لے کہ وہ وفات پا چکے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہیں۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۱۷)

منکرین حیات یہ روایت پڑھ کر کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی موت پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو چکا ہے۔ لہٰذا ہمارا عقیدہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع کے موافق ہے؟

جواب ۱: خطبہ صدیق کے جو الفاظ منکرین پڑھ کر سناتے ہیں اس میں آپ ﷺ کا اس دنیا سے رخصت ہو جانے کا ذکر ہے اور اس سے کسی کو انکار نہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس عالم فانی میں عمر کا جو حصہ آپ ﷺ کے لئے مقرر فرما رکھا تھا وہ آپ ﷺ پورا کر کے وفات پا گئے، لیکن اس موت سے آپ کی حیات تکلیفی ختم ہوگئی۔ اب اس کے بعد قبر و برزخ میں آپ ﷺ بحالت حیات ہیں یا نہیں؟ حدیث کے ان الفاظ میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ وقوع موت والی روایات اور اجماع کو بعد الموت والی حالت کے ساتھ متعلق سمجھنا یا تو جہالت ہے یا تحریف۔ اگر بالفرض اس سے قبر و برزخ والی حیات کی نفی ثابت ہوتی ہے تو منکرین بتائیں کہ جس حیات برزخی کے وہ خود قائل ہیں اس سے اس کی نفی کیوں نہیں ہوتی ہے؟

جواب ۲: بخاری شریف کی پوری روایت اگر دیکھی جائے اور غور و تامل سے کام لیا جائے تو وقوع موت اور بعد الموت دونوں حالتوں کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی وفات ہوئی ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب ''الا من کان یعبد محمداً فانہ قد مات'' کے الفاظ سے مل جاتا ہے کہ آپ ﷺ اس دار فانی سے انتقال فرما گئے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس موت کے بعد قبر و برزخ میں آپ ﷺ مستمر الموت ہیں یا وفات پا جانے کے بعد قبر و برزخ میں فائز الحیاۃ ہیں؟ تو اس کا جواب صدیق اکبر کے ان الفاظ ''لا یذیقک اللہ الموتتین'' بحسب تشریح علامہ عینی سے مل جاتا ہے کہ قبر میں ہر شخص کو موت ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ اور انبیاء کرام علیہم السلام کو اس سے مستثنیٰ فرما دیا ہے اور انہیں قبر و برزخ میں حیات عنایت فرما دی ہے۔ نیز علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جو لوگ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خطبہ سے قبر و برزخ کی حیات کی نفی کرتے ہیں وہ معتزلہ ہیں، اہل سنت کے نزدیک اس سے موت کے بعد والی حیات کی نفی کرنا غلط ہے۔

سوال: اگر یوں کہا جائے کہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح کے مطابق ''لا یذیقک اللہ الموتتین'' سے حیات برزخی ثابت ہوتی ہے نہ کہ حیات فی القبر؟

جواب: اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک حیات برزخی اور حیات فی القبر میں کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ دونوں میں لزوم ہے، برزخ زمان کا نام ہے اور قبر مکان کا نام ہے۔ بعض اوقات ایک کا دوسرے پر اطلاق بھی کیا جاتا ہے۔ حیات فی الزمان سے حیات فی المکان خود بخود ثابت ہو جاتا ہے اس لئے کہ ایک چیز جب زمان اور وقت میں موجود ہوتی ہے تو لامحالہ اس کا کوئی مکان بھی تو ہوگا۔ یہ بات بالکل غلط ہوگی کہ کوئی کہہ دے کہ آپ اس وقت اور زمانے میں زندہ ہیں لیکن زمین کے اسی ٹکڑے پر جہاں آپ کھڑے ہیں زندہ نہیں ہیں۔ منکرین حیات کی یہی الٹی منطق ہے وہ جہاں کہیں برزخ کا لفظ دیکھ لیتے ہیں تو خوش ہو کر کہنے لگتے ہیں کہ دیکھو فلاں عالم بھی حیات برزخی کے قائل ہے اور وہ حیات فی القبر کو نہیں مانتا۔ یقیناً یہ منکرین کی کم فہمی ہے، اس کے سوا کچھ نہیں۔ بھلا زمان میں حیات مان لینے سے مکان میں حیات کی نفی کیسے ہو جاتی ہے؟ یہ تو بداہت کی صریح مخالفت ہے۔

حیات انبیاء اجماع امت کی روشنی میں

اہل السنت والجماعت کے نزدیک تیسری شرعی دلیل اجماع امت ہے۔ یہ ایسی دلیل ہے جسے ماننے والوں کے بارے میں حضور ﷺ کی گواہی ہے کہ میری امت گمراہی پر کبھی متفق نہ ہوگی۔ قرآن کریم کی جس آیت سے اجماع کی حجیت کو ثبوت ملتا ہے اس میں بھی سنت رسول اور اجماع مؤمنین سے اعراض برتنے والے شخص کو دنیا میں گمراہی اور آخرت میں عذاب جہنم کی وعید سے ڈرایا گیا ہے آیت مبارکہ ملاحظہ ہو:

''ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولّی ونصله جهنم وساءت مصیرا'' ترجمہ: اور جو شخص سیدھا راستہ پہچاننے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مومنوں کے راستے کے علاوہ کسی اور راستے پر چلے تو جدھر وہ جائے گا ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور ہم (قیامت والے دن) اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے۔ (النساء:۱۱۵)

اس آیت کے تحت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''روی ان الشافعی سئل عن آیة فی کتاب الله تعالی تدل علی ان الاجماع حجة فقرأ ثلثمائة مرة حتی وجد هذه الایة وتقریر الاستدلال أن اتباع غیر سبیل المؤمنین حرام، فوجب أن یکون اتباع سبیل المؤمنین واجباً'' (التفسیر الکبیر ج۶ ص ۴۳ دار الفکر)

ترجمہ: منقول ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ قرآن کریم کی وہ کون سی آیت ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ اجماع شرعی حجت ہے؟ تو انہوں نے تین سو مرتبہ قرآن کریم کا مطالعہ کیا اور بار بار پڑھا یہاں تک کہ یہ آیت ''ومن یشاقق'' (الایۃ) انہیں سمجھ آئی (کہ جس سے اجماع کی حجیت ثابت ہورہی ہے) جس کے ثبوت کی تقریر یوں ہے کہ مؤمنین کی راہ کو چھوڑ دینا حرام ہے تو یہ ثابت ہوا کہ ان کی راہ کو اختیار کرنا واجب ہوگا۔ (اور یہی اجماع کا مفہوم ہے)

حیات انبیاء فی القبور بھی ان مسائل میں سے ایک ہے جس پر امت مسلمہ کا اجماع اور اتفاق ہے۔ اس سے انکار کرنا یا اس کی متفرقہ تشریح میں کسی قسم کی خود ساختہ تاویل کرنا قرآن وسنت سے ناواقفی اور گمراہی ہے۔ ذیل میں ایسی عبارات پیش کی جارہی ہیں جن میں علماء امت نے تصریح کی ہے کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے۔

نقل اجماع پر علامہ عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی صراحت

علامہ عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ومذهب اهل السنة والجماعة ان فی القبر حیاة وموتا فلا بد من ذوق الموتتین لکل احد غیر الانبیاء'' (عمدۃ القاری شرح البخاری ج۱۶ ص ۱۸۵)

ترجمہ: اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب یہ ہے کہ قبر میں حیات وموت دونوں سلسلے ہوتے ہیں، ہر ایک کو دو موتوں کا ذائقہ ضرور چکھنا ہے (ایک دنیا اور دوسرے قبر میں) ماسوائے انبیاء کے (کہ انہیں دنیا میں تو موت آچکی ہے لیکن قبر میں انہیں موت نہیں آتی بلکہ وہاں ان کو دائمی حیات حاصل ہے)

نقل اجماع پر شیخ عبدالحق حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی صراحت

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ عقیدہ حیات انبیاء پر اجماع نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس را درو بے خلافے نیست۔ (اشعۃ اللمعات ج۱ ص ۶۱۳)

ترجمہ: حضور ﷺ کی حیات ایک متفق علیہ اجماعی مسئلہ ہے کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے۔

نقل اجماع پر نواب قطب الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی صراحت

نواب قطب الدین حنفی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ عقیدہ حیات انبیاء پر اجماع نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''زندہ ہیں انبیاء علیہم السلام یہ مسئلہ متفق علیہ ہے، کسی کو اس میں خلاف نہیں کہ حیات ان کو وہاں حقیقی جسمانی دنیا کی سی ہے۔'' (مظاہر حق شرح مشکوٰۃ ج۱ ص ۴۴۵)

وضاحت

۱...... انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات حقیقی ہے۔ لہٰذا قبر و برزخ کی حیات کو مجازی حیات نہیں کہا جا سکتا۔

۲...... ان کی حیات جسمانی ہے۔ اس لئے کہ حیات کا تعلق جسم عنصری کے ساتھ ہے، لہٰذا روحانی کہہ کر جسم سے تعلق حیات کی نفی کرنا اجماع کے خلاف ہے۔

۳...... ان کی حیات دنیا کی سی ہے۔ اس لئے کہ بعض دنیاوی احکام اس حیات پر بھی لاگو ہوتے ہیں اور جو جسم دنیا میں نبی اور رسول کہلایا روح کا تعلق اسی جسم کے ساتھ ہے اور اسی کو حیات حاصل ہے۔

نقل اجماع پر علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی صراحت

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ عقیدہ حیات انبیاء پر اجماع نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''نحن نؤمن ونصدق بأنه ﷺ حی یرزق فی قبرہ وأن جسدہ الشریف لاتاکله الارض والاجماع علیٰ ھذا'' ترجمہ: ہم اس بات پر ایمان لاتے اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ ﷺ کو رزق ملتا ہے، آپ ﷺ کے جسد اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی اسی پر اجماع منعقد ہے۔'' (القول البدیع ص ۱۷۲، دار الکتب العربی)

معلوم ہوا کہ:

۱...... جو جسد اطہر قبر میں مدفون ہے اسے زمین نہیں کھا سکتی۔

۲...... اسی جسد اطہر کے ساتھ حیات کا تعلق ہے۔

۳...... اہل حق کا اسی حیات پر اجماع ہے۔

منکرین حیات سے مطالبہ

جو لوگ روضہ اقدس میں مدفون ومحفوظ جسد اطہر کی حیات نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ حیات جسم مثالی کو حاصل ہے۔ ان لوگوں سے مطالبہ ہے کہ وہ مذکورہ بالا الفاظ کی طرح واضح طور پر اجماع کا ثبوت پیش کریں کہ: ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کا جسم مثالی عالم مثال میں زندہ ہے اور آپ ﷺ کو رزق ملتا ہے اور جسد اطہر بغیر حیات اور تعلق روح کے موجود ہے اور اسی پر اجماع ہے۔

ان الفاظ اور اس تفصیل کے ساتھ اگر منکرین کا عقیدہ سلف کی کسی کتاب میں موجود ہو تو سامنے لائیں

ورنہ جس اجماع کو ایک نہیں بلکہ مذاہب اربعہ کے ان گنت اکابر نے اتنے وثوق سے نقل فرمایا ہے اسے تسلیم کرلیں۔

نقل اجماع پر مولانا عبدالہادی نجیب آبادی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی صراحت

مولانا عبدالہادی نجیب آبادی حنفی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: ''انھم اتفقوا علی حیوۃ ﷺ بل حیوۃ الانبیاء علیہم السلام متفق علیھا لا خلاف لاحد فیھا'' ترجمہ: محدثین کرام اس بات پر متفق ہیں کہ آپ ﷺ زندہ ہیں بلکہ تمام حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات متفق علیہ ہے۔اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ (انوار المحمود شرح ابی داؤد ج۱ ص ۶۱۰)

نقل اجماع پر مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی صراحت

مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''تمام اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز اور عبادت میں مشغول ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے اس لئے کہ (محض) روحانی اور معنوی حیات تو عامہ مؤمنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے۔'' (سیرت مصطفیٰ ج ۳ ص ۲۴۹، ۲۵۰)

حیات الانبیاء کے ثبوت پر اکابرین امت کی گواہیاں

تمہید: اکابرین کی عبارات پیش کرنے سے قبل ہم یہاں چند اصطلاحات کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں جس سے ان شاء اللہ مسئلہ بالکل بے غبار ہوجائے گا اور منکرین کو کسی دست اندازی کا موقعہ اور بے جا تاویل کی ہمت نہ ہوسکے گی۔ان شاء اللہ تعالیٰ!

(۱) حیات دنیوی

اکابر کی عبارات میں حیات انبیاء کو بسا اوقات حیات دنیوی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔منکرین اس سے حیات تکلیفی سمجھ کر بے جا اعتراضات کرنے لگتے ہیں۔مثلاً: کیا پیغمبر ﷺ کو زندہ کفنایا اور دفنایا گیا؟ کیا زندہ پیغمبر پر جنازہ پڑھا گیا؟ اور اہل السنۃ والجماعت پر طرح طرح کی طعن و تشنیع کرتے ہیں۔حالانکہ اس مسئلہ پر قلم اٹھانے والے اکابر نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ حیات دنیوی کی تعبیر اس لئے کی جاتی ہے کہ قبر میں حیات کا تعلق دنیا والے جسم اطہر سے ہے اور اس کو حیات دنیوی تکلیفی نہ سمجھا جائے۔چنانچہ امام اہل السنۃ والجماعت حضرت مولانا سرفراز صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر اکابرین کی عبارات پیش کرنے کے بعد رقمطراز ہیں:

''حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تصریح کے پیش نظر حضرات علماء دیوبند جہاں آنحضرت ﷺ کی حیات جسمانی اور حیات دنیوی کا لفظ بولیں گے تو اس سے یہی مراد ہوگی کہ آپ کی روح کا بدن دنیا سے تعلق ہے۔نہ یہ کہ تمام احکام میں یہ حیات دنیوی ہے اور اسی طرح علامہ سمہودی اور امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی عبارات میں حیات دنیوی اور جسمانی سے بھی یہی مراد ہے اور علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ کھانے اور پینے وغیرہ تمام امور میں وہ حیات دنیوی نہیں بلکہ علم وشعور اور ادراک وسماع میں وہ دنیوی ہے۔کمامر!

(تسکین الصدور ص ۲۸۰)

(۲) حیات برزخی

بعض اکابر کی عبارات میں حیات انبیاء کو حیات برزخی غیر دنیوی سے تعبیر کیا گیا ہے (کفایت المفتی وغیرہ) اس سے منکرین قبر والی حیات کی نفی پر استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ جس طرح انبیاء کی ارواح عالم برزخ (جو نام ہے زمان کا) میں ہیں اسی طرح ان کے اجسام مبارکہ بھی برزخ مکانی (جو عام طور سے قبر کہلائی جاتی ہے) میں ہیں اور عالم برزخ اور عالم دنیا الگ الگ ہیں۔ پس عالم کا اعتبار کرتے ہوئے برزخی حیات کی اصطلاحی استعمال کی جاتی ہے اور عالم دنیوی کی نفی کی جاتی ہے۔

(۳) حیات روحانی

بسا اوقات اکابر کی عبارات میں حیات انبیاء کے لئے حیات روحانی کی اصطلاح بھی ملتی ہے۔ اس سے بھی منکرین شور مچاتے ہیں کہ مشائخ کے نزدیک انبیاء کی حیات روحانی ہے نہ کہ جسمانی۔ حالانکہ یہاں بھی بات صاف ہے کہ عالم برزخ میں چونکہ روح اصل اور جسم تابع ہے اسی وجہ سے اصل کو پیش نظر رکھ کر روحانی حیات کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ جیسا کہ دنیا میں جسم اصل اور روح اس کے تابع ہے تو یہاں کی حیات کو حیات جسمانی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کیا جسمانی کہنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جسم زندہ ہے اور روح مردہ ہے؟ نہیں ہرگز نہیں! اسی طرح حیات برزخی کو بھی روحانی حیات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ورنہ اکابر میں سے کوئی بھی روحانی کہہ کر جسد عنصری سے تعلق روح کی نفی کا قائل نہیں ہے۔

ان تین تمہیدی گزارشات کے بعد سمجھ لینا چاہئے کہ ان امور کا لحاظ رکھ لینے سے اکابر کی عبارات میں کوئی تضاد اور تعارض باقی نہیں رہتا۔ چاہے کوئی حیات انبیاء کو برزخی غیر دنیوی کہے یا چاہے دنیوی کہے۔ اسی طرح جسمانی حیات کہے یا روحانی، تمام اطلاقات مختلف اعتبارات سے ہیں۔ سب کے نزدیک جسم اور روح کا تعلق ثابت اور مسلم ہے اور اس تعلق کی بنا پر حیات انبیاء مسلمہ حقیقت ہے۔ اب اکابر کی چند عبارات مع مختصر وضاحت کے ملاحظہ کیجئے۔

ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مسلک احناف کے وہ عالم ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الفقہ الاکبر'' کی بہترین شرح لکھی، امام صاحب کی یہ کتاب عقائد کے بارے میں ہے لامحالہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جو بھی عقیدہ بیان فرمائیں گے وہ مذہب احناف میں معتبر عقیدہ ہوگا۔

چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''فمن المعتقد المعتمد انه ﷺ حیّ فی قبره کسائر الانبياء فی قبورهم وهم احياء عند ربهم فان لأرواحهم تعلقاً بالعالم العلوی والسفلوی كما كان فی الحال الدنيوی فهم بحسب القلب عريشون وباعتبار القالب فريشون'' ترجمہ: معتمد عقیدہ یہی ہے کہ حضور ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور اسی طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی ارواح قدسیہ کو عالم علوی اور عالم سفلوی دونوں کے ساتھ ایک طرح کا تعلق ہوتا ہے جیسا کہ دنیاوی حالت میں تھا۔ لہٰذا وہ قلوب کے اعتبار سے عرشی اور جسم کے اعتبار سے فرشی ہیں۔ (شرح الشفا لعلی القاری علی ہامش نسیم الریاض فی شرح الشفاء ج ۳ ص ۴۹۹)

ملا علی قاری ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: ’’ان الانبیاء احیاء فی قبورھم فیمکن لھم سماع صلوۃ من صلی علیھم‘‘ ترجمہ: بے شک انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں جو کوئی ان پر درود وسلام پڑھتا ہے وہ اس کے درود کو سنتے ہیں۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۰۹)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح کا اعلیٰ علیین سے بھی اور قبر میں مدفون اجسام کے ساتھ بھی تعلق ہے۔ لہٰذا اعلیٰ علیین میں انبیاء کرام علیہم السلام کو زندہ مان کر اجساد مبارکہ سے حیات کی نفی کرنا غلط ہے۔ جیسا کہ منکرین کا طریقہ ہے کہ وہ حیات برزخی اور اعلیٰ علیین میں ارواح کو مان کر اجساد مدفونہ مبارکہ سے حیات کی نفی کرتے ہیں۔ ان کا یہ استدلال وکیل احناف ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات سے بالکل مخالف ہے۔

علامہ عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ’’فانھم لایموتون فی قبورھم بل ھم احیاء‘‘ ترجمہ: یقیناً انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں نہیں مرتے، بلکہ وہ وہاں زندہ ہوتے ہیں۔

(عمدۃ القاری شرح البخاری ج ۷ ص ۶۰۰، باب فضیلۃ ابی بکر علی سائر الصحابۃ)

علامہ شرنبلالی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی

علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ’’ومما ھو مقرر عندالمحققین انه ﷺ حی یرزق متمتع متمتع الملاذو العبادات ضیر انه احجب عن ابصار القاصرین عن شریف المقامات ینبغی لمن قصد زیارة النبی ﷺ ان یکثر الصلوة علیه فانه یسمعھا تبلغ الیه‘‘ ترجمہ: محققین کے نزدیک یہ بات طے شدہ ہے کہ حضور ﷺ زندہ ہیں آپ کو رزق ملتا ہے اور آپ ﷺ عبادت (نماز) سے لذت پاتے ہیں ہاں اتنی بات ہے کہ وہ (ہماری) ان نگاہوں سے پردے میں ہیں جو ان مقامات تک پہنچنے سے قاصر رہتی ہیں جو شخص حضور ﷺ کی زیارت کرنے کے لئے آئے اس کو چاہئے کہ کثرت سے درود پڑھے۔ کیونکہ آپ ﷺ اسے خود سن رہے ہوتے ہیں۔‘‘

(مراقی الفلاح ص ۴۰۵)

علامہ شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی

امام ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ’’فقد أفاد فی الدر المنتقی انه خلاف الاجماع قلت و آمامانسب الی الامام الأشعری امام أھل السنة والجماعة من انکار ثبوتھا بعد الموت فھو افتراء وبھتان والمصرح به فی کتبه و کتب اصحابه خلاف ما نسب الیه بعض اعدائه لأن الأنبیاء علیہم السلام أحیاء فی قبورھم وقد آقام النکیر علی افتراء ذالک الامام العارف ابوالقاسم القشیری‘‘ ترجمہ: تحقیق در منتقی میں ہے کہ (حضور ﷺ کی رسالت آپ ﷺ کی وفات کی بعد اب بھی حقیقتاً باقی ہے اور اسے صرف حکماً باقی کہنا) خلاف اجماع ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام اہل سنت امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جو یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ وہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی رسالت کی بقا کے منکر تھے۔ یہ ان پر افتراء اور بہتان ہے۔ کیونکہ ان کی اور ان کے تلامذہ کی کتابوں میں صراحتاً اس کے برعکس مذکور ہے۔ دراصل یہ بات ان کے دشمنوں نے ان کی طرف

منسوب کردی ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اس افتراء کی امام ابوالقاسم قشیری نے اپنی کتاب میں تردید فرمائی ہے۔ (فتاویٰ شامی ج ۴ ص ۱۵۱)

وضاحت

۱...... اہل السنۃ والجماعۃ کے امام علامہ اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف وفات کے بعد رسالت سے انکار کا عقیدہ منسوب کرنا جھوٹا بہتان ہے معلوم ہوا کہ اہل سنت کا عقیدہ وفات کے بعد آپ ﷺ کی رسالت کی بقا کا ہے۔

۲...... حیات کے انکار سے رسالت کا انکار لازم آتا ہے لیکن جب وفات کے بعد رسالت مان لی گئی تو لامحالہ حیات بھی ماننی پڑے گی۔ اس لئے کہ امام شامی نے وفات کے بعد کی رسالت کے اثبات کی علت ثبوت ''ثبوت حیات'' بیان فرمائی ہے۔ اس طرح نہیں فرمایا ''اگرچہ قبر میں بھی آپ بحالت موت ہیں لیکن موت کے ہوتے ہوئے آپ ﷺ کی رسالت برقرار رہے'' بلکہ حیات کو دلیل بنا کر فیصلہ فرمایا کہ جب اہل سنت کے نزدیک انبیاء کرام علیہم السلام کو قبور میں حیات حاصل ہے تو امام اہل سنت کی طرف بعد الوفات رسالت سے انکار کی نسبت کیسے درست ہوسکتی ہے۔ اس لئے کہ رسالت کے لئے حیات ضروری ہے۔

یہاں پہنچ کر یقیناً منکرین یہی کہیں گے کہ ہم بھی تو حیات مانتے ہیں لیکن یہ حیات برزخی ہے جو جسم مثالی کو حاصل ہے۔ لہٰذا ہماری طرف حیات سے انکار کی بناء پر رسالت سے انکار کی نسبت نہیں کی جانی چاہئے۔

لیکن ان حضرات کو اس پر غور کرنا چاہئے کہ منکرین جسم مثالی اور روح کی حیات کو مانتے ہیں اور اس سے ان کا مقصد جسد اطہر عنصری سے حیات کی نفی ہوتی ہے۔ لہٰذا یہی کہا جائے گا ان کے نزدیک جو جسد اطہر دنیا میں ''فائز الرسالۃ'' تھا قبر میں (نعوذ باللہ) وہ صفت رسالت سے محروم ہے اور جس جسم کا دنیا میں وجود ہی نہ تھا، جو دنیا میں نہ محمد کہلایا اور نہ رسول و نبی کہلایا اور نہ ہی اس پر وحی نازل ہوئی۔ برزخ میں وہ جسم نبی بھی بنا اور رسول بھی۔ ''اعاذنا اللہ من ھذا الضلالۃ''

علامہ سمہودی مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی

مسلک مالکیہ کے ترجمان علامہ سمہودی مالکی رحمۃ اللہ علیہ عقیدہ حیات انبیاء کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: ''لاشک فی حیاتہ ﷺ بعد وفاتہ وکذا سائر الانبیاء علیہم السلام أحیاء فی قبورھم حیاۃ اکمل من حیوۃ الشھداء التی اخبر اللہ تعالی بھا فی کتابہ العزیز'' ترجمہ: وفات کے بعد آپ ﷺ کی حیات میں کوئی شک نہیں اور اسی طرح باقی تمام انبیاء علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی یہ حیات شہداء کی اس حیات سے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے بڑھ کر ہے۔ (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۵۲)

علامہ سبکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی

مذہب شافعی کے مشہور و معروف محقق عالم، علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ عقیدہ حیات انبیاء کی وضاحت کرتے ہوئے ہیں: ''ومن عقائدنا ان الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورھم فأین الموت'' ترجمہ: ہمارے عقائد میں یہ بات داخل ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں تو پھر موت کہاں؟ (یعنی انبیاء علیہم السلام کو اپنی قبر میں موت کیسے آسکتی بلکہ وہ تو وہاں حیات ہیں) (طبقات شافعیہ ج ۶ ص ۲۶۶)

حافظ ابن حجر شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی

مسلک شافعی کے عظیم محقق اور عالم اسلام کے مستند عالم، حافظ الحدیث، حافظ الدنیا علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ، بخاری شریف کی مشہور زمانہ شرح فتح الباری میں عقیدہ حیات کے بارے میں رقمطراز ہیں: ”واذا ثبت انهم احياء من حيث النقل فانه يقوى من حيث النظر كون الشهداء احياء بنص القرآن والانبياء افضل من الشهداء“ ترجمہ: اور جب نقل کے لحاظ سے ان کا زندہ ہونا ثابت ہے تو دلیل عقلی بھی اس کی تائید کرتی ہے، اس لئے کہ شہداء قرآنی رو سے زندہ ہیں (تو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو ضرور حیات حاصل ہوگی) کیونکہ انبیاء کرام شہداء سے اعلیٰ اور افضل ہیں۔“ (فتح الباری ج ٦ ص ٢٨٨)

امام بیہقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی

امام بیہقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ان الله جل ثنائه رد الى الانبياء ارواحهم فهم احياء عند ربهم كالشهداء“ ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کی ارواح ان کی طرف لوٹا دی ہیں پس وہ اپنے رب کے ہاں شہیدوں کی طرح زندہ ہیں۔“ (حیاۃ الانبیاء ص ١٤)

علامہ قاضی شوکانی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی

مسلک حنبلیہ کے مشہور و معروف عالم و محقق علامہ قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ ”عقیدہ حیات انبیاء“ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: ”وقد ذهب جماعة من المحققين الى ان رسول الله ﷺ حيّ بعد وفاته وانه يُسرّ بطاعات امته وان الانبياء لايبلون مع ان مطلق الادراك كالعلم والسماع ثابت لسائر الموتى الى ان قال وورد النص فى كتاب الله فى حق الشهداء انهم احياء يرزقون وان الحيوة فيهم متعلقة بالجسد فكيف بالانبياء والمرسلين وقد ثبت فى الحديث ان الانبياء والمرسلين وقد ثبت فى الحديث ان الانبياء احياء فى قبورهم رواه المنذرى وصححه البيهقى وفى صحيح مسلم عن النبى ﷺ قال مررت بموسى ليلة اسرى بى عند الكثيب الاحمر وهو قائم يصلى فى قبره“ ترجمہ: بے شک محققین کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ آپ ﷺ وفات کے بعد زندہ ہیں اور آپ ﷺ اپنی امت کی طاعات سے خوش ہوتے ہیں اور یہ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے جب کہ مطلق ادراک یعنی علم اور سماع وغیرہ تو سب مردوں کے لئے ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں شہداء کے بارے میں نص موجود ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ان کو رزق ملتا ہے اور ان کی حیات جسمانی ہے تو حضرات انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کی حیات جسمانی کیونکر نہ ہوگی؟ کیونکہ حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ ”انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں“ امام منذری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کیا ہے اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصحیح فرمائی ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے معراج کی رات سرخ رنگ کے ٹیلے کے پاس سے گزرتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا۔ (نیل الاوطار ج ٣ ص ٣٠٥)

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت میں انتہائی وضاحت کے ساتھ اس پاکیزہ عقیدے کی گرہ کو کھولا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ:

۱...... محققین کا مذہب یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد زندہ ہیں۔

۲...... ان کے اجسام مبارکہ محفوظ ہیں۔

۳...... قرآن کریم میں شہداء کی حیات صراحتاً ثابت ہے جو انبیاء کی حیات کو بھی ثابت کر رہی ہے اس لئے کہ انبیاء ان سے افضل ہے تو انہیں بطریق اولیٰ حیات کا اعزاز حاصل ہوگا۔

۴...... ان کی یہ حیات جسمانی ہے۔

۵...... حدیث ''ان الانبیاء احیاء فی قبورھم'' ثابت اور صحیح ہے۔

۶...... امام بیہقی نے اس حدیث کی تصحیح فرمائی ہے جو علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی تسلیم ہے ورنہ وہ اپنا تبصرہ ضرور فرماتے۔

۷...... مذکورہ حدیث اور مسلم شریف کی حدیث دونوں عقیدہ حیات انبیاء کو صراحتاً ثابت کر رہی ہیں۔

منکرین سے ایک مطالبہ

منکرین سے مطالبہ ہے کہ آج یہ لوگ جن آیات اور احادیث کو اپنے عقیدے کی دلیل سمجھتے ہیں اس پر اکابر میں سے کسی ایک عالم کی ایک عبارت دکھائیں یا کوئی دس، بیس صفحات کا رسالہ سامنے لائیں جس میں یہ بات واضح طور پر ثابت کی گئی ہو کہ ان آیات اور احادیث سے محدثین، متکلمین اور محققین نے مماتی عقیدہ پر استدلال کیا ہے، کیا منکرین اس مطالبہ کو پورا کر سکتے ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً ایسا نہیں کر سکتے تو پھر یہ حقیقت مان لینی چاہئے کہ ان کا عقیدہ نہ تو اہل اسلام سے منقول ہے اور نہ ان کے پیش کئے جانے والے استدلالات درست ہیں بلکہ ان کا عقیدہ بھی خود ساختہ ہے اور اس پر قرآنی آیات اور احادیث کا پیش کرنا بھی بے فائدہ اور بے محل ہے۔ ''ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین''

مولانا شمس الحق خان عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی

مولانا شمس الحق خان عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ ابوداؤد کی شرح عون المعبود میں لکھتے ہیں: ''ان الانبیاء فی قبورھم احیاء'' ترجمہ: حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔'' (عون المعبود شرح ابی داؤد ج ۱ ص ۴۰۵)

حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف کے حاشیہ میں رقمطراز ہیں: ''والاحسن ان یقال ان حیاته ﷺ لا یتعقبها موت بل یستمر حیاً والانبیاء احیاء فی قبورھم'' ترجمہ: افضل یہی ہے کہ یوں کہا جائے کہ آپ ﷺ کی حیات ایسی ہے جس کے بعد قبر میں موت نہیں آئے گی۔ بلکہ (آپ ﷺ کو قبر میں) دوامی حیات حاصل ہے۔ نیز دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔'' (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۷ حاشیہ)

مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ ابوداؤد کی مشہور شرح ''بذل المجھود'' میں لکھتے ہیں: ''ان نبی اللہ ﷺ حی فی قبرہ کما أن الانبیاء علیہم السلام أحیاء فی قبورھم'' ترجمہ: آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (بذل المجھود ج ۲ ص ۱۱۷)

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے خطبات میں ارشاد فرماتے ہیں: ''اس کے بعد جاننا چاہئے کہ اوّل معلوم ہو چکا ہے قسم معمولی شے کی نہیں کھائی جاتی، مقسم بہ کوئی عجیب اور ذی شرف شے ہونی چاہئے۔ اب دیکھنا چاہئے مقسم بہ یہاں کیا ہے؟ تو مقسم بہ یہاں حضور کی حیات کی اس حالت کو جو تولد سے لے کر وفات تک ہے اور اگر نظر اور وسیع کیا جاوے تو حضور کے لئے بعد وفات بھی حیات برزخی ثابت ہے اور وہ حیات شہداء کی حیات برزخی سے بھی بڑھ کر ہے اور اتنی قوی ہے کہ حیات ناسوتی کے قریب قریب ہے۔ چنانچہ بہت سے احکام ناسوت کے اس پر متفرع بھی ہیں۔ دیکھئے زندہ مرد کی بیوی سے نکاح جائز نہیں ہے۔ حضور کی ازواج مطہرات سے بھی نکاح جائز نہیں اور زندہ کی میراث تقسیم نہیں ہوتی، حضور ﷺ کی ازواج مطہرات سے بھی نکاح جائز نہیں اور زندہ کی میراث تقسیم نہیں ہوتی، حضور کی میراث بھی تقسیم نہیں ہوتی اور حدیثوں میں صلوٰۃ وسلام کا سماع وارد ہوا ہے۔'' (خطبات حکیم الامت ج ۵ ص ۳۰)

معلوم ہوا کہ:

۱...... آپ ﷺ کو وفات کے بعد حیات حاصل ہے۔

۲...... آپ ﷺ کی یہ حیات برزخی ہے (عالم کے اعتبار سے)

۳...... انبیاء کی حیات شہداء کی حیات سے افضل ہے۔

۴...... یہ حیات برزخی ہونے کے ساتھ ساتھ حیات ناسوتی (دنیوی) کے قریب قریب ہے۔

لہٰذا برزخی کہہ کر حیات جسمانی اور مثل دنیوی سے انکار کرنا درست نہیں، کیونکہ دونوں میں کوئی تضاد نہیں بلکہ دونوں میں ظرفیت زمانی اور مکانی والا تعلق ہے۔ بالفرض اگر کہا جائے کہ انبیاء کی یہ حیات برزخی ہے لہٰذا جسمانی اور مثل دنیوی نہیں ہے تو منکرین بتلائیں کہ وفات کے بعد بھی حیات کے جو احکام جاری ہوتے ہیں ان کا کیا مقصد ہے؟ کیا ان احکام کے اجراء سے بھی انکار ہے؟

شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی

شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ مسلم شریف کی شرح میں لکھتے ہیں: ''ان النبی ﷺ حی کما تقرر انه یصلی فی قبره بأذان و اقامة'' ترجمہ: آپ ﷺ زندہ ہیں کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر میں اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ یعنی نماز پڑھنا حیات کی صفات میں سے ہے۔ (فتح الملہم ج ۳ ص ۴۱۹)

علماء دیوبند کا متفقہ فیصلہ اور گواہی

علماء عرب نے عقیدہ حیات انبیاء کے متعلق علماء عجم سے استفسار کیا تو مسلک دیوبند کی طرف سے مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا۔ سوال وجواب دونوں ذیل میں ملاحظہ کیجئے:

السوال الخامس: ''ماقولکم فی حیوۃ النبی ﷺ فی قبره الشریف هل ذالک امر مخصوص به ام مثل سائر المؤمنین حیوۃ برزخیة''

الجواب: ''عندنا وعند مشائخنا حیاة حضرة الرسالة ﷺ حی فی قبره الشریف و حیوته ﷺ

دنیویة من غیر تکلیف و ھی مختصة به ﷺ و بجمیع الانبیاء علیہم السلام والشهداء لابرزخیة کما ھی حاصلة لسائر المؤمنین بل لجمیع الناس کما نص علیه العلامة السیوطی فی رسالته "انباء الاذکیاء بحیوة الانبیاء" حیث قال : قال الشیخ تقی الدین السبکی حیوة الانبیاء والشهداء فی القبر کحیوتهم فی الدنیا ویشهد له صلوة موسی علیہ السلام فی قبره فان الصلوة تستدعی جسداً حیاً الی آخر ما قال: فثبت بهذا ان حیوته دنیویة برزخیة لکونها فی عالم البرزخ" (المہند علی المفند ص ۱۳، ۱۴)

ترجمہ: "پانچواں سوال: کیا فرماتے ہو جناب رسول اللہ ﷺ کی قبر میں حیات کے بارے میں کہ کوئی خاص حیات آپ ﷺ کو حاصل ہے یا ان کی حیات بھی عام مسلمانوں کی طرح برزخی ہے؟

جواب: ہمارے مشائخ کے نزدیک حضور ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ ﷺ کی حیات دنیوی حیات کی سی ہے جو تکلیفی نہیں اور یہ حیات آپ ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ مخصوص ہے۔ ایسی برزخی نہیں ہے جو تمام مسلمانوں اور انسانوں کو حاصل ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "انبیاء الاذکیاء بحیوۃ الانبیاء" میں لکھا ہے کہ علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انبیاء اور شہداء کو قبر میں ایسی حیات حاصل ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز جسم کے زندہ ہونے کا تقاضا کرتی ہے (اور پھر آخر میں فرمایا) اس سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی میں برزخی بھی ہے کہ ان کو یہ حیات عالم برزخ میں حاصل ہے۔" معلوم ہوا کہ:

۱...... بعد از وفات حضرات انبیاء کرام کو قبروں میں حیات حاصل ہے اور یہ تمام مشائخ دیوبند کا متفقہ عقیدہ ہے۔

۲...... یہ حیات دنیوی کی سی ہے کیونکہ اس پر بعض احکام دنیویہ جیسے نماز پڑھنا وغیرہ لاگو ہوتے ہیں۔

۳...... یہ حیات دنیوی ہے مگر دنیاوی تکلیفی نہیں ہے۔ لہٰذا منکرین کا اس کو دنیاوی تکلیفی حیات سمجھ کر اہل سنت پر بے جا الزامات لگانا غلط ہے جیسا کہ یہ لوگ کہتے پھرتے ہیں کہ دیوبندیوں نے اپنے زندہ نبی کو غسل دیا اور زندہ حالت میں دفن کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سارے الزامات بے محل اور ضد و عناد پر مبنی ہیں۔

۴...... یہ حیات، دنیاوی حیات کی سی ہونے کے ساتھ ساتھ برزخی بھی ہے اس لئے کہ اس کا تعلق عالم برزخ سے ہے۔ لہٰذا منکرین کا محض حیات برزخی کو ماننا اور جسمانی حیات سے اس کو انکار اور نفی کی دلیل بنانا غلط ہے۔

۵...... حیات انبیاء پر اہل السنة والجماعة کے پہلے علماء نے بھی کتابیں لکھی اور اس کی تصریح فرمائی ہے اور اس پر دلائل قائم کئے ہیں۔ چنانچہ یہ ہمارا خانہ ساز عقیدہ نہیں ہے بلکہ تواتر سے منقول چلا آ رہا ہے۔ جب کہ منکرین کا تفصیلی عقیدہ اور اس پر پیش کئے جانے والے دلائل کی کوئی صراحت سلف صالحین اور اکابرین دیوبند سے نہیں ملتی جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کا عقیدہ خانہ ساز اور استدلالات خود ساختہ ہیں۔

عقیدہ حیات الانبیاء فتاویٰ کی روشنی میں

مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے مفتی اوّل تھے۔ ہم یہاں ان کے تین فتاویٰ پیش کرتے ہیں:

سوال (نمبر ۳۰۵۰): آنحضرت ﷺ کا حیات ہونا مسلمات اہل سنت والجماعت سے ہے پھر قبض روح وتجہیز وتکفین وتدفین وغیرہ امور منافی حیات معلوم ہوتے ہیں۔ اگر حیات انبیاء مثل شہداء عنداللہ ہونا کہا جاوے تو مابین کیا فرق ہوگا؟

جواب: انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے ابھی اقویٰ واتم ہے اور مراد اس حیات سے حیات دنیاوی ظاہری نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "انک میت وانھم میتون" لہٰذا احکام اموات ظاہر یہ سب پر جاری ہوتے ہیں۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق آب حیات مصنفہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ میں مذکور ہے اس کو دیکھ لیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۳۴۲)

سوال (نمبر ۳۲۱۳): حضرت رسول اللہ ﷺ سید الشہداء ہیں یا نہیں۔ نیز شہداء کی حیات کے متعلق جو قرآن کریم میں خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو مردہ مت کہو کیا یہ حیات شہداء ہی کے ساتھ مخصوص ہے یا نہیں اور آنحضرت ﷺ اس حیات میں شہداء سے افضل ہیں یا نہیں؟

جواب: آنحضرت ﷺ افضل الانبیاء والمرسلین ہیں اور جب کہ جملہ انبیاء علیہم السلام سے بھی افضل ہیں تو جملہ صدیقین اور شہداء سے بھی افضل ہیں اور ان کے سردار ہیں۔ اس میں کچھ جائے تردد اور شک ہیں ہے کما قیل "بعد از بزرگ توئی قصہ مختصر" لیکن ظاہر میں آپ شہید نہیں ہوئے تا کہ سید الشہداء کا لفظ آپ کے لئے استعمال کیا جائے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت حمزہ کو جو کہ شہید ہوئے تھے سید الشہداء کا لقب عطا فرمایا ہے "کما ورد فی الاحادیث" پس ایسا سوال آپ کا قلت علم وتدبر پر مبنی ہے ایسا سوال نہ کرنا چاہئے اور انبیاء علیہم السلام کی حیات خصوصاً آنحضرت ﷺ کی حیات شہداء کی حیات سے افضل اور اعلیٰ ہے اور بحث اس کی طویل ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۳۹۸ مکتبہ امدادیہ ملتان)

سوال (نمبر ۳۲۰۰): مرنے کے بعد جو سوال وغیرہ ہوتے ہیں تو روح مرنے کے بعد آسمان پر چلی جاتی ہے یا پھر قبر میں لائی جاتی ہے؟ یا جسم میں بند کر دی جاتی ہے؟

جواب: جسم سے روح کو تعلق رہتا ہے۔ (ایضاً)

تنبیہ: منکرین حیات مفتی صاحب رحمۃ اللہ کا صرف مذکورہ بالا پہلا فتویٰ نقل کر کے کہتے ہیں کہ مفتی دیوبند کا مسلک بھی ہمارے مؤقف کے موافق ہے۔ حالانکہ پہلے فتویٰ کا تعلق وقوع موت اور احکام موت سے ہے بعد الموت والی حات کا وہاں کوئی تذکرہ نہیں ہے اور دوسرے فتویٰ میں مطلق حیات کا ذکر ہے جسم کے ساتھ حیات کا تعلق ہے یا نہیں اس میں اس کے متعلق کوئی بحث نہیں ہے۔ جسم اور روح کے تعلق کا مسئلہ تیسرے فتویٰ میں مذکور ہے جس کو منکرین بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں جب کہ تینوں فتاویٰ جات کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب کا مسلک ومشرب بھی علماء دیوبند والا ہی ہے کہ آپ ﷺ کی دنیاوی زندگی پوری ہو چکی، طبعی موت طاری ہونے کے بعد احکام موت کا بھی اجراء ہوا اس کے بعد چونکہ عالم برزخ میں منتقل ہو چکے ہیں وہاں آپ ﷺ کو حیات حاصل ہے جو عالم کے اعتبار سے برزخی ہے اور روح کے جسم کے ساتھ تعلق کی بناء پر جسمانی ہے، یعنی جسم وروح کے ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کا ایک اور فتویٰ

الجواب حامداً مصلیاً: یہ روایت حدیث یا فقہ کی کسی کتاب میں نہیں دیکھی، قبر اطہر میں زندہ تشریف فرما ہونے کی بحث مستقل ہے، علماء حق کی تحقیق یہی ہے کہ زندہ تشریف فرما ہیں، اس پر دلائل موجود ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم! (حررہ العبد: محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند) (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۵۳۲، ۵۳۳)

جامعہ خیرالمدارس ملتان کا فتویٰ

عام اہل سنت والجماعت کا قرآن وحدیث کی روشنی میں اجماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اسی طرح دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام قبروں میں اجساد عنصریہ کے ساتھ حیات ہیں اور یہ حیات برزخی حیات دنیوی سے کم نہیں ہے اور تلذذاً نماز ودیگر عبادات میں مشغول ہیں۔ یہ حیات برزخی اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے اس لئے کہ روحانی ومعنوی حیات تو عامہ مومنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے۔ امت کا اجماعی عقیدہ اصول شریعت کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ (خیرالفتاویٰ ج ۱ ص ۹۵)

مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جامعۃ الرشید کراچی) کا فتویٰ

الجواب ومنه الصدق والصواب: ''حياة الانبياء عليهم السلام برزخية ولكن بلغت حدالكمال فلذا يترتب عليها بعض الاحكام الحياة الدنيوية من تحرم نكاح الازواج المطهرات وعدم أكل الارض أجسادهم وعدم جريان الارث في أموالهم'' فقط: واللہ اعلم! (۱۵؍جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ)

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخی ہے مگر اتنی قوی اور کامل ہے کہ اس پر بعض دنیاوی احکام بھی مرتب ہوتے ہیں۔ مثلاً: ازواج مطہرات کا نکاح کسی اور سے جائز نہ ہونا، زمین کا ان کے اجسام مبارکہ کو نہ کھانا اور ان کے اموال کا بطور میراث تقسیم نہ ہونا۔ (ترجمہ از راقم) (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۹۱)

دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ اور مفتیان جامعہ اشرفیہ لاہور کی تصدیق

الجواب مبسملاً ومحمد لا ومصليا ومسلما: آنحضرت ﷺ اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود ہیں اور حیات ہیں آپ کے مزار کے پاس کھڑے ہو کر جو سلام کرتا اور درود پڑھتا ہے۔ آپ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ ہمارے کان نہیں کہ ہم سنیں آپ اپنے مزار میں حیات ہیں مزار مبارک کے ساتھ آپ کا تعلق بجسدہ وبروحہ ہے جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے وہ بدعتی ہے خراب عقیدے والا ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے۔ دو تین حدیثیں نقل کر دی ہیں اس بات میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو انکار کرتا ہے بدعتی ہے خارج از اہل سنت والجماعت ہے غرض پڑھنے والے کو ثواب بھی پہنچتا ہے اور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپ ﷺ سنتے بھی ہیں اور آپ اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود ہیں اور حیات ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب! کتبہ: السید مہدی حسن نقی دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: مفتی جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور ۲۱ر شوال ۷۶ ۱۳ھ

الجواب صحیح: اجاب المجیب واجاد محمد ضیاء الحق غفرلہ مدرسہ جامعہ اشرفیہ

الجواب صواب: محمد رسول خان عفا اللہ عنہ (جامع الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۹۴ تا ۱۹۶)

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ کا فتویٰ

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مسئلہ حیات الانبیاء کے متعلق اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

جواب: مکرمی ومحترمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا پہلا خط مجھے ملنا یاد نہیں، بہر کیف! آپ کے سوال کا جواب عرض ذیل ہے:

انبیاء کرام علیہم السلام سمیت تمام مخلوقات کو موت آتی ہے۔ البتہ موت کے بعد ہر انسان کو برزخی زندگی سے واسطہ پڑتا ہے۔ برزخی زندگی کا مطلب صرف یہ ہے کہ انسان کی روح کا اس کے جسم سے کسی قدر تعلق رہتا ہے، یہ تعلق عام انسانوں میں بھی ہوتا ہے مگر اتنا کم کہ اس کے اثرات محسوس نہیں ہوتے۔ شہداء کی ارواح کا تعلق ان کے جسم سے عام انسانوں کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے قرآن کریم نے انہیں احیاء قرار دیا ہے۔ ”ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون“ (البقرہ: ۱۵۴) اور انبیاء کرام کا درجہ شہداء سے بھی بلند ہے اس لئے احادیث کے مطابق ان کی ارواح کا تعلق جسم سے سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ان کی میراث بھی تقسیم نہیں ہوتی اور ان کی ازواج کا نکاح بھی دوسرا نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے ”ولا تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا“ (الاحزاب: ۵۳) چونکہ ان کی ارواح کا تعلق سب سے زیادہ ہوتا ہے اس لئے شہداء کی طرح انہیں بھی احیاء قرار دیا گیا ہے۔ مگر یہ حیات اس طرح کی نہیں ہے جیسی انہیں موت سے پہلے حاصل تھی۔ نیز قرآن وسنت میں اس کی بھی کوئی بھی دلیل نہیں ہے کہ اس حالت میں انبیاء کرام علیہم السلام کو دوسروں پر تصرف کا کوئی اختیار حاصل ہے۔ اگر کسی نے کبھی اس قسم کا کوئی واقعہ دیکھا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی صورت مثالی ہوسکتی ہے جس کا ان کو علم ہونا ضروری نہیں ہے۔ واللہ اعلم! (فتاویٰ عثمانی ج ۱ ص ۷۰)

مفکر اسلام مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

”نبی کریم ﷺ اپنی قبر شریف میں حی (زندہ) ہیں اور قبر شریف پر سلام پڑھا جائے تو سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور ہر جگہ سے نہیں سنتے۔ بلکہ دور سے صلوٰۃ وسلام پڑھنے والوں کا سلام آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ یہی عقیدہ اہل سنت والجماعت کا ہے۔“ فقط واللہ اعلم! (فتاویٰ مفتی محمود ج ۱ ص ۲۸۲)

فتویٰ جامعہ بنوریہ عالمیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حیات النبی ﷺ کے منکر کا کیا حکم ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ المستفتی: محمد ندیم!

الجواب حامداً و مصلیاً: واضح ہو کہ آیات قرآنیہ واحادیث صحیحہ کثیرہ کی روشنی میں اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ وتمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور مبارکہ میں زندہ ہیں اور وہاں ان کے ابدان مقدسہ بھی بعینہا محفوظ ہیں بایں ہمہ یہ حیات برزخی ہے جو کہ روح مبارک کے اس دنیوی جسد اطہر کے ساتھ تعلق کی بنا پر حاصل ہے اور عام شہداء کی حیات برزخیہ سے قوی تر ہے۔ جب کہ یہ حیات برزخی مثل دنیوی بلکہ اس سے بھی اعلیٰ وارفع ہے اور اسی تعلق کی بناء پر نبی اکرم ﷺ کے روضہ انور پر پڑھے جانے والے درود شریف بغیر کسی واسطہ کے بنفس نفیس خود سماعت فرماتے ہیں اور دور سے پڑھے جانے والے درود شریف آپ ﷺ پر بواسطہ فرشتوں کے پیش کئے جاتے ہیں۔ لہٰذا جو شخص آپ ﷺ کی اس قسم کی حیات برزخی کا منکر ہو وہ مبتدع ہے اور ایسے شخص کو اپنے اختیار سے امام بنانا جائز نہیں، اس سے احتراز لازم ہے۔

”عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون“

(مسند ابو یعلی ج ۶ ص ۱۴۷)

”وفی اعلاء السنن: عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ ﷺ اطع کل امیر و صل خلف کل امام ولا تسبن احدا من اصحابی“ (ج ۴ ص ۲۰۵)

”وفی منیۃ المصلی: ویکرہ تقدیم المبتدع ایضاً لانہ فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل الی قولہ وانما یجوز الاقتداء بہ مع الکراھۃ اذا لم یکن ما یعتقدہ یؤدی الکفر۔ واللہ اعلم“ (ص ۵۱۴)

حبیب الرحمن عفی عنہ
۷ / ربیع الثانی / ۱۴۲۹ھ

الجواب الصحیح	الجواب الصحیح
دستخط رئیس دار الافتاء:	دستخط نائب مفتی:
مفتی عبداللہ شوکت کان اللہ لہ	مفتی سیف اللہ جمیل عفا اللہ عنہ

مذکورہ بالا فتویٰ درج ذیل امور پر مشتمل ہے جن سے اہل السنہ والجماعہ کے عقیدہ کی تائید ہوتی ہے اور عقیدہ مماتیت کی تردید ہوتی ہے:

۱...... اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ وتمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور مبارکہ میں زندہ ہیں۔

۲...... ان کے اجسام مقدسہ بھی بعینہا محفوظ ہیں۔

۳...... یہ حیات برزخی ہے۔

۴...... یہ حیات برزخی ہے جو کہ روح کے اس دنیوی جسد اطہر کے ساتھ تعلق کی بنا پر حاصل ہے۔

۵...... اسی تعلق کی بناء پر نبی اکرم ﷺ روضہ انور پر پڑھے جانے والے درود شریف بغیر کسی واسطہ کے بنفس نفیس خود سماعت فرماتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ!

یہاں تک ہم نے عقیدہ حیات کے اثبات کے دلائل اور عبارات اکابر پیش کر دیں۔ ان کے علاوہ بھی اکابرین کی کتابوں میں عبارات ملتی ہیں، انصاف پسند طبقے کے لئے ان شاء اللہ یہی کافی ہوگا۔ اس کے بعد منکرین کی طرف سے دلائل کے نام پر جو کچھ سامنے لایا جاتا ہے ان کا جائزہ بھی لیتے ہیں۔

منکرین کے شبہات اور ان کا دفعیہ

وقوع موت سے حیات قبری و برزخی کی نفی پر استدلال

جماعت منکرین کا عالم ہو یا عامی، اس سے جب بھی اس موضوع پر بات کی جاتی ہے تو موت کے بعد قبر میں حاصل ہونی والی زندگی کے انکار پر موت والی آیات پڑھتے ہیں مثلاً ''انک میت و انهم میتون، افائن مات او قتل انقلبتم، کل نفس ذائقة الموت'' یہ آیات اور اس طرح کی دیگر آیات پڑھ کر یہ تأثر دیتے ہیں کہ ہم اپنے مماتی عقیدے پر قرآنی آیات پیش کرتے ہیں اور دیوبندیوں کا عقیدہ حیات الانبیاء قرآن کریم کے خلاف ہے۔

جواب: حیات النبی ﷺ کی نفی پر موت والی آیات پڑھنا، قرآنی آیات کا بے محل اور بے موقع استعمال اور تفسیر بالرأی ہے جو بعینہ خوارج کا مزاج اور طریقہ ہے۔ کیونکہ ان آیات کا حیات فی القبر کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب موت واقع ہوگئی تو ''کل نفس ذائقة الموت'' اور ''انک میت و انهم میتون'' والی بات مکمل ہوگئی۔ اس کے بعد قبر میں حیات حاصل ہے یا نہیں۔ ان آیات کا اس مسئلہ کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں ہے، یعنی آیات کا تعلق وقوع موت سے ہے اور بحث بعد الموت قبل البعث والی حالت سے ہے۔ لہٰذا منکرین اس طرح قرآنی آیات کو بے محل نہ پڑھیں۔ ان پر لازم ہے کہ ایسی آیت پیش کریں جس میں بعد الموت قبل البعث قبر و برزخ میں حیات کی صریح نفی ہو۔

بعث بعد الموت والی آیات سے حیات قبر کی نفی پر استدلال

منکرین حضرات حیات انبیاء کی نفی پر وہ آیات بھی پڑھتے ہیں جن میں مردوں کے قیامت والے دن دوبارہ اٹھائے جانے کا ذکر ہے۔ مثلاً: ''ثم انکم بعد ذالک لمیتون۔ ثم انکم یوم القیامة تبعثون'' ان جیسی آیات سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ جب بعث مردوں کا ہوگا تو ثابت ہوا کہ انبیاء مردہ ہیں۔ اگر انہیں زندہ مانا جائے تو زندوں کا بعث کیسے ہوگا؟ اور ستم بالائے ستم یہ کہ عقیدہ حیات کے قائلین اور اہل سنت کو ان آیات کا منکر گردانتے ہیں۔

جواب ۱: پہلی گزارش یہ ہے کہ جن علماء نے آج تک اس عقیدے پر اجماع نقل کیا ہے۔ منکرین کے زعم میں نہ تو وہ علماء ان آیات کا مفہوم سمجھے ہیں اور نہ ہی ان آیات سے انکار پر آج تک مشائخ میں سے کسی نے انہیں تنبیہ کی ضرورت سمجھی گویا اس وقت تک تمام امت آیات قرآنی کے انکار کی مرتکب رہی، یہاں تک کہ منکرین کی جماعت پیدا ہوئی اور انہیں یہ الہام ہوا کہ ''عقیدہ حیات ماننے سے بعث بعد الموت والی آیات سے انکار لازم آتا ہے۔ یہ عقیدہ قرآن کریم کی تعلیمات کے خلاف ہے اور امت میں قرآن فہمی کی نعمت صرف اسی ٹولے کو عطا کی گئی۔ چنانچہ یہی کچھ دیکھنے میں بھی آتا ہے کہ ان کے ادنیٰ سے ادنیٰ طالب علم کی شان مفسر قرآن سے کم شمار نہیں ہوتی بلکہ وہ جاہل جو ان کے

پاس قرآن پاک کا محض ترجمہ بھی پڑھا ہوا ہو وہ بھی شیخ القرآن کے لقب سے نوازا جاتا ہے۔ پھر ان کے اوپر والے طبقے کے سامنے تو امام بخاری جیسے محدث بھی شاگرد کی حیثیت رکھتے ہیں، جس کی تازہ ترین مثال سعید احمد ملتانی کی نئی دینی خدمت احادیث بخاری کے بارے میں لکھا گیا رسالہ ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' ہے، جس میں صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ امام بخاری قرآن نہیں سمجھتے تھے۔ سعید صاحب نے اس کی جو مثالیں دی ہیں ان کے زعم میں شائد یہ ان کی انوکھی تحقیق ہوگی، لیکن ادنیٰ علمی ذوق رکھنے والا بھی شبہ میں پڑ جائے گا کہ کہیں یہ تحقیق منکرین حدیث سے مستعار تو نہیں لی گئی۔ بزعم ان کے قرآن کی تفسیر یہی سمجھتے ہیں ان کے علاوہ پوری امت قرآن فہمی کی نعمت سے محروم ہے۔

قارئین کرام! کو مماتی نفسیات بتلانے کے بعد ان کے استدلال باطل کی حیثیت بھی عرض کئے دیتے ہیں۔ دراصل جسم اور روح کے آپس کا تعلق مختلف طرح سے ہے قیامت والے دن جسم اور روح کا جو تعلق قائم ہوگا اس سے ایک مستقل حیات سامنے آئے گی۔ جب کہ قبر کی حیات اور روح و جسم کا تعلق مستقل نہیں۔ پس مستقل اور غیر مستقل میں تضاد اور تعارض نہیں ہوسکتا ہے۔ روح اور جسم کے مختلف علائق کے بارے میں امام ابن ابی العز رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں: ''فالروح لها بالبدن خمسة انواع من التعلق متغائرة الاحكام:

احدها: تعلقها به في بطن الام جنيناً۔ الثانية: تعلقها به بعد خروجه الى وجه الارض۔ الثالث: تعلقها به في حال النوم فلها تعلق من وجه ومفارقة من وجه۔ الرابع: تعلقها به في البرزخ فانها وان فارقته وتجردت عنه فانها لم تفارقه فراقاً كلياً بحيث لا يبقى اليه التفات البتة فانه ورد ردها اليه وقت سلام المسلّم ورد انه يسمع خفق نعالهم حين يؤلون عنه وهذا الرد اعادة خاصة لا يوجب حياة البدن قبل يوم القيامة۔ الخامس: تعلقها به يوم بعث الاجساد وهو اكمل انواع تعلقها بالبدن ولا نسبة لما قبله من انواع التعلق اليه'' (شرح عقیدۃ الطحاویۃ ص ۴۵۱)

ترجمہ: روح اور بدن کا آپس میں تعلق پانچ قسم پر ہے ان میں سے ہر ایک کے احکام الگ الگ ہیں:

۱...... ماں کے پیٹ میں جنین (بچہ) کے بدن کا روح کے ساتھ تعلق کا ہونا۔

۲...... ماں کے بطن سے نکل کر یعنی پیدائش کے بعد دنیا میں جسم اور روح کا تعلق ہونا۔

۳...... نیند کی حالت میں روح اور جسم کا تعلق ہونا، اس حالت میں ایک طرح کا تعلق بھی ہوتا ہے اور ایک طرح کی مفارقت بھی ہوتی ہے۔

۴...... عالم برزخ میں روح اور بدن کا تعلق ہونا اگر چہ روح بدن کو چھوڑ چکی ہے لیکن مکمل طور پر ایسی جدائی نہیں ہوتی جس کی بناء پر روح کا جسم کی طرف التفات ہی نہ رہے (بلکہ ایک طرح کا تعلق باقی رہتا ہے) اس لئے کہ یہ تو احادیث میں وارد ہوا ہے کہ سلام کرنے والے کے سلام کے وقت روح لوٹا دی جاتی ہے اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ دفن کیا ہوا شخص واپس جانے والوں کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے اور روح کا لوٹا جانا ایک خاص قسم کا اعادہ ہے، لہٰذا اس سے قیامت سے پہلے جسم کی (وہ) حیات وجود میں نہیں آتی۔ (جو قیامت کے دن ہوگی)

۵...... جس دن اجسام کا بعث ہوگا اس دن روح اور جسم کے درمیان تعلق کا قائم ہوجانا۔ یہ تعلق سابقہ دیگر تمام تعلقات سے اکمل تر ہے ان تعلقات کا اس سے کوئی تقابل اور نسبت تک نہیں۔''

چوتھی اور پانچویں قسم پر بار بار غور کیا جائے کہ قبر و برزخ میں وہی تعلق ہے جس کی جماعت اہل السنۃ قائل ہے اور قیامت والے دن کے تعلق اور قبر و برزخ والے تعلق میں اتنا فرق ہے۔ جن کا آپس میں کوئی تقابل ہی نہیں کیا جاسکتا۔ پس قیامت والے اعادہ کو لے کر قبر کی حیات کا انکار کرنا اور ان میں تضاد اور منافات کا قول کرنا غلط اور بے جا تعصب ہے۔

جواب ۲: بالفرض اگر مذکورہ اعتراض تسلیم کرلیا جائے تو منکرین اپنے عقیدے کے بارے کیا کہیں گے وہ بھی تو ایک گونہ دیوبندیت کو حق مانتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم بھی انبیاء کی حیات کو مانتے ہیں مگر یہ حیات برزخی روحانی ہے جو ایک الگ جسم "جسم مثالی" کو حاصل ہوتی ہے۔ کیا آپ والی حیات سے بعث بعد الموت کی آیات کا انکار لازم نہیں آتا؟

ہوسکتا ہے کہ منکرین اس کا جواب عنایت فرمائیں اور کہیں کہ ہمارے ہاں جسد اطہر کو تو حیات حاصل نہیں لہٰذا اس کا بعث ہوگا، ہم تو جسم مثالی کے لئے حیات مانتے ہیں اس کے ساتھ بعث کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ لہٰذا آپ ہمارے عقیدے کو لے کر ہمارا اعتراض ہم پر نہیں کر سکتے۔ لیکن ان نادانوں سے کوئی تو پوچھے کہ قیامت والے دن جب روح جسد اطہر میں ڈال دی جائے گی اور وہ زندہ ہو کر مبعوث ہوگا تو جسم مثالی سے تو روح کا انفصال ہو جائے گا، گویا اس پر موت آجائے گی۔ اس کے بارے میں کیا فرماتے ہو کیا وہ جنت میں مرجائے گا؟ حالانکہ بنص حدیث انبیاء کو تو دوسری موت نہیں آئے گی یا وہ بھی زندہ رہے گا اور ایک روح کے دو جسم ہوں گے؟ یہاں ذرا اپنی قرآن فہمی کا کرشمہ دکھایئے۔ کھسیانی بلی کھمبا نوچے اور میرے خیال میں شیخ القرآن کمپنی کے کسی شیخ القرآن کے پاس قرآن کریم کی کوئی ایک آیت بھی ایسی نہیں ہے جس میں جسم مثالی کے اس مفروضہ کی حقیقت بتلائی گئی ہو۔ شہداء کے جسم مثالی کے بارے میں تو مسلم شریف کی حدیث کا سہارا لیا جاتا ہے، لیکن انبیاء کرام کے جسم مثالی کے ثبوت پر کوئی حدیث ہو وہ دکھائیں تو سہی "ھاتو ابرھانکم ان کنتم صدقین" لیکن!

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے　　　یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

سوال: جس آیت میں شہداء کی حیات منصوص ہے اس سے انبیاء علیہم السلام کی حیات بھی ثابت ہوتی ہے، لہٰذا جس حدیث سے شہداء کے لئے جسم مثالی ثابت ہے۔ اسی حدیث سے انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے بھی جسم مثالی کو ثابت مانا جائے گا؟

جواب: شہداء کی ارواح کے مستقر اور ٹھہرنے کی جگہ پرندوں کے پیٹ بتلائے گئے ہیں کیا نعوذ باللہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح مبارکہ بھی پرندوں کے اندر ہیں، شہداء کی ارواح کو تم پرندوں کی شکلوں میں اجسام مثالی قرار دیتے ہو؟ (مسلک الاکابر ص ۲۴) کیا انبیاء کے اجسام پرندوں کی صورت میں ہیں؟ آہ کتنی بڑی گستاخی کی طرف ہنکایا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی حفاظت فرمائے۔

دراصل آیت شہداء سے انبیاء کی حیات کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن جمیع صفات میں انبیاء اور شہداء کو مماثل قرار نہیں دیا جاسکتا، ورنہ یہ کہا جائے گا کہ شہداء کے اجسام مثالیہ پرندوں کی شکل میں ہیں۔ لہٰذا انبیاء کی اجسام مثالیہ بھی اسی شکل میں ہوں گے۔ حالانکہ اس کہنے کی جرأت منکرین بھی نہیں فرماتے۔ معلوم ہوا کہ انبیاء کی حیات "من کل الوجوہ" شہداء کی حیات کے مماثل نہیں ہے، بلکہ ان سے بدرجہا افضل ہے۔

ہم پہلے تفصیل سے عرض کر چکے ہیں کہ آیت سے شہداء اور انبیاء دونوں کی حیات ثابت ہوتی ہے۔ پھر حیات شہداء کی تفصیل حدیث مسلم میں ہے اور حیات انبیاء علیہم السلام کی تفصیل حدیث معراج میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے اور آپ ﷺ نے انہیں دیکھا اور دیگر انبیاء کے بارے میں حدیث صحیح ''الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون'' میں بتلایا گیا کہ وہ نمازوں میں مشغول رہتے ہیں اور یہ کہ ان پر سلام کیا جاتا ہے تو وہ سماعت فرماتے ہیں، یہ ساری صفات جسد عنصری کی ہیں۔ حیات انبیاء کی تفصیل میں وارد ہونے والی کسی روایت میں جسم مثالی کا تذکرہ تک نہیں۔ لہٰذا منکرین کا انبیاء کو جو افضل ہیں مفضول یعنی شہداء پر قیاس کرنا یکسر غلط ہے۔ اس غلطی کا نظارہ آپ جناب طیب پنج پیری امیر اشاعت کے رسالہ بنام (مسلک الاکابر ص ۲۴) میں فرما سکتے ہیں۔ ان کی عبارت ملاحظہ کیجئے: ''حدیث میں بتا دیا کہ شہداء کی ارواح کو سبز پرندوں کی شکل کے مثالی اجسام دیئے جاتے ہیں، اسی طرح مان لیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح مبارکہ بھی جنت میں ہیں اور مثالی اجسام سے نوازی گئی ہیں۔''

شہداء والی روایت کا اصل مطلب محدثین نے کیا بیان فرمایا ہے یہاں ہم اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتے (اس لئے کہ ماقبل میں یہ بحث تفصیل سے مذکور ہے کہ حدیث میں تشبیہ ہے، کسی جسم مثالی کا تذکرہ نہیں ہے) لیکن اتنا معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مثالی پر ان کے پاس کوئی حدیث صحیح اور نص صریح موجود نہیں ہے، اس لئے قیاس سے کام چلایا جا رہا ہے۔ لیکن ستم ظریفی دیکھئے کہ جماعت اشاعت کے امیر محترم اس قیاس کو حدیث کا نام دے کر علماء دیوبند پر طعنہ زن ہیں مذکورہ بالا عبارت کے فوراً بعد لکھتے ہیں:

کیا ہمارے کرم فرما حدیث نبوی کے تابع اکابر کے اس اجتماعی مؤقف کو اپنانے کیلئے تیار ہیں؟

امیر اشاعت اگر ناراض نہ ہوں تو یہ کرم فرما عرض کرنا چاہتا ہے کہ آپ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مثالی کے متعلق کون سی حدیث نقل فرمائی ہے۔ جس کے اکابر رحمۃ اللہ علیہ تابع ہیں؟ حیات انبیاء پر احادیث تو ہم عرض کر رہے ہیں جس کی تشریح بھی اکابر نے فرما دی ہے کہ جسد اطہر اور روح کے تعلق کی بناء پر انبیاء کو حیات حاصل ہے اور یہ تعلق ایسا قوی ہے کہ بعض احکام دنیویہ بھی اس پر لاگو نہیں ہوتے اور حیات باعتبار عالم کے برزخی بھی ہے اور جسد اطہر کے ساتھ تعلق کی بنا پر دنیوی بھی ہے۔

کیا آپ احادیث صریحہ کے تابع اکابر کے اس اجتماعی مؤقف کو اپنانے کے لئے تیار ہیں؟

مفتی کفایت اللہ صاحب کے فتویٰ سے دھوکہ دہی

مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فتویٰ سے منکرین اپنا خود ساختہ مفہوم نکال کر عوام کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک بھی ہمارے جیسا تھا۔ جس فتویٰ سے دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کی جاتی ہے وہ درج ذیل ہے: ''انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں مگر ان کی زندگی دنیاوی زندگی نہیں ہے بلکہ برزخی اور دوسرے عام لوگوں کی زندگی سے ممتاز ہے، اسی طرح شہداء کی زندگی بھی برزخی ہے اور انبیاء کی زندگی سے نچلے درجے کی ہے۔ دنیا کے اعتبار سے تو وہ اموات میں داخل ہیں ''انک میت وانهم میتون'' اس کی صریح دلیل ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ! (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۶۸)

منکرین اس فتویٰ سے اور اسی طرح جہاں ان کو برزخ کا لفظ ملتا ہے، اس سے اپنا عقیدہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس صاحب عبارت کو اپنا ہم نظریہ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو انبیاء برزخ میں زندہ ہیں نہ کہ قبروں میں۔

علماء اہل سنت حیات برزخی کے قائل ہیں

جواب ا: علماء اہل سنت انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات برزخی کے ہرگز منکر نہیں، بلاشبہ اس عالم دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام کی دنیاوی زندگی پوری ہو چکی ہے اور وہ عالم برزخ میں تشریف لے گئے ہیں ظاہر ہے عالم کے اعتبار سے ان کی حیات دنیوی نہیں بلکہ برزخی ہے۔ اس نقطہ پر تو جانبین کا اختلاف ہی نہیں ہے۔ لہٰذا اس نقطہ پر بحث کرنا یا ایسی عبارات پیش کر کے عوام کو اپنے گیت سنانا سعی لاحاصل ہے۔ نقطہ بحث یہ ہے کہ قبر میں مدفون جسم اطہر کے ساتھ روح کا تعلق ہے یا نہیں، اس کو حیات حاصل ہے یا نہیں؟ مذکورہ بالا فتویٰ میں اس بات کی طرف اشارہ تک نہیں بلکہ اس کا اصل مفہوم اتنا سا ہے کہ عالم دنیا میں تشریف لے جانے کی وجہ سے انبیاء کرام علیہم السلام اموات کہلائے گئے اور عالم برزخ میں انہیں حیات حاصل ہے جسم اطہر کے بارے میں مذکورہ بالا تحریر بالکل خاموش ہے۔ زبردستی اس عبارت سے اپنے مطلب کی بات کشید کرنا کہاں کا انصاف؟

اب ہمیں دیکھنا ہے کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ روح اور جسم اطہر کے تعلق کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، دوسری جگہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت مفتی صاحب رقمطراز ہیں:

”جواب: صلوٰۃ وسلام کے ساتھ یارسول اللہ و یا حبیب اللہ نداء کے الفاظ سے پکارنا اس خیال سے کہ صلوٰۃ وسلام آنحضرت ﷺ کو فرشتوں کے ذریعے پہنچایا جاتا ہے اور آپ ﷺ تک ہماری نداء اور خطاب پہنچ جاتا ہے۔ جائز اور درست ہے۔ ہاں اس خیال اور اعتقاد سے نداء کرنا کہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارک مجلس مولود میں آتی ہے اس کا شریعت مقدسہ میں کوئی ثبوت نہیں اور کئی وجہ سے یہ خیال باطل ہے۔

اوّل یہ کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسا کہ اہل السنۃ والجماعت کا مذہب ہے تو پھر آپ ﷺ کی روح مبارک کا مجلس میلاد میں آنا بدن سے مفارقت کر کے ہوتا ہے یا کسی اور طریقے سے؟ اگر مفارقت کر کے مانا جائے تو آپ ﷺ کا قبر مبارک میں زندہ ہونا باطل ہوتا ہے یا کم از کم اس زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے تو یہ صورت علاوہ اس کے کہ بے ثبوت ہے باعث توہین ہے نہ کہ موجب تعظیم اور اگر مفارقت نہیں ہوتی تو پھر ہر مجلس مولود میں آپ ﷺ کی موجودگی بدن اور روح کے ساتھ ہوتی ہے یا محض بطور کشف و علم کے؟ پہلی صورت بداہۃً باطل ہے اور دوسری صورت بے ثبوت اور بعض اعتبار سے موجب شرک ہے۔“ (کفایت المفتی ج ا ص ۱۵۹، ۱۶۰)

معلوم ہوا کہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے قائل ہیں کہ:

ا...... اہلسنت کا مذہب یہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ ہیں۔
۲...... روح کا بدن اطہر کے ساتھ اتصال اور تعلق ہے۔
۳...... روح اور بدن کا یہ تعلق دائمی ہے دونوں میں کبھی مفارقت واقع نہیں ہوتی۔

۴...... اگر روح اور بدن میں مفارقت مانی جائے تو اس قبر والی حیات کا باطل ہونا لازم آتا ہے یا کم از کم فرق ضرور آئے گا۔ اسی نقطہ کی بناء پر اشاعتی ٹولہ کو مماتی اور منکرین حیات کہا جاتا ہے کیونکہ وہ لوگ حیات برزخی کا تیر استعمال کر کے جسد اطہر مبارک سے حیات کی نفی کرتے ہیں۔ پس ان کے نزدیک جسد اطہر بغیر حیات کے ہے۔

۵...... روح اور بدن میں مفارقت ماننا بے اصل اور باعث توہین ہے۔

اب قارئین نتیجہ نکالیں کہ مفتی صاحب نے پہلے والے فتویٰ میں حیات برزخی کا ذکر فرما کر جسد اطہر کی حیات کا انکار فرمایا ہے یا یہ بھٹکے ہوؤں کی اپنی کارستانی ہے۔ نیز حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط اور ان کی طرف سے اہل سنت کی تائید ''المہند علی المفند'' میں بھی موجود ہے۔

چنانچہ لکھتے ہیں: ''رأیت الاجوبة کلها فوجدتها حقة وصریحة لا یحوم حول صرادقها شک ولاریب وهو معتقدی ومعتقد مشائخی وأناالعبد الضعیف الراجی رحمة مولاه المدعو بکفایة الله الشاهجان فوری الحنفی المدرس فی المدرسة الامینیة الدهلویة'' (المہند علی المفند ص ۸۱)

ترجمہ: میں نے تمام جوابات دیکھے سب کو ایسا حق صریح پایا کہ اس کے اردگرد شک اور ریب تک نہیں بھٹک سکتا یہ میرا عقیدہ ہے اور میرے مشائخ کا بھی یہی عقیدہ ہے۔''

اور المہند میں عقیدہ حیات انبیاء درج ذیل الفاظ کے ساتھ تحریر ہے:

''فثبت بهذا أن حیوته دنیویة برزخیة لکونها فی عالم البرزخ'' یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات دنیوی اور برزخی ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت مفتی صاحب اور ان کے مشائخ کے نزدیک حیات برزخی اور حیات دنیوی عنصری میں کوئی تضاد و منافات نہیں۔

تنبیہ: حضرت مفتی صاحب کے ان تاکیدی الفاظ سے سمجھ لینا چاہئے کہ حضرت نے المہند کے تمام عقائد کو بالکل صحیح اور درست پایا اور اس کی تائید و توثیق فرمادی۔ اس کے باوجود یہ کہنا کہ حضرت سہارنپوری نے اس کے لکھنے میں تسامح سے کام لیا ہے سوائے ضد و عناد کے اور کچھ نہیں۔ نیز یہ ایک طرح کا اکابرین دیوبند پر الزام اور بہتان بھی ہے کہ علماء دیوبند عقائد میں بھی تغافل اور تسامح برداشت کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ نیلوی صاحب نے حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام لگایا ہے کہ حضرت سے تسامح ہوا ہے اور اہل سنت کے خلاف عقیدہ لکھ لیا۔ (مقالات نیلوی ص ۱۸۴)

نیلوی صاحب اور ان کے متبعین سے سوال ہے کہ: کیا اکابرین دیوبند کو عقائد کی کوئی اہمیت نہیں تھی؟ اگر اکابر عقیدہ میں غیر محتاط تھے تو آپ کو کس نے عقیدہ سکھایا؟

کیا ہمارے اکابر اتنے بزدل تھے کہ علمائے عرب کے لئے لکھی جانے والی کتاب میں علماء عرب کی خاطر اصل عقائد بھی سامنے لانے کی جرأت نہ کر سکے؟ اعاذنا اللہ من سوء الادب!

جواب ۲: لفظ برزخ سے یہ لوگ جسد اطہر اور قبر والی حیات کا انکار کرتے ہیں، یہ یا تو ان حضرات کی کج فہمی ہے یا دغابازی، اگر قبر و برزخ کی حقیقت دیکھی جائے تو ان کی یہ منطق بالکل جھوٹی نظر آئے گی۔ دراصل قبر اور برزخ کوئی الگ اور متضاد چیزیں نہیں ہیں کہ ایک کے ثبوت سے دوسرے کی نفی لازم آئے بلکہ برزخ عالم

اور زمان کا نام ہے اور وہاں کے مکان کا نام "قبر" ہے جیسا کہ آخرت عالم کا نام ہے اور جنت دجہنم وہاں کے مکان کے نام ہیں۔ اب اگر کوئی کہے کہ آپ آخرت میں زندہ ہوں گے اور مقصد یہ ہو کہ جنت یا جہنم میں تجھے حیات نہیں ہوگی۔ یہ بالکل غلط ہوگا۔ کیونکہ جب یہ مان لیا گیا کہ آپ آخرت میں زندہ ہوں گے لامحالہ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ زندگی یا تو جہنم میں ہوگی یا جنت میں ہوگی۔ اسی طرح جب یہ مان لیا گیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام برزخ میں زندہ ہیں تو لامحالہ اپنی قبور ہی میں زندہ ہوں گے۔

سوال: المہند کی عبارت میں دنیوی کا اثبات ہے اور مفتی صاحب کے فتویٰ میں دنیاوی کی نفی ہے؟

جواب: پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ عالم کے اعتبار سے انبیاء کی حیات برزخی ہے، نہ کہ دنیوی یعنی برزخی کا اثبات اور دنیوی کی نفی باعتبار عالم کے ہے اور دنیاوی کا اطلاق اس اعتبار سے کیا جاتا ہے کہ حیات کا تعلق اس جسم سے ہے جو دنیا میں محمد اور رسول کہلایا اور چونکہ اس حیات کے قوی ہونے کی وجہ سے بعض احکام دنیوی مثلاً میراث کا جاری نہ ہونا، ازواج مطہرات کے ساتھ کسی کا نکاح جائز نہ ہونا، انبیاء کرام علیہم السلام کا قبور میں نماز پڑھنا اور قریب سے صلوۃ وسلام کا سننا۔ یہ سب دنیاوی احکام ہیں۔ بایں وجہ دنیوی کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اس کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ ان کو بعینہٖ دنیاوی تکلیفی حیات حاصل ہوتی ہے اس کا کوئی قائل نہیں، اگر کوئی اہل سنت کی طرف اس کی نسبت کرتا ہے جیسا کہ منکرین کرتے ہیں تو سراسر الزام اور کج فہمی ہوگی۔

خلاصہ یہ ہے کہ مختلف اعتبارات سے کبھی برزخی غیر دنیوی اور کبھی دنیوی غیر تکلیفی کا اطلاق کیا جاتا ہے ان میں کوئی منافات نہیں ہے۔

منکرین کا ایک مشہور سوال

منکرین اکثر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب انبیاء علیہم السلام کو موت آچکی ہے اور موت کا معنی ہے روح کا جسم سے جدا ہو جانا اور یہ بات بھی قرآنی آیات سے ثابت ہے کہ ارواح کو اجسام میں قیامت کے دن ڈالا جائے گا اس سے پہلے ارواح کو اجسام میں ماننا قرآنی آیات کے خلاف ہے۔ اس پر یہ حضرات علامہ ابن حزم کی ایک عبارت بھی نقل کرتے ہیں۔ عبارت درج ذیل ہے:

"وکذالک قولہ تعالٰی: اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی فصح بنص القرآن ان ارواح سائر من ذکرنا لا ترجع الی جسدہ الا الی الاجل المسمی وھو یوم القیامۃ" ترجمہ: اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اللہ قبض کر لیتا ہے جانوں کو ان کی نیند کے وقت اور ان جانوں کو قبض کرتا ہے جو نہیں مرتیں ان کی نیند میں، سو روک لیتا ہے ان جانوں کو جن پر وہ موت کا فیصلہ کر چکا ہوتا ہے اور دوسری جانوں کو ایک مقررہ وقت تک چھوڑ دیتا ہے۔" اس آیت سے ثابت ہوا کہ وہ تمام ارواح جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں قیامت سے پہلے جسم کی طرف نہیں لوٹتیں۔

جواب ۱: ہم پہلا جواب علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں عرض کرتے ہیں جو انہوں نے اپنی مشہور کتاب کتاب الروح میں مذکورہ بالا اعتراض کو نقل کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے۔ چنانچہ علامہ رقمطراز ہیں: "فامسا کہ

سبحانه التي قضى عليها الموت لاينافي ردها الى جسدها الميت في وقت ما رداً عادروجاً لا يوجب له الحيوة المعهودة في الدنيا واذا كان النائم روحه في جسده وهو حيّ وحياته غير حياة المستيقظ فان النوم شقيق الموت فهكذا الميت اذا اعيدت روحه الى جسده كانت له حالة متوسطة بين الحيّ وبين الميت لم ترد روحه الى بدنه كحالة النائم المتوسطة بين الحيّ والميت'' ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ان جانوں کو روکنا جن پر وہ موت کا فیصلہ فرما چکے ہوتے ہیں اس کے منافی نہیں کہ ارواح کو بے جان جسم کی طرف کسی وقت ایسے طریقہ پر لوٹاتے ہیں جس سے دنیا کی معروف زندگی وجود میں نہ آتی ہو، جیسے سونے والا آدمی کہ اس کی روح اس کے جسم میں ہوتی ہے اور وہ زندہ ہوتا ہے لیکن اس کی یہ حیات جاگے ہوئے شخص کی حیات کی طرح نہیں ہوتی ہے بلکہ اس سے الگ تر ہوتی ہے اور نیند موت کی بہن ہے۔ اسی طرح فوت شدہ شخص کا معاملہ بھی ہے۔ جب اس کے جسم کی طرف روح لوٹائی جاتی ہے تو اس کا حال زندہ اور ایسے مردہ کے حال کے درمیان ہوتا ہے جس کی طرف روح نہ لوٹائی گئی ہو جیسا کہ سونے والے کی حالت زندہ اور مردہ کے درمیان ہوتی ہے۔ (کتاب الروح ص ۵۳)

جواب ۲: دوسرا جواب یہ ہے کہ قیامت کے دن مردوں کو جو حیات دی جائے گی وہ مستقل حیات ہوگی روح اور جسم کا ایسا تعلق قائم کیا جائے گا جس سے انسان کو ابدی حیات مل جائے گی۔ جب کہ عالم برزخ و قبر میں جسم اور روح کے تعلق سے مستقل حیات رونما نہیں ہوتی ہے، یعنی قیامت کے دن ''رد روح الی الجسم'' مستقل حیات کو مستلزم ہے اور ''رد روح في القبر'' غیر مستقل حیات کو مستلزم ہے۔ لہٰذا مستقل اور غیر مستقل میں تناقض کا قول کرنا غلط ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہاں موت کے معنی میں بھی غور کر لینا چاہئے۔ کیا موت جسم اور روح کے بالکلیہ تعلق ختم ہو جانے کا نام ہے یا موت آنے سے صرف وہ تعلق ختم ہو جاتا ہے جس سے حیات تکلیفی وجود میں آتی ہے؟ موت کا معنی بیان کرتے ہوئے مشہور مفسر علامہ صابونی لکھتے ہیں: ''قال العلماء: ليس الموت فناء وانقطاعاً بالكلية عن الحياة وانما هو انتقال من دار الى دار ولهذا ثبت في الصحيح أن الميت يسمع ويرى ويحس وهو في قبره فالموت هو انقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقتها للجسد'' (صفوۃ التفاسیر ج ۳ ص ۳۹۲)

ترجمہ: علماء فرماتے ہیں کہ موت فناء اور مطلقاً حیات کے ختم ہو جانے کا نام نہیں ہے بلکہ موت کے معنی ہیں دنیا (کے عارضی) گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہو جانا۔ اسی وجہ سے صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ میت سنتی، دیکھتی اور محسوس بھی کرتی ہے۔ لہٰذا موت کا مطلب یہ ہوا کہ روح اور جسم میں جدائی ہو جاتی ہے اور (دنیا والا) تعلق منقطع ہو جاتا ہے۔

البتہ جو تعلق قبر و برزخ میں قائم کیا جاتا ہے اس کی بناء پر ایک الگ حیات وجود میں آتی ہے جو احادیث سے ثابت ہے۔ روح اور جسم کے مختلف علاقات قریب میں عرض کئے جا چکے ہیں۔ لہٰذا موت کی آیات سے مابعد الموت قائم تعلق یعنی قبر والی زندگی کی نفی کرنا درست نہیں ہے۔

مولانا طیب طاہری اور نیلوی صاحب کی دھوکہ دہی

مولانا محمد طیب طاہری پنج پیر والے نے رسالہ (مسلک الاکابر ص ۱۴) پر حیات انبیاء کو غیر دنیوی ثابت

کرنے کے لئے امام ذہبی رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "حیاتھم بلا ریب أتم وأشرف من حیاۃ الشھداء الذین ھم بنص الکتاب (بل احیاء عند ربھم یرزقون)" (آل عمران:۱۶۹)

"وھو لاء حیاتھم الآن التی فی البرزخ حق ولکن لیست ھی حیاۃ الدنیا من کل وجہ ولا حیاۃ اھل الجنۃ من کل وجہ" (سیر اعلام النبلاء ج۹ ص۱۶۱)

نیز نیلوی صاحب نے بھی اپنے مقالات (ج۲ ص۳۱) پر یہی عبارت نقل فرمائی ہے انہوں نے اس سے پہلے والی عبارت: "وھو حیٌ فی لحدہ حیاۃ مثلہ فی البرزخ التی ھی اکمل من حیاۃ سائر النبیین وحیاتھم بلا ریب أتم وأشرف من حیاۃ الشھداء الذین ھم بنص الکتاب (بل احیاء عند ربھم یرزقون)" (آل عمران:۱۶۹)

کو بھی نقل کر کے حی کو طری تر وتازہ کے معنی میں لیا ہے۔ (مقالات نیلوی ج۲ ص۲۹، ۳۰)

حالانکہ اگر امام ذہبی رحمہ اللہ کی مکمل عبارت دیکھی جائے تو اس سے اہل السنۃ والجماعۃ کی ترجمانی اور ان حضرات کے مطلب کی تردید ہوتی ہے۔ مکمل عبارت ملاحظہ کیجئے: "انما المحذور أن تجوز علیہ تغیر سائر الموتی الآدمیین ورائحتھم وأکل الارض لاجسادھم والنبی ﷺ مفارق لسائر امتہ فی ذالک فلا یبلی ولا تاکل الارض جسدہ ولا یتغیر ریحہ بل ھو الآن ومازال اطیب ریحاً من المسک وھو حیٌ فی لحدہ حیاۃ مثلہ فی البرزخ التی ھی اکمل من حیاۃ سائر النبیین وحیاتھم بلا ریب اتم واشرف من حیاۃ الشھداء الذین ھم بنص الکتاب (بل احیاء عند ربھم یرزقون) (آل عمران:۱۶۹) وھو لاء حیاتھم الآن التی فی البرزخ حق ولکن لیست ھی حیاۃ الدنیا من کل وجہ ولا حیاۃ اھل الجنۃ من کل وجہ ولھم شبہ بحیاۃ اھل الکھف"

ترجمہ: بلاشبہ یہ بات بالکل غلط ہے کہ نبی علیہ السلام کے حق میں بھی تمام دوسرے مردوں جیسا تغیر، بدبودار ہونے اور زمین کا ان کے اجسام کو کھالینے وغیرہ جیسا عقیدہ رکھا جائے۔ جب کہ حقیقت حال یہ ہے کہ نبی ﷺ تمام امت سے ان احکام میں بالکل الگ ہیں، وہ فنا نہیں ہوتے مٹی نہیں بنتے، زمین ان کے جسم کو نہیں کھاسکتی اور ان کے جسم کی خوشبو نہیں بدلتی بلکہ وہ اب بھی اور ہمیشہ کے لئے مشک سے زیادہ خوشبودار ہیں (یہاں تک جسم عنصری کے متعلق بات چلی کہ نبی کا جسم صحیح سلامت اور تر وتازہ ہوتا ہے۔ اب اسی جسم کو حیات حاصل ہے یا نہیں تو فرمایا) اور وہ اپنی لحد میں زندہ ہیں جیسا کہ وہ برزخ میں زندہ ہیں (اور) آپ کی یہ حیات تمام دیگر انبیاء کی حیات سے اکمل ہے اور ان کی حیات شہداء کی اس حیات سے بلاشبہ اتم واشرف ہے جو کتاب اللہ میں منصوص ہے "بل احیاء عند ربھم یرزقون" (آل عمران:۱۶۹) ان کی یہ حیات عالم برزخ میں ہے جو بالکل برحق ہے، لیکن یہ حیات نہ ہر اعتبار سے دنیا کی حیات کی طرح ہے اور نہ ہی ہر اعتبار سے اہل جنت کی حیات طرح ہے۔ بلکہ ان کی یہ حیات اصحاب کہف کی حیات کی طرح ہے۔

اب بات واضح ہوگئی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو جس طرح برزخ میں حیات حاصل ہے اسی طرح لحد میں بھی حیات حاصل ہے۔ دنیوی اور اخروی کی نفی والی عبارت تو لکھ لی گئی لیکن اصحاب کہف جیسی حیات والی عبارت چھپالی گئی کیونکہ اصحاب کہف کی حیات محض روحانی نہ تھی بلکہ ان کے دنیاوی اجسام زندہ تھے۔ ان کی حیات کے ساتھ تشبیہ دے کر امام ذہبی رحمہ اللہ نے بتلا دیا کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام دنیویہ کے ساتھ حیات کا تعلق ہے اور حیات سے مراد محض تر وتازگی تب مراد لی جاتی جب "ھو حیٌ فی لحدہ" سے پہلے والی عبارت نہ ہوتی لیکن جسم کی

تروتازگی والی بات اس عبارت ''لا یتغیر ریحہ'' تک مکمل ہوگئی۔ پھر اس کے بعد بتلا دیا کہ لحد میں جو جسم مبارک میں جو جسم مبارک مدفون ہے وہ صرف تروتازہ محفوظ نہیں بلکہ حیات بھی ہے۔

دو موت اور دو حیات سے منکرین کا استدلال

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتاً فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون'' ترجمہ: تم کیسے اللہ کا انکار کرتے ہو جب کہ تم مردہ تھے تو اس نے تمہیں زندگی دی پھر تمہیں موت دے گا پھر زندہ کرے گا پھر اسی کی طرف تمہیں لوٹا دیا جائے گا۔ (البقرہ:۲۸)

اور دوسری جگہ ارشاد ہے: ''قالوا ربنا امتنا اثنتین و احییتنا اثنتین'' ترجمہ: وہ کہیں گے اے ہمارے رب تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دوبارہ زندگی دی۔'' (المؤمن:۱۱)

منکرین کہتے ہیں کہ راجح قول کے مطابق دونوں آیات میں پہلی موت سے پیدائش سے پہلی والی حالت یعنی مردہ حالت اور پہلی حیات سے پیدا ہونے کے بعد والی زندگی مراد ہے جب کہ دوسری موت سے دنیا سے رخصت ہوجانا اور دوسری حیات سے آخرت میں زندہ کیا جانا مراد ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''القول الاوّل: الموتۃ الاولی قبل خلقھم الموتۃ الثانیۃ خروج أرواحھم والحیاۃ الاولی حیاتھم علی وجہ الارض والحیاۃ الثانیۃ عند ما یبعثون یوم القیامۃ'' اس کے بعد مزید مختلف چار اقوال ذکر کر کے فرماتے ہیں: ''الراجح من تلک الأقوال الخمسۃ ھو قول ابن عباس و ابن مسعود القول الاوّل'' (تفسیر طبری ج۱ ص ۱۷۳، ۱۷۴)

اب اگر قبر والی حیات مان لی جائے تو حیات تین ہوجائیں گے جو ان صریح نصوص کے خلاف ہے؟

جواب: ان آیات سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حیات فی القبر کو مان لینا قرآنی آیات کے خلاف ہے۔ یہ نتیجہ خود نصوص اور مسلمہ اصول کے خلاف ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان آیات میں حیات قبر کا ذکر نہیں ہے اور عدم ذکر عدم شئی کو مستلزم نہیں ہوا کرتا۔ یہی بات آیت بقرہ کے تحت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اپنے الفاظ میں بیان بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''ثم لا دلیل فی الآیۃ علی المختار لنفی عذاب القبر اذ نھایۃ ما فیھا عدم ذکر الاحیاء المصحح لہ'' ترجمہ: اس آیت میں عذاب قبر کی نفی پر کوئی دلیل نہیں ہے اس لئے کہ زیادہ سے زیادہ مسلمہ حیات (فی القبر) کے ذکر سے یہ آیت ساکت ہے (اور کسی بات کا ذکر نہ ہونا اس کے باطل ہونے کی دلیل نہیں ہوتی) (تفسیر روح المعانی ج۱ ص ۲۱۴)

حضرت مفتی محمد شفیع اس بات کی وضاحت اپنے ان الفاظ میں فرماتے ہیں کہ: اس آیت میں دنیا کی زندگی اور موت کے بعد صرف ایک حیات کا ذکر ہے جو قیامت کے روز ہونے والی ہے، قبر کی زندگی جس کے ذریعہ قبر کا سوال و جواب اور قبر میں ثواب وعذاب ہونا قرآن کریم کی متعدد آیات اور حدیث کی متواتر روایات سے ثابت ہے اس کا ذکر نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یہ برزخی زندگی اس طرح کی زندگی نہیں ہے جو انسان کو دنیا میں حاصل ہے یا آخرت میں پھر ہوگی، بلکہ ایک درمیانی صورت مثل خواب کی زندگی کے ہے، اس کو دنیا کی زندگی کا تکملہ بھی کہا جاسکتا ہے اور آخرت کی زندگی کا مقدمہ بھی، اس لئے کوئی مستقل زندگی نہیں جس کا جداگانہ ذکر کیا جائے۔''

(تفسیر معارف القرآن ج اوّل ص ۱۷۳)

۱...... حیات قبر قرآن کریم کی متعدد آیات اور حدیث کی متواتر روایات سے ثابت ہے۔لہٰذا اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

۲...... مذکورہ بالا آیات سے حیات قبر کی نفی کرنا درست نہیں۔

لیکن منکرین اکابر کی ان صریح عبارات کو نظر انداز کرتے ہیں اور عدم ذکر کو نفی کی دلیل بتلاتے ہیں جو قطعاً غلط ہے۔

روح مبارک کا اعلیٰ علیین میں ہونے سے منکرین کا استدلال

نیلوی صاحب (ندائے حق ص ۲۰۴) پر لکھتے ہیں: حضرت بتول فاطمۃ الزہراؓ اپنے ابا جان ﷺ کی وفات کے بعد فرماتی ہیں: ''یاأبتاہ اجاب ربا دعاہ یا ابتاہ من جنۃالفردوس ماواہ یاأبتاہ الی جبرئیل ننعاہ'' اے میرے ابا جان! آپ ﷺ کے رب نے اپنے حضور میں آپ کو بلایا اس کی دعوت قبول کرکے چلے گئے۔اے میرے ابا جان! اے وہ شخص جس کا ٹھکانہ اب جنت الفردوس ہے۔اے میرے ابا جان! جبرئیل کی طرف ہم اس کی موت کی خبر پہنچاتے ہیں۔(اجاب ربأدعاہ کے نیچے بین السطور ای الی الجنۃ کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں) (مشکوٰۃ ص ۵۴۷)

''قال رجل لابن مسعود قبض رسول اللہ ﷺ این ھو؟ قال فی الجنۃ'' (شرح الصدور ص ۹۸)

(نیلوی صاحب کی عبارت ختم ہوگئی)

مقصود اس عبارت سے یہ ہے کہ آپ ﷺ جنت میں زندہ ہیں، قبر میں نہیں۔اس کے علاوہ منکرین عام طور پر کہتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کو جنت میں زندہ مانتے ہیں اور تم نبی کو زمین کے گڑھے میں زندہ مانتے ہو لہٰذا تم گستاخ ہو۔

جواب: روح پاک کے اعلیٰ علیین میں ہونے سے اہل السنۃ والجماعۃ نے کبھی انکار نہیں کیا، لیکن روح کے اعلیٰ علیین میں ہونے سے یہ بات ثابت کرنا کہ جسد اطہر مردہ پڑا ہوا ہے، منکرین کا خود ساختہ نتیجہ ہے۔حدیث میں اس کی طرف خفیف اشارہ تک نہیں ہے۔ہم اس حدیث کو سلف صالحین اور ائمہ کرام کی نظر سے دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اس حدیث سے جسد اطہر کو مردہ سمجھا ہے یا وہ جسد اطہر کے ساتھ روح کے تعلق کے قائل ہیں۔

چنانچہ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: ''ھذا مع القطع بأن روحہ الکریمۃ فی الرفیق الأعلی مع ارواح الانبیاء وقد صح عنہ انہ رأی موسی قائما یصلی فی قبرہ لیلۃ الاسراء وراٰہ فی السماء السادسۃ او السابعۃ فالروح ھناک ولھا اتصال بالبدن فی القبر واشراف علیہ وتعلق بحیث یصلی فی قبرہ ویرد سلام من سلم علیہ وھی فی رفیق الأعلی'' ترجمہ: یہ بات یقینی ہے کہ آپ ﷺ کی روح مبارک دیگر انبیاء علیہم السلام کی ارواح مبارکہ کے ساتھ رفیق اعلیٰ میں ہے۔صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسراء کی رات قبر میں بھی کھڑے نماز پڑھتے دیکھا اور چھٹے یا ساتویں آسمان میں بھی دیکھا، پس روح وہاں ہے اور قبر اطہر میں مدفون جسم مبارک کے ساتھ اس کو ایسا تعلق اور اتصال ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور سلام کرنے والے کو اس کے سلام کا جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔ (کتاب الروح ص ۵۴)

ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ شریف کی مشہور شرح مرقات میں رقمطراز ہیں: ''قال العسقلانی فی فتاوی ارواح المؤمنین فی علیین وارواح الکفار فی سجین وبکل روح بجسدھا اتصال معنوی لا یشبہ الاتصال فی الحیوۃ الدنیا بل اشبہ شئی بہ حال النائم وان کان ھو اشد من حال النائم اتصالا وبھذا یجمع بینما وردان

مقرھا فی العلیین والسجین وبین ما نقلہ ابن عبدالبر عن الجمھور انھا عند افنیۃ قبورھا" ترجمہ: علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ مؤمنین کی ارواح علیین میں اور کفار کی ارواح سجین میں ہوتی ہیں اور ہر روح کا اس کے جسم کے ساتھ اتصال معنوی ہوتا ہے وہ اتصال دنیوی زندگی کے مشابہ نہیں، بلکہ سونے والے کے جسم اور روح کے درمیان قائم تعلق کی طرح ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی شدید تر ہوتا ہے۔ اس طرح ان دونوں باتوں میں جمع وتطبیق ہو جاتی ہے کہ روایت میں آیا ہے کہ روح کا مستقر علیین یا سجین ہے اور یہ کہ جس کو ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے جمہور کے حوالے سے نقل فرمایا ہے کہ ارواح قبروں میں ہوتی ہیں۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۲۵)

یعنی روح کے علیین یا سجین میں ہونے اور قبر میں جسم کے انعام یا عذاب کو محسوس ہونے میں کوئی تضاد نہیں ہے اس لئے کہ دونوں میں تعلق رہتا ہے۔ یہاں سے منکرین کی نفسیات اور انداز تحقیق کی بھی تعیین ہوگئی کہ وہ احادیث کو ائمہ حدیث کی نگاہ سے نہیں دیکھتے بلکہ احادیث مبارکہ کی مراد میں خود رائی کا مظاہرہ کر کے خواہ مخواہ کا تضاد و تعارض نکالنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ مسلمہ عقائد ونظریات کے حوالے سے عوام کو شکوک وشبہات میں مبتلا کیا جائے۔

قبر کے مفہوم میں منکرین کا مغالطہ

منکرین حیات کہتے ہیں کہ ہم بھی حیات مانتے ہیں لیکن اس قبر میں نہیں جس میں جسد عنصری مدفون ہے اس لئے کہ قبر دراصل برزخ کا نام ہے زمین والا گڑھا حقیقت میں قبر نہیں ہے اور حدیث "الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون" میں بھی قبر سے برزخ مراد ہے۔ چنانچہ جماعت اشاعت کے امیر محترم رقمطراز ہیں: اسی بحث کے ضمن میں یہاں ایک نکتہ کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ میت کو برزخی حیات کہاں ملتی ہے، ہمارے مخالفین اسی مدفن ارضی میں عذاب وثواب قبر ثابت کرنے پر تلے بیٹھے ہیں اور خیر فقہائے احناف واکابر دیوبند رحمۃ اللہ علیہ کی بھی کوئی بات سننے یا ماننے کو تیار نہیں۔ (مسلک الاکابر)

جواب: جاننا چاہئے کہ منکرین قبر کے مفہوم میں بے جا تاویل کرتے ہیں حالانکہ ساری دنیا کے مسلمان قبر کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح کہ نصف النہار کا چمکتا سورج۔ ہم ذیل میں اس کی وضاحت کے لئے مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق پیش کرتے ہیں اس لئے کہ موجودہ دور کے علماء دیوبند کا ان پر مکمل اعتماد ہے اور اس پر سب متفق ہیں کہ حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ محقق ہونے کے ساتھ ساتھ دیوبند کے سچے ترجمان تھے اور کسی بھی مسلکی تعصب سے ان کا واسطہ نہ تھا بلکہ ہمیشہ وہی بات کرتے جو اہل سنت کا موقف ہوتا تھا۔ ہم حضرت کی مشہور اور معتبر کتاب "آپ کے مسائل اور ان کا حل" سے ذیل میں مع سوال کے حضرت کا جواب نقل کرتے ہیں۔

قبر کی شرعی تعریف

سوال ۱: قبر کی شرعی تعریف کیا ہے؟ اگر اس سے مراد شرعاً وہی زمینی گڑھا ہے تو اس کے قبر شرعی ہونے پر کیا دلائل ہیں۔

سوال ۲: منکرین حیات کہتے ہیں کہ یہ گڑھا شرعی طور پر قبر نہیں ہے ورنہ ان افراد کے بارے میں کیا کہا جائے گا جنہیں جلا دیا گیا یا غرق ہونے کے بعد سمندر کی مچھلیاں کھا گئیں؟

سوال ۳: اگر قبر سے شرعی طور پر یہی گڑھا مراد ہے تو ایک صالح کے لئے اس کی فراخی اور برے کے لئے اس کی تنگی ظاہری قبر کی طرح مشاہدے میں کیوں نہیں آتی؟

امید ہے کہ ایک طالب علم کی تسلی کے لئے مفصل اور باحوالہ تحریر فرمائیں گے۔

جواب: قبر سے مراد یہی گڑھا ہے جس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے، اسی میں ثواب وعذاب ہوتا ہے، اس کے دلائل بہت ہیں چند ایک کی طرف اشارہ کرتا ہوں:

۱...... "ان رسول اللہ ﷺ قال ان العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی عنه اصحابه انه لیسمع قرع نعالهم اتاہ ملکان فیقعدانه" (الحدیث) (صحیح بخاری ج۱ ص۱۸۴)

میت کو اسی قبر میں رکھا جاتا ہے، اسی میں وہ لوٹنے والوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے اسی میں اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، جو اسی قبر میں بٹھاتے ہیں۔

۲...... "خرج النبی ﷺ وقد وجبت الشمس فسمع صوتاً فقال یهود تعذب فی قبورهم" آنحضرت ﷺ نے انہی قبروں سے عذاب کی آواز سن کر فرمایا تھا کہ یہود کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا ہے۔

(بخاری ج۱ ص۱۸۴)

۳...... "مر النبی ﷺ علی قبرین فقال انهما لیعذبان الخ" آنحضرت ﷺ انہی قبروں پر گزرے تھے اور انہی کے بارے میں فرمایا تھا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ (بخاری ج۱ ص۱۸۴)

۴...... "بینما النبی ﷺ فی حائط لبنی النجار علی بغلة له ونحن معه اذ حادت به فکادت تلقیه واذا قبرہ ستة او خمسة او اربعة فقال ان هذہ الامة تبتلی فی قبورها فلولا ان لاتدافنوا لدعوت اللہ ان یسمعکم من عذاب القبر الذی اسمع منه الخ" (صحیح مسلم ج۲ ص۳۸۶)

اسی قبر کے عذاب سے آپ کی سواری بدکی تھی اور انہی قبروں میں ان لوگوں کو عذاب دیا جا رہا تھا اور انہی قبروں کے بارے میں فرمایا تھا کہ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ قبر کا جو عذاب میں سن رہا ہوں وہ تمہیں بھی سنا دیتا۔

۵...... "قولی: السلام علی اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین"

"السلام علیکم یا اهل القبور" (ترمذی ج۱ ص۱۲۵)

"السلام علیکم دار قوم مؤمنین" (ابوداؤد ج۳ ص۱۰۵)

انہی قبور میں جانے والے کو السلام علیکم کہنے کا حکم ہوا۔ اور انہی قبور کو دار قوم مؤمنین فرمایا گیا۔

قبر کا عذاب وثواب عالم غیب کی چیز ہے، اس لئے اس کو ہماری نظروں سے پوشیدہ رکھا گیا، جس طرح خواب کے احوال بیداری والوں سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ جن لوگوں کو دفن نہیں کیا جاتا کیا بعید ہے کہ ان کے لئے فضا ہی کو قبر بنا دیا جائے؟ بہرحال عذاب قبر کا انکار کرنا یا نصوص کے برخلاف قبر میں تاویلیں کرنا تقاضائے ایمان وانصاف کے خلاف ہے۔ واللہ اعلم! (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج۱۰ ص۵۳۸، ۵۴۰)

قارئین کرام! خود ہی ایک رخ متعین کریں کہ مولانا شہید رحمہ اللہ احادیث کی روشنی میں قبر کی شرعی تعریف فرماتے ہیں وہ صحیح ہے یا مولوی طیب کے دعوے؟ اس لئے کہ مولوی صاحب فقہائے احناف کا نام تو لے رہے ہیں مگر یہ بھول گئے ہیں کہ فقہ کی کتابوں میں قبر کے متعلق جو احکام بیان کئے گئے ہیں وہ برزخ کے متعلق ہیں جو نظروں سے اوجھل ہے یا نظر آنے والی زمینی قبر کے بارے میں ہیں۔

ہوسکتا ہے کہ ذہن میں یہ بات ابھرے کہ مولوی طیب نے بھی اکابر کی عبارات سے قبر کا مفہوم بتلایا ہے اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ جتنی عبارات ہیں۔ اگر دقت نظر و تحقیق سے ان کا مطالعہ کیا جائے تو بآسانی معلوم ہو جائے گا کہ ان عبارات کا اصل مقصد کچھ اور ہے لیکن مولوی صاحب نے ان کو اپنی غرض پر منطبق کرلیا۔ ہم اس کی چند ایک مثالیں عرض کرتے ہیں۔ مولوی صاحب شرعی قبر سے انکار پر ''مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ'' کی نسبت لکھتے ہیں۔

مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی فرماتے ہیں: ''فرشتے میت کو ظاہری قبر میں نہیں بلکہ عالم برزخ میں بٹھاتے ہیں۔'' (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۲۵۲۔ مسلک الاکابر ص ۲۷)

حالانکہ یہاں مفتی صاحب ایک عوامی غلط فہمی کا ازالہ فرما رہے ہیں۔ مکمل سوال و جواب ملاحظہ فرمایئے:

سوال: مشہور ہے کہ فرشتے میت کو قبر میں حساب و کتاب کے لئے بٹھاتے ہیں اس لئے لحد اتنی گہری ہونی چاہئے کہ اس میں میت آسانی سے بیٹھ سکے، کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا!

الجواب باسم ملھم الصواب: یہ محض جہالت ہے، فرشتے میت کو ظاہری قبر میں نہیں بلکہ عالم برزخ میں بٹھاتے ہیں، لحد یا شق کی گہرائی صرف اتنی ہونی چاہئے کہ اس میں میت کو سنت کے مطابق کروٹ پر لٹایا جاسکے، بالائی سطح میت کے جسم سے الگ مگر بالکل قریب ہو، تاکہ قبر کے گرنے اور درندوں سے حفاظت رہے۔

''ولا یمس السقف المیت'' (طحطاوی علی المراقی ص ۳۳۳) فقط واللہ اعلم ! ۷ محرم ۱۴۰۱ھ

اور جس مسئلہ میں بحث ہے یا جو مولوی صاحب کو ثابت کرنا ہے وہ یہ ہے کہ آیا مادی اور مدفون جسم کو عذاب یا ثواب ہوتا ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق مفتی صاحب کا مفصل فتویٰ موجود ہے۔ مگر اس سے آنکھیں چرا کر الگ موضوع کے متعلق فتویٰ میں قطع و برید کرکے خوش اور مطمئن ہوگئے۔ اصل موضوع کے متعلق بھی مفتی صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ ملاحظہ کیجئے تاکہ بات صاف ہو جائے کہ مفتی صاحب مسلک اہل سنت دیوبند کی ترجمانی فرماتے ہیں یا اہل اشاعت کا ساتھ دیتے ہیں۔ مکمل سوال و جواب درج ذیل ہے:

جسم بلا روح کو عذاب کیسے ہوگا؟

سوال: قبر میں انسان کا صرف فضلہ باقی رہ جاتا ہے تو عذاب قبر کس چیز پر ہوتا ہے؟ بینوا توجروا!

الجواب باسم ملھم الصواب: بعض علماء کا خیال ہے کہ عذاب قبر فقط روح کو ہوتا ہے اور روح کا تعلق قبر سے رہتا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ عذاب روح و جسد دونوں پر ہوتا ہے، کیونکہ مردہ کا قبر میں جاکر زندہ ہونا قرآن سے ثابت ہے۔

''قال اللہ تعالیٰ حکایۃ عن قولھم (ربنا امتنا اثنتین و احییتنا اثنتین) فان اللہ تعالیٰ ذکر الموتۃ مرتین وھما لاتتحققان الا ان یکونا فی القبر حیاۃ و موت حتی تکون احدی الموتتین مایتحصل عقیب الحیاۃ فی الدنیا و الاخرۃ مایتحصل عقیب الحیاۃ التی فی القبر'' (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۶۱)

روایت میں نکیرین کے بارہ میں "یقعدانہ" کالفظ وغیرہ من الروایات بھی اعادہ روح پر دال ہیں۔

رہا یہ سوال کہ جسم پر وقوع عذاب ہمیں معلوم نہیں ہوتا یا جسم کے اجزاء متفرق ہو جاتے ہیں اور انہیں مٹی کھا جاتی ہے، سو اس کے حل کے لئے صوفیاء نے یہ قول کیا ہے کہ اعادہ روح جسم مادی میں نہیں بلکہ جسم مثالی میں ہوتا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ جسم مادی ہی میں روح کا اعادہ ہوتا ہے۔ مگر اسے ہم معلوم نہیں کر سکتے جیسا کہ خواب میں کسی کو تکلیف ہو رہی ہو۔ بلکہ بیقظان کو تخیل و تفکر کی وجہ سے سرور یا غم لاحق ہو ہمیں اس کا کوئی علم نہیں ہوتا۔

جسم اگرچہ مٹی ہو جائے تب بھی احادیث سے ثابت ہے کہ ریڑھ کی ہڈی مٹی نہیں ہوتی تو اسی کا احیاء ہو سکتا ہے۔ بالفرض سارا جسم ہی مٹی ہو جائے تب بھی جسم کی ہیئت وصورت بدل گئی اس کا اصل مادہ تو باقی ہے۔ پس مٹی ہو جانے کے بعد بھی ان اجزاء میں ایسے طریق سے اعادہ روح کہ ہم اسے معلوم نہ کر سکیں قدرت باری تعالیٰ سے خارج نہیں۔

"قال السیوطی فی شرح الصدور عذاب القبر هو عذاب البرزخ (الی قوله) ومحله الروح والبدن باتفاق اهل السنة وفی فیض الباری قیل العذاب علی الروح فقط وقیل علی الروح والجسد معاً ومال الی الاوّل الحافظ ابن قیم والاقرب عندی هو الثانی وذهب الصوفیة الی انه علی الجسد المثالی الخ" (فیض الباری ج ۲ ص ۴۹۲)

"وایضاً فیه بعد بحث بدیع ثم لاحاجة الی اثبات عذاب القبر الی ما قاله الصوفیة ان العذاب علی البدن المثالی دون المادی وحینئذ لابعد ان لم نشاهد احدا یعذب فی قبره الخ" (فیض الباری ج ۲ ص ۴۷۶)

"وفی عمدة القاری ان المصلوب لابعد فی الاحیاء والمسألة منه مع عدم المشاهدة کما فی صاحب السکر فانه حیّ مع انا لانشاهد حیاته کما فی رؤیة النبی ﷺ جبریل علیہ السلام وهو بین اظهر اصحابه مع ستره عنهم ولابعد فی ردالحیاة الی بعض اجزاءالبدن فیختص بالاحیاء والمسألة والعذاب وان لم یکن ذالک مشاهداً لنا" (عمدة القاری ج ۴ ص ۱۶۳)

"وکذا حقق جبل الحدیث الحافظ ابن الحجر ایضاً فی الفتح فراجعه" (فتح الباری ج ۳ ص ۱۵۲)

فقط: واللہ تعالیٰ اعلم ۱۷ رصفر ۵ ۷ ھ (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۲۰۴، ۲۰۵)

مولوی طیب اور مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات کا تقابل

اب قارئین کرام حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس تفصیلی فتویٰ اور مولوی طیب طاہری امیر اشاعت کے نظریے کا موازنہ کر کے فیصلہ کریں:

۱...... مولوی صاحب کہتے ہیں "ہر روح کو ایک دوسرا جسم دیا جاتا ہے جسے جسم مثالی کہتے ہیں۔"

(مسلک الاکابر ص ۲۷)

جب کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "مگر صحیح یہ ہے کہ جسم مادی ہی میں روح کا اعادہ ہوتا ہے۔"

۲...... مولوی صاحب کہتے ہیں: "ہر روح کو ایک دوسرا جسم دیا جاتا ہے جسے جسم مثالی کہتے ہیں اور اسی کے ساتھ اسے عذاب وثواب ہوتا ہے۔" (مسلک الاکابر ص ۲۷)

جب کہ مفتی صاحب نقل فرماتے ہیں: ''عذاب قبر عذاب برزخ ہے اور اس کا محل باتفاق اہل سنت روح اور بدن ہے۔'' (اور یہ بھی فرما چکے کہ بدن سے جسم مادی مراد ہے)

۳...... مولوی صاحب عذاب وثواب کو جسم مثالی کے متعلق مانتے ہیں اور اسی پر زور لگا کر راجح تصور کرا رہے ہیں۔ (مسلک الاکابر ص ۲۷)

جب کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جسم مثالی والا قول ذکر کرکے اس کے مقابلہ میں عذاب وثواب اور اعادہ کو جسم مادی کے ساتھ متعلق مانتے ہیں اور اسی کو صحیح اور راجح قرار دیتے ہیں۔

۴...... مولوی صاحب کہتے ہیں: ''الحاصل ایک دفعہ بدن سے روح نکل جانے کے بعد دوبارہ قیامت کو ہی داخل ہوگی اس سے پہلے نہیں۔'' (مسلک الاکابر ص ۱۸،۱۹)

جب کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مگر صحیح یہ ہے کہ عذاب روح اور جسد دونوں پر ہوتا ہے، کیونکہ مردہ کا قبر میں جاکر زندہ ہونا قرآن سے ثابت ہے'' اور جسم کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''مگر صحیح یہ ہے کہ جسم مادی ہی میں روح کا اعادہ ہوتا ہے۔''

۵...... مولوی صاحب نے اپنی مطلب براری کی خاطر فیض الباری کی آدھی عبارت نقل کی ہے: ''الحاصل ان البرزخ اسم لانقطاع حیاۃ ھذا العالم و ابتداء حیاۃ اخری'' اور حاصل بحث یہ ہے کہ برزخ اس دنیا کی زندگی کے منقطع ہونے اور ایک دوسری زندگی کے شروع ہونے کو کہتے ہیں۔''

اور مسئلہ حیات کے متعلق اس تحقیق کو نظر انداز کر دیا جو مفتی صاحب نے ''فیض الباری'' کے حوالے سے حضرت کشمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پوری تحقیق، ذکر کردہ مختلف اقوال اور پھر ان کے نزدیک راجح قول کو نقل فرمایا ہے: ''والاقرب عندی ھو الثانی'' اور دوسرا قول یہی ہے کہ عذاب وثواب روح اور جسد دونوں کو ہوتا ہے اور مفتی صاحب پہلے فرما چکے کہ قول راجح کے مطابق جسم سے جسم مادی مراد ہے۔

۶...... مولوی صاحب نے علامہ ابن ابی العز رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ان کی عبارت نقل کی ہے: ''واعلم ان عذاب القبر ھو العذاب البرزخ'' (شرح عقیدۃ الطحاویہ ص ۴۵۱)

جان لیجئے کہ عذاب قبر تو عذاب برزخ ہی ہے۔ (مسلک الاکابر ص ۲۵)

صرف لفظ برزخ کو دیکھ کر خوش ہو گئے مگر اس بات کی صراحت کے لئے کوئی عبارت نقل کرنے کی زحمت گوارا نہ کی کہ عذاب وثواب صرف روح کو ہوتا ہے یا جسم اور روح دونوں کو اور پھر جسم سے مراد جسم مثالی ہے یا مادی اور عنصری؟ برزخ میں عذاب ہونے سے قبر کی نفی ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اگرچہ مولوی صاحب کا مذہب یہی ہے کہ عذاب وثواب کا تعلق قبر میں نہیں برزخ میں جسد مثالی سے ہے اگرچہ ان کے مذہب کی کوئی صراحت عقیدہ طحاویہ کی مذکورہ بالا عبارت میں نہیں ہے لیکن لفظ برزخ کو دیکھ کر خوش ہو گئے اور اجمالی عبارت نقل کر دی۔

جب کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ان کی اسی طرح کی مکمل عبارت بھی نقل فرمائی اور پھر ساتھ میں عذاب کا محل بھی بتلا دیا کہ اہل سنت کا اتفاق ہے کہ یہ عذاب جسم اور روح دونوں کو ہوتا ہے اور پہلے فرما چکے ہیں کہ روح کا تعلق جسم مادی کے ساتھ ہوتا ہے اور یہی صحیح اور راجح مذہب ہے۔

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت پر غور کیجئے مگر صحیح یہ ہے کہ جسم مادی ہی میں روح کا اعادہ ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ جسم مادی قبر میں ہوتا ہے۔ پس مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ سے اس اشاعتی عقیدے کی صراحتاً تردید ہوتی ہے کہ عذاب وثواب برزخ میں جسم مثالی کو ہوتا ہے۔

نیز اس تقابل سے ثابت ہوا کہ مولوی صاحب اور مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدے، نظریے، انداز تحقیق، اکابر کی عبارات کو نقل کرنے کے مزاج میں شرق وغرب، زمین وآسمان کا فرق ہے۔

امیر اشاعت اور حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ صاحب کی عبارات میں تضاد

مولوی صاحب قبر میں عذاب وثواب کی نفی کرتے ہوئے سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت نقل کرتے ہیں: ''ودر قبر اصلاً تعلق روح ببدن نیست'' (مشکلات القرآن ص ۱۳)

اور قبر میں اصلاً روح کا بدن سے تعلق نہیں ہوتا۔ (مسلک الاکابر ص ۲۶)

لیکن خود ہی آگے چل کر لکھتے ہیں: ''البتہ اس دنیاوی یا عرفی قبر اور اس جسد عنصری کے ساتھ بھی عذاب وثواب کا (ایک تعلق) ہے لیکن ہم اس تعلق کی حقیقت اور کیفیت کو نہیں جانتے۔''


یہ بات بھی واضح ہے کہ اہل سنت میں سے کسی کا بھی یہ مذہب نہیں کہ روح کے بغیر، جماد جسم کو عذاب وثواب ہوتا ہے بلکہ روح سمیت جسم کو عذاب یا ثواب ہوتا ہے۔ مولوی صاحب یہ سمجھا دیں کہ اصلاً تعلق کی نفی فرمائی اور مولوی طیب نے ایک گونہ تعلق مانا ہے۔ (حضرت کشمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پوری تحقیق فیض الباری کے حوالے سے مفتی رشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ میں سامنے آچکی ہے)

مذکورہ بالا تقابل اور جائزہ سے قارئین کرام کو رسالہ ''مسلک الاکابر'' کا انداز معلوم ہو چکا ہوگا کہ اس میں اکابر کی عبارات نقل کر کے ان سے اپنا مطلب تو نکالا گیا ہے۔ لیکن اکابر کے اصل مذہب ومسلک کو امت کی نظروں سے اوجھل رکھا ہے۔ ارادہ تھا کہ اس پورے رسالے کی ہر ہر عبارت کو نقل کر کے قارئین کے سامنے اس کی حقیقت کھول دوں، لیکن سنا ہے کہ بعض علماء نے اس رسالے پر مستقل کام کر کے عوام کو مؤلف کی فریب کاریوں سے آگاہ فرمایا ہے۔ اگر راقم کو وہ رسالے مل گئے اور واقعتاً وضاحت ہو چکی ہے تو بہت اچھا، ورنہ خود ہی اس کا پول کھولنے کا ارادہ ہے جو مستقل تحقیق اور تصنیف ہوگی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

دست بدعا

اے اللہ! ہم پر حق واضح فرما کر اسے قبول کرنے کی توفیق عطاء فرما اور تادم حیات اس پر استقامت عطاء فرما۔ اے اللہ! ہم پر باطل کا بطلان ظاہر کر کے اس سے ہم کو دور رکھ اور دنیا میں جمہور اہل السنۃ والجماعت کا دامن تھامے رکھنے کی توفیق عنایت فرما اور آخرت میں صالحین مؤمنین کے ساتھ ہمارا حشر فرما۔ آمین بوسیلۃ سید الانبیاء والمرسلین الذی حی فی قبرہ بجسدہ العنصری!

(نوٹ) اس کے بعد حضرت الامام البیہقی کے رسالہ حیات الانبیاء اور حضرت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ انباء الاذکیاء کو عربی متن اور ترجمہ کے ساتھ مؤلف نے اپنی اس کتاب کے ساتھ شائع کیا۔ چونکہ یہ دونوں رسائل اس مجموعہ میں پہلے سے شامل اشاعت ہیں۔ اس لئے کتاب کے اس آخری حصہ کے ان دونوں رسائل کو یہاں سے ہم نے حذف کر دیا ہے۔ (مرتب: عتیق)


فتنہ قادیانیت
سے متعلق تیس سوالات کے جوابات
آئینہ قادیانیت
جدید طرز بیان اور عملی مشقوں کے ساتھ
تالیف
مناظر ختم نبوت
حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب
ناشر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوة